حفیظ جالندھری
(1900ء تا 1982ء)

حمد

شاعر کے حالات زندگی

نام محمد حفیظ، حفیظ تخلص، جالندھر میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ بعض حالات کے سبب تعلیم ادھوری چھوڑ کر لاہور چلے آئے۔ حفیظ نے گیارہ سال کی عمر میں شعر کہنا شروع کیے۔ فارسی کے مشہور شاعر مولانا غلام قادر گرامی کے شاگرد تھے۔ وقت کے ساتھ ساتھ شاعری میں نکھار آتا گیا۔ علامہ اقبال سے بہت متاثر تھے۔ ان کا قول ہے کہ "اگر اقبال نہ ہوتا تو حفیظ بھی نہ ہوتا۔" انھوں نے اپنی محنت اور لیاقت سے دنیائے شعروادب میں ایک ممتاز مقام حاصل کیا۔

1925ء میں نواب خیر پور سندھ نے تین سو روپے ماہوار مشاہرے پر درباری

شاعر کے طور پر حفیظ کو یاد کیا لیکن حفیظ کو یہ زندگی پسند نہ آئی۔ان کی مشہور نظم ''رقاصہ''اسی زمانے کی یادگار ہے۔دوسری جنگ عظیم کے وقت سانگ پبلسٹی آرگنائزیشن کے ڈائریکٹر جنرل بنے۔مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو فوجی بھرتی پر آمادہ کریں۔قیام پاکستان کے بعد آزاد کشمیر کے شعبہ نشرواشاعت میں کام کیا۔حفیظ کو پاکستان کے قومی ترانے کا خالق ہونے کا شرف حاصل ہے۔ایک عرصے تک وہ بساط شعروادب پر چھائے رہے۔

حفیظ کا قومی اور ملی کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے اسلام کی درخشندہ اور تابناک تاریخ کو نہایت اثر آفریں انداز میں نظم کیا ہے چنانچہ شاہنامہ اسلام کو قبول عام کا درجہ حاصل ہوا۔

تصانیف: ان کی اہم تصانیف یہ ہیں: شاہنامہ اسلام (چار جلدیں) نغمہ زار۔ سوزوساز۔ تلخابہ شیریں، تصویر کشمیر، حفیظ کے گیت، حفیظ کی نظمیں، بزم نہیں رزم، چراغ سحر وغیرہ

وفات: حفیظ جالندھری نے 1982ء میں وفات پائی۔ان کا مزار اقبال پارک لاہور میں واقع ہے۔

مرکزی خیال

اس حمد کا مرکزی خیال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لفظ سے ساری دنیا کو پیدا کیا ہے۔ وہی ہر چیز کا خالق اور مالک ہے۔ اس نے انسان کو اسلام کی فطرت پر پیدا کیا ہے۔

خلاصہ

اللہ تعالیٰ نے ایک حرف کن سے ساری دنیا کو پیدا کیا اور اس میں گہما گہمی بھر دی۔ اس دنیا اور آسمان کا سارا نظام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ زمین پر موسموں کا بدل بدل کر آنا جانا، انسان کے لیے ہر قسم کی نعمتوں کی فراوانی، پھل، پھول اور اناج، ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ تمام مخلوقات جن، انسان، چرند، پرند، حیوانات غرض کہ دنیا کی ہر شے اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ اس کا سب سے بڑا کرم یہ ہے کہ اس نے انسان کو نیک فطرت

ختم نبوت ﷺ زندہ باد

عظمت صحابہ زندہ باد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

معزز ممبران: آپ کا وٹس ایپ گروپ ایڈ من "**اردو بکس**" آپ سے مخاطب ہے۔

آپ تمام ممبران سے گزارش ہے کہ:

- گروپ میں صرف PDF کتب پوسٹ کی جاتی ہیں لہذا کتب کے متعلق اپنے کمنٹس / ریویوز ضرور دیں۔ گروپ میں بغیر ایڈ من کی اجازت کے کسی بھی قسم کی (اسلامی وغیر اسلامی، اخلاقی، تحریری) پوسٹ کرنا سختی سے منع ہے۔
- گروپ میں معزز، پڑھے لکھے، سلجھے ہوئے ممبرز موجود ہیں اخلاقیات کی پابندی کریں اور گروپ رولز کو فالو کریں بصورت دیگر معزز ممبرز کی بہتری کی خاطر ریموو کر دیا جائے گا۔
- کوئی بھی ممبر کسی بھی ممبر کو انباکس میں میسج، مس کال، کال نہیں کرے گا۔ رپورٹ پر فوری ریموو کر کے کاروائی عمل میں لائے جائے گی۔
- ہمارے کسی بھی گروپ میں سیاسی و فرقہ واریت کی بحث کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔
- اگر کسی کو بھی گروپ کے متعلق کسی قسم کی شکایت یا تجویز کی صورت میں ایڈ من سے رابطہ کیجئے۔
- سب سے اہم بات:

گروپ میں کسی بھی قادیانی، مرزائی، احمدی، گستاخِ رسول، گستاخِ امہات المؤمنین، گستاخِ صحابہ و خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین، گستاخ اہلبیت یا ایسے غیر مسلم جو اسلام اور پاکستان کے خلاف پراپیگنڈا میں مصروف ہیں یا ان کے روحانی و ذہنی سپورٹرز کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے لہذا ایسے اشخاص بالکل بھی گروپ جوائن کرنے کی زحمت نہ کریں۔ معلوم ہونے پر فوراً ریموو کر دیا جائے گا۔

- تمام کتب انٹرنیٹ سے تلاش / ڈاؤنلوڈ کر کے **فری آف کاسٹ** وٹس ایپ گروپ میں شیئر کی جاتی ہیں۔ جو کتاب نہیں ملتی اس کے لئے معذرت کر لی جاتی ہے۔ جس میں محنت بھی صَرف ہوتی ہے لیکن ہمیں آپ سے صرف دعاؤں کی درخواست ہے۔
- عمران سیریز کے شوقین کیلئے علیحدہ سے عمران سیریز گروپ موجود ہے۔
- **لیڈیز کے لئے الگ گروپ کی سہولت موجود ہے جس کے لئے ویریفکیشن ضروری ہے۔**
- اردو کتب / عمران سیریز یا سٹڈی گروپ میں ایڈ ہونے کے لئے ایڈ من سے وٹس ایپ پر بذریعہ میسج رابطہ کریں اور جواب کا انتظار فرمائیں۔ برائے مہربانی اخلاقیات کا خیال رکھتے ہوئے موبائل پر کال یا ایم ایس کرنے کی کوشش ہر گز نہ کریں۔ ورنہ گروپس سے تو ریموو کیا ہی جائے گا بلاک بھی کیا جائے گا۔

نوٹ: ہمارے کسی گروپ کی کوئی فیس نہیں ہے۔ سب فی سبیل اللہ ہے

0306-7163117	0343-7008883	0333-8033313
محمد سلمان سلیم	پاکستان زندہ باد	راؤ ایاز

پاکستان زندہ باد

پاکستان پائندہ باد

اللہ تبارک تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو

پر پیدا کیا ہے اور حضرت محمد ﷺ کے نام پر قربان ہونے کا جذبہ دلوں میں رکھا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
کن	ہو جا	عالم	دُنیا
کشاکش	کشمکش، کھینچا تانی	صدا	آواز
[illegible]	گہما گہمی	نظام آسمانی	آسمان کا انتظام
حکمران	بادشاہ	جاودانی	ہمیشہ رہنے والی
باغبانی	باغ کی حفاظت کرنا	جلوہ آرا	ظاہر ہونا، نمایاں ہونا
مظاہر	ظاہری چیزیں	داتا	روزی دینے والا مراد اللہ تعالیٰ
دسترخوان	وہ کپڑا جسے بچھا کر کھانا کھایا جاتا ہے	نعمت	انعام، اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا گیا انعام
سرد و گرم	مراد ہر طرح کا موسم	[illegible]	گیلا، بھیگا
تاریکی	اندھیرا	اجالا	روشنی
شان	شوکت	کائنات	دنیا
مخلوقات	مخلوق کی جمع، لوگ۔	خالق	پیدا کرنے والا
نباتات	جڑی بوٹیاں	جمادات	بے جان چیزیں
حیوانات	حیوان کی جمع، جانور	بشر	انسان
فطرت	قدرت	شیدا	عاشق، فدائی

www.downloadclassnotes.com

نظم کی تشریح کے اصول

تمہید

نظم کی تشریح نثر کی تشریح سے یکسر مختلف ہے۔ نثر میں مصنف اپنے خیالات کو کھول کر اور وضاحت سے بیان کر سکتا ہے جب کہ نظم میں شاعر کو اپنے خیالات کے اظہار کے لیے اختصار سے کام لینا پڑتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات اسے اشارے کنائے سے کام لینا پڑتا ہے۔ اس لیے نظم کی تشریح کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اس کے نفس مضمون کو سمجھا جائے اور پھر جس مفہوم کو شاعر نے اختصار کے ساتھ پیش کیا اسے وضاحت کے ساتھ بیان کیا جائے شاعر تو قافیے اور ردیف کی پابندی کی وجہ سے کسی خیال یا تصور کو دو مصرعوں میں بیان کرنے پر مجبور ہے لیکن تشریح کرتے وقت آپ پر ایسی کوئی پابندی یا مجبوری نہیں ہے بلکہ آپ زیادہ سے زیادہ الفاظ میں اس خیال یا مضمون کو خوب کھول کر اور وضاحت کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں۔

درست ادائیگی

سب سے پہلے آپ کو یہ دیکھنا ہے کہ نظم کے اشعار کو صحیح طور پر ادا کیا جائے۔ نظم کو سمجھنے کے لیے نظم کی صحیح اور درست ادائیگی نہایت ضروری ہے۔ ظاہر ہے نظم کو پڑھتے وقت ہمیں کہیں رکنا پڑتا ہے اور کہیں کم اور کہیں زیادہ زور دینا پڑتا ہے۔ اس لیے آپ تشریح کرنے سے پہلے شعر کو دو مرتبہ درست ادائیگی کے ساتھ پڑھیں اور تین بار دہرائیں۔ اس سے شعر کا مفہوم سمجھنے میں مدد ملے گی۔ آپ دیکھتے ہیں کہ قوالی، گیت اور نغموں کو بڑے اہتمام سے ترنم کے ساتھ موسیقی کے سازوں کی مدد سے خاص لَے سے پیش کیا جاتا ہے جس سے سننے والے محظوظ بھی ہوتے ہیں اور پیش کردہ اشعار کو خوب سمجھ بھی لیتے ہیں۔

حوالۂ متن

اس عنوان کے تحت متعلقہ نظم اور شاعر کا حوالہ دیں۔

نثری ترتیب

ظاہر ہے شعر میں الفاظ کی ترتیب نثر سے بالکل مختلف ہوتی ہے کیوں کہ شاعر کو قواعد کے اصولوں کے مقابلے میں شعر کے وزن کا زیادہ خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اس لیے اکثر الفاظ آگے پیچھے ہو جاتے ہیں لہٰذا آپ تشریح کرنے سے پہلے شعر کو نثری ترتیب دے لیں۔ اس سے شعر کا مفہوم واضح ہو جائے گا۔ جیسے یہ شعر ہے کہ

[illegible] خلق ترستی تھی [illegible]
[illegible] برستی تھی خاک پر

اس کی نثری ترتیب یوں ہوگی۔

"خلق خاک پر آبِ خنک کو ترستی تھی گویا ہوا سے خاک پر آگ برستی تھی"۔

اس سلسلے میں یہ خیال رہے کہ نثری ترتیب میں اپنی طرف سے کچھ اضافہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ شعر کے الفاظ ہی کو ترتیب میں لے آنا چاہیے، البتہ حسبِ ضرورت حروف اضافت، عطف اور بیان وغیرہ کا استعمال ہو سکتا ہے اور وہ بھی (قوسین (بریکٹ) میں جیسے کا، کے، و، تو، کہ، وغیرہ۔

حل لغت

تشریح طلب شعر میں جو مشکل الفاظ ہوں ان کے معنی لکھ دیں۔

سیاق و سباق

اگرچہ اشعارِ نظم کی تشریح کے لیے سیاق و سباق مطلوب نہیں ہے بلکہ صرف حوالۂ متن ہی کافی ہے، تاہم تشریح کرتے ہوئے متعلقہ نظم کے مجموعی نفسِ مضمون، پس منظر اور مرکزی خیال کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر شعر کی تشریح صحیح طور پر

نہیں ہو سکتی۔ جیسے علامہ اقبالؒ کی نظم "شکوہ" کے اشعار کی تشریح کرنی ہو تو یہ بتانا پڑے گا کہ شاعر نے اس نظم میں اللہ تعالیٰ سے شکایت کی ہے کہ مسلمان تیرے نام لیوا ہوتے ہوئے دنیا میں ذلیل و رسوا کیوں ہیں؟

مرکزی خیال

اگرچہ شعر کے مرکزی خیال کا الگ عنوان قائم کرنا ضروری نہیں ہے، تاہم اس کا تعین کر لینا ضروری اور مفید ہے کیوں کہ مرکزی خیال واضح ہو جائے تو شعر کی تشریح بہتر طور پر ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ مرکزی خیال ہی شعر کا بنیادی تصور ہوتا ہے جس کی تشریح وضاحت کے ساتھ ہو سکتی ہے۔

تشریح

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے، تشریح میں شعر کے مفہوم کو خوب واضح کریں اور اسے کھول کر بیان کریں۔ صرف شعر کے ظاہری اور مختصر الفاظ کو نہ دیکھیں بلکہ اس مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کریں جو ان الفاظ کے پردے میں پوشیدہ ہے۔ پھر آپ مختلف مثالوں، واقعات اور تجربات کی مدد سے تشریح کریں۔ حوالے دیں، مقولے لکھیں۔ ہم مضمون اشعار پیش کریں اور جہاں ضروری اور موقع ہو قرآنی آیات و احادیث (یا ان کا ترجمہ) کا بھی حوالہ دیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس سلسلے میں آپ کا مطالعہ وسیع ہونا چاہیے۔ اس مطالعے کی مدد سے آپ مختلف معلومات حوالوں اور مثالوں سے کام لے سکتے ہیں اور اس طرح اپنی تشریح کو زیادہ سے زیادہ مفصل، موثر اور جامع بنا سکتے ہیں یعنی جتنا گڑ ڈالیں گے، اتنا ہی میٹھا ہو گا۔ اگر شعر میں کوئی تلمیح یعنی تاریخی حوالہ ہے تو اس کی وضاحت کر دیں جیسے دمِ عیسیٰؑ ایک تلمیح ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ دیا تھا کہ مردے کو زندہ کر دیتے تھے اور مٹی کا پرندہ بنا کر اس میں جان ڈال دیتے تھے۔ اس طرح خضر ایک تلمیح ہے، جو ایک بزرگ ہیں، جنھوں نے آبِ حیات پیا تھا اور ہمیشہ زندہ رہیں گے، وہ کسی نہ کسی روپ میں خشکی اور تری میں بھولے بھٹکوں کو راستہ دکھا جاتے ہیں۔

تبصرہ

تبصرہ کا مطلب ہے رائے زنی، یعنی آپ شعر کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کر سکتے ہیں کہ وہ زبان و معنی کے لحاظ سے کیسا ہے؟ آپ اسے تنقید یا ادبی محاسن کا نام بھی دے سکتے ہیں۔ تنقید کے معنی ہیں پرکھنا، یعنی کسی چیز کی خوبیوں اور خامیوں کا جائزہ لینا۔ ادبی محاسن سے مراد ہے ادبی خوبیاں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کو مختصر طور پر یہ بتانا ہے کہ شعر میں زبان و الفاظ کیسے استعمال کیے گئے ہیں اور اس کا مضمون کیسا ہے؟ اگرچہ اس کا الگ عنوان قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے تاہم آپ تشریح کے دوران میں رائے زنی اور تبصرہ کر سکتے ہیں اس کے لیے اعلیٰ ذہانت اور وسیع مطالعہ کی ضرورت ہے مثال کے طور پر آپ اس قسم کے جملے استعمال کر سکتے ہیں اس سلسلے میں موقع محل اور مناسبت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

1- زبان و معنی (مضمون) کے لحاظ سے عمدہ شعر ہے۔
2- شعر میں سادگی، سلاست اور روانی پائی جاتی ہے۔
3- شعر فصاحت و بلاغت کا اعلیٰ نمونہ ہے یاد رہے کہ فصاحت زبان کی عمدگی کو اور بلاغت معنی کی عمدگی کو کہتے ہیں۔
4- بہت عمدہ تشبیہ بیان کی گئی ہے (ایک چیز کو کسی دوسری چیز کی مانند قرار دینا)۔
5- الفاظ و تراکیب ایسی ہیں جیسے ہیرے جواہرات جڑے ہوں۔
6- فلاں لفظ یا ترکیب قواعد کے لحاظ سے درست نہیں۔
7- خوب منظر کشی کی ہے۔
8- مجھے شاعر کے تصور سے اتفاق ہے/ اتفاق نہیں ہے۔
9- جذبات کی بہترین ترجمانی کی گئی ہے۔
10- شاعر نے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔
11- شعر ادبی محاسن کا بہترین نمونہ ہے۔
12- شعر میں بلند اور منفرد تخیل پیش کیا گیا ہے۔

اشعار کی تشریح

شعر نمبر: 1
اسی نے ایک حرفِ کُن سے پیدا کر دیا عالم
کشاکش کی صدائے ہاؤ ہُو سے بھر دیا عالم

حلِ لغت

حمد: ایسی نظم جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی جائے۔ کُن: ہو جا۔ عالم: دُنیا۔ کشاکش: کھینچا تانی، کشمکش۔ صدا: آواز۔ ہاؤ ہُو: گہما گہمی۔

مفہوم: اللہ تعالیٰ نے ایک حرف کن کہہ کر دنیا کو پیدا کیا اور اس میں گہما گہمی بھر دی۔

تشریح: اللہ تعالیٰ ہی تمام کائنات کا خالق ہے۔ اس نے یہ دنیا ہمارے لیے بنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دُنیا لفظ "کُن" کہہ کر بنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا "کُن" یعنی ہو جا اور "فیکون" یعنی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا۔ پھر انھیں دُنیا میں بھیج دیا۔ پھر اس دنیا کو رونق بخشنے کے لیے دنیا میں بے شمار چیزیں پیدا کیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب چیزیں انسانوں کے لیے پیدا کی ہیں۔ آج دنیا میں ہر طرف گہما گہمی ہے۔ رونق ہے۔ انسانوں کی سہولت اور ضرورت کے لیے اللہ تعالیٰ نے بے شمار چیزیں بنائی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہی ہے جو کہ تمام کائنات کا خالق و مالک ہے۔ اس کے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔

شعر نمبر: 2
نظامِ آسمانی ہے اسی کی حکمرانی سے
بہارِ جاودانی ہے اسی کی باغبانی سے

حلِ لغت

نظامِ آسمانی: آسمان کا نظام۔ حکمرانی: بادشاہت۔ بہارِ جاودانی: ہمیشہ رہنے والی بہار۔ باغبانی: باغ کی دیکھ بھال کرنا

www.downloadclassnotes.com

مفہوم۔ آسمان کا نظام بھی اللہ تعالیٰ کی حکمرانی ہی سے ہے اور دنیا کے باغ میں اللہ تعالیٰ ہی کی وجہ سے ہمیشہ رہنے والی بہار ہے۔

تشریح: شاعر اس شعر میں خدا تعالیٰ کی تعریف بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! یہ آسمان کا نظام تیرے ہی حکم سے چل رہا ہے۔ تو ہی وہ واحد ہستی ہے جو اس نظام کو چلا رہی ہے۔ سورج کا اپنے وقت پر نکلنا اور اپنے وقت پر غروب ہونا تیرے ہی حکم کے تابع ہے۔ دن رات کا بدل بدل کا آنا اور جانا تیرے ہی حکم سے ہوتا ہے۔ تیری بادشاہت زمین و آسمان پر ہے۔ اے اللہ! تیرے دم سے ہی اس دنیا کی ہمیشہ رہنے والی بہار ہے۔ شاعر نے اس دنیا کو ایک باغ سے تشبیہ دی ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس باغ کا رکھوالا کہا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ اس باغ کا مالی ہے اس لیے اس دنیا میں ہمیشہ رہنے والی بہار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور اس کا باغباں نہیں ہو سکتا ہے۔

شعر نمبر 3: زمیں پر جلوہ آرا ہیں مظاہر اس کی قدرت کے
بچھائے ہیں اسی داتا نے دسترخوان نعمت کے

حلِ لغت

جلوہ آرا: جلوہ دکھانا، جھلک دکھلانا۔ مظاہر: ظاہر، سامنے کی چیز۔
دسترخوان: کھانا کھانے کا کپڑا۔ نعمت: انعام

مفہوم: ہر طرف اللہ تعالیٰ کی قدرت کے جلوے نظر آتے ہیں۔ اسی نے ہمارے کھانے کے لیے بے شمار نعمتیں پیدا کی ہیں۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ اس زمین کی ہر چیز میں رب تعالیٰ کا جلوہ نظر آتا ہے۔ اس زمین پر بسنے والی ہر چیز اس بات کی گواہ ہے کہ اس کا بنانے والا کوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انسان کے لیے طرح طرح کی نعمتیں اتاری ہیں۔ پہاڑ،

www.d... .com

سمندر، دریا اور درخت سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ ان سب چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی قدرت ظاہر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب نعمتیں انسانوں کے لیے پیدا کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی انسان اور باقی تمام مخلوقات کا رازق ہے اور وہی سب کو روزی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے بے شمار نعمتیں پیدا کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ان نعمتوں کا ذکر قرآن پاک کی سورت الرحمٰن میں کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے "پس اے گروہ جن و انس! تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔" ہمیں ان تمام نعمتوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے جس نے ہمارے لیے ایسی پیاری نعمتیں پیدا کی ہیں۔

شعر نمبر ۸: یہ سرد و گرم، خشک و تر، اجالا اور تاریکی
نظر آتی ہے سب میں شان اسی کی ذاتِ باری کی

حلِ لغت

سرد و گرم: ٹھنڈا اور گرم۔ تر: بھیگا۔ اجالا: روشنی۔ تاریکی: اندھیرا۔
ذاتِ باری: اللہ تعالیٰ کی ذات

مفہوم: ہر طرح کے موسموں میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی شان نظر آتی ہے۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ دنیا میں جتنی بھی چیزیں ہیں، سب میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ نظر آتا ہے۔ سردی، گرمی، بہار، خزاں ہر خشک اور گیلی چیز، روشنی اور اندھیرا، ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ نظر آتا ہے۔

جگ میں آ کر ادھر ادھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

انسان اگر اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں جاننا چاہے تو اسے ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ نظر آ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں طرح طرح کی چیزیں پیدا

کی ہیں۔ مختلف قسم کے موسم بنائے ہیں جو بدل بدل کر آتے اور جاتے ہیں۔ اسی طرح رات اور دن بدل بدل کر آتے ہیں۔ ان سب چیزوں میں اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کا جلوہ نظر آتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ "یقیناً دن رات کے بدل بدل کر آنے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔"

انسان دنیا میں ہر قسم کے حالات سے نبرد آزما ہوتا ہے۔ کبھی حالات اچھے ہوتے ہیں اور کبھی یہ انسان کے موافق نہیں ہوتے۔ مگر ہر قسم کے حالات اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کردہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ مختلف طریقوں سے اپنے بندوں کی آزمائش کرتا ہے۔ انسان کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

شعر نمبر 5:

وہی ہے کائنات اور اس کی مخلوقات کا خالق
نباتات و جمادات اور حیوانات کا خالق

حل لغت

کائنات: دنیا۔ مخلوقات: تمام مخلوق۔ نباتات: جڑی بوٹیاں۔
جمادات: بے جان چیزیں۔ حیوانات: جانور

مفہوم: اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ اس ساری دنیا کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس دنیا کی تمام مخلوقات بھی اسی نے پیدا کی ہیں۔ وہ سب کا خالق و مالک ہے۔ اس دنیا میں جتنے بھی درخت اور پودے ہیں، سب اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیے ہیں۔ ہر جان دار اور بے جان چیز کا پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے۔ شاعر اس شعر میں بتانا یہ چاہتا ہے کہ دنیا کی ہر چیز اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے۔ وہ ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔ وہ چیز جان دار ہو یا بے جان، پہاڑ ہوں، دریا ہوں، پودے ہوں، درخت ہوں یا چرند پرند، ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس دنیا میں بے شمار

چیزیں ہیں۔ کچھ معلوم ہیں اور کچھ نامعلوم۔ کچھ جان دار ہیں اور کچھ بے جان، کچھ ہماری نظروں کے سامنے ہیں اور کچھ نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ جو چیز بھی اس دنیا میں موجود ہے اس کا بنانے والا ایک اللہ ہی ہے۔

سبھی کچھ خدا کا بنایا ہوا ہے
یہ گلشن اسی کا لگایا ہوا ہے
یہ آگ اور مٹی ہوا اور پانی
سبھی کچھ خدا ہی کی ہے مہربانی

شعر نمبر: 6
وہی خالق ہے دل کا اور دل کے نیک ارادوں کا
وہی مالک ہمارا اور ہمارے باپ دادوں کا

حل لغت

خالق: پیدا کرنے والا۔ نیک ارادہ: اچھا ارادہ۔ باپ دادا: بزرگ

مفہوم: اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کے بھید تک جانتا ہے۔ وہ ہمارا اور ہمارے آبا و اجداد کا مالک ہے۔

تشریح: شاعر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ہر ارادے سے واقف ہے۔ ہمارے دلوں میں جو خیال پیدا ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ اگر ہم دل میں کسی نیک کام کا ارادہ کریں تو ہمیں جان لینا چاہیے کہ اس نیک کام کی تحریک اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہمیں نیکی کے کاموں کی طرف راغب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان اپنی بخشش کا سامان کرے۔ اس کے لیے وہ اپنے پیارے بندوں کو نیک کام کرنے پر تیار کرتا رہتا ہے اور ان نیک کاموں کے لیے آسانیاں مہیا کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا مالک ہے اور ہمارے بزرگ بھی اسی کے بندے تھے۔ غرض اللہ تعالیٰ کی حاکمیت ازل سے ہے اور ابد تک

رہے گی۔

شعر نمبر 7:
بشر کو فطرت اسلام پر پیدا کیا جس نے
محمد مصطفیٰ کے نام پر شیدا کیا جس نے

حل لغت

بشر: انسان، آدمی۔ فطرت اسلام: اسلام کے اصول۔ شیدا: فدائی، قربان ہونے والا

مفہوم: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسلام کی فطرت پر پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں حضور ﷺ کے نام پر قربان ہونے کا جذبہ رکھا ہے۔

تشریح: شاعر اس شعر میں بیان کرتا ہے کہ وہ خدائے بزرگ و برتر ہی ہے جس نے انسان کو پیدا کیا۔ اسے اسلام کے اصولوں پر چلنا سکھایا۔ کائنات کے اسرار و رموز سے واقفیت دلائی۔ وہی کائنات کا خالق ہے۔ انسان اس کے بتائے ہوئے راستوں پر چلتا ہے اور زندگی سے لطف اٹھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات حضرت محمد ﷺ کے لیے ہی تخلیق کی ہے۔ وہ خود کہتا ہے کہ اگر میں محمد مصطفیٰ ﷺ کو تخلیق نہ کرتا تو کائنات نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ خود آپ ﷺ سے بہت محبت کرتا ہے۔

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے، نقش روئے محمدؐ بنایا گیا
پھر اس نور سے لے کے کچھ روشنی، بزمِ کون و جہاں کو سجایا گیا

اور

جمالِ حسنِ یوسف پر فقط عاشق زلیخا تھی
خدا خود جس پہ عاشق ہے وہ ہے صورت محمد ﷺ کی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو حضرت محمد ﷺ کا شیدائی بنایا ہے۔ انسان آپ ﷺ سے محبت کرتا ہے کیونکہ یہ کائنات انھی کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان

www.do

کے دل میں حضرت محمد ﷺ کی محبت رکھی ہے۔ آپ ﷺ کے امتی ہونے کی حیثیت سے بھی ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم آپ ﷺ سے محبت کریں اور آپ ﷺ کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"اگر تم کو مجھ سے محبت کا دعویٰ ہے تو حضرت محمد ﷺ کی پیروی کرو۔ اللہ بھی تم سے محبت کرے گا۔"

تبصرہ

حمد ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف بیان کی جائے۔ حفیظ جالندھری نے بڑے دلکش پیرائے میں یہ حمد لکھی ہے۔ اس حمد کے شعروں میں روانی اور موسیقیت بہت زیادہ ہے۔ لفظوں کا چناؤ عمدہ ہے۔ شاعر نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر بڑے اچھے انداز میں کیا ہے۔

حلِ مشقی سوالات

1- مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات کون سا ایک لفظ کہہ کر بنائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ایک لفظ "کُن" کہہ کر یہ ساری کائنات بنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کُن یعنی ہو جائے اور فیکون یعنی ہو گیا۔

(ب) اللہ تعالیٰ نے انسان کو کن نعمتوں سے نوازا ہے؟ چند ایک تحریر کریں۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ان نعمتوں کا ذکر سورۃ الرحمٰن میں کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورج بنا کے بزم جہاں کو رونق بخشی۔ ہوا، پانی، آگ، مٹی، پھل، پھول، سبزیاں، اناج، پہاڑ، دریا، سمندر، سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ یہ سب نعمتیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے پیدا کی ہیں۔

(ج) اجالے اندھیرے اور خشک و تر کس کے مظاہر کے نمونے ہیں؟

جواب: اجالے اندھیرے اور خشک و تر اللہ تعالیٰ کے مظاہر کے نمونے ہیں۔

(د) حمد میں خالق کی کن مخلوقات کا ذکر کیا گیا ہے؟
جواب: حمد میں بتایا گیا ہے کہ نباتات، جمادات، حیوانات اور ہمارے باپ دادا سب اُسی خالق کی مخلوق ہیں۔ سب کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے۔
(ہ) انسان کو کس فطرت پر پیدا کیا گیا ہے؟
جواب: انسان کو اسلام کی فطرت پر پیدا کیا گیا ہے۔

-2 درج ذیل الفاظ سے مصرعے مکمل کریں:
مخلوقات، آسمانی، مظاہر، بشر
(الف) نظام ______ ہے اسی کی حکمرانی سے
(ب) زمیں پر جلوہ آرا ہیں ______ اس کی قدرت کے
(ج) وہی ہے کائنات اور اس کی ______ کا خالق
(د) ______ کو فطرتِ اسلام پر پیدا کیا جس نے
جواب: (الف) نظامِ آسمانی ہے اسی کی حکمرانی سے
(ب) زمیں پر جلوہ آرا ہیں مظاہر اس کی قدرت کے
(ج) وہی ہے کائنات اور اس کی مخلوقات کا خالق
(د) بشر کو فطرتِ اسلام پر پیدا کیا جس نے

-3 نظم "حمد" کے متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) کا نشان لگائیں۔
(الف) نظم "حمد" کس شاعر کی تخلیق ہے؟
(i) احسان دانش (ii) جمیل الدین عالی
(iii) حفیظ جالندھری (iv) جوش ملیح آبادی
(ب) کائنات کا وجود اللہ تعالیٰ کے:
(i) احکامات کا نتیجہ ہے (ii) چاہنے کا نتیجہ ہے
(iii) حرفِ کُن کا نتیجہ ہے (iv) ارادے کا نتیجہ ہے
(ج) نظام آبادی اور بہار جاودانی میں کون سی بات مشترک ہے؟
(i) خالق ایک ہے (ii) ردیف ایک ہے
(iii) دونوں کائنات کا حصہ ہیں (iv) ایک ہی نظام کے عناصر ہیں

(د) یہ عالم اللہ تعالیٰ نے کس چیز سے بھر دیا ہے؟
(i) رنگ وبُو سے (ii) مخلوقات سے
(iii) جمادات ونباتات سے (iv) کشاکش کی صدائے ہاؤہُو سے

(ہ) ذاتِ باری تعالیٰ کی شان کہاں نظر آتی ہے؟
(i) سردوگرم میں (ii) خشک وتر میں
(iii) اُجالے اور تاریکی میں (iv) ان سب میں

(و) اللہ تعالیٰ نے انسان کو فطرتِ اسلام پر پیدا کر کے کون سا اور احسان کیا؟
(i) رزق دیا (ii) صحت وتندرستی میں
(iii) اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شیدا کیا (iv) عقل وشعور کی دولت دی

جوابات

(الف)	(iii)	(ب)	(iii)	(ج)	(i)	(د)	(iv)
(ہ)	(iv)	(و)	(iii)				

-4 کالم (الف) کو کالم (ب) سے ملائیں:

کالم (الف)	کالم (ب)
اک حرفِ کن	عالم کا پیدا ہونا
بہارِ جاودانی	باخوبی سے
بشر کا پیدا ہونا	فطرتِ اسلام
کائنات	خالق
بچھائے	دسترخوانِ نعمت

-5 درج ذیل الفاظ کے متضاد لکھیے:

الفاظ	متضاد
شمس	قمر
سرد	گرم

تر	خشک
تاریکی	اجالا
خالق	مخلوق
ثابت	سیارا، ٹوٹا

درج ذیل الفاظ کے معنی لکھیے:

حرفِ کُن، صدائے ہاؤ ہو، کشاکش، بہارِ جاودانی، جلوہ آرا، جمادات، بشر

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
حرفِ کُن	ایک حرف کہہ کر۔ ہو جا	صدائے ہاؤ ہو	آواز کی گہما گہمی
کشاکش	کشمکش، کھینچا تانی	بہارِ جاودانی	ہمیشہ رہنے والی بہار
جلوہ آرا	ظاہر ہونا	جمادات	بے جان چیزیں
بشر	انسان		

7- حمد کے مطابق الفاظ کو ترتیب دے کر مصرعے بنائیں۔

(الف) قدرت، اس کی، جلوہ آرا، زمیں پر، ہیں، مظاہر، کے

(ب) کا، خالق، نباتات و جمادات، حیوانات اور

(ج) سے، نظامِ آسمانی، حکمرانی، اسی کی، ہے

(د) جس نے، بشر کو، پیدا کیا، فطرتِ اسلام پر

(ہ) باپ دادوں، کا، ہمارا، وہی مالک، اور ہمارے

جوابات

(الف) زمیں پر جلوہ آرا ہیں مظاہر اس کی قدرت کے

(ب) نباتات و جمادات اور حیوانات کا خالق

(ج) نظامِ آسمانی ہے اسی کی حکمرانی سے

(د) بشر کو فطرتِ اسلام پر پیدا کیا جس نے

(ہ) وہی مالک ہمارا اور ہمارے باپ دادوں کا

www.downloadclassnotes.com

-8 حمد کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

جواب: دیکھیے خلاصہ

-9 حمد کے ہر شعر میں ہم آواز الفاظ موجود ہیں۔ ان کی نشان دہی کیجیے۔

جواب: حمد میں آنے والے ہم آواز الفاظ درج ذیل ہیں۔

کر، بحر۔ حکمرانی، باغبانی۔ قدرت، نعمت۔ تاریکی، باری کی

مخلوقات، حیوانات ارادوں، دادوں پیدا، شیدا

-10 درج ذیل الفاظ پر اعراب لگایئے:

حرفِ کن، جمادات، نباتات، بشر، نعمت

جواب: حَرفِ کُن، جَمَادات، نَبَاتَات، بَشَر، نِعمَت

-11 حمد کے تیسرے اور چوتھے شعر کی تشریح کیجیے۔

جواب: دیکھیے تشریح

نظم

نظم کے لغوی معنی تنظیم اور ترتیب کے ہیں۔ اصطلاحِ سخن میں نظم ایسی مسلسل اور مربوط صنف ہے جس میں خیالات کو ترتیب کے ساتھ پیش کیا جائے۔ ہر نظم کا ایک مرکزی خیال ہوتا ہے اور شاعر اس مرکزی خیال کی مختلف جہات پر روشنی ڈالتا ہے۔ ہر نظم کا ایک عنوان بھی ضروری ہے۔

اردو ادب کو اقبال، ظفر علی خاں، حفیظ جالندھری، جوش ملیح آبادی اور احسان دانش جیسے شعرا نے نظم کی دولت سے مالا مال کیا ہے۔

غزل

غزل کے لغوی معنی عورتوں سے یا عورتوں کے بارے میں باتیں کرنا کے ہیں۔ ہرن جب خوف زدہ ہو کر دردناک چیخ مارے تو اسے بھی غزل کہتے ہیں۔ اصطلاح میں غزل شاعری کی وہ قسم ہے جس میں حسن و عشق کی مختلف کیفیات کا ذکر ہوتا ہے اور اس میں درد و سوز بھی پایا جاتا ہے۔

غزل کا ہر شعر ایک اکائی ہوتا ہے اور پوری غزل ایک بحر اور وزن میں ہوتی

ہے۔ اس کے مطلع کے دونوں مصرعے ہم ردیف و ہم قافیہ جب کہ دیگر اشعار کا ہر دوسرا مصرع ہم ردیف و ہم قافیہ ہوتا ہے۔ میر تقی میر، اسد اللہ خاں غالب۔ داغ دہلوی اور فیض احمد فیض کے علاوہ بھی بہت سے نمایاں غزل گو شعرا ہیں۔

نظم اور غزل میں فرق

غزل بنیادی طور پر تو نظم ہی ہے البتہ معروف معنوں میں نظم کے اشعار مرکزی خیال کے مطابق ایک ترتیب میں ہوتے ہیں جب کہ غزل کا ہر شعر الگ اکائی ہوتا ہے۔ غزل کے ہر شعر کا الگ مفہوم ہو سکتا ہے، جو سوز و گداز غزل کا لازمہ ہے وہ نظم کا نہیں ہے اور جو شکوہ لفظی نظم میں ممکن ہے وہ غزل میں نہیں۔

نمونے کی نظم

تغیر

اے ہم نشیں ! کلام مرا [illegible] کلام ہے
سُن! زندگی تحیرِ پیہم کا نام ہے
راتوں کو ہے سحر کی تجلی کا انتظار
ہے ہر صدا فراقِ خموشی میں بے قرار
سوئے خزاں ، بہارِ گلستاں رواں ہے
ہر برگ کا سکوت سراپا فسانہ ہے
نکہت کی کوشش کہ نکلنا نصیب ہو
موسم کو یہ لگن کہ بدلنا نصیب ہو
شمس و قمر کو ضد ہے کہ گرمِ سفر رہیں
بے رنگیوں میں خالقِ شام و سحر رہیں
شہروں میں انقلاب ، بیاباں میں انقلاب
محفل میں انقلاب ، شبستاں میں انقلاب
کس پر یہاں تغیرِ نو کا فسوں نہیں
اس بزم میں نصیب کسی کو سکوں نہیں

نمونے کی غزل

گل کو ہوتا صبا پہ قرار اے کاش!
رہتی اک آدھ دن ، بہار اے کاش!

یہ جو دو آنکھیں ، مند گئیں میری
اس پہ وا ہوتیں ، ایک بار اے کاش!

کسی نے اپنی مصیبتیں نہ کہیں
رکھتے میرے بھی غم ، شمار اے کاش!

جان [illegible] تو جانے والی تھی
[illegible] اس پہ کی ہوتی ، میں نثار اے کاش!

اس میں ملاؤ سخن نکلی تھی
شعر ہوتا ترا شعار ، اے کاش!

شش جہت اب تو تنگ ہے ہم پر
اس سے ہوتے نہ ہم ، دو چار اے کاش!

سرگرمیاں

1- طلبہ باری باری یہ حمد تحت اللفظ پڑھیں۔

جواب: طلبہ خود پڑھیں۔

2- خوش الحان طلبہ یہ حمد ترنم سے پڑھیں۔

جواب: جماعت کا کوئی خوش الحان بچہ اس حمد کو ترنم کے ساتھ پڑھے اور باقی بچے خاموش بیٹھ کر سنیں۔

3- اس حمد میں اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کی گئی ہیں، انھیں جملوں میں ایک چارٹ پر خوش خط لکھیں اور اسے جماعت کے کمرے میں آویزاں کریں۔

جواب: یہ سب باتیں ایک چارٹ پر لکھوائی جائیں اور اس چارٹ کو جماعت کے کمرے میں آویزاں کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک حرفِ کُن سے ساری کائنات کو پیدا کیا۔
اللہ تعالیٰ پوری کائنات کا حاکم ہے۔
اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے بے شمار نعمتیں پیدا کی ہیں۔
اللہ تعالیٰ کا جلوہ ہر چیز میں نمایاں ہے۔
اللہ تعالیٰ ہمارے دل اور دل میں پیدا ہونے والے نیک ارادوں کا خالق ہے۔
اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسلام کی فطرت پر پیدا کیا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حضرت محمد ﷺ کا سچا عاشق بنایا ہے۔

4۔ کسی اور معروف شاعر کی حمد تلاش کر کے اپنی کاپی میں لکھیں۔

جواب: مجھے مولانا ظفر علی خاں کی یہ حمد بہت پسند ہے۔

پہنچتا ہے ہر اک میکش کے آگے دورِ جام اُس کا
کسی کو تشنہ لب رکھتا نہیں ہے لطفِ عام اُس کا
گواہی دے رہی ہے اس کی یکتائی پہ ذات اس کی
دوئی کے نقش سب جھوٹے ہیں' سچا ایک نام اُس کا
ہر اک ذرّہ فضا کا داستاں اس کی سناتا ہے
ہر اک جھونکا ہوا کا آ کے دیتا ہے پیام اُس کا
نظام اپنا لیے پھرتا ہے کیا خورشید نور افشاں
ہزاروں ایسی دنیاؤں کو شامل ہے نظام اُس کا
میں اس کو کعبہ و بت خانہ میں کیوں ڈھونڈنے جاؤں
مرے ٹوٹے ہوئے دل ہی کے اندر ہے مقام اُس کا
سراپا معصیت میں ہوں' سراپا مغفرت وہ ہے
خطا کوشی روش میری' خطا پوشی ہے کام اُس کا
مری افتادگی بھی میرے حق میں اس کی رحمت تھی
کہ گرتے گرتے بھی میں نے لیا دامن ہے تھام اُس کا
ہوئی ختم اس کی حجت اس زمیں کے بسنے والوں پر
کہ پہنچایا ہے ان سب تک محمد ﷺ نے کلام اُس کا

نہ جا اس کے تحمل پر کہ ہے بے ڈھب گرفت اس کی
ڈر اس کی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اُس کا

اساتذہ کرام کے لیے

-1　**طلبہ کو حمدیہ شاعری کی روایت سے آگاہ کرنا اور بتانا کہ اردو زبان کی ابتدا سے حمدیہ شاعری کی بھی ابتدا ہوگئی۔**

جواب: حمد گو شاعر کی شخصیت خدا تعالیٰ پر کامل ایمان اور اس کی رحمت پر کامل یقین کا اظہار کرتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ان گنت اور بے حساب نعمتوں کا شکرانہ بجا لاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت و پاکیزگی بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی کم مائیگی اور عجز و انکسار کا اظہار کرتا ہے۔

زمانہ قدیم میں قریباً تمام شعرا اپنے شعری مجموعوں کی ابتدا حمدِ باری تعالیٰ سے کرتے تھے تاکہ ان کا کلام بابرکت ہو لیکن بعد میں شعرا نے حمد گوئی کی طرف خاص توجہ دی اور اس طرح حمدیہ شاعری کے مجموعے بھی منظرِ عام پر آگئے۔ حمد نے تقدس کی وجہ سے ایک باوقار صنفِ سخن کا مقام حاصل کر لیا۔ حمد گو شاعر اپنے ایمان کی استقامت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنی دلی کیفیات کا اظہار بڑے ہی مؤدب طریقے سے بیان کرتا ہے اور اپنی ان حمدوں کے ذریعے سے روزِ قیامت شفاعت کا طلب گار ہوتا ہے۔

حمدیہ شاعری میں صاحبِ دیوان شعرا میں مظفر خیر آبادی، مفتی غلام سرور، حافظ لدھیانوی، مسعود رضا خاکی، طفیل دارا اور لالہ صحرائی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔
موجودہ دور میں مظفر وارثی، کاوش زیدی، مسرور بدایونی، لطیف اثر، انوار عزمی حمدیہ شاعری کے صاحبِ دیوان شاعر ہیں۔

-2　**طلبہ کو حمد، نعت اور منقبت کا فرق بتایا جائے۔**

جواب: حمد، نعت اور منقبت میں فرق

حمد

حمد عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی تعریف کرنے کے ہیں لیکن اصطلاحی معنوں میں اس سے مراد اللہ تبارک تعالیٰ کی تعریف و ثنا ہے۔ حمد ایک ایسی صنفِ سخن کو کہا جاتا ہے جس میں ربِ العزت کے اپنے بندوں پر انعام و

اکرام کا ذکر کیا جاتا ہے اور بندے اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔ حمد غزل، نظم یا رباعی کی طرح کسی خاص ہیئت میں نہیں لکھی جاتی۔ اس کے لیے کوئی خاص بحر یا وزن بھی مخصوص نہیں ہے۔ یہ ہر صنفِ سخن میں لکھی جا سکتی ہے لیکن حمد کا مقام و مرتبہ دیگر اصنافِ سخن کے مقابلے میں بہت بلند ہے۔

نعت

نعت کے لغوی معنی تعریف و ستائش کے ہیں لیکن اصطلاح میں نعت سے مراد ایسے اشعار ہیں جن میں آنحضرت ﷺ کی مدح بیان کی گئی ہو۔ حمد کی طرح نعت بھی کسی الگ صنفِ سخن کا نام نہیں۔ اس کے لیے بھی کوئی خاص وزن یا بحر کی قید نہیں۔ یہ بھی نظم، غزل یا گیت کی طرح کی ہی صنفِ سخن ہے۔ شاعر آنحضرت ﷺ کے ساتھ اپنی محبت، عقیدت اور عشق کا اظہار کرتا ہے۔ اپنے جذبات و احساسات کو جن الفاظ کے ذریعے سے ان کے حضور پیش کرتا ہے وہ نعت ہے۔ شاعری کی ہر صنف میں نعت کہی گئی ہے۔

منقبت

جس نظم میں اولیا اللہ یا بزرگانِ دین کی تعریف کی جائے، اسے منقبت کہتے ہیں۔ منقبت عقیدت کے اظہار کے طور پر لکھی جاتی ہے۔ منقبت میں شخصی خوبیوں کے حوالے سے بات کی جاتی ہے۔

-3 شاعر نے شعروں میں قرآنی آیات کا ذکر کیا ہے۔ کائنات کے پیدا کرنے کُن فَیَکُوْن، دلوں کے بھید جاننے غرض ہر شعر میں ایک آیت کا حوالہ موجود ہے۔ آپ یہ آیات ترجمہ کو سنائیں۔

جواب: دیکھیے اشعار کی تشریح

-4 حمد کو ترنم سے پڑھوانے کا اہتمام کیا جائے تاکہ بچوں میں عقیدت و احترام کے علاوہ ذوقِ جمالیات بھی پیدا ہو۔

جواب: اساتذہ کرام خوش الحان بچوں سے یہ حمد مترنم پڑھوائیں۔ اچھا پڑھنے والے کو انعام دیں اور دوسرے بچوں کی حوصلہ افزائی کریں۔

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا پیدا کی ہے:

(i) کُن کہہ کر (ii) قُم کہہ کر

(iii) بن جا کہہ کر (iv) ہو جا کہہ کر

(ب) اللہ تعالیٰ نے عالم کو بھر دیا ہے:

(i) پھولوں سے (ii) پانی سے

(iii) پہاڑوں سے (iv) کشاکش کی ہاؤ ہو سے

(ج) زمیں پر جلوہ آرا ہیں ــــــــ اس کی قدرت کے

(i) آثار (ii) مظاہر

(iii) نقش (iv) نشاں

(د) اسی داتا نے ہمارے لیے دستر خوان بچھائے ہیں:

(i) پھولوں کے (ii) پھلوں کے

(iii) نعمت کے (iv) رنگ رنگ کے

(ہ) "نباتات، جمادات، حیوانات" آپس میں ہیں:

(i) ہم معنی الفاظ (ii) ہم قافیہ الفاظ

(iii) ایک ہی ردیف کے الفاظ (iv) مترادف الفاظ

(و) اللہ تعالیٰ نے بشر کو پیدا کیا ہے:

(i) ایک ہی فطرت پر (ii) مختلف فطرت پر

(iii) خاندانی فطرت پر (iv) اسلام کی فطرت پر

(iii)	(د)	(ii)	(ج)	(iv)	(ب)	(i)	(الف)
				(iv)	(و)	(ii)	(ہ)

احسان دانش
(1914ء تا 1982ء)

نعت

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو نعت کے بارے میں بتانا
- طلبہ کے دلوں میں حضرت محمد ﷺ کی محبت پیدا کرنا۔
- طلبہ کو حضور ﷺ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے آگاہ کرنا
- طلبہ کو حضور ﷺ کا مقام بتانا
- طلبہ کو احسان الحق دانش کے حالاتِ زندگی سے روشناس کروانا
- طلبہ کو احسان دانش کے اسلوب سے متعارف کروانا

شاعر کے حالاتِ زندگی

نام: احسان الحق اور تخلص بھی احسان ہی تھا، ولدیت: قاضی دانش علی

جائے پیدائش: کاندھلہ ضلع مظفر گڑھ (بھارت)

تعلیم: ابتدائی تعلیم اپنی والدہ کے قصبے کاندھلہ ضلع مظفر گڑھ (بھارت) میں ہوئی۔ گھریلو مالی حالت اچھی نہ تھی اس لیے باقاعدہ تعلیم نہ پا سکے اور وقتاً فوقتاً معمولی کام کرنے لگے جن میں مزدوری کے علاوہ مالی اور قلی تک کے کام بھی شامل تھے۔ احسان دانش نے کسی زمانے میں انارکلی بازار لاہور کی بغلی سڑک ایبک روڈ پر "مکتبہ دانش" بھی قائم کیا تھا۔ جہاں وہ کتابوں کا کاروبار کرتے تھے۔

احسان کو شاعری سے لگاؤ کم عمری ہی سے ہو گیا تھا اور وہ قیام پاکستان سے

بہت پہلے لاہور آگئے۔یہاں کے ادبی ماحول نے انھیں بہت جلد محفلوں میں نمایاں کر دیا۔احسان دانش اردو کے نامور شاعر اور فاضل ادیب علامہ تاجور نجیب آبادی کے شاگردوں میں شامل تھے اور پھر آگے ان کے سینکڑوں شاگرد تھے۔کسی زمانے میں مشاعروں میں اپنا کلام نہایت دلکش ترنم سے پڑھتے تھے۔وہ بہت سادہ،فقیر منش،متقی،خوش اخلاق اور منکسار شخص تھے۔

تصانیف: ان کی شاعری کے کئی مجموعے چھپ چکے ہیں،جن میں آتش سیال،نوائے کارگر،تفسیر فطرت،جادۂ نو،فصل سلاسل اور چراغاں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔دارین کے نام سے ان کا نعتیہ کلام بھی منظر عام پر آچکا ہے۔شاعری کے علاوہ وہ ایک نثر نگار بھی تھے۔انھوں نے نثر میں بھی بعض ضروری موضوعات مثلاً"ضرب الامثال اور تذکیر و تانیث پر کام کیا ہے اور وہ چھپ چکا ہے۔

کچھ عرصہ پہلے کراچی کے ایک ماہنامہ"جام نو"نے"احسان دانش نمبر"شائع کیا تھا اس میں ان کی زندگی کے حالات اور شاعری پر خاصے مفصل مضامین موجود ہیں۔ احسان دانش نے"جہان دانش"کے نام سے اپنے حالات زندگی خود بھی لکھے ہیں۔

وفات: احسان دانش نے 1982ء میں وفات پائی۔

مرکزی خیال

اس نعت میں احسان دانش نے آپ ﷺ کی آمد کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کی وجہ سے دنیا سے ظلم و ستم کے بادل چھٹ گئے اور انسانوں کو ایک نئی اور صحیح منزل کی طرف جانے کا راستا مل گیا۔

خلاصہ

حضور ﷺ کی آمد سے ظلم و جور ختم ہو گیا اور بے چین لوگوں کو قرار مل گیا۔آپ

ﷺ نے محبت کا پیغام دیا۔ اب انسان اپنی حقیقت سے آشنا ہو جائے گا کیوں کہ آپ ﷺ کی آمد سے اس بات کا یقین ہو گیا ہے۔ جو قیامت تک کے لیے نبی ہیں۔ ان کی آمد ہو گئی ہے۔ اب دنیا کو نئی منزل مبارک ہو کیوں کہ منزل کا راستا بتانے والے آ گئے ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
دو عالم	دونوں جہاں مراد یہ دنیا اور دوسری دنیا	امداد گار	مدد کرنے والا
[illegible]	امانت دار	غم گسار	غم بٹانے والا
اصول محبت	محبت کرنے کا طریقہ	پیغام	کسی کی بات زبانی دوسرے تک پہنچانا
محبوب	[illegible]	پروردگار	پالنے والا مراد اللہ تعالیٰ
عرفان	شناخت [illegible]	اعتبار	بھروسا
چراغ محبت	محبت کا دیا	[illegible] وقار	معزز، بلند مرتبے والا
خضر	ایک پیغمبر جن کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بھولے بھٹکوں کو راستا دکھاتے ہیں		سر

اشعار کی تشریح

شعر نمبر: 1
دو عالم کا امداد گار آ گیا ہے
امیں آ گیا، غم گسار آ گیا ہے

حل لغت

عالم: دُنیا۔ امداد گار: مددگار، مدد کرنے والا۔ امیں: امانت دار۔ غم گسار: غم

غم خوار: ہمدرد

مفہوم: دو عالم کا مددگار آ گیا ہے یعنی امانت دار اور غم خوار آ گیا ہے۔

تشریح: یہ نعت کا شعر ہے۔ نعت ایسی نظم کو کہا جاتا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کی تعریف و توصیف بیان کی گئی ہو۔ اس شعر میں احسان دانش نبی کریم ﷺ کی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ دونوں دنیاؤں میں ہمارے مددگار ہیں۔ ایک یہ فانی دنیا اور دوسری آخرت کی دنیا جو ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اس دنیا میں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی امانت یعنی دینِ اسلام ہم تک پہنچایا۔ زندگی گزارنے کے طریقے بتائے۔ ہمیں خیر و شر کی باتوں سے آگاہ کیا۔ آپ ﷺ نے دینِ اسلام کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کر کے اپنی اُمت کے لیے راہِ عمل متعین کی۔ دوسرے لفظوں میں آپ ﷺ نے امت کو بتایا کہ دین کیا ہے اور اس پر کس طرح عمل کرنا ہے۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی امانت یعنی قرآن مجید کو بحفاظت ہم تک پہنچانے کا فریضہ سرانجام دیا۔ اسی طرح دوسری دُنیا یعنی آخرت میں بھی اپنی اُمت کی شفاعت کریں گے، لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ ہم آپ ﷺ کے اُمتی ہونے کا حق ادا کریں۔ آپ ﷺ کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کریں۔ آپ ﷺ نے جو راستہ ہمیں بتایا ہے ہم اُس راستے پر چلیں۔ صدقِ دل سے آپ ﷺ کی باتوں پر ایمان لائیں، اسی صورت میں ہم آپ ﷺ کی شفاعت کے حق دار ہو سکتے ہیں۔ آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکات سراپا رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن [illegible] ارشاد فرمایا ہے۔

"اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔"

شاعر دُنیا کو خوش خبری دیتے ہوئے کہتا ہے کہ حضور ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے ہیں جو دونوں جہانوں میں ہمارے مددگار ہیں۔

www.downloadclassnotes.com

شعر نمبر 2: غریبوں کی جاں کو ، یتیموں کے دل کو
سکوں ہو گیا ہے ، قرار آ گیا ہے

حل لغت

یتیم: ایسا بچہ جس کا باپ وفات پا چکا ہو۔ سکون: اطمینان، تسلی۔ قرار: چین

مفہوم: غریبوں کی جان کو سکون ہو گیا ہے اور یتیموں کے دل کو چین آ گیا ہے

تشریح: احسان دانش حضور ﷺ کی آمد کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی آمد سے پہلے عرب معاشرہ جہالت کے اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' کا قانون اپنایا جاتا تھا۔ امیر لوگ تمام برائیوں کے باوجود اپنی دولت کے بل بوتے پر صاحب عزت تھے۔ غریبوں کا کوئی پُرسانِ حال نہیں تھا۔ اگر کوئی غریب یتیم ہوتا تو اس کے لیے دردر کی ٹھوکریں ہی ہوتیں۔ اس کی کسی جگہ عزت نہ ہوتی۔ اگر کوئی امیر بچہ یتیم ہو جاتا تو اس کے لالچی رشتے دار اس کے مال و متاع پر قبضہ کرنے کے لیے طرح طرح کے حیلے بہانوں کو کام میں لاتے۔ دوسرے لفظوں میں ہر طرف ظلم و جور کا بازار گرم تھا۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری سے ساری لاقانونیت ختم ہو گئی۔ اسلام نے ہر شخص کے حقوق متعین کر دیے۔ عظمت اور بڑائی کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ اس طرح غریبوں اور یتیموں کو بھی اپنے حقوق میسر آئے۔ وہ بھی بے خوف و خطر اپنی زندگی گزارنے لگے۔ ان کے دل بھی اطمینان کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔

شعر نمبر 3: اصول محبت ہے ، پیغام جس کا
وہ محبوبِ پروردگار آ گیا ہے

حل لغت

اصول: طریقہ۔ پیغام: کسی تک زبانی بات پہنچانا۔ محبوب: پیارا۔ پروردگار: پالنے والا مراد اللہ تعالیٰ

مفہوم: جس کا پیغام محبت کا اصول ہے وہ اللہ تعالیٰ کا پیارا آ گیا ہے۔

تشریح: حضور ﷺ کی پوری زندگی محبت کا درس دیتی ہے۔ آپ ﷺ نے عرب کی جاہل اور اجڈ قوم کو زندگی گزارنے کے طریقے بتائے اور انھیں مہذب قوموں کے شانہ بشانہ لا کھڑا کیا۔ آپ ﷺ نے اسلام کی تبلیغ کے لیے محبت کا طریقہ اپنایا۔ آپ ﷺ نے اپنی میٹھی زبان سے کافروں کے پتھر جیسے سخت دلوں کو موم کیا۔ آپ ﷺ نے اپنی پوری زندگی دوسروں کو محبت کا سبق دیتے اور خود اس پر عمل کرتے گزاری۔ آپ ﷺ اس بات کی جیتی جاگتی تفسیر تھے

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر
خدا مہرباں ہو گا عرشِ بریں پر

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سب سے پیارے نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس دنیا میں بھیجنا تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا بنائی ہے۔

تو مقصدِ تخلیق جہاں تو حاصلِ ایماں
جو تجھ سے گریزاں وہ خدا سے ہے گریزاں

شاعر کہتا ہے کہ آپ ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے اور ساری دنیا کو محبت کا پیغام دیا۔

شعر نمبر 4: اب انساں کو انساں کا عرفان ہو گا
یقیں ہو گیا ، اعتبار آ گیا ہے

حل لغت

عرفان: معرفت، پہچان، شناخت۔ یقین ہونا: کسی چیز کو دل سے ماننا۔
اعتبار: بھروسا

مفہوم: اب انسان کو انسان کی پہچان ہو جائے گی کیوں کہ انھیں بھروسا اور یقین ہو گیا ہے۔

تشریح: خالقِ کائنات نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان میری ذات کی پہچان کرے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی تخلیق کے

مقصد پر بھی غور کرے۔ انسان دنیا میں محض کھانے پینے اور کام کاج کرنے کے لیے ہی نہیں آیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ اس کی عبادت کرے۔ حضور ﷺ اس دُنیا میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے انسانوں کو ان کے صحیح مقام سے آشنا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے قرآن مجید نازل کیا۔ حضور ﷺ اس کی عملی تفسیر ہیں۔ بقول پروفیسر ایاز اصغر شاہین

اُسی کی ذات ہے قرآں کی حسیں تفسیر
اسی کا قول و عمل مستقل حوالہ ہے

شاعر کہتا ہے کہ اب صحیح معنوں میں انسان کو اس چیز کی پہچان ہوگی کہ انسان کیا ہے اور اس کی تخلیق کا مقصد کیا ہے۔ انسان اب اپنے آپ کو پہچانے گا کیوں کہ کامل انسان کی زندگی کا نمونہ اس کے سامنے آ گیا ہے۔ نبی پاک ﷺ انسانِ کامل ہیں۔ آپ ﷺ کے سوا نہ تو کوئی انسان کامل ہوا ہے اور نہ آئندہ کبھی ہوگا۔ آپ ﷺ کی ذات ایک مکمل ذات ہے۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر اور آپ ﷺ کی تعلیمات کو سن کر اس بات کا یقین ہوگیا ہے کہ انسان کی تخلیق کا مقصد کیا ہے۔

شعر نمبر 5: بجھے گا نہ جس کا چراغِ محبت
وہ پیغمبرِ ذی وقار آ گیا ہے

حلِ لغت

چراغ: دیا۔ پیغمبر: پیغام پہنچانے والا۔ ذی وقار: عزت والا

مفہوم: جن کی محبت کا دیا کبھی نہ بجھے گا وہ عزت والا پیغمبر آ گیا ہے۔

تشریح: احسان دانش حضور ﷺ کی آمد کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس دنیا میں تشریف لا کر محبت اور الفت کا جو دیا روشن کیا ہے وہ کبھی

www.d

نہیں بجھے گا۔ شاعر کے کہنے سے مراد یہ ہے کہ حضورﷺ نے اسلام کے نور سے ساری دنیا کو منور کر دیا ہے۔ دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام کی روشنی پھیل گئی۔ یہ روشنی قیامت تک ضوفشاں رہے گی۔ اب یہ روشنی بجھ نہیں سکتی۔ دینِ اسلام اللہ تعالیٰ کا آخری دین ہے اور حضورﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آپﷺ نے دینِ اسلام کی جو شمع روشن کی ہے وہ قیامت تک روشن ہی رہے گی۔ شاعر حضورﷺ کی آمد کا ذکر کر رہا ہے۔ اسی مضمون کو احسان دانش نے ان الفاظ میں بھی باندھا ہے۔

ہوا جہاں میں تری ذات کا ورود
فکر کی حد سے بھی آگے تھے روشنی کے حدود
ترے طفیل سے لپکا ادب میں شعلۂ زیست
ترے سبب سے ہوا اہتمام بزمِ وجود

شعر نمبر: 6
زمانے کو اب اپنی منزل مبارک
کہ اک خضرِ صد رہ گزار آ گیا ہے

حل لغت

منزل: پہنچنے کی جگہ۔ مبارک: باعثِ برکت۔ خضر: مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق ایک پیغمبر کا نام جنھوں نے آبِ حیات پیا ہے اور قیامت تک زندہ رہیں گے، جو خشکی اور تری پر عبور رکھتے ہیں اور بھولے بھٹکوں کو راستہ دکھاتے ہیں۔ کنایتاً راہ نما، راہبر۔ صد: سو۔ راہ گزار: راستہ

مفہوم: زمانے کو اب اپنی منزل مبارک ہو کہ ایک راہبر انھیں مل گیا ہے۔

تشریح: حضورﷺ کی تشریف آوری سے پہلے سرزمینِ عرب جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ تہذیب و شائستگی کا نام و نشان نہ تھا۔ لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار رہتے تھے۔ نہ ہی کسی کی عزت محفوظ تھی اور نہ ہی جان مال کو کسی قسم کا تحفظ حاصل تھا۔ باپ اپنی سگی

بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں کی حالتِ زار پر رحم آیا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے آنحضرت ﷺ کو پیدا فرمایا۔ بقول شخصے

ہے دل میں تمنا کا شرف جن کے سبب سے
وہ فخر رسل شافع امت ہوئے پیدا

بھٹکی ہوئی انسانیت کو سراغ منزل مل گیا۔ زندگی گزارنے کے طور طریقوں سے آشنائی ہوئی۔ شاعر لوگوں کو مبارک باد دیتے ہوئے کہتا ہے کہ آپ لوگوں کو مبارک ہو کہ آپ کو اپنی حقیقی منزل کا نشان معلوم ہو گیا ہے۔ حضرت خضرؑ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ خشکی اور تری میں بھولے بھٹکے انسانوں کو منزل کا نشان بتاتے ہیں۔ آپ ﷺ ان سے سو گنا زیادہ بہتر ہیں کیوں کہ آپ ﷺ نے امت کو جو راستا بتایا پہلے خود اس پر چلے۔ آپ ﷺ نے امت کے لیے آسانیاں فراہم کیں۔

حل مشقی سوالات

1- مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) نعت کے پہلے شعر میں حضور ﷺ کی کون سی صفات بیان کی گئی ہیں؟

جواب: نعت کے پہلے شعر میں بتایا گیا ہے کہ نبی پاک ﷺ اس دنیا میں بھی اور دوسری دُنیا میں بھی ہمارے مددگار ہیں۔ آپ ﷺ امانت دار ہیں یعنی لوگوں کی امانتوں کی حفاظت کرتے ہیں اور لوگوں کا غم بانٹنے والے یعنی غم گسار ہیں۔

(ب) دوسرے شعر کے مطابق کس کو سکون ملا ہے؟

جواب: دوسرے شعر کے مطابق غریبوں کی جان کو سکون ملا ہے۔

(ج) انسان کو انسان کا عرفان ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: عرفان کا مطلب ہوتا ہے پہچان، شناخت۔ اصل میں عرفان اللہ تعالیٰ کی پہچان

www.dc

کو کہتے ہیں۔ انسان کو انسان کا عرفان ہونے کا مطلب ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کو پہچان رہا ہے۔ وہ اپنے فرائض سے آگاہ ہو رہا ہے۔ وہ اس بات کو پہچان رہا ہے کہ ایک انسان کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ کا مقصد کیا ہے۔ وہ اپنے مرتبے کو پہچان رہا ہے۔ حضور ﷺ نے انسانوں کو اس بات سے روشناس کروایا کہ آپ کی پیدائش کا مقصد ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ یہی آپ کے لیے بہتر ہے۔

(د) شاعر کے نزدیک حضور ﷺ کا پیغام کیا ہے؟

جواب: شاعر کے نزدیک حضور ﷺ کا پیغام محبت کرنے کا اصول ہے۔ یعنی آپ ﷺ کا پیغام ہے کہ دوسروں سے اچھے طریقے سے پیش آؤ۔ کسی کو دکھ، یا تکلیف نہ دو بلکہ آپس میں پیار اور محبت سے رہو۔

(ہ) نعت کے آخری شعر میں خضر سے کون سی ہستی مراد ہے؟

جواب: نعت کے آخری شعر میں خضر سے مراد ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی ہستی ہے۔ جس طرح حضرت خضر علیہ السلام بھٹکے ہوؤں کی راہ نمائی فرماتے تھے۔ اسی طرح حضرت محمد ﷺ کی ذات بابرکات نے بھٹکی ہوئی انسانیت کی راہ نمائی فرمائی۔ لوگ اللہ وحدہٗ لاشریک کو بھول کر خود ساختہ بتوں کے سامنے سجدہ ریز ہوتے تھے۔ ہر طرف ظلم و ستم کا بازار گرم تھا۔ لوگ جہنم کے سزاوار ٹھہر چکے تھے۔ آپ ﷺ نے بھٹکی ہوئی انسانیت کی راہ نمائی فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی پہچان کرادی۔ اس طرح لوگ جہنم کی آگ سے بچ گئے اور جنت کے حق دار بن گئے۔

-2 نظم کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

جواب: دیکھیے خلاصہ

-3 متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) یہ نعت کس شاعر کا ہدیۂ عقیدت ہے؟

www.downloadclassnotes.com

(iii) احسان دانش (iv) ماہر القادری

(ب) متن کے مطابق محبوب پروردگار کا پیغام کیا ہے؟

(i) اصول محبت (ii) غم گساری

(iii) امانت داری (iv) غریب نوازی

(ج) اب انسان کو کس کا عرفان حاصل ہو گا؟

(i) خدا تعالیٰ کا (ii) حقائق کا

(iii) کائنات کا (iv) انسان کا

(د) زمانے کو منزل کے مبارک ہونے کی نوید کیوں دی گئی ہے؟

(i) کامل رہنما کے آنے سے (ii) غم گسار کی آمد کی وجہ سے

(iii) انساں کا عرفان ہونے سے (iv) اک خضر صد رہ گزر کی آمد کی وجہ سے

(ہ) خضر ذی وقار کے چراغ محبت کے بارے میں کیا کہا گیا ہے؟

(i) روشن تر ہو گا (ii) ہمیشہ روشن رہے گا

(iii) کبھی نہیں بجھے گا (iv) اس کی روشنی اور پھیلے گی

جواب

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iii)	(ب)	(i)	(ج)	(iv)	(د)	(iv)
(ہ)	(iii)						

4- درج ذیل الفاظ پر اعراب لگائیے:

عالم، سکوں، عرفان، محبت، منزل

جواب: عَالَم، سُکُوں، عِرْفَاں، مَحَبَّت، مَنْزِل

5- الفاظ کو جملوں میں استعمال کریں:

غم گسار، قرار، یقین، پیغام، ذی وقار

الفاظ	جملوں میں استعمال
غم گسار	حضرت محمد ﷺ سب کے غم گسار ہیں۔
قرار	گمشدہ بچہ ملنے پر ماں کی بے قراری کو قرار آ گیا۔
یقین	یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں
پیغام	ع میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے
ذی وقار	صدر ذی وقار نے تقریر میں اوّل آنے والے طالب علم کو انعام دیا۔

6- مندرجہ ذیل الفاظ کے معانی لکھیے:
اصول، اعتبار، چراغ، عرفان، راہ گزار

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
اصول	طریقہ، سلیقہ	اعتبار	بھروسا
چراغ	دیا	عرفان	پہچان، شناخت، معرفت
راہ گزار	گزرگاہ، راستا		

7- مناسب الفاظ چن کر مصرعے مکمل کریں:

(الف) بجھے گا نہ جس کا ______ محبت
(ب) ______ ہو گیا ہے، قرار آ گیا ہے
(ج) اب انساں کو انساں کا ______ ہو گا
(د) ______ کو اب اپنی منزل مبارک

جوابات

(الف) بجھے گا نہ جس کا چراغ محبت
(ب) سکوں ہو گیا ہے، قرار آ گیا ہے
(ج) اب انساں کو انساں کا عرفان ہو گا
(د) زمانے کو اب اپنی منزل مبارک

www.downloadclassnote.com

-8 نعت کے متن کو مدِنظر رکھ کر کالم (الف) میں دیے گئے الفاظ کو کالم (ب) کے متعلقہ الفاظ سے ملایئے:

کالم (الف)	کالم (ب)	کالم (ج)
مداوا گار	پیغام	غم گسار
اُصولِ محبت	رہ گزار	پیغام
یقیں	غم گسار	اعتبار
خضر	عرفاں	رہ گزار
انساں	اعتبار	عرفاں

سرگرمیاں

-1 طلبہ میں نعت خوانی کا مقابلہ کرایا جائے۔

جواب: اساتذہ کرام طلبہ میں نعت خوانی کے مقابلے کا اہتمام کریں۔ خوش الحانی اور درست ادائیگی سے نعت پڑھنے والے طلبہ و طالبات کو انعام دیا جائے اور دوسروں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

-2 ہر طالب علم اپنی پسند کا ایک نعتیہ شعر خوش خط لکھ کر اپنے استاد کو دکھائے۔

جواب: چند نعتیہ اشعار

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز جھلکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں
(مولانا ظفر علی خاں)

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں ، وہی فرقاں ، وہی یٰسیں ، وہی طٰہٰ
(علامہ اقبال)

نعت اس نبیؐ کی جس نے پیغامِ حق سنایا

انسانیت کا رستہ انسان کو دکھایا

(محشر رسول نگری)

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

(مولانا الطاف حسین حالی)

مدینے دل و روح و جاں لے کے جاؤں
محبت کا سارا جہاں لے کے جاؤں

(بہزاد لکھنوی)

میں سجدہ کروں یا کہ دل کو سنبھالوں
محمدؐ کی چوکھٹ نظر آ رہی ہے

(مسلم خیالی)

بگڑی ہوئی بنتی ہے ہر بات مدینے میں
غم خوار محمدؐ کی ہے ذات مدینے میں

(عبدالستار نیازی)

3- نعت پڑھنے اور سننے کے آداب خوش خط لکھ کر جماعت کے کمرے میں آویزاں کیے جائیں۔

جواب: طلبہ نعت پڑھنے اور سننے کے آداب نوٹ کریں اور انھیں ایک چارٹ پر خوش خط لکھوا کر جماعت کے کمرے میں آویزاں کریں۔

نعت پڑھنے اور سننے کے آداب

نعت ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ کی تعریف بیان کی گئی ہو۔ اس لیے اسے سننے اور پڑھنے کے کچھ آداب ہیں جن کا جاننا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

1- نعت پڑھنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ کا جسم اور لباس پاک صاف ہو۔

2- وہ نعت پڑھنی چاہیے جس کے الفاظ بخوبی یاد ہوں۔ نعت میں اپنی طرف سے کوئی لفظ شامل نہیں کرنا چاہیے۔

3- نعت خاموشی سے سنی چاہیے۔

4- جب کوئی دوسرا نعت پڑھ رہا ہو تو آپس میں باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔

5- اگر پڑھی جانے والی نعت آپ کو بھی زبانی یاد ہو تو آپ زیرِ لب اسے پڑھ سکتے ہیں مگر اونچی آواز میں نہیں پڑھنی چاہیے۔

6- نعت کے اختتام پر جزاک اللہ اور ماشا اللہ کے الفاظ کہے جا سکتے ہیں لیکن نعت کے اختتام پر تالیاں نہیں بجانی چاہئیں۔

7- نعت میں جہاں کہیں آپ ﷺ کا نامِ مبارک آئے تو زیرِ لب درود پڑھنا چاہیے یعنی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہنا چاہیے۔

4- چند اور نعتیں تلاش کریں اور جماعت کے کمرے میں دیگر طلبہ کو سنائیں۔

جواب: مجھے امیر مینائی کی یہ نعت بہت پسند ہے۔

یاد جب مجھ کو مدینے کی فضا آتی ہے
سانس لیتا ہوں تو جنت کی ہوا آتی ہے
خاک چھانیں تو رہِ عشقِ نبی ﷺ میں چھانیں
ذرّے ذرّے سے یہاں بوئے وفا آتی ہے
غمِ احمدؐ میں مرے دل سے نکلتا ہے دھواں
یا اُمنڈتی ہوئی قبلہ سے گھٹا آتی ہے
روضۂ پاک میں سب ضبطِ نفس کرتے ہیں
اس گلستاں میں دبے پاؤں صبا آتی ہے
آپ ﷺ کے عشق میں مرنا بھی عجب دولت ہے
"فَادْخُلُوْا" کی درِ جنت سے صدا آتی ہے

جب میں جاتا ہوں تو اس روضۂ اقدس سے امیر
پھول دامن میں بھرے بادِ صبا آتی ہے

اساتذہ کرام کے لیے

1- **طلبہ کو نعت پڑھنے اور سننے کے آداب بتائے جائیں۔**

جواب: دیکھیے سرگرمی نمبر 3

2- **طلبہ کو ذہن نشین کرائیں کہ حضور ﷺ کا اسمِ گرامی سنیں تو درود پڑھنا لازم ہو جاتا ہے۔**

جواب: ہم سب مسلمان ہیں۔ ہمارے نبی کا نام حضرت محمد ﷺ ہے۔ آپ ﷺ سے عقیدت ہر مسلمان کے دل میں ہوتی ہے۔ جس سے عقیدت ہو اس کی ہر بات پیاری لگتی ہے۔ جب آپ ﷺ کا نام مبارک لیا جائے یا کسی دوسرے کی زبانی سنا جائے یا پھر کہیں لکھا ہوا دیکھا جائے تو ہر مسلمان کے لیے لازم ہے کہ درود پڑھے۔ درود یہ ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

3- **چند بڑے نعت گو شعرا کا تعارف کرایا جائے۔**

جواب: اردو کے چند بڑے نعت گو شاعر

امیر مینائی

امیر مینائی کا نام امیر احمد ہے۔ تخلص بھی امیر ہے۔ ایک صوفی بزرگ شاہ مینا کی اولاد میں سے ہونے کی وجہ سے مینائی کہلاتے ہیں۔ والد کا نام کرم محمد یا کرم احمد تھا۔ وہ ایک عالم فاضل آدمی تھے۔ امیر مینائی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ پھر فرنگی محل کے علماء سے بھی استفادہ کیا۔ شاعری کا ذوق و شوق امیر کو بچپن ہی سے ہو گیا تھا۔ وہ اپنے دور کے ایک معروف شاعر مظفر علی اسیر کے شاگرد ہو گئے اور کچھ ہی عرصے بعد شاعری میں اس قدر نام پیدا کر لیا کہ اپنے استاد سے بھی بڑھ گئے۔ انھوں نے بے شمار نعتیں لکھی ہیں۔

ظفر علی خاں

آپ سیالکوٹ کے ایک گاؤں کوٹ میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وزیر

www. .com

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

آباد میں حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان پٹیالہ سے پاس کیا۔ اس کے بعد علی گڑھ کالج میں داخلہ لے لیا۔ ایف۔اے کرنے کے بعد ریاست جموں و کشمیر میں محکمہ ڈاک میں ملازم ہو گئے۔ ان کے والد مولوی سراج الدین بھی وہیں ملازم تھے۔ زیادہ دیر تک ملازمت کو نہ نبھا سکے اور اسے چھوڑ کر دوبارہ علی گڑھ کالج میں داخل ہو گئے اور وہاں سے کامیابی کے ساتھ بی۔اے کر لیا۔ کچھ عرصہ دکن میں ملازمت کی۔ آپ کی نعتوں میں حضور ﷺ سے بڑی عقیدت مندی کا اظہار نظر آتا ہے۔ آپ ایک قادرالکلام شاعر تھے۔ برجستہ اور فی البدیہہ شعر کہنے میں یکتا تھے۔ شاعری کے فن اور زبان و بیان پر پوری قدرت رکھتے تھے۔ اگرچہ آپ کی شاعری کا بڑا حصہ سیاست پر ہے جس کی اہمیت عارضی اور وقتی ہوتی ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ فن شعر کے اعتبار سے آپ کا کلام بہت بلند پایہ ہے۔

ماہر القادری

ماہر القادری 1907ء میں ریاست حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ اصل نام منظور حسین ہے۔ قیام پاکستان کے بعد کراچی آگئے اور عمر کا زیادہ حصہ یہیں گزرا۔ ابتدا ہی سے دینی مزاج کے حامل تھے چوں کہ سلسلہ قادریہ سے نسبت تھی اس لیے القادری ادبی نام کا مستقل حصہ بنایا۔ ماہر القادری کو شاعری وراثت میں ملی تھی۔ ان کے والد محمد معشوق علی مشہور ادیب اور شاعر تھے اور ظریف تخلص کرتے تھے۔ ماہر القادری نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے مدرسے میں حاصل کی البتہ فارسی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ باقاعدہ تعلیم میٹرک تک حاصل کی لیکن نجی طور پر بے شمار کتب کا مطالعہ کر کے اپنی تعلیمی اور ادبی استعداد کو بڑھایا۔ 1978ء میں مکہ مکرمہ میں ایک مشاعرے کے دوران میں اچانک حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال کر گئے اور وہیں آسودۂ خاک ہوئے۔ آپ کا یہ شعر زبان زدِ خاص و عام ہے۔

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

ان کے علاوہ نعت کے اہم شعرا میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ، مولانا الطاف حسین حالی، احمد ندیم قاسمی، حفیظ تائب، بہزاد لکھنوی وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

علاوہ ازیں چند غیر مسلم نعت گو شاعر بھی ہیں جنھوں نے بڑی عقیدت سے نعت لکھی ہے۔ غیر مسلم نعت گو شاعر درج ذیل ہیں۔

دیا شنکر نسیم، کشن پرشاد شاد، ہری چند اختر، دلو رام کوثری، عرش ملسیانی، تلوک چند محروم، جگن ناتھ آزاد وغیرہ

طلبہ کو درج ذیل احادیث مبارکہ سنائی جائیں۔

الف۔ ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

ب۔ ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا جب تک کوئی مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے، اس وقت تک فرشتے اس کے لیے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں۔

○ اساتذہ کرام بچوں کو ان احادیث کے بارے میں بتائیں اور انھیں درود پاک پڑھنے کی تلقین کریں۔

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب پر (✓) سے نشان لگائیں۔

(الف) امداد گار آ گیا ہے:

(i) عرب کا (ii) عجم کا
(iii) دنیا کا (iv) دو عالم کا

(ب) سکون ہو گیا ہے:

(i) غریبوں کی جاں کو (ii) ہر چھوٹے بڑے کو
(iii) ٹریفک کے شور سے (iv) جانوروں کے خوف سے

(ج) نعت کے مطابق حضور ﷺ کا پیغام ہے:

(i) اصولِ تجارت (ii) اصولِ محبت
(iii) اصولِ فطرت (iv) اصولِ محنت

(د) انسان کو انسان کا حاصل ہوگا:
(i) سرمایہ (ii) علم
(iii) عرفان (iv) درد

(ہ) ایسی نظم جس میں نبی کریم ﷺ کی تعریف و توصیف کی جائے کہلاتی ہے:
(i) حمد (ii) نعت
(iii) منقبت (iv) قصیدہ

(و) بھولے بھٹکے لوگوں کو راہ دکھاتے ہیں:
(i) حضرت موسیٰ علیہ السلام (ii) حضرت ایوب علیہ السلام
(iii) حضرت خضر علیہ السلام (iv) حضرت یوسف علیہ السلام

(ز) نصاب میں شامل نعت کے شاعر ہیں:
(i) جوش ملیح آبادی (ii) بہزاد لکھنوی
(iii) حفیظ جالندھری (iv) احسان دانش

(ح) ''محبوب پروردگار'' سے مراد ہے:
(i) تمام فرشتے (ii) حضرت آدم علیہ السلام
(iii) حضرت محمد ﷺ (iv) حضرت ابراہیم علیہ السلام

(ط) اب اپنی منزل مبارک ہو:
(i) ہر بھٹکے ہوئے انسان کو (ii) ہر راہی کو
(iii) صبح سفر کرنے والے کو (iv) زمانے کو

(ی) ''امین'' کا مطلب ہے:
(i) امانت دار (ii) امن والا
(iii) بخشا ہوا (iv) عمل کرنے والا

جوابات

(iii)	(د)	(ii)	(ج)	(i)	(ب)	(iv)	(الف)
(iii)	(ح)	(iv)	(ز)	(iii)	(و)	(ii)	(ہ)
				(i)	(ی)	(iv)	(ط)

شاہد احمد دہلوی
(1906ء تا 1967ء)

مرزا محمد سعید

تدریسی مقاصد

- مرزا محمد سعید کی علمیت سے روشناس کروانا۔
- دِلّی کی تہذیب سے متعارف کروانا۔
- طلبہ کو خاکہ نگاری کے بارے میں بتانا۔
- طلبہ کو متمول طبقے کی معاشرت کے بارے میں معلومات فراہم کرنا۔
- طلبہ کو بتانا کہ اہلِ علم لوگ حلیم الطبع اور وضع دار ہوتے ہیں۔
- طلبہ کو نئے نئے الفاظ، تراکیب اور محاورات سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو شاہد احمد دہلوی کی طرزِ تحریر اور شستہ زبان سے متعارف کروانا

مصنف کے حالاتِ زندگی

نام

شاہد احمد دہلوی ولدیت: مولوی بشیر احمد تاریخ پیدائش: 22 مئی 1906ء

تعلیم

ابتدائی تعلیم حیدر آباد اور علی گڑھ سے حاصل کی۔ اس کے بعد اینگلو ہائی اسکول دہلی چلے گئے اور وہاں سے میٹرک کی سند حاصل کی۔ علمی تشنگی ابھی باقی تھی اس لیے لاہور سے دہلی آ گئے اور وہاں سے انگریزی ادبیات میں بی۔اے آنرز کی ڈگری حاصل کی۔

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

حالاتِ زندگی

لکھنے پڑھنے کا شوق بچپن ہی سے تھا۔ ان کے والد محترم بشیرالدین احمد اپنے زمانے کے جانے پہچانے مصنف اور مورخ تھے۔ آپ کے دادا کو اُردو کا پہلا ناول نگار ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یعنی شاہد احمد دہلوی ڈپٹی نذیر احمد کے پوتے تھے۔ گھر کا ماحول ہی ایسا تھا جس نے شاہد احمد دہلوی کو لکھنے پڑھنے کی طرف راغب کیا۔ انھوں نے عملی زندگی میں قدم رکھنے کے بعد 24 سال کی عمر میں یعنی جنوری 1930ء میں ایک ماہنامہ رسالہ جاری کیا جس کا نام "ساقی" تھا۔ اس رسالے کے اجرا کے چھے سال بعد یعنی 1936ء میں انجمن ترقی پسند مصنفین دہلی کے سیکرٹری منتخب ہوئے۔ آپ شخصیت نگار ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ موسیقار بھی تھے۔ انھوں نے کئی بہترین دھنیں تیار کیں۔ جب 1947ء میں ہندوستان کی تقسیم ہوئی تو آپ دہلی سے ہجرت کر کے کراچی آ گئے۔ پاکستان آ کر انھوں نے 1948ء میں ریڈیو پاکستان میں ملازمت اختیار کر لی اور کراچی ہی سے اپنے رسالے "ساقی" کا دوبارہ اجرا کیا۔ یہ رسالہ ان کی وفات تک شائع ہوتا رہا۔

1959ء میں جب پاکستان میں رائٹرز گلڈ کے قیام کا مرحلہ درپیش ہوا تو انھوں نے اس کے قیام کے لیے انتہائی محنت کی۔ جب پاکستان رائٹرز گلڈ قائم ہو گیا تو اس کے پہلے اجلاس کی صدارت شاہد احمد دہلوی ہی نے کی۔

تصانیف

یوں تو شاہد احمد دہلوی نے ادب کی بہت خدمت کی ہے اور اپنے فن پاروں سے اردو ادب میں گراں قدر اضافہ کیا ہے تاہم ان کی مشہور تصانیف میں "گنجینۂ گوہر"، "دلی کی بپتا" اور "بزمِ خوش نفساں" شامل ہیں۔

شاہد احمد دہلوی کی ادبی خدمات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے حکومتِ پاکستان نے انھیں "افتخارِ ادب" کا ایوارڈ دیا۔

وفات

شاہد احمد دہلوی نے 27 مئی 1967ء کو اکسٹھ برس کی عمر میں وفات پائی۔ انھیں کراچی میں ہی دفن کیا گیا۔

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

مرکزی خیال

پروفیسر مرزا محمد سعید کی وفات کی لوگوں کو خبر تک نہ ہوئی افسوس! اتنا بڑا صاحب کمال ہم میں سے اٹھ جائے اور ہمیں خبر نہ پہنچے۔ جو قوم اپنے اہلِ کمال لوگوں کی پذیرائی نہیں کرتی وہ ترقی کی منازل طے نہیں کر سکتی۔ ان کی موت ایک عالم کی موت ہے۔ انھوں نے زندگی بڑی سیدھی سادی گزاری۔ قلبِ مطمئنہ کی دولت سے مالا مال تھے۔ ان کی علمی و ادبی معاشرتی حیثیت مسلم ہے۔ ان کی تحریر جامعیت کی حامل ہے۔

اہم نکات

- مرزا صاحب کی اچانک وفات
- ادبی خدمات
- ایک پبلشر سے ملاقات
- شرفائے دہلی سے تعلق
- ایک ادبی حلقہ
- شوقِ مطالعہ
- سیاست میں حصہ
- خوش وضع نوجوان

خلاصہ

صبح پروفیسر مرزا محمد سعید کے سوئم کی خبر اخباروں میں پڑھ کر دلی دھکے سے رہ گیا۔ ان کے سانحۂ ارتحال کی خبر ان کے دوستوں کو بھی نہ ہوئی۔

مرزا صاحب اتنے خاموش طبع تھے کہ اکثر لوگوں کو ان کے علمی و ادبی کارناموں سے حقیقی شناسائی نہیں ہوئی۔ وہ فرمائشی کام نہ کرتے تھے۔ صرف اسی وقت لکھتے جب خود ان کا دل چاہتا۔ انھوں نے اسی جذبے سے "مخزن" کے لیے لکھا۔ لاہور کے اکثر پبلشر مرزا صاحب سے کچھ لکھنے کی فرمائش کرتے لیکن اپنی مرضی کے بغیر ایک لفظ نہ لکھتے۔ انھوں نے اپنا پہلا ناول "خواب ہستی" بھی پیسے لیے بغیر چھپوا دیا۔

ایک پبلشر لاہور سے دلی آئے تاکہ مرزا صاحب سے ناول لکھنے کے لیے کہیں۔ اسے زعم تھا کہ وہ مرزا صاحب کو ایک ہزار کا کثیر معاوضہ دے کر ناول لکھوا لیں گے۔ پبلشر مضمون نگار کے ہمراہ پروفیسر صاحب سے ملے۔ ناول کی فرمائش کی۔ مرزا صاحب نے ٹھنڈے مزاج سے جواب دیا۔ ''آپ پانچ یا دس ہزار بھی دے دیں تو میں اپنا تحقیقی کام ''مذہب اور باطنیت'' چھوڑ کر ناول نہیں لکھ سکتا۔''

مرزا صاحب دلی کے شرفا کے ایک امیر گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے رہائشی علاقے میں سرسید احمد خاں کا قدیم مکان بھی تھا۔ ان دنوں مسلمان شرفا انگریزی تعلیم کو برا سمجھتے تھے۔ سرسید نے مسلمانوں کے غلط نظریے کی اصلاح کی چنانچہ دلی کے اسی حلقے میں ایک مشتاق احمد زاہدی اور دوسرے پروفیسر مرزا محمد سعید انگریزی تعلیم سے بہرہ ور ہوئے۔ مرزا صاحب نے گورنمنٹ کالج لاہور سے تعلیم حاصل کی۔ 1906-07 میں علی گڑھ میں پڑھایا اور پھر گورنمنٹ کالج لاہور میں انگریزی کے پروفیسر ہو گئے۔ پطرس اور تاج بھی ان کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ پطرس تو وائسرائے ہند سے زیادہ ان کا احترام کرتے تھے۔

پطرس بخاری ریڈیو پاکستان کے ڈائریکٹر جنرل ہو گئے لیکن دوستوں سے راہ و رسم میں کوئی فرق نہ آیا۔ انھوں نے مرزا صاحب کو ریڈیو پر تقریر کرنے کے لیے آمادہ کیا۔ دو ایک تقریروں کے بعد مرزا صاحب نے بجھ کاٹ چھانٹ کا نٹریکٹ واپس کر دیے۔ پطرس بخاری نے وجہ پوچھی تو کہنے لگے ''مجھے منظور نہیں کہ تمھارے شاگرد مجھے اصلاح دیں۔'' تقریروں کے انچارج نے کہا پھر اس طرح میری نوکری چلی جائے گی اور بچے بھوکے مر جائیں گے۔ یہ بات سن کر مرزا صاحب نے فوراً دستخط کر دیے۔

جنگ کے زمانے میں لاہور کے بیشتر ادیب اور شاعر اتفاق سے دلی میں جمع ہو گئے۔ پطرس کی تحریک پر ایک ادبی حلقہ بن گیا۔ تنقیدی نشست ہوئی۔ ایک جلسے میں محمود نظامی کے مقالے پر اظہار خیال ہو رہا تھا۔ مرزا صاحب نے محتاط رائے دی۔ پطرس نے فیض کو اشارہ کیا وہ مرزا کی بات کاٹ کر بولنے لگے۔ مرزا صاحب جلال میں آ گئے اور فوراً پرانی تہذیبوں کی تاریخ کے اوراق کھنگال ڈالے۔ فیض دم بخود رہ گئے۔ آخر چائے

کا سامان رکھوایا گیا جس سے مرزا کا جوش ٹھنڈا ہوا۔

مرزا گھنٹوں مطالعے میں مصروف رہتے اور اپنی آمدنی کا زیادہ حصہ کتابیں خریدنے میں صرف کر دیتے۔ مرزا سادہ زندگی بسر کرتے۔ معدے کے مریض تھے اس لیے زیادہ تر پیدل چلتے۔ بیوی ادبی ذوق کی مالک اور اولاد سعادت مند، پنشن اتنی تھی جس سے بآسانی گزارہ ہو سکے۔ غرض زندگی ہر لحاظ سے مطمئن تھی۔

ریڈیو پاکستان سے ایک پروگرام "دانش کدہ" شروع کیا گیا۔ مرزا صاحب کو بھی اس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ مرزا صاحب بولے "انسان دولت یا شہرت کے لیے کوئی کام کرتا ہے مجھے دونوں کی حاجت نہیں۔" بہت اصرار ہوا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ وہ جو کہہ دیتے تھے اس سے نہ پھرتے تھے۔

قیامِ پاکستان سے قبل مرزا صاحب نے سیاست میں بھی حصہ لیا اور صوبائی مسلم لیگ کے صدر اور مسلم لیگ کونسل کے ممبر چنے گئے۔ کراچی یونیورسٹی میں مشیر رہے۔ ادیبوں کے گلڈ 1959ء کے پہلے اجلاس کی صدارت مرزا ہی نے کی تھی۔

مرزا صاحب اکہرے بدن کے خوش وضع انسان تھے۔ آنکھیں روشن، رخساروں کی ہڈیاں ابھری ہوئی۔ ڈاڑھی منڈی ہوئی دہان پان سے آدمی، وہ زمانے کا شکوہ نہ کرتے۔ دلی میں سب سے پہلے انگلش سوٹ مرزا جی نے پہنا۔ انھیں 32 سال سے ہمیشہ شیروانی پہنتے دیکھا۔ چالیس سال کی عمر کے بعد ہاتھوں میں رعشہ آ گیا تھا اس لیے لکھنے میں دقت محسوس ہوتی تھی۔ خلوت پسندی کی عادت زیادہ تھی۔

موت برحق ہے لیکن مرزا صاحب کی وفات کا صدمہ اس لیے زیادہ ہے کہ ایسے عظیم لوگ زمانہ کم ہی پیدا کرتا ہے۔ مرزا کی محرومی کا جتنا بھی غم کیا جائے کم ہے۔

مضمون پر تبصرہ

شاہد احمد دہلوی نے مرزا محمد سعید کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو زیرِ بحث لاتے ہوئے ان کی شخصیت کو اجاگر کیا ہے۔ ایک انتہائی قابل شخص گمنامی میں انتقال کر گیا اس

کا انھیں بہت افسوس تھا لیکن اس میں قصور کسی کا بھی نہیں کیوں کہ مرزا صاحب خاموش کام کرنے والے تھے۔ وہ شہرت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ انھیں اپنے کام سے عشق تھا۔ اپنی مرضی سے لکھتے تھے کسی کی پابندی انھیں گوارا نہیں تھی۔ سیاست میں بھی حصہ لیا۔ زیادہ لوگوں سے دوستی نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں صالح اولاد اور نیک سیرت بیوی عطا کی تھی۔ الغرض انھوں نے بہت مطمئن زندگی گزاری۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
علالت	بیماری	چشم و چراغ	اولاد، بیٹا
عدم موجودگی	غیر حاضری	آبائی مکان	آباؤ اجداد کا مکان باپ دادا کا مکان
رہ رہ کر	بار بار، جز[illegible]	شرفا	شریف لوگ
گھاؤ	زخم	غلط نظریہ	غلط خیال
پبلک	عوام	اصلاح	درستی
ستائش	تعریف	صدی	سو سال
صلہ	نیک اجر	مخلصانہ	خلوص سے بھرا ہوا
بے نیاز	پروا نہ کرنے والا	معترف	اعتراف کرنے والا
تسکین	تسلی، اطمینان	اکتساب	حاصل کرنا
فرمائشی کام	کسی کے چاہنے پر کام کرنا	گھٹیا	نچلے درجے کا
شہرت	مشہوری	احترام	عزت
رسم و راہ	تعلقات	نشر کرنا	ریڈیو کے ذریعے سے آواز پھیلانا
آمادہ	تیار، راضی	کنٹریکٹ	معاہدہ

حسنِ اخلاق	اچھا اخلاق	معذرت کرنا	معافی مانگنا
شدہ شدہ	ہوتے ہوتے، آہستہ آہستہ	اصلاح	درستی
ڈائریکٹر	ہدایات دینے والا یہاں مراد اعلیٰ آفیسر	طویل	لمبا
حسبِ دستور	طریقے کے مطابق	کارروائی	کارکردگی
مسودہ	ہاتھ سے لکھی تحریر	پیش خیمہ	بنیادی بات
تپ جانا	غصے میں آنا	حسنِ اتفاق	اچھے موقع پر
پبلشر	کتاب شائع کرنے والا	محدود	حد میں رہنے والا
غرض	وجہ، ضرورت	مقالہ	ادبی مضمون
ماتھا ٹھنکنا	بات کا پیشگی اندازہ لگا لینا	بحث مباحثہ	دلیلیں دینا
چھوٹتے ہی	اسی وقت، فوراً	محتاط	احتیاط سے
سٹی گم ہو جانا	پریشان ہونا۔	شوخی سوجھنا	شرارت ذہن میں آنا
پہلو بدلنا	بے اطمینانی کا اظہار کرنا	جلال میں آنا	غصے میں آنا
کارنامہ	عمدہ کام	[illegible]	ڈھٹائی سے گفتگو کرنا
متمول	مال دار	پشیمانی	پچھتاوا
آنکھیں پھاڑ کے دیکھنا	حیرت سے دیکھنا	دل دھک سے رہ جانا	پریشان ہو جانا
سانحۂ ارتحال	مرنے کی بد خبر	سوئم	تیسرا، میت کا تیسرا دن جب قل کا ختم دلایا جاتا ہے۔
صاحبِ کمال	ہنر مند شخص	مرض الموت	ایسا مرض جس سے موت واقع ہو جائے

www.downloadclassnotes.com

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

سناؤنی	مرنے کی خبر	اطلاع	خبر
شعار	طریقہ	رحلت	وفات
غافل	بے خبر، بے پروا	قدردان	قدر کرنے والے
غفلت مجرمانہ	سزا دینے والی غفلت	رفع ہونا	دور ہونا، ختم ہونا
ایکا ایکی	اچانک	کروفر	شان و شوکت
عالِم	علم والا	درس و تدریس	پڑھائی لکھائی
عالَم	دُنیا، جہان	مشغلہ	شغل، مصروفیت
اکہرا ڈیل	نازک بدن	میسر آنا	مہیا ہونا، ملنا
کشادہ	کھلا، وسیع	سعادت مند	تابع فرمان
دھان پان	دبلا پتلا جسم	محتاج نہ ہونا	کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا
نفیس	عمدہ	احتیاج	ضرورت، حاجت
رعشہ	ایک بیماری جس میں بدن کے اعضا کانپنے لگتے ہیں	قلب مطمئنہ	دل کا مطمئن ہونا
کان کھڑے ہونا	ہوشیار ہونا، چوکنا ہونا	دانش کدہ	علم و حکمت کا گھر
فی البدیہہ	موقع پر	چار چاند لگنا	رونق دوبالا ہونا
مدعا	غرض	متبسم ہونا	زیرِ لب مسکرانا
شہرت	ناموری، مشہوری	قدری کرنا	اصرار کرنا، بار بار کہنا
ٹس سے مس نہ ہونا	کوئی اثر نہ ہونا	قرینے	سلیقے
زحمت	تکلیف	مشیر	مشورہ دینے والا، صلاح دینے والا

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

جامع العلوم	جس میں بہت سے علوم جمع ہوں	محروم	نہ ملنا
وضع دار	سلجھا ہوا۔ رکھ رکھاؤ والا	گھائل	آمادہ

نثر پاروں کی تشریح کا طریقہ

تشریح کیسے کی جائے؟

کسی نثر پارے کی تشریح کے لیے مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھنا چاہیے:

حوالہ متن

متن کے معنی ہیں اصل عبارت۔ اس لحاظ سے حوالہ متن سے مراد یہ ہے کہ دی ہوئی عبارت کس مضمون سے لی گئی ہے اور اس مضمون کا مصنف یعنی لکھنے والا کون ہے؟ امتحان میں حوالہ متن لازمی پوچھا جاتا ہے اور اس کے نمبر مقرر ہیں۔

سیاق و سباق

سیاق کے معنی ہیں مضمون کا ڈھنگ یا طرز اور سباق کے معنی ہیں ربط یا تعلق۔ گویا سیاق و سباق کا مطلب یہ ہے کہ عبارت کا مضمون سے کیا تعلق یا ربط ہے۔ لفظی طور پر سیاق سے مراد یہ ہے کہ پیچھے سے بات کیسے چل رہی ہے اور سباق سے مراد ہے کہ اس نثر پارے سے آگے مضمون کیسے بڑھتا ہے۔ اسے ہم موقع محل بھی کہہ سکتے ہیں۔ یعنی اس میں بتایا جاتا ہے کہ عبارت کس موقع سے لی گئی ہے اور اس سے پہلے کیا بات چل رہی ہے۔ اگر عبارت کسی کہانی سے لی گئی ہے تو بتانا ہوگا کہ کہانی کے آغاز سے یہ عبارت لی گئی ہے یا کہانی کے نقطۂ عروج، درمیان یا انجام و آخر سے لی گئی ہے۔ مختصر طور پر یوں سمجھ لیں کہ سیاق و سباق میں ہمیں متعلقہ مضمون یا کہانی کا مختصر سا خلاصہ، تعارف یا مرکزی خیال پیش کرنا ہوتا ہے۔ جب تک یہ تعارف یا مرکزی خیال پیش نہ کیا جائے، دی ہوئی عبارت کا مطلب واضح نہیں ہو سکتا۔

دوسرے الفاظ میں یوں سمجھ لیں کہ عبارت یا نثر پارہ گویا جزو ہے اور سبق کل۔

www. .com

اب ظاہر ہے کہ جب تک کل واضح نہ ہو جزو کا مفہوم سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ آپ ٹی وی پر کسی ڈرامے کا سین یا منظر دیکھتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ آپ محض ایک منظر دیکھ کر پورے ڈرامے یا کہانی کے مفہوم کو نہیں سمجھ سکتے کیوں کہ منظر ایک جزو ہے اور ڈراما کل۔ اس لیے اس منظر کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ متعلقہ ڈرامے یا کہانی کے خاکے سے واقف ہوں اور آپ کو اس ڈرامے کا صحیح تعارف حاصل ہو۔ جب تک آپ کو اس ڈرامے کا خلاصہ یا مرکزی خیال نہ بتایا جائے آپ اکیلے منظر یا سین کا مطلب نہیں سمجھ سکتے۔

اگر کہانی کسی عبارت کی بجائے کسی سنجیدہ قسم کے مضمون سے لی گئی ہے تو اس کا موقع محل بتانا ضروری نہیں۔ بس اس مضمون کا مختصر سا خلاصہ، تعارف یا مرکزی خیال پیش کر دیں۔ اس سیاق و سباق کے بھی باقاعدہ نمبر مقرر ہیں۔

حل لغت

اس عنوان کے تحت آپ کو دی ہوئی عبارت میں جو مشکل الفاظ آئے ہیں ان کے معانی بتانے ہیں اور ان کی تشریح کرنی ہے۔ بعض اوقات امتحان میں پوچھ لیا جاتا ہے کہ خط کشیدہ الفاظ کے معانی بتائیں اور تشریح کریں۔ بالفرض اگر ایسا نہ بھی پوچھا گیا ہو تو بھی مشکل الفاظ کے معانی دے دینے چاہئیں کیوں کہ یہ بھی بہرحال تشریح ہی کا ایک حصہ ہیں۔

تشریح

یہ حصہ بہت اہم ہے بلکہ اسے ہی اصل حصہ سمجھنا چاہیے۔ اس حصے میں مضمون کی روشنی میں دی ہوئی عبارت کو آسان الفاظ میں پیش کرنا ہے اور اس کی خوب تشریح اور وضاحت کرنی ہے۔ عبارت میں اگر کسی تلمیح یا تاریخی واقعے کی طرف اشارہ ہے تو اس کی پوری وضاحت کریں۔ مثلاً اگر کوہ طور کا ذکر آیا ہے تو بتانا ہو گا کہ یہ وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا سے ہم کلام ہوتے تھے اور یہیں آپ نے دیدار الٰہی کا تقاضا کیا تھا۔ اسی طرح اگر ید بیضا کا ذکر آیا ہے تو آپ کو بتانا چاہیے کہ یہ حضرت موسیٰ

علیہ السلام کا معجزہ ہے کہ جب آپ اللہ کے حکم سے اپنا ہاتھ بغل میں دبا کر نکالتے تو وہ سورج کی طرح چمکنے لگتا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مجمل یا مختصر بات بیان ہوئی ہے تو اس کی وضاحت کر دیں۔ اسی طرح آپ کو چاہیے کہ عبارت کے مفہوم و مطلب کی مناسبت سے ہم مضمون آیات قرآنی (یا ان کا ترجمہ) احادیث و اشعار و اقوال وغیرہ کا حوالہ بھی دیں تاکہ ان حوالوں کی روشنی میں عبارت کا مفہوم خوب واضح ہو جائے۔ اسی طرح آپ کسی تاریخی واقعہ، مثال یا اپنے تجربے اور مشاہدے کا حوالہ بھی دے سکتے ہیں۔

تبصرہ

اگرچہ یہ حصہ امتحان میں مطلوب تو نہیں تاہم اسے شامل کیا جا سکتا ہے یا کم از کم تشریح والے حصے ہی میں لایا جا سکتا ہے۔ اس میں آپ اپنی رائے دے سکتے ہیں کہ زبان اور معانی و خیال کیسے ہیں۔ آپ عبارت کے ادبی محاسن پیش کر سکتے ہیں اور تنقید کرتے ہوئے کسی خامی کی نشان دہی بھی کر سکتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں آپ اس حصے میں عبارت کی خوبیاں اور خامیاں بیان کر سکتے ہیں۔

اہم اقتباسات کی تشریح

پیراگراف 1 مرزا صاحب کی زندگی ــــــــــ میسر تھا۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام پروفیسر مرزا محمد سعید

(ب) مصنف کا نام شاہد احمد دہلوی

حل لغت

کر و فر: شان و شوکت۔ ٹھاٹ باٹ: عیش و عشرت۔ تمیز: ادب، پرکھ کا سلیقہ۔ فضل: فضیلت، بڑائی، کرم۔ میسر: ملنا، مہیا ہونا

سیاق و سباق

اس پیراگراف میں شاہد احمد دہلوی، مرزا محمد سعید کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

زیرِ بحث لاتے ہوئے کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی زندگی تصنع اور بناوٹ سے پاک تھی۔ انھیں مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ ان کی ملازمت بھی پڑھائی لکھائی والی تھی۔ ان کی پنشن کی زیادہ رقم کتب کی خریداری پر صرف ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں سعادت مند اولاد اور سلیقہ شعار بیوی سے نوازا تھا۔ ان کی بیوی بھی ادبی ذوق کی مالک تھی۔ ان کی بیوی کے بھی دو ایک ناول شائع ہو چکے تھے۔ حکومت کی طرف سے انھیں اتنی پنشن مل جاتی تھی جو گزر بسر کے لیے کافی ہوتی اس لیے بڑھاپے میں بھی انھیں کسی قسم کی محتاجی نہ تھی۔

تشریح

صاحبِ مضمون نے مرزا محمد سعید کی زندگی کو بڑی گہری نظر سے دیکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مرزا صاحب کی زندگی بڑی سیدھی سادی اور ریاکاری سے پاک تھی۔ غرور اور تکبر تو انھیں چھو کر بھی نہیں گزرا تھا۔ شان و شوکت اور عیش و عشرت سے دور ہی رہتے تھے۔ کہیں آنے جانے کے لیے سواری بھی استعمال نہیں کرتے تھے۔ مرزا صاحب معدے کے مرض میں مبتلا تھے۔ اسی وجہ سے زیادہ تر پیدل چلتے تھے۔ صبح اٹھ کر ٹہلنے کے لیے ضرور جاتے تھے۔ مرزا صاحب کا معمول تھا کہ وہ رات کو جلدی سو جاتے تھے۔ کھیل تماشوں کے شوقین نہیں تھے اس لیے سینما اور تھیٹر بھی کم ہی دیکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انھیں گھر میں ہر طرح کا آرام و سکون مہیا تھا۔

تبصرہ

اس پیراگراف میں صاحبِ مضمون نے مرزا صاحب کے رہن سہن کو اجاگر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مرزا صاحب سادہ زندگی بسر کرنے کے عادی تھے۔ وہ شان و شوکت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اچھی صحت کے لیے ایسی زندگی ایک نمونہ ہے۔ معدے کے مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے انھوں نے صبح کی سیر کو اپنا معمول بنایا ہوا تھا جو ہر دوا سے بڑھ کر ہے۔ انھوں نے ایک مطمئن زندگی گزاری کیوں کہ انھیں گھر میں ہر طرح کا آرام و سکون میسر تھا۔ سعادت مند اولاد اور وفا شعار بیوی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

پیراگراف 2 سنا ہے کہ دلی کے ایک ــــــــــــ اپنا گھر بھلا۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: پروفیسر مرزا محمد سعید

(ب) مصنف کا نام: شاہد احمد دہلوی

حل لغت

سوٹ: انگریزی لباس جو پتلون کوٹ پر مشتمل ہوتا ہے۔ نفیس: عمدہ۔ گفتگو: بات چیت۔ رعشہ: ایک بیماری جس میں جسمانی اعضا کانپنے لگتے ہیں۔ زحمت: تکلیف۔ خوش اخلاق: اچھے اخلاق والا۔ خوش مزاج: اچھی طبیعت والا۔ قائل: کسی کی بات کو مان لینا۔ بھلا: اچھا، عمدہ

سیاق وسباق

پاکستان کے وجود میں آنے سے پہلے جب مسلم لیگ کا چرچا ہوا تو ایسے میں مرزا محمد سعید نے بھی سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ صاحب مضمون کا کہنا ہے کہ میں نے پہلی بار مرزا صاحب کو 1930ء میں دیکھا تھا۔ اس وقت ان کی عمر چوالیس، پینتالیس سال کی تھی۔ وہ دھان پان سے آدمی تھے۔ ڈاڑھی مُنڈی ہوئی تھی۔ رخساروں کی ہڈیاں اُبھری ہوئی تھیں۔ بتیس سال بعد بھی ان کی جسمانی ہیئت میں کسی قسم کا نمایاں فرق نہیں آیا تھا۔ 1962ء میں جب وہ 76 سال کے تھے تب بھی ویسے کے ویسے ہی تھے۔ انھوں نے کبھی زمانے کا شکوہ یا اپنی صحت کی شکایت نہیں کی تھی۔

تشریح

جن دنوں کی بات صاحب مضمون کر رہے ہیں ان دنوں انگریزوں سے مسلمانوں کی نفرت اپنے عروج پر پہنچی ہوئی تھی۔ مگر جب دلی کے دوچار نوجوانوں نے انگریزی سوٹ پہننا شروع کیا تو مرزا صاحب بھی پیچھے نہ رہے۔ سوٹ پہننے والے ان نوجوانوں میں مرزا صاحب کا نام بھی شامل تھا۔ مرزا صاحب کا سوٹ سب سے نفیس ہوتا

تھا۔ صاحب مضمون کا کہنا ہے کہ 1930ء سے لے کر 1962ء تک بتیس سالوں میں میں نے مرزا صاحب کو ہمیشہ شیروانی ہی پہنے ہوئے دیکھا۔ مرزا صاحب کو انگریزی زبان پر مکمل عبور حاصل تھا لیکن دورانِ گفتگو وہ انگریزی کے الفاظ بالکل استعمال نہیں کرتے تھے۔ جب مرزا صاحب کی عمر چالیس سال تھی تو ان کے دونوں ہاتھوں میں رعشہ آ گیا تھا۔ یہ ایک ایسی بیماری ہے جس میں ہاتھ اپنے قابو میں نہیں رہتے بلکہ کانپتے رہتے ہیں۔ اسی لیے مرزا صاحب کو کوئی بھی تحریر لکھنے میں دقت پیش آتی تھی۔ مرزا صاحب بہت اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ ان کی طبیعت بھی اچھی تھی۔ ہر ایک سے خوش اخلاقی سے ملتے تھے لیکن زیادہ دوست بنانا پسند نہیں کرتے تھے یعنی اپنا آپ اچھا اور اپنا گھر ہی اچھا ہوتا ہے۔

تبصرہ

اس پیراگراف میں صاحب مضمون نے بتایا ہے کہ مرزا صاحب زمانے کے ساتھ ساتھ چلتے تھے۔ دقیانوسی نہیں تھے۔ انگریزی لباس استعمال کرتے تھے۔ انگریزی زبان پر عبور حاصل ہونے کے باوجود اپنی گفتگو میں محض احساسِ تفاخر کے لیے انگریزی کے الفاظ استعمال نہیں کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ صاحب مضمون نے ان کے اخلاق کا ذکر کرتے ہوئے انھیں ایک اچھے اخلاق کا مالک قرار دیا ہے۔

پیراگراف 3 عالم کی موت ــــــــــ ساری عمر تھیں کیے۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: پروفیسر مرزا محمد سعید

(ب) مصنف کا نام: شاہد احمد دہلوی

حل لغت

عالِم: علم والا۔ عالَم: دنیا۔ گھاؤ: زخم۔ ستائش: تعریف۔ تمنا: خواہش۔ صلہ: بدلہ۔ تسکین: تسلی

سیاق و سباق

شاہد احمد دہلوی ایک مشہور خاکہ نگار ہیں۔ انھوں نے بہت خوب صورتی اور

عرق ریزی سے خاکے پیش کیے ہیں۔ اس خاکے میں انھوں نے مرزا محمد سعید کا خاکہ بہت خوب صورت انداز میں پیش کیا ہے۔ مرزا صاحب کی موت کو عالم کی موت کہا ہے مرزا سعید کی خوبیاں بیان کی ہیں۔ وہ خاموشی سے کام کرنے کے عادی تھے انھیں نہ ستائش کی تمنا تھی نہ صلے کی پروا۔ وہ بحث سے چڑتے تھے۔ روپے پیسے کا کوئی خاص لالچ نہ تھا۔ علمی، ادبی معاشرتی حیثیت مسلم ہے۔ گھنٹوں مطالعہ کرتے۔ ان کے کتب خانے میں ہر علم کی کتاب موجود تھی۔ ملازمت درس و تدریس ہی کی تھی۔ بہت سیدھی سادی زندگی گزاری۔ قلبِ مطمئنہ کی دولت سے مالا مال تھے۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
[illegible] نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے!

مت سہل اسے جانو' پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

روزِ ازل [illegible] بڑے کام کی ہوئی
تجھ کو زمیں [illegible] لیا آسمان سے

تشریح

شاہد احمد دہلوی مرزا محمد سعید کی وفات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ایک بڑے قابل آدمی کی موت ساری دنیا کی موت ہوتی ہے ابھی تک تو ہم اندازہ نہیں کر سکے کہ مرزا صاحب کی وفات کے بعد ہمارا کتنا نقصان ہو گیا ہے۔ اب ان کی وفات نے جو ادب میں خلا پیدا کر دیا ہے وہ ہمیں رہ رہ کر یاد آئے گا اور وقت کے ساتھ ساتھ ان کی جدائی کا غم بڑھتا چلا جائے گا۔ مرزا صاحب ان لوگوں میں سے تھے جو خاموشی سے اپنا کام کرتے تھے یعنی وہ اتنے خاموش طبع واقع ہوئے تھے کہ ان کے زمانے کے اکثر لوگ ان کے علمی اور ادبی کارناموں سے واقف نہ تھے۔ خود مرزا صاحب بھی شہرت سے گھبراتے تھے اور پبلک پلیٹ فارم پر آنا پسند نہیں کرتے تھے۔ کام کرتے تھے مگر انھیں

اس بات کی خواہش نہ تھی کہ ان کی تعریف کی جائے اور وہ صلے کی پروا سے بے نیاز ہو کر کام کرتے تھے۔ کام کرتے تھے تو انھیں تسکین ہوتی تھی۔ اس لیے کہ انھیں کام کرنا ہوتا تھا اور جہاں تک فرمائشی کام کا تعلق ہے انھوں نے ساری عمر نہیں کیے۔

تبصرہ

اس پیراگراف میں مصنف نے بتایا ہے کہ مرزا سعید کی موت عالم کی موت ہے۔ وہ خاموش طبع تھے۔ ان کی جدائی کا غم بہت زیادہ ہے۔ وہ شہرت سے گھبراتے تھے۔ انھیں ستائش کی تمنا تھی نہ صلے کی پروا۔ فرمائشی کام نہ کرتے تھے۔ ان کی موت سے دنیا اچھے ادیب سے محروم ہو گئی۔

ع اب کہاں لوگ اس طبیعت کے !

پیراگراف4 مرزا صاحب دلی ـــــــــــ پروفیسر مرزا محمد سعید۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: پروفیسر مرزا محمد سعید

(ب) مصنف کا نام: شاہد احمد دہلوی

حل لغت

شرفا: شریف۔ متمول: امیر۔ مخر: کرنا۔ قرابت داری: رشتے داری۔
اصلاح: درستی

سیاق و سباق

شاہد احمد دہلوی نے بڑی عرق ریزی سے پروفیسر مرزا محمد سعید کا خاکہ تخلیق کیا ہے۔ انھوں نے ہر پہلو سے مرزا سعید کی زندگی کا احاطہ کیا ہے۔ مرزا سعید خاموش طبع تھے۔ وہ فرمائشی کام کو پسند نہیں کرتے تھے انھیں نہ ستائش کی پروا تھی نہ صلے کی تمنا۔ وہ بہت خوب صورتی سے لکھتے گھنٹوں مطالعے میں مصروف رہتے۔ ہر علم کی کتابیں ان کے کتب خانے میں موجود رہتی تھیں۔ بحث سے چڑتے تھے۔ روپے پیسے کی پروا نہ کرتے تھے۔ شاہد احمد دہلوی نے ان کی موت کو دنیا کی موت کہا ہے۔ دلی کے مشہور اور شریف

گھرانے میں پیدا ہوئے۔ موت تو برحق ہے مگر مرزا صاحب کی اچانک موت سے ادب کی دنیا جامع العلوم ہستی سے محروم ہو گئی۔

ع　　اب کہاں لوگ اس طبیعت کے!

تشریح

مرزا صاحب دلی کے ایک شریف اور دولت مند امیر گھرانے کے بیٹے تھے۔ ترلیا بیرم خان سے آگے بڑھ کر ایک راستہ سیدھے ہاتھ کو مڑ جاتا ہے۔ اسی کے کونے پر مرزا صاحب کا آبائی مکان تھا۔ اسی علاقے میں سر سید احمد خاں کا قدیم مکان بھی تھا۔ سر سید سے بھی مرزا صاحب کی رشتے داری تھی اور منشی ذکاء اللہ سے بھی ان کی عزیز داری ہو گئی تھی۔ پچاس ساٹھ سال پہلے دلی کے مسلمان شرفا میں انگریزی تعلیم کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا تھا مگر سر سید نے مسلمانوں کے اس غلط نظریے کی درستی کی اور اس زمانے میں دلی کے دو نوجوانوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد علمی و ادبی حلقوں میں خاصی کامیابی حاصل کی۔ ان دو جوانوں میں سے ایک پروفیسر مشتاق احمد زاہدی تھے اور دوسرے پروفیسر محمد سعید۔

تبصرہ

اس پیراگراف میں مرزا محمد سعید کے آبائی گھر کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ دلی کے ایک شریف اور خوشحال گھرانے میں پیدا ہوئے۔ سر سید احمد خاں سے رشتے داری تھی۔ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ حلقوں میں سے تھے۔

حل مشقی سوالات

1- درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجیے:

(الف) مرزا محمد سعید کس لیے لکھتے تھے؟

جواب: مرزا محمد سعید ہمیشہ ذاتی تسکین کے لیے لکھتے تھے۔ کام اس لیے کرتے تھے کہ

www. .com

انھیں کام کرنا ہوتا تھا۔ اپنے کام کے بدلے میں انھیں کسی ستائش یا صلے کی تمنا نہیں ہوتی تھی۔ انھوں نے فرمائشی کام ساری عمر نہیں کیے۔

(ب) لاہور کے پبلشروں کے ساتھ مرزا صاحب کا رویہ کیسا تھا؟

جواب: لاہور کے پبلشروں کے ساتھ مرزا صاحب کا رویہ کچھ زیادہ اچھا نہیں تھا کیوں کہ مرزا صاحب سمجھتے تھے کہ لاہور کے پبلشر خیال کرتے ہیں کہ وہ پیسے دے کر جس سے جی چاہے ناول لکھوالیں۔ ایک پبلشر صاحب لاہور سے دلی محض اس غرض سے آئے تھے کہ مرزا صاحب سے ناول لکھوائیں گے۔ صاحب مضمون نے اُن سے کہا کہ مرزا صاحب اس طرح ناول نہیں لکھیں گے مگر وہ پبلشر بڑے بڑے مصنفوں کو خرید چکے تھے۔ وہ صاحب مضمون کی بات نہ مانے اور کہنے لگے "ہم مرزا صاحب کو ایک ناول لکھنے کا معاوضہ ایک ہزار روپیا دیں گے تو وہ کیوں نہیں لکھیں گے۔" اس زمانے میں ایک اچھے ناول کا معاوضہ دو ڈھائی سو روپے سے زیادہ نہیں ہوتا تھا۔ پبلشر، صاحب مضمون کے ساتھ مرزا صاحب کے پاس پہنچا اور چھوٹتے ہی ناول لکھنے کی فرمائش کی۔ مرزا صاحب بولے "آپ زیادہ سے زیادہ مجھے ایک ناول کے پانچ ہزار یا دس ہزار دے دیں گے لیکن میں جو کام کر رہا ہوں اسے چھوڑ کر آپ کے لیے لکھنے پر تیار نہیں ہوں۔" پانچ دس ہزار کی بات سن کر پبلشر صاحب پریشان ہو گئے اور دو منٹ بعد ہی وہاں سے چلے گئے۔

(ج) مرزا صاحب کی معرکتہ الآرا کتاب کا نام اور مرتبہ بیان کیجیے۔

جواب: مرزا صاحب کی معرکتہ الآرا کتاب کا نام "مذہب اور باطنیت" ہے۔ یہ کتاب مرزا صاحب کا ایک بہت بڑا علمی کارنامہ ہے۔ یہ ایسا کارنامہ ہے کہ اگر اُردو ادب کی ایک سو عمدہ قسم کی کتابیں چھانٹی جائیں تو ان میں "مذہب اور باطنیت" کو ضرور شامل کرنا پڑے گا۔

(د) مرزا صاحب کی کن دو قومی شخصیات سے عزیز داری تھی؟

جواب: مرزا صاحب کی سر سید احمد خاں اور منشی ذکا اللہ سے عزیز داری تھی۔ سر سید احمد خاں مسلمانوں میں جدید تعلیم کے فروغ کے علم بردار تھے جب کہ منشی ذکا اللہ نے تحقیق و تصنیف اور تراجم میں بڑا نام پیدا کیا۔

(ہ) مرزا صاحب نے کس کالج میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیے؟

جواب: مرزا صاحب نے 1906-7ء میں سال دو سال علی گڑھ میں پڑھایا اور اس کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور ہی میں انگریزی کے پروفیسر ہو گئے۔

(و) مرزا صاحب کا سب سے بڑا مشغلہ کیا تھا؟

جواب۔ مرزا صاحب کا واحد مشغلہ مطالعہ کتب تھا۔ وہ اپنی پنشن کا ایک بڑا حصہ کتابیں خریدنے میں صرف کر دیتے تھے۔ مرزا صاحب گھنٹوں مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ ان کے کتب خانے میں ہر علم سے متعلق کتاب موجود تھی۔ وہ نئی نئی کتابیں پڑھتے رہتے تھے۔

(ز) مصنف کے پروگرام "دانش کدہ" میں شرکت کی درخواست پر مرزا صاحب نے کیا جواب دیا؟

جواب۔ ریڈیو پاکستان کراچی سے ایک پروگرام "دانش کدہ" شروع کیا گیا۔ شاہد احمد دہلوی میر سوالات تھے۔ اس نے مرزا صاحب سے پروگرام میں شرکت کے لیے کہا تو مرزا صاحب نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "[illegible] کے لیے کوئی کام کرتا ہے یا دولت کے لیے۔ مجھے نہ اس کی ضرورت ہے [illegible]" مصنف نے بہت اصرار کیا مگر مرزا صاحب ٹس سے مس نہ ہوئے۔

(ح) مرزا محمد سعید کا حلیہ بیان کریں۔

جواب: مرزا صاحب بظاہر عمیل معلوم نہیں ہوتے تھے۔ اکہرا ڈیل، اُجلا رنگ، کشادہ پیشانی، گھنی بھنوؤں کے سائے میں بڑی بڑی روشن آنکھیں، رخساروں کی

ہڈیاں ابھری ہوئیں، کتروں مونچھیں۔ ہنستے تو سامنے کے دو چار دانت ٹوٹے ہوئے نظر آتے مگر برے نہ لگتے تھے۔ ڈاڑھی منڈی ہوئی۔ دھان پان سے آدمی تھے۔

(ط) مرزا صاحب کے دونوں ناولوں کے نام تحریر کریں۔

جواب: مرزا صاحب نے دو ناول لکھے جن کے نام "یاسمین" اور "خواب ہستی" ہیں۔

2- پطرس بخاری سے مرزا صاحب کے تعلق کو اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

جواب: پطرس بخاری مرزا صاحب کے شاگرد تھے۔ انھوں نے مرزا صاحب سے اکتساب علم کیا۔ بعد میں پطرس بخاری خود بھی انگریزی کے پروفیسر ہو گئے تھے۔ وہ اپنی غیر معمولی قابلیت اور ذہانت کے باوجود مرزا صاحب کی علمیت کے آگے اپنے آپ کو ہیچ سمجھتے تھے۔ مصنف کہتا ہے کہ میں نے بارہا پطرس بخاری کو مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے دیکھا۔ پطرس بخاری آل انڈیا ریڈیو کے ڈائریکٹر جنرل ہو گئے تھے۔ پطرس بخاری جتنا زیادہ احترام مرزا صاحب کا کرتے تھے اتنا اور کسی کا نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ وائسرائے ہند کا بھی اتنا احترام نہیں کرتے تھے جتنا مرزا صاحب کا کرتے تھے۔ مرزا صاحب بھی پطرس بخاری سے بہت انس رکھتے تھے۔ مرزا صاحب پطرس بخاری کے استاد تھے۔

3- "عالم کی موت عالَم کی موت ہوتی ہے۔" اس جملے کا مفہوم وضاحت کے ساتھ بیان کریں۔

جواب: عالِم کا مطلب ہے علم والا جب کہ عالَم کا مطلب ہے دُنیا۔ دونوں لفظ بظاہر ایک سے ہیں لیکن مطلب جدا جدا ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی عالِم یعنی کسی اہلِ علم کی موت واقع ہو جائے تو یہ ایک عالَم یعنی ایک عہد اور ایک پورے دور کی موت ہوتی ہے۔

4- متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) سبق "مرزا محمد سعید" کس ادیب کی تحریر ہے؟
(i) نذیر احمد دہلوی (ii) شاہد احمد دہلوی
(iii) اشرف صبوحی (iv) مولوی عبدالحق

(ب) مرزا محمد سعید کی عزیزداری کس شخصیت سے تھی؟
(i) سر سید احمد خاں (ii) شیخ عبدالقادر
(iii) شاہد احمد دہلوی (iv) مشتاق احمد زاہدی

(ج) مرزا محمد سعید کے بقول انسان کس لیے کام کرتا ہے؟
(i) شہرت (ii) دولت
(iii) عزت اور وقار (iv) شہرت اور دولت

(د) مرزا محمد سعید نے گورنمنٹ کالج لاہور سے کون سی سند لی؟
(i) بی۔اے (ii) ایم۔اے تاریخ
(iii) ایم۔اے انگریزی ادب (iv) ایم۔اے اُردو ادب

(ہ) محمود نظامی کے مقالے کے بعد مرزا محمد سعید پر کس نے تنقید کی؟
(i) ڈاکٹر تاثیر (ii) پطرس بخاری
(iii) فیض احمد فیض (iv) حمید احمد خاں

(و) پروگرام "دانش کدہ" میں کتنے دانشور بلائے جاتے تھے؟
(i) چار (ii) تین
(iii) دو (iv) سات

(ز) مرزا صاحب تنخواہ کا بڑا حصہ صرف کر دیتے تھے:
(i) جائیداد خریدنے پر (ii) خیرات کرنے میں
(iii) کتابوں پر (iv) کھانے پینے پر

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(ii)	(ب)	(i)	(ج)	(iv)	(د)	(iii)
(ہ)	(iii)	(و)	(i)	(ز)	(iii)		

سانحۂ ارتحال، سناؤنی، ایکا ایکی، بے خود، متمول، قرابت داری، ہیچ سمجھنا، خندہ خندہ، کروفر، قلب مطمئنہ، عرضِ مدعا، متبسم، رعشہ، جامع العلوم

الفاظ و تراکیب	جملوں میں استعمال
سانحۂ ارتحال	جوان بیٹے کی موت بوڑھی ماں کے لیے سانحۂ ارتحال تھا۔
سناؤنی	مجھے احمد کے مرنے کی سناؤنی تھی۔
ایکا ایکی	بادل تو چھائے ہی ہوئے تھے۔ ایکا ایکی بارش شروع ہو گئی۔
بے خود	مرزا صاحب نے اپنا ناول بے خودی چھپنے کے لیے دے دیا۔
متمول	حقیقی متمول وہ ہے جو غریبوں کا خیال رکھے۔
قرابت داری	مولانا محمد سعید کی سرسید احمد خان اور منشی ذکاء اللہ سے قرابت داری تھی۔
ہیچ سمجھنا	کسی کی مفلسی کی وجہ سے اُسے ہیچ نہیں سمجھنا چاہیے۔
خندہ خندہ	مرزا صاحب کی شہرت خندہ خندہ سارے ملک میں پھیل گئی۔
کروفر	کوئی بھی اچھا انسان کروفر کو پسند نہیں کرتا۔
قلب مطمئنہ	اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہر مسلمان کو قلب مطمئنہ عطا کرے۔
عرضِ مدعا	میں نے ہیڈ ماسٹر صاحب سے عرضِ مدعا کیا کہ مجھے اسکول کی کرکٹ ٹیم میں شامل کیا جائے۔
متبسم	ایمن کی بات سن کر عائزہ متبسم ہوئی اور کہنے لگی "ذہانت کسی کی میراث نہیں۔"
رعشہ	میرا کے ابو دو سال سے رعشہ کے مریض ہیں۔
جامع العلوم	مرزا صاحب ایک جامع العلوم شخص تھے۔

6- درج ذیل الفاظ پر اعراب لگا کر، ان کا تلفظ واضح کیجیے:

ارتحال، شعار، متمول، ساکت، مباحثے، متبسم، قدری، رعشہ

جواب: اِرْتِعَاشْ، شِعَارْ، مُتَوسِّلْ، سَارِکْٹ، مُبَاحَثے، مُتَبَسِّمْ، قُدْرِیْ، رَعْشَہْ

7- سبق "مرزا محمد سعید" کا متن ذہن میں رکھ کر درست یا غلط پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) مرزا محمد سعید کی موت کی خبر پڑھ کر دل دھک سے رہ گیا۔ درست/غلط
(ب) مرزا صاحب پبلک پلیٹ فارم پر آنے سے گھبراتے نہیں تھے۔ درست/غلط
(ج) مرزا صاحب بڑے ٹھنڈے مزاج کے آدمی تھے۔ درست/غلط
(د) مرزا صاحب جو کہ دیتے اس سے کبھی نہ پھرتے۔ درست/غلط
(ہ) مرزا محمد سعید دل کے مریض تھے۔ درست/غلط

(الف)	غلط	(ب)	غلط	(ج)	درست	(د)	درست	(ہ)	غلط

جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ

1- **جملہ اسمیہ:** جملہ اسمیہ جملہ خبریہ کی قسم ہے، اس کے تین اجزا ہوتے ہیں۔
ذیل کے جملوں کو پڑھیے:

1- علی بہادر ہے۔ 2- سارہ لائق ہے۔ 3- صہیب خوش ہے۔

ان جملوں میں علی، سارہ اور صہیب کو "مسند الیہ" (مبتدا) کہتے ہیں اور بہادر، لائق اور خوش "مسند" (خبر) ہیں جب کہ "ہے" فعل ناقص ہے۔

2- **جملہ فعلیہ:** جملہ فعلیہ بھی جملہ خبریہ کی قسم ہے۔ اس میں اور جملہ اسمیہ میں اتنا فرق ہے کہ فعلیہ میں فعل تام ہوتا ہے۔ اب ذیل کے جملوں کو پڑھیے:

1- حمید نے خط لکھا۔ 2- فریحہ نے خیرات دی۔
3- شعیب نے کھانا کھایا۔

ان جملوں میں حمید، فریحہ اور شعیب "مسند الیہ" ہیں اور لکھا، دی اور کھایا فعلِ تام یا "مسند" ہیں۔ یہ خبر دے رہے ہیں۔ خط، خیرات اور کھانا مفعول ہیں۔
یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ کسی جملے میں کسی کے بارے میں کچھ کہا جائے تو وہ خبر ہوتی ہے اور اسے مسند کہتے ہیں۔ جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ خبر کے بغیر درست نہیں ہوتے۔

جملہ اسمیہ کی مثالیں

1- اکرم ذہین ہے۔
2- اختر نیک تھا۔
3- سعید کامیاب ہو گیا۔
4- راشد نکل ہوا۔
5- ساجد افسر بن گیا۔

مسند الیہ مبتدا	مسند (خبر)	فعل ناقص
اکرم	ذہین	ہے
اختر	نیک	تھا
سعید	کامیاب	ہو گیا
راشد	نکل	ہوا
ساجد	افسر	بن گیا

جملہ فعلیہ کی مثالیں

عائشہ نے کتاب پڑھی۔
سلمان نے سبزی خریدی۔
عامر نے پتنگ اڑائی۔
شبانہ نے کپڑے دھوئے۔

مسند الیہ مبتدا	مفعول	فعل تام
عائشہ	کتاب	پڑھی
سلمان	سبزی	خریدی
عامر	پتنگ	اڑائی
شبانہ	کپڑے	دھوئے

خاکہ

کسی شخص کی زندگی کے کچھ پہلوؤں کو اس طرح نمایاں کرنا کہ اس کا تعارف بھی ہو جائے مگر وہ اس کی سوانح نہ ہو، خاکہ کہلاتا ہے۔ خاکے میں اس شخص کے افکار و کردار، خوبیوں اور خامیوں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اُردو میں مولوی عبدالحق، رشید احمد صدیقی، شاہد احمد دہلوی اور محمد طفیل نے عمدہ خاکے لکھے ہیں۔

خاکہ نگاری

خاکہ نگاری سے مراد ہے کسی شخصیت کے بارے میں اظہار خیال کرنا۔ ادبی اصطلاح میں ایسی تحریر ہے جو کسی کی سوانح حیات نہ ہو لیکن اس کے کردار و افعال اور خوبیوں پر روشنی ڈالے یہی وجہ ہے کہ خاکہ نگاری کو شخصیت نگاری کا نام دیا جاتا ہے۔

شخصیت نگاری میں ہم کسی شخص کے بنیادی مزاج' طبع' انداز فکر و عمل اور اس کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں سے روشناس ہوتے ہیں۔

شخصیت نگاری کی درج ذیل خصوصیات ہیں

1- اختصار 2- انداز بیاں 3- جامعیت
4- حقیقت نگاری 5- شگفتگی 6- شائستگی
7- مہذبانہ انداز 8- غیر رسمی انداز 9- سچائی
10- واقفیت 11- غیر جانبداری

بے جا عقیدت اور ہیرو پرستی شخصیت نگاری کی سب سے بڑی کمزوریاں ہیں۔
ایک شخصیت نگار کسی کی شخصیت نگاری کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھے کہ نہ تو اسے ہیرو بنا کر پیش کرے اور نہ اس کی خامیاں اس طریقے سے بیان کرے کہ وہ شیطان کی لائن میں کھڑا نظر آئے۔

اردو کے چند نامور شخصیت نگار درج ذیل ہیں۔
مولوی عبدالحق' رشید احمد صدیقی' اشرف صبوحی' اخلاق احمد دہلوی' چراغ حسن حسرت' شوکت تھانوی اور رئیس احمد جعفری وغیرہ

سرگرمیاں

1- سبق سے محاورات الگ کریں اور ان کو جملوں میں استعمال کریں۔

جواب: سبق میں سے لیے گئے محاورات کا جملوں میں استعمال

محاورات	جملوں میں استعمال
دل دھک سے رہ جانا	اپنے دوست کے والد کی وفات کا سن کر میرا دل دھک سے رہ گیا۔
چڑ جانا	روپے پیسے کے ذکر پر مرزا صاحب چڑ جاتے تھے۔

www .com

ماتھا ٹھنکنا	علی کو صبح صبح اپنے دروازے پر دیکھ کر میرا ماتھا ٹھنکا۔
سٹی گم ہو جانا	شیر کو سامنے دیکھ کر شکاری کی سٹی گم ہو گئی۔
ہیچ سمجھنا	پطرس بخاری اپنی غیر معمولی ذہانت کے باوجود مرزا صاحب کی علمیت کے آگے اپنے آپ کو ہیچ سمجھتے تھے۔
آمادہ کرنا	میں نے بلال کو مری کی سیر کے لیے آمادہ کر لیا۔
کان کھڑے ہونا	چھت پر کھٹکا سن کر میرے کان کھڑے ہو گئے۔
جلال میں آنا	جھوٹی بات سن کر مرزا صاحب جلال میں آ جاتے تھے۔
دم بخود رہ جانا	اپنے خلاف بے بنیاد الزام سن کر اسلم دم بخود رہ گیا۔

-2 مرزا محمد سعید کی شخصی خوبیوں پر ایک پیراگراف لکھیں۔

جواب: پروفیسر مرزا محمد سعید ہمہ گیر شخصیت تھے۔ اس کے باوجود جب وہ وفات پا گئے تو ان کے سیکڑوں شاگردوں، اہلِ علم اور قدر دانوں کو اس سانحے کی خبر تک نہ ہوئی۔ افسوس! اتنا بڑا صاحبِ کمال دنیا سے اٹھ جائے اور لوگوں کو خبر نہ پہنچے۔ ان کی موت ایک عالم کی موت ہے۔ وہ خاموشی سے کام کرتے رہتے تھے۔ انھیں ستائش کی تمنا تھی نہ صلے کی پروا۔ فرمائشی کام انھوں نے ساری عمر نہیں کیے۔ وہ [illegible] تھے۔ دلی کے شریف اور امیر گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ بحث سے اجتناب کرتے تھے۔ مرزا صاحب گھنٹوں مطالعہ کرتے تھے۔ ان کے کتب خانے میں ہر علم کی کتب موجود تھیں۔ انھوں نے زندگی بڑی سیدھی سادی گزاری۔ قلبِ مطمئن کی دولت سے مالا مال تھے۔ ان کی علمی، ادبی اور معاشرتی حیثیت مسلّم ہے۔ ان کی تحریر جامعیت کی حامل ہے۔

-3 اس سبق میں جن شخصیات کا ذکر آیا ہے ان میں سے کسی ایک کے بارے میں اپنے استاد صاحب سے پوچھ کر نوٹ لکھیں۔

جواب: اس سبق میں بے شمار شخصیات کا ذکر آیا ہے جیسے ڈاکٹر تاثیر، فیض احمد فیض، حامد علی خاں، حمید احمد خاں، چراغ حسن حسرت، محمود نظامی، غلام عباس، انصار ناصری، پطرس بخاری وغیرہ مجھے ان میں سے فیض احمد فیض زیادہ پسند ہیں۔

فیض احمد فیض

فیض احمد فیض 1910ء میں پیدا ہوئے۔ مرے کالج سیالکوٹ سے بی۔اے کیا اور گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم۔اے انگریزی کی ڈگری لی۔ بعد میں عربی میں بھی ایم۔اے کیا اور ایم۔اے۔او کالج امرتسر میں پروفیسر رہے۔ 1960ء میں حکومت روس کی طرف سے لینن پرائز ملا۔ حکومت پاکستان کی وزارت تعلیم میں مشیر بھی رہے۔ مشہور کتابیں یہ ہیں۔ نقش فریادی، دست صبا، دست تہ سنگ، زنداں نامہ، وادیٔ سینا اور میزان۔ جدید اردو شاعری میں فیض ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ انھوں نے مزدور، محنت کش، کسان اور دوسرے کمزور طبقات کے دکھ درد کی سچی ترجمانی کی۔ انھوں نے 1981ء میں وفات پائی۔

-4 کسی دوست کا مختصر خاکہ لکھیں۔

جواب: یوں تو میرے بے شمار دوست ہیں مگر سکندر علی میرا سب سے اچھا دوست ہے۔ وہ ایک شریف اور پڑھے لکھے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ ایک دبلا پتلا اور مرنج مرنجان قسم کا لڑکا ہے۔ نہایت حساس ہے۔ ناک کے نیچے ہلکی ہلکی روئیدگی ہے۔ عمر ایسی کہ لڑکپن اور جوانی آپس میں گلے مل رہے ہوں۔ نہ ذہن ایسا کہ بڑے بڑوں کے کان کترے۔ صلح جو ایسا کہ ساری جماعت سے دوستی۔ استاد صاحب جو کام دیں وہ اسے وقت پر پورا کرے۔ کبھی کسی شکایت کا موقع نہیں۔ ہر کوئی اس سے دوستی کا خواہش مند۔ جہاں کسی کو اس کی ضرورت محسوس ہو اپنے سب کام چھوڑ کر اس کی مدد کرے۔ قابل صد تحسین ہیں وہ والدین جن کے گھر سکندر حسین جیسے بچے جنم لیتے ہیں۔

www.downloadclassnotes.com

تدریسی اشارات

-1 چند مثالیں دے کر دلی کی مخصوص زبان سے طلبہ کو روشناس کرایا جائے

جواب: اردو شاعری کی ابتدا دکن سے ہوئی۔ قلی قطب شاہ اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر تسلیم کیا گیا لیکن دکن کے شعرا نے اپنی زبان دانی کا کبھی دعویٰ نہ کیا۔ اور نہ کوئی تدریجی ترقی وہاں کے شعرا نے شاعری کے میدان میں کی۔ یہی وجہ ہے کہ دکن میں باقاعدہ دلی اور لکھنو کی طرح دبستان قائم نہ ہوسکا۔ دلی کی شاعری دوسرے اردو شعرا کے لیے نیک شگون ثابت ہوئی اور اس طرح شمالی ہند میں دلی میں شعرا کا جمگھٹا ہوگیا۔ فارسی کی جگہ اردو نے لے لی اور اس طرح دلی شاعری کا ایک اہم مرکز بن گئی۔

دہلویت بقول نورالحسن ہاشمی ایک خاص افتادِ ذہنی یا مزاجِ شعری کا نام ہے جس کا ظہور مخصوص تمدن و شہری اثرات کی وجہ سے ہوا۔ دلی کا شاعر غمِ روزگار کا ستایا ہوا اور غمِ عشق کا مارا ہے اس لیے اس کے کلام میں دونوں کی کسک اور کھٹک آگئی ہے۔ سیاسی حالات نے اسے قنوطی بنایا۔ تصوف کی میراث نے اس میں روحانیت پیدا کی اور اس کے ساتھ ایک اخلاقی نصب العین اور تصور عطا کیا۔ اسی نے اس کی آنکھیں اندر کی طرف کھولیں۔ دلی کی اس روحانیت اور غم پسندی کے مقابلے میں جس نے اسے کبھی بالکل پست مبتذل اور ہوس پرست نہیں ہونے دیا لکھنو کی مسرت سطحی ہلکی اور سستی معلوم ہوتی ہے۔ لکھنو کے شاعر نے خارجیت پر زور دیا۔ جس کی چمک دمک نے متحیر اور مرعوب کیا مگر بلندی فکر سے محروم رہا۔ لکھنوی شاعری میں وہ ولولہ اور آنچ، وہ کسک وہ سیمابی کیفیت، وہ آفاقی لہجہ نہ آسکا جو دہلوی شاعری میں ہے بقول فراق گورکھپوری وہ آپ بیتی یا جگ بیتی نہ ہوئی لفظ بیتی ہو کر رہ گئی۔

-2 طلبہ کو مرزا فرحت اللہ بیگ کی تحریر "مولوی نذیر احمد کی کہانی" اور شاہد احمد دہلوی کا لکھا ہوا خاکہ "نذیر احمد دہلوی" پڑھ کر سنایا جائے۔ یہ خاکے نصابی کتابوں میں دستیاب ہیں، اس سے طلبہ کی کردار سازی میں مدد ملتی

ہے اور صنفِ ادب سے بھی اچھی طرح واقفیت ہو جاتی ہے۔

جواب:

مولوی نذیر احمد کی کہانی

1903ء میں میاں دانی اور میں نے ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ بی اے میں داخلہ لیا، ہمارے عربی کے پروفیسر جمیل الرحمان تھے۔ وہ اچھا پڑھاتے تھے۔ ہم جیسے تیسے سبق یاد کرتے تھے۔ ایک دن معلوم ہوا کہ مولانا جمیل استعفا دے کر کعبۃ اللہ چلے گئے ہیں۔

بالآخر ہم نے مولانا نذیر احمد کی خدمات حاصل کیں۔ وہ ہمیں باقاعدہ پڑھانے لگے۔ کبھی ناغہ نہیں کیا اور نہ سردی گرمی کی شکایت کی۔ وہ اس لیے راضی ہوئے تھے کہ بقول ان کے ہم میں طالب علمی کی بُو موجود تھی۔ مولوی صاحب کا حلیہ کچھ اس طرح تھا۔ رنگ سانولا مگر روکھا، قد خاصا اونچا مگر چوڑان نے لمبان کو دبا دیا تھا۔ بدن موٹاپے کی طرف مائل۔ بچپن میں ورزش کا شوق تھا۔ ورزش چھوڑ دی تو جسم تنومند ہو گیا۔ اونچی ترکی ٹوپی پہنتے۔ کمر کا پھیر ضرورت سے زیادہ تھا۔ آنکھیں چھوٹی اور اندر کو دھنسی ہوئی۔ ان کا گھر کا لباس الگ اور باہر کا الگ ہوتا تھا۔ اگر انھیں باہر نکلنے کا شوق نہ ہوتا تو لباس کی مد ہی ان کے اخراجات میں سے نکل جاتی۔ شام کو گھر سے نکلتے تو ترکی ٹوپی یا چھوٹا سفید صافہ باندھے ہوتے۔ گرمیوں میں صاف شفاف اچکن یا کشمیری کام کا جبہ پہنتے تھے۔ وقت بے وقت کے لیے بوٹوں کے دو انگریزی جوڑے بھی لگا رکھے تھے جن پر پالش کی نوبت نہ آتی تھی۔

مولوی صاحب خوش خوراک تھے۔ ناشتے میں دو نیم برشت انڈے ضرور ہوتے تھے۔ میوے کا شوق رکھتے تھے۔ پڑھاتے جاتے اور کھاتے جاتے تھے مگر مجھ کو حسرت رہ گئی کہ کبھی ان کے شریکِ طعام نہ ہو سکا۔ پھل کھاتے تھے مگر ہمیں کبھی پیشکش نہ کرتے۔ جب دوسری دفعہ ملا تو مولوی صاحب کی صحت جواب دے گئی تھی۔ رعشے میں اضافہ ہو گیا۔ نظر کمزور ہو گئی۔ ہم نے سلام کیا۔ بولے کون ہے؟ میں نے کہا آپ مجھے نہیں پہچانتے؟ پھر پہچان گئے کہ اچھا تو فرحت ہے۔ مجھے گلے لگا کر پیار کیا۔ حیدرآباد آنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد

.com

www

معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ میں مولوی صاحب کے مکان پر ضرور جاتا ہوں مگر اندر قدم نہیں رکھتا۔ بڑی دیر تک دیوار سے لگ کر دروازے کو دیکھا رہتا ہوں اور ذوق کا یہ شعر پڑھتا رہتا ہوں۔

؎ یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں جانور
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے

طلبہ کو گاہے گاہے مشاہیر سے واقفیت دلائی جائے۔

اساتذہ کرام سکول کی لائبریری سے مشاہیر کے بارے میں کتب حاصل کریں۔ ہفتے میں ایک دن مخصوص کر لیں۔ اس دن ایک پیریڈ میں بچوں کو مختلف مشاہیر کی زندگی کے بارے میں بتایا جائے کہ کس طرح وہ اپنی محنت اور جدوجہد سے اعلیٰ مقام پر پہنچے۔

اہم معروضی سوالات

-3 متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) عالم کی موت ہے:

(i) عالم کی موت (ii) کسی اچھے انسان کی موت
(iii) دکھ کی موت (iv) ایک شہر کی موت

(ب) مرزا محمد سعید نے پچپن سال قبل عبدالقادر کے رسالے کے لیے مضامین لکھے۔

(i) تہذیب الاخلاق (ii) نقوش
(iii) مخزن (iv) ادبی دُنیا

(ج) پروفیسر مرزا محمد سعید کی پہلی کتاب جو بغیر کچھ لیے دیے چھپوائی:

(i) مذہب اور باطنیت (ii) خوابِ ہستی
(iii) خوابِ عدم (iv) داستانِ الم

(د) دلی میں مرزا صاحب کے آبائی علاقے میں مشہور ادیب کا مکان تھا:

(i) مرزا غالب (ii) سر سید احمد خاں
(iii) مولوی عبدالحق (iv) چودھری افضل حق

(ہ) ایک جلسے میں محمود نظامی پر مقالہ پڑھا گیا۔ مرزا صاحب نے شوخی سے بحث کے لیے اشارہ کیا:
(i) حامد علی خاں کی طرف (ii) ڈاکٹر تاثیر کی طرف
(iii) فیض احمد فیض کی طرف (iv) چراغ حسن حسرت کی طرف

(و) ایک پبلشر لاہور سے دلی مرزا صاحب کے پاس آئے:
(i) ناول لکھوانے کے لیے (ii) افسانہ لکھوانے کے لیے
(iii) غزل لکھوانے کے لیے (iv) قصیدہ لکھوانے کے لیے

(ز) مرزا صاحب نے علی گڑھ میں پڑھایا:
(i) ایک سال (ii) دو سال
(iii) تین سال (iv) پانچ سال

(ح) مرزا صاحب کے کتب خانے میں کتابیں موجود تھیں:
(i) صرف اُردو کی (ii) صرف فارسی کی
(iii) طب سے متعلق (iv) ہر علم کی کتاب

(ط) مرزا صاحب مریض تھے:
(i) دل کے (ii) شوگر کے
(iii) معدے کے (iv) بلند فشار خون کے

(ی) صاحبِ مضمون نے بتیس سال تک مرزا صاحب کو پہنے دیکھا:
(i) سفاری سوٹ (ii) شیروانی
(iii) شلوار قمیص (iv) کوٹ پتلون

(ii)	(د)	(ii)	(ج)	(iii)	(ب)	(i)	(الف)
(iv)	(ح)	(ii)	(ز)	(i)	(و)	(iii)	(ہ)
				(ii)	(ی)	(iii)	(ط)

ڈاکٹر وحید قریشی

(1925ء تا 2009ء)

اُردو ادب میں عید الفطر

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو اسلامی تہواروں کی روح سے روشناس کروانا۔
- اُردو ادب میں عید کے موضوع پر ہونے والی شاعری سے آگاہ کرنا۔
- اسلامی تہذیب و تمدن سے واقفیت دلانا۔
- طلبہ کو ایک ہی موضوع پر مختلف طریقے سے اظہار خیال کرنے کے بارے میں بتانا۔
- طلبہ کو ڈاکٹر وحید قریشی کے اسلوب سے واقفیت دلانا۔
- طلبہ میں قوت مشاہدہ پیدا کرنا۔
- طلبہ کو مضمون اور افسانے سے آگاہ کرنا۔

مصنف کے حالاتِ زندگی

نام: ڈاکٹر وحید قریشی، **تاریخ پیدائش:** 14 فروری 1925ء، **جائے پیدائش:** میانوالی

تعلیم: ڈاکٹر وحید قریشی نے ابتدائی تعلیم بھاٹی گیٹ، لاہور میں واقع اسلامیہ ہائی سکول سے حاصل کی۔ انھوں نے 1944ء میں فارسی میں بی۔اے آنرز کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد 1946ء میں ایم۔اے فارسی کی ڈگری حاصل کی۔ بعد ازاں 1950ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم۔اے تاریخ کا امتحان پاس کیا۔ 1947ء سے لے کر 1950ء تک پنجاب یونیورسٹی لاہور میں الفریڈ پٹیالہ ریسرچ سکالر کی حیثیت سے کام

کرتے رہے۔ 1952ء میں انھوں نے فارسی انشا پردازی پر ایک مقالہ لکھا اور پی ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

ڈاکٹر وحید قریشی 1963ء میں بحیثیت لیکچرار اورینٹل کالج تعینات ہوئے۔ 1980ء میں وہ پرنسپل کے عہدے پر فائز ہو گئے۔ 1983ء میں مقتدرہ قومی زبان کے چیئرمین مقرر ہوئے۔ وہ چار سال تک اس عہدے پر کام کرتے رہے۔ اس کے بعد 1987ء میں اقبال اکیڈمی کے سربراہ بنائے گئے۔

تصانیف: ڈاکٹر وحید قریشی کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں "پاکستان کی نظریاتی بنیادیں"، "جدیدیت کی تلاش میں"، "کلاسیکی ادب کا تحقیقی مطالعہ"، "میر حسن اور ان کا زمانہ"، "مطالعۂ حالی"، "اساسیاتِ اقبال"، "نذرِ غالب"، "اُردو نثر کے میلانات" اور "شبلی کی حیاتِ معاشقہ" شامل ہیں۔

ڈاکٹر وحید قریشی کی ادبی خدمات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے حکومت پاکستان نے انھیں 1993ء میں صدارتی تمغہ برائے حسنِ کارکردگی عطا کیا۔ 2003ء میں انھیں "اقبال ایوارڈ" سے بھی نوازا گیا۔

وفات: ڈاکٹر وحید قریشی نے 17 اکتوبر 2009ء کو لاہور میں وفات پائی۔ انھیں لاہور ہی میں دفن کیا گیا۔

مرکزی خیال

عید مسلمانوں کا مذہبی تہوار ہے۔ پہلے پہل اُردو غزل میں عید کے حوالے سے صرف محبوب سے روزِ عید کی ملاقاتوں کو ہی شاعری کا حصہ بنایا جاتا تھا مگر 1857ء کے بعد اس میں بڑی وسعت آئی اور عید کا موضوع مختلف طریقوں سے بیان ہونے لگا جس میں مسلمانوں کی تہذیبی اور فکری زندگی بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ ہلالِ عید کو مختلف

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

کے عروج و زوال کی علامت کے طور پر بھی قبول کرنے کا رجحان پیدا ہوا۔ جن شعرا نے عید کے بارے میں لکھا، ان کا تعلق ہمارے داخلی رویوں کے ساتھ بہت گہرا ہے۔

اہم نکات

- اردو شاعری میں عید کا مقام
- عید پر شاعری کے موضوع
- عید کی شاعری کے مختلف عنوان
- خواجہ حسن نظامی کے نوحے
- حالی کی نظم "تہنیت عید الفطر"
- اقبال کی عید سے متعلق شاعری
- موضوعاتی شاعری کے بنیادی رخ
- عید الفطر اور مسلم کلچر

خلاصہ

اردو کی غزلیہ شاعری محبوب سے روز عید کی ملاقات تک ہی محدود تھی مگر 1857ء کے بعد اس میں وسعت پیدا ہوئی اور اسے ملی احساسات کی ترجمانی کا وسیلہ بھی بنایا گیا۔

شعرا اور ادبا نے جب تخلیقی جوہر کے حوالے سے ان افکار کو پیش کیا تو یہ موضوع کئی جہتوں میں پھیل گیا۔ اسے مسلمانوں کی تہذیبی اور فکری زندگی کے وسیع تر جغرافیے سے ملا دیا گیا۔ عید کے موضوع پر مختلف نظمیں لکھی گئیں۔ ایسی نظمیں جن میں عید الفطر جیسی متوسط اور غریب طبقے کے مسائل و حالات سے منسلک نظر آتی ہے۔ خواجہ حسن نظامی نے دلی کی بربادی کے بعد شہزادوں اور شہزادیوں کی کس مپرسی میں عید بسر کرنے کا جو ذکر کیا ہے وہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس روایت کا آغاز سرسید احمد خاں سے ہوتا ہے۔ حسن نظامی کے موضوعات میں عزمِ رفتہ کی یاد عید کو علامتی حوالہ عطا کرتی ہے۔ حالی کی نظم "تہنیت عید الفطر" خوشی کے جذبے کے ساتھ ساتھ مذہبی اقدار سے بھی ہم آہنگ ہے۔ اقبال کے ہاں عید کا چاند صرف خوشی ہی نہیں کرتا بلکہ ہماری ہنسی بھی

www.downloadclassnotes.com

اڑاتا ہے۔ مجموعی طور پر عید الفطر سے متعلق جو موضوعات ہماری شاعری کے بنیادی رُخ کو ظاہر کرتے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

عید کے چاند کے مناظر داخلی مسرت اور خارجی حالات اور ہلالِ عید کو ملت کے عروج و زوال کی علامت کے طور پر قبول کرنا۔ اس رجحان نے تخلیقی سطح پر ایک نئی سمت کی طرف اشارہ کیا۔ مسلمانوں کے نزدیک تہوار منانے کا مقصد محض اچھل کود نہیں بلکہ اس خوشی کا رشتہ ہماری اقدار میں بہت دور تک جاتا ہے۔ اُردو شعرا کی تخلیقات کا تعلق ہمارے داخلی رویوں کے ساتھ بہت گہرا ہے۔ عید کی شاعری ہماری شعری روایات کا ایک اہم اور ناقابلِ فراموش حصہ ہے۔

مضمون پر تبصرہ

ڈاکٹر وحید قریشی نے عید الفطر کے موضوع پر کی جانے والی شاعری کے حوالے سے بحث کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اُردو شاعری میں پہلے پہل جب عید الفطر کے موضوع پر شاعری کی جاتی تھی تو اس شاعری میں صرف عید کے دن محبوب سے ملاقات یا محبوب سے ہجر و وصال کی باتیں کی جاتی تھیں مگر 1857ء کے بعد اس میں ایک واضح تبدیلی آئی اور اس موضوع کو مسلمانوں کی ملت کے عروج و زوال سے منسلک کر دیا گیا۔ اس طرح یہ شاعری کئی جہتوں میں پھیل گئی۔

مشکل الفاظ کے معانی

معانی	الفاظ	معانی	الفاظ
پہلی رات کا چاند	ہلال	مسلمانوں کا مذہبی تہوار، بار بار آنے والی خوشی	عید
بھنویں	ابرو	تعلق رکھنے والے	متعلقات
نمایاں	اجاگر	کشادگی	وسعت

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

حدود	حد کی جمع، باڑ	ملی احساسات	قوم سے متعلق احساس
ترجمانی	ایک کی بات دوسرے تک پہنچانا	وسیلہ	ذریعہ
خد و خال	وضع قطع، نقش و نگار	اقدار	قدر کی جمع، اہمیت
روایات	روایت کی جمع	پاس داری	خیال رکھنا، حمایت کرنا
کثرت	زیادتی، زیادہ ہونا	سبب	وجہ
[illegible] جوہر	نئی چیز بنانے یا لکھنے کی صلاحیت	فراہم کرنا	مہیا کرنا
جہت	سمت	محض	صرف
جغرافیہ	[illegible] زمین کے [illegible]	باریکیاں	چھوٹی چھوٹی باتیں، جزئیات
درون خانہ	گھر کا اندرونی حصہ	محدود	ایک خاص حد میں رہنا
وسیع	کھلا، کشادہ	سہاگن	بیاہی عورت جس کا شوہر زندہ ہو
متوسط طبقہ	درمیانہ طبقہ	[illegible]	ملا ہوا، جڑا ہوا
تمدن	تہذیب، رہن سہن	طفیل	وجہ سے، ذریعہ
ہیجان	جوش	اکائی	[illegible]، پہلی
نوحہ	ایسی تحریر جس میں افسوس اور رنج و غم کا ذکر ہو	محروم	چھن [illegible]
کس مپرسی	غربت	آغاز	ابتدا
خامی	کوتاہی	عظمت رفتہ	گزری ہوئی شان و شوکت

www.downloadclassnotes.com

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

علامت	نشان	امور	امر کی جمع، کام
وابستگی	تعلق، واسطہ	عیدگاہِ ما غریباں کوئے تو	ہم غریبوں کی عیدگاہ تو آپ کا کوچہ ہے
اثرات	اثر کی جمع، نشانیاں	تہنیت	مبارک بادی
عکاسی	تصویر کشی کرنا	ہم آہنگ	ساتھ ملانا
مہ	چاند	صیام	صوم کی جمع، روزہ
رویہ	برتاؤ	خامہ فرسائی	قلم سے لکھنا
یادِ طفلی	بچے کی یاد	منظر کشی	منظر کھینچنا، سماں باندھنا
رجحان	طبیعت	مائل	آمادہ، تیار
بے حجاب	بغیر پردے کے	خورشید	سورج
غزال	ہرن	لذت افزا	مزے کو زیادہ کرنا
خارجی	باہر کے، بیرونی	داخلی	اندرونی
عزائم	ارادے	عروج	بلندی
زوال	پستی	اساس	بنیاد
نوبت	نقارہ	باہم	ایک دوسرے سے ملے ہوئے، پیوست
گردوں	آسمان	راحتِ نظر	دیکھنے کی خوشی
امت	پیروکار، ماننے والے	شاد	خوش
بامراد	کامیاب	تفرقہ	جھگڑا
تصور	خیال	تہوار	سالانہ جشن
کلچر	تہذیب	منحصر	انحصار ہونا

پیرا گراف کی تشریح

پیرا گراف 1: عید الفطر پر نظموں کی کثرت ـــــــــ جغرافیے سے ملا دیا گیا۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: اُردو ادب میں عید الفطر

(ب) مصنف کا نام: ڈاکٹر وحید قریشی

حل لغت

کثرت: زیادتی، تعداد میں زیادہ ہونا۔ جب: جب۔ شعرا: شاعر کی جمع۔ ادبا: ادیب کی جمع۔ تخلیقی جوہر: نئی چیز بنانے یا لکھنے کی صلاحیت۔ فراہم کرنا: مہیا کرنا۔ جہت: سمت۔ کلچر: صرف۔ تہذیب۔ رہن سہن

سیاق و سباق

جب برصغیر میں اُردو شاعری کا ارتقا ہوا تو عید کے موضوع کو بھی احاطہ شاعری میں لایا گیا مگر اس ابتدائی دور میں یہ شاعری محض عید کے چاند، ہلال و ابرو، محبوب سے روزِ عید کی ملاقاتیں اور اس کے متعلقات تک ہی محدود رہی لیکن 1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد جہاں دوسری چیزوں پر عروج آیا وہاں اردو شاعری میں بھی بڑی وسعت پیدا ہوئی اور اُردو شاعری کو ملی احساسات کی ترجمانی کا وسیلہ بھی بنایا گیا۔ اس طرح گلدستۂ عید میں موضوعات محض عیدگاہ میں ملاقات اور درونِ خانہ عید ملن تک ہی محدود نہیں رہے بلکہ اُردو شعرا نے انھیں جذبات کے وسیع تر رقبوں میں لا دکھایا۔

تشریح

پہلے پہل عید الفطر پر لکھی گئی نظموں کی تعداد بہت کم تھی کیوں کہ اس موضوع پر لکھنے کے لیے مواد بہت کم تھا۔ شعرا کرام صرف عید، عید کا چاند اور روزِ عید محبوب سے ملاقات تک کے موضوع پر لکھنے کے لیے اپنے آپ کو محدود کیے ہوئے تھے۔ 1857ء

www.downloadclassnotes.com

کے بعد اُردو شاعری کو ملی احساسات کی ترجمانی کا وسیلہ بھی بنایا گیا تو عید الفطر کا موضوع بھی کافی پھیل گیا۔ عید الفطر پر لکھی جانے والی نظموں کے زیادہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مختلف شعرا اور ادبا نے جب کوئی نئی چیز بنانے یا لکھنے کے حوالے سے اپنے احساسات اور افکار کو پیش کرنے کا سامان مہیا کیا تو عید الفطر کا موضوع بہت سی سمتوں میں پھیل گیا۔ ان شعرا کرام نے عید کو محض خوشی منانے کے لیے یا عید کے چاند کو سال میں ایک بار جھلک دکھلا کر غائب ہونے کے حوالے سے دیکھنے کی بجائے اسے مسلمانوں کے رہن سہن اور مسلمانوں کی فکری زندگی کے کشادہ تر جغرافیے سے ملا دیا۔ اس طرح عید الفطر پر کی جانے والی شاعری میں بہت سے نئے موضوعات بھی شامل ہو گئے۔

تبصرہ

ڈاکٹر وحید قریشی نے بڑے مختصر اور جامع انداز میں اردو ادب میں عید الفطر کے موضوع پر ہونے والی شاعری پر بحث کی ہے۔ 1857ء کے بعد اس موضوع پر شاعری میں بڑی وسعت آئی۔ اس بات کو ڈاکٹر وحید قریشی نے بڑے دلچسپ پیرائے میں بیان کیا ہے۔ ان کا انداز بیان بڑا دلکش ہے۔ انھیں موضوع پر پوری گرفت حاصل ہے۔ وہ بڑے ناپ تول سے الفاظ کا انتخاب کرتے ہیں۔ قاری ان کی تحریر سے لطف اٹھاتا ہے۔

حل مشقی سوالات

-1 درج ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) عید الفطر کا ہماری تہذیبی اور دینی زندگی سے کیا تعلق ہے؟

جواب: عید الفطر کا مسلمانوں کی تہذیبی اور دینی زندگی سے بڑا گہرا تعلق [illegible] مطلب ہے بار بار آنے والی خوشی۔ مسلمانوں کا یہ تہوار اُن کی ایک تہذیبی اکائی بن کر معاشرتی زندگی میں بہت دور تک جاتا ہے۔ عید کو محض خوشی یا عید کے چاند کو محض سال میں ایک بار جھلک دکھلا کر غائب ہو جانے کے حوالے

سے دیکھنے کی بجائے اسے مسلمانوں کی تہذیبی اور فکری زندگی کے وسیع تر جغرافیے سے ملا دیا گیا ہے۔

(ب) عیدالفطر پر نظموں میں، شعرا نے کیا باریکیاں پیدا کی ہیں؟

جواب: شعرا حضرات نے عید کے موضوع میں نئی نئی باریکیاں پیدا کر کے اسے ادبی خوشی کے ملے جلے جذبات تک لے گئے ہیں۔

(ج) اس سبق کی روشنی میں اُردو شعرا نے عیدالفطر کے جن متعدد پہلوؤں پر اظہار خیال کیا ہے، ان میں سے کوئی سے تین پہلوؤں / موضوعات کے نام لکھیے۔

جواب: اُردو شعرا نے عیدالفطر کے حوالے سے درج ذیل پہلوؤں پر اظہار خیال کیا ہے۔

(i) عید کے چاند کو مناظر کے حوالے سے بیان کرنے کا رجحان
(ii) عید کو داخلی مسرت اور خارجی حالات سے منسلک کرنے کا رویہ
(iii) ہلال عید کو ملی عزائم کی علامت، ملت کے عروج و زوال کی علامت اور تہذیبی و تمدنی زندگی کی اساس کے طور پر قبول کرنے کا رجحان

(د) عیدالفطر کے موقع پر شہزادوں اور شہزادیوں کا ذکر کرتے ہوئے خواجہ حسن نظامی نے کیا نکتہ اجاگر کیا ہے؟

جواب: خواجہ حسن نظامی نے عیدالفطر کے موقع پر شہزادوں اور شہزادیوں کا ذکر کرتے ہوئے دینی جذبے کی شدت اور مذہبی امور سے گہری وابستگی کو ظاہر کیا ہے۔

-2 اردو شعرا نے ہر دور میں عیدالفطر کو موضوعِ سخن کیوں بنایا؟

جواب: اُردو شعرا نے اپنی شاعری میں زیادہ تر رُخِ محبوب کا تذکرہ کیا ہے اور عیدالفطر کے حوالے سے، عید، عید کا چاند، ہلال و ابرو، محبوب سے [illegible] ملاقاتیں، ان کی شاعری کا موضوع بنتی رہی ہیں۔ جیسے جیسے اُردو شاعری [illegible] آتی گئی اور غزلوں کی بجائے نظموں کی طرف توجہ تیز ہو گئی تو عید کے موضوع [illegible] بھی اشاراتی اور علامتی امکانات زیادہ اجاگر ہوئے۔ اس طرح عید [illegible] کثرت سے لکھی گئی نظموں میں عید سے متعلق موضوعات پیش کیے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو شعرا نے ہر دور میں عیدالفطر کو موضوعِ سخن بنایا ہے۔

-3 کون سی چیز اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو عید کے چاند کی تصویر کشی پر مجبور کرتی ہے؟

جواب: علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ بھی عید کے موضوع پر نظمیں لکھی ہیں۔ یا شفق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

www.d... .com

عید کے چاند کی تصویر کشی پر مجبور کرتی ہے اور وہ منظر کشی والے رجحان کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

4- "مہِ صیام گیا اور روزِ عید آیا" یہ اردو کے کس معروف شاعر کا مصرع ہے؟

جواب: درج بالا مصرع مولانا الطاف حسین حالی کا ہے۔

5- عید کی شاعری کا ہماری شعری روایات سے کیا تعلق ہے؟

جواب: عید کی شاعری ہماری شعری روایات کا اہم اور ناقابلِ فراموش حصہ ہے۔

6- سبق کے متن کو مدِنظر رکھ کر درست یا غلط پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) ۱۸۵۷ء جنگ آزادی کے بعد اردو شاعری میں وسعت پیدا ہوئی۔ درست/غلط

(ب) خواجہ حسن نظامی نے دلی کی بربادی کے مرثیے لکھے ہیں۔ درست/غلط

(ج) عیدالفطر کے متعلق موضوعات ہماری شاعری کا اصل رخ ظاہر کرتے ہیں۔ درست/غلط

(د) سبق میں چار شعرا کے اشعار درج ہیں۔ درست/غلط

(ہ) عیدالفطر کا تصور ہماری اقدار میں شامل ہے۔ درست/غلط

(الف)	درست	(ب)	غلط	(ج)	غلط	(د)	غلط	(ہ)	درست

7- درست جواب کی نشان دہی (✓) سے کیجیے:

(الف) یہ مصرع کس شاعر کا ہے؟ "ہلالِ عید کی گردوں پہ آمد آمد ہے"

(i) اقبال رحمۃ اللہ علیہ (ii) حفیظ جالندھری

(iii) عبدالمجید سالک (iv) حالی

(ب) حسن نظامی نے دلّی کے جو نوحے لکھے ان میں کون سی چیز نمایاں ہے؟

(i) عظمتِ رفتہ (ii) احساسِ شادمانی

(iii) عبرت انگیزی (iv) لطف و مسرت

(ج) عیدالفطر کے موقع پر مسلم معاشرے کے کس طبقے کو سب سے زیادہ مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟

(i) اُمرا (ii) غُربا

(iii) متوسط (iv) سفید پوش

(د) شاعر نے "لذت افزائے شورِ طفلی" میں کس کی طرف اشارہ کیا ہے؟

(i) بادل (ii) ستارے

(iii) عید الفطر کا چاند (iv) نمازِ عید الفطر

(ہ) 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد شعرا متوجہ ہوگئے:

(i) غزلوں کی طرف (ii) نظموں کی طرف

(iii) مرثیے کی طرف (iv) شہر آشوب کی طرف

جواب:

(iii)	(د)	(ii)	(ج)	(iii)	(ب)	(iii)	(الف)
						(ii)	(ہ)

8- **مصنف نے عید کا تعلق تہوار کے علاوہ کس سے جوڑا ہے؟ دو تین سطروں میں جواب لکھیں۔**

جواب: مصنف کا کہنا ہے کہ عید کا تصور مسلمانوں کے ہاں محض تہوار منانے اور اچھل کود کو گھر بنانے پر منحصر نہیں بلکہ اس خوشی کا رشتہ ہماری اقدار میں بہت دور تک جاتا ہے، جس سے عید کے بارے میں اردو شعرا کی تخلیقات کو ایک سمت ہی نہیں ملتی بلکہ ان کا تعلق ہمارے داخلی رویوں کے ساتھ اتنا گہرا ہے کہ ہماری شعری روایات میں یہ عمل صرف یک طرفہ مناظر کشی تک جا کر ختم نہیں ہوتا بلکہ عید کی شاعری ہماری شعری روایات کا ایک اہم اور ناقابلِ فراموش حصہ ہے۔

<u>مضمون</u>

کسی مقررہ موضوع پر اپنے خیالات، جذبات، احساسات یا تاثرات کا نثر میں تحریری اظہار مضمون کہلاتا ہے۔ اس میں موضوع کی کوئی قید نہیں، اس لیے ہر قسم کے موضوعات پر بے شمار مضامین لکھے جاتے ہیں۔ مضمون نویسی میں پہلے موضوع کا تعارف کرایا جاتا ہے۔ پھر دلائل دے کر بحث کی جاتی ہے اور اہم باتیں علمی پیرائے میں تحریر کی جاتی ہیں اور آخر میں مختصراً نتیجہ پیش کیا جاتا ہے۔ توازن، تناسب اور نظم و ضبط اس کے اہم تقاضے ہیں۔

www. .com

مضمون لکھنے کے اصول

گلدستہ معنی کو نئے ڈھنگ سے باندھوں
اک پھول کا مضموں ہو تو سو رنگ سے باندھوں

(میر انیس)

مضمون نویسی ایک فن ہے۔ جس میں مشق کے ذریعے سے مہارت حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس کے لیے وسیع مطالعہ اور گرد و پیش کے حالات و واقعات کے مشاہدے اور گہرے غور و فکر کی ضرورت ہے۔ پھر اپنے مشاہدات و تاثرات اور معلومات کو مناسب اور موزوں پیرائے میں بیان کرنے کی صلاحیت بھی درکار ہوتی ہے۔ مولانا الطاف حسین حالؔی لکھتے ہیں کہ "اردو بلکہ ہر زبان میں سب سے مشکل اور اہم بات یہ ہے کہ ایک موزوں بات کس طرح موزوں الفاظ میں بیان کر دی جائے۔"

مختصر الفاظ میں یوں کہنا چاہیے کہ مضمون نگاری میں مندرجہ ذیل عناصر بنیادی حیثیت رکھتے ہیں:

1 مضمون نگاری میں خیالات کو اولیت حاصل ہے۔ جب تک ایک موضوع کے متعلق آپ کے پاس خاطر خواہ مواد اور معلومات نہ ہوں آپ اس موضوع پر چند سطریں بھی نہیں لکھ سکتے۔ اس لیے جہاں تک ہو سکے اخبارات، رسائل اور کتب کے مطالعے سے اپنے خیالات و معلومات میں وسعت پیدا کرنی چاہیے۔ اس مقصد کے لیے نصاب کے علاوہ دیگر دینی، تاریخی، علمی و ادبی اور معلوماتی کتب کے مطالعے کی عادت ڈالنی چاہیے۔

2 الفاظ خیالات کو دوسروں تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔ اگر ہمارے ذہن میں خیالات کا وافر ذخیرہ موجود ہو، ہماری معلومات بھی کافی وسیع ہوں لیکن ان کو بیان کرنے کے لیے ہمارے پاس موزوں الفاظ کا ذخیرہ نہ ہو تو ہم دوسروں کو اپنی تحریر و تقریر سے متاثر نہیں کر سکتے جس طرح اچھے لباس سے انسان کی شخصیت باوقار اور پرکشش بنتی ہے، اسی طرح اگر خیالات کو مناسب اور موزوں الفاظ کا جامہ پہنا کر دوسروں کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ ان کے دلوں میں

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

اتر جائیں گے۔ اس سلسلے میں طلبہ کو چاہیے کہ وہ اردو کے بلند پایہ اہل قلم کے ادبی شہ پاروں کا مطالعہ کریں۔

3 مضمون نگاری میں خیالات و الفاظ کے بعد زبان و بیان کی صحت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ہماری تحریر روز مرہ محاورہ اور گرامر کی اغلاط سے یکسر پاک ہونی چاہیے۔ کیونکہ زبان کی اغلاط سے مضمون کا حسن بیان غارت ہو کر رہ جاتا ہے۔ لہٰذا صحت املا کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

وہ دماغ جس میں خیالات و معلومات کا ذخیرہ تو موجود ہو لیکن ان خیالات و معلومات میں کوئی نظم اور ترتیب نہ ہو، اس کی حیثیت ایک کباڑیے کی دکان سی ہے۔ جس میں بہت سی چیزیں بغیر کسی سلیقہ اور ترتیب کے بکھری پڑی ہوئی ہوں۔ یہی حال اس مضمون کا ہے جس میں لکھنے والے نے اپنے خیالات پیش کرتے ہوئے کسی ترتیب اور تسلسل کا اہتمام نہ کیا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی موضوع پر منتشر اور غیر مربوط خیالات کو صحت زبان کا لحاظ رکھتے ہوئے عمدہ ترتیب اور سلیقے سے پیش کرنے کا نام ہی مضمون نویسی ہے۔

عام ہدایات

1 مضمون لکھنے سے پہلے دیے ہوئے موضوع کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد ہر قسم کے ضروری خیالات کو ایک خاص ترتیب سے ذہن میں جمع کر لیں اور پھر اسی ذہنی ترتیب کے مطابق اطمینان سے مضمون لکھنا شروع کر دیں۔

2 کمرۂ امتحان میں جب پرچہ آپ کے سامنے آئے تو جو مضمون لکھنا ہے اس کا پہلے فیصلہ کر لیں۔ بے شک اسے لکھیں بعد میں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ کو اس کے مواد کے بارے میں سوچنے کا موقع مل جائے گا۔ کیونکہ انسان کا دماغ مسلسل سوچ بچار اور غور و فکر کا مرکز بنا رہتا ہے۔

3 مضمون کی ترتیب کا خاص خیال رکھیں۔ آگے کی بات پیچھے اور پیچھے کی بات آگے لکھ دینے سے مضمون بے ربط ہو جاتا ہے۔

www.downloadclassnotes.com

4 مضمون کو مناسب پیروں میں تقسیم کریں۔ ایک بات ایک پیرے میں اور دوسری بات کے لیے دوسرا پیرا ہونا چاہیے۔

5 اپنا مطلب چھوٹے چھوٹے اور سادہ جملوں میں ادا کریں۔ کیونکہ لمبے لمبے جملے لکھنے سے بات الجھ جاتی ہے اور پڑھنے والا بھی اکتا جاتا ہے۔

6 اپنے مضمون میں کوئی غلط واقعہ یا غلط بات ہرگز نہ لکھیں۔ ہمیشہ صحیح باتوں کو سادہ اور آسان زبان میں تحریر کریں۔

7 اپنے مضمون میں ایک بات کو بار بار نہ دہرائیں۔ ایک ہی قسم کے خیالات و الفاظ سے مضمون بدمزہ اور پھیکا ہو جاتا ہے۔

8 جو کچھ لکھیں سوچ سمجھ کر لکھیں تاکہ مضمون میں زیادہ کاٹ چھانٹ کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ اگر کوئی لفظ یا جملہ مجبوراً کاٹنا پڑے تو اس پر ایک لکیر کھینچ دیں۔

9 مضمون میں موقع محل کے مطابق قرآن مجید کی آیات، احادیث، (یا ان کا ترجمہ) اقوال و اشعار استعمال کریں جو حوالہ دینا ہو اسے الگ اور نمایاں کر کے لکھیں۔

10 جہاں تک ممکن ہو اپنے مضمون کو نہایت صاف اور خوشخط لکھیں کیونکہ خوشخطی اور صفائی سے مضمون کی خوبی بڑھ جاتی ہے۔

11 مضمون ختم کر لینے کے بعد اسے ایک بار پڑھنے کے لیے ضرور وقت نکالیں تاکہ املا اور زبان کی چھوٹی موٹی غلطیوں کی اصلاح ہو سکے۔

افسانہ

یہ اُس فرضی کہانی کو کہتے ہیں جو مختصر، دلچسپ اور واقعاتی لحاظ سے زندگی کے کسی پہلو پر روشنی ڈالے۔ اس کے کردار فرضی ہوتے ہیں لیکن اصلی نظر آتے ہیں۔ اس کی طوالت اتنی ہوتی ہے کہ ایک نشست میں پڑھا جا سکتا ہے۔ وحدت تاثرات اس کی بڑی خوبی ہوتی ہے۔

افسانہ نگاری

زندگی ایک کہانی ہے جو واقعات کے ٹکڑوں کی صورت میں پوری زندگی میں

نکھری ہوتی ہے۔ ایک ناول نگار اپنے ناول میں پوری زندگی کا احاطہ کرتا ہے جب کہ ایک افسانہ نگار زندگی کے کسی ایک واقعہ یا چند واقعات کو مربوط کر کے انھیں ایک ایسی نئی صورت میں مرتب کرتا ہے جو زندگی کے عام تجربات سے مختلف ہوتی ہے۔

افسانہ جدید دور کی پیداوار ہے آج کے تیز رفتار دور میں کسی کے پاس اتنا وقت نہیں کہ وہ ضخیم کتب کا مطالعہ کر سکے اس لیے اپنی علمی اور مطالعاتی پیاس بجھانے کے لیے افسانے کا سہارا لیتے ہیں۔ افسانے میں بنیادی اہمیت وحدت تاثر کو حاصل ہے۔ ایک تاثر خواہ کسی کا ہو اپنے اوپر مسلط کر کے اس انداز میں بیان کرنا کہ پڑھنے والے پر بھی وہی اثر مرتب ہو عمدہ افسانے کی پہچان ہے مگر شرط یہ ہے کہ زندگی کو "جیسے کا تیسا" پیش کیا جائے۔

ایک بہترین افسانہ مندرجہ ذیل خصوصیات پر مشتمل ہوتا ہے

-1	اختصار	-2	کردار نگاری	-3	مکالمہ نگاری
-4	منظر نگاری	-5	وحدت تاثر	-6	پلاٹ
-7	حقیقت نگاری	-8	انداز بیان	-9	قوت مشاہدہ
-10	زبان و بیان	-11	زمان و مکاں	-12	مقصدیت

افسانے کی درج ذیل اقسام ہیں

-1	معاشرتی افسانہ	-2	واقعاتی افسانہ	-3	نفسیاتی افسانہ
-4	کرداری افسانہ	-5	نظریاتی افسانہ	-6	اصلاحی افسانہ
-7	رومانی افسانہ	-8	علامتی افسانہ	-9	سائنسی افسانہ
-10	جاسوسی افسانہ				

سرگرمیاں

-1 اخبارات اور انٹرنیٹ کی مدد سے عیدالفطر سے متعلق مختلف تصاویر جمع کر

www.downloadclassnotes.com

کے، انھیں ایک چارٹ پر لگائیں۔

جواب: عملی کام طلبہ خود کریں۔

-2 عید الفطر کے دن کی مصروفیات کی تفصیلی رُوداد لکھ کر، استاد صاحب کو دکھائیں۔

جواب: عید الفطر ہمارا مذہبی تہوار ہے۔ یہ ہر سال یکم شوال کو منائی جاتی ہے۔ مسلمان رمضان کے مہینے میں روزے رکھتے ہیں۔ روزے پورے ہونے کی خوشی میں عیدالفطر منائی جاتی ہے۔

امسال یکم شوال 23 اگست کو تھا۔ میں صبح چار بجے بیدار ہوا۔ نہا دھو کر فجر کی نماز پڑھی۔ امی جان بھی بیدار ہو چکی تھیں انھوں نے نماز پڑھ کر سب کے لیے سویاں بنائیں۔ میں نے عید کے لیے سلائے گئے نئے کپڑے پہنے، نیا جوتا پہنا اور خوشبو لگائی۔ پھر میں، میرا چھوٹا بھائی اور اباجان عید کی نماز پڑھنے عیدگاہ کی طرف چل دیے۔ ہم تینوں باپ بیٹا اونچی آواز میں تکبیر پڑھتے جا رہے تھے۔ عیدگاہ پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔ جدھر نظر دوڑاؤ سر ہی سر نظر آ رہے تھے۔ نماز پڑھنے کے بعد ہم نے آپس میں ایک دوسرے کو عید کی مبارک باد دی۔ پھر جو بھی ملا اسے گلے لگا کر عید کی مبارک باد دی۔ عیدگاہ سے نکل کر ہم قبرستان چلے گئے۔ وہاں میرے دادا جان سپردِ خاک ہیں۔ ان کی قبر پر فاتحہ خوانی کی اور گھر آ گئے۔ گھر میں داخل ہوتے ہی ہم نے امی جان کو سلام کیا اور عید کی مبارک باد دی۔ امی جان نے ہمیں دعا دی۔ اباجان نے ہم دونوں بھائیوں کو پانچ پانچ سو روپے عیدی دی۔ میں اپنے دوستوں سے ملنے چلا گیا۔ عامر اور شہزاد کو ساتھ لے کر ہم عتیق کے گھر گئے۔ ہم نے عتیق کے اباجان کو سلام کیا۔ انھوں نے ہمیں عیدی دی۔ ہم چاروں دوست عیدگاہ سے ملحق میدان کی طرف چلے گئے جہاں عید میلا لگا ہوا تھا۔ ہم دو تین گھنٹے میلے میں گھومتے رہے۔ ہم نے آئس کریم اور

www.a

فروٹ چاٹ کھائی۔ میں نے چھوٹے بھائی کے لیے ایک لٹو لیا جس کو چلانے سے اس میں سے رنگ برنگی روشنیاں نکلتی تھیں۔ دوپہر تک ہم گھر واپس آ گئے۔ امی جان نے دوپہر کا کھانا تیار کر لیا تھا۔ کھانا کھا کر میں کچھ دیر آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا۔ شام کو ہم سب گھر والے چچا جان سے ملنے ان کے گھر چلے گئے۔ میں نے چچا جان سے بھی عیدی وصول کی۔ رات کا کھانا چچی جان نے تیار کیا تھا۔ انھوں نے بہت مزے دار کھانا تیار کیا تھا۔ میں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ رات گئے ہم اپنے گھر واپس آ گئے۔ میں نے اس دن خوب لطف اٹھایا۔

<u>اساتذہ کرام کے لیے</u>

1- طلبہ پر واضح کریں کہ اسلامی تہذیب میں عید الفطر کی اہمیت کیا ہے؟

جواب: عید کے معنی خوشی و مسرت یا جشن کے ہیں یا خوشی کا وہ دن جو بار بار لوٹ کر آئے۔ عید الفطر مسلمانوں کا مذہبی تہوار ہے جو ہر سال نہایت عقیدت اور احترام سے منایا جاتا ہے۔ یہ تہوار اسلامی اقدار و روایات کی عکاسی کرتا ہے۔ اس تہوار سے جائز حدود کے اندر رہتے ہوئے خوشی و مسرت، سیر و تفریح اور شان و شوکت کا اظہار ہوتا ہے۔ ان تہواروں میں ناجائز اور لغو باتوں سے مکمل طور پر اجتناب کیا جاتا ہے۔ دوسری قومیں اپنے تہوار مناتے ہوئے اخلاقی قدروں کا لحاظ نہیں رکھتیں لیکن ملت اسلامیہ اپنی مخصوص روایات و اقدار کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنے تہوار ایک انفرادی شان سے مناتی ہے۔

عید الفطر کا تہوار پورے عالم اسلام میں نہایت تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ اس روز تمام مسلمان خواہ انھوں نے روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں بے پناہ خوشی و مسرت کا سامان کرتے ہیں لیکن درحقیقت وہی لوگ عید کی خوشیاں منانے کے زیادہ مستحق ہیں جنھوں نے رمضان المبارک کے روزے رکھے ہوں۔ بہر حال عید الفطر ایک ایسا مذہبی تہوار ہے جس سے ہماری ثقافت

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

اور ہماری دینی زندگی نمایاں ہوتی ہے۔

-2 طلبہ کو سمجھائیں کہ عید الفطر کے موقع پر فضول خرچی، بے جا نمود و نمائش اور دیگر غیر اسلامی طور طریقے، دینی تقاضوں کے خلاف ہیں۔

جواب: اسلام ایک دینِ فطرت ہے۔ اس میں ہر کام اعتدال سے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے سالانہ تہوار رکھے ہیں۔ ان کے منانے کا طریقہ بھی بتا دیا گیا ہے۔ دوسری قوموں میں بھی تہوار منانے کا رجحان پایا جاتا ہے لیکن اسلامی تہوار منانے کا طریقہ بہت اچھا ہے۔ اس میں بے جا نمود و نمائش نہیں کی جاتی۔ دوسروں کے حقوق کا خیال رکھا جاتا ہے۔ ایک سچا مسلمان نہیں چاہتا کہ وہ کسی دوسرے کی دل آزاری کرے۔ اگر کوئی امیر شخص اپنی امارت کے اظہار کے لیے بڑھ چڑھ کر خرچ کرے اور اس سے اس کا مقصد یہ ہو کہ اس کا غریب ہمسایہ مرعوب ہو تو یہ اس کے لیے بڑے گناہ کی بات ہے۔ کچھ لوگ خواہ مخواہ فضول خرچی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فضول خرچ کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے۔ ہماری زندگی کو سادگی کا نمونہ ہونا چاہیے کیوں کہ سادگی ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو بہت پسند تھی۔ آپ ﷺ خود بھی سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور آپ ﷺ نے اپنی اُمت کو بھی اس بات کی تاکید کی کہ سادہ اور صاف ستھری زندگی بسر کریں۔

-3 طلبہ کو ڈاکٹر وحید قریشی کے علمی و ادبی مقام و مرتبے سے آگاہ کیا جائے۔

جواب: دیکھیے حالاتِ زندگی

اہم معروضی سوالات

متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) اُردو شاعری کی حدود میں وسعت پیدا ہوئی:

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

(i) 1857ء کے بعد (ii) 1890ء کے بعد

(iii) 1947ء کے بعد (iv) 1965ء کے بعد

(ب) اُردو شاعری کو وسیلہ بنایا گیا:

(i) مذہبی احساسات کی ترجمانی کا (ii) لسانی احساسات کی ترجمانی کا

(iii) ملی احساسات کی ترجمانی کا (iv) معاشرتی احساسات کی ترجمانی کا

(ج) خواجہ حسن نظامی نے نوحے لکھے:

(i) لکھنؤ کی بربادی کے (ii) دلّی کی بربادی کے

(iii) آگرہ کی بربادی کے (iv) بنگال کی بربادی کے

(د) ''ہلالِ عید ہماری ہنسی اڑاتا ہے'' نظم کا عنوان ہے:

(i) مولانا الطاف حسین حالؔی کی (ii) حفیظ جالندھری کی

(iii) علامہ اقبالؒ کی (iv) عبدالمجید سالک کی

(ہ) ''تہنیت عید الفطر'' نظم ہے:

(i) حالؔی کی (ii) اقبالؒ کی

(iii) طالب الٰہ آبادی کی (iv) خواجہ حسن نظامی کی

(و) شہزادوں اور شہزادیوں کی کس مپرسی میں عید بسر کرنے کا ذکر کیا ہے:

(i) سرسید احمد خاں نے (ii) مولانا حالی نے

(iii) عبدالمجید سالک نے (iv) خواجہ حسن نظامی

(ز) علامہ اقبالؒ کو عید کے چاند کی تصویر کشی پر مجبور کرتی ہے:

(i) یادِ طفلی (ii) یادِ ایام

(iii) یادِ لندن (iv) یادِ جرمنی

www.downloadclassnotes.com

(ح) نوبتیں بجنے لگیں:

(i) مندروں میں (ii) خانقاہوں میں

(iii) مسجدوں میں (iv) مدرسوں میں

(ط) گردوں پہ آمد آمد ہے:

(i) بارش کی (ii) آندھی کی

(iii) طوفان کی (iv) ہلالِ عید کی

(ی) ہزار شکر کہ ـــــــــ ہیں شاد آج کے دن

(i) بچے (ii) بوڑھے

(iii) نوجوان (iv) مسلم

جواب

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(i)	(ب)	(iii)	(ج)	(ii)	(د)	(iii)
(ہ)	(i)	(و)	(iv)	(ز)	(i)	(ح)	(iii)
(ط)	(iv)	(ی)	(iv)				

www.down

سجاد حیدر یلدرم
(1880ء تا 1943ء)

مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ

تدریسی مقاصد

- وقت کی اہمیت کا احساس دلانا
- لوگوں کے رویوں کی نشان دہی کرنا
- دوستی کے مثبت اور منفی پہلوؤں کو سامنے لانا
- مختلف اوقات میں مختلف قسم کے رویوں کی نشان دہی کرنا
- سجاد حیدر یلدرم کے اسلوب بیان سے واقفیت دلانا
- جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ کی ترکیب نحوی کے بارے میں بتانا

مصنف کے حالات زندگی

نام: سجاد حیدر **ولدیت:** خان بہادر سید جلال الدین حیدر **جائے پیدائش:** نہٹور،
تاریخ پیدائش: 1880ء
تعلیم: ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب کی نگرانی میں حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد وہ ایم۔اے۔او کالج میں داخل کیے گئے۔ یلدرم نے انٹرمیڈیٹ کا امتحان دیا تو انگریزی اور فارسی میں الہ آباد یونیورسٹی میں اوّل آئے لیکن ریاضی میں فیل ہو گئے۔ خدا خدا کر کے ریاضی میں پاس ہوئے۔ 1901ء میں بی۔اے کا امتحان دیا اور صوبے بھر میں دوم رہے۔

یلدرم اردو افسانہ نگاری کے مشعل برداروں میں سے ہیں جنھوں نے اپنے ہم عصروں اور آنے والی نسل کو بھی اس روشنی میں نئی راہیں بجھائیں۔ یلدرم پہلے شخص ہیں

جنھوں نے دوسری زبانوں کے افسانوں کو ترجمہ کر کے اُردو ادب میں اضافہ کیا اور ترکی افسانوں کو اُردو زبان میں اس سلیقے سے منتقل کیا کہ اصل کی شان پیدا ہو گئی۔ سجاد حیدر یلدرم نے اردو ادب میں "ادبِ لطیف" کی بنیاد رکھی۔

تصانیف: یلدرم کے افسانوں اور مضامین کے دو مجموعے ہیں جن کے نام "خیالستان" اور "حکایات و احساسات" ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے طویل اور مختصر ناول بھی لکھے جو زیادہ تر دوسری زبانوں سے ترجمہ کیے ہوئے ہیں۔ "زہرا"، "مطلوب حسیناں" اور "آسیبُ الملف" ترکی زبان سے اُردو زبان میں ترجمہ کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے ترکی سے اُردو میں ایک ڈرامے کا ترجمہ بھی کیا جس کا نام "جنگ و جدل" ہے۔

وفات: سجاد حیدر یلدرم نے 11 اور 12 اپریل 1943ء کی درمیانی شب دو بجے دفعتاً حرکتِ قلب بند ہو جانے سے انتقال کیا اور انھیں لکھنؤ کے عیش باغ کے قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا۔

مرکزی خیال

مصنف دوستوں کی موجودگی کو اپنے لیے نقصان دہ خیال کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھ سے اچھا تو وہ فقیر ہے جس کا کوئی دوست نہیں ہے کیوں کہ وہ وقت بے وقت تنگ نہیں ہوتا۔ مصنف کے دوست احمد مرزا، محمد تحسین اور شاکر خاں مختلف عادتوں کے مالک ہیں اور مصنف سے ملتے وقت انھیں باتوں میں ایسا الجھاتے ہیں کہ بے چارے مصنف لکھنے پڑھنے کا کام دلجمعی سے نہیں کر سکتے۔ مصنف ان دوستوں سے عاجز آ چکے ہیں اور ملاقات سے گریز کرتے ہیں کہ یہ لوگ وقت ضائع کرتے ہیں۔

اہم نکات

- فقیر کی صدا
- مصنف کا فقیر سے اپنا موازنہ
- بے تکلف دوستوں کی آمد
- گرم جوش مصافحہ
- بچوں کی بیماری کا رونا
- مقدمہ باز دوست

- گاؤں کی فضا
- دوست کے دوستوں سے ملاقات
- بار بار بلاوا
- طبیعت کا اکتا جانا
- دل جمعی سے کام نہ کر سکنا
- دوست کو ناراض کر کے واپس آ جانا

خلاصہ

ایک دن دلّی کے چاندنی چوک میں ایک فقیر پر نظر پڑی جو لوگوں سے اپنی حالتِ زار بیان کرتا جا رہا تھا۔ مجھے اس کی تقریر نے بہت متاثر کیا جو کچھ یوں تھی۔ اے بھائی! میں آفت کا مارا سات بچوں کا باپ اور روٹیوں کو محتاج ہوں۔ ہر ایک سے اپنی مصیبت کہتا ہوں۔ میں بھیک نہیں مانگتا۔ بس میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے وطن واپس چلا جاؤں کیوں کہ میں غریب الوطن ہوں۔ میرا کوئی دوست نہیں۔ خدا کے بندو! میری سنو۔ میں غریب الوطن ہوں۔ فقیر تو یہ کہتا اور خیرات لیتا ہوا آگے بڑھ گیا لیکن میں نے اس سے اپنی حالت کا مقابلہ کیا تو کئی لحاظ سے اسے بہتر پایا۔ میں کام کرتا ہوں اور وہ مفت خوری، میں تعلیم یافتہ ہوں اور وہ جاہل۔ میں خوش لباس ہوں اور وہ پھٹے پرانے کپڑے پہنتا ہے۔ یہاں تک میں اس سے بہتر ہوں۔ اس سے آگے اس کی حالت مجھ سے اچھی ہے۔ اس کی صحت قابلِ رشک ہے اور میں رات دن فکر میں گھُلتا ہوں۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جسے وہ مصیبت کہتا ہے وہی بڑی نعمت ہے یعنی اس کا کوئی دوست نہیں۔ اس بات پر اسے مبارک باد دینا چاہیے۔ وہ اپنی مرضی سے رات کو آرام کر سکتا ہے مگر میں نہیں۔ وہ دن دہاڑے اپنا روپیا لے جا سکتا ہے اور کوئی اس سے قرض نہیں مانگے گا۔ کوئی اس کو لطیفے سنا کر اس کا وقت ضائع نہیں کرے گا۔ اسے کسی دوست کے خط کا جواب نہیں دینا پڑے گا۔ اگرچہ میرے دوست میرے خیر طلب ہیں مگر یہ مجھے فائدہ پہنچانے کی بجائے الٹا نقصان پہنچاتے ہیں۔

میرے بھڑ بھڑیا دوست احمد مرزا ہیں جو دو منٹ نچلا نہیں بیٹھ سکتے ان کا آنا آندھی، بھونچال یا قیامت سے کم نہیں ہوتا وہ دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے بلکہ آندھی کی طرح کمرے میں داخل ہوتے ہیں" آہاہاہا میں نے تمھیں پکڑ ہی لیا مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے

www.downloadclassnotes.com

جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ میرے ایک دوست مضمون نگار ہیں۔ بس ایک منٹ کے لیے تمھاری خیریت دریافت کرنا تھی" وہ آتے ہی اس زور سے مصافحہ کرتے ہیں کہ انگلیاں درد کرنے لگتی ہیں۔ میں دیر تک قلم نہیں پکڑ سکتا خیالات بھی گم ہو جاتے ہیں۔

دوسرے دوست محمد حسین ہیں جنھیں اپنے بال بچوں کی بیماری کے بارے میں گفتگو کے سوا اور کچھ سوجھتا ہی نہیں۔ موسم کی خرابی کی بات کریں تو کہتے ہیں کہ ہاں ٹھیک ہے چھوٹے بچے کو بخار آ گیا اور مجھلی لڑکی کھانسی میں مبتلا ہے۔ سیاست کی بات کریں تو کہتے ہیں کہ گھر بھر بیمار پڑا ہو تو اخبار پڑھنے کی فرصت کہاں۔ کسی جلسہ میں جائیں تو بچوں کو ہمراہ لے جاتے ہیں اور بار بار ان کی نبض دیکھتے اور طبیعت کا حال پوچھتے ہیں۔

محمد شاکر خاں مقدمہ باز دوست ہیں۔ ہمیشہ ریاست کے جھگڑوں، فریق مخالف کی برائی اور مقدمہ جیتنے کی صورت میں جج کی تعریف کرنے کے علاوہ انھیں کچھ سوجھتا ہی نہیں۔ یہ موضع سلیم پور کے رہنے والے اور رئیس قسم کے دوست ہیں ایک بار مجھے اصرار کر کے سلیم پور لے گئے اور کہا کہ شہر کے ہنگاموں میں تم سے کیا خاک لکھا جائے گا۔ میں نے گاؤں میں تمھارے لیے ایک کمرا مخصوص کرا لیا ہے۔ کچھ دن گاؤں میں رہ کر لکھو ناچار میں ان کے ساتھ سلیم پور چلا گیا کمرا واقعی خوبصورت تھا جس کی ایک کھڑکی پائیں باغ کی طرف کھلتی تھی اور حسین اور دلفریب منظر آنکھوں کے سامنے رہتا تھا۔ صبح کو ناشتے کے بعد کمرے میں جانے کے لیے اٹھا ہی تھا تو شاکر صاحب نے کہا کہ آج ہی لکھنا شروع نہ کر دینا تھوڑی بہت تفریح بھی ضروری ہے۔ آج دریا پر مچھلی کا شکار کھیلیں گے اور پھر دو میل کے فاصلے پر احمد نگر کے رئیس طالب علی صاحب سے آپ کی ملاقات کرائیں گے۔ میرا ماتھا ٹھنکا کہ اگر یہی صورت حال رہی تو مجھے یہاں بھی سکون سے لکھنا نصیب نہ ہوگا۔ میں جلدی سے اٹھ کر کمرے میں آیا اور لکھنے کے سامان کا جائزہ لیا۔ چاندی کی دوات میں روشنائی خشک تھی۔ قلم نایاب اور قیمتی تھے لیکن ان میں نب غائب بہرحال میں نے لکھنے کا پرانا سامان نکالا اور لکھنا شروع کیا اتنے میں کھڑکی سے باہر نزدیکی درخت پر مرغانِ خوشنوا نے شور مچانا شروع کر دیا۔ تاہم میں اپنے کام میں مشغول رہا۔

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

اچانک تن تن اور چھن چھن کی آواز آتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاکر صاحب کے چھوٹے بھائی ستار سے شوق فرما رہے ہیں۔ آدھ گھنٹا انھوں نے موسیقی کی مشق فرمائی اور میرے خیالات میرے ذہن سے نکل گئے۔ میں محویت میں اپنے اصل جملے لکھنے کی بجائے وہ جملے لکھ گیا جو شاکر صاحب کے دوست نے ان سے کہے تھے۔

میں لکھنے کی کوشش میں مصروف تھا کہ شاکر خاں کے ملازم شمن نے دروازہ کھٹکھٹایا اور دوست کا پیغام دیا کہ وہ مجھے راجا طالب علی صاحب سے ملوانا چاہتے ہیں۔ قصہ مختصر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر طالب علی صاحب سے ملا اور کچھ دیر کے بعد اپنے کمرے میں آ کر بیٹھا ہی تھا کہ شمن نے پھر دروازہ کھٹکھٹایا کہ ایک اور صاحب سے تعارف کرانا مقصود ہے۔ میری حالت اس عربی گھوڑے کی سی ہوگئی جسے میزبان نے حال ہی میں خریدا ہو اور اصطبل سے منگوا کر ہر کسی کو دکھاتا پھرے بہر حال میں بھاگ کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ خیالات غائب ہو گئے تھے۔ طبیعت اچاٹ ہو گئی تھی۔ چند منٹ کچھ لکھا کہ دروازے پر پھر دستک ہوئی۔ شمن نے بتایا کہ کھانا تیار ہے اس نے بار بار دستک دے کر زور دیا کہ کھانا ابھی کھا لیں ورنہ ٹھنڈا ہو کر بدمزہ ہو جائے گا۔ اکتا کر شمن سے کہا کہ میں ابھی آتا ہوں۔ ناچار کھانے کے لیے میزبان کے پاس پہنچا تو میزبان نے نہایت اخلاق سے پوچھا کہ تمھارے چہرے پر تھکن کے آثار نمایاں ہیں معلوم ہوتا ہے کہ تم نے کافی کچھ لکھا ہے میں نہ کہتا تھا کہ شہر میں رہ کر تم سے زیادہ نہیں لکھا جائے گا۔ میں آمنّا و صدّقنا کہنے کے سوا اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

اب کھانے کے لیے اصرار ہوتا ہے۔ کھانا کھا کر واپس آیا، خیالات جمع کرنے شروع کیے مگر دماغ الفاظ سے خالی تھا۔ اسی اثنا میں نیند آ گئی۔ تیسرے پہر سو کر اٹھا تو دماغ تروتازہ تھا۔ ابھی لکھنا ہی چاہتا تھا کہ نوکر نے اطلاع دی کہ صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ ان کے ساتھ گیا۔ شام کو واپس آیا۔ رات کو دیکھا کہ سارے دن میں صرف ایک ہی صفحہ لکھ پایا تھا اور وہ بھی بے ربط اور بے سلسلہ۔ بس میں اپنے میزبان کو ناراض کر کے گھر واپس آ گیا۔ اس کے علاوہ بھی احباب کی ایک نہ ختم ہونے والی فہرست ہے جو گاہے گاہے ہمدردی جتانے آتے ہیں مگر اصل میں میرا نقصان کرتے ہیں۔ میں

==
Visit **www.downloadclassnotes.com** for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

ان سے صاف صاف کہتا ہوں

حم مجھ پہ احساں جو نہ کرتے تو یہ احساں ہوتا

مضمون پر تبصرہ

اس مضمون میں مصنف نے ہمارے معاشرتی رویوں کی خوب عکاسی کی ہے۔ دوستی مشرقی اقدار کا ایک حصہ ہے لیکن اکثر دوست ایسے ہیں جو وقت بے وقت آ ٹپکتے ہیں اور بلاوجہ خوش گپیوں میں وقت برباد کر دیتے ہیں حالانکہ وقت دُنیا کی سب سے بڑی دولت ہے۔ بے شک تفریح اور ہنسی مذاق بھی زندگی کا ایک حصہ ہے لیکن اس کی کوئی حد ہونی چاہیے۔ بسا اوقات بہت ضروری کام کرنا ہوتا ہے لیکن دوست کچھ اس طرح خلل انداز ہو جاتے ہیں کہ ذہن اور وقت دونوں برباد ہو جاتے ہیں۔ مصنف نے یہ سبق دیا ہے کہ دوستی اچھی چیز ہے لیکن ضروری ہے کہ دوسروں کے کام اور وقت کا احساس کیا جائے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
مؤثر	اثر والا	بے حیائی	بے شرمی
حالتِ زار	بُری حالت	صورت مسخ کر دینا	حلیہ بگاڑ دینا
اسٹیج	تقریر	صدا	آواز
قسی القلب	ظالم	لفظ بہ لفظ	مکمل طور پر
بدنصیب	بُری قسمت والا	آفت کا مارا	مصیبت میں مبتلا
محتاج	حاجت مند	غریب الوطن	مسافر، پردیسی
خیرات	بھیک، بخشش	تعجب	حیرانی

امور	امر کی جمع، کام	مفت خوری	بغیر پیسوں کے کھانا
جاہل	اجڈ، گنوار	بدرجہا	کئی گنا
رشک	فخر	بسورنا	رونا
بشاشت	تازگی	نمایاں	ظاہر
حسرت	ناامیدی	خوش نصیب	اچھی قسمت والا
قول	کہی ہوئی بات	ٹھیک	درست
[illegible]	تنہائی	قلم بند کرنا	تحریر میں لانا
واسطہ	تعلق، ناتا	احباب	حبیب کی جمع، دوست
مجمع	گروہ، بھیڑ	تصنیف	لکھی ہوئی کتاب
ریویو	[illegible]	ہٹا کٹا	صحت مند، تندرست
نحیف و نزار	کمزور، دبلا پتلا	بے ہودہ	برے
دوبھر	مشکل	خیر طلب	بھلائی چاہنے والے
نفرین	نفرت	[illegible]	بہت بڑا گروہ
ہیچ ہونا	کم ہونا	قرارداد	فیصلہ، قول و قرار، شرائط
پہلو کا کانٹا نکلنا	تکلیف جاتی رہنا۔ مسئلہ حل ہو جانا	رضا	خوشی
اعتراف	مان لینا، اقرار کرنا	وہم و گمان	خیال
خاطر مدارات	خاطر تواضع	امر	حکم
سروکار	تعلق	پچھاڑ کھا کر گرنا	روتے روتے بے ہوش ہو کر گر پڑنا

www.downloadclassnotes.com

وسیع	کھلا	موافق نہ ہونا	راس نہ آنا
پہلو کا کانٹا نکل جانا	تکلیف جاتی رہی۔ مسئلہ حل ہو جانا	بھکارن	بھیک مانگنے والی
لونڈی	نوکرانی	چوپائے	جانور
ملیریا	برسات کے دنوں میں مچھروں سے پیدا ہونے والی وبا	مہری اور کہارن	گھر کے نوکر
کلسا	تانبے یا پیتل کا تنگ منہ کا گھڑا۔ گاگر	معقول	مناسب
خلقت	لوگ	نچلا نہ بیٹھنا	آرام سے نہ بیٹھنا
بھونچال	زلزلہ	کھٹکھٹانا	دستک دینا
حرج کرنا	نقصان پہنچانا	مضمون نگار	مضمون لکھنے والا
جوش	جذبہ	مضمون نہ ہونا	موضوع نہ ہونا
پالیٹکس	سیاست	لٹریچر	ادب
معذرت	عذر	مذمت	برائی
منجملہ	ساتھ ساتھ	خصوصیت	خاص طور سے
معزز	عزت والے	لیاقت	قابلیت
تعارف پیدا کرنا	جان پہچان پیدا کرنا	امرا	امیر کی جمع
شایانِ شان	شان کے مطابق	اصرار	ضد کر کے
شور و شغب	شور غل	آراستہ کرنا	سجانا

مہیا	موجود	محبت آمیز	محبت اور شفقت سے بھرا ہوا
پائیں باغ	گھر کے پچھواڑے جو باغ ہو	دل فریب	دل کو لبھانے والا
نیچرل	قدرتی	غضب کرنا	زیادتی کرنا
سبزی	منظر	لطف اٹھانا	مزہ لینا
[illegible]	کسی کام کی بدانجامی کے متعلق پہلے سے خبر ہو جانا	کھٹکنا	رک جانا۔ ٹھہر جانا
حیلے	[illegible]	یکسوئی	تنہائی اور فراغت
گناہِ کبیرہ	بہت بڑا گناہ	نایاب	بہت قیمتی
جاذب کاغذ	سیاہی چوس	[illegible] خوش نوا	اچھی آواز میں چہچہانے والے پرندے
رطب اللسان	بہت تعریف کرنے والا مداح	عنایت	مہربانی
ہمہ تن	سب کا سب	مشغول	[illegible]
بادلِ نخواستہ	دل نہ چاہتے ہوئے	یکسو	پوری توجہ سے
عربی گھوڑا	گھوڑے کی اعلیٰ نسل	اصطبل	گھوڑے کے رہنے کی جگہ
نجات پانا	رہائی پانا	از سرِ نو	نئے سرے سے
طبیعت اچاٹ ہونا	طبیعت اکتا جانا	بہزار دقت	بڑی مشکل سے

تھکن	تھکاوٹ	آمنا و صدقنا	بالکل صحیح فرمایا
شناسائی	واقفیت، پہچان	دنیا و مافیہا	اپنے اردگرد
ستار	ایک قسم کا باجا	محظوظ ہونا	لطف اٹھانا
گنجینہ	خزانہ	متوجہ ہونا	توجہ کرنا
مہمل	بے معنی	لاحول ولا قوۃ الا باللہ	نہیں ہے کوئی طاقت بچانے والی سوائے اللہ کے
رغبت	دلچسپی، شوق	لاینحل مسئلہ	ایسا مسئلہ جو حل نہ ہو سکے
ربط	تعلق، واسطہ	کسرِ نفسی	اپنے آپ کو کمتر ظاہر کرنا
احسان فراموش	کسی کی نیکی کو بھولنے والا	تفصیل	وضاحت
رخصت طلب کرنا	چھٹی چاہنا	بوچھاڑ	تیز بارش

اہم اقتباسات کی تشریح

پیراگراف ۱: دیکھو، پرانی دوستی کا واسطہ ——— کون سی [illegible]؟

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ

(ب) مصنف کا نام: سجاد حیدر یلدرم

حل لغت

واسطہ: تعلق، ناتا۔ احباب: حبیب کی جمع، دوست۔ مجمع: بھیڑ، گروہ، جتھا۔
تصنیف: لکھی ہوئی کتاب۔ خواہ مخواہ: بلاوجہ۔ ریویو: تبصرہ، تحریر۔ تعجب: حیرانی۔

www.down

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

ہٹا کٹا: تندرست، صحت مند۔ نحیف و نزار: کمزور، دبلا پتلا، نحیف۔ انعام

سیاق و سباق

مصنف اپنے بے تکلف دوستوں سے نالاں ہے جو بظاہر تو خلوص برتتے ہیں مگر درحقیقت ان کی وجہ سے مصنف کا نقصان ہوتا ہے۔ ایک دن مصنف نے چاندنی چوک میں ایک فقیر کو صدا کرتے سنا جو یہ کہہ رہا تھا کہ میں غریب الوطن ہوں اور میرا کوئی دوست نہیں۔ میں آفت کا مارا سات بچوں کا باپ ہوں۔ میری کچھ مدد کرو۔ مصنف نے اپنی اور فقیر کی حالت کا موازنہ کیا۔ کچھ چیزوں میں مصنف فقیر سے بہتر تھا جیسے فقیر نے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے جبکہ مصنف کا لباس عمدہ قسم کا تھا۔ مصنف تعلیم یافتہ تھا اور فقیر جاہل۔ مصنف محنت کر کے روزی کماتا تھا جب کہ فقیر مفت خوری کرتا تھا۔ یہاں تک تو مصنف فقیر سے بہتر حالت میں تھا لیکن اس سے آگے فقیر کی حالت مصنف سے کہیں زیادہ بہتر تھی۔ فقیر کی صحت قابلِ رشک تھی جب کہ مصنف دن رات فکر مند رہنے کی وجہ سے نحیف و نزار تھا۔ مصنف اپنے دوستوں کے ہاتھوں پریشان تھا جب کہ فقیر کا کوئی دوست ہی نہیں تھا، جو اسے وقت بے وقت پریشان کرتا۔

تشریح

مصنف کہتا ہے کہ میں نے فقیر کو دیکھا اور اس کا اپنی حالت سے موازنہ کیا تو مجھے فقیر پر رشک آیا کہ اس کا کوئی دوست نہیں ہے۔ وہ جو پیسے بھیک مانگ کر حاصل کرتا ہے وہ اس کی ملکیت ہوتے ہیں۔ کوئی اس کے پاس آ کر یہ نہیں کہتا کہ میں تمھارا بہت پرانا دوست ہوں اور اس دوستی کو نبھاتے ہوئے میری مدد کرو۔ اس وقت مجھے پیسوں کی ضرورت ہے، مجھے تھوڑا سا روپیا بطور قرض دے دو۔ اس کا کوئی دوست ہی نہیں تھا تو اس سے قرض کون مانگتا۔ وہ اپنی مرضی سے اپنی زندگی گزار رہا ہے۔ اس کا کوئی دوست نہیں ہے جو اسے وقت

بے وقت کسی دعوت یا جلسے میں کھینچ کر لے جائے۔ جیسے ہی اسے نیند آتی ہوگی وہ سو جاتا ہوگا۔ اس کے ساتھ کبھی ایسا نہیں ہوتا ہوگا کہ اسے نیند آئی ہو اور یار دوست اس کے پاس بیٹھے اسے لطیفے ہی سناتے جا رہے ہوں اور اٹھنے کا نام ہی نہ لیں۔ وہ ایسی باتوں سے دور تھا کیوں کہ اس کا کوئی دوست ہی نہیں تھا۔ مصنف اس لحاظ سے بھی فقیر کو اپنے آپ سے بہتر سمجھتا ہے کہ فقیر کو اپنے کسی دوست کی لکھی ہوئی کتاب نہیں پڑھنا پڑتی اور نہ ہی کسی کتاب پر کوئی تبصرہ کرنا پڑتا ہے۔ اس کے دوست ہی نہیں تھے کہ وہ ان سے ملاقات کے لیے جاتا۔ اس طرح وہ آزاد تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ فقیر ہٹا کٹا اور قابلِ رشک صحت کا مالک تھا جب کہ میں ایک دبلا پتلا اور کمزور سا انسان تھا۔ اے اللہ! کیا وہ اس بات پر بھی شکر ادا نہیں کرتا کہ اس کے دوست نہیں ہیں۔ معلوم نہیں وہ اور کس قسم کی نعمت کا متمنی ہے۔

تبصرہ

سجاد حیدر یلدرم نے بڑے طنزیہ انداز میں اپنے دوستوں کے رویوں کی عکاسی کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک ایسا فقیر جس کا کوئی دوست نہیں، مجھ سے بہتر ہے کیوں کہ وہ اپنی مرضی سے اپنی زندگی گزار رہا ہے۔ اسے دوسروں کا پابند نہیں ہونا پڑتا، جب کہ میری زندگی میرے دوستوں کی پابند ہے۔ جب میرا آرام کرنے کو دل چاہتا ہے تو کوئی نہ کوئی دوست آ دھمکتا ہے۔ مجھے مروتاً اسے وقت دینا پڑتا ہے۔ اس طرح میرا کافی حرج ہوتا ہے۔ ایک فقیر اپنی مرضی سے سوتا، جاگتا، اٹھتا، بیٹھتا اور کھاتا پیتا ہے۔ اس طرح وہ مجھ سے بدرجہا بہتر ہے۔

پیراگراف 2: بادل ناخواستہ میں ــــــــــ میں لکھ رہا تھا۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ

(ب) مصنف کا نام: سجاد حیدر یلدرم

حل لغت

با دلِ ناخواستہ: نا چاہتے ہوئے، مرضی کے خلاف۔ تعارف: جان پہچان۔ یکسو: مکمل طور پر، پورے دھیان سے۔ مثل: مثال۔ اصطبل: وہ جگہ جہاں گھوڑے رکھے جاتے ہیں۔ نجات پا کر: رہائی پا کر، چھوٹ کر۔ از سرِ نو: نئے سرے سے۔ طبیعت اچاٹ ہو جانا: اکتا جانا۔ بہ ہزار دقت: بڑی مشکل سے

سیاق و سباق

مصنف کے ایک دوست شاکر علی سلیم پور کے رئیس ہیں۔ انھیں ادب سے بہت لگاؤ ہے، لیکن ادب سے زیادہ وہ ادیبوں سے میل ملاقات میں خوش رہتے ہیں۔ وہ مصنف کو اپنے ساتھ اپنے گاؤں لے گئے تاکہ مصنف گاؤں کی کھلی فضا میں اطمینان کے ساتھ تخلیقی کام کر سکے، مگر مصنف وہاں پر کوئی کام نہ کر پایا کیوں کہ وقت بے وقت میزبان اپنے کسی نہ کسی دوست کو بلا لیتے اور مصنف سے اس کی جان پہچان کرواتے۔ اس طرح مصنف کے وقت کا بھی حرج ہوتا اور اس کے خیالات بھی آپس میں گڈمڈ ہو جاتے اور وقت پر فقرے ہی نہ سوجھتے۔

تشریح

مصنف اپنے کمرے میں بیٹھا اپنے خیالات کو جمع کر ہی رہا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ مصنف نے پوچھا "بھئی کون ہے؟" باہر سے آواز آئی سرکار! میں شمن ہوں، تھوڑی دیر کے لیے نیچے آ جائیں، کوئی صاحب آئے ہیں اور ہمارے صاحب چاہتے ہیں کہ آپ ان صاحب سے ملاقات کر لیں۔ نہ چاہتے ہوئے بھی میں اپنا کام ادھورا چھوڑ کر نیچے آ گیا۔ نیچے شاکر صاحب کے دوست راجا طالب علی آئے ہوئے تھے۔ میری ان سے جان پہچان کروائی گئی۔ میں کچھ دیر بیٹھا ان سے باتیں کرتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد راجا طالب علی صاحب واپس چلے گئے اور مجھے بھی فرصت ملی۔ میں

اپنے کمرے میں واپس آیا اور پوری توجہ سے لکھنا شروع کیا۔ مجھے لکھتے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ شمن نے پھر دروازے پر دستک دی۔ اس کی زبانی مجھے پتا چلا کہ پھر میرا بلاوا آیا ہے۔ ہمارے میزبان کے کوئی اور دوست تشریف لائے ہیں اور میں انھیں دکھایا جاؤں گا۔ گویا میری مثال اس عربی گھوڑے جیسے تھی جسے میزبان نے ابھی ابھی خریدا ہو اور جو ہر دوست کو اصطبل سے منگوا کر دکھایا جاتا ہو۔ کسی نہ کسی طرح شاکر صاحب کے اس دوست سے بھی رہائی پائی اور اپنے کمرے میں آ گیا، مگر اب میں جو لکھنا چاہتا تھا وہ لکھ نہیں پا رہا تھا کیوں کہ میرے خیالات ہی ذہن سے نکل گئے تھے۔ مجھے نئے سرے سے فقرہ ملانا پڑا۔ اس بات سے میرا دل اُکتا گیا۔ بڑی دشواری کے بعد دوبارہ بیٹھا اور لکھنے کا کام شروع کیا۔ اس بار میری خوش قسمتی نے میرا ساتھ دیا اور مجھے کام کرنے کے لیے آدھا گھنٹا مل گیا۔ یہ آدھ گھنٹا ایسا تھا جس کے دوران میں کوئی مجھ سے ملنے نہیں آیا۔ چاروں طرف سکون اور خاموشی تھی، یہی وجہ ہے کہ میرا قلم ایسے عالم میں بڑی تیزی سے لکھ رہا تھا۔

تبصرہ

مصنف اپنے دوست کا دل رکھنے کے لیے اس کے ساتھ گاؤں آ گیا کہ گاؤں کی کھلی فضا میں یک سوئی سے کام ہو سکے گا مگر یہ اس کی خام خیالی تھی۔ شاکر صاحب تو ادب سے زیادہ ادبی لوگوں سے ملنے کا شوق رکھتے تھے اور چاہتے تھے کہ میرے دوست بھی جان لیں کہ کتنے زیادہ ادیبوں سے میری جان پہچان ہے۔ وہ اپنے ہر دوست کو بلاتے اور مصنف سے اس کا تعارف کرواتے، جس کی وجہ سے مصنف یک سو ہو کر لکھ ہی نہ سکا۔ اصل میں مصنف کہنا چاہتا ہے کہ اگر انسان کسی دوسرے کا پابند ہو تو اس سے کوئی کام خاطر خواہ طور پر انجام نہیں پا سکتا۔

پیراگراف 3: یہ کہہ کے وہ نہایت ________ نقصان نہ کرے۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ

(ب) مصنف کا نام: سجاد حیدر یلدرم

حل لغت

مصافحہ کرنا: ہاتھ ملانا۔ جوش: جذبہ۔ علیحدہ: الگ۔ تاہم: مگر

سیاق و سباق

سجاد حیدر یلدرم اپنے بے تکلف دوستوں کی بابت فرماتے ہیں کہ میرے بے تکلف دوست اس وقت میرے پاس آتے ہیں جب یا تو میرے کام کا وقت ہوتا ہے یا گھر میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ اپنے ایک دوست کے بارے میں انھوں نے لکھا ہے کہ وہ میرے نہایت بے تکلف دوست ہیں۔ اتنے بے تکلف ہیں کہ گھر آنے کے لیے دروازہ کھٹکھٹانے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے بلکہ آندھی کی طرح گھر میں داخل ہوتے ہیں۔ آتے ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ میری وجہ سے اپنا لکھنا بند مت کرو۔ ان کی چند منٹ کی آمد ہی کسی بھونچال سے کم نہیں۔ اصل میں مصنف کا موڈ لکھنے کا ہوتا ہے مگر شور غل کی وجہ سے ان کے خیالات مجتمع نہیں ہو پاتے اور یوں لکھنے کی رفتار میں کمی آ جاتی ہے۔

تشریح

مصنف کے دوست احمد مرزا جب مصنف سے ملنے کے لیے آتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے ہوا کے گھوڑے پر سوار ہوں۔ آتے ہی بڑی محبت کے ساتھ مصنف سے ہاتھ ملاتے ہیں۔ گرم جوشی دکھانے کے لیے وہ مصنف کے ہاتھ کو اس قدر زور سے دباتے ہیں کہ مصنف کی انگلیوں میں درد ہونے لگتا ہے یہاں تک کہ مصنف کے لیے قلم پکڑنا بھی دشوار ہو جاتا ہے۔ قلم جو مصنف کا ذریعۂ تحریر ہے۔ دوست تو بے تکلفی دکھانے کے لیے شدت جذبات کا اظہار کرتے ہیں مگر جذبات کا یہ بہاؤ دوسرے کے لیے وبالِ جان بن جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مصنف کے لیے ایک نقصان دہ بات یہ ہوتی ہے کہ لکھنے کے لیے ذہن میں جو خیالات ہوتے ہیں وہ ذہن سے نکل جاتے ہیں۔ بہتیری کوشش کی جائے مگر وہ خیالات دوبارہ نہیں جمتے۔ یہ بھی ایک طرح کا نقصان ہے۔ کہنے کو تو مصنف کے دوست ان کے پاس ایک منٹ سے زیادہ نہیں ٹھہرتے مگر اس ایک

www.downloadclassnotes.com

منٹ میں بھی وہ سب کام ہو جاتا ہے جو گھنٹوں میں ہونا چاہیے یعنی جو خیالات گھنٹوں میں مصنف کے ذہن میں آتے ہیں وہ ایک منٹ میں غائب ہو جاتے ہیں اور پھر ان خیالات کو دوبارہ جمع کرنے میں گھنٹوں لگ جاتے ہیں۔

تبصرہ

اس پیراگراف میں بتایا گیا ہے کہ دوست تو بے تکلفی کا اظہار کرتے ہیں لیکن ان کی یہ بے تکلفی بعض اوقات دوسروں کے لیے پریشانی کا سبب بن جاتی ہے۔ اس لیے گرم جوشی بھی ایک خاص حد تک ہی دکھانی چاہیے۔

پیراگراف4: ایک مرتبہ میرے ہاں تشریف لائے ــــــــــ خوش کرو۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ

(ب) مصنف کا نام: سجاد حیدر یلدرم

حل لغت

اصرار: ضد۔ شوروشغب: شوروغل۔ مضمون نگاری: مضمون لکھنا۔ آراستہ کرنا: سجانا۔ مہیا ہونا: موجود ہونا

سیاق وسباق

صاحب مضمون اپنے ایک بے تکلف دوست کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرے یہ دوست جن کا نام محمد شاکر خاں ہے، مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ وہ سلیم پور کے ایک معزز آدمی ہیں۔ کافی دولت مند بھی ہیں۔ انھیں ادبی کتابیں پڑھنے کا اتنا زیادہ شوق نہیں جتنا ادیبوں سے ملنے کا ہے۔ کسی نہ کسی بہانے وہ اپنے ادیب دوستوں کو اپنے ہاں بلواتے رہتے ہیں اور پھر پورے گاؤں کے لوگوں سے اس کا تعارف کرواتے ہیں۔ مجھے بھی انھوں نے اپنے ہاں آنے کی دعوت دی اور میرے لیے انھوں نے اپنی کوٹھی کا ایک کمرا بھی خالی کروا دیا۔ وہ مختلف حیلے بہانوں سے مجھے اپنے دوستوں سے ملوانے

لگے۔ یوں میں ٹھیک طرح سے کام نہ کر پاتا مگر مروتاً خاموش رہتا۔ میرے لکھنے کے کمرے میں لکھنے کا قیمتی سامان تو موجود تھا مگر وہ قابلِ استعمال نہ تھا۔

تشریح

سجاد حیدر یلدرم اپنے دوستوں کی بابت اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرے ایک دوست ایسے ہیں جن کا میں خصوصیت سے ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ شاکر صاحب ہیں۔ ایک دفعہ وہ میرے پاس تشریف لائے اور بہت ضد کر کے مجھے اپنے ساتھ اپنے گاؤں سلیم پور لے گئے۔ ان کا کہنا تھا کہ شہر میں رات دن شور غل رہتا ہے۔ ایسے شور غل سے طبیعت اُچاٹ ہو جاتی ہے۔ کچھ عرصہ گاؤں کی کھلی فضا میں رہو گے تو آب و ہوا تبدیل ہونے سے آپ کی صحت پر خوش گوار اثر پڑے گا اور گاؤں کی فضا مضمون لکھنے کے لیے بھی بڑی سازگار ہے۔ گاؤں میں رہ کر زیادہ تسلی سے لکھنے کا کام کر سکو گے۔ مزید کہنے لگے کہ میں نے اپنی کوٹھی کا ایک کمرا خاص طور پر تمھارے استعمال کے لیے تیار کرایا ہے۔ اس کمرے میں لکھنے پڑھنے کا سب سامان موجود ہے۔ کچھ دن میرے پاس رہو پھر واپس چلے آنا۔ اس بات سے مجھے بہت خوشی ہوگی۔ دوست ہونے کے ناتے تمھیں میری خوشی کا خیال کرنا چاہیے۔

تبصرہ

اس پیراگراف میں صاحبِ مضمون نے بتایا ہے کہ کچھ دوست ایسے ہوتے ہیں جن پر بڑا مان ہوتا ہے۔ ان کی فرمائش کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ اپنی مرضی کے خلاف بھی ان کی بات ماننا پڑتی ہے۔

پیراگراف 5: میں جلدی سے اٹھ کر ــــــــــ میرے کام کا نہیں۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ

(ب) مصنف کا نام: سجاد حیدر یلدرم

حل لغت

غور سے: دھیان سے۔ کام دار: ایسا کپڑا جس پر سلما ستارے سے کام کیا گیا ہو۔ گناہِ کبیرہ: بہت بڑا گناہ۔ نایاب: نہ ملنے والا مراد بہت قیمتی۔ ندارد: غائب۔ جاذب: جذب کرنے والا۔ بیش قیمت: زیادہ قیمت والا۔ اعلیٰ درجے کا: عمدہ

سیاق و سباق

مصنف اپنے دوستوں سے اس لیے نالاں ہیں کہ وہ وقت بے وقت آ ٹپکتے ہیں اور تصنیف و تالیف کے کام میں خلل پڑتا ہے۔ایک دوست احمد مرزا ہیں جنھیں بھڑ بھڑیا دوست کا نام دیا ہے۔ ان کا آنا کسی بھونچال سے کم نہیں ہوتا۔ دروازے پر یوں ہاتھ مارتے ہیں جیسے کوئی گولا آ کر لگا ہو۔ وہ آتے ہیں تو عذاب ساتھ لاتے ہیں۔ دوسرے دوست محمد تحسین ہیں۔ یہ عیال دار ہیں۔ جب آتے ہیں تو افرادِ خانہ کی بیماری کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور دماغ چاٹتے ہیں۔ تیسرے مقدمہ باز دوست ہیں۔ انھیں ریاستی جھگڑوں سے فرصت نہیں ملتی ۔ ان کا نام شاکر خاں ہے۔ آتے ہیں تو مقدمات کا ذکر چھیڑ دیتے ہیں۔ شاکر خاں نے مصنف کو اپنے ہاں موضع سلیم پور میں آنے کی دعوت اس لیے دی کہ وہاں کچھ دن آرام اور دلجمعی سے تصنیف و تالیف کا کام ہو سکے گا۔ مصنف دعوت قبول کر کے سلیم پور چلا جاتا ہے مگر وہاں مصنف کو سکون کا کوئی لمحہ نصیب نہیں ہوتا۔ پہلے دن تو مچھلی کا شکار کھیلا۔ اس کے بعد شاکر خاں نے احمد نگر کے رئیس سے ملوانا چاہا۔ مصنف کو یقین ہو گیا کہ گاؤں پہنچ کر بھی سکھ کا سانس لینا نصیب نہ ہوگا۔

تشریح

مصنف کو یقین ہو گیا کہ اسے یہاں بھی فرصت کی گھڑی نصیب نہ ہوگی۔ بہرحال وہ سلیم پور میں شاکر خاں کی وساطت سے ملنے والے کمرے میں آ گیا اور میز پر رکھے ہوئے سامان کا بغور جائزہ لینے لگا۔ شاکر خاں نے یہ میز لکھنے پڑھنے کے لیے سجائی

www.d

تھی۔ میز پر نہایت قیمتی کپڑا پڑا ہوا تھا کہ ایسے خوب صورت کپڑے پر سیاہی کا ایک قطرہ گرانا بہت بڑا گناہ تھا۔ میز پر چاندی کی دوات رکھی تھی مگر اس کی روشنائی سوکھی ہوئی۔ یوں لگتا تھا کہ دوات کو مدت سے استعمال نہیں کیا گیا۔ انگریزی قلم موجود تھے اور خاصے قیمتی بھی تھے۔ لیکن اکثر میں نب نہیں تھے۔ مخملی جلد کی ایک کتاب میں سیاہی چوس کاغذ رکھا تھا لیکن سادہ کاغذ موجود نہ تھے جن پر کوئی مضمون وغیرہ لکھا جا سکتا۔ اس کے علاوہ میز پر اور بھی کئی چیزیں پڑی تھیں لیکن اکثر مصنف کے کام کی نہیں تھیں۔ بے چارہ مصنف بہت دلبرداشتہ ہوا اور آخر اپنے ہی سامان سے کچھ لکھنے کا ارادہ کیا۔

تبصرہ

اس پیراگراف میں صاحب مضمون نے بتایا ہے کہ اس کے دوست نے اس کے لیے قیمتی چیزیں تو مہیا کر دیں لیکن ایسی چیزوں کی افادیت میرے نزدیک کچھ نہیں کیوں کہ وہ قابل استعمال نہیں ہیں۔ چیزوں کا قیمتی ہونا ضروری نہیں بلکہ چیزوں کی افادیت اس میں ہے کہ وہ استعمال کے قابل ہوں۔ قلم تھا تو اس میں نب نہیں تھی۔ دوات موجود تھی مگر اس کی سیاہی خشک ہو چکی تھی یعنی قابل استعمال نہیں تھی۔ عمدہ قسم کا سیاہی جذب کرنے والا کاغذ تو موجود تھا مگر لکھنے کا کاغذ مہیا نہیں کیا گیا تھا۔

حل مشقی سوالات

1- مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) چاندنی چوک میں فقیر کی تقریر کا لب لباب کیا تھا؟

جواب: چاندنی چوک میں سے گزرنے والے فقیر کی تقریر کا لب لباب یہ تھا کہ:

مسلمان بھائیو! میں آفت کا مارا سات بچوں کا باپ ہوں۔ میں محتاج ہوں۔ غریب الوطن ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے وطن واپس چلا جاؤں۔ میرا کوئی دوست نہیں۔ میری سنو میں پردیسی ہوں۔

www. .com

(ب) مصنف پر اس فقیر نے کیا اثر کیا؟

جواب: مصنف نے جب اپنی حالت کا مقابلہ فقیر سے کیا تو کئی معاملات میں فقیر کو اپنے آپ سے بہتر پایا۔ مصنف سمجھتا تھا کہ فقیر کا کوئی دوست نہ ہونا اس کے حق میں نعمت ہے۔ اس بات پر تو فقیر کو مبارک باد دینی چاہیے۔

(ج) مصنف کو اپنے بے تکلف دوست بھڑ بھڑیا سے کیا شکایت ہے؟

جواب: مصنف کو اپنے دوست احمد مرزا، جسے وہ بھڑ بھڑیا دوست کہتے ہیں سے یہ شکایت ہے کہ جب وہ مصنف سے ملاقات کے لیے آتے ہیں تو خوب شور مچاتے ہوئے آتے ہیں۔ چیزیں الٹ پلٹ کرتے ہیں۔ طوفان کی طرح نازل ہوتے ہیں۔ شور کے ساتھ دروازہ کھولتے ہیں۔ خیریت پوچھتے ہیں۔ اتنی طاقت کے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں کہ انگلیاں درد کرنے لگتی ہیں۔ مزاج پوچھنے کے ساتھ ہی اسی تیزی سے رخصت ہو جاتے ہیں کیوں کہ وہ مصنف کا قیمتی وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے مگر اس ایک منٹ میں بھی مصنف کے خیالات منٹوں کے لیے اڑ جاتے ہیں۔

(د) محمد تحسین کی گفتگو کا محور کیا ہوتا ہے؟

جواب: محمد تحسین کی گفتگو کا محور ان کے بال بچے اور ان کی بیماری ہوتا ہے۔ ان کو سوائے اپنے بیوی بچوں کی بیماری کے اور کوئی مضمون نہیں۔ مصنف کہتا ہے کہ میں کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرلوں کہ تحسین صاحب کوئی اور موضوع چھیڑیں مگر ان کی گفتگو کا محور صرف ان کے اپنے بیوی بچے ہی ہوتے ہیں۔

(ہ) مصنف کے کون سے دوست ادب کے زیادہ دلدادہ ہیں؟

جواب: مصنف کے دوست شاکر خاں صاحب جو موضع سلیم پور کے رئیس اور ضلع بھر میں نہایت معزز آدمی ہیں، ادب کے زیادہ دلدادہ ہیں۔

2- سبق کے متن کو مدِ نظر رکھ کر درست جواب پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) آفت کا مارا فقیر کتنے بچوں کا باپ تھا:

(i) تین (ii) پانچ

(iii) سات　　(iv) نو

(ب) مصنف نے کس مصیبت کو فقیر کے لیے لعنت تصور کیا ہے؟

(i) روٹی کی محتاجی　　(ii) دوست نہ ہونا

(iii) غریب الوطنی　　(iv) بھیک مانگنا

(ج) مصنف نے کس دوست کو بجز بجڑیا دوست کہا ہے؟

(i) محمد حسین　　(ii) احمد مرزا

(iii) قرض خواہ دوست　　(iv) مقدمے باز دوست

(د) شاکر صاحب مصنف کو لے گئے:

(i) سلیم پور　　(ii) دلّی

(iii) جے پور　　(iv) شاہ پور

(ہ) مصنف کا دوست زیادہ بے تکلف اور شور مچانے والا ہے:

(i) احمد مرزا　　(ii) شاکر صاحب

(iii) قرض خواہ دوست　　(iv) محمد حسین

(و) مصنف کا دوست انھیں راجا صاحب سے ملوانے کہاں لے جانا چاہتے تھے؟

(i) جام نگر　　(ii) احمد نگر

(iii) الہ آباد　　(iv) احمد آباد

(ز) مصنف جس کمرے میں ٹھہرائے گئے اس کی کھڑکی کھلتی تھی:

(i) باغ میں　　(ii) کھلے میدان کی طرف

(iii) پائیں باغ میں　　(iv) دریا کی سمت

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iii)	(ب)	(ii)	(ج)	(ii)	(د)	(i)
(ہ)	(i)	(و)	(iv)	(ز)	(iii)		

3- متن کی روشنی میں درست لفظ چن کر خالی جگہ پُر کیجیے:

(الف) چاندنی چوک میں صدا لگانے والا فقیر ـــــــــــ تھا۔

(بھوکا، بیمار، غریب الوطن)

(ب) احمد مرزا کی فطرت ہے کہ وہ ــــــــ ۔
(اپنی ہی تعریف کریں، نچلا نہ بیٹھیں، چڑچڑے پن کا مظاہرہ کریں)

(ج) مصنف کو لکھنے پڑھنے سے منع کرنے والے دوست کا نام ــــــــ ہے۔ (احمد مرزا، محمد حسین، شاکر خاں)

(د) احمد نگر کے رئیس کا نام ــــــــ ہے۔
(شاکر خاں، احمد علی، طالب علی)

(ہ) میرے ــــــــ دوست کا نام شاکر خاں ہے۔
(ادب پسند، مقدمے باز، شکاری)

جواب نمبر: (الف) چاندنی چوک میں صدا لگانے والا فقیر غریب الوطن تھا۔
(ب) احمد مرزا کی فطرت ہے کہ وہ نچلا نہ بیٹھیں۔
(ج) مصنف کو لکھنے پڑھنے سے منع کرنے والے دوست کا نام شاکر خاں ہے۔
(د) احمد نگر کے رئیس کا نام طالب علی ہے۔
(ہ) میرے ادب پسند دوست کا نام شاکر خاں ہے۔

4- مندرجہ ذیل جملوں میں غلط کے سامنے "غ" اور صحیح جملے کے سامنے "ص" لکھ دیجیے۔

(الف) چاندنی چوک میں ایک بدصورت فقیر صدا لگا رہا تھا۔
(ب) فقیر کے پاس سب کچھ تھا، اُس کا کوئی دوست نہ تھا۔
(ج) احمد مرزا کو مصنف نے "بجز بجڑیا" کا نام دیا ہے۔
(د) شاکر خاں کے ہاں سیاہی کی دوات خشک اور قلم بغیر نب کے تھا۔
(ہ) شاکر خاں کے بھائی کو موسیقی سے نفرت تھی۔

جواب: (الف) چاندنی چوک میں ایک بدصورت فقیر صدا لگا رہا تھا۔ (غ)
(ب) فقیر کے پاس سب کچھ تھا، اُس کا کوئی دوست نہ تھا۔ (غ)
(ج) احمد مرزا کو مصنف نے "بجز بجڑیا" کا نام دیا ہے۔ (ص)
(د) شاکر خاں کے ہاں سیاہی کی دوات خشک اور قلم بغیر نب کے تھا۔ (ص)
(ہ) شاکر خاں کے بھائی کو موسیقی سے نفرت تھی۔ (غ)

5- سیاق و سباق کے حوالے سے مندرجہ ذیل اقتباسات کی تشریح کیجیے:

(الف) دیکھو پرانی دوستی کا واسطہ ——— کون سی نعمت چاہتا ہے؟

(ب) بادلِ نخواستہ میں ——— میں لکھ رہا تھا۔

جواب: دیکھیے تشریح

6- اس سبق کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

جواب: دیکھیے خلاصہ

7- مندرجہ ذیل تراکیب اور محاورات کو اپنے الفاظ میں استعمال کیجیے:

لفظ بہ لفظ، نحیف و نزار، زندگی دو بھر ہونا، نچلا نہ بیٹھنا، کلیجے پر پتھر رکھنا، شایانِ شان، ماتھا ٹھنکنا، رطب اللسان

تراکیب و محاورات	جملوں میں استعمال
لفظ بہ لفظ	میں نے بوڑھے کی دل گداز داستان لفظ بہ لفظ سنی۔
نحیف و نزار	بڑھیا نحیف و نزار ہونے کے باوجود اپنے سارے کام خود کرتی تھی۔
زندگی دُو بھر ہونا	مہنگائی کی وجہ سے غریبوں کی زندگی دُو بھر ہو گئی ہے۔
نچلا نہ بیٹھنا	عثمان کی فطرت نامعلوم کیسی ہے کہ وہ ایک منٹ بھی نچلا نہیں بیٹھ سکتا۔
کلیجے پر پتھر رکھنا	بوڑھی ماں نے کلیجے پر پتھر رکھ کر بیٹے کو بیرونِ ملک بھیجا۔
شایانِ شان	یہ گاڑی آپ کے شایانِ شان ہے۔
ماتھا ٹھنکنا	اسلم کو بے وقت اپنے پاس دیکھ کر میرا ماتھا ٹھنکا۔
رطب اللسان	صبح صبح پرندے اللہ تعالیٰ کی حمد میں رطب اللسان ہوتے ہیں۔

<u>جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ کی ترکیب نحوی</u>

کسی جملے کے اجزا الگ الگ کرنے اور ان کے باہمی تعلق کو ظاہر کرنے کو ترکیب نحوی کہتے ہیں۔

www.downloadclassnotes.com

ترکیب نحوی کرنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ جملہ، جملہ اسمیہ ہوتا ہے یا جملہ فعلیہ۔ اگر کسی شعر یا مصرعے کی ترکیب نحوی کرنا مقصود ہو تو اسے نثر میں تبدیل کرتے ہیں۔ ان کی ترتیب اس طرح ہوتی ہے:

جملہ اسمیہ: فعل ناقص، مبتدا، خبر اور متعلق خبر

جملہ فعلیہ: فعل تام، فاعل، مفعول اور متعلق خبر

مثالیں: احمد ہوشیار ہے ــــ اس میں "ہے" فعل ناقص، "احمد" مبتدا اور "ہوشیار" خبر ہے۔

شاہد اور امان حاضر تھے ــــ اس جملے میں "تھے" فعل ناقص ہے، "شاہد اور امان" مبتدا اور "حاضر" خبر ہے۔

اب جملہ فعلیہ کی مثال دیکھیے:

جمیلہ کتاب پڑھتی ہے۔

"پڑھتی ہے" فعل، "جمیلہ" فاعل ہے اور "کتاب" مفعول ہے۔

اقبال نے مون مارکیٹ سے نیا قلم خریدا۔

"خریدا" فعل، "اقبال" فاعل "نے" علامت فاعل اور "مون مارکیٹ" مجرور۔ "سے" حرف جار، "مون مارکیٹ سے" متعلق فعل، "نیا" صفت۔ "قلم" موصوف، "نیا قلم" مفعول۔ یہ جملہ فعلیہ ہے۔

-8 اب آپ درج ذیل جملوں اور مصرعوں کی ترکیب نحوی کیجیے۔

(الف) شاہ رخ اسلم کا بھائی ہے۔

(ب) شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

(ج) تندرستی ہزار نعمت ہے۔

(د) رافعہ اور مومنہ کتابیں خریدنے گئیں۔

(ہ) شہریار بیمار ہے۔

جواب (الف) شاہ رخ اسلم کا بھائی ہے۔

ترکیب نحوی: "شاہ رخ" مبتدا، "اسلم کا بھائی" خبر اور "ہے" فعل ناقص

(ب) شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک
شمع ہر رنگ میں سحر ہونے تک جلتی ہے۔
ترکیب نحوی: "شمع" متعلق خبر، "جلتی ہے" فعل، "سحر ہونے تک" خبر، "تک" حرف، "میں" حرف

(ج) تندرستی ہزار نعمت ہے۔
ترکیب نحوی: "تن درستی" مبتدا، "ہزار نعمت" خبر، "ہے" فعل ناقص

(د) رافعہ اور مومنہ کتابیں خریدنے گئیں۔
ترکیب نحوی: "رافعہ اور مومنہ" فاعل، "اور" حرفِ اضافت، "کتابیں" موصوف، "خریدنے" فعل، "گئیں" خبر

(ہ) شہر یار بیمار ہے۔
ترکیب نحوی: "شہر یار" مبتدا، "بیمار" خبر، "ہے" فعل ناقص

سرگرمیاں

1۔ دوستی کے موضوع پر دو دوستوں کے درمیان مختصر سا مکالمہ تحریر کریں۔

جواب: دو دوستوں کے درمیان مکالمہ

اشعر: السلام علیکم! صہیب بھائی کہاں جا رہے ہو؟

صہیب: وعلیکم السلام! بھائی میں اپنے دوست بلال سے ملنے جا رہا ہوں، مجھے اپنے ایک دوست کی زبانی پتا چلا ہے کہ کل سے اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔

اشعر: کیا ہوا اسے؟

صہیب: میرے دوست شفیق نے بتایا ہے کہ اسے ہلکا سا بخار ہے۔ میں نے آج اسلام آباد جانا تھا مگر بلال کی طبیعت کا سن کر دل پریشان ہو گیا اور میں اس کی عیادت کے لیے رُک گیا ہوں۔

اشعر: یہی ایک سچے دوست کی نشانی ہوتی ہے۔ دوستی کی آزمائش مشکل وقت ہی میں

www.downloadclassnotes.com

ہوتی ہے۔

صہیب: بھائی جان! آپ کی بات درست ہے مگر یہ بھی تو دیکھیں کہ آج کل مخلص دوست ملتے کب ہیں۔

اشعر: (مسکراتے ہوئے) مخلص دوست ڈھونڈنے کی بجائے ہمیں چاہیے کہ ہم خود مخلص بنیں، اس طرح ہمارے بے شمار دوست بن جائیں گے۔

صہیب: آپ کی بات ٹھیک ہے۔ ہم دوسروں سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ اچھے ہوں مگر ان کے مقابلے میں خود اچھا بننے کی کوشش نہیں کرتے۔

اشعر: یاد رکھو کوئی بھی انسان اپنے دوستوں کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے۔ اگر تمھارے دوست اچھے ہوں گے تو ہر کوئی تمھیں پسند کرے گا اور اگر تمھارے دوست اچھے نہیں ہوں گے تو ہر کوئی تم سے کترائے گا۔

صہیب: میری کوشش تو یہی ہوتی ہے کہ میں اپنے ہر دوست کے ساتھ مخلص رہوں اور دوستوں کا چناؤ بھی دیکھ بھال کر کروں۔

اشعر: شاباش! تم ایک اچھے لڑکے ہو۔

-2 دوستی کے حق اور مخالفت میں جماعت کے کمرے میں ایک مباحثہ کرایا جائے۔ اس میں دونوں طرف سے تین تین طلبہ دلائل دیں۔

جواب: انسان معاشرتی حیوان ہے۔ وہ معاشرے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا کیوں کہ وہ اپنے سارے کام خود انجام نہیں دے سکتا۔ اپنے مختلف کاموں کے لیے اسے دوسروں کا سہارا لینا پڑتا ہے، لیکن اسے چاہیے کہ وہ اپنے دوستوں کا چناؤ خوب دیکھ بھال کر کرے۔

بلال: انسان تنہا زندگی نہیں گزار سکتا۔ اسے اپنے مختلف کاموں کے لیے مشورے درکار ہوتے ہیں۔ ایک اچھے دوست سے بہتر مشورہ اسے کوئی نہیں دے سکتا۔ اس لیے میرے خیال میں دوست ضرور ہونے چاہئیں۔

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

آفاق: آپ کی بات ٹھیک ہے مگر آج کل لوگ دوستی کے نام پر دھوکا دیتے ہیں۔ چند مفاد پرست اپنے ذاتی مقاصد کو پورا کرنے کے لیے کسی سے دوستی کرتے ہیں اور پھر موقع ملتے ہی اس کی پیٹھ میں خنجر گھونپ دیتے ہیں۔ اس لیے میرے خیال میں دوست نہیں بنانے چاہئیں۔

عمار: اگر دیکھ بھال کر دوستی کی جائے تو ایسے لوگوں سے بچا جا سکتا ہے جو آستین کے سانپ ہوتے ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ سب دوست ایسے ہی دغا باز ہوتے ہیں۔ اگر دیکھ بھال کر دوستی کی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

واصف: یہی تو سب سے مشکل کام ہے۔ ہم لوگ دوستوں کے انتخاب میں کسی قسم کے معیار کو مدِ نظر نہیں رکھتے بس جو ذرا ہنس کے مل لے اس سے دوستی کر لیتے ہیں۔ یہ بھی نہیں سوچتے کہ یہ ہماری دوستی کے لائق ہے بھی یا نہیں۔ انسان ایسے ہی لوگوں سے دھوکا کھاتا ہے۔ اس لیے دوست بنانے ہی نہیں چاہئیں۔

رضوان: آج کے اس معاشرے میں اچھے دوست کی تلاش ہی سب سے بڑی بات ہے۔ اگر کسی کو اچھا دوست میسر آ جائے تو اس کے لیے دُنیا جنت بن جاتی ہے، میرے خیال میں تو ضرور دوست بنانے چاہئیں۔

ارسلان: دھوکا انسان کی سرشت میں شامل ہے۔ لوگ دھوکا دینے سے باز نہیں آتے اس لیے دوست بنانا فضول ہے۔

استاد صاحب: بچو! میں نے آپ سب کی باتیں سنی ہیں، میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ دوستی ضرور ہونی چاہیے لیکن دوستوں کے انتخاب میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ ایسے شخص کو دوست بنایا جائے جس کے خیالات آپ سے ملتے ہوں، ایسا دوست ہو جو احساس کی دولت سے مالا مال ہو۔ حضرت علیؓ کا قول ہے "اپنے بُرے ہم نشینوں سے بچو، کیوں کہ وہ تمھارا تعارف بن جاتے ہیں۔"

اساتذہ کرام کے لیے

1- طلبہ پر دوستی کا صحیح مفہوم واضح کیا جائے۔

www. .com

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

جواب: دوستی ایک مقدس رشتہ ہے۔ یہ کٹھن حالات میں انسان کو سہارا دیتا ہے۔ سچا اور حقیقی دوست وہی ہوتا ہے جو مصیبت میں کام آئے۔ دوستی میں کبھی ذاتی مفاد کو پیش نظر نہیں رکھنا چاہیے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اپنے دوست کے بارے میں اِدھر اُدھر سے معلومات نہیں لینی چاہیے۔ ہو سکتا ہے اس کا کوئی دشمن آپ کو اس کے بارے میں کچھ غلط بتا دے اور آپ ایک اچھے دوست سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو جائیں اور یہ بھی ہے کہ اگر ایک اچھا دوست سو بار بھی روٹھے تو اسے منا لو کیوں کہ موتیوں کی مالا جتنی بار ٹوٹتی ہے اس کے موتی چن لیے جاتے ہیں۔

دوستی دوست سے نسبت کے سوا کچھ بھی نہیں
حلقۂ یاراں میں جو رہتا ہے تو کاجل بن جا

2- مختلف مثالوں کے ذریعے سے طلبہ کو وقت کی اہمیت کا احساس دلایا جائے۔

جواب: انسانی زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت وقت کی ہے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے کہ ایک بار گزر جائے تو دوبارہ کبھی واپس نہیں آتا ہے۔ ہر گزرنے والا لمحہ بتاتا ہے کہ وہ ہماری زندگی کو کم کر رہا ہے۔ اس وقت میں جو کچھ کرنا ہے کر لیا جائے اسے بے کار نہ گنوایا جائے۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

کسی کام کو مقررہ وقت پر سرانجام دینا پابندیٔ وقت کہلاتا ہے۔ پابندیٔ وقت انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ دنیا میں وہی قومیں کامیاب اور کامران ہوتی ہیں جو وقت کی قدر کرتی ہیں۔

اسلام کے بنیادی ارکان جیسے نماز، روزہ اور حج وغیرہ بھی ہمیں وقت کی پابندی کا احساس دلاتے ہیں۔ مؤذن وقت مقررہ پر اذان دے کر ہمیں نماز کی طرف بلاتا ہے اور ہم وقت مقررہ پر نماز ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح روزوں اور حج کے لیے بھی مقررہ اوقات ہیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو بھی وقت کی پابندی بہت پسند ہے۔

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

کسان کی زندگی سے ہمیں وقت کی پابندی کا سبق ملتا ہے۔ وہ وقت پر فصل کے لیے زمین کو تیار کرتا ہے۔ وقت پر اس میں بیج بوتا ہے۔ وقت پر اسے سیراب کرتا ہے۔ وقت پر فصل کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ اگر کسان وقت کی پابندی نہ کرے تو اسے کبھی لہلہاتی ہوئی فصل کا منھ دیکھنا نصیب نہ ہو۔

طالب علم کے لیے بھی وقت کی پابندی نہایت ضروری ہے۔ اگر ایک طالب علم صبح سویرے وقت مقررہ پر اٹھے، وقت مقررہ پر سکول جائے، پڑھائی اور محنت باقاعدگی سے کرے، وقت پر کھیلے اور وقت پر سوئے تو اس کی صحت بھی اچھی رہے گی اور وہ تعلیم کے میدان میں بھی نمایاں ترقی کرے گا۔ اس کے برعکس جو طالب علم وقت کا پابند نہیں ہوتا، وہ امتحان میں کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ بقول مولانا الطاف حسین حالی

یونہی وقت سو ہو کے ہیں جو گنواتے
وہ خرگوش کچھوے سے ہیں زک اٹھاتے

3- طلبہ پر واضح کیا جائے کہ اپنے من پسند کام میں مصروف رہنے ہی سے انسان خوش رہ سکتا ہے۔

جواب: اس عالم رنگ و بو میں ہمیں جتنی رنگینیاں اور چہل پہل نظر آ رہی ہے یہ سب خوب سے خوب تر کی تلاش کا نتیجہ ہے۔ ہر ذی روح بامراد ہونے کا آرزومند ہے۔ ہر شخص کی محنت کا میدان الگ ہوتا ہے۔ کاشت کار زمین میں ہل چلا کر دن رات شب و روز محنت سے غلہ اگاتے ہیں۔ مزدور اور کاریگر کارخانوں میں خون پسینا ایک کر کے استعمال کی چیزیں بناتے ہیں۔ اگر انسان کو اپنی مرضی کے مطابق کام اور ماحول مل جائے تو وہ اس میں گہری دلچسپی لیتا ہے۔ اس طرح کام صرف کام ہی نہیں رہتا بلکہ وہ اس کے لیے تسکین کا ذریعہ بھی بن جاتا ہے۔ اگر انسان کو اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرنے کو ملے تو وہ اس میں دلچسپی نہیں لے گا اور اس کی صلاحیتیں زنگ آلود ہو جائیں گی۔

اہم معروضی سوالات

متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) مصنف نے دوست کے ہاں پورے دن میں لکھا:

(i) ایک صفحہ　(ii) ایک ہول
(iii) ایک مضمون　(iv) ایک افسانہ

(ب) مرزا صاحب کا آنا:

(i) قیامت سے کم نہ تھا　(ii) خوشی سے کم نہ تھا
(iii) بھونچال سے کم نہ تھا　(iv) خوش آئند تھا

(ج) شاکر خاں صاحب رئیس تھے:

(i) کلیم پور کے　(ii) سلیم پور کے
(iii) علیم پور کے　(iv) اقلیم پور کے

(د) قلم نہایت خوبصورت تھا:

(i) چینی　(ii) جاپانی
(iii) ہندوستانی　(iv) انگریزی

(ہ) مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ افسانہ ہے:

(i) سجاد حیدر یلدرم کا　(ii) شاہد احمد دہلوی کا
(iii) اشرف صبوحی کا　(iv) حکیم محمد سعید کا

(و) سجاد حیدر یلدرم پیدا ہوئے:

(i) 1880ء میں　(ii) 1882ء میں
(iii) 1888ء میں　(iv) 1890ء میں

(ز) مصنف کے دوست محمد تحسین مصنف سے ملنے آتے ہیں:

www.ao

(i) صبح صبح (ii) دوپہر میں

(iii) تیسرے پہر (iv) رات کو

(ح) سلیم پور میں مصنف نے پہلے دن شکار کھیلا

(i) شیر کا (ii) آبی پرندوں کا

(iii) مرغابی کا (iv) مچھلی کا

(ط) مصنف کے کمرے میں رکھی ہوئی سیاہی کی دوات تھی

(i) شیشے کی (ii) پلاسٹک کی

(iii) لکڑی کی (iv) چاندی کی

(ی) مصنف نے اپنے آپ کو تشبیہ دی

(i) کی دولہن سے (ii) عربی گھوڑے سے

(iii) ایک کابل پٹھان سے (iv) ایک آرائشی گل دستے سے

جوابات

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(i)	(ب)	(iii)	(ج)	(ii)	(د)	(iv)
(ہ)	(i)	(و)	(i)	(ز)	(iii)	(ح)	(iv)
(ط)	(iv)	(ی)	(ii)				

com
www.down

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

ہاجرہ مسرور
(1929ء تا 2012ء)

مُلَمَّع

تدریسی مقاصد

- معاشرے میں رہنے والے لوگوں کے رویوں کی عکاسی کرنا
- لوگوں کے دوغلے پن کی نشان دہی کرنا
- لوگوں کے دکھاوے کی عادت کو نفسیاتی پس منظر میں بیان کرنا
- طلبہ کو آگاہ کرنا کہ افسانہ کیا ہوتا ہے۔
- طلبہ پر افسانے کی خوبیاں اور خامیاں نمایاں کرنا
- طلبہ کو ریلوے اسٹیشن کے ماحول سے روشناس کروانا
- ہاجرہ مسرور کی افسانہ نگاری کے بارے میں طلبہ کو آگاہ کرنا

مصنفہ کے حالاتِ زندگی

نام: ہاجرہ مسرور **بنت:** ڈاکٹر تہور علی خاں **تاریخ پیدائش:** 17 جنوری 1929ء

جائے پیدائش: لکھنؤ

تعلیم: ابتدائی تعلیم مختلف جگہوں سے حاصل کی کیوں کہ سرکاری ملازم ہونے کی وجہ سے ان کے والد کا آئے روز کہیں نہ کہیں تبادلہ ہوتا رہتا تھا اور انھیں سکول تبدیل کرنا پڑتا تھا۔ والد کی اچانک وفات نے انھیں تعلیم کے سلسلے کو خیر باد کہنے پر مجبور کر دیا۔ اس لیے وہ باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کر سکیں۔

ہاجرہ مسرور میں حالات کو جانچنے کی صلاحیت بچپن ہی سے موجود تھی۔ وہ جو

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

کچھ بھی دیکھتیں اسے اپنے انداز میں بیان کرنے کی کوشش کرتیں۔ انھوں نے اپنی بڑی بہن سے بہت استفادہ کیا جنھیں دُنیا خدیجہ مستور کے نام سے جانتی ہے۔ ابھی ہاجرہ مسرور کی عمر صرف بارہ سال تھی جب ان کا لکھا ہوا افسانہ "لاوارث لاش" ایک ہفت روزہ "تمام" میں شائع ہوا۔ ہاجرہ مسرور نے اپنی فنی زندگی کے آغاز ہی سے اپنے فن کے ساتھ پورا خلوص برتنے اور اس پر پوری توجہ صرف کرنے کی عادت ڈالی۔ تقسیم ہند کے بعد ہاجرہ مسرور بھی ہجرت کر کے پاکستان کے شہر لاہور آ گئیں۔ یہاں انھوں نے مشہور افسانہ نگار احمد ندیم قاسمی کے ساتھ مل کر ماہنامہ "نقوش" کی ادارت کے فرائض انجام دیے۔ قیامِ پاکستان کے بعد ان کے لکھے ہوئے افسانوں میں "اندھیرے اُجالے" اور "اُمیدِ مرحوم" ایسے افسانے ہیں جن کے موضوع تو عام زندگی کے ہیں لیکن ان کے فن میں کہیں بھی عمومیت نظر نہیں آتی۔

تصانیف: ہاجرہ مسرور نے زیادہ تر افسانے ہی لکھے ہیں جن میں "چرکے"، "ہائے اللہ"، "تیسری منزل"، "چوری چھپے"، "اندھیرے اجالے" اور "چاند کی دوسری طرف" افسانوں کے مجموعے ہیں۔ 1991ء میں ہاجرہ مسرور کے افسانوں کا کلیات "سب افسانے میرے" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

وفات: ہاجرہ مسرور 15 ستمبر 2012ء کو کراچی میں انتقال کر گئیں۔ انھیں کراچی ہی میں سپردِ خاک کیا گیا۔

مرکزی خیال

اس کہانی کا مرکزی خیال یہ ہے کہ انسان کو بناوٹ، ریاکاری اور طمع سے کام نہیں لینا چاہیے۔ دُنیا میں ہر طرح کے لوگ موجود ہیں۔ اپنے آپ کو ویسا ہی ظاہر کرنا چاہیے جیسا کہ حقیقت میں کیوں کہ جب طمع کا پردہ چاک ہوتا ہے اور حقیقت سامنے آتی ہے تو سوائے شرمندگی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

www.downloadclassnotes.com

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

اہم نکات

- تھرڈ کلاس کا ٹکٹ
- قیمتی مگر مانگے کا برقع
- قیمتی اوورکوٹ والا نوجوان
- غربت چھپانے کی کوشش
- انٹر کلاس میں سفر
- تھرڈ کلاس ٹکٹ کا راز کھلنا
- گرم جوشی ختم ہو جانا
- لڑکے کا خود بھی غریب ہونا

خلاصہ

وہ ریلوے ٹکٹ گھر کے سامنے کھڑی تھی۔ گاڑی آنے میں پندرہ منٹ باقی تھے لیکن ٹکٹ گھر بند تھا۔ اسٹیشن پر بہت رش تھا۔ اُس نے قلی سے پوچھا "ٹکٹ گھر بند کیوں ہے؟" قلی نے بتایا کہ یہ گاڑی ہمیشہ دیر سے آتی ہے اس لیے ٹکٹ گھر ابھی تک بند ہے۔ وہ بیٹھنے کے لیے جگہ تلاش کرنے لگی۔ اس کا خوب صورت برقع بہت امیرانہ لگ رہا تھا۔ درحقیقت وہ ایک غریب لڑکی تھی اور برقع اپنی خالہ سے مانگ کر لائی تھی۔ لڑکی نے ایک نوجوان کو دیکھا جو ایک قیمتی اوورکوٹ پہنے اسی طرف آ رہا تھا۔ لڑکی نے سوچا شاید یہ نوجوان ٹکٹ خریدنے آیا ہے لیکن وہ لڑکی پر ایک نظر ڈالتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ لڑکی نے سوچا یہ کوئی امیر زادہ ہوگا، تھرڈ کلاس کا ٹکٹ کیوں لے گا۔ قلی نے لڑکی کا سامان نیچے رکھنا چاہا تو وہ ڈانٹ کر بولی "میرا سامان یہاں نہ رکھو میں یہاں نہیں بیٹھوں گی۔" وہ وہیں کھڑی رہی۔ اوورکوٹ والا نوجوان بار بار لڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ لڑکی کو بھی اس بات کا احساس تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی غربت کا اظہار اس امیر لڑکے پر ہو۔

لڑکی اپنے چچا کی عیادت کے لیے دوسرے شہر جا رہی تھی۔ اس کی ماں نے چھوٹے بھائی کو ساتھ لے جانے کا کہا مگر لڑکی نے اکیلے ہی سفر کرنے پر اصرار کیا۔ لڑکی نے تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لیا اور اِدھر اُدھر دیکھتی رہی کہ کہیں وہ نوجوان اسے تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لیتے ہوئے نہ دیکھ لے لیکن وہ نوجوان اسے کہیں نظر نہ آیا۔

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

URDU FOR 10TH CLASS (HISSA-E-NASAR)

جیسے ہی گاڑی پلیٹ فارم پر آئی۔ لڑکی قلی کے پیچھے پیچھے انتظار گاہ سے نکلی۔ اس کی پہلی نظر اُسی نوجوان پر پڑی جو بڑی شان سے سگریٹ منہ میں دبائے اسے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ قلی لڑکی کا سامان لے کر تھرڈ کلاس ڈبے کی طرف بڑھا جہاں بہت زیادہ رش تھا۔ لڑکی بھی آگے بڑھی لیکن سامنے جو دیکھا تو وہی نوجوان کھڑا مسکرا رہا تھا۔ ارے قلی! تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟ وہ پوری طاقت سے چلائی اور قلی کو ساتھ لے کر اس ہجوم سے باہر نکل آئی۔ وہ ادھر اُدھر بلا مقصد گھومنے لگی جیسے ہی وہ انٹر زنانہ ڈبے کے سامنے پہنچی تو وہاں رک گئی اور قلی سے کہا کہ میرا سامان اس ڈبے میں رکھ دو۔ قلی کو بڑی حیرانی ہوئی کہ یہ لڑکی تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لے کر انٹر کلاس میں کیوں بیٹھ رہی ہے لیکن جب لڑکی نے اسے سامان کی اٹھوائی آٹھ آنے دی تو قلی یک دم کھل اٹھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنے ہلکے پھلکے سامان کی اٹھوائی آٹھ آنے بھی ہو سکتی ہے۔

وہ دروازے سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔ اُس نے دیکھا کہ نوجوان اوورکوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ٹھونسے کھڑا اسے عجیب نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ گاڑی چلی تو وہ نوجوان بھی دوڑ کر آگے چلا گیا۔ سارا راستہ لڑکی خوف زدہ رہی کہ کہیں ٹکٹ چیکر آ کر ٹکٹ نہ چیک کر لے۔ جیسے ہی اس کا اسٹیشن آیا تو وہ خوش ہو گئی کہ میں یہاں اتر جاؤں گی اور میں نے اپنی مفلسی کو اس امیر نوجوان سے چھپا لیا ہے لیکن عجیب اتفاق تھا کہ نوجوان بھی اسی اسٹیشن پر اترا جس پر اسے اترنا تھا۔ لڑکی اب گیٹ سے گزرتے ہوئے اپنا تھرڈ کلاس کا ٹکٹ چھپانا چاہتی تھی لیکن ایسا نہ ہو سکا کیوں کہ اوورکوٹ والا نوجوان گیٹ کے پاس ہی کھڑا تھا۔ گیٹ کیپر کو ٹکٹ دیتے ہوئے اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ آخر اسے ٹکٹ دینا ہی پڑا۔ نوجوان نے بھی اسے تھرڈ کلاس کا ٹکٹ دیتے ہوئے دیکھ لیا اور وہ مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

لڑکی شرمندہ سی ہو کر چپکے سے گھر آ گئی۔ اس کی گرم جوشیوں پر اوس پڑ گئی تھی۔ کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ محلے والوں سے مل کر وہ دھوپ کھانے چھت پر آ گئی۔ وہ چھت پر ٹہل رہی تھی کہ اچانک اس کی نظر پڑوس کے صحن میں پڑی۔ کوئی نوجوان پرانی سی تہ بند باندھے بانس کی کھری چارپائی پر لیٹا تھا۔ چولہے کے چھپر میں ایک ادھیڑ عمر عورت باجرے کی موٹی موٹی روٹیاں پکا رہی تھی۔ دھوپ کھانے والے نے کروٹ بدلی تو

Visit **www.downloadclassnotes.com** for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

لڑکی نے دیکھا کہ یہ وہی اسٹیشن پر ملنے والا امیرزادہ ہے۔ نوجوان نے بھی اسے دیکھ کر پھرتی سے کروٹ بدل لی۔ چھپر میں ایک کھونٹی پر اوورکوٹ جھول رہا تھا۔ لڑکی نے اپنی چچازاد بہن سے پوچھا "بنو! اس مکان میں کون رہتا ہے؟" وہ بولی "اس مکان میں ایک بیوہ عورت اپنے لڑکے کے ساتھ رہتی ہے۔ اس کا لڑکا شہر میں پڑھتا ہے۔ یہ عورت ہمارے کپڑے سیتی ہے اور بہت کم سلائی لیتی ہے۔ لڑکی سورج کے رخ کھڑی ہو کر اپنے قیمتی برقعے کو گھورنے لگی۔

مضمون پر تبصرہ

ہاجرہ مسرور نے اس افسانے میں ایک بہت بڑی حقیقت کی نقاب کشائی کی ہے۔ انسان اپنے اوپر بناوٹ کا لبادہ اوڑھ کر اپنی اصل کو بھول جانا چاہتا ہے۔ اس کا مقصد دوسروں کو متاثر کرنا ہے۔ دوسروں کی چکاچوند میں خود بھی ویسا ہی بننا چاہتا ہے مگر وہ یہ بھول جاتا ہے کہ دوسرے لوگ بھی اسی دُنیا کے باسی ہیں۔ لڑکی کا اپنا برقع تو قیمتی تھا لیکن مانگے کا تھا اور اصل میں وہ لڑکی غریب تھی۔ اس نے محض ایک قیمتی اوورکوٹ کی وجہ سے نوجوان کو بھی کوئی امیرزادہ سمجھ لیا حالانکہ وہ بھی ایک غریب بیوہ کا غریب لڑکا تھا۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
متعجب	عجیب، حیرانی	اُکتا جانا	دل اچاٹ ہو جانا۔ دل لگنا
ہلکا پھلکا	کم وزن کا	مختصر	چھوٹا
یہ	مراد یہ	دھندلی	غبار والی، غیر واضح
بے مائیگی	کم حیثیت	پھڑکنا	کانپنا، لرزنا
بکھیرنا	پھیلانا	لیٹ رہت ہے	لیٹ رہتی ہے
حقیقت	سچائی	نیم تاریک	کم روشن

کالی کلوٹی	کالے رنگ کی	اکا دکا	کوئی کوئی
کثیف	گاڑھا، آلودہ	رینگنا	پیٹ کے بل چلنا
امیر کبیر	بہت زیادہ امیر	درحقیقت	اصل میں
رکھے دیتے ہیں	رکھ دیتے ہیں	چرڑ چرڑ	اسم صوت، جوتے کی آواز
لرزنا	کانپنا	بے ساختہ	فوری، اچانک
ویٹنگ روم	انتظار گاہ	مجبوری	مراد مزدوری
[illegible]	چمڑے کی بنی ہوئی	کپکپانا	سردی سے کانپنا
کاہے	مراد کیوں	مضطربانہ	بے چینی سے
کلبلانا	[illegible]	شوشہ چھوڑنا	فساد والی بات کہنا
کائنات	[illegible]	ہولڈال	بستر بند
بھاوج	بھابھی	بلامبالغہ	بغیر کسی جھوٹ کے
جھرمٹ	حلقہ، گروہ، عورتوں کا حلقہ	[illegible]	کہاں، کس جگہ
محافظ	حفاظت کرنے والا	نجات	رہائی، چھٹکارا
اطمینان	تسلی	تھرڈ کلاس	تیسرے درجے کا
در آنا	اندر داخل ہونا	جھنکار	اسم صوت [illegible] چھن
بیڑیاں	پاؤں کی زنجیریں	طرفہ	انوکھا، نرالا، [illegible]
گدڑی	فقیروں کا جبہ جس میں بہت سے پیوند لگے ہوتے ہیں	حائل ہونا	رکاوٹ ڈالنا، روکنا
مزین	آراستہ، سجا ہوا	ہجوم	بھیڑ

www.downloadclassnotes.com

پیمائش	فاصلہ ناپنا	طنز کرنا	دل آزاری والی بات کہنا
گوشہ	کونا	آرزو	تمنا، خواہش
بلامقصد	بغیر کسی مقصد کے	دفعتاً	اچانک
دل فریب	دل کو دھوکا دینے والی	تہ	آخری گہرائی
حقارت	ذلت، بے عزتی، نفرت	باعث	وجہ، سبب
جنبش	حرکت	پھریریاں آنا	چکر آنا
ملمع	جھول، قلعی۔ ذرا دکھاوا چمک	اسباب	مال و زر
الوداع کرنا	رخصت کرنا	لڑھکانا	ڈھلوان سے دھکیلنا
مفلس	غریب	مخمصے میں آ جانا	حیران ہونا
مصافحہ کرنا	ہاتھ ملانا	تذبذب	فکر، پریشانی
مضمحل	کمزور، ناتواں	شرابور	بھیگے ہوئے
برمانا	سوراخ کرنا	استقبال کرنا	خوش آمدید کہنا
گرم جوشی	بہت زیادہ جوش	عیادت	تیمارداری
اصرار کرنا	ضد کرنا	آنگن	صحن
اوندھا	الٹا	رخ	طرف

اہم اقتباسات کی تشریح

پیراگراف 1 اندھیری سڑک پہ ——— نکل گیا۔

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: ملبع
(ب) مصنف کا نام: ہاجرہ مسرور

حل لغت

چرز چرز: اسم صوت، بوٹوں کی آواز۔ لرزتا ہوا: کانپتا ہوا۔ قبول صورت: واجبی سی شکل وصورت والا۔ اوورکوٹ: لمبا کوٹ جو گھٹنوں تک جسم کو ڈھانپ لے۔ بے ساختہ: فوراً، جلدی، بغیر سوچے سمجھے، غیر ارادی

سیاق وسباق

اسٹیشن پر کھڑی لڑکی کو تھرڈ کلاس ڈبے میں سفر کرنا تھا کیوں کہ وہ ایک غریب گھرانے کی لڑکی تھی لیکن گھر سے چلتے وقت اس نے اپنی خالہ جان کا برقع اوڑھ لیا جو نسبتاً قیمتی کپڑے کا بنا ہوا تھا۔ برقع پہن کر وہ سوچ رہی تھی شاید اس طرح میں امیر نظر آ رہی ہوں۔ اچانک اس نے ایک نوجوان کو دیکھا جس نے ایک قیمتی اوورکوٹ پہنا ہوا تھا۔ قلی جب لڑکی کا سامان پلیٹ فارم پر رکھنے لگا تو لڑکی نے اس بات میں اپنی ہتک محسوس کی اور وہ اونچی آواز میں کہنے لگی "میں یہاں ہرگز نہیں بیٹھوں گی۔"

تشریح

لڑکی تنہا سفر کر رہی تھی۔ وہ تیسرے درجے میں سفر کرنا چاہتی تھی کیوں کہ وہ ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتی تھی لیکن اپنے قیمتی برقع کی وجہ سے دیکھنے والوں کو وہ کوئی امیر اور آزاد خیال لڑکی لگ رہی تھی۔ اس بات کا لڑکی کو بھی احساس تھا۔ وہ پلیٹ فارم پر کھڑی اندھیرے میں گھور رہی تھی کہ اچانک سڑک پر کسی کے بوٹوں کی کھڑکھڑاہٹ ہوئی اور ایک سایہ کانپتا ہوا سا آگے بڑھنے لگا۔ جب وہ سایہ اسٹیشن کی تیز روشنی میں پہنچا تو لڑکی نے دیکھا کہ ایک واجبی سی شکل وصورت کا نوجوان ایک بھاری اوورکوٹ پہنے اسی طرف چلا آ رہا ہے۔ لڑکی ٹکٹ گھر کی کھڑکی کے پاس کھڑی تھی۔ اس نے سمجھا شاید یہ

نوجوان ٹکٹ لینے کے لیے اس طرف آ رہا ہے۔ وہ غیر ارادی طور پر مسکرانے لگی۔ نوجوان نے اپنی ٹائی کی گرہ درست کی اور لڑکی پر ایک نظر ڈالتا ہوا ٹکٹ گھر کے پیچھے چلا گیا۔

تبصرہ

اس پیراگراف میں بتایا گیا ہے کہ کسی کے ظاہر سے اس کے باطن کا اندازہ لگانے والے ہمیشہ غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں۔ کسی کی ظاہری حالت سے اس کی حیثیت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کیوں کہ ظاہری حلیہ دھوکا بھی ہو سکتا ہے۔ لڑکی نے بھی نوجوان کو ایک قیمتی اور کوٹ پہنے دیکھ کر اندازہ لگایا کہ وہ کوئی امیر آدمی ہو گا مگر درحقیقت وہ بھی ایک غریب بیوہ کا غریب بیٹا تھا۔

پیراگراف 2 میں نے ان سے پوچھا کہ میں ———— سفر کرنا چاہیے۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: ملمع

(ب) مصنفہ کا نام: ہاجرہ مسرور

حل لغت

اُگلنا: کسی کھائی ہوئی چیز کو حلق کے راستے نکالنا۔ تنہا: اکیلے۔ بلا مبالغہ: بغیر کسی جھوٹ کے۔ جھرمٹ: حلقہ، گروہ، عورتوں کا گروہ

سیاق وسباق

لڑکی کے چچا بیمار تھے۔ جب گھر والوں کو ان کی بیماری کا خط ملا تو لڑکی کی ماں نے خیال ظاہر کیا کہ اگر گھر سے کوئی ان کی عیادت کے لیے چلا جاتا تو اچھا تھا۔ ماں کا خیال تھا کہ ایسے وقت میں رشتے داروں کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ امی جان کی یہ بات سن کر لڑکی چچا کی عیادت کے لیے جانے پر تیار ہو گئی۔ جب اس نے جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو اس کی ماں نے کہا کہ اپنے چھوٹے بھائی کو ساتھ لے جاؤ کیوں کہ ایک لڑکی کا تنہا سفر کرنا مناسب نہیں لیکن لڑکی اس بات کو نہ مانی اور اس نے تنہا ہی سفر کرنے پر اصرار کیا۔

تشریح

جب لڑکی کی ماں نے کہا کہ اپنے بھائی کو ساتھ لے جاؤ تو لڑکی نے گھر والوں سے پوچھا "میں کوئی مٹھائی ہوں جو کوئی مجھے کھا لے گا اور چھوٹے بھائی عقیل کو میرے ساتھ دیکھ کر ڈر کے مارے حلق سے نکال دے گا۔ یہ سلمٰی اور رضیہ بھی تو لڑکیاں ہی ہیں کیسے مزے سے اکیلے ہی سفر کرتی ہیں۔" اس پر ماں نے کہا کہ وہ تو امیر آدمیوں کی لڑکیاں ہیں۔ اس پر لڑکی نے جواب دیا "پھر تو انھیں کم از کم ایک درجن نوکروں کو ساتھ لے کر سفر کرنا چاہیے پھر وہ اکیلے سفر کیوں کرتی ہیں۔"

تبصرہ

اس پیراگراف میں ہاجرہ مسرور نے ایک ماں کی فکرمندی اور ایک لڑکی کی خود اعتمادی کو بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے معاشرے کے ایک المیے کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ امیر آدمیوں کی لڑکیاں آزاد خیال ہوتی ہیں۔ ان پر کوئی پابندی نہیں ہوتی جب کہ غریب آدمی کی لڑکی کا تنہا سفر کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ ایک اچھی بات یہ بتائی گئی ہے کہ بھائی بہنوں کے محافظ ہوتے ہیں چاہے وہ چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں۔ دوسری طرف لڑکی خود اعتمادی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو لڈو پیڑا نہیں سمجھتی بلکہ پورے اعتماد سے سفر کرنے کے لیے تیار ہے۔ ایک پیراگراف میں کتنا کچھ بیان کیا ہے ہاجرہ مسرور نے۔ بیان کے فن کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حل مشقی سوالات

-1 درج ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیے:

(الف) قلی نے لڑکی کو پلیٹ فارم پر بیٹھ جانے کے لیے کہا تو اس پر لڑکی نے کس رویے کا اظہار کیا؟

جواب: جب قلی نے لڑکی سے پلیٹ فارم پر بیٹھنے کو کہا تو اس نے کسی قدر غصے سے کہا "نہیں میں یہاں نہیں بیٹھوں گی۔" لڑکی نے ایک خوب صورت ریشمی برقع اوڑھ رکھا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ میں یقیناً کسی امیر گھرانے کی لڑکی معلوم ہو رہی ہوں لیکن اصل میں وہ ایک مٹے ہوئے خاندان کی قابل لیکن پریشان

www. com

حال لڑکی تھی۔ اسی لیے جب قلی نے اسے پلیٹ فارم پر بیٹھنے کے لیے کہا تو وہ غصے میں آ گئی۔

(ب) لڑکی سفر کیوں کر رہی تھی؟

جواب: لڑکی کے گھر والوں کو لڑکی کے چچا جان کی بیماری کا خط ملا تھا۔ اس کی امی جان کا خیال تھا کہ گھر سے انھیں کوئی دیکھنے چلا جاتا تو اچھا تھا۔ یہ سن کر لڑکی جانے کے لیے تیار ہو گئی، وہ اپنے چچا کی عیادت کے لیے سفر کر رہی تھی۔

(ج) گھر والوں نے عقیل کو ساتھ لے جانے کا مشورہ دیا تو اس پر لڑکی نے کیا جواب دیا؟

جواب: جب امی جان نے کہا کہ تم عقیل کو ساتھ لے جاؤ۔ عقیل بچہ ہی سہی لیکن ہے تو لڑکا۔ گھر والوں کی یہ بات لڑکی کو زہر معلوم ہوئی۔ اس نے گھر والوں سے کہا کہ میں کوئی لڈو پیڑا ہوں جو کوئی مجھے کھا لے گا اور عقیل کو دیکھ کر ڈر کے مارے اُگل دے گا۔

(د) لڑکی سٹیشن پہنچی تو اس نے سب سے پہلے کیا دیکھا؟

جواب: جب لڑکی اسٹیشن پر پہنچی تو اس نے دیکھا کہ زمین اور بنچوں پر سینکڑوں آدمی لاشوں کی طرح پڑے سو رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ان سب کو سفر کرنا ہی نہ تھا۔

(ہ) لڑکی جس ڈبے میں سوار ہوئی، اس کا ماحول کیسا تھا؟

جواب: لڑکی جس ڈبے میں سوار ہوئی اس میں دو سیٹوں پر دو عورتیں رنگین لحافوں میں لپٹی ہوئی تھیں۔ ان کے ارد گرد بھاری بھاری بکس اور بڑی بڑی پوٹلیاں اس طرح پھیلی ہوئی تھیں کہ کسی کے بیٹھنے کی جگہ ہی نہیں تھی۔ تیسری سیٹ پر کونے میں ایک عورت بالکل دبلی پتلی بیٹھی اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔ اس کے قریب ہی ایک دوسرا بچہ جو زیادہ سے زیادہ دو سال کا ہوگا، بیٹھا منمنا رہا تھا۔ بالکل سوکھا، ہاتھ پاؤں کی کھال لٹکی ہوئی، جیسے وہ پیدائش کے بعد فوراً ہی بڑھاپے کی طرف چل رہا ہو۔

-2 متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) سبق "ملمع" کے ماخذ کا نام کیا ہے؟

(i) وہ لوگ (ii) سب افسانے میرے (iii) ہائے اللہ (iv) چوری چھپے

(ب)　جب لڑکی ریلوے سٹیشن پہنچی تو گاڑی آنے میں دیر تھی:

(i) پندرہ منٹ　(ii) آدھ گھنٹا　(iii) ایک گھنٹا　(iv) چند منٹ

(ج)　سبق "طمع" اصناف ادب کے لحاظ سے کیا ہے؟

(i) داستان　(ii) افسانہ　(iii) مضمون　(iv) ناول

(د)　"طمع" کس کی تحریر ہے؟

(i) خدیجہ مستور　(ii) ہاجرہ مسرور　(iii) سجاد حیدر یلدرم　(iv) اشرف صبوحی

(ہ)　لڑکی نے قلی کو کتنی رقم دی؟

(i) اٹھنی　(ii) ایک روپیا　(iii) پانچ کا نوٹ　(iv) دس روپے

(و)　لڑکی کے سفر کا مقصد تھا:

(i) سیر سپاٹا　(ii) بیمار چچا کی عیادت

(iii) خالہ زاد بہن کی شادی میں شرکت　(iv) چھٹیاں گزارنا

(ز)　لڑکی نے ریل کا سفر کس درجے میں کیا؟

(i) انٹر　(ii) اوّل　(iii) دوم　(iv) اے سی

(الف)	(ii)	(ب)	(i)	(ج)	(ii)	(د)	(ii)
(ہ)	(i)	(و)	(ii)	(ز)	(i)		

-3　لڑکی پر امیرزادے کی اصلیت کیسے واضح ہوئی؟

جواب:　جب لڑکی اپنے چچا کے گھر پہنچی تو وہ بہت مضطرب تھی۔ وہ سفر کے سارے واقعات کو اپنے دل سے محو کر دینا چاہتی تھی۔ وہ اپنے چچا کے گھر چھت پر ٹہل رہی تھی۔ ٹہلتے ٹہلتے اپنا خیال ہٹانے کے لیے پڑوس کے مکان میں جھانکنے لگی۔ اس نے دیکھا گوبر سے لپے پتے آنگن میں بانس کی کھری چارپائی پر کوئی تہ بند باندھے اوندھا پڑا دھوپ لے رہا ہے۔ دھوپ کھانے والے نے کروٹ بدلی اور لڑکی کا دل دھڑکتے دھڑکتے جیسے ایک لمحے کے لیے تھک گیا ہو۔ وہی اسٹیشن کا امیرزادہ! اچانک دونوں کی نظریں چار ہوگئیں۔ نوجوان نے تیزی سے کروٹ بدل لی۔ لڑکی نے اپنی چچازاد بہن سے پوچھا کہ اس گھر میں اب کون رہتا ہے۔ اس نے بتایا کہ یہاں ایک بیوہ اور اس کا لڑکا رہتا ہے جو شہر میں پڑھتا

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

ہے۔ بے چاری سیدھی سادی عورت ہے۔ ہمارے سارے کپڑے بھی سیتی ہے۔ بہت کم سلائی لیتی ہے۔ اس طرح لڑکی پر امیرزادے کی اصلیت واضح ہو گئی۔

-4 سبق کے متن کو مدِ نظر رکھ کر درست یا غلط پر نشان (✓) لگائیں۔

جواب: (الف) ''گاڑی ہمیشہ لیٹ رہتی ہے۔'' قلی نے کہا۔ (✓)

(ب) لڑکی کو ماموں کی بیماری کا خط ملا تھا۔ (x)

(ج) قلی ایک روپے کا سکہ پا کر خوش ہو گیا۔ (x)

(د) چچا کے ہاں لڑکی کا استقبال خوشی سے کیا گیا۔ (✓)

-5 اردو میں اسم کی لحاظ جنس دو قسمیں ہیں، مذکر اور مؤنث۔ یعنی ہر اسم، چاہے وہ جاندار ہو یا بے جان، مذکر ہو گا یا مؤنث۔ اگرچہ ماہرین قواعد نے تذکیر و تانیث کے کچھ اصول بنائے ہیں لیکن عام طور پر تذکیر و تانیث اہلِ زبان کی بول چال ہی کے تابع ہوتے ہیں اور بے جان اسموں کی تذکیر و تانیث کے سلسلے میں بھی اہلِ زبان کی گفتگو ہی سند قرار پاتی ہے۔ مندرجہ ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کی تذکیر و تانیث واضح ہو جائے۔

برقع، قلی، سڑک، لالٹین، لب، پیشانی، فرض، سائنس، گدڑی

الفاظ	تذکیر/تانیث	جملوں میں استعمال
برقع	مذکر	لڑکی نے اپنی خالہ کا برقع اوڑھ رکھا تھا۔
قلی	مذکر	قلی بولا، پلیٹ فارم پر بیٹھ جاؤ۔
سڑک	مؤنث	سڑک بہت شفاف تھی۔
لالٹین	مؤنث	بڑھیا نے لالٹین جلائی۔
لب	مذکر	حضرت بلالؓ کے لب موٹے تھے۔
پیشانی	مؤنث	اس کی پیشانی پسینے سے تر ہو گئی۔
فرض	مذکر	ہر شخص کو اپنا فرض ادا کرنا چاہیے۔
سائنس	مؤنث	میں آٹو موبائل کی ساری سائنس جانتا ہوں۔
گدڑی	مؤنث	قلی نے ایک پھٹی پرانی گدڑی پہنی ہوئی تھی۔

-6 اس سبق کا خلاصہ اپنے الفاظ میں تحریر کیجیے۔

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

جواب: دیکھیے خلاصہ

-7 سبق "مُلمّع" کا سیاق و سباق ذہن میں رکھ کر درج ذیل نثر پاروں کی تشریح کیجیے۔

(الف) ارے قلی! تم مجھے ــــــــــــ عبارت پڑھ رہی تھی۔

متن کا حوالہ 1- مضمون کا نام: ملمع 2- مصنفہ کا نام: ہاجرہ مسرور

سیاق و سباق

لڑکی ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ اس نے تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لیا تھا۔ تھرڈ کلاس میں بہت رش ہوتا ہے۔ جب گاڑی آئی تو قلی نے لڑکی کا سامان اٹھایا اور اسے ساتھ لے کر تھرڈ کلاس کے ڈبے کی طرف بھاگا۔ رش کی وجہ سے لڑکی لوگوں کے درمیان پھنس گئی۔ اس نے یوں محسوس کیا جیسے وہ کوئی قیدی ہو اور اسے جیل کی طرف لے جایا جا رہا ہو مگر کرتی بھی کیا، اس نے تو ٹکٹ ہی تھرڈ کلاس کا لیا تھا۔ اچانک اس کی نظر اُسی نوجوان پر پڑی جو بڑی دیر سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے تھرڈ کلاس ڈبے میں بیٹھنے کو اپنی ہتک سمجھا۔

تشریح

جب قلی لڑکی کو تیسرے درجے کے ڈبے کے پاس لایا اور لڑکے نے اُس امیرزادے لڑکے کو سامنے دیکھا تو خفت مٹانے کے لیے قلی سے کہنے لگی کہ تم مجھے تیسرے درجے کے ڈبے میں کیوں لائے ہو۔ اس نے قلی کو اس بھیڑ میں سے باہر نکالا اور خواہ مخواہ پلیٹ فارم پر ادھر اُدھر گھومنے لگی۔ اس کے سامنے بہت بڑی تعداد میں گندے مندے برقعوں میں ملبوس عورتیں ادھر اُدھر گھوم رہی تھیں۔ اس نے دل میں سوچا۔ کاش میں بھی ایسے ہی کسی گندے برقعے میں لپٹی ہوتی تاکہ مجھے اس امیر زادے سے اپنی شخصیت نہ چھپانا پڑتی۔ کوئی اس کو طنز نہ کر سکتا۔ وہ ایسے ہی خیالوں میں گم ریل گاڑی کے ڈبوں پر لکھی ہوئی عبارتیں پڑھتی جا رہی تھی۔

(ب) لڑکی کا قلی ــــــــــــ مسکرا رہا تھا۔

متن کا حوالہ 1- مضمون کا نام: ملمع 2- مصنفہ کا نام: ہاجرہ مسرور

سیاق و سباق

لڑکی ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ اس نے تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لیا تھا۔ تھرڈ کلاس میں بہت رش ہوتا ہے۔ جب گاڑی آئی تو قلی نے لڑکی کا سامان اٹھایا اور

اُسے ساتھ لے کر تھرڈ کلاس کے ڈبے کی طرف بھاگا۔ رش کی وجہ سے لڑکی لوگوں کے درمیان پھنس گئی۔ اس نے یوں محسوس کیا جیسے وہ کوئی قیدی ہو اور اسے جیل کی طرف لے جایا جا رہا ہو مگر کرتی بھی کیا، اس نے تو ٹکٹ ہی تھرڈ کلاس کا لیا تھا۔ اچانک اس کی نظر اسی نوجوان پر پڑی جو بڑی دیر سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے تھرڈ کلاس ڈبے میں بیٹھنے کو اپنی ہتک سمجھا۔

تشریح

جب گاڑی آئی تو لڑکی کے مزدور نے لڑکی کا سامان اٹھایا اور دروازے پر کھڑے مردوں کے درمیان میں سے راستا بنانے کی کوشش کرنے لگا۔ یہ تیسرے درجے کا ڈبا تھا۔ زیادہ تر لوگ اسی ڈبے میں سفر کر رہے تھے۔ لڑکی قلی کے پیچھے تھی کہ کہیں قلی اس کا سامان لے کر غائب ہی نہ ہو جائے۔ اتنے میں پیچھے سے بہت زیادہ لوگ ڈبے میں سوار ہونے کے لیے آ گئے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی فوج نے حملہ کر دیا ہو۔ ان لوگوں میں ایک عورت ایسی بھی تھی جس نے چاندی کی چوڑیاں پہن رکھی تھیں۔ اُس نے برقعے میں سے اپنا ہاتھ باہر نکالا اور لڑکی کو اپنا راستا روکے دیکھ کر زور سے دھکا دے دیا۔ لڑکی ایک جھٹکا لے کر گرنے سے تو بچ گئی لیکن اس کا دل یہی چاہ رہا تھا کہ اس عورت کا سجا سجایا برقعہ کھینچ کر بھاگ جائے یا پھر اسے ریل گاڑی سے نیچے دھکا دے دے۔ اسی اثنا میں اس کی نظر سامنے پڑی تو کیا دیکھتی ہے کہ سامنے وہی نوجوان کھڑا مسکرا رہا ہے جس کی نظروں سے وہ بچنا چاہتی تھی۔ نہیں چاہتی تھی کہ اسے معلوم ہو کہ وہ تیسرے درجے میں سفر کر رہی ہے۔

-8 اردو میں دوسری زبانوں کے الفاظ جذب کرنے کی بے پناہ صلاحیت موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ زبان دسیوں زبانوں کے الفاظ اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ ایک زمانے تک اس پر فارسی عربی الفاظ کا غلبہ رہا۔ اب کچھ عرصے سے انگریزی الفاظ بھی تیزی سے اس کا حصہ بنتے جا رہے ہیں۔ آپ اس افسانے میں استعمال ہونے والے انگریزی الفاظ کی ایک فہرست مرتب کریں۔

جواب: ریلوے، ٹکٹ، بینچ، اٹیچی کیس، ٹائی، تھرڈ کلاس، انٹر کلاس، ویٹنگ روم، سیکنڈ، سینڈل، ٹرنک، بیسٹ، پلیٹ فارم، اوورکوٹ، اسٹیشن، ٹرین، گیٹ، بنڈل

سرگرمیاں

-1 اس افسانے میں آپ کا پسندیدہ کردار کون سا ہے، اپنے لفظوں میں اس کا تعارف کروائیں اور پسندیدگی کی وجہ بھی لکھیں۔

جواب: مجھے اس افسانے میں اوورکوٹ پہننے والے نوجوان کا کردار پسند آیا ہے۔ اس نے بغیر اپنے منہ سے کوئی بات کہے اپنے کردار کی اہمیت کو منوا لیا۔ نوجوان ایک امیرزادہ نظر آنا چاہتا تھا حالاں کہ وہ بہت غریب تھا۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہا۔ اس نے اپنی حرکات و سکنات سے لڑکی کو احساس دلا دیا کہ میں ایک امیر زادہ ہوں جب کہ لڑکی کو اپنا آپ منوانے کے لیے بہت جتن کرنے پڑے۔ تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لے کر انٹر کے ڈبے میں بیٹھنا پڑا لیکن نوجوان نے ایسی کوئی حرکت نہ کی بلکہ سیدھے سادے انداز میں اپنے آپ کو منوا لیا۔ یہی اس کے کردار کی خوبی ہے، جس کی وجہ سے مجھے اس کا کردار پسند آیا ہے۔

-2 ہاجرہ مسرور کا کوئی اور افسانہ جماعت میں پڑھ کر سنائیں۔

جواب: **چراغ کی لو**

شام کی اداس تاریکی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ بغیر پلستر کی دیواریں اندھیرے میں اور بھیانک نظر آنے لگیں۔ اچھن گھر میں اکیلی تھی۔ اسے اپنے باپ کا انتظار تھا جو کام سے فارغ ہو کر ابھی تک گھر واپس نہیں آیا تھا۔ اچھن نے اکیلے میں گھبرا کر رونا چاہا مگر آنسو حلق میں اٹک کر رہ گئے۔ وہ گھر میں تنہا تھی اور تاریکی میں اسے سفید سفید کپڑوں میں ملبوس ڈھانچے سے چلتے پھرتے نظر آنے لگے تھے۔ اگرچہ یہ اس کا وہم تھا۔ جسم بیماری سے خاصا کمزور تو تھا ہی، اس کا دماغ بھی ناکارہ سا ہو گیا تھا۔ اسے گھر میں یوں لگتا جیسے کوئی سفید سفید کپڑوں میں لپٹا چلا آ رہا ہے۔ بالکل ایسے ہی کپڑے اس کی ماں کو مرنے کے وقت پہنائے گئے تھے۔ اتنے میں اچھن کا باپ گھر آ گیا۔ اس نے آتے ہی بیڑی سلگائی اور چراغ جلانے کے لیے اچھن کو دیا سلائی دی۔ بیڑی کے دھوئیں سے اچھن کا دم الجھنے لگا اور اس نے باپ کو بیڑی پینے سے منع کیا۔ باپ نے ناراضی محسوس کی تو اچھن دل مسوس کر رہ گئی۔ اچھن چاہتی تھی کہ چراغ کی لو ذرا بڑھا دے تاکہ کمرے کی روشنی میں اضافہ ہو مگر باپ نے سمجھایا کہ انھیں معمولی تنخواہ میں صرف اتنا ہی تیل میسر آ سکتا ہے جس سے ہلکی سی روشنی ہو سکے۔ اچھن کا باپ ایک تاجر دکاندار کے

==

ہاں دس روپے ماہوار تنخواہ پر حساب کتاب کرنے کا کام کرتا تھا۔ مہنگائی آسمان سے باتیں کرنے لگی تھی۔ معاشرے کے ہر طبقے کے افراد کی تنخواہ اور مزدوری میں اضافہ ہوا مگر اچھن کے باپ کی تنخواہ دس روپے ماہوار ہی رہی۔ اس نے کئی بار چاہا کہ مالک سے تنخواہ بڑھانے کی استدعا کرے مگر مالک کا رویہ جارحانہ تھا۔ دس روپے ماہوار میں اسے زندگی کی کوئی آسائش میسر نہ آسکتی تھی۔ ناچار وہ طوعاً و کرہاً اسی تنخواہ پر کام کرتا رہا۔ اچھن کی ماں بیماری سے سسکتی اور غربت کے بوجھ تلے دبی دو سال پہلے انتقال کر چکی تھی۔ اس وقت گھر میں اس کے کفن دفن کے لیے کچھ نہ تھا۔ ایسے میں اچھن کے باپ نے مالک سے التجا کی جس نے کفن دفن کے لیے پچیس روپے امداد دی اور بیچاری کو زیرِ زمین سلا دیا گیا۔ اچھن چراغ کی دھیمی سی لو کے پاس دیوار سے ٹیک لگائے بے سدھ کھڑی تھی۔ اندھی روشنی سے اس کا دم الجھتا تھا۔ بیماری نے جسم میں سکت نہ چھوڑی تھی۔ باپ نے اچھن سے یوں بکھرا ہونے کی وجہ پوچھی۔ اچھن نے بتایا کہ وہ چراغ کی لو میں قدرے اضافہ کرنا چاہتی ہے۔ باپ نے سمجھایا کہ معمولی سی آمدن میں اتنا ہی تیل میسر آسکتا ہے۔ اچھن کو اپنے باپ پر غصہ آرہا تھا کہ وہ اس برائے نام روشنی پر کیوں قناعت کر رہا ہے جب کہ امرا کے مکانوں میں ساری ساری رات لالٹینوں کی روشنی جگمگاتی رہتی ہے۔ اچھن کا جھنجلایا ہوا دماغ یہ نہ سوچ سکا کہ اگر چراغ کی لو میں اضافہ کر دیا گیا تو اس کے لیے دو پیسے روز کا تیل کہاں سے آئے گا۔ اس کے باپ کو سخت محنت کا صرف اتنا معاوضہ ملتا تھا جس سے وہ جینے کی بجائے جینے کی بھونڈی سی نقل ہی اتار سکے۔ اچھن پیچ و تاب کھاتی ہوئی اپنی چارپائی پر لڑھک گئی۔ اس کا جی گھبرا رہا تھا۔ اسے ہر طرف سفید سفید سے کپڑوں کی کھڑکھڑاہٹ صاف سنائی دے رہی تھی۔ اس نے رونا چاہا مگر بے چارگی میں اس کے آنسو حلق میں پھنس کر رہ گئے۔

<u>اساتذہ کرام کے لیے</u>

-1 ہاجرہ مسرور کا تعارف کروایا جائے۔

جواب: دیکھیے حالاتِ زندگی

-2 **طلبہ کے سامنے اچھے افسانے کے پلاٹ، کردار، فضا اور دیگر فنی لوازم کی وضاحت کی جائے۔**

جواب: افسانہ ایسی مختصر کہانی کو کہتے ہیں جو ایک نشست میں بیٹھ کر پڑھی جا سکے۔ افسانہ ہوتا تو تخیلی ہے مگر اس کے کردار ہمارے ہی معاشرے کا حصہ ہوتے

ہیں۔ یہ حقیقت سے قریب تر ہوتے ہیں۔ ان میں مافوق الفطرت باتیں نہیں کہی جاتیں بلکہ انسانی رویوں کی عکاسی کی جاتی ہے۔ کرداروں کی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے ارد گرد پلاٹ تعمیر کیا جاتا ہے جس پر کہانی کا دارومدار ہوتا ہے۔ ایک اچھے افسانے میں درج ذیل خصوصیات ہونی چاہئیں۔

1-	اختصار	2-	کردار نگاری	3-	مکالمہ نگاری
4-	منظر نگاری	5-	وحدت تاثر	6-	پلاٹ
7-	حقیقت نگاری	8-	انداز بیان	9-	قوت مشاہدہ
10-	زبان و بیان	11-	زمان و مکاں	12-	مقصدیت

3- طلبہ کو افسانے کی بالعموم اور اس افسانے کی بالخصوص اہم خصوصیات بتائی جائیں۔

جواب: ہاجرہ مسرور کا یہ افسانہ ہمارے معاشرتی رویوں کی عکاسی کرتا ہے۔ ہم اپنی ذات پر مصنوعی خول چڑھا لیتے ہیں۔ اپنی ظاہری حالت سے اپنے حقائق چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح ہم اپنے گھر سے نکل کر کئی بار اپنے ہی گھر آ جاتے ہیں۔ ہاجرہ مسرور نے بڑے خوب صورت انداز اور بے تکے الفاظ میں ہمارے ارد گرد پائے جانے والے کرداروں کی نفسیات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ متوسط طبقے کے لوگ اپنے اوپر ملمع کاری کر لیتے ہیں، مگر جب یہ ملمع اترتا ہے تو انھیں پتا چلتا ہے کہ ہر چمکنے والی چیز سونا نہیں ہوتی۔ وہ سونے کے دھوکے میں جس کے پیچھے آئے ہیں وہ اصل میں پیتل ہے۔

اہم معروضی سوالات

متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) لڑکی اسٹیشن پر پہنچی تو بج چکے تھے:

(i) ساڑھے نو (ii) ساڑھے دس
(iii) ساڑھے گیارہ (iv) ساڑھے بارہ

(ب) لڑکی برقع مانگ کر لائی تھی:

(i) چچی جان سے (ii) پھوپھی سے
(iii) خالہ سے (iv) ممانی سے

www.downloadclassnotes.com

(ج) امی جان نے نہ جانے کب سے روپے جوڑ کر رکھے تھے:
(i) تین (ii) چار
(iii) پانچ (iv) دس

(د) امیر لڑکیوں کو بلا مبالغہ سفر کرنا چاہیے:
(i) دو نوکروں کے ساتھ (ii) پانچ نوکروں کے ساتھ
(iii) دس نوکروں کے ساتھ (iv) درجن نوکروں کے ساتھ

(ہ) لڑکی ٹکٹ خریدنا چاہتی تھی:
(i) اول درجے کا (ii) انٹر درجے کا
(iii) تھرڈ کلاس کا (iv) سیکنڈ کلاس کا

(و) لڑکی نے قلی کو سامان اٹھانے کی اجرت دی:
(i) چار آنے (ii) آٹھ آنے
(iii) ایک روپیا (iv) دو روپے

(ز) چچا کے ہاں لڑکی کا استقبال اس لیے گرم جوشی سے کیا گیا کہ
(i) اس نے تنہا سفر کیا (ii) چچا کی عیادت کے لیے آئی
(iii) پہلی بار تشریف لائی (iv) وہ اکلوتی بھتیجی تھی

(ح) لڑکی نے چائے کی ایک پیالی پی:
(i) ٹھنڈے شربت کی طرح (ii) کافی کی طرح
(iii) سادہ پانی کی طرح (iv) کڑوی دوائی کی طرح

(ط) لڑکی نے پڑوس کے صحن میں دیکھا:
(i) ٹرین والے نوجوان کو (ii) دو چھوٹے بچوں کو
(iii) بہت سے جانوروں کو (iv) ایک برقع پوش خاتون کو

(ی) چھپر میں ایک کھونٹی پر جھول رہا تھا:
(i) ایک تھیس برقع (ii) ایک نیا پراندہ
(iii) ایک قیمتی اوورکوٹ (iv) ایک چکنے والا دوپٹا

(الف)	(iii)	(ب)	(iii)	(ج)	(i)	(د)	(iv)
(ہ)	(iii)	(و)	(ii)	(ز)	(i)	(ح)	(iv)
(ط)	(i)	(ی)	(iii)				

شفیع عقیل
(1930ء)

چغل خور

تدریسی مقاصد

- چغل خوری کی مذمت کرنا
- طلبہ کو چغل خوری کے بُرے اثرات سے آگاہ کرنا
- طلبہ کو چغل خوری سے بچنے کے بارے میں بتانا
- طلبہ کو لوک داستان کے پس منظر سے بتانا
- طلبہ کو شفیع عقیل کے حالات سے آگاہ کرنا
- طلبہ کو شفیع عقیل کے اسلوب سے واقفیت کروانا
- طلبہ کو جملہ معترضہ کے بارے میں معلومات دینا

مصنف کے حالاتِ زندگی

نام: شفیع عقیل، تاریخ پیدائش: 1930ء جائے پیدائش: تھیہ شیخ لاہور
تعلیم: آپ نے ابتدائی تعلیم لاہور میں حاصل کی۔ لاہور سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ کراچی چلے گئے۔ کراچی میں آپ نے صحافت کو بطور پیشہ اپنایا۔ پھر آپ "روزنامہ جنگ" سے وابستہ ہو گئے۔ آپ نے ساری زندگی "روزنامہ جنگ" میں ہی اپنے فرائض انجام دیے۔ مدت ملازمت پوری ہونے کے بعد بھی آپ اسی ادارے سے وابستہ رہے اور روزنامہ جنگ کے تحت شائع ہونے والے ہفت روزہ "اخبارِ جہاں" کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ بچوں کے ایک رسالے "بھائی جان" کے بھی ایڈیٹر رہے۔ آپ نثر نگار ہونے کے ساتھ ساتھ پنجابی اور اُردو زبان کے شاعر بھی ہیں۔

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

آپ نے مختلف زبانوں کی لوک کہانیوں کو اردو میں ترجمہ کیا اور اردو ادب میں ایک گراں قدر اضافہ کیا۔ ان کہانیوں میں "جرمن کی لوک کہانیاں" اور "جاپان کی لوک کہانیاں" شامل ہیں۔

تصانیف: آپ کی لکھی ہوئی اور ترجمہ کی ہوئی کتابوں کی تعداد بیس سے زائد ہے۔ ان میں شاعری کے دو مجموعے بھی شامل ہیں جن کے نام "سوچاں دی زنجیر" اور "زہر پیالا" ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی کتاب "پنجابی کے پانچ قدیم شاعر" بھی قابلِ ذکر ہے۔

آپ نے بچوں کے جرمن ادب کا اردو زبان میں ترجمہ کیا اور بچوں کے لیے بڑی خوب صورت کہانیاں پیش کیں۔ آپ کی کتاب "لوک کہانیاں" سات زبانوں میں شائع ہو چکی ہے۔

مرکزی خیال

اس لوک داستان کا مرکزی خیال چغل خوری کی مذمت کرنا ہے۔ رذائل اخلاق میں چغل خوری ایک بدترین عادت ہے جو معاشرے میں بے پناہ بگاڑ اور فساد برپا کرتی ہے۔ چغل خور دو آدمیوں کے درمیان جھوٹی باتیں کر کے ان میں فساد برپا کروا دیتا ہے۔ دیہاتی چغل خور اسی عادتِ بد میں مبتلا تھا۔ پہلے وہ ایک گاؤں میں ذلیل و خوار ہوا اور اپنی چغل خوری ہی کی وجہ سے دوسرے گاؤں سے بھی بھاگنا پڑا۔

اہم نکات

- دیہاتی چغل خور
- گاؤں والوں کا اعتماد اٹھ جانا
- کسان کے ہاں ملازمت
- چھے ماہ بعد چغلی کھانے کی اجازت
- کسان کی بیوی کو بدگمان کرنا
- کسان سے جھوٹ بولنا
- کسان کے سالوں کے پاس جانا
- کسان کے بھائیوں کے پاس جانا
- آپس میں دنگا فساد
- چغل خور کا بھاگ جانا

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

خلاصہ

کسی گاؤں میں ایک چغل خور رہتا تھا۔ وہ چغلی کی عادت بد میں جکڑا تھا۔ وہ لاکھ کوشش کے باوجود اپنی عادت نہ چھوڑ سکا۔ اس عادت کے نتیجے میں اسے اپنی ملازمت سے ہاتھ بھی دھونا پڑے۔ نوبت فاقوں تک آ گئی۔ اسے کسی دوسری جگہ بھی ملازمت نہیں ملی تھی کیوں کہ ہر کوئی اس کی چغل خوری سے واقف ہو چکا تھا۔ اس نے کسی دوسرے گاؤں جا کر قسمت آزمانے کا فیصلہ کیا۔

وہ ایک کسان کے پاس پہنچا۔ کسان اکیلا تھا، اسے کام کاج کے لیے ایک آدمی کی ضرورت تھی۔ چغل خور کھیتی باڑی کا کام جانتا تھا۔ چغل خور روٹی کپڑے کی شرط پر ملازم ہو گیا۔ اس نے کسان سے کہا کہ اس کے علاوہ میں چھے ماہ بعد ایک چغلی کھایا کروں گا۔ کسان نے سوچا مفت کا ملازم ہے۔ چغلی کھانے سے میرا کیا بگڑے گا۔ میرا کون سا راز ہے جو ظاہر ہو جائے گا۔

چغل خور ملازمت کرتا رہا۔ چھے ماہ بیت گئے۔ چغل خور نے چغلی کھانے کا کام شروع کیا۔ وہ کسان کی بیوی کے پاس آیا اور اسے کہا کہ کسان کوڑھی ہو گیا ہے، اس کی نشانی یہ ہے کہ کوڑھی کا گوشت نمکین ہو جاتا ہے۔ بیوی کو شک ہو گیا۔ اس نے کہا "میں کل اس کا جسم چاٹ کر آزمائش کروں گی۔" اس کے بعد چغل خور کسان کے پاس گیا اور کہا "تمھاری بیوی پاگل ہو گئی ہے اور کاٹنے کو دوڑتی ہے۔" کسان بولا "آج تو میں کھیت میں ہوں۔ کل وہ آئے گی تو اس کی آزمائش کروں گا۔" وہاں سے چغل خور کسان کے سالوں کے پاس پہنچا اور کہا "آپ یہاں آرام سے بیٹھے ہیں اور وہاں کسان روزانہ آپ کی بہن کو مارتا ہے۔" کسان کے سالوں نے کہا "ہم اس بات کو آزمائیں گے۔" جب چغل خور نے دیکھا کہ ان لوگوں نے میری بات پر اعتبار کر لیا ہے تو وہ کسان کے بھائیوں کے پاس گیا اور کہنے لگا "آپ کیسے بھائی ہیں، کہ آپ کے ایک بھائی کو اس کے سالے روز مارتے ہیں اور آپ چپ چاپ تماشا دیکھتے رہتے ہیں۔ اگر

www. .com

آپ کو میری بات پر یقین نہیں تو کل کھیت میں آ کر خود دیکھ لیتا۔" کسان کے بھائی بولے "ہم کل ضرور آئیں گے۔"

اس طرح چغل خور سب کو بھڑکا کر اپنے کام میں معروف ہو گیا۔ دوسرے دن کسان کی بیوی کسان کے لیے کھانا لے کر آئی۔ وہ موقع کی تلاش میں تھی کہ کسی طرح کسان کا جسم چاٹ کر آزمائش کرے۔ اُدھر کسان بھی اس کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ جیسے ہی کسان کی بیوی کسان کا بازو چاٹنے کے لیے آگے بڑھی، کسان سمجھا شاید یہ مجھے کاٹنے لگی ہے۔ آپ نے جوتا اتار کر بیوی کی پٹائی شروع کر دی۔ کھیت میں چھپے کسان کے سالوں نے جب یہ منظر دیکھا تو انھیں چغل خور کی بات کا یقین آ گیا۔ وہ بھاگے بھاگے آئے اور کسان پر پل پڑے۔ دوسری طرف کسان کے بھائی بھی آ گئے۔ انھوں نے کسان کے سالوں پر لاٹھیاں برسانا شروع کر دیں۔ لوگوں نے آ کر انھیں چھڑایا اور پوچھا کہ کیا بات ہے۔ آپ کیوں لڑ رہے ہیں۔ اس پر سب نے اپنی اپنی بات بتائی کہ نوکر نے ہمیں اس طرح بتایا ہے۔ سب چغل خور کو ڈھونڈنے گئے مگر چغل خور اپنا کام کر کے جا چکا تھا۔ آج کوئی چغل خور اپنے آپ کو چغل خور نہیں کہتا کیوں کہ وہ اس بات سے ڈرتا ہے کہ کہیں کسان اور اس کے بھائی سن نہ لیں اور اسے جان سے مار دیں۔

مضمون پر تبصرہ

"چغل خور" اصل میں ایک لوک داستان ہے۔ شہر ہوں یا دیہات، چغل خوری معاشرے کے لیے سم قاتل ہوتی ہے۔ دین میں اس کی بہت زیادہ مذمت کی گئی ہے۔ مصنف نے ایک دلچسپ قصے کے انداز میں چغل خوری کے بد اثرات سے آگاہ کیا ہے۔ چغل خوری غیبت ہی کی ایک قسم ہے۔ کسی کی پیٹھ پیچھے ایسی برائی کرنا کہ جو اس کی موجودگی میں کی جائے تو اسے بُرا محسوس ہو، چغلی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجرات میں چغل خور کے لیے کہا ہے کہ چغلی کھانے والا ایسا ہے جیسے وہ اپنے بھائی کا کچا گوشت کھاتا ہو۔ چغل خوری سے ہر حال میں بچنا چاہیے۔

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
دراصل	حقیقت میں	چغل خور	غیبت کرنے والا، چغلی کھانے والا
[illegible]	معائنہ کرنا	کنکھیوں سے دیکھنا	ترچھی نگاہ سے دیکھنا
پونجی	سرمایہ، ملکیت	ملازمت سے ہاتھ دھو بیٹھنا	ملازمت ختم ہو جانا، ملازمت جاتی رہنا
سرتوڑ کوشش	زبردست کوشش	آؤ دیکھا نہ تاؤ	جلدی سے کچھ کر بیٹھے
منہ نہ لگانا	بات نہ کرنا	للکارنا	نعرہ مارنا، آواز دینا
مسلسل	[illegible]	در در کی خاک چھاننا	بہت ذلیل و خوار ہونا
سرپھٹول	مارکٹائی	پل پڑنا	اچانک ٹوٹ پڑنا
لوک داستان	عوامی کہانی	قسمت آزمائی	اپنے نصیب کو آزمانا
جبر	سختی	[illegible]	معمول کے مطابق
حیران کن	حیران کر دینے والا	کوڑھ	جذام کا مرض
شش و پنج	پریشانی، ادھیڑ بن	ہلکان ہونا	[illegible] حیران ہونا
کانوں کان خبر نہ ہونا	بالکل پتا نہ چلنا	تلملانا	[illegible]
عادتِ بد	بُری عادت	ملازمت	نوکری
دریافت کرنا	پوچھنا	اطمینان	تسلی
آمادہ	تیار	راز	بھید، چھپی بات
ظاہر	نمایاں	بیت جانا	عرصہ گزر جانا

www.downloadclassnotes.com

چاہ	چاہت، چاہنا	جبر کرنا	سختی کرنا
مدت	عرصہ	تعجب	حیرانی
تجویز	رائے	ادھ موا	آدھا مرا ہوا، مرنے کے قریب
زدوکوب کرنا	مارنا پیٹنا	پھاچہ	لتی
سرکنا	کھسکنا	تسلیم کرنا	ماننا

پیرا گراف کی تشریح

پیراگراف ا: اگلے وقتوں کی بات ـــــــــ کامیاب نہ ہو سکا۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام چغل خور
(ب) مصنف کا نام شفیع عقیل

حل لغت

اگلے وقتوں کی بات: پرانے دور کا قصہ۔ چغل خور: غیبت کرنے والا۔ بارہا: کئی بار۔ دراصل: حقیقت میں۔ ملازمت: نوکری۔ بیکار: فارغ، جسے کوئی کام نہ ہو۔ بہتیری: بہت زیادہ

سیاق وسباق

اس مضمون میں ایک دیہاتی چغل خور کا سبق آموز قصہ بیان کیا گیا ہے جو اپنی چغل خوری کی بری عادت کی وجہ سے ذلیل و خوار ہو گیا۔ وہ ہمیشہ لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاتا تھا اور اس طرح انھیں آپس میں بدگمانی میں مبتلا کر دیتا تھا۔ چغل خوری اس کی فطرتِ ثانیہ بن چکی تھی۔ وہ کوشش کے باوجود اس بری عادت سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکا تھا۔ پہلے اس نے اپنے گاؤں میں فساد برپا کروایا اور وہاں

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

ذلیل و خوار ہوا۔ نوکری سے بھی ہاتھ دھونا پڑے۔ فاقوں تک نوبت آئی تو اس نے کسی دوسرے شہر جا کر قسمت آزمانے کا فیصلہ کیا مگر اپنی بری عادت کی وجہ سے وہاں سے بھی اسے بھاگنا پڑا۔

تشریح

اس پیراگراف میں مصنف بیان کرتا ہے کہ کسی بستی میں ایک ایسا شخص رہتا تھا جسے چغلی کھانے کی بہت عادت تھی۔ وہ ایک دوسرے کی برائی بیان کیا کرتا تھا اور لوگوں میں دشمنی، نفرت اور عداوت کا بیج بویا کرتا تھا۔ اس کا مشغلہ یہی تھا کہ وہ لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاتا رہے۔ یہ بری عادت اس کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی۔ وہ بڑے جتن اور کوشش کے باوجود اپنی اس عادت سے پیچھا نہ چھڑا سکا۔ اس کا ضمیر مردہ ہو چکا تھا۔ اگر اس میں احساس نام کی کوئی چیز ہوتی اور اس میں ضمیر کی خلش موجود ہوتی تو وہ اپنی اس اخلاقی برائی سے چھٹکارا پا سکتا تھا۔ اس نے بار بار اس بات کا عہد کیا کہ اب وہ کسی کی چغلی نہیں کھائے گا لیکن چونکہ وہ دل سے ارادہ نہیں کرتا تھا، اس لیے ہر بار ناکام رہتا تھا۔ اپنی اس بری عادت کی وجہ سے چغل خور کو اپنی ملازمت سے بھی ہاتھ دھونا پڑے۔ وہ بے کار ہو گیا۔ اس نے سوچا کہ میں کسی اور جگہ ملازمت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں، مگر اس کے اپنے گاؤں میں کسی نے بھی اسے ملازمت نہ دی کیوں کہ سب ہی لوگ اس کی چغل خوری والی عادت سے واقف ہو چکے تھے۔

تبصرہ

شفیع عقیل نے بڑے دلچسپ انداز میں ایک اخلاقی برائی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ محض زبان کا چسکا پورا کرنے کے لیے لوگ ایک دوسرے کی چغلی کرتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ ان کی یہ چھوٹی سی بات کتنے بڑے فتنے کو جنم دیتی ہے۔ گھر کے گھر اجڑ جاتے ہیں اور چغل خور کو اس بات کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ وہ کیا کر بیٹھا ہے۔ چغل خور کا اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ وہ معاشرے میں ذلیل و خوار ہو جاتا ہے لیکن ان سب باتوں کے باوجود وہ چغلی جیسی قبیح برائی سے باز نہیں آتا۔

www. .com

پیراگراف 2: اور اس کے بعد وہ سب ــــــــ کہیں اور جا چکا تھا۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: چغل خور

(ب) مصنف کا نام: شفیع عقیل

حل لغت

پل پڑنا: ٹوٹ پڑنا، حملہ کرنا۔ سرپھٹول: لڑائی مار کٹائی۔ اردگرد: آس پاس۔ بیچ بچاؤ کروانا: صلح کروانا، جھگڑا ختم کروانا۔ کیا دھرا ہے: کام ہے۔ چغل خور: غیبت کرنے والا

سیاق و سباق

پہلے تو چغل خور نے کسان کی بیوی اور کسان کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکایا۔ کسان کی بیوی سے کہا کہ کسان کوڑھی ہو گیا ہے۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کا گوشت نمکین ہو گیا ہے۔ دوسری طرف کسان سے کہا کہ تمھاری بیوی پاگل ہو گئی ہے جو کاٹنے کو دوڑتی ہے۔ ایک طرف کسان کے سالوں کو بھڑکایا کہ تمھارا بہنوئی تمھاری بہن کو روزانہ پیٹتا ہے تو دوسری طرف کسان کے بھائیوں سے جا کر کہہ دیا کہ تمھارے بھائی کے سالے تمھارے بھائی کو زد و کوب کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح چغل خور نے کان لگائی بجھائی کر کے فتنے کی آگ بھڑکا دی۔

تشریح

جب کسان کی بیوی نے کسان کے جسم کو اپنی زبان سے چکھنے کی کوشش کی تو کسان سمجھا کہ میری بیوی واقعی پاگل ہو گئی ہے اور مجھے کاٹنا چاہتی ہے۔ اس نے جوتا اتار کر اپنی بیوی کی پٹائی شروع کر دی۔ ادھر جب کھیت میں چھپے ہوئے کسان کے سالوں نے دیکھا کہ کسان ان کی بہن کو مار رہا ہے تو وہ بھاگے بھاگے آئے اور کسان کو مارنے لگے۔ دوسری طرف کسان کے بھائی بھی لاٹھیاں لے کر میدان میں کود پڑے۔

اس کے بعد سب آپس میں گتھم گتھا ہو گئے۔ ہاتھا پائی ہوئی۔ لاٹھیاں برسنے لگیں۔ ایک دوسرے کے سر پھوڑ دیے گئے۔ خون بہنے لگا اور سب لہولہان ہو گئے۔ سب رشتے ناتے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ آخرکار آس پاس کے کھیتوں میں کام کرنے والے مزارع، کسان اور کارکن وغیرہ بھاگ کر پہنچے اور انھوں نے مداخلت کرتے ہوئے ایک دوسرے کو ہٹایا اور لڑنے کی وجہ پوچھی۔ سب نے بتایا کہ نوکر نے ان سے اس قسم کی باتیں کی تھیں۔ سب اپنی بات ختم کر چکے تو حقیقت سامنے آئی کہ سب کچھ چغل خور کا کیا دھرا ہے۔ سب مل کر چغل خور کو تلاش کرنے لگے، لیکن افسوس کہ چغل خور اس وقت تک گاؤں چھوڑ کر جا چکا تھا۔

تبصرہ

چغل خوری کے نتیجے میں فتنہ و فساد برپا ہوتا ہے۔ پہلے پہل تو لوگ سچ سمجھتے ہیں لیکن جب حقیقت سامنے آتی ہے تو پچھتاوے کا وقت گزر چکا ہوتا ہے۔ شفیع عقیل نے بڑے دلچسپ انداز میں چغل خوری کے برے اثرات سے آگاہ کیا ہے۔ انھوں نے کہانی ہی کہانی میں بتا دیا ہے کہ ایک چھوٹی سی چغلی کتنے بڑے فساد کا پیش خیمہ بن گئی۔ کتنے گھر اس سے متاثر ہوئے۔ خون خرابے تک نوبت جا پہنچی اور جب حقیقت کھلی تو کچھ بھی نہ تھا۔ صرف چغل خور کی زبان کا چسکا تھا۔

حل مشقی سوالات

۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) کسان نے چغل خور کو کن شرائط پر ملازم رکھا؟

جواب: کسان نے چغل خور کو اپنے ہاں دو شرائط پر ملازم رکھا۔ پہلی شرط صرف روٹی کپڑا مہیا کرنا تھا اور دوسری شرط یہ تھی کہ چغل خور کو چھے ماہ بعد کسان کی چغلی کھانے کی اجازت دے دی جائے۔ دوسری شرط بڑی عجیب تھی لیکن کسان

اس پر رضامند ہو گیا۔ اس نے سوچا چغل کھانے سے میرا کیا بگڑے گا۔ میرا کون سا راز ہے جو ظاہر ہو جائے گا۔ مجھے تو مفت میں کام کرنے کے لیے نوکر مل گیا ہے۔

(ب) چغل خور نے کسان کی بیوی کو کیا کہہ کر بدگمان کیا؟

جواب: جب چغل خور کو کام کرتے چھے مہینے بیت گئے تو چغل خور کسان کی بیوی کے پاس آیا اور کہنے لگا "تمھیں پتا ہے کہ کسان کوڑھی ہو گیا ہے۔ اس نے اب تک تم سے اپنی یہ بیماری چھپائے رکھی ہے، میں تمھیں کوڑھی کی ایک نشانی بتاتا ہوں کہ کوڑھی کا گوشت نمکین ہو جاتا ہے۔ تم اس کا گوشت چاٹ کر اس بات کی تصدیق کر سکتی ہو۔" یوں چغل خور نے کسان کی بیوی کو کسان سے بدگمان کر دیا۔

(ج) ہر چغل خور کس بات کو ماننے سے انکار کرتا ہے؟

جواب کوئی چغل خور یہ بات نہیں مانتا کہ وہ چغل خور ہے۔ اس کو ڈر ہے کہ کہیں کسان کے بھائی اور اس کے ساتھ والے پہچان نہ لیں اور مار ڈالیں۔

(د) چغل خور کو اپنی بری عادت سے کیا نقصان اٹھانا پڑا؟

جواب: گاؤں کے سارے لوگ چغل خور کی عادت سے واقف ہو گئے۔ انھوں نے چغل خور کا اعتبار کرنا چھوڑ دیا۔ چغل خوری کی وجہ سے چغل خور کو اپنی ملازمت سے بھی ہاتھ دھونا پڑے اور پھر اسے کہیں اور بھی ملازمت نہ ملی۔ یوں چغل خور کی بری عادت کی وجہ سے نوبت فاقوں تک پہنچ گئی۔

-2 لوک کہانی کی مختصر تعریف کیجیے۔

جواب: **لوک کہانی**

ایسی کہانی جس میں خیالی اور تصوراتی قصہ بیان کیا گیا ہو، اسے لوک کہانی کہا جاتا ہے۔ یہ کسی ایک آدمی کی تخلیق نہیں ہوتی بلکہ نسل در نسل سفر کرتی ہے اور

وقت کے ساتھ ساتھ اس میں اضافہ اور ترمیم ہوتی رہتی ہیں۔ اس طرح ہمیں ایک ہی کہانی کئی روپ میں پڑھنے کو ملتی ہے۔

جو لوگ لوک کہانیوں پر تحقیق کرتے ہیں وہ لوک کہانیوں یا داستانوں کی باقاعدہ درجہ بندی کرتے ہیں، جو کہانیاں عوام میں زیادہ مقبولیت اختیار کریں، انھیں پہلے درجے پر رکھا جاتا ہے۔

لوک کہانیاں کسی بھی ملک کی ہوں، ان میں بہت سی باتیں مشترک ہوتی ہیں۔ وہی حسین و جمیل شہزادیاں اور وہی خوب صورت اور بہادر شہزادے ہیں۔ وہی خوف ناک دیو ہیں اور وہی ڈراؤنے جن ہیں۔ وہی اڑن قالین اور وہی لکڑی کی کھڑاؤں ہیں جو پلک جھپکنے میں ایک ملک سے دوسرے ملک میں لے جاتی ہیں۔ نیکی کا سبق دینے والے فقیر اور سادھو بھی وہی ہیں اور کسی دیو کی قید سے شہزادی کو آزاد کروانے والے دھن کے پکے شہزادے بھی وہی ہیں جن کے ارادے کی راہ میں کوئی سمندر رکاوٹ نہیں بن سکتا نہ ہی کوئی پہاڑ ان کی راہ میں حائل ہو سکتا ہے۔

ان کہانیوں میں ایک بات ضرور دیکھنے میں آتی ہے کہ جیت ہمیشہ سچائی کی ہوتی ہے۔ اس لیے ایسی کہانیاں آج بھی لوگوں کے دلوں میں زندہ ہیں۔

لوک کہانیاں زیادہ تر اختصار سے لکھی جاتی ہیں۔ ان کہانیوں کا انداز بھی بیانیہ ہوتا ہے۔ ایسی کہانیوں میں مکالمے نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔

3- سبق "چاول خور" کے متن کو سامنے رکھ کر درست جواب پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) سبق "چاول خور" مصنف کی کس کتاب سے ماخوذ ہے؟

(i) پنجابی لوک داستانیں　(ii) چینی لوک کہانیاں

(iii) پنجاب کی لوک کہانیاں　(iv) جاپانی کہانیاں

(ب) چاول خور کہاں رہتا تھا؟

(i) گاؤں　(ii) قصبہ

(iii) شہر　(iv) بیرون ملک

(ج) اپنے گاؤں کو چھوڑ کر چاول خور کہاں پہنچا؟

(i) دوسرے گاؤں　(ii) شہر

(iii) بڑے قصبے (iv) دتی

(د) چغل خور کون سا کام جانتا تھا؟

(i) لکڑی کا (ii) معماری کا

(iii) لوہے کا (iv) کھیتی باڑی کا

(ہ) چغل خور نے روٹی کپڑے کے علاوہ تنخواہ کی بجائے کیا رعایت مانگی؟

(i) چھے ماہ بعد ایک چغلی کھانے کی (ii) ہر عید پر دس چھٹیاں

(iii) ایک سو روپے (iv) دو سو روپے نقد اور ایک چغلی

(و) چغل خور نے کیا بتایا کہ کوڑھی کا جسم کیسا ہو جاتا ہے؟

(i) نمکین (ii) میٹھا

(iii) کھٹا (iv) کڑوا

(ز) چغل خور اس لیے نہیں مانتا کہ وہ چغل خور ہے:

(i) اسے ملازمت نہیں ملتی (ii) چینی لوک کہانیاں

(iii) کسان کے بائیوں اور سالوں سے ڈرتا ہے

(iv) اسے اپنی بے عزتی لگتا ہے

(ح) چغل خور کو چغل خور کہیں تو وہ:

(i) لڑ پڑتا ہے (ii) بھاگ جاتا ہے

(iii) ناراض ہو جاتا ہے (iv) اسے اپنی بے عزتی سمجھتا ہے

(الف)	(i)	(ب)	(i)	(ج)	(د)	(ہ)	(iv)
(ہ)	(i)	(و)	(i)	(ز)	(iii)	(ح)	(iii)

4- سبق "چغل خور" کے متن کو مدِ نظر رکھ کر درست یا غلط پر نشان (✓) لگائیں۔

(الف) چغل خور خود کھیتی باڑی کا کام جانتا تھا۔	✓
(ب) چغل خور نے کسان کی بیوی کو بتایا کہ کسان کا جسم نمکین ہو گیا ہے۔	✓
(ج) چغل خور نے کسان سے کہا کہ تمہاری بیوی پاگل ہو گئی ہے۔	✓
(د) کسان کے سالوں نے چغل خور کی چغلی کو جھوٹ جانا۔	x
(ہ) جب چغل خور کی اصلیت کھل گئی تو سب اس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔	✓

-5 سبق کے متن کو مدِ نظر رکھیں اور قوسین میں دیے گئے الفاظ میں سے درست لفظ چن کر خالی جگہ پُر کیجیے:

(الف) چغلی کھانا چغل خور کی ________ ہوتی ہے۔
(فطرت، عادت، جبلت)

(ب) چغل خور نے کسان کی بیوی کو بتایا کہ وہ ________ ہو گیا ہے۔
(باؤلا، کوڑھی، پاگل)

(ج) چغل خور نے کسان سے ________ بعد ایک چغلی کھانے کی اجازت مانگی۔
(ایک ماہ، چھے ماہ، نو ماہ)

(د) چغل خور کو چغل خور کہا جائے تو وہ ________
(لڑ پڑتا ہے، بھاگ جاتا ہے، ناراض ہو جاتا ہے)

(ہ) چغل خور کی چغل خوری کا نتیجہ ________ کی صورت میں نکلا۔
(طلاق، سر پھٹول، قتل و غارت)

جواب: (الف) چغلی کھانا چغل خور کی عادت ہوتی ہے۔
(ب) چغل خور نے کسان کی بیوی کو بتایا کہ وہ کوڑھی ہو گیا ہے۔
(ج) چغل خور نے کسان سے چھے ماہ بعد ایک چغلی کھانے کی اجازت مانگی۔
(د) چغل خور کو چغل خور کہا جائے تو وہ ناراض ہو جاتا ہے۔
(ہ) چغل خور کی چغل خوری کا نتیجہ سر پھٹول کی صورت میں نکلا۔

-6 اس لوک کہانی کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

جواب: دیکھیے خلاصہ

-7 مندرجہ ذیل محاورات اور الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

تلملانا، ادھ مُوا، ہلکان ہونا، کانوں کان خبر نہ ہونا، شش و پنج میں مبتلا ہونا، در در کی خاک چھاننا

الفاظ	جملوں میں استعمال
تلملانا	عائزہ بہت تلملائی مگر اس کا نیا سوٹ ایمن نے پہن ہی لیا۔
ادھ مُوا	دیہاتیوں نے چور کو مار مار کر ادھ مُوا کر دیا۔

www.d... .com

ہلکان ہونا	بچہ رو رو کر ہلکان ہو گیا۔
کانوں کان خبر نہ ہونا	کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی اور ارشد نے ایک عالی شان مکان بنوالیا۔
شش و پنج میں مبتلا ہونا	آپ کی بات سن کر تو میں شش و پنج میں مبتلا ہو گیا ہوں۔
دردر کی خاک چھاننا	آج کل ملازمت حاصل کرنے کے لیے در در کی خاک چھاننا پڑتی ہے۔

جملہ معترضہ

جملہ معترضہ ایسا لفظ یا جملہ ہوتا ہے جو وضاحت یا طنز کے لیے لکھا یا بولا جاتا ہے۔ اس کے ہونے یا نہ ہونے سے فرق نہیں پڑتا البتہ اس کے نہ ہونے سے وضاحت میں ایک گونہ تشنگی کا احساس ہوتا ہے۔ چند جملے ملاحظہ کیجیے۔

-1 غبار خاطر (مولانا ابوالکلام آزاد کے خطوط کا مجموعہ) کا تازہ ایڈیشن مارکیٹ میں دستیاب ہے۔
اس عبارت میں "مولانا ابوالکلام آزاد کے خطوط کا مجموعہ" جملہ معترضہ ہے۔

-2 بلال (پروفیسر فاروق کا بیٹا) جماعت میں اوّل آیا ہے۔
اس عبارت میں "پروفیسر فاروق کا بیٹا" جملہ معترضہ ہے۔

جملہ معترضہ کی مزید مثالیں

(i) سکندر (جو میرے ساتھ سکول میں پڑھتا تھا) کل اچانک مجھے بازار میں مل گیا۔
جملہ معترضہ: جو میرے ساتھ سکول میں پڑھتا تھا۔

(ii) سمیرا (جو کبھی ہمارے محلے میں رہتی تھی) آج کل انگلینڈ میں ہوتی ہے۔
جملہ معترضہ: جو کبھی ہمارے محلے میں رہتی تھی

(iii) شیر (جو جنگل کا بادشاہ کہلاتا ہے) گوشت خور جانور ہے۔
جملہ معترضہ: جو جنگل کا بادشاہ کہلاتا ہے

(iv) عود ہندی (جو غالب کے خطوط کا مجموعہ ہے) پڑھنے کے لائق ہے۔
جملہ معترضہ: جو غالب کے خطوط کا مجموعہ ہے

سرگرمیاں

-1 کسی کی پیٹھ پیچھے برائی کرنا یا کسی سے غلط باتیں منسوب کرنا فتنہ پروری ہے۔ اس کے نقصانات پر دس بارہ سطروں کا نوٹ لکھیے۔

جواب: کسی شخص کی غیر موجودگی میں اس کے بارے میں کوئی ایسی بات کہنا جو اگر اس کی موجودگی میں کہی جائے تو اس کو برا لگے غیبت کہلاتا ہے۔ غیبت عربی زبان کا لفظ ہے اردو میں اس کے معنی چغلی کھانا کے ہیں۔ چغلی کھانے والے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ جس کی چغلی کھا رہا ہے اسے دوسروں کی نظر میں بے وقعت کیا جائے۔ چغل خور اپنے چند منٹ زبان کے چسکے کے لیے کہ مجھے اس بات کا علم ہے اور میں اسے دوسروں کو بتاؤں، بہت بڑا نقصان کرتا ہے۔ چغلی کھانے والا نہیں جانتا کہ اس سے کتنا بڑا نقصان ہو سکتا ہے۔ کسی کو جان بوجھ کر نقصان پہنچانا مسلمانوں کا شیوہ نہیں ہے۔

چغل خوری کے نقصانات

-1 دوست ایک دوسرے سے روٹھ جاتے ہیں۔
-2 بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔
-3 رشتے دار متاثر ہوتے ہیں۔
-4 بھائی بھائی آپس میں لڑ پڑتے ہیں۔
-5 آپس کے تعلقات خراب ہو جاتے ہیں۔

-2 طلبہ اپنے استاد سے پوچھ کر کسی اور مصنف کی کوئی لوک کہانی پڑھیں۔

جواب:

اپنی مدد آپ

پرانے زمانے کی بات ہے کہ کسی کسان کی زمین میں چنڈول کا ایک بوڑھا

درخت تھا۔ یہ درخت بوڑھا ہونے کی وجہ سے سوکھ گیا تھا اور بہار کے موسم میں بھی اس کے نئے پتے نہ نکلتے تھے۔ اس لیے یہ کسان اور اس کے بچوں کو چھاؤں بھی مہیا نہ کرتا تھا۔ اس درخت کی خشک شاخوں پر ایک چڑیا نے گھونسلا بنا رکھا تھا۔ چڑیا نے گھونسلے میں انڈے دے دیے اور دونوں وہاں آرام سے رہنے لگے۔

ایک دن چڑا باہر سے دانا چگ کر گھونسلے میں آیا تو چڑیا مغموم بیٹھی ہوئی تھی۔ پوچھنے پر چڑیا نے بتایا کہ آج کسان اپنے عزیزوں سے باتیں کر رہا تھا کہ "درخت کو کاٹ دینا چاہیے۔" میں پریشان ہوں کہ اگر درخت کاٹ دیا گیا تو ہم کہاں جائیں گے؟ چڑے نے چڑیا کو حوصلہ دیا۔ "تم تو خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو، کچھ بھی نہ ہوگا۔" واقعی کچھ بھی نہ ہوا اور اس اثنا میں انڈوں میں سے ننھے منے بچے نکل آئے۔ ایک ہفتے کے بعد چڑا گھونسلے میں واپس آیا تو چڑیا کو پھر مغموم پایا۔ چڑیا نے بتایا کہ آج کسان اپنے بڑے بیٹے سے کہہ رہا تھا کہ "گاؤں کے ترکھان کو بلا لاؤ تاکہ وہ آری سے درخت کاٹ دے۔" چڑے نے پھر چڑیا کو حوصلہ دیا اور کہا کہ "تم فکر نہ کرو، کچھ بھی نہ ہوگا۔" تین دن گزر گئے اور کچھ بھی نہ ہوا۔ چوتھے دن چڑیا نے پھر پریشانی کا اظہار کیا۔ اس نے بتایا کہ کسان اپنے بیٹوں سے کہہ رہا تھا کہ "گھر میں پڑا ہوا آرا لے آؤ میں خود درخت کاٹ لوں گا۔" چڑے نے یہ بات سنی تو کہا کہ "البتہ اب پریشانی ضرور ہے کیوں کہ جب کوئی شخص خود کام کرنے کا تہیہ کر لے اور اپنی مدد آپ کرنے کا عزم کر لے تو کام یقیناً پورا ہو جاتا ہے۔" اگر کسان نے اپنی مدد آپ کرنے کا عزم کر لیا ہے تو ہمیں آج ہی یہاں سے نقل مکانی کر لینی چاہیے۔ یہ کہہ کر چڑیا اور چڑے نے اپنے ننھے منے بچوں کو ساتھ اڑا کر تھوڑے فاصلے پر ایک اور درخت پر اپنا ٹھکانا بنا لیا اور پھر انھوں نے دیکھا کہ سوکھا ہوا درخت واقعی کٹ گیا۔

نتیجہ: اپنی مدد آپ سے ہر کام مکمل ہو جاتا ہے۔

-3 بری عادتیں کیسے ترک کی جائیں؟ اپنے استاد سے پوچھ کر کم از کم تین نکات لکھیں۔

جواب: برائی کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی پہاڑ سے نیچے اتر رہا ہو، وہ ایک قدم اٹھاتا ہے تو دوسرا خود بخود اٹھ جاتا ہے اور نیکی کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی پہاڑ پر چڑھ رہا ہو، ہر اگلا قدم پچھلے قدم سے مشکل ہوتا ہے۔

انسان صدقِ دل سے تہیہ کر لے کہ میں نے برائی سے کنارہ کشی اختیار کرنی ہے تو وہ اپنی قوتِ ارادی کے بل بوتے پر برائی ترک کر سکتا ہے۔

ایسے دوستوں سے اجتناب کرنا چاہیے جو برائی پر اکساتے ہیں۔

اخلاقی اور سماجی برائیوں کی مذمت کے بارے میں احادیث اور قرآنی آیات کا مطالعہ کیا جائے اور ان کی روشنی میں اپنے آپ کو بہتر بنایا جائے۔

اساتذہ کرام کے لیے

-1 طلبہ کو توجہ دلائی جائے کہ چغلی، غیبت، جھوٹ، گالی دینا اور دیگر اخلاقی عیوب بڑی برائیاں ہیں۔

جواب: ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا دین ہمیں اپنی زندگی ہر قسم کی برائی سے پاک رکھنے کی تلقین کرتا ہے۔ قرآن مجید میں چغلی کھانے کو بہت بڑا گناہ کہا گیا ہے۔ چغلی کھانے والے کی مثال مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے سے دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

''اور تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ بات پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ اسے تو تم پسند نہیں کرتے۔'' (سورۃ الحجرات آیت 12)

کسی بات کو جان بوجھ کر چھپانا یا کوئی ایسا واقعہ یا بات بتانا کہ خود کو اصل بات یا واقعے کا پتا ہو لیکن جان بوجھ کر اصل بات کے الٹ بیان کریں تو یہ جھوٹ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد

ہے "اور جھوٹی بات سے بچو۔" (سورۃ الحج آیت 30)

ایک اخلاقی برائی جسے ہم بالکل معمولی سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ بچے دوسروں کی چیز محض مذاق ہی مذاق میں چھپا لیتے ہیں۔ اصل میں یہ چوری کی ابتدائی قسم ہے۔ اگر اس کی ابتدا ہی میں روک تھام نہ کی جائے تو یہ برائی جڑ پکڑ لیتی ہے اور انسان چور بن جاتا ہے۔

طلبہ سے ایسی سماجی برائیوں کی فہرست تیار کرائیں جو ہمارے ہاں عام ہیں، پھر طلبہ سے وعدہ لیا جائے کہ وہ ہمیشہ ان سے بچتے رہیں گے۔

جواب: ہمارے معاشرے میں بہت سی سماجی برائیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان میں سے بعض ایسی ہیں کہ جن کی وجہ سے معاشرہ بدامنی اور بدانتظامی کا شکار ہو جاتا ہے مگر ہم انھیں معمولی خیال کرتے ہیں۔

سب سے بڑی اخلاقی برائی جھوٹ ہے۔ کسی بات کو جانتے بوجھتے چھپانا جھوٹ ہے۔ عام طور پر جھوٹ کسی نقصان سے بچنے کے لیے بولا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں آج کل ایک بات فیشن کے طور پر رواج پا گئی ہے کہ چھٹی کے دن ہم گھر پر آرام کر رہے ہوتے ہیں۔ کوئی ملاقاتی آئے تو ہم بچوں سے کہہ دیتے ہیں کہ جا کر کہو ابو گھر پر نہیں ہیں۔ یوں خود بھی جھوٹ بولتے ہیں اور بچوں کو بھی جھوٹ بولنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ کیا یہ بات ان کی آئندہ آنے والی زندگی پر اثر انداز نہیں ہوگی، یقیناً ہوگی۔

گالی دینا بھی اخلاقی برائی ہے۔ اگرچہ اس کے لیے کوئی قانون نہیں ہے کہ گالی دینے والے کو یہ سزا دی جائے گی مگر یہ اخلاقی برائی ہے۔ انسان کی زبان، ذہن اور خیالات پراگندگی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جس کو گالی دی جائے وہ غصے میں آ جاتا ہے۔ نوبت لڑائی جھگڑے تک پہنچ جاتی ہے۔

کسی پر بہتان لگانا بھی برائی میں شمار ہوتا ہے۔ بہتان سے مراد یہ ہے کہ کسی کے بارے میں کوئی ایسی بات کہنا جو اس میں موجود نہ ہو۔

www.downloadclassnotes.com

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

اساتذہ کرام بچوں کو اخلاقی برائیوں سے آگاہ کرتے ہوئے ان سے وعدہ لیں کہ وہ ان برائیوں سے دور رہیں گے اور دوسروں کو بھی ان برائیوں سے دور رہنے کے لیے کہیں گے۔

-3 طلبہ کو لوک کہانی کے مفہوم اور اخلاقی مقصد سے آگاہ کیا جائے۔

جواب: دیکھیے سوال نمبر 2 کا جواب

اہم معروضی سوالات

متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) چغل خور کا اعتبار کرتے ہیں:

(i) اس کے دوست (ii) اس کے ہمسایے

(iii) اس کے گھر والے (iv) کوئی اعتبار نہیں کرتا

(ب) کسان کو ضرورت تھی:

(i) ایک نوکر کی (ii) عمدہ بیج کی

(iii) آب پاشی کے پانی کی (iv) بیلوں کی جوڑی کی

(ج) کسان یہ بات بھول گیا کہ چغل خور نے اجازت مانگی تھی:

(i) اپنے گھر جانے کی (ii) چغلی کھانے کی

(iii) شادی کرنے کی (iv) زمین اپنے نام کرنے کی

(د) چغل خور نے کسان کی بیوی کو بتایا کہ تمھارا خاوند ہو گیا ہے:

(i) پاگل (ii) بیمار

(iii) کوڑھی (iv) قید

(ہ) چغل خور نے کسان کی بیوی سے کہا کہ تم اسے آزما سکتی ہو:

(i) ٹیسٹ کروا کے (ii) چاٹ کر

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

(iii) دوڑا کر (iv) تہلا کر

(و) کسان اپنے گھر نہیں گیا تھا:

(i) دو روز سے (ii) پانچ روز سے

(iii) ایک ہفتے سے (iv) ایک مہینے سے

(ز) چغل خور نے کسان سے کہا تمھاری بیوی ہو گئی ہے:

(i) بیمار (ii) تن درست

(iii) پاگل (iv) چالاک

(ح) کسان نے اپنی بیوی کی پٹائی شروع کر دی:

(i) ہاتھوں سے (ii) چھڑی سے

(iii) جوتے سے (iv) پاؤں سے

(ط) چغل خور کو چغل خور کہیں تو وہ:

(i) خوش ہوتا ہے (ii) ناراض ہوتا ہے

(iii) منہ چھپاتا ہے (iv) چغلی چھوڑ دیتا ہے

(ی) "چغل خور" لوک داستان کے مصنف کا نام ہے۔

(i) عقیل احمد (ii) شاہد احمد دہلوی

(iii) شفیع عقیل (iv) [illegible]

جوابات

(iii)	(د)	(ii)	(ج)	(i)	(ب)	(iv)	(الف)
(iii)	(ح)	(iii)	(ز)	(i)	(و)	(ii)	(ہ)
				(iii)	(ی)	(ii)	(ط)

www.a ... .com

حکیم محمد سعید
(1920ء تا 1998ء)

استنبول

تدریسی مقاصد

- اسلامی ملک ترکی کے بارے میں معلومات فراہم کرنا۔
- ترکی کی اہمیت سے روشناس کروانا۔
- ترکی کے اہم تاریخی مقامات سے واقفیت دلانا۔
- طلبہ کو سفر نامے کے بارے میں بتانا۔
- دوسرے ممالک کی تہذیب سے روشناس کروانا۔
- حکیم محمد سعید کے حالاتِ زندگی سے آگاہ کرنا۔
- حکیم محمد سعید کے اسلوبِ بیان کے بارے میں بتانا۔

مصنف کے حالاتِ زندگی

نام: محمد سعید، ولدیت: عبدالمجید، تاریخ پیدائش: 9 جنوری 1920ء
جائے پیدائش: دہلی

آپ کا خاندان "حکیموں کا خاندان" کے نام سے مشہور تھا۔ جب حکیم محمد سعید کی عمر دو سال کی تھی، اس وقت آپ کے والد وفات پا گئے۔ آپ کے بڑے بھائی حکیم عبدالحمید اور والدہ نے آپ کی پرورش کی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد طبیہ کالج دہلی میں داخلہ لے لیا جہاں آپ نے بڑے بڑے اساتذہ سے حکمت کی تعلیم حاصل کی۔

1948ء میں آپ ہجرت کر کے پاکستان آ گئے۔ آپ نے کراچی میں ایک کرا

کرائے پر لے لیا اور اس میں "ہمدرد دواخانہ (وقف)" قائم کیا۔ آپ نے اس دواخانے کے لیے دن رات سخت محنت کی۔ اس دواخانے نے بہت ترقی کی۔ آج اس ادارے کی شاخیں پورے ملک میں کام کر رہی ہیں۔

حکیم محمد سعید کی خواہش تھی کہ وہ علم و حکمت کا ایک شہر آباد کریں۔ مسلسل محنت کامیابی کی ضامن ہوتی ہے۔ انھوں نے بھی اپنے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لیے سخت محنت کی۔ ان کی محنت رنگ لائی اور 1983ء میں ان کا خواب پورا ہوا۔ علم و حکمت کے اس شہر کا نام "مدینۃ الحکمت" ہے جو کراچی کے قریب آباد ہے۔ یہاں ہمدرد یونیورسٹی، بیت الحکمت (لائبریری) اور دوسرے بہت سے تعلیمی و رفاہی ادارے قائم ہیں۔

تصانیف: حکیم محمد سعید نے 1953ء میں بچوں کے لیے ایک رسالہ "ہمدرد نونہال" کے نام سے جاری کیا جو برابر مسلسل شائع ہوتا ہے۔ آپ کی زیرِ ادارت پانچ اُردو اور پانچ انگریزی رسالے شائع ہوتے رہے۔

وہ صدرِ پاکستان کے مشیر اور صوبہ سندھ کے گورنر بھی رہے۔ حکیم محمد سعید کو دوسرے ممالک کا سفر کرنے کا بہت شوق تھا۔ وہ جس ملک میں بھی گئے وہاں کے حالات، تاریخ اور لوگوں کے رہن سہن کے بارے میں دلچسپ اور معلوماتی سفرنامے لکھے۔ ان سفرناموں میں "سفر اوقیانوس کے پار"، "سعید سیاح تہران میں"، "سعید سیاح لن لینڈ میں"، "سعید سیاح ترکی میں"، "سعید سیاح کویت میں"، "دلّی کی سیر" اور "استنبول کا سفر" بہت مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی کئی تصانیف ہیں جن میں "یورپ نامہ"، "قلب اور صحت"، "تعلیم و تربیت"، "جرمنی نامہ"، "کوریا کہانی" اور "ایک مسافر چار ملک" شامل ہیں۔

آپ کی خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے آپ کو 1966ء میں "ستارۂ امتیاز" عطا کیا۔

وفات: 17 اکتوبر 1998ء کو اس عظیم انسان کو روزے کی حالت میں شہید کر دیا گیا۔ انھیں کراچی میں دفن کیا گیا۔

مرکزی خیال

اس کہانی کا مرکزی خیال استنبول کی سیر کے گرد گھومتا ہے۔ حکیم محمد سعید نے ترکی کے شہر استنبول کی سیر کے بارے میں بتایا اور بہت سی معلومات فراہم کی ہیں۔ حکیم محمد سعید کا خیال ہے کہ ترک ایک مہذب قوم ہے۔ ترکی میں بے شمار تاریخی عمارات ہیں جن کو دیکھنے سے پرانی تہذیب کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ترکی کا فنِ تعمیر دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ جس بادشاہ نے بھی ترکی پر حکومت کی، اس نے تعمیرات میں اضافہ کیا۔ ترکی کے شہر استنبول میں بے شمار مساجد ہیں، اسی لیے استنبول کو مسجدوں کا شہر بھی کہا جاتا ہے۔

اہم نکات

- استنبول پر مسلمانوں کا حملہ
- خوب صورت تعمیرات
- مساجد پر خطاطی
- مساجد کا شہر
- استنبول کانفرنس
- مہذب قوم
- سلیمانیہ مسجد
- توپ کاپی محل کا عجائب خانہ
- قلمی نسخے
- مسجد سلطان احمد
- حضرت ابو ایوبؓ انصاری کا مزار
- نبی اکرم ﷺ کی بشارت

خلاصہ

استنبول ترکی کا شہر ہے جس پر مسلمانوں نے 672ء میں حملہ کیا لیکن سات سالہ محاصرے کے بعد ناکام لوٹے۔ حملے کی خاص بات حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا اس مہم میں شامل ہونا تھا۔

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

مراد ثانی نے 1452ء میں استنبول پر حملہ کر کے اسے فتح کیا اور ایا صوفیہ میں جمعے کی نماز پڑھی۔ قسطنطنیہ کے لوگوں کا خیال تھا کہ آسمان سے فرشتہ اتر کر فاتحین کو دھکیل دے گا مگر ایسا نہ ہوا۔ مسلمانوں نے ترکی کی تعمیرات میں بہت اضافہ کیا۔ اکثر عثمانی حکمرانوں نے مساجد کی دیواروں پر آیاتِ قرآنی کندہ کروائیں۔ مسجد میں مدرسہ، کتب خانہ اور دارالطعام بھی بنوایا۔ سلطان عبدالمجید کے عہد میں اس مسجد کی مرمت کروائی گئی اور آٹھ لوحیں نصب کی گئیں۔ استنبول کو مساجد کا شہر کہا جاتا ہے۔ یہاں پانچ سو مساجد ہیں۔

میں ترکی حکومت کی دعوت پر ترکی گیا۔ ترکی میں میرے ایک دوست ڈوگولاپچی تھے۔ تبکی کے وزیر اعظم ترگت اوزال ہمارے میزبان تھے۔ ہم ان کے ساتھ مسجد سلیمانیہ میں نمازِ جمعہ ادا کرنے آئے۔ یہاں آدھا خطبہ عربی زبان میں اور آدھا ترکی زبان میں ہوتا ہے۔

ترک بڑی منظم قوم ہیں۔ مسجد سلیمانیہ سلطان سلیمان نے بنوائی۔ یہ مسجد ترکوں کی نفاست پسندی کا حسین مرقع ہے۔ مسجد سلیمانیہ کے ساتھ ایک بڑا کتب خانہ ہے جہاں ایک لاکھ قلمی کتابیں موجود ہیں۔ یہ کتابیں بڑی ترتیب سے رکھی ہوئی ہیں۔ مسجد سلیمانیہ سے ہو کر ہم توپ کاپی محل گئے۔ آج کل توپ کاپی محل کو عجائب گھر کی حیثیت حاصل ہے۔ ہم ناشتا کر کے اس کی سیر کے لیے چلے۔

توپ کاپی محل آثارِ قدیمہ کے علاوہ فوجی عجائب گھر بھی ہے جو "اوقاف" کہلاتا ہے۔ یہاں مصوری کے حیرت انگیز نمونے موجود ہیں۔ اس عجائب گھر میں نادر و نایاب کتابیں بھی ہیں۔ بعض ایسی کتابیں بھی موجود ہیں جن کا ایک ہی نسخہ دنیا میں موجود ہے۔ انگریزوں کے علمی ذوق کی تعریف کی جاتی ہے مگر جنرل ولیم راجرز انگریز توپ کاپی محل کا ذکر کرنا بھول گئے۔

فنِ خطاطی کے مظہر کی حیثیت سے مختلف خطاطوں کی لکھی ہوئی آیات جگہ جگہ موجود ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی سوانح پر خطِ ثلث میں ایک اہم مخطوطہ بھی توپ کاپی محل میں موجود ہے۔

مسجد سلطان احمد، سلطان احمد نے بنوائی تھی جو صرف چودہ سال کی عمر میں تخت

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

===

نشین ہوا۔ سلطان احمد نے 1617ء میں وفات پائی۔ مسجد سلطان احمد شاہی مساجد میں بہت ممتاز ہے۔ یہ شاہی تہوار منانے کی جگہ ہے۔ یہاں ہم نے ظہر اور عصر کی نماز ملا کر ادا کی۔

ترکی آ کر میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مزار پر ضرور حاضر ہوتا ہوں۔ حضرت ابو ایوبؓ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ وہ مدینے میں حضورﷺ کے میزبان تھے۔

حضرت محمدﷺ کی بشارت کے مطابق حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں قسطنطنیہ پر فوج کشی ہوئی۔ اسی دوران میں ایک مہلک وبا پھیل گئی۔ بہت سے دوسرے مجاہدین کے ساتھ حضرت ابو ایوبؓ بھی اس وبا میں انتقال کر گئے۔ انھیں رات کے وقت استنبول شہر کی دیواروں کے نیچے دفن کر دیا گیا۔ اب ہمیں اتاترک کے ہوائی میدان میں جانا تھا۔ میں خوش تھا کہ میں نے آٹھ گھنٹوں میں اپنے دوستوں کو ترکی کی سیر کروا دی۔

مضمون پر تبصرہ

حکیم محمد سعید کا طرزِ تحریر نہایت عمدہ ہے۔ قاری ان کا سفرنامہ پڑھتے ہوئے یوں محسوس کرتا ہے جیسے وہ خود بھی ان کے ساتھ محوِ سفر ہو۔ ان کے جملے بے ساختہ اور بناوٹ سے پاک ہوتے ہیں۔ حکیم صاحب بڑے دلچسپ انداز میں معلومات فراہم کرتے ہیں۔ وہ جزئیات کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ اس سفرنامے میں بھی انھوں نے ترکی کے بارے میں بہت سی معلومات فراہم کی ہیں۔ ان کا سفرنامہ پڑھ کر اگر ترکی کی سیر کی جائے تو یہ معلوم ہوگا کہ ہم پہلے بھی اس جگہ آ چکے ہیں۔ یہی ایک اچھے لکھاری کا کمال ہوتا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
محاصرہ	گھیراؤ کرنا	اہمیت	خاص ہونا
جلیل القدر	بہت زیادہ عزت والا	شریک	شامل

مہم	معرکے کا کام، بھاری کام، جنگ، لڑائی	انتقال	ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا، مر جانا
مدفون	دفن ہونا	فتح	جیت
مقدر ہو چکنا	کسی کی قسمت میں ہونا	منصوبہ بندی	تجویز کرنا، تدبیر کرنا
کلیسا	گرجا، عیسائیوں کی عبادت گاہ	اضافہ کرنا	کسی چیز کو زیادہ کرنا، بڑھانا
[illegible]	ہلکے سیاہ رنگ کی قلعی	منہدم کرنا	ڈھانا
[illegible]	دوسرا	ثالث	تیسرا
سنگِ جراحت	[illegible] سفید پتھر جو [illegible] ہے	چبوترہ	مربع یا مستطیل اونچی جگہ، چوکی
رابع	چوتھا	خطاط	کاتب، خوش نویس
وسیع	کھلا، کشادہ	[illegible]دارالطعام	کھانے کا کمرا
بیش قیمت	بہت قیمتی	[illegible]	[illegible]
نصب کرنا	لگانا، گاڑنا	[illegible]	خوبی، خاص بات
جلوہ گر	نمایاں، ظاہر	مرکز	وسط
سربراہ	حکمران	مندوبین	[illegible]
اول صف	پہلی قطار	کھچا کھچ بھرا ہونا	بہت [illegible]
منبر	بلند مقام جہاں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر خطبہ پڑھتے ہیں	دورویہ	راستے کے [illegible] جانب
اطمینان	تسلی	شائستہ	عمدہ، اچھے اخلاق والا

www.downloadclassnotes.com

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

منظم	نظم وضبط والے	ایما پر	اشارے پر
ڈسپلن	نظم وضبط	سنگ بنیاد	پہلا پتھر
پایۂ تکمیل کو پہنچنا	مکمل ہونا	نقش ونگار	کھدے ہوئے پھول بوٹے
[illegible]ست پسندی	اچھی چیز کو پسند کرنا	مرقع	مجموعہ
[illegible]	ساتھ ملا ہوا، جڑا ہوا	مخلوطہ	غیر مطبوعہ مسودہ
ذ[illegible]	گودام، جمع پونجی	رفیق	ساتھی، دوست
مسرت	خوشی	صرف کرنا	خرچ کرنا
سیلانی	[illegible]نے والا یہاں [illegible]	جم غفیر	بہت زیادہ بھیڑ
زوردار	عمدہ	[illegible]ش کرنا	چنا
حیثیت	قدرت، مقدور	[illegible] آفاق	پوری دنیا میں مشہور
آرائش وتزئین	سجاوٹ	[illegible]	لباس
آثار قدیمہ	پرانی نشانیاں	میوزیم	عجائب گھر
نقاشی	نقش ونگار بنانا	حیرت انگیز	[illegible]
ثقافت	تہذیب، رہن سہن	بالخصوص	[illegible]
نمونہ	قالب، نقشہ	نمایاں	ظاہر
نوادر	نادر کی جمع، عجیب	مدح	تعریف
ستائش	تعریف	بیت الحکمت	حکمت کا گھر
نظر انداز کرنا	توجہ نہ دینا	بہ کثرت	زیادہ ہونا
مسودہ	ہاتھ سے لکھی تحریر	مظہر	ظاہر ہونا

www.downloadclassnotes.com

ہیچ	کمتر	عالمی شہرت	پوری دنیا میں مشہور
ہنر مندی	کاری گری	نسخ	ایک رسم الخط کا نام
تخت نشین ہونا	تخت پر بیٹھنا	صاحب تدبر	دانش ور
پختہ کار	اپنے کام میں ماہر	تہوار	سالانہ تقریب
مجمع	گروہ، بھیڑ	حامل	کسی چیز کو لے جانے والا
مزار اقدس	مقدس مزار	مرتبۂ علم	علم کا درجہ
جوشِ ایمانی	ایمان کا جوش	حق گوئی	سچی بات کہنا
بے کراں	بغیر کنارے کے مراد بہت زیادہ	عقیدت	ارادت مندی
قضا و قدر	اللہ تعالیٰ کی رضا	شرف	عزت
فوج کشی کرنا	حملہ آور ہونا	علیل	بیمار
مرجع	رجوع کرنے کی جگہ	خیر و برکت	بھلائی

پیراگراف کی تشریح ۱

پیراگراف ۱: توپ کاپی میں ــــــ نسخہ دنیا میں موجود نہیں

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: استنبول
(ب) مصنف کا نام: حکیم محمد سعید

حل لغت

آثار قدیمہ: پرانی نشانیاں۔ عجائب گھر: تاریخی اور نادر چیزیں رکھنے کی جگہ۔
نقاشی: نقش و نگار بنانا۔ مصوری: تصویریں بنانا۔ نمونہ: قالب، سانچہ۔ ثقافت:

www.downloadclassnotes.com

تہذیب، رہن سہن۔ بالخصوص: خاص طور پر۔ حیرت انگیز: حیران کرنے والے۔ نمایاں: ظاہر۔ نوادر: نادر کی جمع، عجیب و غریب چیزیں۔ بیش بہا: بہت زیادہ۔ مخزن: خزانہ۔ مخطوط: غیر مطبوعہ قلمی نسخہ۔ شعبہ: حصہ

سیاق و سباق

حکیم محمد سعید نے اپنے سفرنامے میں ترکی کے شہر استنبول کی سیاحت کے بارے میں لکھا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ہم نے ترکی کے شہر استنبول کی سیر کی۔ استنبول کا پرانا نام قسطنطنیہ تھا۔ اسے مساجد کا شہر بھی کہا جاتا ہے۔ اس شہر میں کم و بیش پانچ سو مساجد ہیں۔ ہم ترکی کی حکومت کے کہنے پر وہاں گئے۔ ترکی کے وزیراعظم جناب ترگت اوزال ہمارے میزبان تھے۔ ہم نے مسجد سلیمانیہ میں جمعہ کی نماز ادا کی۔ اس مسجد میں خطبہ آدھا عربی اور آدھا ترکی زبان میں ہوتا ہے۔ ہم نے مختلف جگہوں کی سیر کی۔ اب ہم سیر کرنے کے لیے توپ کاپی محل جانا چاہتے تھے۔ توپ کاپی محل کہنے کو تو ایک محل ہے مگر اس میں ایک عجائب گھر قائم ہے۔ سیاحوں کی ایک بہت بڑی جماعت اس عجائب خانے کو دیکھنے کے لیے آئی ہوئی تھی۔ ہم بھی اس محل کی سیر کے لیے چل پڑے۔

تشریح

توپ کاپی محل کہنے کو تو ایک محل ہے مگر اس میں ایک عجائب گھر بھی ہے۔ اس میں رکھی ہوئی تاریخی چیزیں سیاحوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کروا لیتی ہیں۔ اس عجائب گھر میں پرانی تہذیب کی بہت سی نشانیاں ہیں۔ آثارِ قدیمہ کے عجائب گھر کے علاوہ یہاں ایک فوجی نوعیت کا عجائب گھر بھی ہے، جہاں مختلف قسم کا اسلحہ رکھا ہوا ہے۔ اس فوجی عجائب گھر کو "اوقاف" کہا جاتا ہے۔ توپ کاپی دوسرا محل ہے جو عثمانیوں کے عہد میں استنبول میں تعمیر کیا گیا۔ توپ کاپی محل 1467ء میں مکمل ہوا تھا۔

آج اسے ایک عجائب گھر کی حیثیت حاصل ہے۔ اس عجائب گھر میں ترکی کے اسلامی آرٹ، ادب، دیوانی نقش و نگار، ظروف سازی کے بھی حیران کن نمونے موجود ہیں۔

اسلامی علم و فن اور رہن سہن کے طریقے کو آگے بڑھانے میں ترکی پر حکومت کرنے والے سلجوق بادشاہوں اور خاص طور پر عثمانی حکمرانوں کا کردار بہت زیادہ ہے۔ ان حکمرانوں میں بہت زیادہ علمی ذوق تھا۔ وہ علم و فن کے قدر دان تھے۔ انھی کے اس ذوق کی وجہ سے استنبول کا عجائب خانہ جس کا نام توپ کاپی محل ہے اور جو نوادرات اور آثار قدیمہ کا حسین مرقع ہے، پوری دنیا کے سیاحوں کی توجہ اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ عجائب گھر علم و فن کے قیمتی، بہت زیادہ ذخیروں اور نادر و نایاب کتابوں کا خزانہ بھی ہے۔ ہر چیز کے لیے الگ الگ شعبہ ہے۔ مخطوطات کو الگ شعبے میں رکھا گیا ہے۔ قلمی نسخوں کے لیے ایک الگ شعبہ بنایا گیا ہے۔ اس ذخیرے میں بعض کتابیں ایسی ہیں جن کا پوری دنیا میں ایک ہی نسخہ موجود ہے اور وہ نسخہ توپ کاپی محل میں ہے۔

تبصرہ

حکیم محمد سعید نے ترکی کے عجائب گھر کا ذکر کرتے ہوئے اتنی زیادہ معلومات فراہم کر دی ہیں کہ ایک ایک چیز کی تفصیل یاد رہے۔ ان کی تحریر کا انداز نہایت سادہ ہے۔ کسی بھی واقعہ کو پیش کرنے میں انھیں مہارت حاصل ہے۔ ان کی تحریر اتنی جامع ہوتی ہے کہ آسانی سے سمجھ میں آ جاتی ہے۔

حل مشقی سوالات

1- مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) استنبول پر مسلمانوں کے پہلے حملے کی خاص بات کیا ہے؟

جواب: استنبول پر مسلمانوں کے پہلے حملے کی خاص بات یہ تھی کہ اس حملے میں ایک جلیل القدر صحابی حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے بھی حصہ لیا تھا۔ اسی مہم کے دوران میں ایک وبا پھوٹ پڑی۔ آپؓ بھی اس وبا کا شکار ہو گئے۔ اس وبا کی وجہ سے آپؓ وفات پا گئے۔ آپؓ کو استنبول میں ہی دفن کیا گیا۔

www.d... .com

(ب) ایا صوفیہ کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ مختصراً تحریر کیجیے۔

جواب: ایا صوفیہ ترکی کے شہر استنبول میں بنائی گئی ایک مسجد ہے۔ جب مسلمانوں نے قسطنطنیہ فتح کیا تو سلطان مراد ثانی نے سب سے پہلے اس مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کی۔ مسلمانوں نے اس مسجد کی تعمیر میں بہت زیادہ اضافہ کیا۔ دیواروں اور چھتوں کی پچی کاری پر سرمئی قلعی کی گئی۔ جن دیواروں پر بت بنے ہوئے تھے انھیں منہدم کروا کے نئی دیوار بنوا دی گئی۔ سلطان محمد نے اس مسجد کا ایک بلند مینار تعمیر کروایا۔ سلیم ثانی نے شمال کی جانب ایک دوسرا مینار بنوایا۔ مراد ثالث نے باقی دو مینار بنوائے اور مرمت کا کام مکمل کروایا۔ سلطان مراد رابع نے مسجد کی خالی دیواروں پر مشہور خطاط مصطفیٰ چلپی سے بڑے بڑے سنہری حروف میں آیاتِ قرآنی لکھوائیں۔ محمود اول نے 1754ء میں وسیع چھت کا سلطانی راستہ، ایک خوب صورت فوارہ، ایک مدرسہ اور شمال میں ایک وسیع دارالطعام بنوایا نیز مسجد میں ایک بیش قیمت کتب خانہ قائم کیا۔

(ج) ترکی میں جمعۃ المبارک کا آدھا آدھا خطبہ کن دو زبانوں میں دیا گیا؟

جواب: ترکی میں جمعۃ المبارک کا آدھا خطبہ عربی زبان میں اور آدھا ترکی زبان میں دیا گیا۔

(د) ''توپ کاپی'' محل کا تعارف اپنے الفاظ میں کرائیے۔

جواب: ترکی میں بنا ہوا توپ کاپی محل دوسرا محل ہے جو عثمانیوں کے دور میں استنبول میں تعمیر کیا گیا تھا۔ جب سلطان محمد دوم نے بازنطینی حکمران کو شکست دی اور شہر پر قبضہ کر لیا تو یہاں اس نے ایک محل تعمیر کروایا۔ اس محل کی جگہ آج کل استنبول یونیورسٹی قائم ہے۔ اس کے بعد دوسرا محل تعمیر کروایا جس کا نام توپ کاپی محل تھا۔ یہ محل پہلے محل کے چودہ سال بعد مکمل ہوا۔ مختلف بادشاہوں نے اپنی اپنی مرضی اور ضرورت کے مطابق اس محل میں ترمیم و اضافہ کیا۔ جب

ترکی کے سلطان کے لیے ایک نیا محل "دولما باچی" تعمیر ہو گیا تو پھر توپ کاپی محل کی شاہی حیثیت ختم ہو گئی۔ اب اس محل کو عجائب گھر کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس میں دو طرح کے عجائب گھر ہیں۔ ایک عجائب گھر آثارِ قدیمہ سے متعلق ہے جب کہ دوسرا عجائب گھر فوجی نوعیت کا ہے۔

(ہ) مصنف کے شریکِ سفر دوستوں کے نام تحریر کیجیے۔

جواب: مصنف کے شریکِ سفر دوست درج ذیل تھے۔

محترمہ خانم ڈسلوا، محترم ڈاکٹر محمد شعیب اختر، محترم ڈاکٹر عطاء الرحمان، محترم جناب ڈاکٹر ظفر اقبال۔

-2 حوالۂ متن اور سیاق و سباق کے ساتھ درج ذیل پیراگراف کی تشریح کیجیے:

"توپ کاپی میں آثارِ قدیمہ کے ______ جن کا ایک ہی نسخہ دنیا میں موجود ہے۔"

جواب: دیکھیے تشریح

-3 سبق "استنبول" کا متن مدِ نظر رکھ کر درست جواب پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) سبق "استنبول" کس کی تحریر ہے؟

(i) اختر ریاض الدین (ii) حکیم محمد سعید
(iii) قدرت اللہ شہاب (iv) شفیع عقیل

(ب) مسجد سلیمانیہ کس نے تعمیر کرائی؟

(i) سلطان مراد (ii) سنان
(iii) سلیم ثانی (iv) سلطان عبدالمجید

(ج) ایا صوفیہ کے برابر کیا ہے؟

(i) عجائب گھر (ii) کتب خانہ
(iii) قبرستان (iv) فوجی عجائب خانہ (اوقاف)

(د) مسلمانوں نے استنبول پر پہلا حملہ کب کیا؟

(i) 672ء (ii) 671ء
(iii) 673ء (iv) 677ء

www.downloadclassnotes.com

(ہ) مسلمانوں نے استنبول کا محاصرہ کتنے سال بعد اٹھایا؟

(i) پانچ (ii) سات

(iii) آٹھ (iv) نو

(و) استنبول کا فاتح کون ہے؟

(i) حضرت ابو ایوب انصاریؓ (ii) سلطان محمد فاتح

(iii) مراد ثانی (iv) محمد ثانی

(ز) استنبول کو کس کا گھر کہا جاتا ہے؟

(i) عجائب گھروں (ii) مسجدوں

(iii) کتب خانوں (iv) مقبروں

(ح) مسجد سلیمانیہ کے ساتھ کتب خانے میں کتنے قلمی نسخے ہیں؟

(i) 30 ہزار (ii) 50 ہزار

(iii) ایک لاکھ (iv) ڈیڑھ لاکھ

(الف)	(ii)	(ب)	(iii)	(ج)	(iii)	(د)	(i)
(ہ)	(ii)	(و)	(ii)	(ز)	(ii)	(ح)	(iii)

سبق "استنبول" کے متن کے مطابق کالم (الف) کے الفاظ کا ربط کالم (ب) کے الفاظ سے کریں:

کالم (الف)	کالم (ب)	کالم (ج)
...دمرا مینا	حضرت ابو ایوب انصاریؓ	سلیم ثانی
[illegible] کالی	سلطان محمد فاتح	ولیم راجرز
...فتح استنبول	سلیم ثانی	سلطان محمد فاتح
...ٹھ نوبیس	ولیم راجرز	مصطفیٰ عزت آفندی
...چھے مینار	مصطفیٰ عزت آفندی	جامع سلطان احمد
...میں نمایاں چیز ہے	جامع سلطان احمد	حضرت ابو ایوب انصاریؓ

5- متن کی روشنی میں قوسین میں دیے گئے الفاظ میں سے درست لفظ منتخب کر کے خالی جگہ پُر کیجیے:

(الف) سلطان محمد فاتح گھوڑے سے اتر کر ______ میں داخل ہوا۔
(مسجد، قلعہ، محل، کلیسا)

(ب) پورے شہر میں ______ مساجد ہیں۔
(چار سو، پانچ سو، چھے سو، ایک ہزار)

(ج) ترکی کے وزیراعظم جناب ترگت اوزال ہمارے ______ تھے۔
(ہمراہ، میزبان، مہمان، مہربان)

(د) سلیمانیہ سے ملحق ایک بڑا ______ ہے۔
(کتب خانہ، مدرسہ، کالج، عجائب گھر)

(ہ) جامع سلطان احمد اپنے ______ میناروں کی وجہ سے مشہور ہے۔
(چار، چھے، آٹھ، دس)

جواب: (الف) سلطان محمد فاتح گھوڑے سے اتر کر کلیسا میں داخل ہوا۔
(ب) پورے شہر میں پانچ سو مساجد ہیں۔
(ج) ترکی کے وزیراعظم جناب ترگت اوزال ہمارے میزبان تھے۔
(د) سلیمانیہ سے ملحق ایک بڑا کتب خانہ ہے۔
(ہ) جامع سلطان احمد اپنے چھے میناروں کی وجہ سے مشہور ہے۔

6- مندرجہ ذیل الفاظ و تراکیب کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔

محاصرہ، جلیل القدر، مدفون، سرمئی، منہدم، عظیم، مخلوط، مسودہ، کاشانہ، قد آور، مرجع

الفاظ و تراکیب	جملوں میں استعمال
محاصرہ	ہماری بہادر فوج نے دشمن کا محاصرہ کر لیا۔
جلیل القدر	حضرت ابو ایوب انصاریؓ ایک جلیل القدر صحابی تھے۔
مدفون	بہادر شاہ ظفر رنگون میں مدفون ہے۔
سرمئی	شام کے سرمئی سائے بہت اچھے لگ رہے تھے۔

www. .com

منہدم	دھماکے سے بہت سی عمارات منہدم ہو گئیں۔
تنظیم	تنظیم کے بغیر ترقی ممکن نہیں۔
مخطوطہ	ہڑپا کی کھدائی میں بہت سے مخطوطے برآمد ہوئے۔
مسودہ	جناب ارشد صاحب نے مسودہ قانون پیش کیا۔
کاشانہ	میں کسی دن آپ کا کاشانہ ذی وقار دیکھنے کے لیے آؤں گا۔
قضا و قدر	قضا وقدر میں کسی کو دخل نہیں۔
مرجع	حضرت محمد ﷺ کی زندگی مرجع اخلاق تھی۔

-7 اس سبق کا خلاصہ اپنے الفاظ میں تحریر کیجیے۔

جواب: دیکھیے خلاصہ

سرگرمیاں

-1 آپ کو استنبول کی جو بات سب سے زیادہ پسند آئی ہو اُسے کاپی میں لکھ کر اپنے استاد صاحب کو دکھائیں۔

جواب: استنبول کی جو بات مجھے سب سے زیادہ پسند آئی وہ یہ ہے کہ اس شہر میں بے شمار مساجد ہیں۔ اسی لیے اسے مسجدوں کا شہر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ مساجد اسلامی فنِ تعمیر کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔

-2 سبق میں مسجد سلیمانیہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں مزید معلومات حاصل کر کے ایک پیراگراف لکھیں۔

جواب: استنبول میں بے شمار مساجد ہیں۔ ان میں اسلامی فنِ تعمیر کا اعلیٰ نمونہ مسجد سلیمانیہ بھی شامل ہے۔ مسجد سلیمانیہ اپنے رقبے کے لحاظ سے بہت بڑی مسجد ہے۔ اس کی خوب صورتی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ بہت سے مشہور خطاطوں کی لکھی ہوئی قرآنی آیات سے اس کی دیواریں سجی ہوئی ہیں۔ اس مسجد میں ہزاروں نمازی بیک وقت نماز ادا کر سکتے ہیں۔ جمعے کی نماز کے بعد جو خطبہ دیا جاتا ہے وہ آدھا عربی زبان میں ہوتا ہے اور آدھا ترکی زبان میں۔ مصنف کہتا ہے کہ تین سال پہلے جب ترکی میں تیسری طب اسلامی کانفرنس ہوئی تو

میرے ایک ترک دوست ڈاکٹر پروفیسر ڈوگاپاچی میرے ہمراہ تھے۔ ہم اس وقت کے وزیراعظم جناب ترگت اوزال کے مہمان تھے۔ جمعے کا دن تھا۔ وہ ہمیں اپنے ساتھ اسی مسجد میں جمعے کی نماز ادا کرنے کے لیے لے کر آئے۔

3- طلبہ اپنے کسی سفر کے حوالے سے مختصراً اپنی کاپی میں لکھیں اور اپنے استاد کو دکھائیں۔

جواب: سیاحتی مقام کی سیر

انسان جب اپنے روزمرہ کے کام کاج سے اکتا جاتا ہے تو اس کا دل چاہتا ہے کہ وہ کسی صحت افزا مقام کی سیر کرے۔ اس طرح اس کی تھکاوٹ بھی دور ہو جاتی ہے اور وہ دوبارہ کام کرنے کے لیے تروتازہ ہو جاتا ہے۔

گرمیوں کی چھٹیوں میں جب میں نے سکول کا کام مکمل کر لیا تو میں نے اپنے چند دوستوں کے ساتھ کاغان اور ناران کی سیر کا پروگرام بنایا۔ جب میں نے اس کے بارے میں ابا جان سے بات کی تو وہ کہنے لگے "بیٹا! اپنے بڑے بھائی کو بھی ساتھ لے جانا کیوں کہ وہ کافی دفعہ کاغان جا چکے ہیں اس لیے آپ کو وہاں کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔" ابا جان کی بات سن کر میں خوش ہو گیا اور اپنے دوستوں، ظہیر اور سکندر کو بھی اطلاع دے دی۔

اگست کی خوش گوار شام تھی۔ خوش گوار اس لیے کہ ہلکے ہلکے بادل چھائے ہوئے تھے۔ کبھی کبھار بوندا باندی بھی ہو جاتی تھی۔ ہم چاروں نے ٹکٹ لیے اور وزیرآباد سے ریل گاڑی میں سوار ہو گئے۔ بھائی جان نے پہلی کام کی بات گھر پر ہی بتا دی تھی کہ اپنے ساتھ کم سے کم سامان رکھنا تاکہ مزے سے سیر کر سکو۔ سامان کا بوجھ ہی نہ اٹھائے پھرو۔

ہم رات دس بجے راولپنڈی پہنچے۔ کچھ دیر وہاں ٹھہرے پھر اسلام آباد چلے گئے جہاں ہمارے چچا کا گھر ہے۔ رات ہم نے وہاں قیام کیا اور علی الصبح کاغان کے لیے روانہ ہوئے۔ جوں جوں بلندی کی طرف بڑھ رہے تھے درجہ حرارت میں بتدریج کمی ہوتی جا رہی تھی۔ شام کے وقت ہم مانسہرہ پہنچ گئے۔ بھائی

جان نے بتایا کہ یہاں ٹراؤٹ مچھلی ملتی ہے جو بہت مزیدار ہوتی ہے۔ ہم نے بھائی جان سے کہا پھر تو یہ مچھلی کھانی چاہیے۔ ہم نے تلی ہوئی ٹراؤٹ مچھلی کھائی جو واقعی مزے کی تھی۔

ان علاقوں میں رات کے وقت سفر نہیں ہوتا۔ اس لیے ہم نے رات وہیں گزارنے کا پروگرام بنایا اور صبح صبح وہاں سے کاغان کے لیے روانہ ہو گئے۔ کاغان پہنچے تو ہمیں یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ ہم پاکستان ہی کے کسی خطے میں ہیں۔ بلند و بالا پہاڑ آسمان سے باتیں کرتے محسوس ہو رہے تھے۔ گرمی یہاں نام کو بھی نہیں تھی۔

کاغان، مانسہرہ میں واقع ہے جو صوبہ خیبر پختونخوا کا ایک ضلع ہے۔ یہ ایک خوب صورت سیاحتی مقام ہے۔ یہاں واقع جھیل سیف الملوک دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ ہم نے ایک دن آرام کرنے کے بعد جھیل سیف الملوک کی سیر کی۔ جھیل کا پانی بہت ٹھنڈا تھا۔ کبھی اس جھیل میں کشتی رانی بھی ہوتی ہو گی مگر اب نہیں ہوتی۔ بھائی جان نے بتایا کہ سردیوں میں اس جھیل کا پانی جم جاتا ہے۔ آج کل بھی بہت ٹھنڈا ہے۔

اگلے دن بھائی جان نے کہا کہ آج ہم مالم جبہ جائیں گے۔ مالم جبہ بھی ایک سیاحتی مقام ہے۔ مالم جبہ تک صرف جیپ کے ذریعے سے ہی پہنچا جا سکتا ہے۔ جب ہم مالم جبہ روانہ ہوئے تو راستے کے دل کش مناظر کو اپنے کیمرے میں محفوظ کرتے رہے۔ قدرت کے نظارے ایسے بکھرے ہوئے تھے کہ جی چاہتا تھا ساری زندگی انھی علاقوں میں گزار دی جائے مگر جیپ کے ڈرائیور نے بتایا کہ ان علاقوں میں زندگی گزارنا بہت مشکل ہے۔ یہاں پینے کے پانی کی بہت کمی ہے۔ بہت دور سے پانی بھر کر لانا پڑتا ہے۔

مالم جبہ میں ہم جس ہوٹل میں کھانا کھانے کے لیے ٹھہرے انھوں نے ابلے ہوئے چاول اور سفید چنے پکائے ہوئے تھے۔ اتنا مزے کا کھانا تھا کہ جی چاہتا تھا ہم کھاتے ہی جائیں۔

بھائی جان نے ایک اور اہم بات بتائی کہ یہاں کا پانی بہت ہاضم ہے۔ جو مرضی اور جتنا مرضی کھا لیں فوراً ہضم ہو جائے گا۔ ہم شام تک وہاں سیر کرتے رہے۔ پھر اسی جیپ میں ہماری واپسی کا سفر شروع ہوا۔

کاغان میں بجلی نہیں ہے۔ ہم جس ہوٹل میں ٹھہرے تھے اس کے مالک نے ایک جنریٹر کا انتظام کر رکھا تھا لیکن شام سات بجے وہ جنریٹر بند کر دیتا تھا اور لوگ سونے کی تیاریوں میں مصروف ہو جاتے تھے۔

ہم جتنے بھی دن کاغان میں رہے خوب سیر کرتے رہے۔ واپس آنے کو دل نہیں چاہتا تھا مگر واپس تو آنا ہی تھا۔ ہم بہت سی یادیں سمیٹ کر دس دن بعد اپنے گھر واپس آ گئے۔ ہمارے پاس ان دنوں کی یادگار بہت سی تصاویر تھیں۔ میں نے اپنے دوستوں کو بھی یہ تصاویر دکھائیں۔ بہت سی دوستوں نے کہا کہ آئندہ جب بھی آپ کا کاغان جانے کا پروگرام بنے تو ہمیں ضرور ساتھ لے کر جایئے گا۔

اساتذہ کرام کے لیے

-1 طلبہ کو سفرنامے کی صنف کا بھرپور تعارف کرایا جائے کہ یہ ادب، جغرافیے اور تاریخ وغیرہ کا مجموعہ ہے اور اس میں معلومات کے ساتھ ساتھ حیرت اور تجسس کے عناصر بھی شامل ہوتے ہیں۔

جواب:

سفرنامہ

دورِ جدید میں اردو اصنافِ نثر میں سفرنامے کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ سفرنامے کی دلچسپی کا انحصار دو باتوں پر ہوتا ہے۔ سفر کے واقعات کی جدت اور اندازِ بیان کی تازگی۔

سفرنامہ ایک چشم دید بیانیہ ہوتا ہے۔ جس کو سفرنامہ نگار قلبی واردات بنا کر اپنے اسلوب میں پیش کرتا ہے۔ وقت کا دورانیہ سفرنامے میں بہت اہمیت کا حامل ہے۔ سفرنامہ کسی سفر کی روداد نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک اچھے سفرنامہ نگار کو اجنبی سرزمین اور اپنے وطن کے کلچر کا حسن کاری کے ساتھ موازنہ بھی پیش کرنا ہوتا

ہے۔سفرنامہ نگار دوران سفر ڈائری کی مدد سے یا سفر کے بعد اپنی یادداشت کی مدد سے سفرنامے لکھتا ہے۔ سفرنامے میں تخلیقی حسن اس وقت پیدا ہوتا ہے جب علاقہ جس میں ایک سیاح گھومتا ہے اس کا کردار بن جاتا ہے اور قاری بھی خود کو اسی منظر کا حصہ سمجھتا ہے۔

سفرنامے میں درج ذیل خصوصیات نمایاں ہیں۔

1- عمدہ منظر نگاری 2- واقعات کی جدت
3- انداز بیان کی تازگی 4- حقیقت نگاری

اردو کے چند سفرنامہ نگار درج ذیل ہیں۔

-1	[illegible]	محمود نظامی
-2	ابن بطوطہ کے تعاقب میں	ابن انشا
-3	عجائبات فرنگ	یوسف حسن کمبل پوش
-4	بجنگ آمد	کرنل محمد خان
-5	پاکستان سے دیارِ حرم تک	نسیم حجازی
-6	سات سمندر پار	بیگم اختر ریاض الدین
-7	سفرنامہ مصر و روم و شام	شبلی نعمانی
-8	سفر حجاز	عبدالماجد دریابادی
-9	سیر افغانستان	سید سلیمان ندوی
-10	نکلے تری تلاش میں	مستنصر حسین تارڑ

-2 نقشے کی مدد سے طلبہ کو استنبول اور ترکی کا محل وقوع بتایا جائے۔

جواب: اساتذہ کرام بچوں کو نقشے کی مدد سے ترکی کا نقشہ سمجھائیں۔

-3 ترکی اور پاکستان کے تعلقات کے بارے میں طلبہ کی معلومات میں اضافہ کیا جائے۔

جواب:

ترکی

انیسویں صدی کے آخر تک تمام اسلامی دنیا کا مرکز ترکی تھا۔ اس کا حکمران

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

خلیفۃ المسلمین کہلاتا، مشرق وسطی اور شمالی افریقہ تک اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس وغیرہ سب اس کے زیرِ نگیں تھے۔ غیر مسلم دنیا کو مسلمانوں کی یہ مرکزیت ایک آنکھ نہ بھاتی تھی اور وہ اسے ختم کرنے کے لیے شرمناک سازشوں میں مصروف تھی۔

1914ء میں پہلی جنگِ عظیم شروع ہوئی تو ایک طرف اتحادی ممالک امریکا، برطانیہ، فرانس اور روس تھے اور دوسری طرف جرمنی، آسٹریلیا وغیرہ ترکی کی حکومت ان دنوں زوال پذیر تھی، تاہم جرمنی کی حمایت میں اس نے بھی اتحادیوں کے خلاف اعلان جہاد کر دیا۔

پاکستان کے اپنے ہم سایہ ملک ترکی سے بڑے اچھے تعلقات ہیں۔ پاکستان نے ہر نازک موڑ پر ترکی کا ساتھ دیا ہے۔ اسی طرح ترکی بھی کسی معاملے میں پیچھے نہیں رہا ہے۔ پاکستان اور ترکی نے آپس میں بہت سے معاہدے کر رکھے ہیں جو دونوں ممالک کے لیے سود مند ہیں۔

آج کل پاکستان میں ترکی کے تعاون سے ایک اہم منصوبے پر کام ہو رہا ہے۔ لاہور میں فیروز پور روڈ پر ترکی کی مدد سے ایک نئی شاہراہ تعمیر کی گئی ہے جس پر میٹرو بس چلائی گئی ہے۔ اس منصوبے میں فلائی اوور بھی شامل ہیں۔ اس سے پاکستان کے عوام کو بہترین سفری سہولتیں میسر آئی ہیں۔

4- ترکی کے کسی اور سفرنامے کے کچھ حصے جماعت کے کمرے میں طلبہ کو سنائے جائیں۔

جواب: **استنبول کا آخری سفر** از حکیم محمد سعید

ایک ترک نوجوان احسان اوغلو نے آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس کے تعاون سے استنبول میں ایک مرکز اسلامی قائم کر دیا ہے جو مسلمانوں اور دُنیا کی دوسری قوموں کے مابین رابطے کا کام کرتا ہے۔ سینٹر جو 1980ء میں قائم ہوا اس نے اپنی سرگرمیاں استنبول کے قصر یلدز سے شروع کیں۔ اب اس

ادارے کا دائرہ کار جنوب مغربی ایشیا سے لے کر مغربی افریقا تک پھیلا ہوا ہے۔ اس نے دنیا بھر میں پھیلی ہوئی عالمی تنظیموں سے اشتراک کیا اور سینٹر کی مختلف سرگرمیوں اور کاموں کو چار مرکزی شعبوں میں تقسیم کر دیا گیا جس کے ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر کمال الدین احسان اوغلو ہیں۔

پروفیسر اوغلو صاحب نے مندوبین کے احترام میں عشائیے کا اہتمام کیا۔ علم و حکمت کے مظاہر سے بھرپور کمرے میں کھانے کا لطف دوبالا ہو گیا۔ بعد ازاں بذریعہ فلم مرکز کی سیر کی۔ میں نے بیگم احسان اوغلو کو بنارسی شال اور اپنی دو کتابوں کا تحفہ دیا۔ میں قصر توپ کاپی بارہا آ چکا ہوں جس کی وجہ یہاں موجود حضور ﷺ سے متعلق نوادرات اور خانہ کعبہ کا قدیم سامان ہے۔

پہلا محل عثمانیوں کے دور میں 1453ء میں تعمیر کیا گیا۔ توپ کاپی دوسرا محل ہے جو 14 سال بعد 1467ء میں مکمل ہوا۔ اس کا رقبہ سات لاکھ مربع میٹر ہے جب کہ پانچ کلومیٹر کی دیوار سے اس کی حد بندی کی گئی ہے۔

سلطانِ ترکی کے لیے جب نیا محل "ڈولما باچی" تعمیر کیا گیا تو اس کی شاہی اہمیت ختم ہو گئی۔ آج کل اسے عجائب خانے کی حیثیت سے استعمال کیا جا رہا ہے۔ محل کے تیسرے صحن میں آنحضرت ﷺ اور دوسری برگزیدہ ہستیوں کے تبرکات رکھے گئے ہیں۔ یہاں آنحضرت ﷺ کی سیاہ اون سے بنی ہوئی عبائے مبارک رکھی گئی ہے۔ یہ عبا پہلے اموی خلیفہ کے پاس تھی۔ ان کے بعد یہ عباسیوں کے ہاتھوں میں پہنچی۔ بغداد کے عباسی خلفا اس عبا کو اہم مذہبی مواقع پر پہنا کرتے تھے۔ عبائے مبارک جس صندوقچی میں محفوظ ہے وہ سلطان عبدالعزیز نے بنوائی تھی۔ حضور ﷺ نے یہ عبا کعبؓ ابن زہیر کو عطا فرمائی تھی۔ بعد میں حضرت کعبؓ کے وارثوں سے بیس ہزار درہم میں خرید لی گئی۔

اس عجائب خانے میں آنحضرت ﷺ کی دو تلواریں اور کمان محفوظ ہے۔ قبطی حکمران کے نام لکھا گیا اسلام قبول کرنے کا خط بھی اس عجائب خانے میں ہے

جس کے آخر میں آنحضرت ﷺ کی مہر مبارک لگی ہوئی ہے۔ یہاں سونے کی ایک ڈبیا میں آپ ﷺ کے اُس دندان مبارک کا ایک حصہ بھی محفوظ ہے جو جنگ اُحد میں شہید ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ داڑھی مبارک کے ساتھ بال بھی محفوظ ہیں۔ عجائب خانے میں آنحضرت ﷺ کے پائے مبارک کے چھ نقوش محفوظ ہیں۔ جن کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ اس وقت کے ہیں جب آپ ﷺ معراج پر تشریف لے جا رہے تھے۔ اس کے علاوہ یہاں سلاطین عثمانیہ کے نوادرات بھی ہیں۔

اہم معروضی سوالات

متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) ترکی پر مسلمانوں کے پہلے حملے کی خاص بات یہ تھی کہ اس مہم میں شامل تھے:

(i) حضرت ابو بکر صدیقؓ (ii) حضرت ابو ہریرہؓ
(iii) حضرت ابو ایوب انصاریؓ (iv) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

(ب) سلطان محمد فاتح نے ایاصوفیہ میں نماز پڑھی:

(i) فجر کی (ii) ظہر کی
(iii) عید کی (iv) جمعے کی

(ج) مسجد ایاصوفیہ کی چھتوں پر قلعی کروا دی گئی:

(i) سرمئی (ii) پیلی
(iii) سفید (iv) سبز

(د) ایاصوفیہ مسجد پر خطاط مصطفیٰ عزت آفندی کی لکھی ہوئی لوحیں نصب کی گئیں:

(i) دو (ii) چھے
(iii) آٹھ (iv) دس

(ہ) مصنف کے دوست ڈاکٹر ڈوگوایاچی تھے:

(i) ڈائریکٹر کالجز (ii) یونیورسٹیوں کے سربراہ

(iii) ڈائریکٹر صحت (iv) مصنف

(و) مسجد سلیمانیہ کا سنگِ بنیاد رکھا گیا:

(i) 1550ء میں (ii) 1555ء میں

(iii) 1560ء میں (iv) 1575ء میں

(ز) مصنف نے توپ کاپی محل میں ناشتا کیا:

(i) صرف چائے پی (ii) پراٹھا کھایا

(iii) صرف جوس پیا (iv) لسی پی

(ح) توپ کاپی محل میں ایک فوجی عجائب گھر بھی ہے جسے کہتے ہیں:

(i) اوقاف (ii) گیلری

(iii) وقف (iv) نوادرگل

(ط) "مخطوطہ" کہا جاتا ہے۔

(i) پتھر پر لکھی تحریر کو (ii) سمجھ میں نہ آنے والی تحریر کو

(iii) غیر مطبوعہ قلمی نسخے کو (iv) چھپی ہوئی کتاب کو

(ی) حضرت ابوایوبؓ نے انتقال کیا:

(i) طبعی موت (ii) وبا کا شکار ہو کر

(iii) ایک حادثے میں (iv) ایک جنگ میں

جواب

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iii)	(ب)	(iv)	(ج)	(i)	(د)	(iii)
(ہ)	(ii)	(و)	(i)	(ز)	(iii)	(ح)	(i)
(ط)	(iii)	(ی)	(ii)				

مرزا اسد اللہ خاں غالب
(1797ء تا 1869ء)

خطوطِ غالب

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو خط کی اہمیت سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو ایک مؤثر ذریعہ ابلاغ سے آشنا کروانا۔
- طلبہ کو غالب کے نثری اسلوب سے واقفیت کروانا۔
- طلبہ کو خط کے مختلف حصوں کے بارے میں آگاہی دینا۔
- خطوط نویسی میں غالب کی جدت اندازی سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کے بارے میں تربیت دینا۔
- غالب کے حالاتِ زندگی سے آگاہ کرنا۔

مصنف کے حالاتِ زندگی

نام: مرزا اسد اللہ خاں **والد کا نام:** مرزا عبداللہ بیگ خاں، **جائے پیدائش:** آگرہ
تخلص: غالبؔ اور نوشہ عرف تھا۔ نجم الدولہ دبیر الملک اور نظام جنگ خطابات تھے۔

مرزا غالب پانچ برس کے تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اب ان کی پرورش ان کے چچا نصر اللہ بیگ کے ذمہ ہوئی جو انگریزی سرکار میں صوبیدار تھے اور سترہ سو روپے ماہوار تنخواہ پاتے تھے۔ ڈیڑھ لاکھ روپے کی جاگیر بھی تاحیات عطا ہوئی تھی۔ نو برس کی عمر میں شفیق چچا بھی داغ مفارقت دے گئے۔ تنخواہ بند اور جاگیر ضبط ہوگئی۔

13 برس کی عمر میں ان کی شادی نواب الٰہی بخش خاں معروف کی صاحبزادی

امراؤ بیگم سے ہوئی۔ شادی کے بعد دلی چلے آئے اور پھر یہیں کے ہو رہے۔ شاعری کا ذوق بچپن سے تھا مگر اس ذوق کی تکمیل دلی میں ہوئی۔ غالب مزاج تو شاہانہ رکھتے تھے لیکن وہ ایک فلسفی کا ذہن اور شاعر کا مزاج رکھتے تھے، اس لیے ان کی شاعری میں فکر کی گہرائی بھی ہے اور فن کار کی نزاکت بھی۔

غالب نے خطوط میں سادگی اور سلاست کو رواج دیا ہے۔ لمبے چوڑے القابات لکھنے کی بجائے براہ راست خط شروع کر دیتے۔ تحریر کا انداز مکالمانہ ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے مکتوب نگار اور مکتوب الیہ آمنے سامنے بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔ یہ انداز تحریر ان سے شروع ہوا اور انھی پر ختم ہو گیا۔

تصانیف: ان کی اہم تصانیف یہ ہیں۔ دیوان اردو، کلیات نظم فارسی، عود ہندی، اردوئے معلٰی (اردو خطوط)، قاطع برہان، مہر نیم روز، تاریخ مغلیہ، دستنبو (جنگ آزادی 1857ء کے حالات) وغیرہ

مرکزی خیال خط نمبر 1

اس خط کا مرکزی خیال یہ ہے کہ مرزا غالب نے اپنے دوست منشی ہرگوپال تفتہ کو شیونرائن کی طرف سے آنے والی کتابوں کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کی شیرازہ بندی ہو رہی ہے معلوم نہیں کب تک آئیں اور دوسرے اس نے اپنے دوست کو خط نہ لکھنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ وہ سفر میں تھے لہٰذا ان کو خط کا جواب نہ دیا جا سکا۔

خلاصہ

ہم کول سے تمھارے خط کے منتظر تھے مگر تم نے سکندر آباد سے بھیجا۔ شیونرائن کے بقول کتابیں جلد بندی کے بعد جلد بھیج دی جائیں گی۔
منشی بالمکند کے ایک خط کا جواب فرض ہے مگر ان کے سیر و سفر میں مشغولیت

کی وجہ سے نہ بھیجا۔ اگر ملیں تو سلام کہہ دینا۔

مرکزی خیال خط نمبر 2

اس خط میں تفتہ سے خط نہ لکھنے کا گلہ کیا گیا ہے اور کتابوں کے بارے میں اطلاع دی گئی ہے کہ تینتیس کتابیں مل گئی ہیں۔

خلاصہ

کیوں صاحب کیا حکم آیا ہے کہ دلی والوں کو خط نہ لکھا جائے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہاں بھی اعلان ہوتا۔ بارہ نومبر کو شیو نرائن نے تینتیس کتابیں بھیجی ہیں۔ نہایت عمدہ ہیں۔ مرزا حاتم علی سے بھی سات کتابیں مل جائیں گی۔ جلد لکھو کہ سکندر آباد کب تک رہو گے اور آگرے کب جاؤ گے؟

مرکزی خیال خط نمبر 3

مرکزی خیال یہ ہے کہ ٹکٹ اور کاغذ کی عدم دستیابی کی بنا پر بیرنگ خط بھیجا اور ساتھ میں شہر کے حالات سے آگاہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کوئی نیا ٹیکس لگ گیا ہے۔ جامع مسجد کے گرد دکانیں اور حویلیاں ڈھائی جا رہی ہیں۔ بادشاہ کے آنے کی خبر ہے معلوم نہیں میری حاضری ہوتی ہے یا نہیں۔

خلاصہ

نہ کاغذ نہ قلم، اگلے وقتوں کا بیرنگ لفافہ ہے، اسی میں خط بھیج رہا ہوں۔ برخوردار نصیر الدین کو بیٹی کی مبارک ہو۔ اس کا نام عظیم النسا بیگم اچھا رہے گا۔ شاہ محمد اور میرن صاحب کو میری دعا کہنا۔

شہر کا حال کیا لکھوں۔ سوائے اپلے اور اناج کے ہر چیز پر ٹیکس ہے۔ جامع مسجد

www. .com

کے اردگرد کھدائی ہو رہی ہے۔ دارالبقا فنا ہو جائے گی۔

حاکم کی آمد کا شہرہ ہے، معلوم نہیں باریابی ہوتی ہے یا نہیں۔

مضمون پر تبصرہ

مرزا غالب نے اردو خطوط نگاری میں ایک نئی طرح ڈالی۔ انھوں نے خط میں مکالمے کا انداز اختیار کیا۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے دو شخص آمنے سامنے بیٹھے آپس میں گفتگو کر رہے ہیں۔ انھوں نے اگر خط کو آدھی ملاقات کہا ہے تو اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ ان کی تحریر نہایت سادہ اور رواں ہوتی ہے۔ لمبے چوڑے القاب نہیں ہوتے اور بے تکلفانہ گفتگو شروع کر دیتے ہیں۔ غالب کا یہ انداز ان سے شروع ہوا اور انھی پر ختم ہوگیا۔ ان خطوط میں غالب کا اندازِ تحریر اپنی پوری خوبیوں کے ساتھ جھلک رہا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
منتظر	انتظار کرنے والے	ناگاہ	اچانک، یکا یک
برخوردار	بلند اقبال، اچھی قسمت والا	شیرازہ بندی	اکٹھا کرنا، جلد بندی کرنا
دل خواہ	دلی خواہش کے مطابق	مطبع	طبع ہونے کی جگہ
دریافت کرنا	پوچھنا، معلوم کرنا	حاجت	ضرورت
آئین	قانون، دستور	خاک نشیں	زمین پر رہنے والے مراد کمتر لوگ

زنہار	ہرگز	کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے می کنم	کوئی سنے یا نہ سنے میں تو اپنی بات کہہ دیتا ہوں
تقطیع	کتاب کی لمبائی چوڑائی سے پیمائش	تحویل میں ہونا	قبضے میں ہونا
واسطے	لیے	رائے	تجویز
قصد	ارادہ	بیرنگ لفافہ	بغیر ٹکٹ ڈاک کا لفافہ
فتوح	فتح کی جمع یہاں بے محنت آمدنی، رقم	سہ شنبہ	منگل کا دن
پون ٹوٹی	اصل لفظ ہے ٹاؤن ڈیوٹی، محصول چنگی	محصول	راہداری ٹیکس
دارالبقا	باقی رہنے والا مکان	فنا	ختم ہو جانا
کوچہ	گلی، محلہ	حاکم اکبر	بڑا حاکم مراد یہاں بادشاہ
خلعت	بادشاہ کی طرف سے عطا کیا ہوا لباس	نفس	مراد شخص

پیراگراف کی تشریح

پیراگراف ۱: شہر کا حال کیا جانوں ـــــــ باقی خیر و عافیت ہے۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام خطوطِ غالب

(ب) مصنف کا نام مرزا اسد اللہ خاں غالب

حل لغت

پون ٹوٹی: اصل لفظ ہے ٹاؤن ڈیوٹی یعنی محصول چنگی۔ محصول: راہداری ٹیکس۔ ڈھائی جانا: گرائی جانا، منہدم ہونا۔ دارالبقا: باقی رہنے والا مکان۔ فنا: مٹ جانا، ختم ہو جانا۔ کوچہ: محلہ، گلی۔ پھاوڑا: کدال۔ خیر: خوبی، بھلائی۔

سیاق و سباق

مرزا غالب میر مہدی حسین مجروح کو خط میں لکھتے ہیں کہ نہ تو میرے پاس کاغذ اور ٹکٹ تھا اور نہ ہی کوئی لفافہ کہ میں آپ کو خط لکھ سکتا۔ پرانے وقتوں کا ایک بیرنگ لفافہ کہیں پڑا ہوا مل گیا ہے۔ ایک کتاب سے کاغذ پھاڑ کر تمھیں خط لکھ رہا ہوں۔ پریشان نہ ہونا کیوں کہ کل شام کو مجھے کچھ رقم مل گئی ہے۔ آج ہی کاغذ اور ٹکٹ منگوا کر رکھ لوں گا۔ میر نصیرالدین کی بیٹی کی پیدائش پر مبارک ہو۔ اس کے لیے عظیم النسا بیگم اچھا نام ہے۔ اب شہر کے حالات کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

تشریح

سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا کہ شہر کا کیا حال ہو رہا ہے۔ حاکم شہر نے پون ٹوٹی کوئی چیز جاری کر دی ہے۔ اصل میں یہ لفظ ٹاؤن ڈیوٹی ہے جسے راہداری ٹیکس کہا جاتا ہے۔ شہر میں کوئی چیز لائی جائے تو اس پر ایک مخصوص شرح سے حکومت کو ٹیکس ادا کیا جاتا ہے۔ اس ادا کیے جانے والے ٹیکس کو پون ٹوٹی (ٹاؤن ڈیوٹی) کا نام دیا گیا۔ غالب کہتے ہیں کہ سوائے اناج اور اُپلوں کے حکومت نے ہر چیز پر ٹیکس عائد کر دیا ہے۔ کوئی چیز ایسی نہیں جو بغیر ٹیکس ادا کیے شہر میں لائی جا سکے۔ اس کے علاوہ شہر میں موجود جامع مسجد کی توسیع کا کام ہو رہا ہے۔ مسجد کے چاروں طرف پچیس پچیس فٹ جگہ کھودی جائے گی۔ اس طرح ایک گول میدان کی شکل بنے گی۔ اس جگہ پر مفتی صدرالدین آزردہ مرحوم کی قائم کردہ درس گاہ بھی ہے۔ اس کا نام دارالبقا ہے۔ وہ بھی زد میں آئے گی۔ اس کو بھی

مسجد کی توسیع کے لیے ڈھا دیا جائے گا۔ یہاں غالب نے بقا اور فنا کو بڑے اچھے طریقے سے استعمال کیا ہے۔ دارالبقا کا مطلب ہے باقی رہنے والا مکان لیکن مسجد کی توسیع کے لیے اس مکان کو ڈھا دیا جائے گا یوں یہ مکان ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا یعنی فنا ہو جائے گا کیوں کہ مسجد میں ایک بار شامل کی جانے والی جگہ مسجد کا حصہ بن جاتی ہے۔ ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے صرف اللہ تعالیٰ کا نام ہی باقی رہے گا۔ خان چند کے محلے میں لگے بڑ تک عمارتیں ڈھا دی جائیں گی۔ کام تیزی سے جاری ہے۔ دونوں طرف سے کدالیں چلنے کی آواز آ رہی ہے۔ باقی ہر طرح سے خیریت ہے۔

تبصرہ

غالب نے بڑے اچھوتے انداز میں میر مہدی حسین مجروح کو مخاطب کیا ہے۔ ان کا خط لکھنے کا انداز سب سے جدا ہے۔ وہ خط کو مکالمہ بنا دیتے ہیں۔ متضاد الفاظ کو بڑی خوبی سے استعمال کرتے ہیں جیسے اس پیراگراف میں انھوں نے لکھا ہے کہ "دارالبقا فنا ہو جائے گی۔" فنا اور بقا کو بڑی عمدگی سے استعمال کیا ہے۔

حل مشقی سوالات

-1 مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) مرزا غالب نے میر مہدی حسین مجروح کو خط بیرنگ کیوں بھیجا؟

جواب: مرزا غالب لکھتے ہیں کہ میرے پاس نہ کاغذ موجود ہے اور نہ ہی ٹکٹ ہے۔ ایک کتاب سے کاغذ پھاڑ کر خط لکھا ہے اور پرانے وقتوں کا کوئی بیرنگ لفافہ کہیں پڑا ہوا مل گیا ہے اسی میں لپیٹ کر بھیج دیتا ہوں۔ بیرنگ خط لکھنے کی وجہ یہی ہے کہ ان کے پاس کاغذ اور ٹکٹ موجود نہ تھا۔

(ب) مرزا غالب نے میر مہدی مجروح کو خط کب لکھا؟

جواب: مرزا غالب نے میر مہدی مجروح کو 8 نومبر 1859ء بروز منگل خط لکھا۔

www. .com

(ج) کون سی دو چیزوں پر محصول نہیں کیا جاتا تھا؟

جواب: مرزا غالب لکھتے ہیں کہ سوائے اناج اور اُپلے کے کوئی چیز ایسی نہیں تھی جس پر محصول نہ لیا جاتا ہو۔ صرف اناج اور اپلوں پر محصول نہیں لیا جاتا تھا۔

(د) مرزا غالب نے کتابوں پر کیا رائے دی ہے؟

جواب: مرزا غالب نے کتابوں کے بارے میں کہا ہے کہ ان کتابوں کا کاغذ اچھا، کتاب کی لمبائی چوڑائی عمدہ، اس کی چھپائی میں استعمال ہونے والی سیاہی بہتر، چھپائی دل خوش کن ہے۔ سب کچھ بہت اچھا ہے۔ انھیں دیکھ کر میرا دل خوش ہو گیا ہے۔

(ہ) تفتہ نے غالب کو خط کہاں سے لکھا تھا؟

جواب: مرزا غالب یہ سمجھ رہے تھے کہ تفتہ کول میں مقیم ہیں اور وہیں سے انھیں خط لکھیں گے لیکن وہ دو دن کول (علی گڑھ کا پرانا نام) میں رہ کر سکندر آباد چلے گئے تھے اور انھوں نے وہیں سے مرزا غالب کو خط لکھا تھا۔

2- درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) میر مجروح کے خط میں کس کی بیٹی کی پیدائش کا ذکر ہے؟

(i) میر مجروح (ii) میر نصیر الدین
(iii) میرن (iv) شاہ محمد عظیم

(ب) "پون ٹوٹی" (چنگی) کس چیز پر معاف تھی؟

(i) ترکاری اور پھل (ii) اناج اور اُپلے
(iii) غلہ اور ترکاری (iv) پھل اور اُپلے

(ج) مرزا غالب کو تفتہ کا خط کہاں سے آتا تھا؟

(i) کلکتہ (ii) سکندر آباد
(iii) کول (iv) آگرہ

www.dow

(د) کس شخص نے کتابوں کی شیرازہ بندی کے بارے میں خط لکھا تھا؟

(i) تفتہ (ii) میرن

(iii) میر مہدی مجروح (iv) شیو نرائن

(ہ) دوسرے خط کے مطابق مرزا غالب کو کتنی کتابیں موصول ہوئیں؟

(i) بیس (ii) تینتیس

(iii) تیس (iv) تینتالیس

مرزا غالب نے تفتہ کو دوسرا خط کب لکھا؟

(i) 3 نومبر 1858ء (ii) 13 نومبر 1857ء

(iii) [illegible] نومبر 1858ء (iv) 23 نومبر 1858ء

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(ii)	(ب)	(ii)	(ج)	(iii)	(د)	(iv)
(ہ)	(ii)	(و)	(iii)				

-3 "خطوط غالب" کے متن کو مدِ نظر رکھ کر درست یا غلط پر نشان (✓) لگائیں۔

(الف) مرزا غالب نے میر نصیر الدین کو بیٹی کی پیدائش پر مبارک باد دی۔

(ب) تیسرے خط میں دارالبقا کے فنا ہونے کی خبر دی گئی۔

(ج) مرزا غالب نے تفتہ کو پہلا خط لکھا تو تفتہ کول میں تھے۔

(د) مرزا غالب کو کتابیں 12 نومبر 1858ء کو ملیں۔

(ہ) دوسرے خط میں دلّی کے خاک نشینوں سے مراد خود مرزا غالب کی ذات ہے۔

www.downloadclassnotes.com

جواب: (الف) مرزا غالب نے میر نصیر الدین کو بیٹی کی پیدائش پر مبارک باد دی۔ (✓)
(ب) تیسرے خط میں دارالبقا کے فنا ہونے کی خبر دی گئی۔ (✓)
(ج) مرزا غالب نے تفتہ کو پہلا خط لکھا تو تفتہ کول میں تھے۔ (×)
(د) مرزا غالب کو کتابیں 12 نومبر 1858ء کو ملیں۔ (×)
(ہ) دوسرے خط میں دلّی کے خاک نشینوں سے مراد خود مرزا غالب کی ذات ہے۔ (✓)

4- ان جملوں کی وضاحت کریں:

(الف) دارالبقا فنا ہو جائے گا، رہے نام اللہ کا۔

جواب: دارالبقا مفتی صدر الدین آزردہ مرحوم کی قائم کی ہوئی درس گاہ تھی جو جامع مسجد کے احاطے میں تھی۔ مسجد کی توسیع کا کام شروع ہوا تو اس کو بھی ڈھا دیا گیا۔ اس طرح اس کا وجود ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔ اسی بات کو غالب نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ دارالبقا فنا ہو جائے گا۔ اسے مسجد میں شامل کر دیا جائے گا۔ مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔ مسجد ہمیشہ رہے گی۔ اس طرح اللہ کا نام ہمیشہ باقی رہے گا۔

(ب) حاکم اکبر کی آمد سن رہے ہیں۔

جواب: حاکم اکبر سے مراد بادشاہ بہادر شاہ ظفر ہے۔ مرزا غالب بہادر شاہ ظفر کے استاد تھے۔ 1857ء تک بہادر شاہ ظفر مرزا غالب سے اپنے اشعار پر اصلاح لیتے رہے۔ جب 1857ء کی جنگِ آزادی ناکامی سے دوچار ہوئی تو عنانِ حکومت انگریزوں کے ہاتھ میں چلی گئی۔ بادشاہ کو گرفتار کر کے برما کے شہر رنگون میں نظر بند کر دیا گیا۔ دہلی کے لال قلعے پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ وقتاً فوقتاً یہ خبریں آتی رہیں کہ بادشاہ دوبارہ دہلی میں آئے گا۔ دو سال بعد بھی یہ شور اٹھا۔ غالب نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

(ج) منشی بالمکند بے صبر کے ایک خط کا جواب ہم پر فرض ہے۔

جواب: منشی بالمکند بے سکندر آباد کے رہنے والے تھے۔ محکمہ مال میں منشی گری اور داروغہ کے منصب پر فائز تھے۔ ان کے غالب سے بڑے اچھے روابط تھے۔ غالب لکھتے ہیں کہ ان کا خط مجھے ملا ہے جس کا جواب دینا مجھ پر فرض ہے مگر میں کیا کروں کہ مجھے پتا چلا ہے کہ منشی صاحب سیر وتفریح میں مگن ہیں۔ کبھی ایک شہر کبھی دوسرے شہر۔ میں انھیں خط بھیجوں تو کہاں بھیجوں۔

(د) کیا یہ آئین جاری ہوا ہے؟

جواب: مرزا غالب نے منشی ہرگوپال تفتہ کو خط لکھا مگر منشی صاحب نے اس کا جواب نہ دیا تو مرزا صاحب نے انھیں دوسرا خط لکھا۔ اس میں انھوں نے لکھا کہ کیا حکومت کی طرف سے کوئی ایسا اعلان جاری کیا گیا ہے کہ سکندر آباد کے رہنے والے لوگ دلی میں رہنے والوں کو خط نہ لکھیں۔ اگر ایسا کوئی اعلان ہوا ہوتا تو دلی میں بھی لازماً اعلان کیا جاتا۔ مرزا غالب نے منشی ہرگوپال پر گہرا طنز کیا ہے کیوں کہ انھوں نے مرزا غالب کے خط کا جواب نہیں دیا تھا۔

(ہ) خان چند کا کوچہ شاہ بولا کے بڑ تک ڈھے گا۔

جواب: جامع مسجد کی توسیع کے لیے عمارتیں ڈھائی جا رہی تھیں۔ مرزا غالب لکھتے ہیں کہ مسجد کی توسیع کے لیے جو عمارتیں ڈھائی جا رہی ہیں اس ضمن میں خان چند کی گلی شاہ بولا میں جو بڑ کا درخت لگا ہے وہاں تک ڈھائی جائیں گی۔ اس راستے میں جو بھی عمارتیں آئیں گی انھیں ڈھا دیا جائے گا۔

5- کالم (الف) کے الفاظ کالم (ب) سے ملائیں۔

کالم (الف)	کالم (ب)	کالم (ج)
پہلا خط	میر مہدی حسین مجروح	ہرگوپال تفتہ
شیوزائن	میر نصیر الدین	کتابوں کی شیرازہ بندی
دوسرا خط	خلیل انجم	میر مہدی حسین مجروح
دار البقا	کتابوں کی شیرازہ بندی	فنا
غالب کے خطوط	فنا	خلیل انجم
بیٹی کا قدم مبارک	ہرگوپال تفتہ	میر نصیر الدین

www. com

-6 مندرجہ ذیل پر اعراب لگائیے:

مجروح، تفتہ، مجتہد العصر، برخوردار، تحویل

جواب: مَجْرُوح، تُفْتَہ، مُجْتَہِدُالْعَصَر، بَرْخُورْدَار، تَحْوِیْل

سرگرمیاں

-1 خطوط میں جن شخصیات کا ذکر آیا ہے، استاد صاحب سے پوچھ کر ان کا مختصر تعارف خوش خط لکھ کر جماعت کے کمرے میں آویزاں کریں۔

جواب: ان خطوط میں درج ذیل شخصیات کا ذکر آیا ہے۔

منشی شیو نرائن

منشی شیو نرائن مرزا غالب کے بہت اچھے دوست تھے۔ وہ آگرہ میں رہتے تھے۔ ان کا کام کتابوں کی چھپائی تھا۔ انھوں نے روزی کمانے کے لیے آگرہ میں ایک پرنٹنگ پریس لگوا لیا تھا۔ انگریزی زبان سے بہت زیادہ واقفیت تھی۔

مرزا مہر

ان کا پورا نام مرزا حاتم علی بیگ تھا۔ یہ وکیل تھے اور ان کا شمار مرزا غالب کے اچھے دوستوں میں ہوتا تھا۔ ان کے پاس اعزازی طور پر مجسٹریٹ کا عہدہ بھی تھا۔

منشی بالمکند بے صبر

غالب کے بہت اچھے دوست تھے۔ یہ سکندر آباد کے رہنے والے تھے۔ محکمہ مال میں منشی گری اور داروغہ کے منصب پر فائز تھے۔

میر نصیر الدین

میر نصیر الدین میر مہدی حسین مجروح کے جاننے والوں میں سے تھے۔ غالب سے بھی ان کے روابط تھے۔ ان کے ہاں بچی پیدا ہوئی، جس کا نام تجویز کرنے کے لیے میر مہدی نے غالب سے کہا تھا۔ میر نصیر الدین مولانا فخر الدین فخر عالم کے خلیفہ شاہ محمد عالم کی اولاد میں سے تھے۔

-2 مرزا غالب کے خطوط کی تین خوبیاں لکھ کر جماعت کے کمرے میں نمایاں جگہ پر لگائیں۔

جواب: مرزا غالب نے جب اردو میں خط نگاری شروع کی تو اس سے پہلے اردو نثر

کے دو مختلف اسلوب موجود تھے۔ ایک سادہ اور عام فہم (میر امن) دوسرا پر تکلف اور مقفی (سرور) جو فارسی کے طرز نگارش کا پرتو تھا۔ مرزا نے سادہ اور سلیس انداز اختیار کر لیا اور کہا کہ عبارت کو پیچیدہ بنانا علم کی نمائش کا ٹھیک طریقہ نہیں بلکہ مطلب ایسے طریقے سے ادا کیا جائے کہ مخاطب بے تکلف سمجھ جائے اور اسے بہتر اور موزوں الفاظ کا انتخاب آسان نہ ہو۔ مرزا نے اردو میں خطوط لکھنے شروع کیے اور ان کی جدت پسند طبیعت نے ان مراسلات کو ادبی چیز بنا دیا۔ غالب کے خطوط کی امتیازی خصوصیات یہ ہیں۔

غالب کے اندر تحریر کی اہم خصوصیت بے تکلفی اور سادگی ہے انھوں نے مقفی نثر کو ترک کر کے بول چال کی زبان میں خط لکھے اور تکلف تصنع کو بالکل ختم کر دیا۔

مرزا سے پہلے خط میں پورا زور القاب و آداب اور عبارت آرائی پر صرف کیا جاتا تھا۔ مرزا نے یہ فرسودہ طریقہ بدل ڈالا کبھی القاب و آداب بالکل چھوڑ دیتے تھے اور کبھی لکھتے بھی تو مختصر موزوں القاب جیسے میاں برخودار صاحب' پیر و مرشد' بھائی صاحب وغیرہ لکھتے تھے کبھی القاب کے بغیر ہی خط لکھ دیتے۔ اسی طرح سلام اپنا نام اور تاریخ لکھنے میں بھی کبھی پابندی نہ کرتے۔ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ "خطوط نویسی میں میرا طریقہ یہ ہے کہ جب خط لکھنے کے لیے قلم اٹھاتا ہوں تو مکتوب الیہ کو کسی ایسے لفظ سے جو اس کی حالت کے مواقع ہوتا ہے پکارتا ہوں اور اس کے بعد ہی اپنا مطلب شروع کرتا ہوں۔ القاب و آداب کا پرانا طریقہ شاری وغم سب کا قدیم رویہ میں نے بالکل اٹھا دیا ہے۔"

3- مرزا غالب کے دو اور آسان سے خطوط جماعت کے کمرے میں پڑھے جائیں۔

جواب: مرزا غالب کا خط امین الدین احمد کے نام

تمھاری والدہ کی وفات پر کیسے اظہار تعزیت کروں۔ اظہار غم محض دکھاوا ہے۔ تلقین صبر بیدردی ہے۔ رہی دعا تو مجھ گنہ گار کی دعا دل سے نکلتی ہے۔ وہ میری محسنہ تھیں۔ اللہ ان کی مغفرت کرے۔ مجھے پتا چلا کہ تم علالت کی وجہ سے نہ آ سکے۔ اس لیے یہ چند سطور تعزیت کی لکھ دی گئیں۔ اللہ تعالیٰ تمھیں سلامت اور تن درست رکھے۔ آمین

مرزا غالب کا خط میر مہدی حسین مجروح کے نام

اس بار خاصا بیمار ہوا۔ پانچویں دن غذا کھائی۔ اب تن درست ہوں۔ فوری کوئی خطرہ نہیں۔ میر نصیر الدین کئی بار آئے لیکن ملاقات نہ ہو سکی۔ بعض دوستوں کے آنے کا پتا نہیں چلا۔ سید صاحب سے بھی سامنا نہیں ہوا۔ تمھاری آنکھیں گردوغبار کے سبب خراب ہیں۔ دلّی میں مکانات مسمار ہوئے۔ گردوغبار کا اثر تو ہونا ہی تھا۔ جلد اچھے ہو جاؤ گے۔ مجتہد العصر میر سرفراز حسین کا خط آیا تھا۔ میرن صاحب کی ناراضی کی وجہ سے اس کا جواب نہیں لکھا۔ یہ خط دونوں صاحبوں کو پڑھا دو تاکہ مجتہد العصر پڑھ لیں اور میرن صاحب کو بھی علم ہو جائے۔

تدریسی اشارات

1- مکتوب نگاری کے فن سے طلبہ کو آگاہ کریں۔

جواب:

مکتوب نگاری

کسی کو خط لکھنا اپنی گفتگو لکھ کر بھیجنا مکتوب نگاری کہلاتا ہے یا اسے خطوط نویسی کہتے ہیں۔ مولوی عبدالحق صاحب کے الفاظ میں "خط دلی خیالات و جذبات کا روزنامچہ اور اسرار حیات کا صحیفہ ہے"

ایک اچھا مکتوب نگار درج ذیل خصوصیات کا حامل ہوتا ہے۔

1- تصنع و بناوٹ سے پاک 2- بے تکلفی 3- سادگی
4- جامعیت 5- مرصع کاری کے نقائص سے پاک

اردو میں مکتوب نگاری میں غالب کا اسلوب بڑا منفرد ہے۔ سرسید احمد خاں، حالی، مولوی عبدالحق اور مولانا ابوالکلام آزاد کی مکتوب نگاری میں اپنی اپنی خصوصیات ہیں۔ تعداد کے اعتبار سے مکاتیب اقبال کے اردو مجموعے سب سے زیادہ ہیں۔ خطوط اقبال میں اردو نثر کے خوب صورت نمونے ملتے ہیں۔

2- غالب نے مکتوب نگاری کا نیا ڈھنگ اختیار کیا، مزید خطوط کی روشنی میں طلبہ کو اس ڈھنگ سے آگاہ کریں۔

جواب: غالب کے خطوط ان کی شخصیت کا آئینہ ہیں۔ مرزا غالب پہلے شخص ہیں جنھوں

نے اردو میں پہلی مرتبہ اسلوب کو شخصیت کا آئینہ بنایا۔ ان کی شاعری ان کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو اجاگر نہیں کرتی۔ اس کے برعکس ان کے خطوط ان کی مکمل شخصیت کے آئینہ دار ہیں ان کی شاعری نے جہاں ہمارے دلوں میں ان کی عظمت کا سکہ بٹھایا وہاں ان کے خطوط نے محبت و شفقت پیدا کی۔ ان کی شاعری عظمت اور بڑائی کی بنیادوں پر قائم دائم ہے تاہم اسے مقبول تر بنانے میں ان خطوط کا بھی بہت حصہ ہے۔ ان کی شخصیت کے نقوش' اخلاق و عادات' افکار و خیال' ان کی خوبیاں' خامیاں' خوشی اور غم غرضیکہ ان کے ہر قسم کے رجحانات کا پتہ چل سکتا ہے۔

3- **غالب کی مکتوب نگاری کے مزید نمونے طلبہ کو دکھائے جائیں۔**

جواب: دیکھیے جواب سرگرمی نمبر 3

4- **غالب کے خطوط پر مشتمل چند کتب لائبریری سے لا کر طلبہ کو دکھائی جائیں۔**

جواب: استاد صاحب سکول کی لائبریری میں سے ''عودِ ہندی''، ''اردوئے معلیٰ'' اور ''غالب کے خطوط'' حاصل کریں اور طلبہ کو ان کے بارے میں مزید معلومات فراہم کریں۔

اہم معروضی سوالات

متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) مرزا غالب پر خط کا جواب دینا فرض تھا:

(i) منشی ہرگوپال کے خط کا (ii) شیو نرائن کے خط کا
(iii) میر مہدی حسین مجروح کے خط کا (iv) منشی بالمکند بے صبر

(ب) کیا یہ آئین جاری ہوا ہے کہ سکندر آباد کے رہنے والے خط نہ لکھیں:

(i) امیر لوگوں کو (ii) دہلی کے خاک نشینوں کو
(iii) اپنے اعزا و اقارب کو (iv) حکومتی عہدے داروں کو

(ج) شیو نرائن کی بھیجی ہوئی تینتیس کتابیں مرزا غالب کو موصول ہوئیں:

(i) جمعے کو (ii) اتوار کو
(iii) پیر کو (iv) بدھ کو

(د) سات کتابیں تحویل میں تھیں:

(i) میر مہدی حسین مجروح کی (ii) منشی شیو نرائن کی
(iii) مرزا حاتم علی کی (iv) میر نصیر الدین کی

(ہ) میر مہدی حسین مجروح کے نام خط میں مرزا غالب نے میر نصیر الدین کو مبارک باد دی:

(i) بیٹی کی پیدائش پر (ii) بیٹے کی پیدائش پر
(iii) انعام حاصل کرنے پر (iv) نیا کاروبار شروع کرنے پر

(و) مرزا غالب نے میر نصیر الدین کی بیٹی کے لیے نام تجویز کیا:

(i) نسیم النسا بیگم (ii) عظیم النسا بیگم
(iii) قمر النسا بیگم (iv) نور النسا بیگم

(ز) جامع مسجد کے گرد کول میدان نکلے گا:

(i) دس دس فٹ (ii) پندرہ پندرہ فٹ
(iii) بیس بیس فٹ (iv) پچیس پچیس فٹ

(ح) "غالب کے خطوط" مرتب کیے ہیں:

(i) غلام رسول مہر نے (ii) رشید احمد صدیقی نے
(iii) مولوی عبدالحق نے (iv) ڈاکٹر خلیق انجم نے

جوابات

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iv)	(ب)	(ii)	(ج)	(i)	(د)	(iii)
(ہ)	(i)	(و)	(ii)	(ز)	(iv)	(ح)	(iv)

رشید احمد صدیقی
(1896ء تا 1977ء)

خطوط رشید احمد صدیقی

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو بتانا کہ مکتوب نگاری کیا ہوتی ہے۔
- طلبہ کو خط کی اہمیت سے آگاہ کرنا۔
- رشید احمد صدیقی کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنا۔
- مکتوب نگاری کے حوالے سے طلبہ کو رشید احمد صدیقی کی مکتوب نگاری سے روشناس کروانا۔
- طلبہ کو تفریحی خط لکھنے سے متعلق معلومات فراہم کرنا۔
- طلبہ کو رشید احمد صدیقی کے حالات زندگی سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو اردو زبان کے مختلف انداز بیاں سے واقفیت کروانا۔

مصنف کے حالات زندگی

نام

رشید احمد صدیقی، تاریخ پیدائش: 1896ء، جائے پیدائش: موضع مریاہو ضلع بلیا (بھارت)

تعلیم

ابتدائی تعلیم کے بعد جون پور چلے گئے۔ انٹرنس کے بعد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں داخلہ لیا۔ مالی حالت حد درجہ کمزور تھی لہذا تعلیم کے ساتھ ساتھ کچہری میں

ملازمت کی۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے اُردو میں ایم۔اے کیا۔
رشید احمد صدیقی کو لکھنے لکھانے کا شوق شروع سے تھا اس لیے کالج میگزین اور مسلم یونیورسٹی میں آپ کے ابتدائی مضامین شائع ہوئے۔ کئی برس تک یونیورسٹی میگزین کے ایڈیٹر رہے۔ 1921ء میں علی گڑھ شعبہ اردو کے صدر ہو گئے۔
رشید احمد کی زبان میں بہت مٹھاس ہے۔ انھوں نے شبلی اور حالی دونوں سے اثر قبول کیا مگر ان کے اسلوب نگارش پر شبلی کا اثر زیادہ نظر آتا ہے۔ وہ عربی اور فارسی کا استعمال کرتے ہیں مگر جہاں ان کی ضرورت محسوس ہو لیکن انگریزی الفاظ کی بھرمار سے عبارت کو بچاتے ہیں۔ ان کی زبان میں بانکپن ہے۔ ان کے ہاں جذباتیت بھی ہے اور خطابت بھی اور اس کے ساتھ ساتھ سوز و گداز بھی۔ ان کے مضامین کی زبان و بیان کی خوبیاں ہمیں ہر جگہ نظر آتی ہیں۔
رشید احمد بڑے دردمند انسان ہیں۔ ان کی تصانیف میں دردمندی بدرجہ اتم موجود ہے۔ شفقت اور محبت ان کی شخصیت کا خاص جزو ہے۔ وہ لوگوں کی جن صفات سے متاثر ہوتے ہیں ان میں سرفہرست دردمندی کا احساس ہے۔ وہ نیکی اور خوبی کے قدردان ہیں۔

تصانیف

رشید احمد صدیقی کی تصانیف میں "طنزیات و مضحکات" "مضامین رشید" "گنج ہائے گراں مایہ" "خنداں" "ہم نفسانِ رفتہ" "غالب کی شخصیت اور شاعری" اور "اقبال کی شخصیت اور شاعری" شامل ہیں۔

وفات

انھوں نے 1977ء میں وفات پائی۔

مرکزی خیال خط نمبر 1

اس خط کا مرکزی خیال یہ ہے کہ رشید احمد صدیقی، ڈاکٹر محمد حسن سے بہت زیادہ عقیدت رکھتے ہیں اور ان سے بہت متاثر بھی ہیں۔

خلاصہ

ڈاکٹر صاحب! سلام شوق

24 تاریخ کو ہی انعام کی خوش خبری مل گئی تھی لیکن کسی سے ذکر نہیں کیا۔ سب سے پہلے آپ کی محبت کا شکریہ۔ انعام کی تصدیق ریڈیو سے ہو گئی تھی۔ آپ میرا بہت خیال رکھتے ہیں۔ آپ کے احسانات میری خدمات سے زیادہ ہیں۔ مجھے بھی آپ کی قابلیت اور وضع داری کا بھرپور احساس ہے۔ اس نظامِ خطبات کو کامیاب بنانے میں آپ کا بھی حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اقبال مند رکھے۔

مخلص

رشید احمد صدیقی

مرکزی خیال خط نمبر 2

اس خط کا مرکزی خیال اظہارِ تعزیت کرنا ہے کیوں کہ یہ خط ظہیر احمد صدیقی کے والد کی وفات پر اظہارِ تعزیت کرنے کے لیے لکھا گیا۔

خلاصہ

عزیز گرامی! دعا!

آپ کے والد محترم کی رحلت کا صدمہ ہم اور آپ سے زیادہ کس کو ہو سکتا ہے۔ مرحوم کے زیرِ سایہ آپ نے زندگی کی عظمتیں سمیٹیں۔ یہ بڑی سعادت ہے۔ مرحوم ایک نیک دل انسان تھے۔ مختلف زبانوں پر انھیں قدرت حاصل تھی۔ ہم سب نے ان سے استفادہ کیا۔ بڑے شوق سے علمی مسائل پر اظہارِ خیال فرماتے تھے۔ ان کی وفات سے ادب میں ایک خلا سا آ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے اور ہمیں صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین

مخلص

رشید احمد صدیقی

www.u...10...om

مرکزی خیال خط نمبر 3

یہ خط پروفیسر بشیرالدین کے نام لکھا گیا ہے۔ اس کا مرکزی خیال علی گڑھ کی زندگی کے گرد گھومتا ہے۔ رشید احمد صدیقی نے علی گڑھ کی زندگی کو اپنے خوابوں کی تعبیر بتایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ علی گڑھ میں بہت سے ایسے صاحب علم لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوا جن کا علی گڑھ سے دور رہ کر خواب بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔

خلاصہ

بشیر صاحب، آداب!

27 اکتوبر کو آپ کا خط ملا لیکن جواب دینے میں دیر ہوگئی۔ آپ نے علی گڑھ کی زندگی کے بارے میں جو کچھ لکھا میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ موجودہ صدی کی ابتدا میں ہر متوسط مسلمان گھرانے کا یہی نقشہ تھا۔ مذہب، اخلاق اور تہذیب کی مشترک خصوصیات ان میں پائی جاتی ہیں۔ ان گھرانوں کی ابتدائی تعلیم و تربیت مساجد میں ہوتی تھی۔ مزید مطالعہ کے لیے گھریلو کتابوں سے استفادہ کیا جاتا تھا۔ بزرگوں کے طور طریقے ہمارے تخیل کو گرمی بخشتے اور اسی تخیل کو لیے ہم علی گڑھ میں داخل ہوئے۔ کیا یہ ساری باتیں میری طرح آپ پر نہیں گزریں؟

میں معلم بنا اور آپ مہتمم کتب۔ علی گڑھ سے یہ بڑی نسبت ہے۔ آپ مدتوں یاد رکھے جائیں گے۔ آپ کے دل میں علی گڑھ کی بڑی قدر و قیمت ہے۔ لوگ علی گڑھ کے احترام کی استعداد سے محروم ہو چکے ہیں حالانکہ ان کا اختیار و اقتدار اسی کے طفیل ہے۔ مزید لکھنا چاہتا ہوں لیکن تھک گیا ہوں۔ خدا حافظ

مخلص

رشید احمد صدیقی

مضمون پر تبصرہ

رشید احمد صدیقی صاحب طرز مضمون نگار ہیں۔ انھوں نے زیادہ تر شخصیت نگاری پر لکھا ہے لیکن ان کے لکھے ہوئے خطوط بھی اُردو ادب میں ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔ ان کی زبان سلیس، رواں اور شستہ ہے۔ وہ علی گڑھ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل تھے۔ انھیں طنز کا بادشاہ کہا جاتا ہے لیکن ان کے لکھے ہوئے خطوط سیدھے سادے اور عام فہم ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
نوازش نامہ	خط	تصدیق ہونا	کسی بات کے بارے میں سچ سامنے آنا
متاثر ہونا	اثر قبول کرنا	سابقہ ہونا	واسطہ پڑنا
احسانات	احسان کی جمع، بھلائی	قابلیت	خوبیاں
وضع داری	رکھ رکھاؤ	شہرت	مشہوری
گراں قدر	بہت زیادہ	اقبال مند	بلند [illegible]
مخلص	خلوص والا	مرحوم	بخشا ہوا، مرا ہوا
رفیق	ساتھی، دوست	شفیق	شفقت کرنے والا
سانحۂ رحلت	موت کا حادثہ	معظمات	عظمتیں، عظیم کامیابیاں
بہرہ مند ہونا	فائدہ اٹھانا	ممتاز	نمایاں
مفتخر	جس پر فخر کیا جائے	سعادت	مبارک، نیک نامی

www.downloadclassnotes.com

صفت	خوبی	معتبر	اعتبار والا
متنوع	انواع و اقسام کے، طرح طرح کے	استفادہ کیا	فائدہ اٹھایا
ملائم	نرم	مفارقت	جدائی
جمیل	خوب صورتی اور دانائی والا صبر	ہم روزہ	اسی دن
سرد و گرم	اچھے اور بُرے حالات	واجب الادا	بذمہ ادا کر دینے کے قابل
متوسط	درمیانی	مشترک	اکٹھی، ایک جیسی
رجحان	[illegible]	تہذیب	رہن سہن
پیروی کرنا	پیچھے چلنا، اتباع کرنا	نمونے	سانچے، قالب
بالعموم	عام طور پر	تخیل	سوچ بچار
جولانی	جوش	[illegible]	نخرہ، ناز و ادا
ماہیت قلب	دل کی حالت	تکمیل	مکمل ہونا
اسلاف	بزرگ	عظمت	بڑائی
شفقت	مہربانی	سخاوت	[illegible]
آشنا	واقف	رنج	دکھ، تکلیف
راحت	آرام	سربراہ	حکمران
متواتر	لگاتار	معلم	استاد
معترف	اعتراف کرنے والا	منتظم	ناظم، انتظام کرنے والا
جویائے علم	علم کا متلاشی	استعداد	صلاحیت، قابلیت

طفیل	کی وجہ سے، سبب سے	متعلقین	تعلق رکھنے والے

پیراگراف کی تشریح

پیراگراف: جو باتیں اور عرض ــــــــ حیثیت سے پورا کر دیا۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام خطوطِ رشید احمد صدیقی

(ب) مصنف کا نام رشید احمد صدیقی

[illegible]۔ متاثر کرنا: اثر میں لینا۔ کم و بیش: کم اور زیادہ۔ معلم: اُستاد۔
ہندوستان [illegible]: پورے ہندوستان میں مشہوری۔ متواتر: لگاتار، مسلسل۔
وسیع: کھلا، [illegible]۔ متنوع: طرح طرح کے۔ معترف: اعتراف کرنے والا۔
تقاضا: چاہنا۔ [illegible] اہتمام کرنے والا

سیاق و سباق

رشید احمد صدیقی نے یہ خط پروفیسر [illegible]الدین کے نام لکھا ہے۔ اپنے اس خط میں وہ لکھتے ہیں کہ علی گڑھ کی زندگی کے روز و شب بالکل ویسے ہی ہیں جیسے آپ نے اپنے خط میں بیان کیے ہیں۔ موجود صدی کے ابتدائی سالوں میں ہر متوسط مسلمان گھرانے کا قریباً یہی نقشہ رہا ہے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت گھر پر یا مشترک مکتبوں میں ہوتی تھی۔ اس کے بعد گھریلو ذخیرۂ کتب اور بزرگوں کی روایات سے اپنے ذخیرۂ علم میں اضافہ کیا جاتا تھا۔ بزرگوں کی روایات ہمارے تخیل کو جوش میں لاتیں اور اسی تخیل کو لیے ہوئے ہم علی گڑھ میں داخل ہوئے۔ علی گڑھ تو علم کا ایک وسیع سمندر ہے۔ یہاں مجھے اپنے اس خواب کی تعبیر ملی جو میں اپنے بچپن میں دیکھا کرتا تھا۔

تشریح

رشید احمد صدیقی کہتے ہیں کہ علی گڑھ علم کا ایک وسیع سمندر تھا۔ وہ پروفیسر بشیر

www.downloadclassnotes.com

الدین سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ جو باتیں میں نے علی گڑھ یونیورسٹی کے بارے میں کی ہیں کیا اس طرح کی باتیں اور واقعات آپ کو درپیش نہیں ہوئے۔ آپ بھی تو اس دور سے گزرے ہیں۔ جو کتابیں آپ نے پڑھی ہیں اور اثر قبول کیا ہے اور جن لکھنے والوں نے آپ کو متاثر کیا ہے قریب قریب مجھے بھی ان سے شغف رہا، لیکن فارغ التحصیل ہو کر میں استاد بن گیا اور آپ کو کتابوں کی دولت امانت کے طور پر سونپی گئی یعنی سید بشیر الدین لائبریری کے انچارج بنا دیے گئے۔ آپ نے اپنے عہدے کا حق ادا کر دیا۔ اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ آپ کی شہرت پورے ہندوستان میں پھیل گئی۔ ہر کوئی آپ سے مشورہ لینے کا متمنی ہے۔ ہر کوئی چاہتا ہے کہ آپ لائبریری کے انتظام میں اس کی مدد کریں۔ آپ ایک اچھے انگریزی دان ہیں۔ آپ کے وسیع مطالعہ کا ہر وہ شخص اعتراف کرتا ہے جو کسی بھی حوالے سے آپ کو جانتا ہے۔ آپ نے لائبریری کے تمام تقاضوں کو ایک منتظم اور ایک علم کے متلاشی دونوں حیثیتوں سے پورا کیا۔ یہ آپ کے علم کی عظمت کا بین ثبوت ہے۔

تبصرہ

رشید احمد صدیقی نے پروفیسر بشیر الدین کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ کو کتابوں کی امانت سونپی گئی۔ آپ نے لائبریری کا بہت اچھا انتظام کیا۔ آپ کی شہرت پورے ہندوستان میں پھیل گئی۔ لوگ دور دور سے لائبریری کے انتظام کے بارے میں مشورہ لینے آپ کے پاس آنے لگے۔ زبان بہت سادہ اور تصنع سے پاک ہے۔

حل مشقی سوالات

1- مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) رشید احمد صدیقی کے پہلے خط کے مخاطب کا نام کیا ہے؟

جواب: رشید احمد صدیقی کے پہلے خط کے مخاطب کا نام ڈاکٹر محمد حسن ہے۔

(ب) "خطوط کا جواب عموماً ہم روزہ دیتا ہوں" اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ میں عام طور پر خط کا جواب اسی دن دے دیتا ہوں جس

دن خط مجھے موصول ہوتا ہے۔

(ج) مکتوب نگار نے خاندانوں کی مشترک خصوصیات و روایات کا سرچشمہ کس چیز کو قرار دیا ہے؟

جواب: مکتوب نگار نے خاندانوں کی مشترکہ خصوصیات و روایات کا سرچشمہ مذہب، اخلاق، تاریخ اور تہذیب کو قرار دیا ہے۔

(د) ظہیر احمد صدیقی کے نام مکتوب میں کس شخصیت کی وفات پر اظہارِ تعزیت کیا گیا ہے؟

جواب: ظہیر احمد صدیقی کے نام مکتوب میں ان کے والد مولانا ضیا احمد مرحوم کی وفات پر اظہارِ تعزیت کیا گیا ہے۔

(ہ) ڈاکٹر محمد حسن کا شکریہ کس بات پر ادا کیا گیا؟

جواب: رشید احمد صدیقی نے ڈاکٹر محمد حسن کا شکریہ ادا کیا کہ انھوں نے پہلے ہی ساہتیہ اکادمی دہلی کی طرف سے ملنے والے انعام کے بارے میں بتا دیا تھا۔ انھوں نے اس بات کا شکریہ ادا کیا کہ ڈاکٹر صاحب، صاحبِ مکتوب کا اتنا زیادہ خیال رکھتے ہیں۔

-2 متن کی روشنی میں قوسین میں دیے گئے الفاظ میں سے درست لفظ کا انتخاب کر کے خالی جگہ پُر کیجیے:

(الف) رشید احمد صدیقی نے اپنے خوابوں کی تعبیر ــــــــ
(کلکتہ، علی گڑھ، دہلی)

(ب) سید بشیر الدین لائبریری کے مہتمم کے علاوہ ــــــــ بھی تھے۔
(متعلم، معلم، علم کے متلاشی)

(ج) رشید احمد صدیقی بشیر احمد صاحب کو مزید لکھنا چاہتے تھے مگر ــــــــ
(انھیں نیند آ گئی، وہ تھک گئے، ایک اور کام میں مصروف ہو گئے)

www.downloadclassnotes.com

(د) صدیقی صاحب نے ــــــــ کے والد صاحب کی وفات پر انھیں تعزیتی خط لکھا۔ (ظہیر احمد صدیقی، محمد حسن، بشیر الدین)

(ہ) رشید احمد صدیقی کو 24 فروری 1973ء کو ایک ــــــــ ملی۔ (خوش خبری، رجسٹری، بدخبری)

جواب: (الف) رشید احمد صدیقی نے اپنے خوابوں کی تعبیر علی گڑھ میں پائی۔

(ب) سید بشیرا لدین لائبریری کے مہتمم کے علاوہ علم کے متلاشی بھی تھے۔

(ج) رشید احمد صدیقی بشیر احمد صاحب کو مزید لکھنا چاہتے تھے مگر وہ تھک گئے۔

(د) صدیقی صاحب نے ظہیر احمد صدیقی کے والد صاحب کی وفات پر انھیں تعزیتی خط لکھا۔

(ہ) رشید احمد صدیقی کو 24 فروری 1973ء کو ایک خوش خبری ملی۔

۳۔ سبق "خطوطِ رشید احمد صدیقی" کا متن مدِ نظر رکھ کر درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں:

(الف) رشید احمد صدیقی نے خطوط کس شہر بھجوائے؟

(i) دلّی (ii) علی گڑھ
(iii) لاہور (iv) لکھنؤ

(ب) رشید احمد صدیقی نے اپنے خط میں کس کے گراں بار احسانات کا شکریہ ادا کیا؟

(i) مولانا ضیا احمد (ii) ڈاکٹر محمد حسن
(iii) ظہیر احمد صدیقی (iv) سید بشیر الدین

(ج) رشید احمد صدیقی نے خط میں کس کے سانحہ رحلت کا ذکر کیا ہے؟

(i) مولانا ضیا احمد (ii) بیگم ڈاکٹر محمد حسن
(iii) برادر سید بشیر الدین (iv) بیگم سید بشیر الدین

(د) مکتوب نگار نے اپنے خط بنام ڈاکٹر محمد حسن میں کس خوش خبری کا ذکر کیا ہے؟

(i) غالب ایوارڈ ملنے کی (ii) تصنیف پر نقد رقم ملنے کی
(iii) ملکانہ ترقی کی
(iv) ساہتیہ اکادمی کی طرف سے ملنے والے اعزاز کی

(د) خط بنام پروفیسر بشیر الدین میں کن لوگوں کی احترام کرنے کی صلاحیت سے محرومی کا ذکر کیا ہے؟

(i) علم و عمل سے خالی (ii) احترام کے مفہوم سے نابلد

(iii) علی گڑھ کی ناقدری کرنے والے (iv) مادیت پسند

(ر) "بہت کچھ اور لکھنا چاہتا تھا لیکن تھک گیا" صدیقی صاحب نے یہ جملہ کس کے نام لکھا؟

(i) ظہیر احمد صدیقی (ii) سید بشیر الدین

(iii) ڈاکٹر محمد حسن (iv) مولانا ضیاء احمد

(الف)	(ii)	(ب)	(ii)	(ج)	(i)	(د)	(iv)
(ہ)	(iii)	(و)	(ii)				

4- درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔

استعداد، کرشمہ، اسلاف، متنوع، اشغال، مہتمم، طفیل، سعادت، معلومات

الفاظ	جملوں میں استعمال
استعداد	انسان کو اپنی استعداد کے مطابق کام کرنا چاہیے۔
کرشمہ	سائنس کی کرشمہ سازیاں جگہ جگہ نظر آتی ہیں۔
اسلاف	گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا
متنوع	ہمیں حضور ﷺ کی زندگی میں متنوع اوصاف نظر آتے ہیں۔
اشغال	فضول اشغال میں وقت ضائع کرنا مسلمانوں کا شیوہ نہیں۔
مہتمم	تقریب کے مہتمم نے بہت اچھا انتظام کیا تھا؟
طفیل	میری تمام کامیابی میری ماں کی دعا کے طفیل ہے۔
سعادت	سعادت مند اولاد اللہ تعالیٰ کا تحفہ ہے۔
معلومات	معلومات حاصل کرنے کے لیے مسلسل محنت درکار ہے۔

www.d...com

-5 کالم (الف) کے اندراجات کو کالم (ب) سے ملائیں:

کالم (الف)	کالم (ب)	جوابات
تعزیت نامہ	علی گڑھ یونیورسٹی	بنام ظہیر احمد صدیقی
ہجوم میں	مشترک مکتبوں	احساسِ تنہائی
رشید احمد صدیقی	بنام ظہیر احمد صدیقی	علی گڑھ یونیورسٹی
ابتدائی تعلیم و تربیت	دوسرا خط	مشترک مکتبوں
3 نومبر 1973ء	احساسِ تنہائی	دوسرا خط

-6 درج ذیل الفاظ کے متضاد لکھیں۔

اسلاف، نیک نام، سخاوت، اعتراف، آباد، نشیب

الفاظ	متضاد	الفاظ	متضاد
اسلاف	بچے	نیک نام	بدنام
سخاوت	کنجوسی	اعتراف	انکار
آباد	ویران	نشیب	فراز

اُردو زبان اور مختلف اندازِ بیان

معاشرے میں ہمیں بے شمار لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ان میں سے ہر ایک اپنی سوچ، سمجھ، علم اور تجربے کی روشنی میں گفتگو کرتا ہے۔گویا ایک ہی بات کے انداز بیاں مختلف ہو سکتے ہیں۔آپ کمرے میں بیٹھے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کھڑکی بند کر دی جائے۔ دیگر لوگ بھی موجود ہیں۔ کھڑکی کے قریب بیٹھے نوجوان سے لوگ کیا کہیں گے؟

ایک بزرگ: برخوردار! ذرا کھڑکی تو بند کر دیں۔

نوجوان: پلیز کھڑکی بند کر دیجیے۔

ایک اور: کھڑکی بند کر دو۔

- ایک اور نوجوان: اگر زحمت نہ ہو تو یہ کھڑکی بند کر دیں، ٹھنڈی ہوا آ رہی ہے۔

اس کے علاوہ بھی ہم کئی اور انداز میں زبان لکھتے اور بولتے ہیں۔

(الف) گاڑی تیز چلانے کی بنا پر آپ کا زیر دفعہ ـــــ چالان کیا جاتا ہے۔

(ب) آپ کا تبادلہ زیر چٹھی نمبر 212/ای بتاریخ 23 اگست ـــــ میں کر دیا گیا تھا۔

(ج) کرکٹ ٹیم 233 رنز بنا کر آؤٹ ہو گئی۔ سیریز جیتنے میں مشکلات کا سامنا ہے۔

(د) کمپیوٹر کے سافٹ ویئر اور ہارڈ ویئر کا فرق معلوم ہونا چاہیے۔

- آپ نے دیکھا کہ اخباری، دفتری، قانونی اور تکنیکی زبان کافی حد تک ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ ہمارا ہر جملہ لب و لہجے، اسلوب اور لفظوں کے انتخاب کی وجہ سے ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ آپ نے یہ بھی دیکھا ہو گا کہ مضمون، کہانی، خط اور درخواست لکھنے کے انداز بھی مختلف ہوتے ہیں۔

آپ مختلف جملے بول کر یا لکھ کر بتائیں کہ یہ کون سا انداز بیاں ہے؟

جواب: پاکستان کو 1000 میگاواٹ بجلی کی کمی کا سامنا ہے۔ (صحافتی زبان)

چٹھی نمبری 512/B کے تحت ڈاکٹر سلمان کی خدمات محکمہ صحت کے سپرد کی جاتی ہیں۔ (دفتری زبان)

قرار دیا جاتا ہے کہ فلاں ابن فلاں تعزیرات پاکستان کی دفعہ فلاں کے تحت جرم کا مرتکب ہوا ہے۔ (عدالتی زبان)

ہارڈ ویئر کمپیوٹر کا دماغ ہے اور سوفٹ ویئر اس کا ذہن۔ (تکنیکی زبان)

شام ہے، ناقر جام ہے اور قموں کا ہنگام ہے۔ (ادبی زبان؟)

سرگرمیاں

1- رشید احمد صدیقی کے دو تین اور خط جماعت کے کمرے میں سنائے جائیں۔

جواب: **رشید احمد صدیقی کا خط غلام رسول مہر کے نام**

نسیم قریشی صاحب سے آپ کی اہلیہ کے انتقال کی خبر ملی۔ بہت بڑا صدمہ ہے۔ یہ ایک ساتھ کی موتیں ہیں۔ مجھے معلوم ہے آپ تخلیقی کام کر رہے ہیں۔

www.downloadclassnotes.com

یہ تخلیقی کام تائید الٰہی سے سہارا بن جاتے ہیں۔ بہت کم لوگ ایسے ہیں جن کو اس موقع پر تعزیت کی بجائے تہنیت کہا جائے۔ آپ ان میں سے ایک ہیں۔

رشید احمد صدیقی کا خط خلیق نظامی کے نام

کتابوں کا شکریہ۔ خیال تھا کہ جلدی واپس کر دوں گا مگر کچھ کاہل ہو گیا ہوں۔ جس کتاب کی آپ کو ضرورت ہو واپس منگوا لیجیے گا کیوں کہ میں کتابیں پوری کی پوری پڑھ کر ہی واپس کروں گا صرف سطحی نظر سے نہیں دیکھوں گا۔

-2 رشید احمد صدیقی کے خطوط میں علی گڑھ کا تذکرہ کیا گیا ہے، اسے اپنے لفظوں میں پیراگراف کی صورت میں لکھیں۔

جواب: دیکھیے خلاصہ خط نمبر 3

-3 اپنے استاد صاحب سے پوچھ کر رشید احمد صدیقی کی نثر نگاری کی دو خاص خوبیاں لکھیں۔

جواب: **رشید احمد صدیقی کی نثر نگاری کی خوبیاں**

رشید احمد صدیقی نے زمانہ طالب علمی ہی میں لکھنا شروع کر دیا تھا۔ ان کا رجحان طنز و مزاح کی طرف تھا اسی لیے ان کے ابتدائی مضامین میں طنز و مزاح کا عنصر غالب ہے۔ انھوں نے اپنی تحریروں کے ذریعے سے اپنے عہد کے ماحول کی اچھائیوں کو اجاگر کیا ہے اور کمزوریوں پر بھرپور چوٹ کی ہے۔ ان کے مزاح میں طنز کی نشتریت ہمیشہ موجود رہی ہے۔ ان کے ہاں تیز نشتریت کی بجائے دھیما پن ملتا ہے۔ رشید احمد صدیقی اپنی تحریروں میں اصلاح احوال کرنے کی کوشش کرتے نظر نہیں آتے بلکہ اخلاقی قدروں کے زوال پر جو دکھ محسوس کرتے ہیں وہ ان کے لبوں پر زہر خند بن کر ابھرتا ہے۔

رشید احمد کی زبان میں بہت مٹھاس ہے۔ انھوں نے شبلی اور حالی دونوں سے اثر قبول کیا مگر ان کے اسلوب نگارش پر شبلی کا اثر زیادہ نظر آتا ہے۔ وہ عربی اور فارسی کا استعمال کرتے ہیں مگر جہاں اس کی ضرورت محسوس ہو لیکن انگریزی الفاظ کی بھرمار سے عبارت کو بچاتے ہیں۔ ان کی زبان میں بانکپن ہے۔ ان کے ہاں جذباتیت بھی ہے اور خطابت بھی اور اس کے ساتھ ساتھ سوز و گداز

بھی۔ ان کے مضامین کی زبان و بیان کی خوبیاں انھیں ہر جگہ نظر آتی ہیں۔
رشید احمد بڑے درد مند انسان ہیں۔ ان کی تصانیف میں دردمندی بدرجہ اتم موجود ہے۔ شفقت اور محبت ان کی شخصیت کا خاص جزو ہے۔ وہ لوگوں کی جن صفات سے متاثر ہوتے ہیں ان میں سرفہرست دردمندی کا احساس ہے۔ وہ نیکی اور خوبی کے قدردان ہیں۔ ان خطوط سے بھی دردمندی کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک خط انھوں نے اپنے دوست ظہیر احمد صدیقی کو لکھا ہے جو ان کے والد کی تعزیت کے لیے ہے۔

اساتذہ کرام کے لیے

-1 طلبہ کو بتایا جائے کہ کسی شخص کے خطوط اس کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کی کس طرح عکاسی کرتے ہیں؟

جواب: کسی کو خط لکھنا اپنی گفتگو لکھ کر بھیجنا مکتوب نگاری کہلاتا ہے یا اسے خطوط نویسی کہتے ہیں۔ مولوی عبدالحق صاحب کے الفاظ میں "خط دلی خیالات و جذبات کا روزنامچہ اور اسرار حیات کا صحیفہ ہے۔" خط لکھنے کے لیے کوئی خاص موضوع نہیں ہوتا۔ انسان اپنے دلی جذبات کی ترجمانی کرتا ہے۔ وہ لکھنے کے لیے آزاد ہوتا ہے۔ وہ جو کچھ لکھتا ہے وہ اس کے دل کی آواز ہوتی ہے، اس لیے کسی بھی خط کو پڑھ کر اس کے لکھنے والے کے بارے میں اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ کیسا ہے۔ اس طرح خط شخصیت کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔

-2 رشید احمد صدیقی کے کسی مجموعے سے ان کے دو تین خطوط پڑھ کر طلبہ کو سنائے جائیں اور ان پر تبصرہ بھی کیا جائے۔

جواب: جواب کے لیے دیکھیے سرگرمی نمبر 1

-3 طلبہ کو خطوط نویسی کی مشق کروائی جائے۔

جواب: اساتذہ کرام طلبہ کو مختلف موضوع پر خطوط لکھوائیں۔

اہم معروضی سوالات

www.downloadclassnotes.com

-3 متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) رشید احمد صدیقی نے ڈاکٹر حسن کو خط لکھا:

(i) 7 فروری 1973ء (ii) 10 فروری 1973ء
(iii) 17 فروری 1973ء (iv) 27 فروری 1973ء

(ب) رات انعام کی تصدیق ہو گئی تھی:

(i) دو دوستوں سے (ii) ریڈیو سے
(iii) ٹیلی ویژن سے (iv) اخبار سے

(ج) رشید احمد صدیقی نے ظہیر احمد صدیقی کو خط لکھا:

(i) حال دریافت کرنے کے لیے (ii) اپنے ہاں آنے کے لیے
(iii) کچھ کتابیں منگوانے کے لیے (iv) ان کی والدہ کی تعزیت کے لیے

(د) ظہیر احمد صدیقی کے والد کا نام تھا:

(i) مولانا ضیا احمد (ii) مولانا شبیر احمد
(iii) مولانا سلیم احمد (iv) مولانا کلیم احمد

(ہ) پروفیسر بشیر الدین کا لکھا ہوا نوازش نامہ رشید احمد صدیقی کو ملا:

(i) 12 اکتوبر کو (ii) 14 اکتوبر کو
(iii) 27 اکتوبر کو (iv) 31 اکتوبر کو

(و) کچھ دنوں سے تنہائی کا احساس ہونے لگا ہے:

(i) شام کو (ii) سوتے وقت
(iii) ہر وقت (iv) ہجوم میں

(ز) میں مطمئن ہوں اور آپ کو دولت اور امانت سونپی گئی:

(i) خزانے کی (ii) کتابوں کی
(iii) نونہالوں کی (iv) باغات کی

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iv)	(ب)	(ii)	(ج)	(iv)	(د)	(i)
(ہ)	(iii)	(و)	(iv)	(ز)	(ii)		

میر انیس
(1874ء-1800ء)

میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو واقعہ کربلا سے آگاہ کرنا
- طلبہ کو کربلا کے موسمی حالات سے واقفیت دلانا
- طلبہ کو مرثیہ نویسی سے متعارف کروانا
- طلبہ کو شاعری کی صنف مسدس سے آگاہ کرنا
- طلبہ کو نظم میں منظر نگاری کے عنصر سے واقفیت کروانا
- طلبہ کو میر انیس کی شاعری کے بارے میں معلومات دینا
- طلبہ کو میر انیس کے حالاتِ زندگی سے آگاہ کرنا

شاعر کے حالاتِ زندگی

میر ببر علی انیس میر خلیق کے بیٹے تھے۔فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ان کے مورث اعلیٰ میر امامی شاہجہان کے عہد میں ہرات سے آئے اور دہلی میں آباد ہو گئے۔ شاہجہان نے سہ ہزاری منصب عطا کیا۔ سلطنت مغلیہ کے دور زوال میں میر امامی کے پوتے میر غلام حسین ضاحک اپنے فرزند میر حسن کو، جن کی عمر دس بارہ سال تھی ساتھ لے کر فیض آباد پہنچے۔ جب مرکزِ حکومت لکھنؤ منتقل ہوا تو میر ضاحک اور میر حسن کی آمدورفت لکھنؤ میں شروع ہوگئی۔ میر حسن کے تین بیٹے تھے ان میں سے ایک میر خلیق تھے۔ میر انیس انہی کے فرزند تھے۔ میر انیس بیالیس سال کے تھے کہ اپنے چھوٹے بھائی انس کے ہمراہ مستقل طور پر لکھنؤ آ گئے۔

میر انیس نے اپنے والد کے سایۂ عاطفت میں تعلیم وتربیت پائی۔ ابتدائی کتابیں مولوی حیدر علی اور صدر مفتی میر عباس سے پڑھی تھیں۔ ورزش کے بہت شائق تھے اور فنِ سپہ گری اور شہ سواری میں بھی مہارت حاصل کی۔ یہ معلومات جنگ کے مناظر وغیرہ دکھانے میں بہت کار آمد ثابت ہوئیں۔ حسنِ تناسب کا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ اپنی خاندانی عزت پر بڑا فخر تھا اور خودداری اور عزتِ خاندانی کا ہمیشہ خیال رہتا تھا۔ بہت وضعدار تھے اور ملنے جلنے میں رکھ رکھاؤ کا بہت خیال رکھتے تھے۔ شاہوں سے بھی باوقار انداز میں ملتے تھے۔ کسی کی تعریف یا لالچ میں ایک حرف زبان سے نہیں کہا۔ البتہ مدح آل رسول ﷺ میں ہدیہ قبول کر لیتے تھے۔

میر انیس کو شاعری ورثے میں ملی تھی۔ ان کے والد میر خلیق بھی شاعر تھے۔ دادا نامور مثنوی نگار میر حسن اور پردادا مشہور ہجوگو میر ضاحک تھے۔ یوں یہ سلسلہ پانچویں پشت تک جا پہنچتا ہے۔ انیس خود فخریہ کہتے ہیں ؎

عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں
پانچویں پشت ہے شبیرؑ کی مداحی میں

لکھنؤ آنے کے بعد میر انیس لکھنؤ کے شاعرانہ ماحول سے بہت متاثر ہوئے اور شعر کہنے لگے۔ شاعری کا آغاز غزل گوئی سے کیا لیکن والد کے کہنے پر وہ اپنی خاندانی صنف مرثیہ گوئی پر مائل ہو گئے۔ ان دنوں لکھنؤ میں مرزا سلامت علی دبیر کو مرثیہ گوئی کا امام تسلیم کیا جاتا تھا' ان کے ہوتے ہوئے مرثیہ گوئی میں میر انیس کا ایسے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہو جانا ان کی فطری صلاحیت اور شاعرانہ کمال کا بین ثبوت ہے۔ زوالِ لکھنؤ کے بعد عظیم آباد، پٹنہ اور حیدرآباد دکن بھی گئے اور بڑی قدر دانی ہوئی۔ 1874ء میں لکھنؤ میں وفات پائی۔

میر انیس ایک خوش الحان شاعر تھے۔ ان کا مرثیہ پڑھنے کا انداز سامعین پر ایک خاص وجد سا طاری کر دیتا تھا اور ان کے دل ودماغ پر گہرا اثر چھوڑتا تھا۔ آپ

صاحبِ مطالعہ آدمی تھے۔ عربی اور فارسی میں خاص استعداد حاصل کر چکے تھے۔ قرآن وحدیث کے مطالعے سے بھی خاص لگاؤ تھا۔ ان کی ذاتی اور شاعرانہ خوبیوں نے میر انیس کو بہت جلد بہت مقبول بنا دیا۔

مرکزی خیال

اس مرثیے میں میر ببر علی انیس نے کربلا کے میدان میں گرمی کی شدت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ آسمان سے آگ برس رہی تھی اور زمین تنور کی طرح تپی ہوئی تھی۔ انسان تو انسان جانور بھی اس گرمی سے پریشان تھے یہاں تک کہ درختوں کے پتے بھی اس گرمی میں مرجھا گئے تھے۔ غرض میر انیس نے مبالغہ آرائی کی حد تک گرمی کی شدت کا ذکر کیا ہے۔

خلاصہ

جنگ کے دن بہت زیادہ گرمی تھی۔ اس کا بیان مشکل تھا۔ ڈر تھا کہ زبان شمع کی طرح جلنے نہ لگے۔ میدانِ جنگ کا رنگ سرخ تھا اور آسمان کا زرد۔ آسمان سے آگ برس رہی تھی۔

سورج کی تپش اتنی زیادہ تھی کہ دن کا رنگ رات کی مانند لگ رہا تھا اور نہرِ علقمہ بھی خشک ہوگئی تھی۔ دریائے فرات کا پانی بھی کھولا ہوا سا لگ رہا تھا۔

گرمی کی شدت اتنی زیادہ تھی کہ مچھلیاں سمندر کی سب سے نچلی تہ سے جا لگی تھیں، ہرن ست اور چیتے سیاہ ہو گئے تھے۔ پتھر موم کی طرح پگھل رہے تھے۔ پھول اپنی رنگت کھو چکے تھے اور کنوؤں کا پانی بھی نیچے چلا گیا تھا۔

دور دور تک کہیں کسی درخت پر پھل پھول نظر نہ آتا تھا۔ ہر شاخ سوکھی ہوئی تھی۔ پتے زرد ہو چلے تھے۔

شیر اور ہرن اپنے ٹھکانے میں چھپے ہوئے تھے اتنی زیادہ گرمی تھی کہ اگر کوئی دانہ

زمین پر گرتا تو وہ بھن جاتا۔

ہوا کے بگلوں پر آگ کا گمان ہوتا تھا۔ پانی کے بلبلے آگ کے شعلوں کی طرح لگ رہے تھے۔ مگرمچھوں کی جان بھی لبوں پر آئی ہوئی تھی۔ اتنی گرمی تھی کہ مچھلی تک بھن جاتی تھی۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
لُو	تیز گرم ہوا	آفتاب	سورج
حدت	تپش	تاب و تب	چمک دمک
حباب	بُلبلہ	کھولنا	اُبلنا
شجر	درخت	برگ	پتا
نخل	چھوٹا پودا	چنار	سرخ پھولوں والا ایک درخت
زیست	زندگی	مدقوق	دق کا مریض
کچھار	شیر کا مسکن	آہو	ہرن
مہر	سورج	مُکدّر	میلا، ناراض
غبار	گرد، خاک اُڑنا	گردوں	آسمان
تپ	بخار، گرمی	مُضطرب	بے چین
گرداب	بھنور، پانی کا چکر	شعلۂ جوالہ	وہ شعلہ جس کو جلا کر گول چکر کی صورت میں گھماتے ہیں
گمان	خیال	نہنگ	مگرمچھ
ماہی	مچھلی	سبزہ زار	ہرا بھرا میدان
شدت	زیادتی	کباب	کنایتاً جلا بھنا

اشعار کی تشریح

بند نمبر 1:

گرمی کا روزِ جنگ کی کیوں کر کروں بیاں
ڈر ہے کہ مثلِ شمع نہ جلنے لگے زباں
وہ لُو کہ الحذر، وہ حرارت کہ الاماں
رَن کی زمیں تو سرخ تھی اور زرد آسماں
آبِ خنک کو خلق ترستی تھی خاک پر
گویا ہوا سے آگ برستی تھی خاک پر

حلِ لغت

مثلِ شمع: شمع کی طرح۔ الحذر: خدا کی پناہ۔ الامان: خدا کی پناہ، رحم، امن۔ حرارت: گرمی۔ رَن: بڑی جنگ، میدانِ جنگ۔ آبِ خنک: ٹھنڈا پانی۔ خلق: لوگ

مفہوم: جنگ کے دن کی گرمی کا کیا حال بیان کروں۔ ڈر ہے کہ زبان کہیں شمع کی مانند جلنے نہ لگے۔ اتنی تیز گرم ہوا کہ خدا کی پناہ۔ میدانِ جنگ گرمی سے سرخ تھا اور آسمان کا رنگ زرد تھا۔ زمین پر لوگ ٹھنڈے پانی کو ترس رہے تھے اور ہوا سے گویا زمین پر آگ برس رہی تھی۔

تشریح: شاعر میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ایک تو یہ ملک عرب کا ریگستان تھا جس کی گرمی محتاجِ بیان نہیں اور پھر یہ جنگ کا دن تھا۔ ظاہر ہے کہ جنگ کی وجہ سے گرمی کی شدت کچھ اور بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے میں گرمی کی اس شدت کو بیان نہیں کر سکتا۔ میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں گرمی کی اس شدت کو بیان کر سکوں بس یہ سمجھ لیں کہ ایک کریلا اور دوسرا نیم چڑھا والی بات ہے۔ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ میری زبان گرمی کی

شدت اور صحیح کیفیت بیان کرتے ہوئے شمع کی مانند جلنے نہ لگے۔ میدانِ جنگ میں اس قدر لُو چل رہی تھی کہ انسان بے اختیار خدا کی پناہ طلب کرنے لگے۔ میدانِ جنگ کی زمین گرمی کی شدت سے تپ کر تانبے کی طرح سرخ ہو چکی تھی۔ گرمی اس قدر شدید تھی کہ آسمان بھی اس کی شدت سے محفوظ نہیں تھا بلکہ وہ بھی زرد پیلا دکھائی دے رہا تھا۔ زمین پر اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور لوگ ٹھنڈے پانی کو ترس رہے تھے۔ انھیں گرمی کی شدت میں اپنی پیاس بجھانے کے لیے ٹھنڈا پانی نہیں ملتا تھا جس سے وہ بہت بے تاب اور بے حال ہو رہے تھے۔ گرمی کی شدت کی یہ کیفیت تھی کہ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے ہوا سے زمین پر آگ برس رہی ہو۔

بند نمبر:2 وہ لُو ، وہ آفتاب کی حِدت ، وہ تاب و تب
کالا تھا رنگ دھوپ سے دن کا مثالِ شب
خود نہرِ علقمہ کے بھی سوکھے ہوئے تھے لب
خیمے جو تھے حبابوں کے ، تپتے تھے سب کے سب
اُڑتی تھی خاک ، خشک تھا چشمہ حیات کا
کھولا ہوا تھا دھوپ سے پانی فرات کا

حلِ لغت

لُو: تیز گرم ہوا۔ آفتاب: سورج۔ حدت: تپش۔ تاب و تب: چمک دمک۔ مثالِ شب: رات کی مانند۔ لب: ہونٹ۔ حباب: بلبلہ۔ حیات: زندگی۔ کھولا ہوا: اُبلا ہوا

مفہوم: میدانِ کربلا میں تیز لو چل رہی تھی۔ سورج تپا ہوا تھا۔ اس تپش کی وجہ سے دھوپ کا رنگ رات کی طرح سیاہ ہو چکا تھا۔ نہرِ علقمہ کے ہونٹ بھی خشک

تھے۔ پانی کے بلبلے جو خیموں کی مانند تھے وہ بھی تپے ہوئے تھے۔ ہر طرف خاک اُڑ رہی تھی۔ زندگی مفقود تھی اور دھوپ کی وجہ سے دریائے فرات کا پانی بھی اُبلا ہوا تھا۔

تشریح: میر انیس کربلا کے میدان میں گرمی کی شدت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جنگ کے دن کربلا کے میدان میں بہت تیز گرم ہوا چل رہی تھی۔ سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ سورج کی دھوپ میں بہت زیادہ تپش تھی۔ جس طرح دیر تک آگ پر رکھی ہوئی چیز جل کر سیاہ ہو جاتی ہے اسی طرح تیز دھوپ کی وجہ سے دن پر بھی رات کا گماں ہوتا تھا۔ دھوپ کا رنگ شدتِ تپش سے کالا پڑ گیا تھا۔ اس وقت ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے خود علقمہ نہر کو بھی پیاس لگی ہوئی ہو۔ اس کے پانی میں بننے والے بلبلے سب کے سب تپے ہوئے تھے۔ ہر طرف خاک اُڑ رہی تھی۔ ایسے میں زندگی بے جان سی ہو کر رہ گئی تھی۔ گرمی کی شدت نے زندگی سے مایوس کر دیا تھا۔ اس گرمی کی شدت سے دریائے فرات کا پانی بھی اُبلا ہوا سا لگ رہا تھا۔

بند نمبر 3:

جھیلوں سے چار پائے نہ اٹھتے تھے تا بہ شام
مسکن میں مچھلیوں کے سمندر کا تھا مقام
آہو جو کاہلے تھے تو چیتے سیاہ فام
پتھر پگھل کے رہ گئے تھے مثلِ مومِ خام
سرخی اڑی تھی پھولوں سے، سبزی گیاہ سے
پانی کنوؤں میں اترا تھا سائے کی چاہ سے

حلِ لغت

چار پائے: چار پیروں والے جانور۔ مسکن: رہنے کی جگہ۔ آہو: ہرن۔ کاہلے:

کاہل، سست۔ سیاہ فام: کالی رنگت والے۔ مثل: مثال، کسی کی مانند ہونا۔ خام: کچا۔ گیاہ: گھاس پھونس۔ چاہ: چاہت، کنواں

مفہوم: چار پائے شام تک جھیلوں سے نہ اٹھتے تھے۔ مچھلیوں کے مسکن میں سمندر کا مقام تھا۔ ہرن ست تھے اور چیتے گرمی کی وجہ سے سیاہ لگ رہے تھے۔ پتھر بھی موم کی طرح پگھل گئے تھے۔ پھولوں کا سرخ رنگ اڑ گیا تھا اور گھاس سے سبزی ختم ہو گئی تھی۔ پانی بھی سایہ تلاش کرنے کنویں میں نیچے چلا گیا تھا۔

تشریح: کربلا کے میدان میں گرمی کی شدت کو بیان کرتے ہوئے میر انیس کہتے ہیں کہ جانور گرمی کی شدت سے بے حال تھے۔ جو جانور پانی میں رہ سکتے تھے، وہ پانی سے باہر ہی نہ نکلتے تھے۔ شام تک وہ پانی ہی میں رہتے۔ جب شام کے وقت سورج کی حدت ذرا کم ہوتی تب کہیں جا کر وہ پانی سے باہر آنے کا قصد کرتے۔ مچھلیاں جو سمندر میں رہتی تھیں، وہ بھی سطح آب پر آنے سے کتراتی تھیں۔ سطح کا پانی آگ کی طرح کھولا ہوا تھا۔ مچھلیاں سمندر کی تہ میں چلی گئی تھیں تا کہ وہ گرمی کی شدت سے بچ سکیں۔ اس گرمی نے کسی کو بھی نہ چھوڑا تھا۔ ہر وقت چوکڑیاں بھرتے رہنے والے ہرن سست اور نڈھال ہو چکے تھے۔ ان سے ایک قدم اٹھانا بھی محال تھا۔ گرمی نے ان کا برا حال کر دیا تھا۔ چیتے بھی اس گرمی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ان کا رنگ سیاہ پڑ گیا تھا۔ وہ بھی نیم جاں ہو گئے تھے۔ دھوپ کی تیزی کی وجہ سے ان کا رنگ و روپ بھی سیاہ پڑ گیا تھا۔ اتنی شدید گرمی تھی کہ پتھر بھی موم کی طرح پگھل رہے تھے۔ یہاں میر انیس بہت زیادہ مبالغہ آرائی سے کام لے رہے ہیں۔ درحقیقت پتھر دھوپ کی وجہ سے صرف گرم ہوئے تھے لیکن وہ کہہ رہے ہیں کہ اتنی شدید گرمی تھی کہ پتھر بھی موم کی طرح پگھل رہے تھے۔ مبالغہ آرائی کی انتہا ہے، لیکن شعر میں زور پیدا کرنے کے لیے انھوں نے اس طرح کی مبالغہ آرائی سے کام

لیا ہے۔ اصل میں یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ بہت زیادہ گرمی تھی۔ بہار کے موسم میں سرخ سرخ پھول اپنی خوشنمائی سے باغ کو رونق بخشتے ہیں۔ اس گرمی میں پھولوں کا سرخ رنگ بھی اُڑ گیا تھا۔ سورج کی تپش نے پھولوں کی چمک کو ماند کر دیا تھا۔ گھاس پھونس بھی سوکھ کر پیلی رنگت اختیار کر چکی تھی۔ اصل میں گھاس کا رنگ سبز ہوتا ہے جو آنکھوں کو بڑا بھلا معلوم ہوتا ہے مگر دھوپ نے اس کی تازگی چھین لی تھی۔ سبزی پیلاہٹ میں تبدیل ہو چکی تھی۔ کنوؤں کا پانی نیچے چلا گیا تھا۔ اس کی اصل وجہ تو یہ ہے کہ زیرِ زمین پانی کم ہو گیا تھا جس کی وجہ سے کنوؤں کا پانی نیچے چلا گیا تھا لیکن میر انیس کہتے ہیں کہ سائے کی چاہت میں پانی نیچے چلا گیا۔

بند نمبر 4: کوسوں کسی شجر میں نہ گُل تھے نہ برگ و بار

ایک ایک نخل جل رہا تھا صورتِ چنار

ہنستا تھا کوئی گل ، نہ لہکتا تھا سبزہ زار

کانٹا ہوئی تھی سوکھ کے ہر شاخِ بار دار

گرمی یہ تھی کہ زیست سے دل سب کے سرد تھے

پتے بھی مثلِ چہرۂ مدقوق زرد تھے

حل لغت

کوسوں: میلوں (ایک کوس ڈیڑھ میل کے برابر ہوتا ہے) شجر: درخت۔ گُل: پھول۔ برگ: پتا۔ نخل: چھوٹا پودا۔ چنار: سرخ پھولوں والا ایک درخت۔ بار: پھل۔ زیست: زندگی۔ مثل: مانند، طرح۔ مدقوق: دق کا مریض

مفہوم: میلوں تک کسی درخت پر پھل پھول نہ تھے۔ ہر پودا چنار کی طرح جل رہا تھا۔ کہیں کوئی پھول نہیں کھلا تھا۔ ہر پھل دار شاخ سوکھ کر کانٹا بن گئی تھی۔ ہر کوئی زندگی سے بے زار تھا۔ درختوں کے پتے بھی دق کے مریضوں کے زرد چہروں

کی طرح تھے۔

تشریح: کربلا کے میدان میں درخت تو موجود تھے مگر دور دور تک کوئی درخت ایسا دکھائی نہ دیتا تھا جو پھلوں، پھولوں یا پتوں سے ہرا بھرا ہو۔ ٹنڈ منڈ درختوں پر جب سورج کی شعاعیں پڑتیں تو دیکھنے والے کو یوں محسوس ہوتا جیسے جنگل میں آگ لگی ہوئی ہو اور ہر پودا اس آگ میں جل رہا ہو بالکل اسی طرح جیسے چنار کے درخت اپنے سرخ پھولوں کی وجہ سے یوں دکھائی دیتے ہیں جیسے ان میں آگ لگی ہوئی ہو۔ پھول پژمردہ ہو چکے تھے۔ سبزہ زار میں بھی کوئی رونق نہیں تھی۔ جو شاخیں کبھی پھلوں سے لدی پھندی نظر آتی تھیں، آج وہ گرمی کی شدت سے سوکھ کر کانٹا بن گئی تھیں۔ اس شدید گرمی میں لوگ جینے سے بے زار ہو چکے تھے۔ ان کی دلی امنگیں، جوش اور ولولے سرد پڑ چکے تھے۔ گرمی کی وجہ سے درختوں کے پتے کمھلا گئے تھے۔ وہ پتے جو کبھی سرسبز و شاداب تھے، ان میں پیلاہٹ آ گئی تھی اور وہ اس طرح لگ رہے تھے جیسے دق کا مارا ہوا کوئی مریض ہو۔ دق کے مریض کا چہرہ بھی خون کی کمی کی وجہ سے پیلا پڑ جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ گرمی کی شدت نے ہرے بھرے پتوں کو بھی زرد کر دیا تھا۔ ان کی تازگی ختم ہو گئی تھی۔ ان میں زندگی کی لہر ختم ہو چکی تھی۔ گرمی کی شدت سے سب کا ہی بُرا حال تھا۔

بند نمبر 5:

شیر اٹھتے تھے نہ دھوپ کے مارے کچھار سے
آہو نہ منہ نکالتے تھے سبزہ زار سے
آئینہ مہر کا تھا مکدر غبار سے
گردوں کو تپ چڑھی تھی زمیں کے بخار سے
گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر
بھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر

حل لغت

کچھار: شیر کا مسکن۔ آہو: ہرن۔ سبزہ زار: ہرا بھرا میدان۔ مہر: سورج۔ مکدر: میلا۔ گردوں: آسمان۔ تپ: بخار۔ مضطرب: بے چین، پریشان

مفہوم: دھوپ کے مارے شیر اپنی کچھار سے باہر نہ نکلتے تھے۔ سبزہ زار میں آہو بھی گرمی سے ہانپ رہے تھے۔ سورج کی دھوپ گرد سے میلی ہو رہی تھی، آسمان کو زمین کی گرمی کی وجہ سے بخار ہو گیا تھا۔ ساری دنیا گرمی سے پریشان تھی۔ اگر کوئی دانہ زمین پر گرتا تو وہ بھن جاتا۔

تشریح: گرمی کی شدت کی یہ کیفیت تھی کہ شیر جیسے درندے بھی تیز دھوپ کی وجہ سے اپنے ٹھکانوں کو نہ چھوڑتے تھے بلکہ وہ وہیں دبکے پڑے ہوئے تھے حالاں کہ شیر جیسے درندے اکثر شکار کی تلاش میں اِدھر اُدھر گھومتے رہتے ہیں۔ اسی طرح ہرن بھی ہرے بھرے میدانوں سے منھ باہر نہیں نکالتے تھے۔ گرمی کی شدت سے وہ بھی بے حال ہو رہے تھے۔ سورج جو ایک صاف شفاف اور روشن آئینے کی طرح چمکتا ہے، گرمی کی شدت اور گردوغبار کی وجہ سے وہ بھی میلا اور گدلا ہو چکا تھا۔ گویا سورج نے اپنا منھ گردوغبار میں چھپا لیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زمین کے گرم بخارات سے آسمان کو تیز بخار چڑھ گیا ہو۔ گویا زمین کی سخت گرمی کا اثر آسمان تک جا پہنچا تھا۔ وہ بھی اس گرمی سے محفوظ نہ تھا۔ اس طرح زمین اور آسمان دونوں گرمی سے تپ رہے تھے جس کے نتیجے میں لوگوں کا بُرا حال تھا۔ ہر کوئی زندگی سے بے زار نظر آ رہا تھا۔ زمین کا فرش تنور کی طرح گرم تھا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اناج کا جو دانہ اس تپتے ہوئے فرش پر گرتا تھا وہ جل بھن جاتا تھا۔ گویا اسے کسی بھٹی میں ڈال دیا گیا ہو۔ یہ مبالغے کی انتہا ہے۔

بند نمبر 6:
گرداب پر تھا شعلۂ جوالہ کا گماں
انگارے تھے حباب تو پانی شرر فشاں
مُنھ سے نکل پڑی تھی ہر اک موج کی زباں
تہ پر تھے سب نہنگ، مگر تھی لبوں پہ جاں
پانی تھا آگ، گرمیٔ روزِ حساب تھی
ماہی جو سیخ موج تک آئی، کباب تھی

حل لغت

گرداب: بھنور پانی کا چکر۔ شعلۂ جوالہ: آگ کا دائرہ۔ انگارے: آگ کے دہکتے ہوئے ٹکڑے۔ حباب: بلبلہ۔ شررفشاں: چنگاریاں برسانے والا۔ تہ: نچلا حصہ۔ نہنگ: مگرمچھ۔ روزِ حساب: قیامت کا دن۔ ماہی: مچھلی

مفہوم: بھنور پر جلتے ہوئے شعلے کا خیال گزرتا تھا۔ بلبلے انگاروں کی طرح تھے اور پانی آگ برسا رہا تھا۔ ہر ایک موج کی زبان منھ سے نکلی ہوئی تھی۔ مگرمچھ پانی کی تہ میں تھے مگر ان کی جان بھی لبوں پر آئی ہوئی تھی۔ پانی آگ بنا ہوا تھا اور گرمی قیامت جیسی تھی۔ اگر کوئی مچھلی پانی کی سطح تک آتی تو کباب کی طرح بھن جاتی تھی۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ پانی میں جو بھنور بنتا ہے وہ ایسے لگ رہا تھا جیسے کسی نے آگ کا شعلہ جلا کر اسے چکر دے دیے ہوں اور وہ اپنی تپش چاروں طرف پھیلا رہا ہو۔ پانی میں جو بلبلے بنتے تھے وہ بھی کسی دہکتے ہوئے انگارے سے کم نہیں تھے۔ دریا کا پانی بھی آگ برسا رہا تھا۔ گویا بہت ہی زیادہ گرمی تھی۔ دریا کی موجیں بھی پریشان تھیں۔ دریا میں موجود مگرمچھ اگرچہ پانی کی تہ میں لیٹے ہوئے تھے لیکن اس کے باوجود وہ گرمی کی شدت سے متاثر تھے کیوں کہ اس گرمی کی وجہ سے پانی آگ کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے

قیامت آ گئی ہو۔ پانی میں موجود مچھلیاں بھی پریشان تھیں۔ اگر وہ پانی کی گرمی سے گھبرا کر سطحِ آب پر آتیں تو وہاں گرمی کا زور اور زیادہ ہوتا اور وہ گرمی کی شدت سے جل بھن کر کباب ہو جاتیں۔ یہاں بھی میر انیس مبالغہ آرائی سے کام لے رہے ہیں۔ ان کا مقصد گرمی کی شدت کو بیان کرنا ہے۔ گرمی کی ایسی حالت میں بھی اسلام کی سربلندی کے لیے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ کسی بھی قسم کے حالات انھیں حق کی راہ سے ہٹا نہ سکے۔ انھوں نے جان دے دی لیکن باطل کو حق کہنے پر رضامند نہ ہوئے۔

تبصرہ

میر انیس ایک مرثیہ گو شاعر ہیں۔ انھوں نے اس مرثیے میں کربلا کے میدان میں گرمی کی شدت کو بیان کیا ہے۔ ہر جان دار گرمی سے متاثر تھا۔ درخت سوکھ کر کانٹا بن گئے تھے۔ درخت پھلوں سے خالی تھے۔ جانور پانی کے قریب رہنا پسند کر رہے تھے۔ پرندے سائے کی تلاش میں چھپتے پھر رہے تھے۔ آنکھیں کھولنا محال تھا۔ شیر اپنی کچھار سے باہر آنا پسند نہیں کرتے تھے۔ مگر مچھ گرمی کی شدت سے بچنے کے لیے دریا کی تہ میں چلے گئے تھے لیکن ان سب باتوں کے باوجود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اسلام کی سربلندی کے لیے کربلا کے میدان میں جنگ لڑ رہے تھے۔

حل مشقی سوالات

-1 مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) میر انیس نے پہلے بند میں زبان کو کس چیز سے تشبیہ دی ہے؟

جواب: شاعر نے کہا ہے کہ کہیں میری زبان شمع کی طرح جلنے نہ لگے کیوں کہ میں کربلا کی گرمی کی شدت کو بیان کرنے جا رہا ہوں۔ اس طرح شاعر نے زبان کو شمع

سے تشبیہ دی ہے۔

(ب) دوسرے بند میں نہر کے "لب" سے کیا مراد ہے؟

جواب: دوسرے بند میں نہر کے "لب" سے مراد نہر کے دونوں کنارے ہیں۔ جس طرح انسان کے لب ہوتے ہیں اسی طرح نہر کے دونوں کناروں کو اس نے لبوں سے تشبیہ دی ہے۔ پیاس کی شدت سے ہونٹ خشک ہو جاتے ہیں اسی طرح گرمی کی شدت سے نہر علقمہ کے کنارے خشک ہو چکے تھے۔

(ج) شاعر کے بیان کے مطابق دریائے فرات کے پانی پر دھوپ کا کیا اثر ہوا؟

جواب: شاعر گرمی کی شدت کو بیان کرتے ہوئے مبالغہ آرائی کی حدوں کو چھو رہا ہے۔ شاعر کا کہنا ہے کہ دھوپ کی وجہ سے دریائے فرات کا پانی ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اسے تیز آگ پر رکھ دیا ہوا اور یہ ابلنے لگے۔ دھوپ سے دریائے فرات کا پانی ابل رہا تھا۔ یہاں میر انیس مبالغہ آرائی سے کام لے رہے ہیں۔

(د) شاعری میں میر انیس کی وجۂ شہرت کیا ہے؟

جواب: شاعری میں میر انیس کی وجہ شہرت ان کی مرثیہ گوئی ہے۔

(ہ) ہیئت کے اعتبار سے اس نظم (میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت) کو کیا کہیں گے؟

جواب: ہیئت کے اعتبار سے یہ نظم مسدس ہے، مسدس ایسی نظم کو کہتے ہیں جس کے ہر بند میں چھے مصرے ہوں۔ مسدس کے پہلے چار مصرے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور آخری دو مصرے بھی ہم قافیہ ہوتے ہیں لیکن یہ قافیے پچھلے چار قافیوں سے الگ ہوتے ہیں۔

۲۔ نظم "میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت" کا متن مدِ نظر رکھ کر درست جواب پر نشان (✓) لگائیں۔

(الف) "میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت" کس شاعر کی تخلیق ہے؟

(i) مرزا دبیر (ii) میر انیس
(iii) مولوی میر حسن (iv) میر خلیق

(ii) نظم "میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت" صنفِ سخن کے لحاظ سے کیا ہے؟

(i) آزاد نظم (ii) قصیدہ
(iii) شہر آشوب (iv) مرثیہ

(ج) شاعر گرمی کی شدت کا ذکر کرتے ہوئے لرزاں ہے کہ:
(i) زبانِ شمع نہ جل اٹھے (ii) خود اس شدت کا شکار نہ ہو جائے
(iii) بیان سے قاصر ہے (iv) مبالغہ نہ ہو جائے

(د) رن کی زمیں میں سرخ تھی اور آسماں تھا:
(i) سبز (ii) نیلا
(iii) زرد (iv) سرخ

(ہ) زمین پر خلقِ خدا کس چیز کو ترس رہی تھی؟
(i) پانی کو (ii) آبِ خنک کو
(iii) ٹھنڈی ہوا کو (iv) بادل کے سائے کو

(و) دن کے مثالِ شب سیاہ ہونے کی وجہ کیا تھی؟
(i) آفتاب کی حدت (ii) دھوپ
(iii) تپش (iv) لو

(ز) ہرنوں پر گرمی کا کیا اثر تھا؟
(i) پسینے چھوٹ رہے تھے (ii) بے ہوش تھے
(iii) جان لبوں پر تھی (iv) ہانپ رہے تھے

(الف)	(ii)	(ب)	(iv)	(ج)	(i)	(د)	(iii)
(ہ)	(ii)	(و)	(ii)	(ز)	(iii)		

-3 ''میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت'' میں جن جانوروں کا ذکر آیا ہے، ان کے ناموں کی فہرست تیار کیجیے۔

جواب: اس نظم میں درج ذیل جانوروں کے نام آئے ہیں۔
مچھلی، آہو (ہرن) چیتا، شیر، نہنگ (مگرمچھ)۔

-4 درج ذیل الفاظ کے مترادف لکھیے۔

آفتاب، مسکن، شجر، آہو، گرداب، ماہی

الفاظ	مترادف
آفتاب	سورج

الفاظ	مترادف
مسکن	رہائش

تھالے بھی نخل کے، سبد گل فروش تھے

وہ دشت وہ نسیم کے جھونکے، وہ سبزہ زار
پھولوں پہ جا بجا، وہ گہر ہائے آب دار
اٹھنا وہ جھوم جھوم کے شاخوں کا، بار بار
بالائے نخل ایک جو بلبل تو گل، ہزار
خواہاں تھے زیب گلشن زہرا جو آب کے
شبنم نے بھر دیے تھے کٹورے گلاب کے

وہ قمریوں کا چار طرف سرو کے، ہجوم
کو کو کا شور، نالۂ حق سرہ کی دھوم
سبحان ربنا کی صدا تھی، علی العموم
جاری تھے وہ جو ان کی عبادت کے تھے رسوم
کچھ گل فقط نہ کرتے تھے، رب علا کی مدح
ہر خار کو بھی نوک زباں تھی، خدا کی مدح

چیونٹی بھی ہاتھ اٹھا کے، یہ کہتی تھی، بار بار
اے دانہ کش ضعیفوں کے رازق، ترے نثار
یاحیّ یا قدیر کی تھی ہر طرف، پکار
تسبیح تھی کہیں، کہیں تہلیل کردگار
طائر ہوا میں مست، ہرن سبزہ زار میں
جنگل کے شیر گونج رہے تھے کچھار میں

دعائے خلیل علیہ السلام اور نوید مسیحا

5- مرثیے کی وضاحت کرتے ہوئے مختصراً قصیدے کا ذکر کر کے فرق واضح کیا جائے۔

جواب: ایسی نظم جس میں کسی امیر آدمی یا حاکمِ وقت کی شان لکھی جائے اسے قصیدہ کہا جاتا ہے۔ قصیدے میں شخصی اوصاف بیان کیے جاتے ہیں، جن میں مبالغہ آرائی بھی ہوتی ہے۔ مرزا رفیع سودا کا نام شاعری کے میدان میں نمایاں ہے۔ ان کی غزل گوئی کو بعض لوگ ان کے قصائد کے مقابلے میں کم تر درجہ دیتے ہیں۔ اگرچہ ان کے ہاں مثنوی اور غزل ملتی ہے مگر سودا کا مزاج اور ماحول قصیدے کا تھا۔ انھوں نے بزرگان دین کی مدح کے علاوہ اپنے زمانے کے رئیسوں اور امیروں کی شان میں قصیدے لکھے۔ وہ اردو کے پہلے شاعر ہیں جنھوں نے قصیدہ نگاری کو باقاعدہ فن کی حیثیت سے انتہائی بلندیوں تک پہنچایا۔ انھیں قصیدہ نگاری کا امام سمجھا جاتا ہے۔

مرثیہ میں کسی کی وفات کے بعد اس کی خوبیوں کو اجاگر کیا جاتا ہے جب کہ قصیدے میں زندہ شخص کی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں۔

6- طلبہ کو میر انیس ہی کا ایک مرثیہ "میدانِ کربلا میں صبح کا منظر" بھی پڑھ کر سنایا جائے۔

جواب: **میدانِ کربلا میں صبح کا منظر**

ٹھنڈی ہوا میں، سبزۂ صحرا کی وہ لہک
شرمائے جس سے، اطلس و زنگاریٔ فلک
وہ جھومنا درختوں کا، پھولوں کی وہ مہک
ہر برگِ گل پہ، قطرۂ شبنم کی وہ جھلک
ہیرے خجل تھے، گوہرِ یکتا نثار تھے
پتے بھی ہر شجر کے، جواہر نگار تھے

وہ نور اور وہ دشت سہانا سا وہ فضا
دراج و کبک و تیہو و طاؤس کی صدا
وہ جوشِ گل، وہ نالۂ مرغانِ خوش نوا
سردی جگر کو بخشتی تھی، صبح کی ہوا
پھولوں سے سبز سبز شجر، سرخ پوش تھے

(i) چہرا (ii) سراپا (iii) رخصت
(iv) آمد (v) رجز (vi) جنگ
(vii) شہادت (viii) بین (ix) دعا

-2 طلبہ پر واضح کیا جائے کہ میر انیس کے ہاں مبالغہ آرائی موجود ہے۔

جواب: میر انیس ایک بلند پایہ مرثیہ نگار ہیں۔ میر انیس کی عظمت یہ ہے کہ وہ جذبات نگاری، کردار نگاری، منظر نگاری اور واقعہ نگاری میں کمال رکھتے ہیں۔ انھیں خارجی جزئیات اور داخلی واردات، دونوں کی تصویر کشی پر بے نظیر قدرت حاصل ہے۔ مناظر قدرت اور رزم و بزم کا نقشہ پیش کرتے ہوئے اس کی تمام جزئیات اپنی اپنی جگہ مکمل ہوتی ہیں۔ اس کے باوجود وہ مختلف جگہوں پر مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں جیسے

اڑتی تھی خاک خشک تھا چشمہ حیات کا
کھولا ہوا تھا دھوپ سے پانی فرات کا

یہاں میر انیس گرمی کی شدت کو بیان کرتے ہوئے مبالغے کی حدوں کو چھو رہے ہیں۔ یہ شعر دیکھیے۔

پانی تھا آگ، گرمی روز حساب تھی
ماہی جو سیخ موج تک آئی کباب تھی

-3 طلبہ کو بتایا جائے کہ مسدس نظم میں ہر بند چھے مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

جواب: جس نظم کے ہر بند کے چھے مصرعے ہوں اسے مسدس کہتے ہیں۔ مسدس کے ابتدائی چار مصرعے آپس میں ہم قافیہ ہوتے ہیں جب کہ آخری دو مصرعے اپنے طور پر ہم قافیہ ہوتے ہیں۔

-4 مولانا حالی کی مسدس سے ایک بند پڑھ کر طلبہ کو سنایا جائے۔

جواب: مجھے حالی کی مسدس میں سے یہ بند زیادہ پسند ہے۔

یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت
بڑھا جانب بوقبیس ابر رحمت
ادا خاک بطحا نے کی وہ ودیعت
چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت
ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا

خاص کرم نوازی ہے۔ سردی، گرمی، بہار اور خزاں، ہم ہر قسم کے موسم سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ گرمی کا موسم پاکستان کے بعض علاقوں میں بہت شدید ہوتا ہے۔ عام طور پر گرمی کا موسم مئی سے اگست تک رہتا ہے۔ اگست میں برسات شروع ہو جاتی ہے اور موسم کچھ بہتر ہو جاتا ہے۔ پاکستان کے جن علاقوں میں زیادہ گرمی ہوتی ہے ان میں جیکب آباد، سبی، لورالائی، رحیم یار خاں وغیرہ شامل ہیں۔
جون جولائی کے مہینوں میں پاکستان کے بعض علاقوں میں اتنی شدید گرمی پڑتی ہے کہ کوئی جائے پناہ نظر نہیں آتی۔ اس گرمی میں انسان تو انسان حیوان بھی باہر نکلنے سے کتراتے ہیں۔ لوگ ٹھنڈی جگہوں پر رہنا پسند کرتے ہیں۔ گرمی کے اس موسم میں لُو لگنے کا اندیشہ بھی رہتا ہے، اس لیے اگر باہر مجبوری کبھی گرمی کے موسم میں باہر نکلنا پڑے تو سر کو اچھی طرح ڈھانپ لینا چاہیے۔
گرمی کی شدت سے ہر کوئی پریشان ہوتا ہے مگر یہ موسم بھی اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے۔ اگر گرمی کا موسم نہ ہو تو فصلیں نہ پکیں اور ہمیں پینے کے لیے پانی بھی میسر نہ آئے۔

-3 میر انیس نے جو تشبیہات استعمال کی ہیں، ان کی فہرست تیار کریں اور انھیں اپنے جملوں میں استعمال کریں۔

جواب: دیکھیے جواب سوال نمبر 1

<u>اساتذہ کرام کے لیے</u>

-1 مرثیہ نگاری کا مختصر تعارف کراتے ہوئے طلبہ کو بتایا جائے کہ اس کی ابتدا عربوں نے کی۔

جواب: مرثیہ عربی زبان کے لفظ "رثا" سے نکلا ہے۔ جس کا مطلب حزن و ملال اور ماتم ہے۔ اصطلاحاً اس سے مُراد ایسی صنفِ سخن کے ہیں جس میں کسی شخص کے مرنے کے بعد اس کی تعریفیں کی جائیں اور پھر اپنے غم و الم اور جذباتِ غم کا اظہار کیا جائے۔ عام طور پر مرثیہ شہیدانِ کربلا کے لیے لکھا جاتا ہے اور مجالس عزا میں پڑھا جاتا ہے۔ مرثیے میں فوت شدگان کے مناقب اور مصائب کا بیان ہوتا ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی والدہ محترمہ کی وفات پر مرثیہ لکھا۔ غالب کی وفات پر مولانا الطاف حسین حالی نے مرثیہ لکھا۔
مرثیے کے مندرجہ ذیل حصے ہوتے ہیں۔

-10 نظم کو غور سے پڑھیں اور ہر بند کے قافیے لکھیں۔

جواب:

(الف)	بیاں	زباں	الاماں	آسماں
(ب)	تب	شب	لب	سب
(ج)	شام	مقام	فام	خام
(د)	بار	چنار	زار	دار
(ہ)	گماں	فشاں	زباں	جاں

سرگرمیاں

-1 میر انیس کی نظم کی خوبیاں اپنی کاپی میں نوٹ کریں:

جواب: میر انیس کی شاعرانہ عظمت کو تمام ناقدانِ فن نے تسلیم کیا ہے۔ان کے مرثیے اعلیٰ شاعری کا نمونہ ہیں۔وہ بڑے سے بڑے واقعے نازک سے نازک خیال اور لطیف سے لطیف کیفیت کو مناسب اور موزوں الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ان کی تشبیہات، استعارے اور تمثیلیں آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہیں۔میر انیس نے جذبات فطرت **[illegible]** قدرت کی عمدہ تصویریں کھینچی ہیں۔ان کا کلام صنائع و بدائع اور فصاحت و بلاغت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔اخلاقی شاعری کے اعتبار سے بھی میر انیس کے مراثی کا پایا بہت بلند ہے۔

میر انیس کی عظمت یہ ہے کہ وہ جذبات نگاری، کردار نگاری، منظر نگاری اور واقعہ نگاری میں کمال رکھتے ہیں۔انھیں خارجی جزئیات اور داخلی واردات دونوں کی تصویر کشی پر بے نظیر قدرت حاصل تھی۔مناظر قدرت اور رزم و بزم کا مرقع پیش کرتے ہیں اس کی تمام جزئیات اپنی جگہ مکمل ہوتی ہیں۔اسی **طرح** وہ افرادِ مرثیہ کی حیثیت کو ملحوظ اور حالات و مدِنظر رکھتے ہوئے ان کے جذبات و کیفیات کی ہو بہو تصویر کھینچتے ہیں۔وہ اردو کے چند ممتاز ترین شاعروں میں شمار کیے گئے ہیں اور صنف مرثیہ میں تو اپنی نظیر آپ ہیں اور اپنا ثانی نہیں رکھتے۔

-2 اس نظم کی روشنی میں گرمی کی شدت پر مختصر مضمون لکھ کر استاد صاحب کو دکھائیں۔

جواب: **گرمی کی شدت**

اللہ تعالیٰ نے ہمارے ملک کو ہر قسم کے موسم عطا کر رکھے ہیں۔یہ اللہ تعالیٰ کی

اصل میں لکڑیوں کو آگ لگانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جل اٹھتی ہیں۔ آگ بذاتِ خود نہیں جلتی بلکہ جلتی لکڑیاں ہیں جن کا نتیجہ آگ ہے۔
گویا ہم آگ (مسبب یا نتیجہ) کا لفظ بول کر اس سے مراد لکڑیاں (سبب) لیتے ہیں۔

8- اس نظم میں سے تشبیہ، استعارہ اور مجازِ مرسل الگ کر کے لکھیں۔

جواب: تشبیہ: ڈر ہے کہ مثلِ شمع نہ جلنے لگے زباں

کالا تھا رنگ دھوپ سے دن کا مثالِ شب
خیمے جو تھے حبابوں کے، تپتے تھے سب کے سب
پتھر پگھل کے رہ گئے تھے مثلِ موم خام
سبزے بھی مثلِ چہرۂ مدقوق زرد تھے

استعارہ: خود نہرِ علقمہ کے بھی سوکھے ہوئے تھے لب

اڑتی تھی خاک، خشک تھا چشمہ حیات کا
آئینہ مہر کا تھا مکدر غبار سے
پانی تھا آگ، گرمیِ روزِ حساب تھی

مجازِ مرسل: رن کی زمیں تو سرخ تھی اور زرد آسماں

گویا ہوا سے آگ برستی تھی خاک پر
گردوں کو تپ چڑھی تھی زمیں کے بخار سے
ماہی جو سیخِ موج تک آئی کباب تھی

9- درج ذیل الفاظ کے متضاد لکھیے:

روز، آفتاب، کانٹا، حیات، سیاہ، سبزہ زار، شررفشاں

الفاظ	متضاد	الفاظ	متضاد
روز	[illegible]	آفتاب	ماہتاب
کانٹا	پھول	حیات	موت
سیاہ	سفید	سبزہ زار	ریگ زار
شررفشاں	ٹھنڈا		

بنایا گیا ہے۔

مجازِ مُرسل کی مزید مثالیں

جزو کہہ کر کل مراد لینا

"ہمیں ہر کام بسم اللہ پڑھ کر شروع کرنا چاہیے۔"
اس جملے میں "بسم اللہ" دراصل "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کا ایک جزو ہے۔
ہم نے صرف بسم اللہ کہا، لیکن اس سے ہماری مراد یہی ہے کہ پوری بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنی چاہیے نہ کہ صرف "بسم اللہ"۔

کل بول کر جزو مراد لینا

"میں ہر روز فجر کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہوں۔"
یہاں قرآن کریم کا لفظ کتاب اللہ کے مکمل تیس پاروں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ میں روزانہ تو پورا قرآن مجید نہیں پڑھتا بلکہ اس کا کچھ حصہ پڑھتا ہوں۔ گویا قرآن کریم (کل) بول کر اس کا مخصوص حصہ (جزو) مراد لیا گیا ہے۔

ظرف بول کر مظروف مراد لینا

"شربت بہت مزے دار تھا، میں مسلسل چار گلاس پی گیا۔"
یہاں چار گلاس (ظرف) سے شیشے کے چار گلاس مراد نہیں بلکہ اس میں ڈالا ہوا پانی (مظروف) مراد ہے۔

سبب بول کر مسبب (نتیجہ) مراد لینا

"پیاس نے مجھے نڈھال کر رکھا تھا۔"
حقیقت یہ ہے کہ پیاس کسی کو نڈھال نہیں کرتی بلکہ پیاس کی وجہ سے انسان کو جو کمزوری لاحق ہوتی ہے، وہ اسے نڈھال کرتی ہے۔
گویا پیاس (سبب) بول کر کمزوری (مسبب) یا نتیجہ مراد لیا گیا ہے

مسبب یا نتیجہ بول کر سبب (وجہ) مراد لینا

"چولھے میں آگ جل رہی ہے۔"

استعارے میں مستعارلہ حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہوتا ہے۔
آپ کسی ایک نظم سے استعارے تلاش کر کے لکھیں۔
جواب: استعارے کی مثالیں

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمھیں تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمھیں تو ہو

اس شعر میں تمنا اور دنیا حضرت محمد ﷺ کے لیے استعارہ ہے۔

پھوٹا جو سینۂ شب تار الست سے
اس نور اولیں کا اجالا تمھیں تو ہو

اس شعر میں اجالا حضور ﷺ کے لیے استعارہ ہے۔

گرتے ہوؤں کو تھام لیا جس کے ہاتھ نے
اے تاجدار یثرب و بطحا تمھیں تو ہو

اس شعر میں تاجدار حضور ﷺ کے لیے استعارہ ہے۔

دنیا میں رحمت دو جہاں اور کون ہے
جس کی نہیں نظیر وہ تنہا تمھیں تو ہو

مجازِ مُرسل

اگر کسی لفظ کو حقیقی کی بجائے مجازی (غیر حقیقی) معنوں میں استعمال کیا جائے اور دونوں میں تشبیہ کے علاوہ کوئی تعلق ہو تو وہ مجازِ مُرسل کہلاتا ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہیں۔

(الف) انسان کی زندگی چار دن کی ہے۔
اس میں جزو بول کر کل مراد لی گئی ہے۔

(ب) حکیم صاحب نے نبض پر ہاتھ رکھ کر مرض کی تشخیص کر دی۔
یہاں کل بول کر جزو مراد لی گئی ہے۔ (نبض پر ہاتھ نہیں تین انگلیاں رکھی جاتی ہیں)

(ج) برسے گا آج خوب دھواں دھار ابر ہے۔
یہاں سبب (ابر) بول کر مسبب (پانی) مراد لیا گیا ہے۔

(د) مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں
یہاں آلہ (زبان) بول کر وہ چیز (بولی) مراد لی گئی ہے جس کے لیے یہ آلہ

چشمۂ حیات	قحط کے دنوں میں گدلا پانی بھی پیاسوں کے لیے چشمۂ حیات سے کم نہیں۔
برگ و بار	بہار کے موسم میں ہر برگ و بار کھل اٹھتا ہے۔
مدقوق	میں نے ریلوے اسٹیشن پر ایک مدقوق بوڑھے کو پریشان حال دیکھا۔
مضطرب	پرچہ ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے سدرہ بہت مضطرب تھی۔
شررفشاں	شب برات کے موقع پر سلمان نے شررفشاں آتش بازی چلائی۔
مکدر	دھند کی وجہ سے کار کا شیشہ بہت مکدر ہو رہا تھا۔
سرگرمیاں	چھٹیوں میں تمھاری کیا سرگرمیاں ہوتی ہیں؟

استعارہ:۔

استعارہ کے لفظی معنی ادھار لینا کے ہیں۔ علمِ بیان کی اصطلاح میں جب ہم کسی چیز کے معنی مستعار لے کر دوسری چیز کے لیے استعمال کرتے ہیں تو اسے استعارہ کہتے ہیں جیسے:

ماں نے کہا "میرا چاند سکول سے آگیا ہے۔"

باپ نے کہا "میرا بیٹا رستم ہے۔"

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے۔

ان جملوں میں بچے کو چاند، بیٹے کو رستم اور بہادر انسان کو شیر کہا گیا ہے۔ یعنی چاند، رستم اور شیر کے الفاظ مستعار لے کر بچے، بیٹے اور بہادر انسان کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔

ارکانِ استعارہ

1- **مستعارلہ:** جس کے لیے لفظ مستعار لیا جائے۔ اوپر کی مثالوں میں بچہ، بیٹا اور بہادر انسان (شاعر کا اشارہ حضرت عباسؓ بن علیؓ کی طرف ہے) مستعارلہ ہیں۔

2- **مستعارمنہ:** جس سے لفظ ادھار لیا جائے۔ یہاں چاند، رستم اور شیر مستعارمنہ ہیں۔

3- **وجہ جامع:** مستعارلہ اور مستعارمنہ کے مابین مشترک صفت کو وجہ جامع کہا جاتا ہے۔ اوپر کی مثالوں میں خوب صورتی اور بہادری وجہ جامع ہیں۔ مستعارلہ اور مستعارمنہ میں تشبیہ کا تعلق ہوتا ہے۔

شجر	درخت	آہو	ہرن
گرداب	بگولا	ماہی	مچھلی

5- نظم کے آخری بند کی تشریح کریں۔

جواب: دیکھیے تشریح

6- قوسین میں دیے گئے الفاظ سے درست لفظ کا انتخاب کر کے خالی جگہ پُر کریں۔

(الف) پتھر پگھل کر ______ ہو گئے تھے۔ (راکھ، خاک، موم)

(ب) مسدس کا ہر بند ______ اشعار پر مشتمل ہوتا ہے۔ (دو، تین، چھے)

(ج) گرمی کی شدت سے پھولوں کا رنگ ہو گیا تھا۔ (زرد، سیاہ، زائل)

(د) شاعر نے درخت کے جلنے کو ______ سے تشبیہ دی ہے۔ (کوئلے، لکڑی، چنار)

(ہ) ______ سے سورج کا چہرہ دھندلا گیا تھا۔ (غبار، بخار، گرمی)

جواب: (الف) پتھر پگھل کر موم ہو گئے تھے۔

(ب) مسدس کا ہر بند تین اشعار پر مشتمل ہوتا ہے۔

(ج) گرمی کی شدت سے پھولوں کا رنگ زائل ہو گیا۔

(د) شاعر نے درخت کے جلنے کو چنار سے تشبیہ دی ہے۔

(ہ) غبار سے سورج کا چہرہ دھندلا گیا تھا۔

7- مندرجہ ذیل الفاظ و تراکیب کو جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے:

مثلِ شمع، الاماں، تاب و تب، چشمۂ حیات، برگ و بار، مدقوق، مضطربہ شررفشاں، ملگجا، سرگرمیاں

الفاظ و تراکیب	جملوں میں استعمال
مثلِ شمع	زندگی مثلِ شمع دھیرے دھیرے پگھل رہی ہے۔
الاماں	آج کل کی مہنگائی! الامان الحفیظ! بہت ہی زیادہ ہے۔
تاب و تب	اس موتی کی تاب و تاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

.com

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) ڈر ہے کہ زبان نہ جلنے لگے:

(i) مثلِ پروانہ (ii) مثلِ شمع
(iii) مثلِ کوئلہ (iv) مثلِ انگارا

(ب) خلق ترستی تھی:

(i) آبِ رواں کو (ii) آبِ حیات کو
(iii) آبِ باراں کو (iv) آبِ خنک کو

(ج) دھوپ سے دن کا رنگ تھا:

(i) کالا (ii) سفید
(iii) سرخ (iv) نارنجی

(د) گرمی سے پانی کھولا ہوا تھا:

(i) نہرِ علقمہ کا (ii) ہر ایک کوئیں کا
(iii) دریائے فرات کا (iv) ہر تالاب کا

(ہ) ایک ایک نخل جل رہا تھا:

(i) اپنی آگ میں (ii) چنار کی صورت
(iii) تنور کی صورت (iv) بجلی کی صورت

(و) گرمی کی وجہ سے رن کی زمین تھی:

(i) نیلی (ii) سیاہ
(iii) سرخ (iv) زرد

(ز) خاک پر آگ برستی تھی:

(i) آسمان سے (ii) فضا سے

(iii) زمین سے (iv) ہوا سے

(ح) پانی آگ تھا اور گرمی تھی:

(i) روزِ حساب کی (ii) روزِ جنگ کی

(iii) روزِ محشر کی (iv) روزِ قیامت کی

(ط) فرات کا پانی کھولا ہوا تھا:

(i) سورج سے (ii) آگ سے

(iii) گرمی سے (iv) دھوپ سے

(ی) شیر دھوپ کے مارے اٹھتے نہیں تھے:

(i) سایے سے (ii) پانی سے

(iii) کچھار سے (iv) غار سے

جواب

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(ii)	(ب)	(iv)	(ج)	(i)	(د)	(iii)
(ہ)	(ii)	(و)	(iii)	(ز)	(iv)	(ح)	(i)
(ط)	(iv)	(ی)	(iii)				

علامہ اقبالؒ

(1877ء تا 1938ء)

فاطمہ بنت عبداللہ

عرب لڑکی جو (1912ء) کی طرابلس کی جنگ میں غازیوں کو پانی پلاتی ہوئی شہید ہوئی۔

تدریسی مقاصد

1- طلبہ کو شاعرِ مشرق کی شاعری کے بارے میں بتانا۔
2- طلبہ کو مختلف تراکیب کے استعمال سے آگاہ کرنا۔
3- طلبہ میں وطن سے محبت کا جذبہ بیدار کرنا۔
4- طلبہ کو دوسروں کے کام آنے کی ترغیب دینا۔
5- طلبہ کو ایک مثالی مسلمان لڑکی کے کردار سے روشناس کروانا۔
6- طلبہ کو علامہ اقبالؒ کے حالاتِ زندگی سے متعارف کروانا۔
7- طلبہ کو علامہ اقبالؒ کی لکھی ہوئی کتابوں سے واقفیت دلانا۔

شاعر کے حالاتِ زندگی

نام محمد اقبالؒ تخلص اقبالؒ، سیالکوٹ میں ایک کشمیری خاندان میں پیدا ہوئے۔ گھر کا ماحول دینی تھا۔ والد کا نام شیخ نور محمد تھا۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم مکتب میں حاصل کی جہاں انھوں نے قرآن مجید اور ابتدائی دینی کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں مشن ہائی سکول میں داخلہ لیا اور پھر مرے کالج سے ایف۔اے کا امتحان پاس کیا۔ اسی دوران میں اپنے استاد شمس العلماء مولوی سید میر حسن سے خوب فیض اٹھایا۔ عربی اور فارسی کے علاوہ دینی ذوق بچپن سے موجود تھا۔ سیالکوٹ کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم۔اے فلسفہ کی ڈگری حاصل کی۔ یہاں پروفیسر آرنلڈ جیسا لائق اور شفیق استاد مل گیا جن کی فلسفہ دانی کا بڑا شہرہ تھا۔ پروفیسر آرنلڈ نے اقبالؒ کی ذہانت سے متاثر ہو کر ان کی تربیت اور

راہنمائی کی طرف خاص توجہ دی۔ اقبالؒ کچھ عرصہ گورنمنٹ کالج لاہور میں بطور پروفیسر بھی کام کرتے رہے لیکن ان کا اصل رجحان شعروسخن کی طرف تھا۔

اقبال نے تین سال تک (1905ء تا 1908ء) یورپ میں قیام کیا۔ انگلستان سے بیرسٹری اور جرمنی سے پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ سفر یورپ کے دوران میں اقبالؒ کو مغربی تہذیب کا قریب سے مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔ ایک طرف وہ مغربی افکار و نظریات سے آگاہ ہوئے اور دوسری طرف وہ مغربی تہذیب کے کھوکھلے پن سے بھی باخبر ہوئے اور اسلام کی صداقت و حقانیت پر ان کا ایمان و عقیدہ اور پختہ ہو گیا۔

وطن واپسی پر وکالت کا پیشہ اختیار کیا لیکن وہ اپنا زیادہ تر وقت قومی خدمات، شاعری اور علم و ادب میں صرف کرتے تھے۔ حکومت نے انھیں سر کا خطاب دیا۔ انھوں نے سیاست میں بھی حصہ لیا۔ تصور پاکستان پیش کیا اور قائداعظمؒ کے ساتھ مل کر کام کیا اور انھیں قیمتی مشورے دیے۔

علامہ اقبالؒ کی تصانیف میں بانگِ درا، بالِ جبریل، ضربِ کلیم، پیامِ مشرق، زبورِ عجم، جاوید نامہ، ارمغانِ حجاز، اسرارِ خودی، رموزِ بےخودی، پس چہ باید کرد اے اقوامِ مشرق شامل ہیں۔

عشقِ رسول ﷺ، مقصدیت، شاعرانہ مصوری، ندرت، تشبیہات، اثر آفرینی، تغزل، نادر تراکیب، عشق و عقل، تصورِ مردِ مومن، سوز و گداز، تصورِ خودی، منفرد لب و لہجہ علامہ اقبالؒ کے کلام کی منفرد خصوصیات ہیں۔ 1938ء میں وفات پائی۔

مرکزی خیال

اس نظم کا مرکزی خیال جذبۂ حب الوطنی ہے۔ علامہ اقبالؒ نے یہ نظم ایک عرب لڑکی کی زندگی کے بارے میں لکھی ہے جو ایک اعلیٰ کردار کی لڑکی تھی۔ لیبیا کے مسلمانوں نے اپنی آزادی کے لیے اٹلی کے خلاف جو جنگ لڑی یہ لڑکی اس جنگ میں غازیوں کو پانی پلانے کی ڈیوٹی پر مامور تھی۔ اپنے اس فرض کی انجام دہی میں اس نے شہادت کا رتبہ پایا اور تاریخ کے اوراق میں امر ہو گئی۔

خلاصہ

اے فاطمہ! تو مسلمان اُمت کی آبرو ہے۔ تیری ذات معصوم اور پاک ہے۔ اے صحرا کی حور! تو نے غازیانِ اسلام کو پانی پلانے کی سعادت حاصل کی۔ تیرا شوقِ شہادت اتنا قوی تھا کہ تو بغیر تلوار اور ڈھال کے میدانِ جنگ میں آ گئی۔ ہم سمجھتے تھے کہ مسلمان قوم اب راکھ کا ڈھیر بن چکی ہے۔ ہمیں کیا معلوم کہ اس راکھ میں ابھی تجھ جیسی چنگاری دبی ہوئی ہے۔ بتقاضائے بشریت ہمیں تیری موت کا دکھ ہے مگر خوشی بھی ہے کہ تو نے قوم کی آبرو بچا لی اور دلوں کو ایک ولولۂ تازہ عطا کیا۔ آنے والی نسلیں تیرے مجاہدانہ کردار سے سبق لیں گی۔ تیری شہادت نے مردہ قوم میں آزادی کی روح پھونک دی۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
آبرو	عزت	امت مرحوم	ایسی امت جس پر رحمت کی گئی ہو
ذرہ	کسی چیز کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ	مشتِ خاک	خاک کی مٹھی مٹھی بھر خاک
سعادت	نیک بختی، خوش نصیبی	حورِ صحرائی	صحرا میں پیدا ہونے والی پاک بی بی
غازیانِ دین	دین کی خاطر جہاد کرنے والے مجاہد	جہاد	اللہ کی راہ میں وطن یا دین کی حفاظت کے لیے لڑنا
بے	بغیر	سقائی	پانی پلانا

تیغ	تلوار	سپر	ڈھال
جسارت آفریں	جرأت پیدا کرنے والا	شوقِ شہادت	شہادت کا شوق
کلی	بغیر کھلا پھول	گلستاں	باغ
خزاں	پت جھڑ کا موسم	منظر	نظارہ
چنگاری	شرارہ، آگ کا پھول	خاکستر	راکھ
آہو	ہرن	پوشیدہ	چھپے ہوئے
خوابیدہ	سوئی ہوئی	گو	اگرچہ
شبنم افشاں	اوس ٹپکانے والی	نغمۂ عشرت	خوشی کا گیت
نالۂ ماتم	ماتمی فریاد	رقص	ناچ
خاک	مٹی	نشاط انگیز	خوشی بڑھنے والا
سوز	حرارت، گرمی	لبریز	بھرا ہوا
ہنگامہ	شور غل	تربت	قبر
آغوش	گود	قوم تازہ	نئی قوم
انجم	ستارے	ظہور	ظاہر ہونا، نمایاں ہونا
دیدۂ انساں	انسان کی آنکھ	نامحرم	ناواقف
موجِ نور	روشنی کی لہر	تابانی	چمک
کہن	پرانا	نو	نیا
کوکب	ستارہ	پرتو	عکس
تقدیر	قسمت	انداز	طریقہ

اشعار کی تشریح

شعر نمبر:1 فاطمہ! تو آبروے اُمتِ مرحوم ہے
ذرہ ذرہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے

حلِ لغت

آبرو: عزت۔ اُمتِ مرحوم: وہ امت جس پر رحمت کی گئی ہو، بخشی ہوئی اُمت۔ ذرہ: نشان، کسی چیز کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ۔ مُشتِ خاک: مُٹھی بھر مٹی۔ معصوم: بے گناہ، بے قصور

مفہوم: اے فاطمہ! تو مسلمان اُمت کے لیے عزت اور فخر کا باعث ہے۔ تو نے اپنی جان کی قربانی دے کر اُمت کے وقار میں اضافہ کیا ہے۔ تو ایک پاک دامن بچی ہے۔ تیرے وجود کا ایک ایک ذرہ معصوم ہے۔

تشریح: علامہ محمد اقبالؒ نے جس دور میں آنکھ کھولی وہ مسلمانوں کے لیے بڑی سختی کا دور تھا۔ مسلمان جذبۂ حُریت کو بھول چکے تھے۔ اُس وقت وہ انگریزوں کے غلام تھے۔ وہ اپنے تابناک ماضی کو فراموش کر چکے تھے۔ ایسے حالات میں ضرورت اس امر کی تھی کہ ان میں جذبۂ حُریت بیدار کیا جائے۔ علامہ اقبالؒ نے اپنی شاعری کے ذریعے سے اس کام کا بیڑا اٹھایا۔ ان کی یہ نظم اسی پس منظر میں لکھی گئی ہے۔ اس نظم میں انھوں نے ایک تاریخی واقعہ کا سہارا لے کر مسلمانوں کے اندر جذبۂ حریت بیدار کرنے کی کوشش کی۔ یہ واقعہ طرابلس کی جنگ سے متعلق ہے جو لیبیا کے مسلمانوں نے اٹلی کے خلاف آزادی کے حصول کے لیے لڑی۔ اس جنگ میں فاطمہ نامی ایک معصوم بچی بھی شہید ہوئی جو میدانِ جنگ میں مجاہدین کو پانی پلاتی تھی۔ علامہ محمد اقبالؒ اس بچی سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے فاطمہ! تو مسلمان اُمت کے لیے عزت اور فخر کا

باعث ہے۔ تو نے جامِ شہادت نوش کر کے امتِ مسلمہ کی لاج رکھ لی۔ ہمیں فخر ہے کہ ہم میں فاطمہ جیسی پاک دامن اور معصوم بچیاں موجود ہیں، جن کا جذبۂ جہاد قابلِ رشک ہے۔

شعر نمبر2: یہ سعادت حورِ صحرائی! تری قسمت میں تھی
غازیانِ دیں کی سقائی تری قسمت میں تھی

حلِ لغت

سعادت: نیک بختی، خوش نصیبی۔ حورِ صحرائی: صحرا میں پیدا ہونے والی پاکیزہ لڑکی۔ غازیانِ دین: دین کے لیے لڑنے والے مجاہد۔ سقائی: پانی پلانا

مفہوم: اے صحرا میں پیدا ہونے والی پاکیزہ لڑکی! یہ خوش نصیبی تیری قسمت میں لکھی تھی کہ تو دین کی خاطر جہاد کرنے والوں کو پانی پلائے۔

تشریح: علامہ محمد اقبالؒ، فاطمہ بنت عبداللہ کی روح سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے فاطمہ! تو ریگستان میں رہنے والی ایک پاک دامن لڑکی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے تجھے ایک بڑی اہم ذمہ داری کے لیے چُن لیا۔ تو بہت خوش قسمت ہے کہ تیرے ذمے اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو پانی پلانے کا فرض سونپا۔ کسی کو پانی پلانا ویسے ہی بڑی سعادت کی بات ہے۔ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ دس نیکیاں عطا کرتا ہے اور پھر ان مجاہدین کو پانی پلانا جو اللہ تعالیٰ کے دین اور وطن کی حفاظت کے لیے دشمنوں سے جنگ لڑ رہے ہوں، ان کو پانی پلانا تو بہت زیادہ اجر و ثواب کا موجب ہے۔ تو انتہائی خوش قسمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس اہم فریضے کی ادائیگی کے لیے تمھارا انتخاب کیا۔

شعر نمبر3: یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر
ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر

حل لغت

جہاد: دین یا ملک کی خاطر لڑنا۔ بے: بغیر۔ تیغ: تلوار۔ سپر: ڈھال۔
جسارت: جرأت، بہادری، دلیری۔ جسارت آفریں: جرأت پیدا کرنے والا۔
شوقِ شہادت: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینے کا شوق

مفہوم: تو نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں بغیر تلوار اور ڈھال کے جہاد کیا۔ تمھارا شہید ہونے کا شوق کتنا زیادہ جرأت پیدا کرنے والا ہے۔

تشریح: فاطمہ بنت عبداللہ نے عملی طور پر لیبیا کی جنگِ آزادی میں حصہ لیا۔ شاعر کہتا ہے کہ اگرچہ تمھارے پاس نہ تو تلوار موجود تھی کہ تو دشمن پر وار کر سکے اور نہ ہی دشمن کا وار روکنے کے لیے اپنے پاس کوئی ڈھال رکھتی تھی لیکن اس کے باوجود تو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر مجاہدینِ اسلام کو پانی پلاتی اور ان کی پیاس بجھاتی تھی۔ تمھارا شوقِ شہادت کتنا زیادہ جرأت پیدا کرنے والا تھا۔ تمھیں دیکھ کر دوسروں میں بھی جذبۂ جہاد ابھرتا۔ تمھارے جذبات دیکھ کر دوسروں کو بھی میدانِ جنگ میں آنے کا شوق پیدا ہوتا۔ تیری شہادت دوسروں کے لیے ایک سبق ہے۔ تو نے دوسرے لوگوں کے لیے اپنی ذات میں ایک نمونہ پیش کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا ہو تو اس کے لیے نہ کسی تلوار کی ضرورت ہے اور نہ کسی ڈھال کی بلکہ انسان کو صرف جذبۂ ایمانی سے سرشار ہونے کی ضرورت ہے۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

شعر نمبر 4: یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی

حلِ لغت

کلی: بن کھلا پھول۔ گلستان: باغ۔ خزاں: پت جھڑ کا موسم۔ منظر: نظارہ۔ چنگاری: شرارہ، آگ کا پھول۔ خاکستر: راکھ

مفہوم: ایسی کلی بھی اس اجڑے ہوئے باغ میں تھی۔ اے اللہ! ایسا شرارہ بھی اپنی راکھ میں دبا ہوا تھا۔

تشریح: علامہ اقبالؒ اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ میں تو یہ سمجھا تھا کہ مسلمان قوم مکمل طور پر تباہی و بربادی سے دوچار ہو چکی ہے۔ جس طرح خزاں ہرے بھرے باغ کو اجاڑ کر رکھ دیتی ہے اسی طرح ملتِ مسلماں کا باغ خزاں رسیدہ ہو چکا ہے۔ اب یہاں خوش رنگ پھولوں کی بجائے نوک دار خار ہی اگتے ہیں۔ مجھے کیا پتا تھا کہ اس اجڑے ہوئے گلشن میں ابھی فاطمہ جیسی کلیاں موجود ہیں۔ جس طرح کوئی چیز جل جائے تو راکھ ہی باقی رہ جاتی ہے اور انسان یہ سمجھتا ہے کہ اب اس راکھ سے کچھ حاصل نہیں ہو گا کہ اچانک کوئی چنگاری بھڑک کر اپنے وجود کا احساس دلاتی ہے۔ وہ ایک چنگاری امید کی کرن بن جاتی ہے کہ آگ ابھی بجھی نہیں بلکہ اس میں ابھی تپش باقی ہے۔ اسی طرح فاطمہ بھی اس اجڑے ہوئے گلستاں میں ایک کلی کی مانند ہے جو اس بات کا احساس دلاتی ہے کہ یہ گلشن ابھی اجڑا نہیں ہے۔ اس میں نئے پودے جنم لے سکتے ہیں۔ اس میں پھر سے بہار آ سکتی ہے۔

شعر نمبر:5 اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں
بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں

حلِ لغت

صحرا: ریگستان۔ آہو: ہرن۔ پوشیدہ: چھپا ہوا۔ خوابیدہ: سوئی ہوئی۔

مفہوم: اپنے ریگستان میں ابھی بہت سے ہرن چھپے ہوئے ہیں اور برسے ہوئے بادل

میں کئی بجلیاں سوئی ہوئی ہیں۔

تشریح: علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ اے فاطمہ! تمھاری قربانی نے ہمارے اندر امید کا دیا روشن کر دیا ہے۔ ہمیں خوش آئند مستقبل کی جھلک نظر آ رہی ہے۔ ہم تو مایوسی کی اتھاہ گہرائیوں میں گر چکے تھے تو نے ہمیں ایک نئی زندگی کی راہ دکھائی ہے۔ ہمیں اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ ابھی ہمارے اس ریگستان میں بہت سے ہرن چھپے ہوئے ہیں۔ ہرن اصل میں نخلستان میں رہتے ہیں۔ صحرا میں زندہ نہیں رہ سکتے۔ یہاں اقبالؒ کی مراد یہ ہے کہ ابھی ہمارے پاس جذبۂ عمل رکھنے والے بہت سے لوگ موجود ہیں۔ آسمان پر بادل گھرے ہوئے ہوں تو اس میں بجلی لہریں لیتی ہے لیکن جب موسلادھار بارش ہو جائے اور بادل چھٹ جائیں تو بجلی نہیں چمکتی لیکن اقبالؒ کہتے ہیں کہ اگرچہ مسلمان عروج حاصل کر کے اب اپنا اقتدار کھو چکے ہیں، ان کا بادل برس چکا ہے مگر اب بھی اس برسے ہوئے بادلوں میں فاطمہ جیسی بہت سی بجلیاں چھپی ہوئی ہیں جو گم کردہ مسافر کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

شعر نمبر 6:

فاطمہ! گو شبنم افشاں آنکھ تیرے غم میں ہے
نغمۂ عشرت بھی اپنے نالۂ ماتم میں ہے

حلِ لغت

گو: اگرچہ۔ شبنم: اوس۔ شبنم افشاں: اوس ٹپکانے والی۔ غم: دکھ، رنج۔ نغمہ: گیت، گانا۔ عشرت: خوشی۔ نالہ ماتم: کسی کے مرنے پر آہ و بکا کرنا، ماتمی فریاد

مفہوم: فاطمہ! تیرے دکھ میں ہماری آنکھ سے آنسو بہہ رہے ہیں لیکن ہماری اس آہ و بکا میں خوشی کے نغمے بھی شامل ہیں۔

تشریح: شاعر فاطمہ کی شہادت پر گہرے رنج وغم کا اظہار کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ تو نے اپنا فرض ادا کرتے ہوئے اپنی جان، جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ تمھاری اس شہادت پر اگرچہ میری آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی ہیں۔ یہ وہ آنسو ہیں جو ایک معصوم لڑکی کی شہادت پر خود بخود آنکھوں سے امل آئے ہیں لیکن اس دکھ کے پیچھے ایک خوشی بھی ہے کہ تم نے اپنی جان دے کر اپنی قوم میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑا دی۔ اپنے وطن کے نوجوانوں کو ایک نئی راہ دکھا دی ہے کہ اگر وطن کی حفاظت کے لیے جان بھی قربان کرنا پڑے تو اس سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ تمھاری شہادت نے دوسرے نوجوانوں کے دل میں بھی جذبۂ جہاد پیدا کر دیا ہے۔ ان کے اندر آزادی حاصل کرنے کے جو جذبات دم توڑ رہے تھے وہ پھر سے بیدار ہو رہے ہیں۔ تیرے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ایک نہ ایک دن وہ آزادی حاصل کر ہی لیں گے۔

شعر نمبر:7　رقص تیری خاک کا کتنا نشاط انگیز ہے
ذرہ ذرہ زندگی کے سوز سے لبریز ہے

حل لغت

رقص: ناچ۔ خاک: مٹی۔ نشاط: خوشی۔ انگیز: بڑھانا۔ ذرہ: کسی چیز کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ۔ سوز: حرارت، گرمی، تپش۔ لبریز: بھرا ہوا

مفہوم: تیری قبر کی مٹی کے ذرے جب اڑتے ہیں تو یہ منظر کتنا پیارا لگتا ہے کہ اس مٹی کا ایک ایک ذرہ زندگی کی حرارت سے بھرا ہوا ہے۔

تشریح: شاعر فاطمہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ اے فاطمہ! تیری شہادت ہمارے لیے آزادی کا پیغام لے کر آئی ہے۔ تمھارے وجود کا ایک ایک ذرہ ہم سے اس بات کا تقاضا کر رہا ہے کہ ہم غلامی کی زنجیروں کو توڑنے کے لیے اپنی جانوں کی پروا نہ کریں۔ جب تیری قبر سے مٹی اٹھتی ہے تو اس کا ایک ایک ذرہ ہم

میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا کرتا ہے۔ تیری شہادت سے ہمیں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ آزادی سے بڑی کوئی نعمت نہیں۔ آزادی حاصل کرنے کے لیے اگر جان بھی چلی جائے تو آنے والی نسلیں اس قربانی کے ثمرات سے ضرور بہرہ ور ہوں گی۔

شعر نمبر 8:
ہے کوئی ہنگامہ تیری تربتِ خاموش میں
پل رہی ہے ایک قومِ تازہ اس آغوش میں

حل لغت

ہنگامہ: شور غل۔ تربت: قبر۔ قومِ تازہ: نئی قوم۔ آغوش: گود

مفہوم: تیری خاموش قبر میں ایک ہنگامہ چھپا ہوا ہے۔ تمھاری قبر ایک ایسی گود ہے جس میں ایک نئی قوم پرورش پا رہی ہے۔

تشریح: شاعر فاطمہ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے فاطمہ! تو نے اپنی زندگی اپنی قوم کی آزادی کے لیے وقف کر دی۔ آزادی حاصل کرنے کے لیے تو نے اپنی جان دے دی۔ اپنا فرض ادا کر دیا۔ اب تو اپنی قبر میں آرام سے سوئی ہوئی ہے۔ بظاہر تیری قبر چپ چاپ ہے لیکن اس کے اندر کوئی ہنگامہ چھپا ہوا ہے۔ زندگی میں تیرا عمل اور اب تمھاری روح ہماری راہنما بن کر ہمیں آزادی کا سبق دے رہی ہے۔ تمھاری ہستی مسلمان قوم کو نئے ولولوں سے متعارف کروا رہی ہے۔

شعر نمبر 9:
تازہ انجم کا فضائے آسماں میں ہے ظہور
دیدۂ انساں سے نامحرم ہے جن کی موجِ نور

حل لغت

انجم: ستارے۔ فضائے آسمان: آسمان کی وسعت۔ ظہور: ظاہر ہونا، نمایاں ہونا۔ دیدۂ انساں: انسانی آنکھ۔ نامحرم: اجنبی، ناواقف۔ موجِ نور: روشنی کی لہر

مفہوم: آسمان کی وسعتوں سے نئے ستارے ظاہر ہو رہے ہیں جن کی روشنی انسان آنکھ کے لیے اجنبی ہے۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ تمھاری شہادت یقیناً انقلاب کی راہ ہموار کر رہی ہے۔ آسمان پر تیری شہادت کے خوب چرچے ہیں۔ تمھاری دیکھا دیکھی قوم کے دوسرے لوگوں میں بھی آزادی حاصل کرنے کے جذبات پیدا ہو رہے ہیں۔ تمھیں دیکھ کر اور بھی بہت سے لوگ میدانِ عمل میں آ گئے ہیں۔ لوگ تمھیں نمونہ بنا کر تمھاری پیروی میں اپنی جانیں آزادی حاصل کرنے کے لیے قربان کر رہے ہیں۔ یہ لوگ جذبۂ عمل سے بھرپور ہیں۔ مسلمانوں کی ملی غیرت جاگ اٹھی ہے۔ اب وہ ہر حال میں آزادی حاصل کر کے رہیں گے۔

شعر نمبر 10: جن کی تابانی میں اندازِ کہن بھی، نو بھی ہے
اور تیرے کوکبِ تقدیر کا پرتو بھی ہے

حلِ لغت

تابانی: چمک، روشنی۔ کہن: پرانا۔ انداز: طریقہ۔ نو: نیا۔ کوکب: روشن ستارہ۔ پرتو: عکس

مفہوم: ان ستاروں کی چمک دمک میں نیا اور پرانا دونوں طرح کا انداز پایا جاتا ہے اور تیری تقدیر کے روشن ستاروں کا عکس بھی ان میں شامل ہے۔

تشریح: نظم کا یہ شعر پچھلے شعر سے جڑا ہوا ہے۔ علامہ اقبالؒ کہتے ہیں کہ فاطمہ کی شہادت کی وجہ سے لوگوں میں جذبۂ حریت بیدار ہوا۔ فاطمہ نے ان بزرگ ہستیوں کی قربانیوں کی لاج رکھی جنھوں نے مسلمانوں کو غلامی کی زنجیروں سے رہائی دلانے کے لیے اپنی جانیں قربان کیں۔ فاطمہ ان کے نقشِ قدم پر چلی اور اب اس نے ایک انقلاب کی ابتدا کی۔ اس انقلاب سے مسلمان قوم اثر لے رہی ہے۔ مسلمان نوجوانوں کے جذبۂ جہاد میں وہ روشنی بھی شامل ہے جو فاطمہ نے آزادی کی شمع روشن کر کے چاروں طرف بکھیری ہے۔

تبصرہ

علامہ محمد اقبالؒ نے اپنی اس نظم میں ایک تاریخی واقعہ بیان کیا ہے۔ لیبیا کے مسلمان اٹلی سے اپنی آزادی کے لیے جنگ لڑ رہے تھے۔ ان کا جذبۂ جہاد سرد پڑ چکا تھا کہ ایک معصوم بچی فاطمہ بنت عبداللہ نے شہادت کا رتبہ حاصل کر کے نوجوانوں کو میدانِ عمل میں اتارا اور اس بات کا درس دیا کہ آزادی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں اور غلامی سے بڑھ کر کوئی لعنت نہیں۔

علامہ اقبالؒ نے بڑے عمدہ الفاظ اور تراکیب کا استعمال کرتے ہوئے نظم کو اثر آفریں بنایا ہے۔ نظم بڑھ کر بے اختیار فاطمہ کے جذبۂ جہاد کی تعریف کرنے کو دل چاہتا ہے۔

مشق

-1 مندرجہ ذیل سوالات کے جواب لکھیے:

(الف) ''برسے ہوئے بادل'' سے کون مراد ہے؟

جواب: برسے ہوئے بادل سے مسلمان امت مراد ہے۔ علامہ اقبالؒ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان قوم ایک بادل کی طرح تھی جس میں ہر لحظہ بجلیاں کڑکتی رہتی تھیں۔ آج مسلمان برسے ہوئے بادل کی طرح ہیں، لیکن ان کی تہ میں وہی بجلیاں خوابیدہ ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان سوئی ہوئی بجلیوں کو جذبۂ عمل کے لیے ابھارا جائے۔

(ب) شاعر نے نظم کے پہلے شعر میں مرحومہ کو کس طرح خراجِ تحسین پیش کیا ہے؟

جواب: شاعر نے فاطمہ بنت عبداللہ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ تو مسلمان امت کی عزت اور آبرو ہے اور تیرے وجود کا ایک ایک ذرہ پاکیزہ ہے کیوں کہ تم نے اپنی جان قربان کر کے امت کے وقار میں اضافہ کیا ہے۔

(ج) فاطمہ کو ''راکھ میں دبی ہوئی چنگاری'' کیوں کہا گیا ہے؟

جواب: شاعر نے فاطمہ کو چنگاری سے اس لیے تشبیہ دی ہے کہ مسلمانوں کا جذبۂ حریت راکھ کا ڈھیر بن چکا تھا۔ ایسے میں فاطمہ نے اپنی جان قربان کر کے مسلمانوں کے سوئے ہوئے جذبے کو بیدار کیا۔ بالکل اسی طرح جیسے راکھ میں دبی ہوئی کوئی چنگاری دوبارہ آگ جلانے کا سبب بن جاتی ہے۔ اسی طرح فاطمہ نے مسلم اُمہ میں آزادی کی نئی روح پھونک دی۔

(د) نظم میں "تازہ انجم کے ظہور" کا مفہوم واضح کریں۔

جواب: تازہ انجم کے ظہور سے مراد یہ ہے کہ مسلمان قوم کے تازہ دم لوگ آزادی کی جنگ میں شریک ہو رہے ہیں۔

(ہ) آنکھ کی شبنم افشانی سے کیا مراد ہے؟

جواب: آنکھ کی شبنم افشانی سے مراد بہت زیادہ رونا ہے۔ شاعر نے آنسوؤں کو شبنم سے تشبیہ دی ہے۔ افشانی کا مطلب ٹپکانا ہے یوں شبنم افشانی کا مطلب ہے شبنم ٹپکانا مگر یہاں شاعر کی مراد بہت زیادہ آنسو ٹپکانے سے ہے۔

-2 نظم کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

جواب: دیکھیے خلاصہ

-3 متن کو ذہن میں رکھ کر درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) نظم "فاطمہ بنت عبداللہ" کس شاعر کی تخلیق ہے؟

(i) علامہ محمد اقبالؒ (ii) حفیظ جالندھری
(iii) ظفر علی خان (iv) احسان دانش

(ب) یہ نظم کس مجموعہ کلام سے لی گئی ہے؟

(i) بانگِ درا (ii) بالِ جبریل
(iii) ضربِ کلیم (iv) ارمغانِ حجاز

(ج) فاطمہ بوقتِ شہادت کس فرض کی ادائیگی میں مصروف تھی؟

(i) پانی پلانے میں (ii) مرہم پٹی کرنے میں
(iii) مریضوں کی دیکھ بھال کرنے میں (iv) نماز پڑھنے میں

(د) شاعر نے فاطمہ کو حور کہا ہے:
(i) صحرائی (ii) ارضی
(iii) آسمانی (iv) جنت

(ہ) "اپنی خاکستر" سے شاعر کی کیا مراد ہے؟
(i) سرزمین طرابلس (ii) سرزمین پاک و ہند
(iii) امت مسلمہ (iv) سرزمین سیالکوٹ

جواب

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(i)	(ب)	(i)	(ج)	(i)	(د)	(i)
(ہ)	(iii)						

-4 درج ذیل الفاظ پر اعراب لگا کر تلفظ واضح کریں:

سقائی، خاکستر، نشاط، جسارت، ذرہ، تربت، سپہر

جواب: سَقّائی، خَاکِسْتَرْ، نَشَاطْ، جَسَارَتْ، ذَرَّہ، تُرْبَتْ، سِپِہر

-5 دیدۂ انساں سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

جواب: دیدۂ انسان سے مراد انسان کی دیکھنے والی آنکھ ہے۔ یہاں مراد ہے حقیقت کی تہ تک پہنچنے والی آنکھ۔

-6 نظم کا متن ذہن میں رکھ کر مصرعے مکمل کریں:

(الف) ذرہ ذرہ تیری ______ خاک کا معصوم ہے۔
(ب) یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے ______ و پر
(ج) ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت ______!

(د) رقص تیری خاک کا کتنا ________ ہے

(ہ) دیدۂ انساں سے نامحرم ہے جن کی ________ ۔

جواب: (الف) ذرہ ذرہ تیری مُشتِ خاک کا معصوم ہے۔

(ب) یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر

(ج) ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر!

(د) رقص تیری خاک کا کتنا نشاط انگیز ہے

(ہ) دیدۂ انساں سے نامحرم ہے جن کی موجِ نور

-7 درج ذیل مرکبات کا مختصر مفہوم لکھیں:

مُشتِ خاک، بے تیغ و سپر، شبنم افشاں، نغمۂ عشرت، نالۂ ماتم، دیدۂ انساں

مرکبات	مفہوم
مشتِ خاک	مٹھی بھر مٹی، اللہ تعالیٰ نے چونکہ انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے اس لیے اس خاک کی مٹھی کہا جاتا ہے۔
بے تیغ و سپر	بغیر تلوار اور ڈھال کے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بغیر کسی قسم کا کوئی انتظام کیے۔ اپنی حفاظت سے بے خبر ہو کر۔
شبنم افشاں	اوس کو زیادہ کرنا۔ یہاں مراد ہے بہت زیادہ رونا۔
نغمۂ عشرت	خوشی کا گیت۔
نالۂ ماتم	کسی کے مرنے پر آہ و بکا کرنا، کسی مرنے والے کے لیے رونا پیٹنا۔
دیدۂ انساں	انسان کی آنکھ مراد ہے کسی بات کی تہ تک پہنچنے والی آنکھ۔

-8 متن کو ذہن میں رکھ کر کالم (الف) کا ربط کالم (ب) کے الفاظ سے کریں۔

کالم (الف)	کالم (ب)
تیغ	خزاں
حور	خاموش
گلستاں	سپر
فضا	صحرائی
تربت	شہادت
شوق	آسماں

جواب:

کالم (الف)	کالم (ب)
تیغ	سپر
حور	صحرائی
گلستاں	خزاں
فضا	آسماں
تربت	خاموش
شوق	شہادت

سرگرمیاں

-1 بانگِ درا میں بلال کے عنوان سے دو نظمیں ہیں، ان کا مطالعہ کیا جائے۔

جواب: بانگِ درا میں شامل بلالؓ کے عنوان سے دو نظمیں درج ذیل ہیں، طلبہ انھیں یاد کریں۔

بلالؓ

چمک اٹھا جو ستارہ ترے مقدر کا حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا
ہوئی اسی سے ترے غم کدے کی آبادی تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی
وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لیے کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لیے
جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں
نظر تھی صورت سلمانؓ ادا شناس تری شراب دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تری
تجھے نظارے کا مثل کلیم سودا تھا اویسؓ طاقت دیدار کو ترستا تھا
مدینہ تیری نگاہوں کا نور تھا گویا ترے لیے تو یہ صحرا ہی طور تھا گویا
تری نظر کو رہی دید میں بھی حسرت دید خنک دلے کہ تپید و دمے نیا سائید
گری وہ برق تری جان ناشکیبا پر کہ خندہ زن تری ظلمت تھی دست موسیٰ پر
تپش ز شعلہ گرفتند و بر دل تو زدند
چہ برق جلوہ بخاشاک حاصل تو زدند
ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری
اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی
خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اس کا
خوشا وہ دور کہ دیدار عام تھا اس کا

بلالؓ

لکھا ہے ایک مغربی حق شناس نے اہل قلم میں جس کا بہت احترام تھا
جولانگہ سکندر رومی تھا ایشیا! گردوں سے بھی بلند تر اس کا مقام تھا
تاریخ کہہ رہی ہے کہ رومی کے سامنے دعویٰ کیا جو پورس و دارا نے خام تھا

دُنیا کے اس شہنشہِ انجم سپاہ کو   حیرت سے دیکھتا فلکِ نیل فام تھا

آج ایشیا میں اس کو کوئی جانتا نہیں

تاریخ دان بھی اسے پہچانتا نہیں

لیکن بلالؓ، وہ حبشی زادۂ حقیر   فطرت تھی جس کی نورِ نبوت سے مستنیر

جس کا امیں ازل سے ہوا سینۂ بلالؓ   محکوم اس صدا کے ہیں شاہنشہ و فقیر

ہوتا ہے جس سے اسود و احمر میں اختلاط   کرتی ہے جو غریب کو ہم پہلوئے امیر

ہے تازہ آج تک وہ نوائے جگر گداز   صدیوں سے سن رہا ہے جسے گوشِ چرخِ پیر

اقبال کس کے عشق کا یہ فیضِ عام ہے؟

رومی فنا ہوا، حبشی کو دوام ہے

2- چند طلبہ اس نظم کو مل کر خوش الحانی سے پڑھیں۔

جواب: طلبہ اپنی اپنی جماعت میں اس نظم کو خوش الحانی سے مل کر پڑھیں۔

3- نظم پڑھنے کے بعد اپنے تاثرات کا پیوں پر قلم بند کریں۔

جواب: یوں تو علامہ اقبالؒ کی ساری شاعری ہی بہت عمدہ ہے مگر انھوں نے جذباتی انداز میں جو واقعات قلم بند کیے ہیں ان کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔

میں نے نظم فاطمہ بنت عبداللہ پڑھی اور بے اختیار میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وطن سے محبت کا جذبہ جس طرح ایک معصوم سی بچی کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے، کاش ہمارے ملک کے سب نوجوانوں کے دل بھی اسی جذبے سے سرشار ہو جائیں اور ہم اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر لیں۔

اساتذہ کرام کے لیے

1- طلبہ کو علامہ محمد اقبالؒ کی طویل نظموں "شکوہ" اور "جوابِ شکوہ" کے بارے میں بتائیں۔

جواب: علامہ اقبالؒ نے برصغیر کے مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے جگانے اور ان کو ان

کے صحیح مقام سے آشنا کروانے کے لیے دو طویل نظمیں لکھیں جو انھوں نے انجمن حمایت اسلام کے جلسے میں پڑھیں۔ پہلی نظم کا نام ''شکوہ'' ہے۔ اس نظم میں علامہ اقبالؒ اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے اللہ! تو مسلمانوں کی طرف سے غافل ہو گیا ہے۔ مسلمانوں پر انعام و اکرام نہیں کرتا اس کی بجائے کافروں اور دوسرے لوگوں پر تیرے انعامات بہت زیادہ ہیں حالانکہ ہم تیری زیادہ عبادت کرتے ہیں۔ جب علامہ اقبالؒ نے اپنی نظم شکوہ پیش کی تو بہت سے لوگ ان کے مخالف ہو گئے۔ پھر علامہ اقبالؒ نے اپنی نظم شکوہ کے جواب میں ''جواب شکوہ'' لکھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کے لیے اس شکوے کا جواب تھا۔ اس میں علامہ اقبالؒ نے لکھا کہ ہم اپنی اصل کو بھول چکے ہیں۔ مذہب سے بے گانہ ہو چکے ہیں۔ فرقوں میں بٹ چکے ہیں۔ قرآنی تعلیمات کو یکسر فراموش کر چکے ہیں۔ آج بھی اگر ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنا شروع کر دیں اور نبی پاک ﷺ کی محبت کو اپنے دل میں بسا لیں تو ساری دُنیا کو سرنگوں کر سکتے ہیں۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

-2 طلبہ پر ملت اور قوم کا فرق واضح کریں۔

جواب: **قوم:** قوم سے مراد کسی علاقے یا خطے میں افراد کا وہ مخصوص گروہ ہے جو ایک ہی نسل سے متعلق ہو، جس میں تہذیبی، تاریخی اور لسانی روایات مشترک ہوں۔ اہل مغرب نے قوم کی تعریف یہ کی ہے کہ قوم سے مراد کسی آدمی کے حامی، طرف دار اور رشتے دار ہیں۔

ملت: مسلمان من حیث القوم آپس میں ایک ڈوری سے بندھے ہوئے ہیں۔ اس ڈوری کی بنیاد کلمہ طیبہ ہے۔ مسلمان کسی بھی علاقے میں رہتا ہو، کسی

بھی نسل سے تعلق رکھتا ہو یا کوئی سی بھی زبان بولتا ہو، وہ مسلم اُمہ کا ایک فرد ہے۔ اسی کو ملت کہتے ہیں۔ مسلمان ملت جغرافیائی حدود کی قید سے آزاد ہے۔

3۔ کسی خوش آواز طالب علم سے "خودی کا سرِ نہاں ـــــــ" پڑھوائیں۔

جواب: جماعت کا کوئی خوش آواز بچہ یہ نظم پڑھے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

خودی کا سرِ نہاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
خودی ہے تیغ فساں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

یہ دَور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

کیا ہے تو نے متاعِ غرور کا سودا
فریبِ سود و زیاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

یہ مال و دولتِ دنیا ، یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں! لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زناری
نہ ہے زماں ، نہ مکاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

4- طلبہ کو خلافت عثمانیہ، جنگِ طرابلس اور جنگِ بلقان کے بارے میں معلومات فراہم کریں۔

جواب: **خلافت عثمانیہ:** خلافت عثمانیہ 1299ء سے 1922ء تک قائم رہنے والی ایک مسلم سلطنت تھی جس کے حکمران ترک تھے۔ سولھویں اور سترھویں صدی عیسوی میں ان پر بھرپور عروج تھا۔ اپنے عروج کے زمانے میں ان کی سلطنت تین براعظموں میں پھیلی ہوئی تھی۔ جنوب میں مشرقی یورپ، مشرق وسطیٰ اور شمالی افریقہ کا بیشتر حصہ اس کے زیرِ نگیں تھا۔ اس عظیم سلطنت کی سرحدیں مغرب میں آبنائے جبرالٹر، مشرق میں بحیرہ قزوین اور خلیج فارس اور شمال میں آسٹریا کی سرحدیں سلوواکیہ اور کریمیہ (موجودہ یوکرائن) سے جنوب میں سوڈان، صومالیہ اور یمن تک پھیلی ہوئی تھیں۔ مالدووا، ٹرانسلوانیا اور ولاچیا کے باج گزار علاقوں کے علاوہ اس کے 29 صوبے تھے۔

جنگِ طرابلس: جنگِ طرابلس اصل میں اٹلی اور سلطنت عثمانیہ کے درمیان جنگ تھی۔ سلطنت عثمانیہ آج کل ترکی کے نام سے مشہور ہے۔ اس جنگ میں ترکی نے شکست مان کر طرابلس اور دوسرے صوبے جنھیں آج لیبیا کہا جاتا ہے، اٹلی کے حوالے کر دیے تھے لیکن لیبیا کے باشندوں کو غلامی پسند نہ تھی۔ وہاں کے مقامی مجاہدین غیرملکی قبضے کے خلاف بھرپور جدوجہد کر رہے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کا علاقہ اٹلی کے تسلط سے آزاد ہو جائے۔ انھوں نے اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کا جذبۂ جہاد آہستہ آہستہ کمزور پڑتا جا رہا تھا کہ ایسے میں ایک چودہ سالہ معصوم عرب لڑکی فاطمہ بنت عبداللہ اس جنگ میں مجاہدین کو اپنے مشکیزے سے پانی پلاتے ہوئے شہید ہو گئی۔ اس کی شہادت نے راکھ میں دبی ہوئی چنگاری کا کام کیا اور مسلمان دوبارہ جذبۂ جہاد سے سرشار ہو گئے۔

جنگِ بلقان: ترکی کے انقلاب کے دوران میں سلطنت عثمانیہ کی داخلی صورت حال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے 1908ء میں آسٹریا ہنگری نے مقبوضہ بوسنیا اور ہرزگوینا کا باضابطہ الحاق کر دیا۔ آسٹریا ہنگری نے 1877ء کی روس ترک جنگ اور برلن کانگریس 1878ء کے بعد اس پر قبضہ کیا تھا۔ اطالیہ ترک جنگوں کے دوران میں سربیا، ماؤنٹی نیگرو، یونان اور بلغاریہ پر مشتمل بلقان لیگ نے سلطنت عثمانیہ کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا جس کے نتیجے میں سلطنت عثمانیہ کو 1912,1913ء میں بلقان کی جنگ کا سامنا کرنا پڑا اور اسے جزیرہ نما بلقان کے کئی علاقوں سے ہاتھ دھونا پڑے۔ لیبیا اور جزیرہ نما بلقان میں جنگیں اتحاد و ترقی کا پہلا بڑا امتحان تھیں۔ اطالیہ ترک جنگوں میں سلطنت عثمانیہ کو لیبیا سے بھی ہاتھ دھونا پڑے۔ یہ پہلی جنگ تھی جس میں دنیا میں پہلی بار میدانِ جنگ میں ہوائی جہازوں کا استعمال بھی کیا گیا۔

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں:

(الف) فاطمہ بنت عبداللہ شہید ہوئی:

(i) بلقان کی جنگ میں (ii) طرابلس کی جنگ میں
(iii) جنگِ عظیم اوّل میں (iv) جنگِ عظیم دوم میں

(ب) فاطمہ نے جہاد کیا:

(i) نیزے کے ساتھ (ii) تلوار کے ساتھ
(iii) ڈھال کے ساتھ (iv) بغیر تلوار اور ڈھال کے

(ج) اپنے صحرا میں ابھی بہت سے پوشیدہ ہیں:

(i) اونٹ (ii) گھوڑے
(iii) شیر (iv) آہو

(د) برسے ہوئے بادل میں خوابیدہ ہیں:

(i) بجلیاں (ii) فضائیں
(iii) ہوائیں (iv) گھٹائیں

(ہ) اپنے نالۂ ماتم میں شامل ہے:

(i) خونِ جگر (ii) نغمۂ عشرت
(iii) حزن و ملال (iv) سوگواری

(و) کوئی ہنگامہ چھپا ہوا ہے:

(i) آسمانوں میں (ii) ستاروں میں
(iii) تربتِ خاموش میں (iv) زندگی کی ہلچل میں

جواب

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(ii)	(ب)	(iv)	(ج)	(iv)	(د)	(i)
(ہ)	(ii)	(و)	(iii)				

www.downl

جوش ملیح آبادی
(1898ء تا 1982ء)

کسان

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو کھیتی باڑی کے مقدس پیشے سے آگاہ کرنا۔
- کسان کی محنت کو خراج تحسین پیش کرنا۔
- طلبہ میں ملک کی ترقی کے لیے کام کرنے کا جذبہ پیدا کرنا۔
- طلبہ کو نظم میں منظر نگاری کی اہمیت کے بارے میں بتانا۔
- طلبہ کو ملکی معیشت میں کسان کے کردار کے بارے میں بتانا۔
- طلبہ کو جوش ملیح آبادی کے حالات زندگی سے روشناس کروانا۔
- طلبہ کو جوش ملیح آبادی کی شاعری کی خصوصیات بتانا۔

شاعر کے حالات زندگی

نام شبیر حسن خان، تخلص جوش۔ ملیح آباد کے معزز خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے دادا اور پردادا بھی شاعر تھے۔ اس طرح شعر و شاعری جوش کو ورثے میں ملی تھی۔

جوش کا خاندان ایک خوشحال اور نیم جاگیردارانہ قسم کے گھرانے پر مشتمل تھا۔ اس طرح جوش کا بچپن اور لڑکپن آسودہ حالی میں گزرا لیکن پھر جائیداد نسل در نسل تقسیم ہو جانے کی وجہ سے معاشی مسائل بڑھتے گئے اور جوش کو مختلف قسم کی ملازمتیں کرنا پڑیں۔

ابتدائی تعلیم کے بعد علی گڑھ گئے لیکن تعلیم ادھوری چھوڑ دی۔ 1924ء میں حیدر آباد دکن چلے گئے اور دس سال تک وہاں دارالترجمہ میں ناظر ادب کے عہدے پر فائز رہے۔ ان دنوں ان کی پر جوش، اخلاقی اور انقلابی شاعری کا بڑا چرچا تھا۔ تقسیم کے

وقت ہندوستان میں رہ گئے تھے۔ بعد ازاں پاکستان چلے آئے اور کراچی میں مقیم رہے۔ جوش کی شاعری کے جو مجموعے چھپ چکے ہیں، ان میں ''روح ادب'' کے علاوہ ''شعلہ و شبنم'' ''جنون و حکمت'' ''سموم و صبا'' ''جذبات فطرت'' ''سرود و خروش'' ''عرش و فرش'' ''رامش و رنگ'' ''شاعر کی راتیں'' وغیرہ شامل ہیں۔ انھوں نے ایک اردو لغت بھی مرتب کیا۔

زندگی کے آخری ایام میں جوش کو زیادہ شہرت ان کی خود نوشت حالات زندگی ''یادوں کی بارات'' کے باعث حاصل ہوئی۔ اس کتاب میں انھوں نے اپنے مخصوص رنگین مزاج اور باغیانہ انداز سے اپنی زندگی اور اپنے ماحول کے حالات پر روشنی ڈالی۔

جوش اول و آخر ایک نظم گو شاعر تھے۔ غزل سے انھیں زیادہ لگاؤ نہ تھا، البتہ رباعی بھی ان کی ایک پسندیدہ صنف تھی۔ وہ ایک زمانے تک غزل کی شدید مخالفت کرتے رہے۔

انقلابی نظریات

جوش کو شاعر انقلاب بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ انھوں نے برصغیر پاک و ہند کی تحریک آزادی کے زمانے میں بہت پُر جوش اور انقلابی نظمیں لکھیں۔ ان کے کلام میں لہجے کی گھن گرج، الفاظ کا مناسب چناؤ اور جذبات و تخیلات کی بلندی کے سبب ان کا شعری مقام مسلسل بلند ہوتا گیا۔

نغمگی اور تصویر کشی

جوش دور جدید کے بلند شعرا کی صف میں شامل ہیں۔ شاعری میں انقلابی اور رومانوی رجحانات کی وجہ سے شاعر انقلاب اور شاعر شباب کہلوائے۔ جوش کو شاعری کے فن اور زبان و بیان پر پوری قدرت حاصل ہے۔ ان کا کلام نغمگی اور لفظی تصویر کشی میں یکتا ہے۔

مرکزی خیال

اس نظم کا مرکزی خیال یہ ہے کہ کسان کو ہماری معاشی، اقتصادی اور معاشرتی زندگی میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔ کسان کی محنت و مشقت ہی ملکی پیداوار اور قومی آمدنی کا بڑا ذریعہ ہے۔ یہ فصلوں کو پروان چڑھاتا اور ان کی نگہداشت کرتا ہے۔ وہ گرمی کی شدت میں بھی اپنے کام میں لگا رہتا ہے۔

خلاصہ

شام کا وقت، کھیتیاں خاموش، اس سماں میں اک مضبوط انسان یعنی کسان جو تہذیب کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے جلوے کا گواہ ہے۔ وہ سورج اور چاند کی چِتَک سے واقف ہے۔ اس کی نظریں رات کو آسمان پر ہوتی ہیں اور دن کو زمین پر۔ اس کے سامنے تخریب کی قوتیں جھکی رہتی ہیں اور اسی کے برتے پر کسی بھی ملک کی تہذیب پھلتی پھولتی ہے۔ کسان کے بازو کی قوت سے بادشاہ پھلتے پھولتے ہیں۔ اس کے چہرے پر محنت کے نشان ہیں، جب وہ گھر کی طرف رواں ہوتا ہے۔

معانی	الفاظ	معانی	الفاظ
آہستگی سے بہنے والا	نرم رو	صبح اور شام کا وہ وقت جب سورج طلوع یا غروب ہوتا ہو	جھٹپٹا
مضبوط	قوی	منظر، نظارا	سماں
امام	پیشوا	ترقی کرنا، اوپر چڑھنا	ارتقا
پیدا کرنے والا	پروردگار	رہن سہن، ثقافت	تہذیب
سورج ڈوبنے کے بعد کی سرخی	شفق	سورج کا ڈوبنا	غروبِ آفتاب

قدرت	فطرت	شاہد	گواہ
ماہ	چاند	مہرِ عالم تاب	دنیا کو روشن کرنے والا سورج
نورِ نگاہ	نظر کا اجالا	افلاک	فلک کی جمع، آسمان
سرنگوں	جھکا ہوا، خمیدہ	قوتیں	طاقتیں
تخریب	توڑ پھوڑ	مشقت	محنت
صلابت	مضبوطی، طاقت	نزاکت	نازک پن، نازک ہونا
مدار	دارومدار، انحصار	کس بل	دم خم، زور، طاقت
شہریار	بادشاہ	رواں	جاری

اشعار کی تشریح

شعرنمبر:1 جھٹپٹے کا نرم رَو دریا ، شفق کا اضطراب
کھیتیاں ، میدان ، خاموشی ، غروبِ آفتاب

حلِ لغت

جھٹپٹا: صبح اور شام کا وہ وقت جب سورج طلوع یا غروب ہو رہا ہو۔ نرم رو: آہستگی سے بہتا ہوا۔ شفق: سورج غروب ہونے کے بعد شام کی سرخی۔
اضطراب: پریشانی، بے چینی۔ غروبِ آفتاب: سورج کا ڈوبنا

مفہوم: شام کا وقت ہے۔ ڈوبتے سورج کی روشنی بے تاب ہے۔ کھیتیاں اور میدان خاموش ہیں اور سورج غروب ہو رہا ہے۔

تشریح: جوش ملیح آبادی نے اس نظم میں بڑی جان دار منظر کشی کی ہے۔ انھوں نے شام کے منظر کو بڑے دل نشیں انداز میں بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ سورج غروب

ہو رہا ہے۔ دن کی روشنی آہستہ آہستہ رات کی تاریکی میں مدغم ہو رہی ہے۔ شفق کی سرخی ایسے لگ رہی ہے جیسے کوئی نرم رو دریا آہستہ آہستہ بہ رہا ہو۔ شام کے اس وقت میں سورج کی سرخی کی بے تابی دیکھنے کے قابل ہے۔ سارا دن سورج اپنی روشنی پھیلاتا رہا۔ اس کے غروب ہونے کے بعد کھیتیاں اور میدان خاموش اور ویران ہو گئے ہیں۔ ان کی رونقیں ماند پڑ گئی ہیں۔ ہر طرف ایک اداسی کا سماں پیدا ہو گیا ہے۔ یہ اس بات کی نشانی ہے کہ دن ڈھل چکا ہے اور شام ہو گئی ہے۔ لوگ اپنے اپنے کاموں سے فراغت پا کر اب گھر میں آرام کریں گے۔

شعر نمبر 2: یہ سماں اور اک قوی انسان ، یعنی کاشت کار
ارتقا کا پیشوا ، تہذیب کا پروردگار

حلِ لغت

سماں: منظر، نظارا۔ قوی: مضبوط۔ کاشت کار: کسان۔ ارتقا: ترقی، درجہ بدرجہ اوپر جانا۔ پیشوا: امام۔ تہذیب: رہن سہن، ثقافت۔ پروردگار: پالنے والا

مفہوم: ایسے منظر میں ایک مضبوط انسان یعنی کسان جو کہ ترقی کا امام اور تہذیب کا پیدا کرنے والا ہے۔

تشریح: جوش ملیح آبادی نے کسان کے بارے میں بڑی گہری نظر سے مشاہدہ کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ شام کے وقت جب ہر طرف خاموشی چھا جاتی ہے۔ سورج غروب ہو رہا ہوتا ہے۔ اس وقت کھیتیاں ویران ہوتی ہیں لیکن ایک شخص ابھی بھی کام میں مگن ہے۔ یہ کسان ہے۔ کسان کھیتوں کا بادشاہ ہے۔ کھیتی باڑی ایک مقدس پیشہ ہے۔ کسی ملک کی معیشت کا انحصار ہی اس کی زرعی پیداوار پر ہوتا ہے۔ جس ملک کا کسان محنتی اور خوش حال ہوگا وہ ملک درجہ بدرجہ ترقی کی منازل طے کرتا ہوا بامِ عروج تک پہنچ جائے گا۔ کسی ملک کی تہذیب کسان ہی

کی رہین منت ہوتی ہے۔ کسان ملکی ترقی کا امام سمجھا جاتا ہے۔ کسی ملک میں کوئی بھی صنعت ہو۔ بے شمار پیسے ہوں مگر اس میں سبزیاں اور پھل نہ ہوں، اناج نہ ہو تو وہ دولت کس کام کی۔ اس کی بجائے وافر مقدار میں اناج، پھل اور سبزیاں ہوں تو کسی بھی حال میں گزارا کیا جا سکتا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ کسان کسی بھی ملک کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔

آشنا اپنی حقیقت سے ہو تو اے دہقاں ذرا
دانہ تو ، کھیتی بھی تو ، باراں بھی تو ، حاصل بھی تو

شعر نمبر 3: جلوۂ قدرت کا شاہد ، حُسنِ فطرت کا گواہ
ماہ کا دل ، مہرِ عالم تاب کا نورِ نگاہ

حلِ لغت

شاہد: گواہ۔ ماہ: چاند۔ مہرِ عالم تاب: جہان کو روشن کرنے والا سورج

مفہوم: کسان قدرت کے جلووں کا گواہ ہے، وہ چاند کا دل اور دنیا کو روشن کرنے والے سورج کی نگاہ کی روشنی ہے۔

تشریح: شاعر بیان کرتا ہے کہ کسان قدرت کے جلوے یا نظارے کا گواہ، مشاہدہ کرنے والا اور محبوب ہے۔ وہ دلکش و دلفریب قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ وہ حسنِ فطرت کا گواہ ہے، یعنی فطری حسن کا خوب قدر دان اور محرم ہے۔ کسان چاند کا دل یعنی چاند کا چہیتا اور پیارا ہے۔ وہ چاندنی راتوں میں اپنے کھیتوں میں محنت و مشقت کرتا ہے اور چاندنی سے خوب لطف اٹھاتا ہے۔ سورج تمام دنیا کو روشن اور منور کر دیتا ہے۔ کسان اسی سورج کا نورِ نگاہ، نگاہوں کی روشنی یعنی چہیتا، لاڈلا اور منظورِ نظر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسان فطری مناظر میں گھرا رہتا ہے اور سورج، چاند اور ستارے اس کے ہمدم، ساتھی، دوست اور آشنا ہیں۔

شعر نمبر 4 لہر کھاتا ہے رگِ خاشاک میں جس کا لہو
جس کے دل کی آنچ بن جاتی ہے سیلِ رنگ و بو

حل لغت

رگ: ریشہ۔ خاشاک: کوڑا کرکٹ، گھاس پھونس۔ آنچ: آگ۔ سیل: سیلاب

مفہوم: جس کا لہو زمین کے ریشے میں لہر کھاتا ہے، جس کے دل کی آگ رنگ و خوشبو کا سیلاب بن جاتی ہے۔

تشریح: کہتے ہیں کہ کسان اس قدر محنت و مشقت کا عادی ہوتا ہے کہ اس کا خون گھاس پھونس اور کوڑے کرکٹ کی رگوں میں لہراتا ہے۔ یعنی وہ اپنے کھیتوں میں اس قدر محنت اور مشقت کرتا ہے کہ خون پسینا ایک کر دیتا ہے۔ جب وہ محنت کرتا ہے اور اس کا پسینا بہتا ہے تو اس پسینے میں اس کا لہو بھی شامل ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ بہت زیادہ محنت کرتا ہے۔ گویا ایک کسان مولانا الطاف حسین حالی کے اس قول کی عملی تصویر پیش کرتا ہے

حلال آدمی کو ہے کھانا نہ پینا
نہ ہو ایک جب تک لہو اور پسینا

دوسرے مصرعے میں جوش ملیح آبادی بیان کرتے ہیں کہ کسان ایک ایسی ہستی ہے جس کے دل کی آنچ یعنی آگ یا حرارت رنگ و خوشبو کا سیلاب بن جاتی ہے۔ یعنی کسان کے دلی جذبہ اور سخت محنت کے نتیجے میں فصلوں، پھلوں اور پھولوں کو رنگت و خوشبو میسر آتی ہے۔ فصلیں کسان ہی کی محنت سے لہلہاتی ہیں، پھول اسی کی نگرانی اور دیکھ بھال سے کھلتے ہیں اور پھل اسی کی مشقت سے پکتے ہیں۔ جس طرح معمار کوئی عمارت بناتا ہے۔ وہ اپنا سارا ہنر اس پر صرف کرتا ہے تو عمارت میں ایک دلکشی اور جاذبیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب پھلوں میں خوشبو اور ذائقہ بنتا ہے یا پھولوں میں خوشبو اور رنگت آتی ہے تو

پتا چلتا ہے کہ کسان نے اس پر کتنی محنت کی ہوگی۔

شعر نمبر:5 دوڑتی ہے رات کو جس کی نظر افلاک پر
دن کو جس کی اُنگلیاں رہتی ہیں نبضِ خاک پر

حلِ لغت

افلاک: فلک کی جمع، آسمان

مفہوم: جس کی نظر رات کو آسمان پر دوڑتی ہے اور دن کو اس کی انگلیاں خاک کی نبض پر ہوتی ہیں۔

تشریح: کہتے ہیں کہ کسان کو رات دن اسی بات کی فکر لاحق رہتی ہے کہ اس کی فصلیں صحیح طور پر اور سازگار ماحول میں پروان چڑھیں۔ وہ لگاتار موسم اور آب وہوا کی تبدیلیوں پر نظر رکھتا ہے۔ رات کے وقت اس کی نگاہیں آسمان کی طرف لگی رہتی ہیں کہ بارش، آندھی یا طوفان کا امکان تو نہیں۔ اگر ایسا ہے تو پھر مناسب تحفظ کرتا ہے۔ اسی طرح دن کی روشنی میں کسان کی انگلیاں زمین کی نبض پر رہتی ہیں یعنی وہ زمین کی حالت و کیفیت کا مسلسل جائزہ لیتا رہتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ زمین سیراب ہے یا خشک، کاشت کے لیے تیار ہے یا نہیں؟ وہ ان تبدیلیوں کا جائزہ لے کر مناسب اقدامات کرتا ہے۔

شعر نمبر:6 سرنگوں رہتی ہیں جس سے قوتیں تخریب کی
جس کے بوتے پر لچکتی ہے کمر تہذیب کی

حلِ لغت

سرنگوں رہنا: سر جھکائے رکھنا، مغلوب ہونا۔ تخریب: خراب کرنا، برباد کرنا۔ بوتا: طاقت، ہمت۔ تہذیب: انسانیت، شائستگی، معاشرے میں رہن سہن کا طریقہ

مفہوم: کسان کی وجہ سے تخریب کی قوتیں اپنے سر کو جھکائے رکھتی ہیں اور اسی کی ہمت پر تہذیب پھلتی پھولتی ہے۔

تشریح: کہتے ہیں کہ کسان ایک ایسی قابلِ قدر اور مفید ہستی ہے کہ اس کی بدولت منفی قسم کی شرپسند قوتیں مغلوب رہتی ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کسان کی بدولت ملکی پیداوار اور آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔ قومی خزانہ مستحکم ہوتا ہے جس کی وجہ سے ملکی انتظام اور نظم و نسق بہتر ہوتا ہے۔ جرائم اور تخریب کاری کا سدِباب ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کسان ہی ہے جس کی محنتِ شاقہ تہذیب و تمدن کو پروان چڑھاتی ہے اور اعلیٰ اخلاقی اور انسانی قدریں فروغ پاتی ہیں۔ معاشرے کی اصلاح ہوتی ہے اور قابلِ قدر روایات جنم لیتی ہیں۔

شعر نمبر:7 جس کے بازو کی صلابت پر نزاکت کا مدار
جس کے کس بل پر اکڑتا ہے غرورِ شہریار

حلِ لغت

صلابت: مضبوطی، طاقت۔ نزاکت: نرم و نازک، مدار: دارومدار، انحصار۔ کس بل: طاقت۔ شہریار: بادشاہ

مفہوم: جس کے بازو کی قوت پر نازک پن کا انحصار ہے اور اسی کی طاقت پر بادشاہ کا غرور قائم ہوتا ہے۔

تشریح: کہتے ہیں کہ کسان کی قوتِ بازو پر نزاکت، بانکپن اور حسن و جمال کا دارومدار اور انحصار ہے یعنی کسان کے بازوؤں کی طاقت ملکی پیداوار اور آمدنی میں اضافہ کرتی ہے، جس کے نتیجے میں نزاکت اور بانکپن کا تحفظ ہوتا ہے۔ اس طرح کسان کے دم خم اور زور و قوت کے باعث ہی بادشاہ غرور و ناز سے اکڑتا ہے، یعنی بادشاہ کے فخر و غرور اور شان و شوکت کا انحصار بھی کسان کی قوتِ بازو پر ہے۔ اگر کسان پیداوار میں اضافہ کر کے مالیہ اور لگان ادا نہ کرے تو بادشاہ کی بادشاہت قائم نہیں رہ سکتی۔ یہ کسان ہی ہے جو لوگوں کو آرام و آسائش مہیا کرتا ہے اور بادشاہ اور حکمران کی شان بڑھاتا ہے۔

شعر نمبر 8: دھوپ کے جھلسے ہوئے رُخ پر مشقت کے نشاں
کھیت سے پھیرے ہوئے مُنھ گھر کی جانب ہے رواں

حلِ لغت

رخ: چہرہ۔ مشقت: سخت محنت۔ رواں: جاری، چلتا ہوا

مفہوم: کسان کے چہرے پر سخت محنت کے نشان نظر آتے ہیں جب وہ کھیت کے کام سے فارغ ہو کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوتا ہے۔

تشریح: کہتے ہیں کہ کسان گرمی کی شدت اور تیز دھوپ میں اس قدر محنت و مشقت سے کام کرتا ہے کہ اس کے چہرے پر اس سخت محنت کے واضح نشان نظر آتے ہیں۔ بے چارے کا چہرہ جھلس کر سیاہ پڑ جاتا ہے اور چہرے کی رونق و تازگی ختم ہو جاتی ہے۔ وہ سارا دن اپنے کھیتوں میں سخت محنت کرتا ہے، جس کے نتیجے میں وہ تھک کر چُور ہو جاتا ہے۔ اب وہ منھ کھیت سے موڑ کر اپنے گھر کی طرف چل پڑتا ہے۔ گھر میں وہ اپنے بیوی بچوں میں گھل مل جاتا ہے، اس طرح اس کا دل بہل جاتا ہے اور وہ اگلے روز کی محنت و مشقت کے لیے تروتازہ ہو جاتا ہے۔

تبصرہ

جوش ملیح آبادی نے بڑے فصیح و بلیغ طریقے سے ایک کسان کی زندگی کو بیان کیا ہے۔ اس نے کسان کی محنت کا ذکر کرتے ہوئے اسے کسی بھی ملک کی ترقی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت دی ہے۔ کسان اپنے کام میں مگن رہتا ہے۔ اسے اپنے کام سے عشق ہے۔ کسان جانتا ہے کہ کب بارش ہو گی، کب ہوا چلے گی، کب اسے بیج بونا چاہیے۔ اس طرح وہ ایک اچھی فصل حاصل کر سکتا ہے۔ جوش ملیح آبادی کا مشاہدہ بہت تیز ہے۔ انھوں نے جزئیات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کسان کی زندگی کا اجمالی خاکا بیان کیا ہے۔

حل مشقی سوالات

-1 مندرجہ ذیل سوالات کے جواب لکھیے:

(الف) نظم کے دوسرے شعر میں شاعر نے کن الفاظ میں کسان کی تحسین کی ہے؟

جواب: جوش ملیح آبادی نے کسان کے بارے میں بڑی گہری نظر سے مشاہدہ کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ شام کے وقت جب ہر طرف خاموشی چھا جاتی ہے۔ سورج غروب ہو رہا ہوتا ہے۔ اس وقت کھیتیاں ویران ہوتی ہیں لیکن ایک شخص ابھی بھی کام میں مگن ہے۔ یہ کسان ہے۔ کسان کھیتوں کا بادشاہ ہے۔ کھیتی باڑی ایک مقدس پیشہ ہے۔ کسی ملک کی معیشت کا انحصار ہی اس کی زرعی پیداوار پر ہوتا ہے۔ جس ملک کا کسان محنتی اور خوش حال ہو گا وہ ملک درجہ بدرجہ ترقی کی منازل طے کرتا ہوا بامِ عروج تک پہنچ جائے گا۔ کسی ملک کی تہذیب کسان ہی کی رہینِ منت ہوتی ہے۔ کسان ملکی ترقی کا امام سمجھا جاتا ہے۔ کسی ملک میں کوئی بھی صنعت ہو۔ بے شمار پیسے ہوں مگر اس میں سبزیاں اور پھل نہ ہوں، اناج نہ ہو تو وہ دولت کس کام کی۔ اس کی بجائے وافر مقدار میں اناج اور پھل، سبزیاں ہوں تو کسی بھی حال میں گزارا کیا جا سکتا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ کسان کسی بھی ملک کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔

(ب) ''جلوۂ قدرت کا شاہد'' سے کون مراد ہے؟

جواب: جلوۂ قدرت کا شاہد سے کسان مراد ہے۔

(ج) نبضِ خاک پر انگلیاں رہنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: کسان کی انگلیاں زمین کی نبض پر رہتی ہیں یعنی وہ زمین کی حالت و کیفیت کا مسلسل جائزہ لیتا رہتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ زمین سیراب ہے یا خشک، کاشت کے

کر چُور ہو جاتا ہے۔ اب وہ منھ کھیت سے موڑ کر اپنے گھر کی طرف چل پڑتا ہے۔ گھر میں وہ اپنے بیوی بچوں میں گھل مل جاتا ہے، اس طرح اس کا دل بہل جاتا ہے اور وہ اگلے روز کی محنت و مشقت کے لیے تر و تازہ ہو جاتا ہے۔

(ہ) شاعر نے کسے ارتقا کا پیشوا کہا ہے؟

جواب: شاعر نے کسان کو ارتقا کا پیشوا کہا ہے۔

(و) کون سی قوتیں کسان سے سرنگوں رہتی ہیں؟

جواب: تخریب کی قوتیں کسان سے سرنگوں رہتی ہیں۔

(ز) کھیت سے منھ پھیر کر کسان کہاں جاتا ہے؟

جواب: کھیت سے منھ پھیر کر کسان گھر کی طرف جاتا ہے۔

(ح) نظم کے آخری شعر میں شاعر نے کن پانچ چیزوں کا ذکر کیا ہے؟

جواب: نظم کے آخری شعر میں کسان نے ''دھوپ''، ''جھلسے ہوئے رخ''، ''مشقت''، ''کھیت'' اور ''گھر'' کا ذکر کیا ہے۔

-2 نظم ''کسان'' کا متن مدِ نظر رکھ کر درست جواب پر نشان (✓) لگائیں۔

(الف) نظم کا ابتدائی منظر ہے:

(i) شام کا (ii) صبح کا
(iii) جھٹ پٹے کا (iv) رات کا

(ب) کسان کی انگلیاں دن کے وقت رہتی ہیں:

(i) ہل کی ہتھی پر (ii) حُقے کی نے پر
(iii) خاک کی نبض پر (iv) بانسری پر

(ج) کسان قدرت کے جلوے کا ہے:

(i) ناقص (ii) گواہ
(iii) مداح (iv) شاہد

(د) کسان کھیت سے رُخ پھیر کر کہاں جاتا ہے؟

(i) گھر میں (ii) ویرانے میں
(iii) منڈیر کی طرف (iv) گاؤں میں

(ہ) نظم "کسان" کس شاعر کی تخلیق ہے؟
(i) جوش ملیح آبادی (ii) جمیل الدین عالی
(iii) میر انیس (iv) دلاور فگار

(و) یہ نظم جوش کے کس مجموعہ کلام سے لی گئی ہے؟
(i) حرف و حکایت (ii) شعلہ و شبنم
(iii) جذباتِ فطرت (iv) سنبل و سلاسل

(ز) شاعر نے تہذیب کا پروردگار کسے کہا ہے؟
(i) عالم (ii) مزدور
(iii) کسان (iv) معلم

(الف)	(i)	(ب)	(iii)	(ج)	(iv)	(د)	(i)
(ہ)	(i)	(و)	(ii)	(ز)	(iii)		

-3 نظم "کسان" کا متن ذہن میں رکھ کر، درست الفاظ کے ذریعے سے مصرعے مکمل کریں۔

(الف) جلوۂ قدرت کا شاہد حسنِ فطرت کا گواہ
(ب) دن کو جس کی انگلیاں رہتی ہیں نبضِ خاک پر
(ج) جس کے بوتے پر لچکتی ہے کمر تہذیب کی
(د) جس کے کس بل پر اکڑتا ہے غرورِ شہر یار
(ہ) دھوپ کے جھلسے ہوئے رُخ پر مشقت کے نشاں

-4 جوش نے کسان کی جو صفات بیان کی ہیں، ان کی فہرست بنائیے۔

جواب: دیکھیے خلاصہ

-5 درج ذیل فہرست میں سے مذکر مؤنث الگ الگ کیجیے:

نظم، شفق، میدان، سماں، فاتح، نسیم، فطرت، تہذیب، دھوپ، فلک

جواب: مذکر: میدان، سماں، فاتح، فلک
مؤنث: شفق، نظم، نسیم، فطرت، تہذیب، دھوپ

-6 مندرجہ ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کریں:

جھٹ پٹا، اضطراب، ارتقا، سرنگوں، تخریب، مشقت

الفاظ	جملوں میں استعمال
جھٹ پٹا	جھٹ پٹے کے وقت ایک ننھا سا دیا ایک بڑھیا نے سر راہ روشن کر دیا
اضطراب	ماں اضطراب کی حالت میں بار بار بچے کی راہ دیکھتی رہی۔
ارتقا	انسان نے آہستہ آہستہ ارتقا کی منازل طے کی ہیں۔
سرنگوں	جو اعلیٰ ظرف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کے ملتے ہیں صراحی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے پیمانے
تخریب	آج کل ہر جگہ تخریب کاری عام ہے۔
مشقت	مشقت کی ذلت جنھوں نے اٹھائی جہاں میں ملی ان کو آخر بڑائی

-7 درج ذیل الفاظ کے جوڑوں میں صوتی مشابہت ہے، لیکن ہر جوڑے کے لفظ الگ الگ معنی رکھتے ہیں۔ ہر لفظ کے الگ الگ معانی لکھیں۔

اَلم، علَم، بعض، باز، پارہ، پارا، روزہ، روضہ، قاش، کاش

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
اَلم	دکھ، رنج، تکلیف	علَم	جھنڈا، پرچم
بعض	کئی، چند، معدود	باز	ایک پرندہ، منع
پارہ	ٹکڑا، حصہ	پارا	ایک سیال دھات
روزہ	صوم، اسلام کا تیسرا رکن	روضہ	باغ
قاش	ٹکڑا، حصہ	کاش	افسوس کا کلمہ

سرگرمیاں

-1 جوش کی ایک اور مختصر سی نظم ڈھونڈ کر پڑھیں اور کاپی پر نوٹ کریں۔

جواب: جوش ملیح آبادی کی نظم **بدلی کا چاند**

خورشید وہ دیکھو ڈوب گیا ظلمت کا نشاں لہرانے لگا
مہتاب وہ ہلکے بادل سے چاندی کے ورق برسانے لگا

لو ڈوب گیا پھر بادل میں بادل میں وہ خط سے دوڑ گئے
لو پھر وہ گھٹائیں چاک ہوئیں ظلمت کا قدم تھرانے لگا
بادل میں چھپا تو کھول دیے بادل میں دریچے ہیرے کے
گردوں پہ جو آیا تو گردوں دریا کی طرح لہرانے لگا
سمٹی جو گھٹا تاریکی میں چاندی کے سفینے لے کے چلا
سنکی جو ہوا تو بادل کے گرداب میں غوطے کھانے لگا
غرفوں سے جو جھانکا گردوں کے امواج کی نبضیں تیز ہوئیں
حلقوں میں دوڑا بادل کے کہسار کا سر چکرانے لگا
پردہ جو اٹھایا بادل کا دریا پہ تبسم دوڑ گیا
چلمن جو گرائی بدلی کی میدان کا دل گھبرانے لگا
ابھرا تو تجلی دوڑ گئی ڈوبا تو فلک بے نور ہوا
الجھا تو سیاہی دوڑا دی سلجھا تو ضیا برسانے لگا
کیا کاوشِ نور و ظلمت ہے کیا قید ہے کیا آزادی ہے
انساں کی تڑپتی فطرت کا مفہوم سمجھ میں آنے لگا

-2 "کسان کی مشقت بھری زندگی" کے عنوان سے طلبہ میں مضمون نویسی کا مقابلہ کروایا جائے۔

جواب: **کسان کی مشقت بھری زندگی**

کسان معاشرے کا ایک سود مند فرد ہے۔ اس کی زندگی بڑی کٹھن ہے۔ اس کے باوجود وہ اپنے کام سے بہت مطمئن ہے۔ کسان منہ اندھیرے اٹھتا ہے۔ سب سے پہلے وہ بیلوں کو چارا دیتا ہے پھر انھیں لے کر کھیتوں کی طرف رواں دواں ہو جاتا ہے۔ بیلوں کو ہل میں جوتتا ہے۔ زمین میں ہل چلاتا ہے۔ اتنی دیر میں سورج کی روشنی نمودار ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ کسان بیلوں کو چھوڑ کر

وضو کرتا ہے اور فجر کی نماز ادا کرتا ہے۔ بیلوں کو پانی پلانے کے لیے کنوئیں پر لے جاتا ہے۔ اسی اثنا میں کسان کی بیوی اس کے لیے روٹی لے کر آ جاتی ہے۔ کسان کے ناشتے میں لسی، مکھن اور اچار شامل ہوتا ہے۔ کھانا کھا کر کسان پھر کھیتوں میں چلا جاتا ہے۔ اگر ڈھیلے توڑنے کی ضرورت پیش آئے تو کسان ڈھیلے توڑتا ہے اور بیلوں کی مدد سے ہل چلا کر زمین کو نرم اور ہموار کرتا ہے۔ وہ دوپہر تک کھیتوں میں کام کرتا ہے۔ قریب قریب بارہ بجے اس کی بیوی دوپہر کا کھانا لے کر آ جاتی ہے۔ دوپہر کا کھانا کھا کر کسان کچھ دیر درخت کے سائے تلے چارپائی پر لیٹ کر آرام کرتا ہے۔ وہ حقے کے کچھ کش لیتا ہے۔ ایک گھنٹا آرام کرنے کے بعد کسان دوبارہ کام کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ وہ سورج غروب ہونے تک کام کرتا رہتا ہے۔ پھر بیلوں کو کھول کر انھیں چارا دیتا ہے اور گھر کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔ گھر پہنچ کر وہ بیوی بچوں کے ساتھ رات کا کھانا کھاتا ہے۔ کسان رات کو جلدی سو جاتا ہے کیوں کہ اسے صبح جلدی اٹھنا ہوتا ہے۔

-3 طلبہ درست آہنگ میں یہ نظم پڑھیں۔

جواب: اساتذہ کرام جماعت کے کسی خوش الحان بچے سے یہ نظم ترنم کے ساتھ پڑھوائیں اور باقی بچوں سے کہیں کہ وہ اسے غور سے سنیں۔

تدریسی اشارات

-1 نظم کے حوالے سے طلبہ پر محنت کی اہمیت واضح کی جائے۔ حدیث شریف (الکاسب حبیب اللّٰہ) کا حوالہ دیا جائے۔

جواب: **محنت کی عظمت**

محنت کے معنی دکھ یا تکلیف برداشت کرنے کے ہیں۔ ہر انسان کے لیے لازم ہے کہ وہ زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے محنت کرے۔ قدرت کا منشا

یہ ہے کہ انسان اپنے ہاتھ پاؤں ہلا کر خود اپنے لیے آسانیاں پیدا کرے۔ ترقی کا راز اسی بات پر ہے اور محنت ہی سے عزت ملتی ہے۔

وہی لوگ پاتے ہیں عزت زیادہ
جو کرتے ہیں دنیا میں محنت زیادہ

دنیا کے ہر میدان میں کامیابی کے لیے محنت درکار ہے اور محنت کا پھل ضرور ملتا ہے۔ ایک طالب علم جب تک محنت نہ کرے کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ زمین دار اچھی فصل حاصل کرنے کے لیے بیج بوتا' ہل چلاتا' کھاد ڈالتا اور زمین کو پانی دیتا ہے۔ آخر اسے اپنی محنت کا پھل مل جاتا ہے اور وہ ڈھیروں اناج حاصل کر لیتا ہے۔

ہر انسان کو اپنی جسمانی طاقت کے مطابق محنت کرنی چاہیے۔ اپنی ہمت سے بڑھ کر محنت کرنا سخت غلطی ہے۔ اگر انسان اپنی حد سے زیادہ محنت کرے تو اس کی صحت خراب ہو جاتی ہے اور وہ مزید محنت کے قابل نہیں رہتا۔ بعض لوگ سارا سارا دن محنت کرتے ہیں اور آرام کے لیے کوئی وقت نہیں نکالتے۔ یہ طرزِ عمل آخر کار ان کے نقصان کا باعث بنتا ہے۔

ہے محنت میں بہتر میانہ روی
اسی سے ملے کامیابی بڑی

دنیا میں جتنے بھی بڑے لوگ ہوئے ہیں انھوں نے محنت کی بدولت ہی کامیابی حاصل کی ہے۔ محنت کامیابی کی کنجی ہے۔ یہ دنیا کی رونق ہے۔ ہمارے اردگرد باغات' سبزہ زار' ہری بھری فصلیں' شان دار بنگلے' پکی سڑکیں اور خوب صورت عمارات محنت ہی کے کرشمے ہیں۔ اگر لوگ محنت نہ کرتے تو دنیا کی یہ رونق اور چہل پہل نہ ہوتی۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

آج کا زمانہ سائنس کا زمانہ ہے۔ انسان نے اپنی سہولت کے لیے بہت سی ایجادات کی ہیں۔ ہوائی جہاز، بحری جہاز، ٹینک، توپیں، راکٹ، ٹی وی اور کمپیوٹر وغیرہ سب محنت کا کرشمہ ہیں۔ محنتی انسان دنیا میں اپنی قوت سے سب کچھ حاصل کر لیتا ہے۔ طلبہ محنت نہ کریں تو کامیابی کیسے ملے۔ دنیا میں موجود ایجادات کرنے والوں نے محنت کی اور قدرت نے انھیں اس محنت کا پھل دے دیا۔ موجدوں کی محنت سے اب ایک دنیا فائدہ حاصل کر رہی ہے۔
طالب علموں کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ دن رات محنت کریں تاکہ وہ امتحان میں سنہری کامیابی حاصل کریں۔ محنت کرنے سے معاشرے میں مقام بڑھتا ہے۔ طلبہ کامیابی حاصل کر کے نہ صرف اپنے ادارے بلکہ والدین اور اساتذہ کرام کی عزت میں اضافہ کر سکتے ہیں۔

جو دنیا میں محنت کرے گا بشر
ملے پھر اسے دہر میں سیم و زر

2- کسان کے موضوع پر کسی اور شاعر کی نظم طلبہ کو سنائی جائے یا مزدور کے موضوع پر احسان دانش یا کسی اور شاعر کی نظم سنا کر محنت کی عظمت واضح کی جائے۔

جواب: مجھے کسان کے موضوع پر لکھی گئی حفیظ جالندھری کی یہ نظم پسند ہے۔

سویرے اندھیرے اندھیرے اٹھا
لیے بیل کھیتوں کی جانب چلا
ہے سارا زمانہ ابھی سو رہا
مگر اس کا یہ وقت ہے کام کا
اسے ہر گھڑی کام ہی کا ہے دھیان
بڑا محنتی ہے بہادر کسان
کبھی بیل کا دل بڑھاتا ہوا
کبھی موڑتا اور ہنکاتا ہوا

کبھی ہل کی ہتھی دباتا ہوا
یہ چلتا ہے جب ہل چلاتا ہوا
کوئی دیکھے تو اس گھڑی اس کی شان
بڑا محنتی ہے بہادر کسان

کڑی دھوپ چاروں طرف چھا گئی
ہوا جس کی گرمی سے تھرا گئی
یہ بیلوں کی جوڑی جو گھبرا گئی
تو اس کی جگہ دوسری آ گئی
اکیلا کھڑا ہے مگر سخت جان
بڑا محنتی ہے بہادر کسان

ہوئی ہل چلاتے ہوئے دوپہر
چھپے سائے میں جا کے سب جانور
ہوا اس کا پنڈا پسینے میں تر
نہیں ہے مگر اس کے دل پہ اثر
نہ چہرے پہ ہیں ماندگی کے نشان
بڑا محنتی ہے بہادر کسان

ہے دنیا کی جنت فقط اس کے پاس
یہ محنت سے کرتا ہے سب کام راس
یہ ترکاریاں، یہ اناج اور کپاس
پھلوں کا مزا اور پھولوں کی باس
اسی سے تو لیتا ہے سارا جہان
بڑا محنتی ہے بہادر کسان

3۔ جوش کی نظم گوئی کی خوبیوں اور آہنگ سے طلبہ کو متعارف کرایا جائے۔

جواب: جوش کی نظم گوئی کی خوبیاں

انقلابی نظریات

جوش کو شاعر انقلاب بھی کہا جاتا ہے کیونکہ انھوں نے برصغیر پاک و ہند کی تحریک آزادی کے زمانے میں بہت پر جوش اور انقلابی نظمیں لکھیں۔ان کے کلام میں لہجے کی گھن گرج' الفاظ کا مناسب چناؤ اور جذبات وتخیلات کی بلندی کے سبب ان کا شعری مقام مسلسل بلند ہوتا گیا۔

نغمگی اور تصویر کشی

جوش دور جدید کے بلند شعراء کی صف میں شامل ہیں۔شاعری میں انقلابی اور رومانوی رجحانات کی وجہ سے شاعر انقلاب اور شاعر شباب کہلوائے۔جوش کو شاعری کے فن اور زبان و بیان پر پوری قدرت حاصل ہے۔ان کا کلام نغمگی اور لفظی تصویر کشی میں یکتا ہے۔

حالات کی تلخی

بلاشبہ جوش اردو نظم کی ایک توانا آواز ہے۔ان کی شاعری میں انقلابی اور باغیانہ خیالات برملا بیان ہوئے ہیں۔اسی لیے انھیں شاعر انقلاب کہا گیا۔وہ اپنے عہد کے سیاسی میلانات اور نئے ادبی رجحانات سے بہت متاثر تھے۔یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں رنگینی اور لطافت کے ساتھ ساتھ حالات کی تلخی اور سنگینی کی جھلک بھی موجود ہے۔چنانچہ وہ اپنی انقلابی نظموں میں مزدوروں' محنت کشوں' کسانوں اور استحصال کے شکار مظلوموں کے لیے استعماری طاقتوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے ہیں۔وہ حریت وآزادی اور وطن پرستی میں بھی بہت پر جوش ہیں۔ان کا فلسفہ ''زندگی عشرت امروز'' ہے۔کبھی کبھی وہ اپنی رباعیوں میں فکر ونظر اور معرفت کے موضوعات بھی ادا کرتے ہیں۔

ذخیرۂ الفاظ

جوش اپنے انقلابی اور باغیانہ لہجے آزاد فطرت اور بے پناہ ذخیرہ الفاظ کی وجہ سے اردو شاعری میں ایک منفرد مقام کے حامل شاعر تھے اور بیسویں صدی کی شاعری میں ان کا نام صف اول کے شعرا میں شمار ہوتا ہے۔ جوش کی نظموں میں یوں تو مختلف موضوعات اور محسوسات کی عکاسی ہے لیکن خاص طور پر ان کی رومانی نظمیں زیادہ دلکش اور اثر انگیز ہیں۔

4- طلبہ پر واضح کیا جائے کہ حالات اور وقت کے ساتھ ساتھ جو معاشرتی تبدیلیاں آتی ہیں ان سے شہر اور دیہات دونوں متاثر ہوتے ہیں۔ اب مشینی کاشت کاری بڑھ گئی ہے لیکن دور دراز کے دیہات میں اب بھی ایسی تصویریں مل جاتی ہیں۔

جواب: شہر ہوں یا دیہات۔ ان دونوں کے ملنے سے کسی ملک کا معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ دیہاتی زندگی کی اپنی خصوصیات ہیں اور شہری زندگی کی اپنی خصوصیات دونوں کے روشن پہلو بھی ہیں اور تاریک بھی۔ پاکستان کی ستر فیصد آبادی دیہات میں رہتی ہے جب کہ صرف تیس فیصد لوگ شہروں میں رہتے ہیں۔ لہلہاتے ہوئے کھیت ہرے بھرے سایہ دار درخت کھلی فضا اور تازہ ہوا گاؤں والوں کے لیے قدرت کا بہت بڑا عطیہ ہے۔ بقول احسان دانش

واہ رے دیہات کے سادہ تمدن کی بہار
سادگی میں بھی ہے کیا کیا تیرا دامن زر نگار

کھیتی باڑی گاؤں والوں کا ذریعۂ معاش ہے۔ پرانے زمانے میں ہل اور بیلوں کی مدد سے کھیتی باڑی کی جاتی تھی۔ آج کل ان کی جگہ جدید مشینوں نے لے لی ہے۔ اب کسان بیلوں کی بجائے ٹریکٹر کی مدد سے ہل چلاتا ہے۔ مشینوں ہی کی مدد سے کھیتوں میں بیج بکھیرتا ہے۔ ٹیوب ویل کے ذریعے آب

پاشی کرتا ہے۔ ہارویسٹر کے ذریعے سے فصل کاٹا ہے۔ غرض سب کام مشینوں ہی کے ذریعے سے ہوتے ہیں لیکن آج بھی دور دراز کے گاؤں میں پرانے طریقوں سے ہی کھیتی باڑی کی جاتی ہے۔ پرانے طریقوں سے کام لے کر اناج کی پیداوار تو زیادہ نہیں ہوتی لیکن چیزیں خالص ملتی ہیں۔ آج کل فصلوں کو کیڑوں سے بچانے کے لیے ان پر زہریلی ادویات کا چھڑکاؤ کیا جاتا ہے۔ یہ دوائیں انسانی صحت کے لیے بھی مضر ہیں لیکن جوں جوں آبادی میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے ہر چیز کی پیداوار میں تیزی آتی جا رہی ہے۔ جو کام پہلے ہاتھ کی مدد سے دنوں میں ہوتا تھا اب وہی کام مشینوں کی مدد سے گھنٹوں میں ہو جاتا ہے، لیکن ان مشینوں نے ہمارے اندر سے احساس کی دولت کو آہستہ آہستہ ختم کر دیا ہے۔ بقول اقبال

ہے دلوں کے لیے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

5- طلبہ سے یہ نظم ترنم سے اور تحت اللفظ پڑھائی جائے۔

جواب: اساتذہ کرام بچوں سے یہ نظم پڑھوائیں۔

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) جھٹ پٹے کا نرم رو دریا اور اضطراب ہے:

(i) بیلوں کا (ii) کسان کا
(iii) شفق کا (iv) سورج کا

(ب) کسان پیشوا ہے:

(i) ارتقا کا (ii) ساتھیوں کا
(iii) کھیتوں کا (iv) گلشن کا

(ج) کسان شاہد ہے:
(i) جلوۂ قدرت کا (ii) حسنِ فطرت کا
(iii) نسیمِ صبح کا (iv) شفق کی سرخی کا

(د) کسان حسنِ فطرت کا:
(i) رکھوالا ہے (ii) چاہنے والا ہے
(iii) گواہ ہے (iv) دلدادہ ہے

(ہ) رات کو کسان کی نظر دوڑتی ہے:
(i) اپنے کھیتوں پر (ii) افلاک پر
(iii) اپنے مویشیوں پر (iv) اپنے اناج پر

(و) کسان کے بوتے پر تہذیب کی کمر:
(i) لچکتی ہے (ii) چمکتی ہے
(iii) چہکتی ہے (iv) مہکتی ہے

(ز) کسان کے بازو کی صلابت پر مدار ہے:
(i) حفاظت کا (ii) نزاکت کا
(iii) اطاعت کا (iv) عزت کا

(ح) کسان کھیت سے منہ پھیر کر رواں ہو جاتا ہے:
(i) دوستوں کی طرف (ii) شہر کی طرف
(iii) چوپال کی طرف (iv) گھر کی طرف

جواب

نمبر	جواب	نمبر	خواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iii)	(ب)	(i)	(ج)	(i)	(د)	(iii)
(ہ)	(ii)	(و)	(ii)	(ز)	(ii)	(ح)	(iv)

جمیل الدین عالیؔ
(1926ء)

جیوے جیوے پاکستان

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو ملی نغموں کی افادیت سے متعارف کروانا۔
- طلبہ کے دل میں وطن سے محبت کا جذبہ پیدا کرنا۔
- طلبہ کو وطن کے لیے جوش و جذبے کا اظہار کرنے کی ترغیب دینا۔
- طلبہ کو پاکستان بننے کے پس منظر سے آگاہ کرنا۔
- جمیل الدین عالی کے حالاتِ زندگی سے روشناس کروانا۔
- جمیل الدین عالی کے اسلوب کی وضاحت کرنا اور ان کے لکھے ہوئے ملی نغموں کے بارے میں بتانا۔

شاعر کے حالاتِ زندگی

جمیل الدین عالی 20 جنوری 1926ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام سرامیر الدین تھا۔ 1940ء میں انھوں نے اینگلو عربک کالج دریا گنج دہلی سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اسی کالج سے 1944ء میں معاشیات، تاریخ اور فارسی میں بی۔اے کی ڈگری حاصل کی۔ 1951ء میں سی۔ایس۔ایس کا امتحان پاس کیا اور پاکستان ٹیکسیشن سروس کے لیے نامزد ہوئے۔ 1959ء میں ان کا تقرر بطور افسر بکار خاص ایوانِ صدر میں ہو گیا۔ آپ انکم ٹیکس آفیسر بھی مقرر ہوئے۔ 1963ء میں وزارتِ تعلیم میں کاپی رائٹ رجسٹرار مقرر ہوئے۔ اسی دوران میں اقوامِ متحدہ کے ثقافتی ادارے یونیسکو میں فیلو منتخب

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

ہوئے۔ اس کے بعد انھیں دوبارہ وزارتِ تعلیم میں بھیج دیا گیا لیکن فوراً گورنمنٹ نے عالی صاحب کو ڈیپوٹیشن پر نیشنل پریس ٹرسٹ بھیج دیا جہاں پر انھوں نے سیکرٹری کی حیثیت سے کام کیا۔ 1967ء میں وہ نیشنل بینک آف پاکستان سے وابستہ ہو گئے۔

جمیل الدین عالی جس طرح کئی سطحوں پر زندگی گزار رہے تھے اسی طرح انھوں نے کئی سطحوں پر شاعری کی۔ کالم نگار بھی رہے اور نثر نگار بھی۔ ان کے تین سفرنامے شائع ہو چکے ہیں جن کے نام ''دُنیا میرے آگے''، ''تماشا میرے آگے'' اور ''روزنامچۂ چین'' ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے کالموں کے بھی تین مجموعے شائع ہو چکے ہیں جن کے نام ''صدا کر چلے''، ''دُعا کر چلے'' اور ''وفا کر چلے'' ہیں۔

ان دنوں جمیل الدین عالی کراچی میں رہائش پذیر ہیں۔

مرکزی خیال

اس ملی نغمے کا مرکزی خیال یہ ہے کہ ہمارا پیارا ملک پاکستان قیامت تک زندہ و تابندہ رہے گا اور اس کے سائے تلے ہم متحد ہو کر زندگی گزاریں۔ ہمارے بزرگوں نے یہ وطن بڑی قربانیاں دے کر حاصل کیا ہے۔ اب اس کی حفاظت کرنا ہم سب کا فرض ہے۔

خلاصہ

یہ نظم پاکستان کی عظمت کو ظاہر کرتی ہے۔ ہمارا دیس پاکستان ہے۔ یہ خوب صورت وطن ہے۔ اس میں سرسبز و شاداب میدان، اونچے پہاڑ اور خوب صورت دریا ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے خوب صورت پھولوں سے سجی ہوئی پھلواری ہو۔ سب لوگ اس کی عظمت کے گیت گاتے ہیں۔ ہم نے یہ وطن ہزاروں جانوں کا نذرانہ دے کر حاصل کیا ہے۔ اس نے تمام مسلمانوں کو ایک مرکز پر اکٹھا کر دیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر انعام ہے۔ اب پاکستان قائم ہو چکا ہے جس کے لیے لاکھوں قربانیاں دی گئیں۔

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

ہزاروں جانیں لٹیں۔ وہ لوگ تو اپنے حصے کا دکھ درد جھیل گئے۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم اسے سنواریں۔ اس کی حفاظت کریں اور اس کو مزید خوب صورت بنانے میں محنت سے کام لیں۔ اللہ تعالیٰ میرے وطن کو سدا آباد رکھے۔ آمین

سوہنی دھرتی اللہ رکھے قدم قدم آباد تجھے
قدم قدم آباد

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
جیوے	جیے، زندہ رہے	مہکی	خوشبو سے بھری ہوئی
روشن	اجلی، چمکیلی، چمک دار	نیاری	نرالی، انوکھی، عجیب
رنگ برنگے	مختلف رنگوں کے	سجی ہوئی	آراستہ، سجاوٹ والی
پھلواری	کیاری، پھولوں کا باغ	من پنچھی	دل کا پرندہ، مراد انسانی خواہشات
پنکھ	پَر	سُر	آہنگ، گیت
دُھن	لگن، شوق	تھرانا	کانپنا، لرزنا
مرکز	عین وسط، درمیان	جھرمٹ	ستاروں کا گروہ، جھمکا
محنت کش	محنتی کرنے والے، محنتی	جھیلنا	برداشت کرنا

اشعار کی تشریح

بند نمبر 1

پاکستان پاکستان جیوے پاکستان
مہکی مہکی روشن روشن پیاری پیاری نیاری
رنگ برنگے پھولوں سے اک سجی ہوئی پھلواری
پاکستان

حل لغت

مہکی مہکی: خوشبو والی۔ نیاری: پیاری، خوب صورت۔ پھلواری: پھول والی۔ جیوے: آباد رہے

مفہوم: اے پاکستان! تو زندہ و پائندہ رہے۔ تیرے باغ کا ہر ایک کونا روشن اور رنگ برنگے پھولوں کی خوشبو سے مہکا رہے۔

تشریح: پاکستان ایک خوب صورت ملک ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قائم و دائم رکھے۔ اس میں سرسبز و شاداب میدان ہیں جو بہت خوب صورت اور بھلے لگتے ہیں۔ اس کی صبحیں روشن ہیں۔ اس کی شامیں رنگین ہیں۔ مجھے اپنے وطن کا ذرہ ذرہ جان سے پیارا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسے بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ میرا وطن اتنا خوب صورت ہے جیسے باغ میں رنگ برنگ کے پھول کھلے ہوتے ہیں اور ان پھولوں کے کھلنے سے باغ ایک حسین نظارہ پیش کرتا ہے۔ میرا دیس پھولوں سے سجی ہوئی پھلواری ہے۔ سدا جیے سدا آباد رہے۔

جنت سے کہیں بڑھ کے حسیں میرا وطن ہے
ہم سر ہے فلک کی جو زمیں میرا وطن ہے
ہے نور کا سیلاب یہ بہتے ہوئے دھارے
دل کش ہیں بہت اپنے گلستاں کے نظارے
یہ فرش زمیں عرش بریں میرا وطن ہے

بند نمبر2 جیوے جیوے جیوے پاکستان

من پنچھی جب پنکھ ہلائے کیا کیا نہ بکھرائے
سننے والے سنیں تو ان میں ایک ہی دھن تھرائے

پاکستان

حل لغت

پنچھی: پرندہ۔ پنکھ: پر۔ سُر: گیت

مفہوم: پاکستان ہمیشہ قائم و دائم رہے۔ دل کا پرندہ کوئی بھی آہنگ بکھیرے لیکن سننے والے جب سنیں تو انھیں ایک ہی لفظ سنائی دے اور وہ لفظ ہے پاکستان۔

تشریح: پاکستان ہمیشہ قائم دائم رہے۔ شاعر جمیل الدین عالی نے اس بند میں پاکستان کے ساتھ پیار کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہم اس کی عظمت کے گیت گاتے ہیں۔ جب بھی ہمارے من سے کوئی نغمہ نکلتا ہے تو وہ اپنے وطن کے لیے ہوتا ہے۔ سننے والے جب بھی ہمارے منہ سے کچھ سنیں تو وہ پاکستان سے ہی متعلق ہوتا ہے۔ ہم اپنے وطن کے لیے ہیں اور وطن ہمارے لیے ہے۔ ہمارے ہونٹوں پر جب بھی کسی کا ذکر آئے تو اے وطن وہ تیرے لیے ہی ہوتا ہے۔ سننے والے سنیں تو ان میں ایک ہی دھن لہرائی جائے کہ سدا پیار رہے۔ میرا پیارا وطن سدا قائم رہے۔

؎ جگ جگ جیے میرا پیارا وطن
لب پہ دعا ہے دل میں لگن

بند نمبر3

جیوے جیوے جیوے پاکستان
بکھرے ہوؤں کو بچھڑے ہوؤں کو اک مرکز پہ لایا
کتنے ستاروں کے جھرمٹ میں سورج بن کر آیا
پاکستان

حل لغت

جھرمٹ: ستاروں کا ایک جگہ اکٹھا ہونا

مفہوم: پاکستان ہمیشہ قائم و دائم رہے۔ پاکستان نے سب کو متحد کیا اور خود کتنے

ستاروں کے جھرمٹ میں سورج بن کر چمکا ہے۔

تشریح: مسلمان آزاد ہونے سے پہلے انگریزوں کے غلام تھے۔ انگریزوں کے ساتھ ساتھ ہندو بھی ان پر قابض تھے۔ مسلمانوں کو من حیث القوم ختم کرنے کی کوششیں جاری تھیں۔ ان پر ملازمتوں کے دروازے بند کر دیے گئے تھے۔ سکولوں میں مسلمانوں کے مذہب کے خلاف تعلیم دی جاتی تھی۔ ان سے جائدادیں ہتھیا لی گئی تھیں۔ مسلمان پریشان حال تھے۔ ایسے وقت میں انھیں راہنما کی ضرورت تھی جو انھیں ایک مرکز پر اکٹھا کر دے۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے تمام مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا اور پاکستان حاصل کرنے کے لیے جدوجہد شروع کی۔ ان کی کوششیں رنگ لائیں اور پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔ شاعر کہتا ہے کہ یہ پاکستان ہی تھا جس نے بچھڑے ہوؤں کو ایک جگہ جمع کیا۔ پاکستان ایک سورج کی مانند ہے۔ اس کی کرنیں ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ پاکستان میرا پیارا دیس ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قائم دائم رکھے۔

اے وطن تو ہمیشہ ہمیشہ رہے
تو بسے، تو بڑھے، تو پھلے اے وطن

بند نمبر 4

جیوے جیوے جیوے **پاکستان**
سب محنت کش گلے ملے اور ابھرا اک **پیغام**
اس پیغام کو سمجھو یہ ہے قدرت کا انعام
پاکستان

حل لغت

محنت کش: محنت کرنے والے۔ قدرت: اللہ تعالیٰ

مفہوم: پاکستان ہمیشہ قائم دائم رہے۔ سب محنت کرنے والے آپس میں گلے ملے ہیں تو ایک پیغام سامنے آیا ہے۔ یہ پیغام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لیے

ایک نعمت ہے۔ اس نعمت کا نام پاکستان ہے۔

تشریح: پاکستان ہمیشہ قائم دائم رہے۔ پاکستان میرا دیس ہے۔ اسے ہزاروں قربانیوں کے بعد حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ایک انعام ہے۔ یہ پیارا پاکستان ہے۔ محنت کشوں کا دیس ہے اور ہر طرف یہی پیغام ہے کہ تمام دیس ہمارا ہے۔ ہم اس کے لیے جان بھی قربان کر دیں گے۔ یہ دیس قدرت کی طرف سے ایک انعام بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دیس ہمیں لاکھوں قربانیاں دینے کے بعد عطا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے، یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قائم رکھے۔ تمام لوگ اکٹھے ہو گئے ہیں۔ بھائی بھائی ہیں۔ ملک کے کسی گوشے میں کسی نسل کا بندہ ہو وہ بھائی ہے۔ سب آپس میں محبت اور اتفاق سے رہتے ہیں۔

اے وطن تو ہمیشہ ہمیشہ رہے
تیرے فرزند دھرتی کے دمساز ہیں
تیرے مزدور محنت کے ہمراز ہیں
تیرے پیر و جواں باعثِ ناز ہیں
اے وطن تو ہمیشہ ہمیشہ رہے

بند نمبر5 جیوے جیوے جیوے پاکستان
جھیل گئے دکھ جھیلنے والے اب ہے کام ہمارا
ایک رکھیں گے ایک رہیں گے ایک ہے نام ہمارا
پاکستان

حلِ لغت

دکھ: درد۔ تکلیف۔ جھیلنا: برداشت کرنا

مفہوم: پاکستان ہمیشہ قائم دائم رہے۔ دکھ برداشت کرنے والوں نے دکھ برداشت کر لیا۔ اب ہماری باری ہے۔ اب ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم اس ملک کی دل و

جان سے حفاظت کریں۔

تشریح: پاکستان ہمیشہ قائم دائم رہے۔ پاکستان حاصل کرنا کسی خواب سے کم نہ تھا۔ اس کا خواب علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا تھا، جس کی تعبیر قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے پوری کی۔ پاکستان کا قیام ہمارے بزرگوں کی محنت کا نتیجہ ہے۔ ماؤں نے اپنے بیٹوں کو قربان کیا۔ عورتوں نے اپنا سہاگ لٹایا۔ بہنوں نے اپنے بھائیوں کو کھویا۔ ہزاروں یتیم ہوئے۔ لاکھوں بے گھر ہوئے۔ ہندوستان سے ہجرت کرتے وقت طرح طرح کی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ بیمار ہوئے۔ بھوک سے نڈھال ہو کر جان دی۔ دکھ جھیلنے والے اپنے حصے کے دکھ جھیل گئے ہیں، اب ہماری باری ہے۔ اب یہ ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اس کی حفاظت کریں۔ اس پر آنچ نہ آنے دیں۔ اس کو سنواریں۔ اپنے بزرگوں کی محنت کو ضائع نہ ہونے دیں۔ اس کا نام روشن کرنے کے لیے دن رات محنت کریں۔ اسے خوب صورت بنائیں۔ اللہ تعالیٰ میرے وطن کو قائم دائم رکھے۔

ع یہ وطن تمھارا ہے تم ہو پاسباں اس کے

تبصرہ

شاعر نے نہایت عقیدت و محبت سے اپنے پیارے وطن پاکستان کے لیے نیک جذبات کا اظہار کیا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ میرا ملک پاکستان قیامت تک زندہ و پائندہ رہے۔ اس کے باغ پھولوں سے سجے رہیں۔ کلام میں بڑی شگفتگی، جذبہ و جوش اور فصاحت و بلاغت پائی جاتی ہے۔ اس نغمے میں ملک کے لیے دعا کی گئی ہے۔

حل مشقی سوالات

-1 درج ذیل سوالات کے جواب لکھیے۔

(الف) اس نغمے کے پہلے بند میں نیاری، پھلواری قافیے ہیں۔ اس نظم کے بقیہ قوافی قافیے ترتیب سے لکھیں۔

جواب: نیاری، پھلواری۔ بکھرائے، تھرائے۔ لایا، آیا۔ پیغام، انعام۔ کام، نام

(ب) جھیل گئے دُکھ جھیلنے والے اب ہے کام ہمارا

اس مصرعے کا مفہوم بیان کریں۔

جواب: اس مصرعے سے مراد یہ ہے کہ ہمارے بزرگ ہمارے لیے بہت دُکھ برداشت کر گئے ہیں۔ انھوں نے بہت سی قربانیاں دے کر ہمارے لیے یہ ملک حاصل کیا ہے۔ وہ تو اپنا فرض ادا کر گئے ہیں، اب یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس ملک کی دل و جان سے حفاظت کریں اور اس کی ترقی کے لیے دن رات کوشش کرتے رہیں۔

۲۔ نظم ”جیوے جیوے پاکستان“ کا متن مدِ نظر رکھ کر درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں:

(الف) شاعر نے پاکستان کو رنگ برنگے پھولوں سے بھی کہا ہے:

(i) ٹوکری (ii) پھلواری (iii) دلکش کھیتی (iv) نگری

(ب) پاکستان نے بچھڑے اور بکھرے ہوؤں کو:

(i) متحد کیا (ii) ایک مرکز پر لا کھڑا کیا (iii) شاد کام کیا (iv) گھر دیا

(ج) پاکستان ستاروں کے جھرمٹ میں ہے:

(i) سورج (ii) چاند (iii) مرکزہ (iv) روشن ستارہ

(د) سب محنت کش:

(i) کام میں لگ گئے (ii) متحد ہو گئے (iii) گلے ملے (iv) تعمیرِ وطن پہ لگ گئے

(ہ) جھیل گئے دکھ جھیلنے والے سے مراد ہے:

(i) محنت کش (ii) مزدور (iii) کسان (iv) پاکستان بنانے والے

(و) ”جیوے جیوے پاکستان“ کا تخلیق کار ہے:

(i) جمیل الدین عالی (ii) جوشؔ ملیح آبادی (iii) حفیظؔ جالندھری (iv) احسان دانش

(الف)	(ii)	(ب)	(ii)	(ج)	(i)	(د)	(iii)
(ہ)	(iv)	(و)	(i)				

3- درج ذیل مرکبات کا مفہوم تفصیل سے لکھیے۔

من پنچھی، ستاروں کے جھرمٹ، اک پیغام، دکھ جھیلنے والے

مرکبات	مفہوم
من پنچھی	دل کا پرندہ، یہاں مراد ہے دلی خواہشات

ستاروں کے جھرمٹ	ستاروں کے گروہ، کہکشاں، یہاں مراد پاکستان کے باشندے
اک پیغام	اس کا مطلب ہے برصغیر کے مسلمان متحد ہوئے اور ایک پیغام نمایاں ہوا کہ اپنے لیے الگ وطن حاصل کرنا ہے اور غلامی سے نجات حاصل کرنی ہے۔
دکھ جھیلنے والے	مراد وہ لوگ جنھوں نے ملک پاکستان حاصل کرنے کے لیے بے شمار قربانیاں دیں۔

-4 مندرجہ ذیل الفاظ کو اس طرح جملوں میں استعمال کریں کہ ان کے مفہوم کی وضاحت ہو جائے:

پھلواری، پنچھی، دشمن، جھرمٹ، پیغام، قدرت، جھیلنا، مرکز

الفاظ	جملوں میں استعمال
پھلواری	میرے باغ میں کئی خوب صورت پھلواریاں ہیں۔
پنچھی	خوراک کی تلاش میں جانے والے پنچھی شام کو لوٹ آتے ہیں۔
دشمن	علی اپنی دشمن کا پکا ہے۔
جھرمٹ	رات کے وقت شمال کی جانب ستاروں کا جھرمٹ نظروں کو بہت بھاتا ہے۔
پیغام	پیغام صبا لائی ہے گلزار نبیؐ سے آیا ہے بلاوا مجھے دربار نبیؐ سے
قدرت	قدرت کسی قوم کی اجتماعی غلطی کو معاف نہیں کرتی۔
جھیلنا	بوڑھی عورت کو جوان بیٹے کی موت کا صدمہ جھیلنا پڑا۔
مرکز	میری سوچ کا محور و مرکز اعلیٰ تعلیم کا حصول ہے۔

-5 اس نظم کا خلاصہ اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

جواب: دیکھیے خلاصہ

-6 مندرجہ ذیل الفاظ کے متضاد لکھیے:

روشن، پیاری، جیوے، بکھرے، بچھڑے، ابھرا، انعام

الفاظ	متضاد	الفاظ	متضاد
روشن	تاریک	پیاری	نفرین
جیوے	مرے	بکھرے	سمٹے
بچھڑے	ملے	ابھرا	دبا
انعام	سزا		

-7 نظم "جیوے جیوے پاکستان" کے مطابق درست لفظ لگا کر مصرعے مکمل کریں:

(الف) مہکی مہکی روشن روشن، پیاری پیاری نیازی
(ب) من پنچھی جب پنکھ ہلائے کیا کیا سُر بکھرائے
(ج) اس پیغام کو سمجھو یہ ہے قدرت کا انعام
(د) سننے والے سنیں تو ان میں ایک ہی دھن
(ہ) ایک رہیں گے، ایک رہے گا، ایک ہے نام ہمارا

سرگرمیاں

-1 طلبہ اس ملی نغمے کو زبانی یاد کریں۔

جواب: طلبہ خود کریں۔

-2 چند طلبہ مل کر کورس کی شکل میں یہ ملی نغمہ گائیں۔

جواب: اساتذہ کرام بچوں کو یہ نغمہ کورس کی شکل میں پڑھنے کے لیے کہیں۔

-3 جماعت میں ملی نغمے پڑھنے کا مقابلہ منعقد کروایا جائے۔

جواب: اساتذہ کرام ملی نغمے پڑھنے کے مقابلے کا اہتمام کریں۔

-4 اس نظم کو ذہن میں رکھتے ہوئے "حب وطن" کے موضوع پر ایک مضمون قلم بند کیجیے۔

جواب: حب وطن

پتھر کی مورتوں میں تو سمجھا کہ خدا ہے
خاک وطن کا مجھ کو ہر ذرہ دیوتا ہے

جس جگہ انسان کی پیدائش ہوتی ہے، وہ جوان ہوتا ہے اور تعلیم و ہنر کے

ذریعے سے اپنی روزی کماتا ہے وہ جگہ انسان کا وطن کہلاتی ہے۔ اپنے وطن سے محبت ہر انسان کے دل میں جاگزیں ہوتی ہے۔ صرف انسان ہی پر کیا موقوف حیوان بھی اپنی جائے رہائش سے دلی محبت رکھتے ہیں۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کا فرمان ہے کہ "وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔" جب آپ ﷺ کو مکے سے ہجرت کر کے مدینے جانا پڑا تو آپ ﷺ کو مکہ شہر چھوڑنے کا بہت دکھ ہوا۔ ہجرت کی رات جب آپ ﷺ مکہ سے روانہ ہوئے تو آپ ﷺ نے شہر کی طرف دیکھ کر بڑے اداس لہجے میں کہا "اے مکہ! میں تجھ سے بہت محبت کرتا ہوں، تیری جدائی مجھے گوارا نہیں لیکن تیرے لوگوں نے میرا یہاں رہنا ناممکن بنا دیا ہے۔"

اسلام میں وطن کا تصور یہ ہے کہ جس جگہ مسلمان موجود ہیں وہ جگہ ان کا ملک ہے۔ اس کے لیے ملکوں کی سرحد کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے دیکھا کہ مکہ کے لوگ اسلام قبول کرنے پر تیار نہیں ہیں جب کہ مدینے میں لوگ روز بروز مسلمان ہو رہے ہیں تو آپ ﷺ نے مکہ چھوڑ کر مدینے جانے کا فیصلہ کر لیا تاکہ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو سکے۔ وطن سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے وطن کی ہر چیز سے محبت کریں۔ اپنے ہر کام کو پیچھے چھوڑ کر اپنے وطن کی ترقی کے لیے کام کریں۔ ہمارے کام ہماری اپنی ذات کے لیے نہیں بلکہ ہمارے ملک کی ترقی اور وطن کے لوگوں کے لیے ہوں۔ ملک کی حفاظت سب پر لازم ہے۔ اگر کبھی کوئی ایسا موقع آ جائے کہ وطن کی حفاظت کے لیے ہمیں اپنی جان کی قربانی دینا پڑے تو ہمیں پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔

ہمارے نوجوان قوم کا سب سے قیمتی سرمایہ ہیں۔ مستقبل کی عظیم ذمہ داریاں انھی نوجوانوں نے سنبھالنی ہیں۔ اس سلسلے میں طلبہ پر بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ قائداعظم طلبہ کو قوم کا سب سے قیمتی سرمایہ سمجھتے تھے اور ان سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ قوم کو اچھے ڈاکٹروں، انجینئروں، حکمرانوں اور دیگر اعلیٰ تربیت یافتہ افراد کی ضرورت ہے۔ اس لیے طلبہ کو چاہیے کہ وہ پوری محنت اور لگن کے ساتھ اپنی تعلیم کی طرف توجہ دیں تاکہ ملک و قوم کا مستقبل درخشندہ

و تابناک ہو سکے اور تشکیل پاکستان کے اعلیٰ مقاصد کی تکمیل ہو سکے۔ بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

-5 اپنا کوئی پسندیدہ ملی نغمہ اپنی ڈائری میں درج کریں۔

جواب: مجھے جمیل الدین عالی کا لکھا ہوا یہ نغمہ بہت پسند ہے۔

اے وطن کے سجیلے جوانو!
میرے نغمے تمھارے لیے ہیں
سرفروشی ہے ایماں تمھارا
جرأتوں کے پرستار ہو تم
جو حفاظت کرے سرحدوں کی
وہ فلک بوس دیوار ہو تم
اے شجاعت کے زندہ نشانو!
میرے نغمے تمھارے لیے ہیں
بیویوں، ماؤں، بہنوں کی نظریں
تم کو دیکھیں تو یوں جگمگائیں
جیسے خاموشیوں کی زباں سے
دے رہی ہوں وہ تم کو دعائیں
قوم کے اے جری پاسبانو!
میرے نغمے تمھارے لیے ہیں
تم پہ جو کچھ لکھا شاعروں نے
اس میں شامل ہے آواز میری
اڑ کے پہنچو گے تم جس افق پر
ساتھ جائے گی پرواز میری

چاند تاروں کے اے رازدانو!
میرے نغمے تمھارے لیے ہیں

اساتذہ کرام کے لیے

-1 طلبہ پر قومی اور ملی نغموں کی اہمیت واضح کریں۔

جواب: ملی نغمے کسی بھی زندہ قوم کی پہچان ہیں۔ یہ نغمے میدانِ جنگ میں غازیوں اور سپاہیوں کا دل بڑھانے کے لیے گائے جاتے ہیں۔ اصل میں فوجی جوان اپنے گھر والوں سے دور سرحدوں پر ملک کی حفاظت پر مامور ہوتے ہیں۔ ان کے شب و روز اسی کام میں گزرتے ہیں۔ انھیں جب اپنے گھر والوں کی یاد ستاتی ہے تو وہ اداس ہو جاتے ہیں لیکن اپنے فرض کی ادائیگی کے سلسلے میں وہ کسی بات کی پروا نہیں کرتے۔ ایسے میں ان کا حوصلہ بڑھانے کے لیے ملی نغمے گائے جاتے ہیں۔ ان نغموں کو سن کر ان میں جوش اور ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ملک کو ان کی بہت ضرورت ہے۔ وہ اپنا کام زیادہ تندہی سے سرانجام دیتے ہیں۔

-2 جمیل الدین عالی کی ادبی خدمات سے طلبہ کو آگاہ کیا جائے۔

جواب: دیکھیے حالاتِ زندگی

-3 طلبہ کو بتایا جائے کہ قومی اور ملی نغمے اس لیے لکھے جاتے ہیں کہ کڑے وقت میں ان کے ذریعے دفاع کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ ان کا مورال بڑھایا جائے۔ اس سے وطن سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔

جواب: دیکھیے اساتذہ کرام کے لیے نمبر 1

4- طلبہ کو 1965ء کی جنگ میں ریڈیو سے نشر ہونے والے ملی اور قومی نغموں کے اثرات سے آگاہ کریں۔

جواب: 6 ستمبر 1965ء کو ہمارے بزدل دشمن ملک بھارت نے رات کی تاریکی میں ہمارے ملک پر حملہ بول دیا۔ دشمن سمجھ رہا تھا کہ مسلمان خواب خرگوش میں مست ہوں گے لیکن وہ اس بات سے ناآشنا تھا کہ مسلمان شیر کی طرح ایک آنکھ سے سوتا ہے۔ دشمن نے واہگہ بارڈر کے راستے حملہ کیا تو ہمارے بہادر فوجی ان کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے۔ انھوں نے دشمن کو ناکوں چنے چبوا دیے۔ ایسے میں فوجی جوانوں کا حوصلہ بڑھانے کے لیے ہر طرف ملی نغمے گونج رہے تھے، ان نغموں کے ذریعے سے فوجی جوانوں کا حوصلہ بڑھایا جا رہا تھا۔ ان نغموں میں درج ذیل نغمے زیادہ مشہور تھے۔

اے وطن کے سجیلے جوانو
میرے نغمے تمھارے لیے ہیں

ان نغموں نے ہمارے فوجی جوانوں کے حوصلے کو بلند کیا۔ ان میں جوش اور امنگ بھری۔ یہاں تک کہ چھے دن بعد دشمن بھاگ کھڑا ہوا اور اقوامِ متحدہ سے جنگ بندی کے لیے منتیں کرنے لگا۔

5- چند اور نغمے مثلاً ـــــــ میں بھی پاکستان ہوں ـــــــ وغیرہ جماعت کے کمرے میں طلبہ سے کورس کی شکل میں سنے جائیں اور طلبہ کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

جواب: میں بھی پاکستان ہوں

میں بھی پاکستان ہوں، تو بھی پاکستان ہے
تو تو میری جان ہے تو میرا ایمان ہے
میں بھی پاکستان ہوں، تو بھی پاکستان ہے

کہتی ہے یہ راہِ عمل آؤ ہم سب ساتھ چلیں
مشکل ہو یا آسانی ہاتھ میں ڈالیں ہاتھ چلیں
سورج ہے سرحد کی زمیں، چاند بلوچستان ہے
میں بھی پاکستان ہوں، تو بھی پاکستان ہے

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) رنگ برنگے پھولوں سے کی ہوئی:

(i) کیاری (ii) روش
(iii) پھلواری (iv) ٹوکری

(ب) من پنچھی جب ہلاتا ہے:

(i) دم (ii) پَر
(iii) سر (iv) ٹانگیں

(ج) کتنے ستاروں کے جھرمٹ میں آیا:

(i) سورج بن کر (ii) چاند بن کر
(iii) کہکشاں بن کر (iv) اجالا بن کر

(د) محنت کشوں سے ملنے والا پیغام انعام ہے:

(i) مزدوروں کے لیے (ii) قدرت کی طرف سے

(iii) بڑا بھاری (iv) راہنماؤں کا

(ہ) دکھ جھیلنے والے دکھ جھیل گئے ہیں اب کام ہے:

(i) سیاست دانوں کا (ii) امیروں کا

(iii) پڑھے لکھے لوگوں کا (iv) ہمارا

(و) قومی اور ملی نغمے لکھے جاتے ہیں:

(i) بچوں کو خوش کرنے کے لیے (ii) سکول میں پڑھانے کے لیے

(iii) فوجیوں کو حوصلہ دینے کے لیے (iv) تقریبات پر پڑھنے کے لیے

(ز) "جیوے جیوے پاکستان" نغمے کے خالق ہیں:

(i) حفیظ جالندھری (ii) جمیل الدین عالی

(iii) صوفی غلام مصطفےٰ تبسم (iv) احسان دانش

جواب

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iii)	(ب)	(ii)	(ج)	(i)	(د)	(ii)
(ہ)	(iv)	(و)	(iii)	(ز)	(ii)		

دلاور فگار

(1929ء تا 1998ء)

اونٹ کی شادی

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو مزاح سے روشناس کروانا۔
- کسی موضوع سے مزاح کے پہلو نکالنے کے بارے میں آگاہ کرنا۔
- مختلف قسم کے محاورات کو شعروں میں سمونا۔
- تمثیلی انداز سے طلبہ کو متعارف کروانا۔
- دلاور فگار کے فن کے بارے میں آگاہ کرنا۔
- دلاور فگار کے حالاتِ زندگی سے آگاہ کرنا۔

شاعر کے حالاتِ زندگی

دلاور فگار 8 جولائی 1929ء کو بدایوں میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد نے ان کا نام دلاور حسین تجویز کیا۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم بدایوں میں حاصل کی۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے آگرہ یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا۔ 1969ء میں پاکستان آ گئے۔ 1975ء میں ان کی تعیناتی بطور صدر شعبہ اُردو ہارون کالج کراچی میں ہو گئی۔ دلاور حسین نے غزل گوئی سے اپنی ادبی زندگی کا آغاز کیا۔ ابتدا میں انھوں نے دلاور حسین شباب کے قلمی نام سے لکھنا شروع کیا لیکن بعد میں انھوں نے اپنے لیے دلاور فگار کا نام زیادہ موزوں خیال کیا۔ غزل گوئی سے جلد ہی اُکتا گئے۔ یہ اکتاہٹ انھیں طنز و مزاح کی طرف لے آئی اور پھر ساری زندگی طنزیہ و مزاحیہ نظمیں ہی لکھتے رہے۔ ان کی غزلوں کا پہلا مجموعہ ''حادثات'' 1954ء میں شائع ہوا جسے شائقینِ ادب نے بہت پسند کیا۔ ان کا دوسرا

شعری مجموعہ جو مزاحیہ گیتوں، نظموں اور رباعیوں پر مشتمل تھا ''ستم ظریفاں'' کے نام سے 1963ء میں شائع ہوا۔ ملازمت کے دوران میں بھی شاعری کا سلسلہ جاری رہا۔ اسی دوران میں ان کی ایک نظم ''شاعرِ اعظم'' منظرِ عام پر آئی۔ درحقیقت یہ نظم ان کے حق میں اسم با مسمّٰی ثابت ہوئی اور یہی نظم ان کی شہرت کا اولین سنگِ میل بھی کہی جا سکتی ہے۔

تصانیف: دلاور فگار کی تصانیف میں ''آداب عرض''، ''انگلیاں فگار اپنی''، ''شامت اعمال''، ''مطلع عرض ہے''، ''خدا جھوٹ نہ بلوائے'' اور ''سنچری'' شامل ہیں۔

وفات: دلاور فگار نے 1998ء میں وفات پائی۔ انھیں کراچی میں سپردِ خاک کیا گیا۔

نوٹ: دلاور فگار کی کتاب ''مطلع عرض ہے'' کے مطابق دلاور فگار کی تاریخ پیدائش 8 جولائی 1928ء ہے۔

مرکزی خیال

شاعر نے بڑے مزاحیہ انداز میں ایک اونٹ کی شادی کا نقشہ کھینچا ہے۔ یہ ایک انہونی بات ہے مگر دلاور فگار نے اسے تمثیلی انداز میں پیش کیا ہے۔ دلاور فگار نے اونٹ سے متعلقہ محاورے شامل کر کے اپنی نظم کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ اس نظم کا مقصد محض مزاح پیدا کرنا ہی نہیں بلکہ بچوں کو محاورات سے آگاہ کرنا بھی ہے۔

خلاصہ

آج کے اخبار میں ایک انہونی خبر ہے کہ ایک اونٹ کی شادی ہو رہی ہے یعنی اب اونٹ کے گھر میں بھی بہار آئے گی، لیکن اس سے اونٹ پر ذمہ داریوں کا بوجھ بڑھ جائے گا۔ شادی کرنے سے اونٹ کی آزادی ختم ہو جائے گی۔ مجھے اس بات سے خوشی ہے کہ اب اصل میں اونٹ پہاڑ کے نیچے آیا ہے۔ مجھے جلدی سے اس بیاہ کی تصویر بھیج

دیں تا کہ میں دیکھ سکوں کہ اس شادی کا کیا انجام ہوا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
گل کھلانا	خلافِ معمول بات کرنا، فساد کرنا، آفت لانا، الزام دینا	پرچہ	کاغذ، یہاں مراد ہے اخبار
بلبلانا	اونٹ کا خوشی میں مست ہو کر بولنا	سہرا	موتیوں یا پھولوں کی لڑی جو دولھا کے ماتھے پر باندھتے ہیں
شتر	اونٹ	بے مہار	آوارہ، قابو سے باہر
پیامِ بہار	بہار کا پیغام	بنّا	دولھا
خوش گوار	خوشبوؤں سے بھری	گھڑی	وقت، ساعت
نکیل	اونٹ کی مہار، اونٹ کے ناک کی رسّی	قیدِ آزادی	آزادی کا ختم ہونا
اونٹ پہاڑ تلے آنا	اپنے سے زیادہ زبردست سے پالا پڑنا	جھٹ پٹ	فوراً
اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے	دیکھیے معاملے کا کیا انجام ہوتا ہے	بیاہ	شادی

اشعار کی تشریح

شعر نمبر:1 نیا یہ آج کے پرچے نے گل کھلایا ہے

کہ سہرا باندھ کے اک اونٹ بلبلایا ہے

حلِ لغت

پرچہ: اخبار۔ گُل کھلانا: انہونی بات کرنا، فساد والی بات کرنا۔ سہرا: موتیوں یا ہار کی وہ لڑی جو دولھا کے ماتھے پر باندھی جاتی ہے۔ بلبلانا: اونٹ کا خوش ہو کر آوازیں نکالنا

مفہوم: آج کے اخبار میں ایک انہونی خبر ہے کہ اونٹ سہرا باندھ کے خوش ہو رہا ہے۔

تشریح: دلاور فگار بہت بڑے مزاح نگار ہیں۔ وہ لفظی اور واقعاتی دونوں قسم کے مزاح پر پوری گرفت رکھتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے واقعات کو ایسے مزاحیہ انداز سے پیش کرتے ہیں کہ پڑھنے والا مسکرائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس نظم میں انھوں نے ایک اونٹ کی شادی کا نقشہ کھینچا ہے۔ اس نظم میں لفظی اور واقعاتی دونوں قسم کا مزاح موجود ہے۔ وہ ایک اونٹ کی شادی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آج کے اخبار میں میں نے ایک انہونی خبر پڑھی ہے۔ یہ خبر ایک اونٹ کی شادی سے متعلق ہے۔ اخبار میں لکھا ہے کہ ایک اونٹ کی شادی ہو رہی ہے۔ اونٹ باقاعدہ سہرا باندھ کر نہایت جوش و خروش کے ساتھ اپنی شادی کی تیاریوں میں مصروف ہے۔

شعر نمبر 2: شتر کے گھر میں پیامِ بہار ہے سہرا
کبھی کبھی تو بڑا بے مہار ہے سہرا

حلِ لغت

شتر: اونٹ۔ پیامِ بہار: بہار کا پیغام۔ بے مہار: آوارہ، قابو سے باہر

مفہوم: اونٹ کے گھر میں بہار کا پیغام آیا ہے لیکن اونٹ کبھی کبھی قابو سے باہر بھی ہو جاتا ہے۔

تشریح: اونٹ اپنی شادی سے بہت خوش ہے۔ یہ شادی اس کے لیے خوشیوں کا پیغام لے کر آئی ہے۔ ہر طرف خوشی کے شادیانے بج رہے ہیں۔ بہار ہی بہار ہے لیکن کہتے ہیں کہ اونٹ کی کوئی کل سیدھی نہیں ہوتی۔ کبھی کبھی یہ اونٹ قابو سے باہر بھی ہو جاتا ہے۔ یہاں دلاور فگار نے لفظ ''مہار'' کو بڑی خوب صورتی سے بیان کیا ہے۔ مہار اس رسی کو کہتے ہیں جسے اونٹ کی ناک میں ڈال کر اسے قابو میں کیا جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ کبھی کبھی اونٹ اس رسی کو تڑوا لیتا ہے۔

شعر نمبر:3 مرے بنے کو مبارک یہ خوشگوار گھڑی
مگر سر کا درد بڑھا ناک میں نکیل پڑی

حل لغت

بنا: دولھا۔ خوش گوار: خوشی سے بھرپور۔ گھڑی: ساعت، وقت۔ نکیل: اونٹ کے ناک میں ڈالنے والی رسی جس سے اسے قابو میں کیا جاتا ہے۔

مفہوم: میرے دولھے کو یہ خوشیوں بھری گھڑی مبارک ہو کہ اس کے ناک میں نکیل پڑ گئی ہے لیکن اس سے درد سر میں اضافہ ہو گیا ہے۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ میرے دولھے یعنی اونٹ کو اس کی شادی مبارک ہو۔ اس کی آوارگی کے دن ختم ہو گئے ہیں۔ اس کو قابو میں کر لیا گیا ہے۔ ان باتوں سے اس کے سر کے درد میں اضافہ ہو گیا ہے۔ آہستہ آہستہ یہ درد پہلے سے کئی گنا بڑھ جائے گا۔ اب اونٹ اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کر سکتا۔ اصل میں یہ پوری نظم ہی ایک تمثیلی نظم ہے۔ دلاور فگار اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ شادی سے انسان قابو میں آ جاتا ہے۔ اس کی اپنی مرضی کے ساتھ دوسروں کی مرضی بھی شامل ہو جاتی۔ یہاں ناک میں نکیل ڈالنے سے مراد اونٹ کا قابو میں آ جانا ہے۔

شعر نمبر:4 سمجھ لیا تھا جسے جانور سواری کا
وہ اونٹ بوجھ اٹھائے گا ذمہ داری کا

حل لغت

بوجھ: وزن۔ ذمہ داری: کسی کام کو اپنے ذمے لے کر صحیح طریقے سے پورا کرنا۔

مفہوم: جس جانور کو ہم سواری کا جانور سمجھ رہے تھے وہ اونٹ اب ذمہ داری کا بوجھ اٹھائے گا۔

تشریح: اونٹ سواری کا جانور ہے۔ اس کے علاوہ یہ بوجھ اٹھانے کے کام آتا ہے۔ شاعر بڑے طنزیہ انداز میں کہتا ہے کہ میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ اونٹ صرف اپنے جسم پر بوجھ لاد کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتا ہے مگر اس اخباری خبر سے پتا چلتا ہے کہ اب اونٹ گھر داری کا بوجھ بھی اٹھائے گا۔ اس پر پورے گھر کی ذمہ داری کا بوجھ ہوگا۔ پرانے وقتوں میں اگر کوئی بچہ نالائق ہوتا تھا تو اس کے گھر والے کہتے تھے کہ اس کی شادی کر دو تاکہ اسے ذمہ داریوں کا احساس ہو کہ ایک گھر کی ذمہ داری کیا ہوتی ہے۔ اسی بات کو بنیاد بنا کر دلاور فگار کہتے ہیں کہ اب اونٹ ان ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھائے گا۔

شعر نمبر:5 میاں شتر کو مبارک یہ رشتۂ شادی
اسی کو کہتے ہیں اُردو میں قیدِ آزادی

حل لغت

مبارک: باعثِ برکت۔ رشتۂ شادی: شادی کا بندھن۔ قیدِ آزادی: آزادی کا ختم ہونا

مفہوم: میاں اونٹ کو یہ شادی کا رشتہ مبارک ہو۔ اس کو ہی اردو میں آزادی کی قید کہتے ہیں۔

تشریح: دلاور فگار نے بڑے مزاحیہ انداز میں اونٹ کو مثال بنا کر کہا ہے کہ تمھیں یہ شادی کا رشتہ مبارک ہو۔ اصل میں اب تمھاری آزادی کے دن ختم ہو گئے ہیں۔ تمھیں اس رشتے کے بندھن میں باندھ دیا گیا ہے۔ اصل میں وہ کہنا

چاہتے ہیں کہ جب ایک آدمی شادی کرتا ہے تو اس کی آزادی کے دن ختم ہو جاتے ہیں۔ دوست احباب سے ملنا جلنا کم ہو جاتا ہے۔ اسے ہر وقت اپنے گھر کا فکر رہتا ہے۔ وہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتا۔ شادی سے پہلے اسے جو آزادی حاصل ہوتی ہے اس پر پہرے لگ جاتے ہیں۔

شعر نمبر 6: میاں شُتر نئی گاڑی لیے سفر کو چلے
مجھے خوشی ہے کہ تم آ گئے پہاڑ تلے

حل لغت

اونٹ پہاڑ تلے آنا: اپنے سے زیادہ زبردست سے پالا پڑنا۔

مفہوم: میاں اونٹ نئی گاڑی میں سفر کو چلے ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ آج اونٹ پہاڑ تلے آ گیا ہے۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ اونٹ شادی کروانے جا رہا ہے۔ فی الحال تو اونٹ بہت خوش ہے۔ وہ نئی گاڑی میں بیٹھ کر اپنی دُلھن بیاہنے جا رہا ہے۔ درحقیقت اس کا واسطہ اپنے سے زیادہ زورآور سے پڑنے جا رہا ہے۔ یہاں بھی ولاور فگار نے اونٹ کو بنیاد بنا کر نوجوانوں کو مخاطب کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آج کل بیوی شوہر سے زیادہ طاقت ور ہوتی ہے۔ وہ اپنی بات منوا ہی لیتی ہے۔ شادی کے بعد مرد کو اپنی من مانی کا موقع نہیں ملتا۔ اصل میں تو شادی دو خاندانوں کا ملاپ ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کی بات ماننے سے ہی یہ بندھن مضبوطی سے بندھا رہتا ہے۔ وہ تمثیلی انداز میں کہتے ہیں کہ اونٹ پہلے اپنی من مانی کرتا تھا مگر اب اسے بیوی کا پابند ہونا پڑے گا۔ اب اسے پتا چلے گا کہ کوئی مجھ سے بھی زیادہ زبردست ہے۔

شعر نمبر 7: مجھے پیاہ کی تصویر بھیج دیں جھٹ پٹ
یہ دیکھنا ہے کہ بیٹھے ہیں آپ کس کروٹ

حل لغت

بیاہ: شادی۔ جھٹ پٹ: فوراً، اسی وقت۔ دیکھیے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے: دیکھیے اس معاملے کا کیا انجام ہوتا ہے۔

مفہوم: مجھے اس شادی کی تصویر جلد از جلد بھیج دیں تاکہ میں دیکھوں کہ اس شادی کا کیا انجام ہوا ہے۔

تشریح: آخر میں دلاور فگار کہتے ہیں کہ آج سے پہلے کبھی ایسی انہونی بات نہیں ہوئی کہ کسی اونٹ کی شادی ہوئی ہو، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ مجھے اس شادی سے پوری طرح واقفیت ہو۔ مجھے اس شادی کے موقع پر لی گئی اونٹ کی تصویر بھیج دی جائے تاکہ میں دیکھوں کہ اونٹ کی شادی کس انجام سے دو چار ہوئی ہے۔ یہاں دلاور فگار نے محاورے کو بڑی خوب صورتی سے استعمال کیا ہے۔ محاورہ ہے "دیکھیے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔" اس محاورے کا مفہوم یہ ہے کہ اب پتا چلے گا کہ اس معاملے کا کیا انجام ہوتا ہے۔ ایسا معاملہ جس کے انجام کا پتا نہ ہو بلکہ اس کے بارے میں صرف قیاس ہی کیا جا سکتا ہو۔ شاعر کہتا ہے کہ چونکہ پہلے کبھی کسی اونٹ کی شادی نہیں ہوئی اس لیے میں اس معاملے کے انجام کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے مجھے اونٹ کی شادی کی تصویر بھیج دیں۔

تبصرہ

دلاور فگار ایک قادر الکلام شاعر ہیں۔ انھیں موضوع پر پوری گرفت حاصل ہے۔ انھوں نے تمثیلی انداز میں اونٹ کی شادی کا ذکر کر کے ہمارے معاشرے پر گہرا طنز کیا ہے۔ مثالیں بھی خوب ہیں۔ محاورات کا استعمال بھی برموقع ہے جس نے نظم میں بڑی موزونیت پیدا کر دی ہے۔ آسان الفاظ میں بڑی گہری باتیں کی ہیں جنھیں پڑھ کر ہنسی بھی آتی ہے اور ان میں چھپا ہوا طنز نشتر کا کام بھی کرتا ہے۔

حل مشقی سوالات

۱۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب لکھیے:

(الف) نظم میں شاعر نے "نیا گل کھلانے" کا ذکر کر کے کس طرف اشارہ کیا ہے؟

جواب: شاعر نے اخبار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اخبار نے ایک انہونی اور عجیب و غریب خبر شائع کی ہے کہ ایک اونٹ کی شادی ہے۔

(ب) نکیل پڑنے سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

جواب: نکیل پڑنے سے شاعر کی مراد یہ ہے کہ اب اونٹ قابو میں آ گیا ہے۔

(ج) شاعر نے سر کا درد بڑھنے کی وجہ کیا بتائی ہے؟

جواب: شاعر کہتا ہے کہ اونٹ کو نکیل پڑنے سے اس کے سر کا درد بڑھ گیا ہے۔

(د) نظم کے آخر میں شاعر نے کس ضرب المثل کی طرف اشارہ کیا ہے؟

جواب: نظم کے آخر میں شاعر نے اس ضرب المثل کی طرف اشارہ کیا ہے کہ "دیکھیے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے" یعنی اس انہونی شادی کا کیا انجام ہوتا ہے۔

۲۔ نظم "اونٹ کی شادی" کا متن مدِ نظر رکھ کر درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں:

(الف) نظم "اونٹ کی شادی" شاعر نے لکھی ہے:

(i) سید ضمیر جعفری (ii) سید محمد جعفری
(iii) دلاور فگار (iv) محمود سرحدی

(ب) نظم کے پہلے مصرعے میں آج کے پرچے سے مراد ہے:

(i) آج کا اخبار (ii) رسالہ
(iii) امتحانی پرچہ (iv) پولیس کا پرچہ (FIR)

(ج) کھلانا کا مطلب ہے:

(i) پھول کھلانا (ii) عجیب و غریب کام کرنا
(iii) نئی بات کہنا (iv) انکشاف کرنا

(د) شتر کے گھر میں کیا آیا ہے؟

(i) ہوا کا جھونکا (ii) خوش کن پیغام

(iii) پیامِ بہار (iv) ایک اور اونٹ

(ہ) اُردو میں قیدِ آزادی کسے کہتے ہیں:

(i) قید بامشقت کو (ii) شادی خانہ آبادی کو

(iii) جرم کی سزا کو (iv) آزادی کے خاتمے کو

(الف)	(iii)	(ب)	(i)	(ج)	(iv)	(د)	(iii)	(ہ)	(ii)

-3 نظم کا متن ذہن میں رکھ کے حسبِ ذیل مصرے مکمل کریں:

(الف) کہ سہرا باندھ کے ایک اونٹ بلبلایا ہے

(ب) کہ سر کا درد بڑھا ناک میں نکیل پڑی

(ج) اسی کو کہتے ہیں اُردو میں قیدِ آزادی

(د) مجھے خوشی ہے کہ تم آ گئے پہاڑ تلے

(ہ) مجھے بیاہ کی تصویر بھیج دیں جھٹ پٹ

-4 درج ذیل الفاظ پر اعراب لگا کر تلفظ کریں:

بلبلانا، خوش گوار، نکیل، شتر، کروٹ۔

جواب: بُلبلانا، خُوش گوار، نَکیل، شُتر، کَروَٹ۔

-5 نظم کے قوافی ترتیب سے لکھیں۔

کھلایا، بلبلایا، پیامِ بہار، بے مہار، گھڑی، پڑی، سواری، ذمہ داری، رشتۂ شادی، قیدِ آزادی، چلے، تلے، جھٹ پٹ کروٹ

-6 درج ذیل کا مفہوم واضح کیجیے:

گل کھلانا، بے مہار، نکیل پڑنا، قیدِ آزادی، کسی کروٹ بیٹھنا

الفاظ	مفہوم
گل کھلانا	کوئی نئی بات ہونا، خلافِ معمول کوئی عمل ہونا۔ آفت لانا، عجیب و غریب کام کرنا، فساد کھڑا کرنا، الزام دینا

بے مہار	آوارہ ہونا، قابو میں نہ رہنا
نکیل پڑنا	قابو میں آنا، بے بس ہونا، آزادی ختم ہو جانا
قیدِ آزادی	آزادی کی قید، مراد آزاد ہوتے ہوئے بھی کسی دوسرے کا پابند ہونا
کسی کروٹ بیٹھنا	معاملے کو سلجھانا، معاملے کو انجام تک پہنچانا

-4 نظم کا خلاصہ تحریر کریں۔

جواب: دیکھیے خلاصہ

سرگرمیاں

-1 لائبریری سے دلاور فگار کی کوئی ایک کتاب (ستم ظریفاں، شامتِ اعمال، مطلع عرض ہے یا کلیاتِ دلاور فگار) لے کر مطالعہ کریں اور اپنی پسند کے اشعار اپنی کاپی میں درج کریں۔

جواب: مجھے دلاور فگار کی یہ مزاحیہ نظم زیادہ پسند آئی ہے جو ان کی کتاب مطلع عرض ہے سے لی گئی ہے۔

دلاور فگار کی نظم **"گھروں کے نام"**

اس کراچی میں جہاں طاقت ہے مال و زر کا نام
ایک صاحب نے قفس رکھا ہے اپنے گھر کا نام
یہ نہیں معلوم اس پنجرے میں کون آباد ہے
اس کے بلبل کیسے ہیں، کس قسم کا صیاد ہے
اس قفس کے پنچھیوں کے پر بندھے ہیں یا کھلے
اس میں کتنی بلبلیں ہیں اور کتنے بلبلے
اس مکاں کے شاعرانہ نام سے قطع نظر
نام ہو گھر کا تو ایسا ہو جو کر لے دل میں گھر
متفق ہیں گھر کے ایسے نام پر اہلِ زباں
خانۂ زنجیر، چڑیا گھر، کرایے کا مکاں

نام گھر کے یہ بھی رکھ سکتے ہیں اربابِ نشاط
مقبرہ، مرقد، عدم آباد، مرگھٹ، پل صراط
نام گھر کے سیکڑوں جیسے چراغِ رہگزر
خانۂ ویراں، حریمِ ناز، خالہ جی کا گھر

Q-2 ہر طالب علم اپنی مرضی سے کوئی مزاحیہ تحریر یا اشعار لکھے اور ساتھیوں کو سنائے۔

جواب: مجھے پروفیسر ایاز اصغر شاہین کی نظم ''میں بھی اور بکرا بھی'' بہت زیادہ پسند ہے۔ اسے میں اپنی ڈائری میں لکھ رہا ہوں اور آئندہ جمعے کو اپنے ٹیوٹوریل گروپ میں اپنے دوستوں کو بھی سناؤں گا۔ یہ نظم ٹی وی پر بھی سنائی جا چکی ہے۔

میں بھی اور بکرا بھی

ہیں دونوں صاحبِ ایمان ' میں بھی اور بکرا بھی
کہ ہوں گے عید پر قربان ' میں بھی اور بکرا بھی
مجھے کمبخت نے رسّی چھڑا کر خوب دوڑایا
ہوئے ہیں بے طرح ہلکان ' میں بھی اور بکرا بھی
تھی ضد بیگم کی لے آؤ ' فریزر تم بھی قسطوں پر
بنیں گے قید کا سامان ' میں بھی اور بکرا بھی
ہوئی ہے جیب کی ساری رقم صرفِ خریداری
کھڑے ہیں بر سرِ میدان ' میں بھی اور بکرا بھی
وہ چاٹے مغز ''مَیں مَیں'' سے ' تو میں اس شعر گوئی سے
ہوئے ہیں صاحبِ دیوان ' میں بھی اور بکرا بھی
سنا ہے آئیں گے وہ بھی یقیناً عیدِ قرباں پر
کریں گے پیش پھر دل ' جان ' میں بھی اور بکرا بھی
ذبیحِ عشق ہے وہ ' اور میں کشتۂ محبت کا
ہیں رکھتے ایک سی ہم شان ' میں بھی اور بکرا بھی
اڑائی ران اک ' قصاب ' نے پائے ' بھی چھیچھڑے ' بھی
بنے ہیں جبر کی پہچان ' میں بھی اور بکرا بھی

چلو کچھ دیر تو شاہین باہم گفتگو ہو گی
ہے میری نظم کا عنوان ' میں بھی اور بکرا بھی

اساتذہ کرام کے لیے

1- طلبہ پر طنز اور مزاح کا فرق واضح کریں

جواب: **طنز و مزاح**

طنز و مزاح سنجیدگی کے ساتھ ساتھ زندگی کا اہم پہلو ہے۔ زندگی کو توازن میں رکھنے میں اس کا بڑا حصہ ہے۔ اگر کسی مزاح میں سلیقہ مندی، شائستگی، مہذبانہ انداز، غور و فکر اور زکاوت کا عنصر موجود نہ ہو تو وہ شستہ مزاح کی بجائے پھکڑ پن اور فضول بن جاتا ہے۔ ایک اچھے مزاح نگار کی یہ خوبی ہے کہ اس کی تحریروں میں شائستگی کا عنصر کارفرما ہو۔ مزاح میں زندگی کی ناہمواریوں پر ہمدردانہ نظر ڈالی جاتی ہے۔ مزاح نگار مزاح پیدا کرنے کے لیے مختلف حربے استعمال کرتا ہے۔ دوسری طرف طنز میں نفرت کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ طنز معاشرتی یا اجتماعی فائدے کے لیے ہو تو گوارا ہوتا ہے لیکن شخصی ہو جائے تو مذموم اور نامقبول ٹھہرے گا۔ مزاح نگاری کے میدان میں غالب کے خطوط کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ انھوں نے اپنے خطوط کے ذریعے سے ہلکا پھلکا مزاح پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ طنز و مزاح میں پطرس بخاری اور فرحت اللہ بیگ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ طنز و مزاح میں نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں:

1-سلیقہ مندی 2-زکاوت 3-غور و فکر 4-مہذبانہ انداز 5-شائستگی

اردو کے چند مزاح نگار درج ذیل ہیں

-1	احمد شاہ پطرس بخاری	مضامین پطرس
-2	فرحت اللہ بیگ	مضامین فرحت
-3	شفیق الرحمان	مزید حماقتیں
-4	مشتاق احمد یوسفی	چراغ تلے
-5	ابن انشا	کیا واقعی دنیا گول ہے؟
-6	کرنل محمد خاں	بجنگ آمد

-2 دلاور فگار کے مزاح کی فنی خوبیاں طلبہ کو بتائیں۔

جواب: دلاور فگار ایک منفرد مزاح نگار ہیں۔ وہ واقعاتی مزاح پیش کر کے ایک ایسا نقشہ کھینچتے ہیں کہ پڑھنے والا بے اختیار مسکرا اٹھتا ہے۔ وہ طنز کے تیز تیر کو مزاح کی چاشنی میں ڈبو کر استعمال کرتے ہیں کہ مزاح ہی مزاح میں معاشرے کے ڈھکے چھپے ناسور کی جراحی ہو جاتی ہے۔ سمجھنے والا لطف اٹھانے کے ساتھ ساتھ اس میں موجود طنز کی گہرائی تک بھی پہنچ جاتا ہے۔ یہی چیز انھیں صفِ اول کے مزاح نگار کے دوش بدوش کھڑا کر دیتی ہے۔

دلاور فگار نے زیادہ تر کراچی کے حالات پر قلم اٹھایا ہے لیکن ایسا لگتا ہے جیسے ان کی آواز پورے پاکستان کی آواز ہو۔ دوسرے مزاح لکھنے والوں کی طرح دلاور فگار نے مختلف واقعات کو منظوم کر کے ان میں ادبی چاشنی بھر دی ہے۔

-3 طلبہ پر واضح کیا جائے کہ فطرت اور معمول سے ہٹی ہوئی صورت حال ہماری ہنسی کو تحریک دیتی ہے۔ یہ صورت حال مزاحیہ کہلاتی ہے۔

جواب: دیکھیے برائے اساتذہ نمبر 1

-4 طلبہ کو بتایا جائے کہ مزاح نگار کیسے (صورت، واقعہ اور الفاظ وغیرہ سے) مزاح پیدا کرتا ہے۔

جواب: دیکھیے برائے اساتذہ نمبر 1

-5 طلبہ کو بتایا جائے کہ مزاح نگاری الگ سے صنفِ ادب نہیں بلکہ کسی بھی صنف میں مزاح لکھا جا سکتا ہے۔

جواب: مزاح نگار اپنے الفاظ سے عبارت یا نظم میں مزاح پیدا کرتا ہے۔ مزاح کسی بھی صنفِ سخن میں لکھا جا سکتا ہے۔ نظم ہو یا غزل، یا پھر نثر کسی بھی صنف میں مزاح نگار اپنے مشاہدات کی مدد سے مزاح پیش کر سکتا ہے۔ شاعری میں مزاح کے لیے نہ تو خاص بحر کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی خاص صنف کی۔ بہت سے مزاح نگاروں نے نظم، غزل، رباعی وغیرہ میں مزاح پیش کیا ہے۔

جن کو انگریز کا قانون ہو ازبر ان سے
اور سب پوچھ مگر شرع کے احکام نہ پوچھ
ریڈیو میں بھی جو قرآں کی تلاوت نہ سنیں
ان مسلمانوں کی اولاد کا اسلام نہ پوچھ

☆☆☆

سید ضمیر جعفری

اکہ میں لت بیٹھا سا جا، کود جا، بھر جا
قومی تسبیح میں لکھا جا چکا ہے تیرا درجا
نہ گنجائش کو دیکھ اس میں نہ تو مردم شماری کر
لنگوٹی کس، خدا کا نام لے، گھس جا سواری کر
عبث گننے کی یہ کوشش کہ ہیں کتنے نفوس اس میں
کہ نکلے گا بہر عنوان تیرا بھی جلوس اس میں
وہ کھڑکی سے کسی نے مورچہ بندوں کو للکارا
پھر اپنے سر کا گٹھر دوسروں کے سر پہ دے مارا
کسی نے دوسری کھڑکی سے جب دیکھا یہ نظارا
زمین پر آرہا "دھم" سے کوئی تاج سردارا
یہ سارے کھیت کے گنے کتنا لایا ہے ڈبے میں
وہ گھر کی چارپائی تک اٹھا لایا ہے ڈبے میں
کھڑے حقے مع بیتار آتش دان تو دیکھو
یہ قوم بے سر و سامان کا سامان تو دیکھو
صراحی سے گھڑا، روٹی سے دستر خوان لڑتا
مسافر خود نہیں لڑتا مگر سامان لڑتا ہے

www.down

6- طلبہ کو چند دیگر مزاح نگار شعرا (سید محمد جعفری، محمود سرحدی، سید ضمیر جعفری، انور مسعود، نیاز سواتی وغیرہ) کا کلام سنایا جائے۔

مزاح نگاروں کا کلام

جواب:

سید محمد جعفری

ایبسٹریکٹ آرٹ کی دیکھی تھی نمائش میں نے
کی تھی از راہِ مروت بھی ستائش میں نے
آج تک دونوں گناہوں کی سزا پاتا ہوں
لوگ کہتے ہیں کہ کیا دیکھا تو شرماتا ہوں
ایک تصویر کو دیکھا جو کمالِ فن تھی
بھینس کے جسم پہ اک اونٹ کی سی گردن تھی
ٹانگ کھینچی تھی کہ مسواک جسے کہتے ہیں
ناک وہ ناک کہ خطرناک جسے کہتے ہیں
ایک تصویر کو دیکھا کہ یہ کیا رکھا ہے
ورقِ صاف پہ رنگوں کو گرا رکھا ہے
اس نمائش میں جو اطفال چلے آتے تھے
ڈر کے ماؤں کے کلیجے سے لپٹ جاتے تھے
میں نے یہ کام کیا، مفت [illegible] پانے کا
یہ نمائش نہ تھی اک خواب تھا دکھلانے کا

محمود سرحدی

نوکری کے لیے اخبار کے اعلان نہ پڑھ
جان پہچان کی باتیں ہیں، کہا مان، نہ پڑھ
جن کو ملنی ہو، انھیں پہلے ہی مل جاتی ہے
بس دکھاوے ہی کے ہوتے ہیں یہ فرمان نہ پڑھ

☆☆☆

انور مسعود

کتاب سے ہے عزیزوں کا رابطہ قائم
وہ اس سے اب بھی بہت فائدہ اٹھاتے ہیں
کبھی کلاس میں آتے تھے ساتھ لے کے اسے
اب امتحان کے کمرے میں لے کے جاتے ہیں

☆☆☆

جو چوٹ بھی لگی ہے وہ پہلے سے بڑھ کے تھی
ہر ضربِ کربناک پہ میں تلملا اٹھا
پانی کا سوئی گیس کا بجلی کا فون کا
بل اتنے مل گئے ہیں کہ میں بلبلا اٹھا

☆☆☆

آپ بے جرم یقیناً ہیں مگر یہ فدوی
آج اس کام پہ مامور بھی مجبور بھی ہے
عید کا روز ہے کچھ آپ کو دینا ہو گا
رسم دنیا بھی ہے موقع بھی ہے دستور بھی ہے

نیاز سواتی

کھانے کو مل رہا ہے جو کھانا خراب ہے
اس واسطے تو حال تمہارا خراب ہے
ہر اہلیہ کی خُو ہے کہ شوہر سے یہ کہے
بازار سے جو لائے ہو سودا خراب ہے
کہتے ہیں جب گوالے سے "پتلا ہے دودھ کیوں"
کہتا ہے ہم سے بھینس کا چارہ خراب ہے

وہ کھا گیا ہے میرے بھی حصے کی سب غذا
اور یہ بھی کہہ رہا ہے کہ معدہ خراب ہے

کرنے لگا علاج مرا جب سے ڈاکٹر
پہلے سے میرا حال زیادہ خراب ہے

ہر چند حال ہی میں بنایا گیا ہے وہ
پھر بھی ہمارے گاؤں کا رستہ خراب ہے

ایسا کوئی نہیں جو کہے میں ہوں خود خراب
ہر شخص کہہ رہا ہے زمانہ خراب ہے

دو ایک ہی مشین کے پُرزے نہیں خراب
اب تو نیازؔ آوے کا آوا خراب ہے

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) آج سہرا باندھ کر آیا ہے:

(i) گھوڑا (ii) گدھا
(iii) اونٹ (iv) شیر

(ب) کبھی کبھی بڑا بے مہار ہے:

(i) اونٹ (ii) سہرا
(iii) ہار (iv) مالک

(ج) سر کا درد بڑھا اور ناک میں:

(i) خون آیا (ii) زخم آیا
(iii) درد ہوا (iv) نکیل پڑی

(د) اونٹ اب بوجھ اٹھائے گا:

(i) بہت کم (ii) ذمہ داری کا

(iii) غیروں کا (iv) بہت زیادہ

(ہ) اب اصل میں اونٹ آیا ہے:

(i) گلی میں (ii) سایے میں

(iii) جنگل میں (iv) پہاڑ تلے

(و) مجھے جھٹ پٹ بھیج دیں:

(i) اونٹ کا نکاح نامہ (ii) دعوت نامہ

(iii) بیاہ کی تصویر (iv) اونٹ کی تصویر

(ز) دیکھیے اونٹ بیٹھتا ہے:

(i) کس کروٹ (ii) کس دن

(iii) کس کے گھر (iv) کس وقت

(ح) ''اونٹ کی شادی'' نظم کس کی ہے:

(i) مرزا محمود سرحدی نے (ii) دلاور فگار نے

(iii) سید ضمیر جعفری نے (iv) انور مسعود نے

جواب

جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر
(ii)	(د)	(iv)	(ج)	(ii)	(ب)	(iii)	(الف)
(ii)	(ح)	(i)	(ز)	(iii)	(و)	(iv)	(ہ)

مرزا محمود سرحدی
(1913ء تا 1967)

مال گودام روڈ

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو طنزیہ اور مزاحیہ شاعری سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو طنز اور مزاح کے مابین موجود فرق سمجھانا۔
- طلبہ کو واقعاتی مزاح کے بارے میں معلومات دینا۔
- طلبہ کو مزاحیہ انداز میں معاشرتی خرابیوں سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو مرزا محمود سرحدی کے فنِ شاعری سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو مرزا محمود سرحدی کے حالاتِ زندگی سے روشناس کروانا۔

شاعر کے حالاتِ زندگی

مرزا محمود سرحدی کا اصل نام عبداللطیف تھا۔ شاعری میں محمود تخلص کرتے تھے۔ پاکستان کے سرحدی صوبے سے تعلق تھا، اس لیے مرزا محمود سرحدی کے نام سے مشہور ہیں۔

مرزا محمود سرحدی یکم جنوری 1913ء کو مردان میں پیدا ہوئے۔ مرزا صاحب بڑی باغ و بہار قسم کی شخصیت تھے۔ نہایت ہنس مکھ تھے۔ لطیفے ہر وقت ان کے نوکِ زبان رہتے۔ وہ جس محفل میں بھی بیٹھتے اسے کشتِ زعفران بنا دیتے۔ انھوں نے طالب علمی کے زمانے سے ہی شعر کہنا شروع کر دیے تھے۔ آغاز سنجیدہ غزل سے کیا لیکن بعد میں ان کا رجحان مزاحیہ نظمیں اور قطعات لکھنے کی طرف ہو گیا۔ میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد مرزا صاحب فوج میں بھرتی ہو گئے لیکن یہاں ان کا دل نہ لگا۔ جلد ہی انھوں نے فوج کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ 1948ء میں ان کا کلام پشاور سے شائع

ہونے والے ایک ادبی مجلے ''سنگِ میل'' میں شائع ہوا تو مرزا صاحب کی ادبی شناخت پورے ملک میں پھیل گئی۔

مرزا صاحب نے مالی طور پر کوئی زیادہ آسودہ حال زندگی نہ گزاری۔ فیلڈ مارشل ایوب خاں کے دور میں حکومت نے مرزا صاحب کے لیے 250روپے ماہوار کا وظیفہ منظور کیا تھا لیکن اتنی کم رقم میں گزارہ مشکل تھا۔ مرزا صاحب نے تجرد زندگی ہی گزاری۔ انھوں نے شادی نہیں کی تھی۔

مرزا صاحب کی شاعری کا پہلا مجموعہ ''سنگینے'' تھا، جو 1956ء میں شائع ہوا۔ ان کا دوسرا مجموعۂ کلام ''اندیشۂ شہر'' کے نام سے شائع ہوا۔ دوسرا مجموعہ کلام ان کی وفات کے بعد 1970ء میں فارغ بخاری نے مرتب کیا تھا۔

وفات: مرزا صاحب کو دمے کی بیماری تھی۔ چونکہ کھانے پینے میں پرہیز کے زیادہ قائل نہیں تھے اس لیے ہمیشہ کھانستے رہتے تھے جس سے ان کی سانس اُکھڑ جاتی تھی۔ مرزا صاحب نے 1967ء میں صرف چون سال کی عمر میں وفات پائی۔

مرکزی خیال

مرزا محمود سرحدی نے پشاور کی مال روڈ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ سڑک نہایت خراب ہے۔ اس پر سفر کرنا اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ معلوم نہیں کب حکومت اس سڑک کی بدحالی کو دور کرنے کی طرف توجہ دے گی۔

خلاصہ

ویسے تو میرے شہر میں بے شمار سڑکیں ہیں لیکن ان میں مال گودام روڈ ایک بے مثال سڑک ہے۔ اس سڑک پر کئی تانگے اُلٹ چکے ہیں اور کئی گھوڑوں کا انتقال ہو چکا ہے۔ اس سڑک کے آس پاس رہنے والے لوگ بھی پریشان ہیں۔ شام کو اس سڑک پر گیدڑوں کی وجہ سے رونق ہو جاتی ہے۔ اس سڑک پر انسانوں کی بجائے گاڑیوں کی

www.dow

تعداد زیادہ ہے۔ ایسی ایسی کھائیاں ہیں کہ مرنے کے بعد انسان ان میں دفن بھی ہو سکتا ہے۔ مختلف قسم کی سواریاں اس سڑک سے متاثر ہوتی ہیں۔ اگر بارش آ جائے تو اس سڑک پر کشتیاں بھی چل سکتی ہیں۔ ڈھلوانیں ہیں جو حادثے کا سبب بن سکتی ہیں۔ اگر کسی کو اس سڑک پر سفر کرنے کا اتفاق ہو تو اس کے واپس آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں سوچتا ہوں کہ میرے وظیفے کی طرح حکومت کو کب اس سڑک کی بدحالی کا خیال آئے گا۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
لازوال	ہمیشہ رہنے والی	مثال	مانند، طرح
چھاتی	سینہ	انتقال	مرجانا، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا
آس پاس	اردگرد	ویران	بے آباد
خستہ حال	بُری حالت	شغال	گیدڑ
لاری	بس	خال خال	کوئی کوئی
کھائی	گڑھا	وصال	ملنا یہاں مراد مرنے سے ہے
ڈگمگانا	لڑکھڑانا	سلامت	باقی رہنا
مجال	ہمت	اکثر	عام طور پر
احتمال	اندیشہ	ڈھلوان	اترائی
لرزنا	کانپنا	باکمال	اپنے کام میں ماہر
اتفاق سے	کسی موقع پر، اچانک، غیر متوقع طور پر	وظیفہ	حکومتی امداد

اشعار کی تشریح

شعر نمبر:1,2 یوں تو میرے شہر میں سڑکیں کئی ہیں لازوال
لیکن ایک ایسی سڑک بھی ہے نہیں جس کی مثال
اس کی چھاتی پر کئی تانگے اُلٹ کر رہ گئے
سیکڑوں گھوڑوں کا اس پر ہو چکا ہے انتقال

حلِ لغت

لازوال: ہمیشہ باقی رہنے والا۔ مثال: نظیر۔ چھاتی: سینہ۔ الٹ کر رہ جانا: اوندھا ہونا۔ انتقال: مرجانا، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا

مفہوم: ویسے تو میرے شہر کی کئی سڑکیں ہمیشہ خراب رہنے والی ہیں لیکن ایک ایسی سڑک بھی ہے جس کی کوئی مثال نہیں۔ اس کے سینے پر کئی تانگے اوندھے ہوئے ہیں اور سیکڑوں گھوڑوں کا اس سڑک پر انتقال ہو چکا ہے۔

تشریح: مرزا محمود سرحدی طنز و مزاح میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنے اردگرد کی مضحکہ خیز باتوں پر بڑی گہری نظر رکھی اور اسے اپنی شاعری کا حصہ بنایا ہے۔ پشاور کی مال گودام روڈ کی ابتر حالت کو دیکھتے ہوئے انھوں نے یہ نظم لکھی ہے جو واقعاتی مزاح کی عمدہ مثال ہے۔ لکھتے ہیں کہ میرے شہر کی کئی سڑکیں ایسی ہیں جو عرصہ دراز سے خراب پڑی ہیں۔ یہ سڑکیں ٹوٹی پھوٹی ہیں۔ ان سڑکوں کا کوئی بھی پُرسانِ حال نہیں۔ نہ ہی کسی نے ان سڑکوں کی حالت کو بہتر بنانے کے لیے ان کی طرف کبھی توجہ دی ہے۔ یہ ہمیشہ سے بُری حالت میں ہیں اور شاید ہمیشہ بری حالت میں رہیں۔ ان سڑکوں میں سے سب سے برا حال مال گودام روڈ کا ہے۔ یہ سڑک اتنی زیادہ خراب ہے کہ اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ اس سڑک کی خرابی کی وجہ سے کئی تانگے الٹ چکے ہیں اور ان

کے الٹنے کی وجہ سے تانگوں میں جتے ہوئے گھوڑے مر چکے ہیں۔ اس کے باوجود سڑک کی بہتری اور مرمت کی طرف کسی نے توجہ نہیں دی ہے۔

شعر نمبر 3,4: آس پاس اس کے جو بستے ہیں نہ ان کی پوچھیے
جس قدر ویراں ہے یہ ہیں اس قدر وہ خستہ حال
رونقیں ہی رونقیں ہیں جس طرف بھی دیکھیے
چیخنے لگتے ہیں اس پر شام ہوتے ہی شغال

حل لغت

آس پاس: ارد گرد۔ بستے ہیں: مقیم ہیں، رہتے ہیں۔ ویران: بے آباد، بنجر۔ خستہ حال: بُری حالت، پتلی حالت۔ رونق: چہل پہل، گہما گہمی۔ شغال: گیدڑ

مفہوم: اس سڑک کے آس پاس جو لوگ رہتے ہیں ان کی حالت بھی اس ویران سڑک کی طرح پتلی ہے۔ جس طرف بھی دیکھیے رونق ہی رونق نظر آتی ہے اور شام ہوتے ہی اس پر گیدڑوں کی چیخ و پکار شروع ہو جاتی ہے۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ اس سڑک کے اردگرد جو مکین ہیں ان کی زندگی بھی عجیب ہے۔ جس قدر اس سڑک کی حالت بری ہے ویسی ہی بری حالت یہاں رہنے والے لوگوں کی بھی ہے کیوں کہ انھیں روزانہ اسی ٹوٹی پھوٹی سڑک سے گزر کر اپنے گھر جانا ہوتا ہے۔ یہاں ویران سے مراد خستہ حال سڑک ہے چونکہ ان لوگوں کے گھر یہاں ہیں اس لیے اس سڑک پر سفر کرنا ان لوگوں کی مجبوری ہے۔ اس کے بعد شاعر کہتا ہے کہ صبح کے وقت تو اس سڑک پر کافی رونق رہتی ہے۔ چہل پہل اور گہما گہمی ہوتی ہے لیکن شام کے وقت اس سڑک پر گیدڑوں کا قبضہ ہو جاتا ہے۔ وہ اس سڑک پر آ کر چیخنے چلانے لگتے ہیں۔ گیدڑوں کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ ویران جگہ پر آ کر چیخیں مارتے ہیں۔ شاعر نے اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ شام کو یہ سڑک ویران ہو جاتی ہے۔

شعر نمبر5: لاریاں پٹرول کی دیکھو گے اس پر صبح و شام
ورنہ انساں تو نظر آتا ہے اس پر خال خال

حل لغت

لاری: بس۔ خال خال: کوئی کوئی

مفہوم: پٹرول والی بسیں تو اس سڑک پر صبح و شام نظر آتی ہیں ورنہ انسان تو کوئی کوئی ہی نظر آتا ہے۔

تشریح: شاعر اس سڑک کی افادیت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس سڑک سے صبح و شام بہت سی گاڑیاں گزرتی ہیں۔ لوگ ان گاڑیوں میں سفر کر کے اپنے اپنے کاموں پر جاتے ہیں۔ یہ ایک مصروف شاہراہ ہے۔ یہاں انسانوں سے زیادہ گاڑیاں چلتی ہیں۔ اس کے باوجود اس سڑک کی طرف دھیان نہیں دیا جاتا۔ اس کی مرمت کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔ لوگ پریشانی کا شکار ہیں مگر سڑک بنانے والوں کو اس کا خیال نہیں آتا۔ یہاں مرزا صاحب حکومتی اداروں پر گہرا طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عوام کی سہولت کے کاموں کی طرف حکومت کوئی توجہ نہیں دیتی۔

شعر نمبر6,7: اس میں ایسی کھائیاں ہیں ایسے ایسے غار ہیں
دفن ہو سکتا ہے جن میں آدمی بعد از وصال
ڈگمگا جاتے ہیں ریڑھے لڑکھڑا جاتی ہے جیپ
واپس آ جائے سلامت سائیکل کی کیا مجال

حل لغت

کھائی: گڑھا۔ وصال: لفظی مطلب ملنا لیکن یہاں مراد مرنے سے ہے یعنی مرنے کے بعد انسان اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے۔ ڈگمگانا: لڑکھڑانا۔ سلامت: باقی رہنا۔ مجال: ہمت

www.do

مفہوم: اس سڑک پر ایسی ایسی کھائیاں اور غار ہیں کہ مرنے کے بعد آدمی ان میں دفن بھی ہو سکتا ہے۔ اس سڑک سے گزرنے والے ریڑھے اور جیپیں لڑکھڑا جاتی ہیں اور سائیکل سوار کی سائیکل سلامت نہیں رہتی۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ سڑک بُری طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ جگہ جگہ گڑھے پڑے ہیں۔ کچھ گڑھے تو اتنے بڑے ہیں کہ مرنے کے بعد آدمی ان گڑھوں میں دفن بھی کیے جا سکتے ہیں۔ ان کے لیے قبر کھودنے کی بھی ضرورت نہیں۔ یہ گڑھے غاروں کا منظر پیش کرتے ہیں۔ شاعر کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ سڑک بری طرح ٹوٹ چکی ہے۔ سڑک کی حالت اتنی بُری ہے کہ اس پر چلنے والی سائیکل ٹوٹ جاتی ہے۔ اس کا حال بُرا ہو جاتا ہے۔ اس کا کوئی پرزہ سلامت نہیں رہتا۔ سائیکل سوار پریشان ہوتا ہے کہ سائیکل کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا ہے۔ پھر اسے پتا چلتا ہے کہ اس کی سائیکل کی یہ خراب حالت ٹوٹی پھوٹی سڑک کی مرہونِ منت ہے۔

شعر نمبر 8: مینہ برس جائے تو چل سکتی ہیں اس پر کشتیاں
ڈوب جانے کا بھی ہو جاتا اکثر احتمال

حل لغت

مینہ: بارش۔ اکثر: عام طور پر۔ احتمال: اندیشہ، ڈر، خطرہ

مفہوم: بارش ہو جائے تو اس سڑک پر کشتیاں بھی چل سکتی ہیں۔ اکثر اوقات ان کشتیوں کے ڈوب جانے کا خطرہ بھی رہتا ہے۔

تشریح: ایک تو سڑک کی حالت ویسے ہی بہت خراب ہے۔ ایسے میں اگر بارش ہو جائے تو حالت مزید خراب ہو جاتی ہے۔ نکاسِ آب کا مناسب انتظام نہ ہونے کی وجہ سے سڑک پر پانی کھڑا ہو جاتا ہے اور یہ پانی اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ اس

پانی میں کشتیاں بھی چلائی جا سکتی ہیں بلکہ یہ پانی اتنا گہرا ہوتا ہے کہ اس میں چلنے والی کشتیاں ڈوب بھی سکتی ہیں۔ یہاں مرزا صاحب مبالغہ آرائی سے کام لے رہے ہیں۔ بارش کے پانی میں کشتیاں نہیں چلائی جا سکتیں۔ ان کا مقصد صرف سڑک کی بدحالی کو بیان کرنا ہے۔

شعر نمبر:9,10 اس کی ڈھلوانوں پہ موٹر کا دھڑک جاتا ہے دل
اس کے موڑوں پر لرز جاتے ہیں اکثر باکمال
اس پہ جانے کا کبھی ہوتا ہے جس کو اتفاق
اس کے لوٹ آنے کا پیدا ہی نہیں ہوتا سوال

حلِ لغت

ڈھلوان: ڈھلان، اترائی۔ لرزنا: کانپنا۔ باکمال: اپنے کام میں ماہر۔ اتفاق سے: اچانک سے، غیر متوقع طور پر۔ لوٹ آنا: واپس مڑنا

مفہوم: اس سڑک کی اترائی پر موٹر کا دل دھڑک جاتا ہے۔ اس سڑک پر جو موڑ آتے ہیں، ان سے اکثر باکمال لوگ بھی کانپ جاتے ہیں۔ جو کوئی اچانک اس سڑک پر سفر کرتا ہے وہ واپس لوٹ کر اس سڑک پر نہیں آتا۔

تشریح: شاعر مال گودام روڈ کی حالت زار کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ سڑک بالکل سیدھی نہیں ہے بلکہ اس سڑک پر جگہ جگہ اترائیاں ہیں۔ ایسی اترائیاں ہیں جن پر چلتے ہوئے گاڑی بھی گھبرا جاتی ہے۔ اس کے دل میں خطرہ پیدا ہو جاتا ہے کہ کہیں میں الٹ نہ جاؤں۔ وہ ڈرائیور جو فنِ ڈرائیوری میں ماہر ہیں یعنی جن کی ڈرائیونگ بہت عمدہ ہے وہ بھی اس سڑک کے موڑوں سے گھبرا جاتے ہیں کیوں کہ یہ موڑ بہت خطرناک ہیں۔ پتا ہی نہیں چلتا کہ مخالف سمت سے کوئی گاڑی آ رہی ہے۔ یہ خطرناک موڑ بھی حادثے کا سبب بنتے ہیں۔

اکثر لوگ انجانے میں اس سڑک پر سفر کرتے ہیں لیکن وہ بھول کر بھی دوبارہ اس سڑک پر سفر کرنے کا نہیں سوچتے بلکہ اگر انھیں اسی راستے سے واپس بھی آنا پڑے تو وہ اس کی بجائے کوئی اور راستہ اپنا لیتے ہیں خواہ وہ راستہ اس راستے سے طویل ہی کیوں نہ ہو۔ سڑک کی خستہ حالی انھیں دوبارہ اس سڑک پر سفر کرنے سے روکتی ہے۔

شعر نمبر 11:

سوچتا رہتا ہوں کب میرے وظیفے کی طرح
اس کی بدحالی کا آتا ہے حکومت کو خیال

حلِ لغت

وظیفہ: حکومتی امداد۔ بدحالی: بُری حالت

مفہوم: میں سوچتا ہوں کہ میرے وظیفے کی طرح حکومت کو کب اس سڑک کی بُری حالت کا خیال آتا ہے۔

تشریح: مرزا محمود سرحدی پشاور ہائی سکول میں ہیڈ ماسٹر تھے۔ اس سے پہلے وہ فوج میں ملازمت کرتے تھے۔ صدر ایوب کے دورِ حکومت میں انھیں حکومت کی طرف سے گزر بسر کے لیے وظیفہ ملتا تھا۔ وظیفے کی رقم 250 روپے تھی۔ وہ دمے کے مریض تھے۔ انھوں نے شادی نہیں کی۔ ایک دفعہ انھیں کافی دنوں تک حکومت کی طرف سے ملنے والا وظیفہ نہ ملا۔ انھوں نے اپنا اور مال گودام روڈ کا موازنہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ جس طرح عدم توجہی کی بنا پر یہ سڑک بدحالی اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکی ہے، اسی طرح حکومتی امداد نہ ملنے کی وجہ سے میری زندگی بھی مشکلات کا شکار ہے۔ نہ حکومت کو اس سڑک کی مرمت سے کوئی دلچسپی ہے اور نہ ہی میرے وظیفے کا کچھ خیال ہے۔ معلوم نہیں کب حکومت کو میری حالتِ زار پر رحم آئے گا اور میرے وظیفے کی رقم کا اجرا کیا جائے گا اور پتا نہیں کب اس سڑک کی مرمت کی طرف دھیان دیا جائے گا۔

تبصرہ

یہ ایک طنزیہ نظم ہے۔ مرزا محمود سرحدی نے پشاور کی ایک سڑک کی حالت زار بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سڑک عدم توجہی کا شکار ہے۔ انھوں نے حکومت پر گہرا طنز کرتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت ایک مصروف ترین سڑک کی مرمت پر توجہ نہیں دے رہی۔ آسان الفاظ میں انھوں نے ایک اہم مسئلے کی طرف توجہ دلائی ہے اور حقیقت کی نقاب کشائی کی ہے۔

حل مشقی سوالات

1- مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) شاعر کس سڑک کو بے مثال کہہ رہا ہے؟

جواب: شاعر پشاور کی مال گودام روڈ کو بے مثال کہہ رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جس طرح یہ سڑک ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے، اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔

(ب) مذکور سڑک پر گھوڑوں پر کیا بیتی؟

جواب: اس سڑک پر جو تانگے چلتے ہیں وہ الٹ جاتے ہیں اور ان میں جُتے ہوئے گھوڑے انتقال کر جاتے ہیں۔

(ج) سڑک پر چلنے والی کن سواریوں کا حلیہ بگڑتا ہے؟

جواب: سڑک پر چلنے والی سواریوں میں سے ریڑھے اور جیپوں کا حلیہ بگڑ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سائیکل بھی صحیح سلامت نہیں رہتی۔ وہ بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتی ہے۔

(د) سڑک پر جسے جانا پڑے، اس کا انجام کیا ہوتا ہے؟

جواب: اس سڑک پر جسے بھی جانے کا اتفاق ہو، اس کے واپس آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(ہ) شاعر نے نظم کے آخری شعر میں کسے توجہ دلائی ہے؟

جواب: شاعر نے نظم کے آخری شعر میں حکومت کو اپنے وظیفے اور سڑک کی بدحالی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ حکومت کو نہ تو میرے مقرر کردہ وظیفے کا خیال ہے اور نہ ہی اس سڑک کی بدحالی کے بارے میں کچھ سوچتی ہے۔

-2 نظم میں مثال، انتقال، حال، شغال، اور وصال ہم آواز الفاظ استعمال ہوئے ہیں، ایسے الفاظ کیا کہلاتے ہیں؟

جواب: ایسے الفاظ جو صوتی اعتبار سے ایک جیسے ہوں انھیں ہم قافیہ الفاظ کہا جاتا ہے۔

-3 متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) شاعر کے پیشِ نظر یہ نظم لکھنے کا مقصد ہے:

(i) تنقید برائے تنقید (ii) مزاح
(iii) طنز برائے اصلاح (iv) مبالغہ آرائی

(ب) نظم "مال گودام روڈ" لکھی ہے؟

(i) جمیل الدین عالی نے (ii) دلاور فگار نے
(iii) محمود سرحدی نے (iv) ضمیر جعفری نے

(ج) جو شخص اس سڑک پر گیا پھر:

(i) تھک کر چُور ہوا (ii) زخمی ہو کر آ گیا
(iii) کبھی لوٹ کر نہ آیا (iv) پھسل پڑا

(د) یہ نظم کس مجموعے سے لی گئی ہے؟

(i) اندیشۂ شہر (ii) مطلع عرض ہے
(iii) سنگینے (iv) فی سبیل اللہ

(ہ) شاعر نے کس سڑک کا مضحکہ اڑایا ہے؟

(i) مال روڈ (ii) مال گودام روڈ

(iii) مجاتی روڈ (iv) بند روڈ

(د) اس سڑک پر تانگے الٹ جانے سے گھوڑوں پر کیا بیتتی ہے؟

(i) بھاگ جاتے ہیں (ii) بے ہوش ہو جاتے ہیں

(iii) مرجاتے ہیں (iv) بیٹھ جاتے ہیں

(ز) سڑک پر شغال کے چیخنے سے واضح ہوتا ہے:

(i) ویرانی (ii) آمدورفت بند

(iii) رونق زیادہ (iv) جنگل

جواب:

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iii)	(ب)	(iii)	(ج)	(iii)	(د)	(i)
(ہ)	(ii)	(و)	(iii)	(ز)	(i)		

4- نظم کو ذہن میں تازہ کریں اور درج ذیل مصرعوں کو مکمل کریں:

(الف) جس قدر ویراں ہے یہ، ہیں اس قدر وہ ــــــــ

(ب) دفن ہو سکتا ہے جن میں ــــــــ بعد از وصال

(ج) ــــــــ جاتے ہیں ریڑھے، لڑکھڑا جاتی ہے جیپ

(د) اس پہ جانے کا کبھی ہوتا ہے جس کو ــــــــ

(ہ) سوچتا رہتا ہوں کب میرے ــــــــ کی طرح

جواب: (الف) جس قدر ویراں ہے یہ، ہیں اس قدر وہ خستہ حال

(ب) دفن ہو سکتا ہے جن میں آدمی بعد از وصال

(ج) ڈگمگا جاتے ہیں ریڑھے، لڑکھڑا جاتی ہے جیپ

(د) اس پہ جانے کا کبھی ہوتا ہے جس کو اتفاق

(ہ) سوچتا رہتا ہوں کب میرے وظیفے کی طرح

5- نظم کا خلاصہ تحریر کریں۔

جواب: دیکھیے خلاصہ

6- نظم کا مرکزی خیال دو تین جملوں میں لکھیے۔

جواب: دیکھیے مرکزی خیال

سرگرمیاں

1- کسی اور مزاحیہ شاعر کی ایک نظم جماعت میں سنائی جائے۔

جواب: مجھے سید ضمیر جعفری کی یہ نظم بہت پسند ہے۔

کھڑا ڈنر

"بُفے" دعوت' پہ بلوایا گیا ہوں
پلیٹیں دے کے بہلایا گیا ہوں

کبھی باتوں میں اُلجھایا گیا ہوں
کہیں کرسی سے ٹکرایا گیا ہوں

نہ آئی پر نہ آئی میری باری
پلاؤ تک بہت آیا گیا ہوں

کبابوں کی رکابی ڈھونڈنے کو
کئی میلوں میں دوڑایا گیا ہوں

برائے قتل قلیہ ہائے باسی
چُھری کانٹے سے لڑوایا گیا ہوں

مٹر کے واسطے جب کی مٹر گشت
تو "آلو گوشت" میں پایا گیا ہوں

ضیافت کے بہانے درحقیقت
مشقت کے لیے لایا گیا ہوں

-2 یہ نظم اپنی کاپیوں پر لکھیں۔

جواب: طلبہ اپنی اپنی کاپی پر یہ نظم لکھیں اور استاد صاحب کو دکھائیں۔

-3 شاعر نے اس نظم میں سڑک کا مزاحیہ انداز میں ذکر کیا ہے۔ پطرس بخاری نے جی ٹی روڈ کا جو حلیہ اپنے مضمون "لاہور کا جغرافیہ" میں بیان کیا ہے، استاد صاحب کی مدد سے وہ تلاش کر کے جماعت میں سنایا جائے۔

جواب: **لاہور کا جغرافیہ** از پطرس بخاری

جو سیاح لاہور تشریف لانے کا ارادہ رکھتے ہیں ان کو یہاں کے آمدورفت کے ذرائع کے متعلق چند ضروری باتیں ذہن نشین کر لینی چاہیے، تاکہ وہ یہاں کی سیاحت سے کماحقہٗ اثر پذیر ہو سکیں، جو سڑک بل کھاتی ہوئی لاہور کے بازاروں میں سے گزرتی ہے، تاریخی اعتبار سے بہت اہم ہے۔ یہ وہی سڑک ہے جو شیر شاہ سوری نے بنوائی تھی۔ یہ آثار قدیمہ میں شمار ہوتی ہے اور بے حد احترام کی نظروں سے دیکھی جاتی ہے، چنانچہ اس میں کسی قسم کا ردوبدل گوارہ نہیں کیا جاتا۔ وہ قدیم تاریخی گڑھے اور خندقیں جوں کی توں موجود ہیں جنھوں نے کئی سلطنتوں کے تختے الٹ دیے تھے۔ آج کل بھی کئی لوگوں کے تختے یہاں الٹتے ہیں اور عظمتِ رفتہ کی یاد دلا کر انسان کو عبرت سکھاتے ہیں۔

بعض لوگ زیادہ عبرت پکڑنے کے لیے ان تختوں کے نیچے کہیں کہیں دو ایک پہیے لگا لیتے ہیں اور سامنے دو بَم لگا کر ایک گھوڑا ٹانگ دیتے ہیں۔ اصطلاح میں اس کو تانگہ کہتے ہیں، شوقین لوگ اس پر موم جامہ منڈھ لیتے ہیں، تاکہ پھسلنے میں سہولت ہو اور بہت زیادہ عبرت پکڑی جا سکے۔

اصلی اور خالص گھوڑے لاہور میں خوراک کے کام آتے ہیں، قصابوں کی

دکانوں پر انھی کا گوشت بکتا ہے اور زین کس کر کھایا جاتا ہے، تانگوں میں ان کی بجائے بناسپتی گھوڑے استعمال کیے جاتے ہیں۔ بناسپتی گھوڑے شکل و صورت میں دم دار ستارے سے ملتے ہیں کیوں کہ ان گھوڑوں کی ساخت میں دم زیادہ اور گھوڑا کم پایا جاتا ہے۔ حرکت کے وقت اپنی دم کو دبا لیتا ہے اور اس ضبطِ نفس سے اپنی رفتار میں ایک سنجیدہ اعتدال پیدا کرتا ہے تاکہ سڑک کا ہر تاریخی گڑھا اور تانگے کا ہر ہچکولا اپنے نقش آپ پر ثبت کرتا جائے، اور آپ ہر ایک مقام لطف اندوز ہو سکے۔

اساتذہ کرام کے لیے

-1 **طلبہ کو بتایا جائے کہ مزاح نگار صورتِ واقعہ سے کس طرح مزاح پیدا کرتا ہے؟**

جواب: جواب کے لیے دیکھیے نظم ''اونٹ کی شادی'' برائے اساتذہ نمبر 4

-2 **طلبہ کو بتائیں کہ بات پر لطف انداز میں کیسے کی جا سکتی ہے۔**

جواب: کسی بات کو فطرت اور معمول سے ہٹ کر بیان کیا جائے اور پڑھنے والا یا سننے والا اس کے انجام سے بے خبر ہو یا انجام اس کی توقع کے خلاف ہو اور فطرت سے بھی ہٹ کر ہو تو بات میں مزاح پیدا کیا جا سکتا ہے۔ مزاح میں زندگی کی ناہمواریوں پر ہمدردانہ نظر ڈالی جاتی ہے۔ مزاح نگار مزاح پیدا کرنے کے لیے مختلف حربے استعمال کرتا ہے جیسے آپ کوئی لطیفہ سنیں اور آخری جملہ آپ کی توقع کے خلاف ہو اور فطرت کے بھی خلاف ہو تو یقیناً آپ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ جائے گی۔

مزاح دو طرح کا ہوتا ہے۔ لفظی مزاح اور واقعاتی مزاح

واقعاتی مزاح میں اپنے کسی مشاہدے کو دلچسپ انداز میں بیان کرنا ہوتا ہے یا لفظوں کے ہیر پھیر اور دوہرے مفہوم کو اس طرح بیان کرنا کہ اس میں مزاح

کا رنگ غالب ہو۔

-3 طلبہ کو بتائیں کہ عام نظم اور مزاحیہ نظم میں کیا فرق ہوتا ہے۔

جواب: عام نظم کسی ایک مرکزی خیال کے گرد گھومتی ہے اس میں زندگی کے مسائل یا کوئی واقعہ بالکل سیدھے سادے انداز میں پیش کیا جاتا ہے جب کہ مزاحیہ نظم میں تمثیلی انداز اختیار کیا جاتا ہے اور مذاق ہی مذاق میں کسی سنجیدہ واقعہ کی نشان دہی کی جاتی ہے۔

-4 طلبہ سے دریافت کریں کہ انھوں نے اور کوئی مزاحیہ نظم پڑھی ہے تو وہ رسالہ، کتاب وغیرہ جماعت میں لا کر دوسروں کو سنائیں۔

جواب: دیکھیے سرگرمیاں نمبر 1

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدنظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) مال گودام روڈ پر الٹ کر رہ گئے:

(i) کئی سائیکل سوار (ii) کئی تانگے
(iii) کئی ریڑھے (iv) کئی ٹرک

(ب) اس سڑک پر انتقال ہو چکا ہے:

(i) کئی راہگیروں کا (ii) ہزاروں اونٹوں کا
(iii) بے شمار گدھوں کا (iv) سیکڑوں گھوڑوں کا

(ج) "شغال" کا مطلب ہے:

(i) گیدڑ (ii) مشغول
(iii) مشغلہ اپنانا (iv) مصروف رہنا

(د) اس سڑک پر خال خال نظر آتے ہیں:

(i) گھوڑے (ii) ٹرک
(iii) تانگے (iv) انسان

(ہ) اس سڑک سے سلامت واپس نہیں آتی:

(i) کار (ii) جیپ
(iii) بس (iv) سائیکل

(و) حکومت کو اس سڑک کی بدحالی کا خیال نہیں آتا:

(i) دوسری سڑکوں کی طرح (ii) میرے وظیفے کی طرح
(iii) عوام کی بدحالی کی طرح (iv) میری صحت کی طرح

جوابات

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(ii)	(ب)	(iv)	(ج)	(i)	(د)	(iv)
(ہ)	(iv)	(و)	(ii)				

مولانا حسرت موہانی
(1875ء تا 1951ء)

مصیبت بھی راحت فزا ہو گئی ہے

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو غزل سے واقفیت دلانا۔
- طلبہ میں غزل کو سمجھنے کا شعور پیدا کرنا۔
- طلبہ کو غزل کی ماہیت کے بارے میں بتانا۔
- طلبہ کو مطلع اور مقطع سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو حسرت موہانی کے حالاتِ زندگی سے آگاہ کرنا، خاص طور پر قید کے دوران میں لکھی گئی صحافتی شاعری سے روشناس کروانا۔
- طلبہ کو حسرت موہانی کے اسلوبِ بیان سے آشنا کرنا۔

شاعر کے حالاتِ زندگی

نام سید فضل الحسن اور تخلص حسرت تھا۔ اودھ کے قصبہ موہان میں پیدا ہوئے۔ اسی نسبت سے حسرت موہانی مشہور ہو گئے۔ والد کا نام سید اظہر حسن تھا۔ حسرت کا سلسلہ نسب امام علی ابن موسیٰ رضا سے ملتا ہے۔ حسرت کے دادا سید محمود نیشاپور سے موہان آئے تھے۔ حسرت کی ابتدائی تعلیم پرانی طرز پر عمل میں آئی۔ قرآن حکیم اور فارسی کی مروجہ کتابیں اپنے علاقے کے علماء سے پڑھیں۔ اس کے بعد موہان مڈل سکول میں داخل ہو گئے۔

حسرت کے والد کی کچھ جائیداد فتح پور میں تھی، جس کے انتظام کے لیے ان کا قیام فتح پور میں رہتا تھا۔ انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے لیے وہ اپنے والد کے پاس چلے گئے اور گورنمنٹ ہائی سکول، فتح پور سے میٹرک کا امتحان خاص امتیاز کے ساتھ پاس کیا

جس پر سرکاری وظیفہ بھی ملا۔ یہیں سے انھوں نے عربی و فارسی تعلیم کی تکمیل کی۔ یہاں کی آب و ہوا حسرت کی ادبی تعلیم کے لیے بہت راس آئی۔

کچھ عرصہ بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے وہ ڈاکٹر ضیاء الدین کی دعوت پر علی گڑھ پہنچے۔ یہاں ان کے ہم جماعتوں میں مولانا محمد علی جوہرؔ کے بڑے بھائی مولانا شوکت علی اور سید سجاد حیدر یلدرم جیسے نامور سیاستدان اور ادیب بھی شامل تھے۔ علی گڑھ یونیورسٹی سے حسرت نے عربی اور ریاضی کے اختیاری مضامین کے ساتھ بی۔ اے کیا۔ علی گڑھ کے علمی اور ادبی ماحول نے حسرت کی اہلیت و صلاحیت کو مزید جلا بخشی اور خاص طور پر ان کی ادبی دلچسپیوں کی وجہ سے دور دور ان کے ادبی اور سیاسی رجحان کا شہرہ ہو گیا۔

حسرت کی سیاسی دلچسپی بھی طالب علمی کے زمانے سے شروع ہو چکی تھی۔ 1908ء میں حسرت کو سیاسی معاملات میں حصہ لینے کی وجہ سے قید بامشقت کی سزا بھی ملی اور انگریزی حکومت نے انھیں باغی قرار دیا۔ اس قید و بند کے مصائب کا جستہ جستہ ذکر بھی حسرت کی غزل میں ملتا ہے۔ ان کا مشہور شعر ہے ۔

ہے مشقِ سخن جاری، چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے، حسرت کی طبیعت بھی

وہ پہلے کانگریس اور پھر مسلم لیگ میں باقاعدہ حصہ لیتے رہے اور انگریزی سیاست کے شدید ترین مخالفوں میں شامل تھے۔

سیاسی مشاغل کے باوجود حسرت شعر و ادب کی برابر خدمت کرتے رہے۔ "انتخاب سخن" کے نام سے گیارہ جلدوں میں تمام ممتاز قدیم و جدید شعرا کے دواوین کا انتخاب بھی شائع کیا۔ وہ نہایت پاکیزہ منش، بااصول اور منکسر المزاج انسان تھے۔ حسرت، تسلیم لکھنوی کے شاگرد تھے۔ تسلیم، نسیم دہلوی اور حکیم مومن کے شاگرد تھے۔ اس لیے حسرت نے ابتداء میں تسلیم و مومن کے رنگ میں شعر کہنا شروع کیا اور دلی سکول کے طرز کو پسند کیا۔ بعد کی غزلوں میں حسرت کا اپنا رنگ پایا جاتا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
مصیبت	آفت	راحت فزا	خوشی کو زیادہ کرنا
آرزو	تمنا، خواہش	راہ نما	راہبر
دیار	کوچہ گلی، ملک، شہر	وفا	محبت
باد	ہوا	صرصر	آندھی
صبا	صبح کی ٹھنڈی ہوا	درماندہ	قافلے سے بچھڑا ہوا
بارگاہ	دربار	عطا ہونا	ملنا، عنایت ہونا
گنہ گار	گناہ کرنے والا	خطا	غلطی
رتبہ	مرتبہ	رتبہ دانِ محبت	محبت کا بلند مقام و مرتبہ جاننے والا
انتہا	آخری حد	ابتدا	شروع

غزل کا مفہوم اور تشریح

غزل کے لغوی معنی ہیں عشق و محبت کی باتیں کرنا یا محبوبوں سے باتیں کرنا، شکار کے وقت ہرن کے منہ سے جو فریاد نکلتی ہے اس کو بھی غزل کہتے ہیں۔ مولانا حالی لکھتے ہیں کہ محبت کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ انسان کو انسان سے اپنے ملک اور قوم سے اور سب سے بڑھ کر خدا سے محبت ہو سکتی ہے۔ اس لیے اسے صرف عورت کی ذات تک محدود نہیں کرنا چاہیے۔

اشعار کی تشریح کیسے کی جائے؟

غزل کی تشریح نظم کی تشریح سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ نظم میں کوئی واقعہ یا

منظر بیان کیا جاتا ہے جب کہ غزل میں شاعر اپنے جذبات و احساسات کو پیش کرتا ہے۔ اس لیے غزل کی تشریح کے لیے ضروری ہے کہ پہلے شاعر کے جذبات و احساسات کو سمجھا جائے۔ تمام انسانوں کے جذبات قریب قریب یکساں ہوتے ہیں اور ایک کامیاب شاعر انھی جذباتِ انسانی کی بہترین ترجمانی کرتا ہے۔ بقول غالبؔ

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

غزل کے اشعار کی تشریح کرتے ہوئے مندرجہ ذیل امور کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

(1) شعر کے صرف ظاہری الفاظ کو نہ دیکھیں بلکہ یہ دیکھیں کہ ان الفاظ کے پردے میں کیا جذبہ اور احساس پوشیدہ ہے۔ اس جذبے یا احساس کو سمجھ کر اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

(2) شاعر اپنے جذبے کو دو مصرعوں میں بیان کرتا ہے۔ وہ اس پر مجبور ہے لیکن آپ مجبور نہیں ہیں۔ آپ جتنی چاہیں تشریح کریں۔ ایک اچھا شاعر انسانی جذبات کی بہترین ترجمانی کرتا ہے۔ آپ ان جذبات کو سمجھیں اور پھر انھیں اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

(3) پہلے شعر کے ظاہری معنی بیان کریں پھر دیکھیں کہ اس کے حقیقی معنی کیا ہیں؟ دوسرے لفظوں میں پہلے مجازی (دنیاوی) معنی لیں اور پھر حقیقی معنی بیان کریں۔ مجازی معنی کے لیے لیلیٰ مجنوں کی مثال سامنے رکھیں۔ اس سے مفہوم سمجھنے میں آسانی پیدا ہوگی اور پھر اس سے حقیقی معنی مراد لیں جیسے میر تقی میرؔ کا شعر ہے۔

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو اب وفا کر چلے

آپ پہلے اس شعر کو لیلیٰ مجنوں سے منسوب کریں۔ گویا مجنوں یہ بات کہتا ہے

کہ میں لیلیٰ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اب میں نے اپنی جان کی بازی لگا کر اپنے اس عہد کو پورا کر دکھایا ہے۔ یہ مجازی معنی ہیں۔ حقیقی معنی یہ ہوں گے کہ ایک بندۂ مومن بھی جس کے دل میں عشق جاگزیں ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی جدائی میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ وہ بے دریغ اپنے محبوبِ حقیقی کا وصال حاصل کرنے کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیتا ہے۔ بعض اشعار کے مجازی اور حقیقی دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں اور بعض کے صرف مجازی یا حقیقی۔

(4) غزل کے اشعار کی تشریح کرتے ہوئے مہذب اور شائستہ الفاظ استعمال کریں۔ جیسے معشوق اور معشوقہ کی بجائے محبوب اور دوست کے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں۔ اس کے علاوہ صیغہ مؤنث استعمال نہ کریں۔ تشریح کے الفاظ جان دار ہونے چاہئیں تاکہ دیکھنے والے کو پتا چل سکے کہ طالب علم کا مطالعہ وسیع ہے۔

(5) ہر شعر کا مرکزی خیال سمجھنے کی کوشش کریں۔ جب آپ اسے سمجھ لیں گے تو پھر تشریح میں آسانی رہے گی۔ مرکزی خیال شعر کی جان ہوتا ہے۔ اگر مرکزی خیال سمجھ میں آ جائے تو پھر اس کے مطابق تشریح کرنی چاہیے۔

(6) آپ کو اچھے اچھے شعر یاد ہونے چاہئیں تاکہ شعر کی تشریح میں ہم موزوں شعر لکھ سکیں۔ اس طرح تشریح کے زیادہ نمبر ملتے ہیں۔ ممتحن کو پتا چلتا ہے کہ طالب علم نصاب کی کتابوں کے علاوہ دوسری کتابوں سے بھی دلچسپی رکھتا ہے۔ تشریح میں استعمال ہونے والے شعر معیاری ہونے چاہئیں۔

اشعار کی تشریح

شعر نمبر 1
مصیبت بھی راحت فزا ہو گئی ہے
تری آرزو رہنما ہو گئی ہے

www.ilmkidunya.com

حل لغت

مصیبت: مشکل، آفت۔ راحت فزا: خوشی کو بڑھانا۔ آرزو: تمنا، خواہش۔
راہنما: راہبر، راستا دکھانے والا

مفہوم: مصیبت بھی خوشی کو زیادہ کرنے والی ہو گئی ہے۔ کیوں کہ تیری تمنا میری راہبر ہو گئی ہے۔

تشریح: حسرت موہانی اردو غزل کے ایسے شاعروں میں شامل ہیں جنھوں نے اردو غزل کی کشادہ دامانی میں مزید اضافہ کیا ہے۔ انگریزوں کے خلاف سیاست میں حصہ لینے کی پاداش میں انھیں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں لیکن دورانِ قید بھی شاعری کا شغل جاری رہا۔ اس شعر میں کہتے ہیں کہ مجھ پر آنے والی مصیبت میرے لیے مصیبت نہیں رہی بلکہ میں تو اس مصیبت سے بھی خوشیوں کا رس کشید کر لیتا ہوں۔ کوئی کام مسلسل کیا جائے تو انسان اس کا عادی ہو جاتا ہے، پھر انسان کو اس کام میں لطف آنے لگتا ہے۔ بقول مرزا غالب

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

اسی طرح حسرت موہانی کہتے ہیں کہ مجھ پر آنے والی مشکلات اب میرے لیے خوشیوں کی طرح ہیں کیوں کہ میں ان مشکلات کو خاطر میں نہیں لاتا ہوں۔

علاجِ درد میں بھی درد کی لذت پہ مرتا ہوں
جو تھے پاؤں میں کانٹے نوکِ سوزن سے نکالے ہیں

حسرت کہتے ہیں کہ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہ مصیبت میری جان لے لے گی۔ میرے لیے تو اس میں بھی خوشی کا پہلو نمایاں ہے۔ اس طرح تو میری اللہ تعالیٰ سے ملنے کی آرزو پوری ہو جائے گی یعنی میری قسمت ہر حال میں میرے لیے اچھی ہی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ تیری تمنا میری راہبر ہو گئی ہے، مجھے

www.downloadclassnotes.com

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

URDU FOR 10TH CLASS (HISSA-E-GHAZAL)

راستے کا نشان مل گیا ہے۔ میں اسی خوشی اس راستے پر چلا جا رہا ہوں کیوں کہ اس راستے کا اختتام ایک اچھی منزل پر ہے۔ وہ منزل اللہ تعالیٰ سے وصال کی منزل ہے۔

شعر نمبر2 یہ وہ راستا ہے دیارِ وفا کا
جہاں بادِ صرصر ، صبا ہو گئی ہے

حل لغت

دیارِ وفا: محبت کی گلی، یار کا کوچہ۔ بادِ صرصر: تیز آندھی۔ صبا: صبح کی ٹھنڈی ہوا

مفہوم: یہ دیارِ وفا کا وہ راستا ہے جہاں سے گزرتے ہوئے تیز آندھی بھی صبح کی ٹھنڈی ہوا جیسی معلوم ہوتی ہے۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ اگر منزل اچھی اور مرضی کے مطابق ہو تو راستے کی دشواریوں کو خاطر میں نہیں لایا جاتا بلکہ یہ مصیبتیں تو محسوس ہی نہیں ہوتیں۔ دل میں لگن اور شوق ہو، منزل پر پہنچنے کی تمنا ہو تو ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ محبوب کے در تک جانے والا راستا نہایت مختصر اور آسان محسوس ہوتا ہے۔ یہ حقیقی شعر ہے۔ حسرت موہانی کہتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ سے ملنا چاہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی ایک ہی صورت ہے کہ میری یہ فانی زندگی ختم ہو جائے۔ میری زندگی کے دن پورے ہو جائیں اور میں رب تعالیٰ کا دیدار کروں۔ لیکن ایک دن میری زندگی کے دن پورے ہو جائیں گے۔ اگرچہ یہ دن تکلیفوں سے بھرے پڑے ہیں لیکن یہ دنیاوی تکلیفیں چند روزہ ہیں۔ میرے ذہن میں ایک اچھی منزل کا تصور ہے۔ اس لیے یہ دنیا کی تکالیف مجھے ڈرا نہیں سکتیں بلکہ میں تو ان تکالیف سے لطف اٹھاتا ہوں۔ مجھے تیز آندھی بھی صبح کی ٹھنڈی ہوا جیسی معلوم ہوتی ہے یعنی دنیا کی مصیبتیں بھی میرے لیے خوشی کا باعث بنتی ہیں۔

شعر نمبر3 میں درماندہ اس بارگاہِ عطا کا
گنہ گار ہوں ، اک خطا ہو گئی ہے

حلِ لغت

درماندہ: قافلے سے بچھڑا ہوا، جدا ہونا۔ بارگاہِ عطا: اللہ تعالیٰ کا دربار، لفظی معنی ہیں جہاں سے کچھ ملتا ہو۔ گنہ گار: گناہ کرنے والا۔ خطا: غلطی ۔

مفہوم: میں اللہ تعالیٰ کے دربار سے جدا ہو گیا ہوں۔ میں گنہ گار ہوں مجھ سے ایک غلطی ہو گئی ہے۔

تشریح: شاعر نے اس شعر میں حضرت آدمؑ کے جنت سے نکالے جانے والے واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا تو انھیں جنت میں بھیج دیا اور کہا "جو چیز چاہو یہاں سے کھاؤ پیو لیکن خبردار اس درخت کے قریب مت جانا" مراد یہ کہ اس درخت کا پھل نہ کھانا لیکن شیطان نے حضرت آدمؑ کو ورغلا دیا اور دھوکے سے منع کیے گئے درخت کا پھل کھانے پر مجبور کیا۔ حضرت آدمؑ نے اس درخت کا پھل کھا لیا اور اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کی پاداش میں جنت سے نکلنا پڑا اور انھیں زمین پر بھیج دیا گیا۔ شاعر کہتا ہے کہ میں یعنی آدم اللہ تعالیٰ کے دربار سے بچھڑا ہوا ہوں۔ ایک غلطی ہو گئی تھی یعنی غلطی سے منع کیے گئے درخت کا پھل کھا لیا جس کی وجہ سے آدم گنہ گار بن گیا۔ میں اس غلطی کی تلافی کر کے، اللہ تعالیٰ کے حکم پر چل کر اسی مقام پر پہنچنا چاہتا ہوں۔ وہی میرا اصل مقام ہے۔

شعر نمبر4 ترے رتبہ دانِ محبت کی حالت
ترے شوق میں کیا سے کیا ہو گئی ہے

حلِ لغت

رتبہ دانِ محبت: مرتبے کو پہچاننے والا۔ حالت: کیفیت

www.downloadclassnotes.com

مفہوم: تیری محبت کا بلند مقام اور مرتبہ جاننے والے کی حالت تجھ سے ملنے کے شوق میں کیسی ہو گئی ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی پہچان کے لیے پیدا کیا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ انسان اپنی تخلیق کے مقصد کو سمجھے اور میرے مقام کو جانے۔ شاعر کہتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی محبت کی قدر و قیمت کو سمجھ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قدم پر میری راہ نمائی کی ہے۔ وہ مجھ سے بڑی محبت رکھتا ہے کیوں کہ وہ میرا خالق ہے۔ میں اس بات کو سمجھ گیا ہوں۔ میں بھی اللہ تعالیٰ سے بہت محبت رکھتا ہوں کیوں کہ میں اس کا بندہ ہوں۔ انسان جس سے محبت رکھتا ہے اس سے ملنے کی خواہش بھی وہ اپنے دل میں رکھتا ہے۔ میں بھی اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق رکھتا ہوں۔ اس شوق میں ہر دم یہی آرزو کرتا ہوں کہ مجھے رب تعالیٰ کا دیدار ہو جائے۔

شعر نمبر 5:

پہنچ جائیں گے انتہا کو بھی حسرتؔ
جب اس راہ کی ابتدا ہو گئی ہے

حل لغت

انتہا: آخری حد۔ ابتدا: آغاز، شروع

مفہوم: انتہا کو بھی حسرتؔ پہنچ جائیں گے۔ اس راہ کی ابتدا ہو گئی ہے۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ ہم اپنی منزل پر پہنچ ہی جائیں گے کیوں کہ ہمارے سفر کی ابتدا ہو گئی ہے۔ ہم نے سفر شروع کر لیا ہے۔ اس شعر میں حسرتؔ نے انسانی زندگی کا فلسفہ بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب انسان اس دُنیا میں آتا ہے تو اس کے ساتھ ہی اس کی واپسی کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ جو انسان اس دنیا میں آیا ہے اس نے واپس بھی جانا ہے۔ موت برحق ہے۔ کسی نے جلد تو کسی نے بدیر آخر کار اس دنیا سے جانا ہی ہے۔ بقول شاعر

ب۔ آتے ہوئے اذاں ہوئی جاتے ہوئے نماز
اتنے قلیل وقت میں آئے چلے گئے

حسرتؔ کہتے ہیں کہ ہمیں ایک خاص وقت تک کے لیے اس دنیا میں قیام کرنا ہوتا ہے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ سے واپسی کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ انسان کی پیدائش کے ساتھ ہی یہ وقت کم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ الٹی گنتی شروع ہو جاتی ہے۔ کم ہوتے ہوتے آخر ایک دن یہ وقت ختم ہو جاتا ہے۔ زندگی کا سفر تمام ہو جاتا ہے۔ بقول شاعر

چلے تو کٹ ہی جائے گا سفر آہستہ آہستہ
ہم اس کے پاس جاتے ہیں مگر آہستہ آہستہ

تبصرہ

حسرتؔ موہانی کی یہ غزل حقیقی ہے۔ اس میں زندگی کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے۔ انداز نہایت سادہ مگر دل نشین ہے۔ بحر چھوٹی اور قافیے آسان ہیں۔ شعروں میں روانی ہے۔ سادگی اور سلاست کے ساتھ حسرتؔ کا کلام شگفتگی بیانی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ پھولوں کا گلدستہ مہک رہا ہو۔ ان کی زبان مستند اور معیاری ہے۔

حل مشقی سوالات

1- مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) شاعر کے ہاں مصیبت کے "راحت فزا" ہونے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: شاعر کہتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے ملنے کی تمنا ہے۔ اس راہ میں کیسی ہی مشکلات کیوں نہ پیش آئیں مجھے اپنی خواہش پوری کرنی ہے۔ اس لیے شاعر کو دنیاوی مصیبتیں راحت فزا معلوم ہوتی ہیں۔

www.downloadclassnotes.com

(ب) کون سے راستے پر چلنے سے مصیبت خوشی میں تبدیل ہو جاتی ہے؟

جواب: محبوب کے در کی طرف جانے والے راستے پر چلنے سے مصیبت خوشی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ یہاں محبوب سے مراد محبوبِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ ہے۔

(ج) شاعر منزلِ مقصود پر پہنچنے کے لیے پُرامید ہے، کیوں؟

جواب: شاعر اس لیے منزل پر پہنچنے کے لیے پُرامید ہے کہ اس نے سفر کا آغاز کر دیا ہے۔ اس سفر کا اختتام منزل پر ہی ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں آتا ہے اور اس کے سفر کی ابتدا ہو جاتی ہے۔ اس سفر کی انتہا یعنی اس سفر کی منزل آخرت کی زندگی ہے۔ اس منزل پر ہر ایک نے پہنچنا ہے۔ اس لیے شاعر اس منزل پر پہنچنے کے لیے پُرامید ہے۔

-2 قوسین میں دیے گئے موزوں لفظ سے خالی جگہ پُر کیجیے:

(الف) محبوب کی ــــــــ رہنما بن گئی۔ (محبت، جدائی، آرزو)

(ب) غزل کے چوتھے شعر میں حالت بدلنے سے مراد حالت کا ــــــــ ہونا ہے۔ (خیر، بہتر، بدتر)

(ج) اس غزل میں ہم قافیہ الفاظ کی تعداد ــــــــ ہے۔ (چھے، سات، آٹھ)

جواب: (الف) محبوب کی آرزو رہنما بن گئی۔

(ب) غزل کے چوتھے شعر میں حالت بدلنے سے مراد حالت کا بدتر ہونا ہے۔

(ج) اس غزل میں ہم قافیہ الفاظ کی تعداد چھے ہے۔

-3 حسرت موہانی کی غزل کے متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) کون سی چیز راحت فزا ہو گئی ہے:

(i) رنج (ii) مصیبت
(iii) ناکامی (iv) حسرت

(ب) شاعر نے کس چیز کو رہنما ٹھہرایا ہے؟

(i) وصلِ محبوب (ii) محبوب کی تمنا
(iii) واعظ کی نصیحت (iv) غمِ روزگار

(ج) کون سا راستہ ہے جہاں بادِ صرصر صبا ہو گئی ہے؟

(i) راہِ محبت (ii) دیارِ وفا

(iii) رو دیارِ غیر (iv) غمِ روزگار

(د) انجا تک کھینچ کی شرح کیا ہے؟

(i) ابتدا کرنا (ii) جہدِ مسلسل

(iii) ایثار (iv) چاہت اور محبت

(الف)	(ii)	(ب)	(ii)	(ج)	(ii)	(د)	(i)

-4 حسرت موہانی کی اس غزل کے قوافی اور ردیف الگ الگ کر کے لکھیں۔

جواب: اس غزل کے قوافی درج ذیل ہیں۔

فزا، رہنما، صبا، خطا، کیا، ابتدا

اس غزل کی ردیف "ہو گئی ہے" ہے۔

-5 غزل کے تیسرے شعر اور مقطع کی تشریح کریں۔

جواب: دیکھیے تشریح

-6 درج ذیل الفاظ وتراکیب کا مفہوم واضح کیجیے۔

راحت فزا، صرصر، درماندہ، بارگاہِ عطا، انجا

الفاظ وتراکیب	مفہوم
راحت فزا	خوشی کو دوبالا کرنا۔ خوشی کو زیادہ کرنا، بڑھانا
صرصر	آندھی، تیز ہوا، تند ہوا، جھکڑ
درماندہ	قافلے سے بچھڑا ہوا، الگ ہو جانے والا، جدا ہو جانے والا

-7 اس غزل کا جو شعر آپ کو سب سے زیادہ پسند ہو، اسے اپنی کاپی پر خوش خط لکھیں اور پسندیدگی کی وجہ بھی تحریر کیجیے۔

جواب: مجھے اس غزل کا یہ شعر زیادہ پسند ہے۔

میں درماندہ اس بارگاہِ عطا کا
گنہ گار ہوں اک خطا ہو گئی ہے

یہ شعر مجھے اس لیے پسند ہے کہ اس میں حضرت آدم علیہ السلام کے اس دنیا میں واقعے کی طرف اشارہ ہے جب وہ جنت سے نکال کر دنیا میں بھیجے گئے تھے۔

www.downloadclassnotes.com

8- اس غزل کا مطلع اور مقطع اپنی کاپیوں میں خوش خط لکھیں۔

جواب: اس غزل کا مطلع درج ذیل ہے۔

مصیبت بھی راحت فزا ہو گئی ہے
تری آرزو رہنما ہو گئی ہے

اس غزل کا مقطع درج ذیل ہے۔

پہنچ جائیں گے انتہا کو بھی حسرت
جب اس راہ کی ابتدا ہو گئی ہے

مطلع

اس کے معنی "طلوع ہونے کی جگہ" کے ہیں۔ اصطلاح میں کسی غزل یا قصیدے کے پہلے شعر کو مطلع کہتے ہیں بشرطیکہ اس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ یا ہم قافیہ و ہم ردیف ہوں۔ غالب کی ایک غزل کا مطلع اس طرح ہے۔

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

مقطع

غزل کے آخری شعر کو، جس میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے، مقطع کہتے ہیں۔ اگر تخلص موجود نہ ہو تو وہ شعر مقطع نہیں ہوگا، بلکہ آخری شعر ہوگا۔ ناصر کاظمی کی ایک غزل کا مقطع ہے:

وقت اچھا بھی آئے گا ناصر
غم نہ کر، زندگی پڑی ہے ابھی

مطلع کی مزید مثالیں

جس سر کو غرور آج ہے یاں تاجوری کا
کل اس پہ یہیں شور ہے پھر نوحہ گری کا
(میر تقی میر)

چمن میں رہنے دے کون آشیاں نہیں معلوم
نہال کس کو کرے باغباں نہیں معلوم
مطلع

مرے صنم کا کہاں ہے مکاں نہیں معلوم
خدا کا نام سنا ہے نشاں نہیں معلوم

مطلع ثانی

اخیر ہو گئے غفلت میں دن جوانی کے
بہار عمر کب ہوئی خزاں نہیں معلوم

حسن مطلع

کیا کیا فریب دل کو دیے اضطراب میں
اُن کی طرف سے آپ لکھے خط جواب میں

مطلع

شوخی نے تم کو ڈال دیا اضطراب میں
کچھ تمکنت کا لطف نہ دیکھا شباب میں

مطلع ثانی

گر وہ نہ آئیں گے تو اجل آئے گی ضرور
تسکیں ملی بعض ہے ہمارے اضطراب میں

حسن مطلع

مقطع کی مزید مثالیں

مقطع کے لغوی معنی ہیں کاٹنا لیکن شاعری کی اصطلاح میں غزل اور قصیدے کے آخری شعر کو جس میں شاعر نے اپنا تخلص استعمال کیا ہو، مقطع کہلاتا ہے جیسے

اے داغؔ کوئی مجھ سا نہ ہو گا گناہ گار
ہے معصیت سے میری جہنم عذاب میں

(داغ)

آج تک بے قرار ہے حسرتؔ
کیا وہ افسوں نگاہِ یار میں تھا

(حسرتؔ)

اگر شعر کے آخری مصرعے میں شاعر نے اپنا تخلص استعمال نہ کیا ہو تو وہ مقطع

نہیں کہلائے گا۔ اسی طرح شاعر اگر اپنا تخلص کسی ایسے شعر میں استعمال کرتا ہے جو آخری نہیں ہے تو اسے بھی مقطع نہیں کہیں گے۔ مقطع کے بعد غزل یا قصیدے کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی شاعر ایک مقطع کہنے کے بعد پھر اسی زمین اور قافیہ و ردیف میں شعر کہنا چاہتا ہے تو اسے ایک نیا مطلع کہ کر دوبارہ غزل کہنا پڑتی ہے۔ شاعر اپنے کمالِ فن کا مظاہرہ کرنے کے لیے دو غزلے، سہ غزلے بلکہ چہار غزلے تک بھی کہتے ہیں۔ فی زمانہ یہ رجحان ختم ہو چکا ہے۔

سرگرمیاں

1- انٹرنیٹ یا کسی دیگر ذریعے سے حسرت موہانی کی تصویر تلاش کریں۔ تصویر چارٹ پر لگائیں اور حسرت کے تین اشعار خوش خط لکھیں۔

جواب: طلبہ حسرت موہانی کی تصویر تلاش کریں۔

حسرت موہانی کے تین شعر درج ذیل ہیں۔

ہے مشقِ سخن جاری، چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے، حسرت کی طبیعت بھی

نگاہِ یار جسے آشنائے راز کرے
وہ اپنی خوبیِ قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

اسی کا جلوہ ہر جانب عیاں ہے
نمودِ حسن بے صورت کہاں ہے

2- ہر طالب علم کچھ شعر زبانی یاد کرے۔

جواب: مجھے یہ شعر زیادہ اچھے لگتے ہیں۔

ہے عمل میں کامیابی موت میں ہے زندگی
جا لپٹ جا لہر سے دریا کی کچھ پروا نہ کر

www.dow ... com

لاؤں وہ تنکے کہاں سے آشیانے کے لیے
بجلیاں بے تاب ہوں جن کو جلانے کے لیے

یہ دستور زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

اساتذہ کرام کے لیے

1- حسرت نے اپنی شاعری کو کئی قسموں مثلاً عاشقانہ اور فاسقانہ وغیرہ میں بانٹا ہے۔ اس کی وضاحت کی جائے۔

جواب: حسرت نے اپنی شاعری کو مختلف جہتوں میں تقسیم کیا ہے۔ حسرت معاملہ بندی کے بہترین شاعر ہیں۔ معاملہ بند اس شاعر کو کہتے ہیں کہ جو معاملات عشق نظم کرے۔ مثلاً کہتے ہیں کہ "مومن، جرأت کی طرح معاملہ بند ہیں۔" حسرت نے معاملہ بندی کے مختلف پہلوؤں کو موضوع بحث بنایا ہے۔ لیکن حسرت کی معاملہ بندی عشق پاکباز سے عبارت ہے۔ وہ حقیقی انسانی جذبات کی بہترین ترجمانی کرتے ہیں۔ حسرت امید و رجا کے شاعر ہیں۔ وہ محبت میں ہمیشہ پر امید رہتے ہیں۔ وہ مایوسی و نامرادی سے نا آشنا ہیں۔ ان کی جذبات نگاری میں مخصوص نشاط آمیز تازگی اور پاکیزگی پائی جاتی ہے۔ ان کے ہاں مریضانہ غم پسندی نہیں ہے۔

مختصر یہ کہ فانی بدایونی کی یاس و حسرت، اصغر گونڈوی کی پاکیزگی، مجروحی اور لطافت، جگر کی سرمستی اور سرشاری کے اجزا، حسرت نے اس طرح کلام میں سموئے ہیں کہ اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ اس انفرادیت میں موجودہ کسی شاعر سے ان کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

www. com

-2 حسرت موہانی کے زمانے کے سیاسی و سماجی حالات طلبہ کو بتائے جائیں اور اس کے پیش منظر میں اس غزل کا مطالعہ کروایا جائے۔

جواب: دیکھیے حالاتِ زندگی

-3 طلبہ کو حسرتؔ کی سیاسی جدوجہد، رکن پارلیمنٹ ہونے اور قید و بند کے بارے میں بتایا جائے۔

جواب: حسرت کی سیاسی دلچسپی بھی طالب علمی کے زمانے سے شروع ہو چکی تھی۔ 1908ء میں حسرت کو سیاسی معاملات میں حصہ لینے کی وجہ سے قید بامشقت کی سزا بھی ملی اور انگریزی حکومت نے انھیں باغی قرار دیا۔ اس قید و بند کے مصائب کا جستہ جستہ ذکر بھی حسرت کی غزل میں ملتا ہے۔ ان کا مشہور شعر ہے

ہے مشقِ سخن جاری، چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے، حسرت کی طبیعت بھی

وہ پہلے کانگریس اور پھر مسلم لیگ میں باقاعدہ حصہ لیتے رہے اور انگریزی سیاست کے شدید ترین مخالفوں میں شامل تھے۔

-4 حسرتؔ موہانی کی کم از کم دو غزلیں طلبہ کو سنائی جائیں۔

جواب: حسرت موہانی کی غزلیں

ہر حال میں رہا جو تیرا آسرا مجھے
مایوس کر سکا نہ ہجوم بلا مجھے
رہتا ہوں غرق ان کے تصور میں روز و شب
مستی کا پڑ گیا ہے کچھ ایسا مزا مجھے
کافی ہے ان کے پائے حنا بستہ کا خیال
ہاتھ آئی خوب سوزِ جگر کی دوا مجھے

www. ... .com

کیا کہتے ہو کہ اور لگالوں کسی سے دل
تم سا نظر بھی آئے کوئی دوسرا مجھے

اس بے نشاں کے ملنے کی حسرتؔ ہوئی امید
آبِ بقا سے بڑھ کے ہے زہرِ فنا مجھے

ہے مشقِ سخن جاری چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی

ظاہر ہے رندوں پر ان کا یہ کرم یکسر
اے ساقیٔ جاں پرور کچھ لطف و عنایت بھی

رکھتے ہیں مرے دل پر کیوں تہمتِ بے تابی
یاں نالۂ مضطر کی جب مجھ میں ہو قوت بھی

ہر چند ہے دل شیدا حریتِ کامل کا
منظور دعا لیکن ہے قید و محبت بھی

ہیں شاد و صفی شاعر یا شوق و وفا حسرتؔ
پھر ضامن محشر ہیں اقبالؔ بھی وحشتؔ بھی

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدنظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) راحت فنا ہوگئی ہے:

(i) دولت (ii) عزت
(iii) شہرت (iv) معیت

www.downloadclassnotes.com

(ب) شاعر کے بقول رہنما ہو گئی ہے:

(i) راستے کی مشکل (ii) آرزو

(iii) ہوا (iv) خوشبو

(ج) بادِ صرصر صبا ہو جاتی ہے:

(i) صبح کے وقت (ii) شام کے وقت

(iii) دیارِ وفا میں (iv) خوشی کے لمحات میں

(د) شاعر کے مطابق وہ درماندہ ہے۔

(i) بارگاہِ عطا کا (ii) وطن کا

(iii) ساتھیوں کا (iv) اعزہ و اقارب کا

(ہ) غزل کا آخری شعر جس میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرے کہلاتا ہے:

(i) قافیہ (ii) ردیف

(iii) مطلع (iv) مقطع

(و) شاعر کے مطابق اب سفر کی انتہا بھی ہو جائے گی کیوں کہ:

(i) گاڑی اچھی مل گئی ہے (ii) سفر کی ابتدا ہو گئی ہے

(iii) ہم سفر اچھے ہیں (iv) سفر کم رہ گیا ہے

جوابات

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iv)	(ب)	(ii)	(ج)	(iii)	(د)	(i)
(ہ)	(iv)	(و)	(ii)				

جگر مراد آبادی

(1890ء تا 1958ء)

آدمی آدمی سے ملتا ہے

تدریسی مقاصد

- ◉ غزل کے محاسن سے طلبہ کو واقف کروانا۔
- ◉ طلبہ میں شعر کو سمجھنے کا شعور پیدا کرنا۔
- ◉ طلبہ کو سہل ممتنع سے آگاہ کرتے ہوئے اس کی مزید مثالیں بتانا۔
- ◉ طلبہ کو جگر مراد آبادی کی شاعری کے اسلوب سے واقفیت کروانا۔
- ◉ طلبہ کو جگر مراد آبادی کے حالاتِ زندگی سے آگاہ کرنا۔
- ◉ ردیف اور قافیے کے مابین فرق کو واضح کرنا۔

شاعر کے حالاتِ زندگی

علی سکندر نام، جگر تخلص تھا۔ 1890ء میں مراد آباد میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان، شاہانِ مغلیہ کے دربار میں اثر و رسوخ رکھتا تھا۔ جگر کے والد مولوی علی نظر بھی صاحبِ دیوان شاعر تھے اور خواجہ وزیر لکھنوی کے شاگرد تھے۔ جگر کے چچا بھی غزل گو شاعر تھے۔ اس طرح جگر ایک طرح پیدائشی شاعر تھے۔ شاعری میں اصغر گونڈوی کے شاگرد تھے۔ یہ وہ دور تھا، جب ملک میں مرزا داغ دہلوی کی عاشقانہ غزلوں کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ جگر کا مزاج بھی عاشقانہ تھا، انھوں نے ہوش سنبھالتے ہی غزل کی صورت میں قافیہ پیمائی شروع کر دی۔

جگر کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہ ملا۔ مگر شاعری کا ذوقِ سلیم ترکے میں ملا تھا۔ ابتدا میں اپنے والد سے اصلاح لی۔ بعد میں داغ دہلوی اور تسلیم لکھنوی کو کلام

دکھانے لگے۔

جگر اول و آخر ایک شاعر تھے۔ انھوں نے اور سب مشاغل کے مقابلے میں اگر کوئی کام نمایاں طور پر کیا ہے تو وہ صرف شعر و شاعری ہے اور اس میں سے غزل گوئی ہے۔ جدید دور کے غزل گو شاعروں میں جگر کا نام بہت نمایاں ہے۔ جگر صرف اور صرف غزل کے شاعر تھے۔ ان کی شہرت اور مقبولیت کا دارومدار صرف ان کی غزل گوئی پر ہے۔ غزل گو شاعر کی حیثیت سے نقادوں نے مولانا حسرت موہانی کی طرح ان کو بھی رئیس المتغزلین قرار دیا ہے۔ یقیناً یہ امتیاز جگر کے قبول عام کا ایک ثبوت ہے۔

جگر اردو کے ان مقبول و ہردلعزیز شاعروں میں شامل ہیں، جن کو پڑھا بھی گیا اور سنا بھی گیا۔ وہ مشاعروں کے شاعر تھے۔ وہ جب کسی مشاعرے میں شامل ہوتے تو اس پر چھا جاتے تھے۔ اس کا ایک سبب تو ان کے کلام کی خوبیاں ہیں، اور دوسرا وہ اپنا کلام دل آویز ترنم کے ساتھ پڑھتے تھے اور لوگ ان کے اشعار اور انداز ترنم سے مسحور ہو ہو جاتے تھے۔

تصانیف: جگر کے جو شعری مجموعے چھپ چکے ہیں ان میں حسب ذیل خاص طور پر مشہور ہیں: شعلۂ طور، جذبات جگر، تخیلات جگر، نغمات جگر، داغ جگر اور آتش گل۔

ان کے سارے مجموعے مقبول عام ہوئے۔

وفات: جگر مراد آبادی نے 9 ستمبر 1960ء کو وفات پائی۔

مشکل الفاظ کے معانی

معانی	الفاظ	معانی	الفاظ
قہقہے لگانا	ہنسی	ظلم	ستم
رہا	سلسلہ	سادہ دلی	سادگی
قیامت کا سانحہ	فتنۂ قیامت	دراز قد، باقد	خوش قامتی

www.downl... .com

بے خودی	ہوش میں نہ رہنا لیکن یہاں جذبۂ عمل مراد ہے	ہمسائگی	ہمسایہ ہونا، قریب رہنا
ٹوٹ کر	منقطع ہو کر، الگ ہو کر	سنورنا	درست ہونا، ٹھیک ہونا

اشعار کی تشریح

شعر نمبر ۱

آدمی آدمی سے ملتا ہے
دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

حل لغت

آدمی: انسان

مفہوم

آدمی تو آدمی سے ملتا ہے مگر کسی سے دل نہیں ملتا۔

تشریح

جگر مراد آبادی کی یہ سادہ سی غزل اپنے اندر وسیع معنی سموئے ہوئے ہے۔ اس چھوٹے سے شعر میں انھوں نے انسانی نفسیات کو بیان کیا ہے۔ اس شعر میں وہ دنیا کی خود غرضی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم بظاہر تو ایک دوسرے سے ملاقات رکھتے ہیں لیکن دل سے کسی کے ساتھ ملنا نہیں چاہتے۔ ہمارے دل میں کینہ بھرا ہوا ہے۔ یہاں جگر لوگوں کے قول و فعل میں تضاد کو بیان کر رہے ہیں۔ ہم ہاتھ سے ہاتھ تو ملاتے ہیں مگر ہمارے دل دوسروں کے دل سے نہیں ملتے ہیں۔ بقول شاعر

؎ یہ چلن عام ہے اس دور کے انسانوں کا
فاصلے دل میں رکھے اور بغل گیر ہوئے

یعنی اگر ہمارا کوئی دوست ہم سے ملنے آ جائے تو ہم بظاہر اس کی بہت آؤ بھگت

www.downloadclassnote.com

کرتے ہیں لیکن دل میں یہی سوچ رہے ہوتے ہیں کہ کاش یہ جلدی ہی یہاں سے چلا جائے تاکہ ہم اپنے دوسرے کام دیکھیں۔ انسانوں میں سے خلوص ختم ہوتا جا رہا ہے اور اس کی جگہ اب ظاہر داری نے لے لی ہے۔

شعر نمبر2 بھول جاتا ہوں میں ستم اس کے
وہ کچھ اس سادگی سے ملتا ہے

حل لغت

ستم: ظلم۔ سادگی: سادہ دلی

مفہوم

میں اس کے ستم بھول جاتا ہوں جب وہ سادہ دلی سے ملتا ہے۔

تشریح

اس شعر میں شاعر اپنے محبوب کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میرا محبوب مجھ پر بہت ظلم و ستم کرتا ہے۔ محبوب کی طرف سے سب سے بڑا ستم اس کا نہ ملنا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ میں تنہائی میں بار بار ذہن میں یہ خیال لاتا ہوں کہ جب میری ملاقات اپنے محبوب سے ہوگی تو سب سے پہلے میں اس کی بے رخی کا گلہ کروں گا۔ اس کے بعد اس کی جدائی میں گزارے ہوئے پل اس کے گوش گزار کروں گا۔ اس کی جدائی میں میرا جو حال ہوا ہے اس کے بارے میں بتاؤں گا۔ جدائی میں شاعر کو محبوب کی طرف سے کیا گیا ہر ظلم و ستم یاد آتا ہے مگر جب اس کی ملاقات اپنے محبوب سے ہوتی ہے تو وہ ساری باتیں بھول جاتا ہے۔ محبوب کو سامنے پا کر ہر ظلم و ستم ذہن سے محو ہو جاتا ہے۔ بقول شاعر

سو باتیں کہنے کی ہیں مگر اُن کے روبرو
اک چپ لگی نظر گویا ہیں شرمائے ہوئے

www.u ... com

اسی مضمون کا ساغر صدیقی نے کچھ اس طرح باندھا ہے۔

ہائے آداب محبت کے تقاضے ساغر
لب ہلے اور شکایات نے دم توڑ دیا

شعر نمبر 3 آج کیا بات ہے کہ پھولوں کا
رنگ ، تیری ہنسی سے ملتا ہے

حل لغت

رنگ: روپ، شکل وصورت

مفہوم

آج کیا بات ہے کہ پھولوں کا رنگ و روپ تیری ہنسی جیسا ہے۔

تشریح

یہ تشبیہ کا شعر ہے۔ شاعر پھولوں کے کھلنے کو محبوب کی ہنسی سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتا ہے کہ زندگی میں بہار آگئی ہے۔ ہر طرف پھول ہی پھول کھلے ہیں اور ان پھولوں کا رنگ و روپ میرے محبوب کی ہنسی جیسا ہے۔ جب میرا محبوب کسی بات پر خوش ہوتا ہے تو اس کے ہونٹوں پر ہنسی آجاتی ہے۔ مجھے یہ ہنسی بہت بھاتی ہے۔ باغ میں آج ایسی کیا بات ہے کہ پھولوں کا رنگ و روپ نکھر گیا ہے۔ مجھے یوں معلوم ہو رہا ہے جیسے یہ پھول نہ کھلے ہوں بلکہ میرا محبوب مسکرایا ہو کیوں کہ پھولوں کا کھلنا میرے محبوب کی ہنسی جیسا ہے۔

شعر نمبر 4 سلسلہ ، فتنۂ قیامت کا
تیری خوش قامتی سے ملتا ہے

حل لغت

سلسلہ: رابطہ۔ فتنۂ قیامت: قیامت کا سانحہ۔ خوش قامتی: دراز قد ہونا

www.downloadclassnote.com

مفہوم

قیامت کے سانچے کا سلسلہ تیرے لمبے قد سے ملتا ہے۔

تشریح

شاعر اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ تیری خوش قامتی میرے دل پر غضب ڈھاتی ہے۔ مختلف شعرا نے اپنے محبوب کے مختلف اجزائے جسمانی کی تعریف میں شعر لکھے ہیں۔ کسی نے اپنے محبوب کے ہونٹوں کی تعریف کی ہے تو کوئی اپنے محبوب کی زلفوں پر نثار ہے۔ کسی نے اپنے محبوب کی آنکھوں کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملائے ہیں تو کوئی اپنے محبوب کے دانتوں کو موتی کہتا ہے۔ خواجہ حیدر علی آتش کہتے ہیں۔

ہمیشہ [illegible] وصفِ دندانِ یار
قلم [illegible] موتی پرویا کیا

میر تقی میر یوں کہتے ہیں۔

نازکی اس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

احمد فراز اپنے محبوب کی آنکھوں کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

اس کی آنکھوں کو کبھی غور سے دیکھا ہے فراز
سونے والوں کی طرح جاگنے والوں جیسی

اس طرح جگر مراد آبادی اپنے محبوب کی خوش قامتی کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرے محبوب کا دراز قد میرے دل پر قیامت ڈھاتا ہے۔ مجھے اپنے محبوب کا خوش قامت ہونا بہت بھاتا ہے۔ اسے دیکھ کر میرا دل اتھل پتھل ہو جاتا ہے۔ جب میں اپنے محبوب کو دیکھتا ہوں تو میرا اپنے دل پر قابو نہیں رہتا۔ اس پر ایک قیامت سی گزر جاتی ہے۔

شعر نمبر5 مل کے بھی جو کبھی نہیں ملتا
ٹوٹ کر دل ، اسی سے ملتا ہے

حل لغت

ملنا: میسر ہونا۔ ٹوٹ کر: مایوس ہو کر، شدت سے، سلسلہ منقطع کر کے

مفہوم

جو مل کے بھی کبھی نہیں ملتا، اسی سے دل ٹوٹ کر ملتا ہے۔

تشریح

یہ معرفت کا شعر ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جلوہ ہر طرف ہے۔ جس چیز کو بھی دیکھیں اس میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ نمایاں ہوتا ہے۔ وہ ذرّے ذرّے میں نہاں ہے پھر بھی وہ کسی کو نظر نہیں آتا۔ بقول شاعر

اپنی پہچان کی خاطر ہے بنایا سب کو
سب کی نظروں سے مگر خود کو چھپا رکھا ہے

انسان دنیا میں آ کر بے شمار کام کرتا ہے۔ وہ دوسرے لوگوں سے بہت سی امیدیں وابستہ کر لیتا ہے لیکن بسا اوقات اس کی یہ امیدیں پوری نہیں ہوتیں۔ ایسے میں وہ مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے اور پھر مایوسی کے اس عالم میں وہ اللہ تعالیٰ سے لو لگا لیتا ہے۔ یہ شعر سہل ممتنع کی عمدہ مثال ہے۔ شاعر نے "ٹوٹ کر" کو دہرے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ ٹوٹ کر ملنا محاورہ ہے جس کا مطلب ہے کسی ایک سے قطع تعلق کر کے کسی دوسرے سے جا ملنا۔ یعنی جب انسان کا ناتا اس دُنیا سے ٹوٹ جاتا ہے اور وہ اس دنیا سے قطع تعلق کر لیتا ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ سے جا ملتا ہے۔ ٹوٹ کر ملنا کا ایک اور مطلب ہے "بڑی کوشش سے ملنا۔" اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ انسان اس دنیا میں آ کر اس کی رنگینوں میں کھو جاتا ہے۔ وہ اپنا دنیا میں آنے کا مقصد بھول جاتا ہے۔ جب

www. com

اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خیال آتا ہے تو وہ بڑی شدت اور گرم جوشی سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔

شعر نمبر 6 کاروبار جہاں سنورتے ہیں
دل جب بے خودی سے ملتا ہے

حل لغت

کاروبارِ جہاں: دُنیا کے کام۔ سنورنا: سجنا، مناسب ہونا۔ بے خودی: اپنے آپ میں نہ رہنا یہاں مراد ہے جذبۂ عمل پیدا ہونا

مفہوم

دنیا جہاں کے کام اس وقت سنورتے ہیں جب انسان میں کام کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

تشریح

انسان دنیا میں آکر مختلف قسم کے کام سرانجام دیتا ہے۔ کچھ کام تو پایہ تکمیل تک پہنچ جاتے ہیں اور کچھ کام ادھورے رہ جاتے ہیں۔ جو کام مکمل نہیں ہوتے ان کے پیچھے جذبے کا فقدان ہوتا ہے۔ اگرچہ انسان ہوش و حواس سے کام لے کر ہی کسی کام کی منصوبہ بندی کرتا ہے مگر جب تک انسان میں جذبۂ عمل نہ ہو کام پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا۔ دنیا کے کاموں میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے جوش و خروش کے ساتھ ساتھ جذبۂ عمل بے حد ضروری ہے۔ عمل کے بغیر کوئی بھی کام مکمل نہیں ہوتا۔ بقول شاعر

جنہیں جستجوئے سکوں رہی انہیں ساحلوں نے ڈبو دیا
انہیں کوئی بھی موج نہ چھو سکی جو تڑپ کے پار اتر گئے

انسانی زندگی کا دارومدار ہی جذبۂ عمل پر ہے۔ جو لوگ بیٹھ کر منصوبہ بندی کرتے ہیں لیکن عملی طور پر صفر ہوتے ہیں وہ زندگی کے کسی میدان میں بھی

کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔

رُکے جو لوگ تو اک آپ جُو بھی دریا تھی
اُترے تو سمندر بھی تا کر نکلے

شعر نمبر 7
روح کو بھی مزا محبت کا
دل کی ہمسائگی سے ملتا ہے

حل لغت

مزا: لطف۔ محبت: الفت۔ ہمسائگی: پڑوس، پاس کا مکان

مفہوم

روح کو بھی محبت کا مزا دل کے قریب رہنے سے ملتا ہے۔

تشریح

انسان کی اصل دو طرح سے ہے۔ ایک اس کا جسم کثیف اور دوسرا جسم لطیف۔ جسم کثیف سے مراد انسان کا مادی جسم ہے جسے فنا ہو جانا ہے۔ اس میں انسان کے اعضائے جسمانی شامل ہیں۔ جسم لطیف سے مراد انسان کی روح ہے۔ روح اور جسم کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ روح کے بغیر جسم بے کار ہے اور جسم کے بغیر روح کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ انسانی دل مختلف قسم کے خیالات کی آماجگاہ ہوتا ہے۔ اس میں اچھے اور برے ہر طرح کے خیالات پرورش پاتے ہیں لیکن روح ایک پاکیزہ جذبے کا نام ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ اگر دل میں اچھے خیالات ہوں تو انسانی روح خوش رہتی ہے۔ پھر اسے دل کے قریب رہنے میں مزا ملتا ہے۔ دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد بس ہو تو روح مطمئن اور شاداب رہتی ہے۔

www. com

حل مشقی سوالات

-1 مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) اس غزل کے مطلع کی نشان دہی کیجیے اور اپنی کاپی میں اسے الگ لکھیے۔

جواب: اس غزل کا مطلع درج ذیل ہے۔

آدمی آدمی سے ملتا ہے
دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

(ب) پھولوں کا رنگ ہنسی سے ملنے کا مفہوم واضح کیجیے۔

جواب: دیکھیے تشریح شعر نمبر 3

(ج) ہوش اور بے خودی کے ملنے سے دُنیا کے کاروبار کیسے سنورتے ہیں؟

جواب: انسان جب ہوش و حواس میں رہ کر اپنے اندر جذبۂ عمل پیدا کرتا ہے تو دنیا کے کام کاج سنورنے لگتے ہیں۔ جذبۂ عمل ہی کامیابی کی ضمانت ہے۔

(د) مطلع میں کس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے؟

جواب: مطلع میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ آج کے دور کا انسان خودغرض ہو گیا ہے۔ وہ بناوٹ کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے۔ وہ بظاہر تو لوگوں سے ملتا ہے لیکن دل سے نہیں ملتا۔

(ہ) پانچویں شعر میں ''ل کر نہ ملنے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جلوہ ہر جگہ موجود ہے۔ ہم ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ دیکھ سکتے ہیں، اس کے باوجود ہم مادی طور پر اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے، صرف اس کے مظاہر سے اسے محسوس کر سکتے ہیں۔

-2 مندرجہ ذیل الفاظ کو جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کی تذکیر و تانیث واضح ہو جائے:

آدمی، دل، ستم، ہنسی، قیامت، ہوش، روح، ہمسائی

الفاظ	تذکیر/تانیث	جملوں میں استعمال
آدمی	مذکر	میں پڑھ لکھ کر بڑا آدمی بنوں گا۔

دل	مذکر	شیر کو سامنے دیکھ کر میرا دل دھک سے رہ گیا۔
ستم	مذکر	محبوب کا ہر ستم گوارا ہوتا ہے۔
ہنسی	مؤنث	بچوں کے ہونٹوں پر ہنسی بہت اچھی لگتی ہے۔
قیامت	مؤنث	اس گرمی نے تو قیامت برپا کر دی ہے۔
ہوش	مذکر	مریض کو کافی دیر ہوش نہ آیا۔
روح	مؤنث	بوڑھے کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔
ہمسائی	مؤنث	اچھی ہمسائی دنیا میں جنت ہے۔

-3 مندرجہ ذیل شعر کی تشریح کیجیے۔

مل کے بھی جو کبھی نہیں ملتا
ٹوٹ کر دل اسی سے ملتا ہے

جواب: دیکھیے تشریح

-4 جگر مراد آبادی کی غزل کا متن ذہن میں رکھ کر درست جواب پر نشان (✓) لگائیں۔

(الف) محبوب کے سادگی سے ملنے کا شاعر پر کیا اثر ہوتا ہے؟
(i) خوشی سے پھولا نہیں سماتا (ii) محبوب کے ستم بھول جاتا ہے
(iii) نشہ سا چھا جاتا ہے (iv) [illegible] بھول جاتا ہے

(ب) پھولوں کا رنگ محبوب کی کس بات سے [illegible]
(i) ہنسی سے (ii) [illegible]
(iii) تازگی اور نزاکت سے (iv) خوش بوئی [illegible]

(ج) فتنہ قیامت کا سلسلہ کس سے ملتا ہے؟
(i) محبوب کی خوش قامتی سے (ii) خوش ادائی سے
(iii) انگڑائی سے (iv) محفل آرائی سے

(د) دل ٹوٹ کر کس سے ملتا ہے؟
(i) کج ادا سے (ii) دلربا سے
(iii) خوش ادا سے (iv) مل کر بھی جو نہیں ملتا

(ہ) بے خودی سے ہوش آنے پر کیا ہوتا ہے؟

www.downloadclassnotes.com

(i) افسوس　　(ii) کاروبار جہاں سنور جاتے ہیں
(iii) بے خودی کو جی چاہتا ہے　(iv) اداسی بڑھ جاتی ہے

(و) روح کو محبت کا مزہ کب ملتا ہے؟
(i) دل کی ہمسائگی میں　　(ii) ہجر و فراق میں
(iii) وصال میں　　(iv) تنہائی اور یک سوئی میں

(الف)	(ii)	(ب)	(i)	(ج)	(i)	(د)	(iv)
(ہ)	(ii)	(و)	(i)				

-5 قوسین میں دیے گئے الفاظ میں سے درست جواب کا انتخاب کر کے خالی جگہ پُر کیجیے۔

(الف) دلِ گرم کم کسی سے ملتا ہے　　(محبوب، دل، آدمی)
(ب) دوسرے شعر میں "وہ" سے مراد محبوب ہے۔　　(محبوب، آدمی، دوست)
(ج) کاروبار جہاں سنورتے ہیں۔　　(عاشقاں، جہاں، دُنیا)
(د) ساتواں شعر غزل کا آخری شعر ہے۔　　(مطلع، مقطع، آخری شعر)

-6 اس غزل میں ردیف اور قوافی کی نشان دہی کیجیے۔

جواب: اس غزل کی ردیف "سے ملتا ہے" ہے۔
اس غزل کے قوافی درج ذیل ہیں۔
آدمی، کسی، سادگی، ہلکی، کاہتی، اُسی، بے خودی، ہمسائگی

<u>سرگرمیاں</u>

-1 جگر کی یہ غزل زبانی یاد کریں اور اپنی کاپی میں لکھیں۔

جواب: بچے اس غزل کو زبانی یاد کریں اور کاپی پر لکھ کر اپنے استاد صاحب کو دکھائیں۔

-2 جماعت کے کمرے میں درست تلفظ کے ساتھ اس غزل کی بلند خوانی کی جائے۔

جواب: جماعت میں اگر کوئی خوش الحان بچہ ہو تو وہ جگر کی یہ غزل بلند آواز میں خوش الحانی سے پڑھے اور باقی بچے خاموشی سے سنیں۔

-3 جگر مراد آبادی کے حالاتِ زندگی اپنے استاد سے پوچھ کر کاپی پر نوٹ کریں۔

جواب: دیکھیے حالاتِ زندگی

اساتذہ کرام کے لیے

-1 طلبہ کو جگر کی کوئی اور غزل لکھائی جائے اور پھر ان سے پڑھوا کر سنی جائے۔

جواب: جگر مراد آبادی کی غزل

کثرت میں بھی وحدت کا تماشا نظر آیا
جس رنگ میں دیکھا تجھے یکتا نظر آیا

جب اس رخ پر نور کا جلوہ نظر آیا
کعبہ نظر آیا نہ کلیسا نظر آیا

یہ حسن یہ شوخی، یہ کرشمہ یہ ادائیں
دنیا نظر آئی مجھے، تو کیا نظر آیا

قربان تیری شانِ عنایت کے دل و جان
جب آنکھ کھلی، قطرہ بھی دریا نظر آیا

جب دیکھ نہ سکتے تھے، تو دریا بھی تھا قطرہ
اس کم نگہی پر مجھے کیا کیا نظر آیا

آنکھوں نے دکھا دی جو ترے غم کی حقیقت
عالم مجھے سارا تہ و بالا نظر آیا

ہر جلوے کو دیکھا ترے جلووں سے منور
ہر بزم میں تو انجمن آرا نظر آیا

-2 جگر کے حالاتِ زندگی طلبہ پر واضح کیجیے

جواب: دیکھیے حالاتِ زندگی

-3 سہل ممتنع کی وضاحت کرتے ہوئے میر تقی میر کی کوئی غزل اور مومن کی غزل "تم میرے پاس ہوتے ہو گویا" طلبہ کو سنائی جائے۔

جواب: ایسا آسان شعر کہ اس سے زیادہ آسان شعر کہنا ممکن نہ ہو، سہل ممتنع کہلاتا ہے۔ عام طور پر ایسے شعر دو مصرعوں میں ہوتے ہیں۔

میر تقی میر کی غزل

جو اس شور سے میر روتا رہے گا
تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہے گا

میں وہ رونے والا جہاں سے چلا ہوں
جسے ابر ہر سال روتا رہے گا

مجھے کام رونے سے اکثر ہے ناصح
تو کب تک مرے منہ کو دھوتا رہے گا

بس اے گریہ آنکھیں تری کیا نہیں ہیں
کہاں تک جہاں کو ڈبوتا رہے گا

بس اے میر مژگاں سے پونچھ آنسوؤں کو
تو کب تک یہ موتی پروتا رہے گا

مومن خاں مومن کی غزل

اثر اس کو ذرا نہیں ہوتا
رنج راحت فزا نہیں ہوتا

بے وفا کہنے کی شکایت ہے
تو بھی وعدہ وفا نہیں ہوتا

ذکرِ اغیار سے ہوا معلوم
حرفِ ناصح بُرا نہیں ہوتا

تم ہمارے کسی طرح نہ ہوئے
ورنہ دُنیا میں کیا نہیں ہوتا

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

حالِ دل یار کو لکھوں کیوں کر
ہاتھ دل سے جدا نہیں ہوتا

دامن اس کا جو ہے دراز تو ہو
دستِ عاشق رسا نہیں ہوتا

چارۂ دل سوائے صبر نہیں
سو تمھارے سوا نہیں ہوتا

www.downloadclassnotes.com

کیوں سنے عرضِ مضطر اے مومنؔ
صنم آخر خدا نہیں ہوتا

4- غزل اور نظم کا فرق بتایا جائے۔

جواب: **نظم اور غزل میں فرق**

غزل بنیادی طور پر تو نظم ہی ہے البتہ معروف معنوں میں نظم کے اشعار مرکزی خیال کے مطابق ایک ترتیب میں ہوتے ہیں جب کہ غزل کا ہر شعر الگ اکائی ہوتا ہے۔ غزل کے ہر شعر کا الگ مفہوم ہو سکتا ہے، جو سوز و گداز غزل کا لازمہ ہے وہ نظم کا نہیں ہے اور جو شکوہ لفظی نظم میں ممکن ہے وہ غزل میں نہیں۔ نظم کے لیے ایک عنوان ضروری ہے جب کہ غزل کا کوئی عنوان نہیں ہوتا۔ غزل کا ہر شعر اپنی الگ معنی رکھتا ہے جب کہ نظم ایک ہی مرکزی خیال کے گرد گھومتی رہتی ہے۔

5- طلبہ کو اچھی غزل کی خوبیاں بورڈ پر لکھ کر سمجھائیں۔

جواب۔ اچھی غزل کی خوبیاں

غزل کے لغوی معنی ہیں عشق و محبت کی باتیں کرنا یا عورتوں سے باتیں کرنا۔ شکار کے وقت ہرن کے منہ سے جو فریاد نکلتی ہے اس کو بھی غزل کہتے ہیں۔ مولانا حالی لکھتے ہیں کہ محبت کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ انسان کو انسان سے اپنے ملک اور قوم سے اور سب سے بڑھ کر خدا سے محبت ہو سکتی ہے۔ اس لیے اسے صرف عورت کی ذات تک محدود نہیں کرنا چاہیے۔

غزل کے اشعار بظاہر تو اپنے مجازی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں لیکن اصل میں اس سے حقیقی معنی مراد لیے جاتے ہیں۔ اچھی غزل وہ ہوتی ہے جس کے الفاظ عام فہم ہوں اور اس میں عشقِ حقیقی کا ذکر ہو۔

www.downloadclassnotes.com

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) آری ملتا ہے:
(i) رشتے داروں سے (ii) دوستوں سے
(iii) اپنے بزرگوں سے (iv) دوسرے آدمیوں سے

(ب) شاعر اپنے محبوب کے ستم بھول جاتا ہے جب وہ ملتا ہے:
(i) روزانہ (ii) سادگی سے
(iii) دیر کے بعد (iv) اچانک

(ج) بقول شاعر آج پھولوں کا رنگ ملتا ہے:
(i) محبوب کی آنکھوں سے (ii) محبوب کے ہونٹوں سے
(iii) محبوب کی ہنسی سے (iv) محبوب کے چہرے سے

(د) محبوب کی خوش قامتی کا سلسلہ ملتا ہے:
(i) سرو کے درخت سے (ii) قیامت سے
(iii) پریوں سے (iv) غرور سے

(ہ) ٹوٹ کر دل اس سے ملتا ہے جو
(i) روزانہ ملے (ii) کبھی کبھار ملے
(iii) مل کے بھی نہیں ملتا (iv) ملتا ہی رہتا ہے

(و) ہوش کے بے خودی میں ملنے سے کام سنورتے ہیں:
(i) برسوں کے اٹکے ہوئے (ii) دنیا کے
(iii) غیروں کے (iv) اپنوں کے

جواب:

(ii)	(د)	(iii)	(ج)	(ii)	(ب)	(iv)	(الف)
				(ii)	(و)	(iii)	(ہ)

www.dow com

فراق گورکھ پوری
(1896ء تا 1982ء)

سر میں سودا بھی نہیں دل میں تمنا بھی نہیں

تدریسی مقاصد

www.office.com.pk

- طلبہ کو فراق گورکھ پوری کی شاعری کی خوبیوں سے آگاہ کرنا۔
- اردو غزل کے اوصاف کے بارے میں طلبہ کو بتانا۔
- طلبہ کو غزل کے اجزا سے روشناس کروانا۔
- طلبہ کو فراق گورکھ پوری کے حالاتِ زندگی سے واقفیت کروانا۔

شاعر کے حالاتِ زندگی

فراق گورکھ پوری کا اصل نام رگھوپتی سہائے تھا لیکن وہ ادبی دُنیا میں فراق گورکھ پوری کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کے والد کا نام گورکھ پرشاد تھا۔ وہ بھی ایک باکمال شاعر تھے۔ ان کا تخلص عبرت تھا۔ شاعری کا ذوق فراق کو ورثے میں ملا تھا۔ ابتدائی تعلیم ضلع گورکھ پور سے حاصل کی۔ تعلیم کے دوران میں ہی صرف اٹھارہ سال کی عمر میں ان کی شادی کشوری دیوی سے ہوگئی۔ شادی کے ایک سال بعد یعنی 1915ء میں فراق گورکھ پوری نے میور سینٹرل کالج الٰہ آباد سے ایف۔اے کا امتحان اول پوزیشن میں پاس کیا۔ تین سال بعد انھوں نے بی۔اے کا امتحان الٰہ آباد یونیورسٹی سے پاس کیا۔ ایک سال بعد ان کی تعیناتی بطور ڈپٹی کلکٹر ہوئی۔ پڑھنے لکھنے کا شوق بہت زیادہ تھا۔ دس سال بعد 1930ء میں انھوں نے پرائیویٹ طور امیدوار کے طور پر آگرہ یونیورسٹی سے ایم۔اے انگریزی کا امتحان دیا اور اول پوزیشن حاصل کی۔ [illegible] الٰہ آباد یونیورسٹی کے انگریزی شعبے میں لیکچرار تعینات ہوئے۔

فراق گورکھ پوری نے اُردو ادب میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ تنقید میں رومانوی تنقید کی ابتدا فراق گورکھ پوری سے ہوئی۔ ان کی ادبی خدمات کے صلے میں انھیں بہت سے ایوارڈز سے بھی نوازا گیا۔

تصانیف: فراق گورکھ پوری کی تصانیف میں "روح کائنات"، "اندازے" اور "شعلہ ساز" شامل ہیں۔

وفات: فراق گورکھ پوری 3 مارچ 1982ء کو وفات پا گیا۔ ان کے اپنے عقیدے کے مطابق ان کے بھانجے پروفیسر ابھے مان سنگھ نے ان کی چتا کو آگ لگائی۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
سودا	[illegible]ن، عشق	تمنا	آرزو، خواہش
ترکِ محبت	محبت [illegible] دینا، محبت سے [illegible]	بھروسا	اعتماد، یقین
مدت	عرصہ	[illegible]ے	جھگڑے
دیوانۂ عشق	عشق کا سودائی	[illegible]	منزل
غفلت	لاپروائی	سوا	زیادہ
خاطرِ بیمار شکیبا	صبر سے دکھ جھیلنے والے کے لیے تسلی	فصلِ خزاں	[illegible] کا زمانہ
حسن	خوب صورتی	چمن آرا	باغ کو سجا[illegible] مالی، باغبان
وحشی	بدتہذیب	کنجِ زنداں	قید خانے کا کونا
وسعت	پھیلاؤ	صحرا	ریگستان

اشعار کی تشریح

شعر نمبر:۱ سر میں سودا بھی نہیں ، دل میں تمنا بھی نہیں
لیکن اس ترکِ محبت کا بھروسا بھی نہیں

حل لغت

سودا: عشق، جنوں۔ تمنا: آرزو، خیال۔ ترک کرنا: چھوڑ دینا، منہ موڑ لینا۔
بھروسا: اعتبار، یقین

مفہوم: ذہن میں کوئی جنون بھی نہیں اور دل میں کوئی آرزو بھی نہیں لیکن اس محبت کو چھوڑ دینے کا کوئی اعتبار بھی نہیں ہے۔

تشریح: فراق گورکھ پوری نے یہ غزل متضاد کیفیات میں لکھی ہے۔ وہ خود ہی ایک بات کرتے ہیں اور بعد میں خود ہی اس بات کی نفی کر دیتے ہیں۔ فراق کہتے ہیں کہ اب میرے سر میں عشق کا جنون نہیں رہا۔ میں نے اپنے محبوب کی یاد کو اپنے ذہن سے نکال دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے دل کو بھی اپنے محبوب کی یاد سے خالی کر لیا ہے۔ اب میرے دل میں اس کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ مجھے اب اپنے محبوب سے ملنے کی کوئی تمنا نہیں ہے۔ میں نے اپنے آپ کو اس کی یاد سے آزاد کر لیا ہے، لیکن میری اس بات پر اعتماد اور بھروسا نہیں کیا جا سکتا کہ میں واقعی ایسا ہو گیا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ کل میں پھر اس کی یاد میں بے چین ہو جاؤں۔ اصل میں فراق کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان دنیا کی رنگینوں میں کھو کر اپنے رب کو بھول جاتا ہے۔ جب اس کی آنکھوں پر بہار ہوتی ہے۔ جب وہ جوان ہوتا ہے تو جوشِ جوانی میں سب کچھ بھول جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات وہ خدا کو بھی بھول جاتا ہے مگر ایک نہ ایک دن اسے اس بات کی سمجھ آ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ ہے تو وہ دوبارہ

www.downloadclassnotes.com

اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیتا ہے۔

میں تجھے بھول گیا ہائے تیری سادہ دلی
کوئی طائر بھی بھلا بھولا ہے نشیمن اپنا

شعر نمبر 2:
ایک مدت سے تری یاد بھی آئی نہ ہمیں
اور ہم بھول گئے ہوں تجھے، ایسا بھی نہیں

حل لغت

مدت: عرصہ۔ یاد آنا: دل میں خیال آنا۔ بھول جانا: خیال میں نہ رہنا

مفہوم: ایک عرصے سے ہمیں تیری یاد بھی نہیں آئی اور ایسا بھی نہیں ہے کہ ہم تمھیں بھول گئے ہوں۔

تشریح: یہ شعر اپنے اندر حقیقی معنی سموئے ہوئے ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ بہت عرصے سے ہمیں اللہ تعالیٰ کی یاد نہیں آئی یعنی ہم نے اس کے بتائے ہوئے احکامات پر عمل نہیں کیا۔ اپنے ہی کاموں میں لگے رہے اور عبادت سے دور رہے۔ کاروبارِ جہاں ہی سنوارتے رہے اور آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ سے دور ہوتے گئے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو بالکل ہی بھول چکے ہیں۔ ہمیں جب بھی کوئی مشکل درپیش ہوتی ہے ہم اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ بقول شاعر

نہیں آتی تو یاد ان کی مہینوں تک نہیں آتی
مگر جب یاد آتے ہیں تو اکثر یاد آتے ہیں

شعر نمبر 3:
یوں تو ہنگامے اٹھاتے نہیں دیوانۂ عشق
مگر اے دوست، ایسوں کا کچھ ٹھکانا بھی نہیں

حل لغت

ہنگامہ اٹھانا: جھگڑا شروع کرنا۔ دیوانۂ عشق: عشق میں پاگل ہو جانے والا۔

www.downloadclassnotes.com

ٹھکانا: منزل، اعتبار، بھروسا

مفہوم: ویسے تو عشق کے دیوانے لوگ جھگڑا نہیں کرتے مگر ایسے لوگوں کا کچھ بھروسا بھی نہیں۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ جو لوگ کسی کے عشق میں مجنوں ہو جاتے ہیں وہ اپنے حال میں مست ہو جاتے ہیں۔ انھیں دنیا داری کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔ وہ دنیا داری کے کسی کام میں حصہ نہیں لیتے۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ ان کے علاوہ کوئی دنیا میں دوسرا بھی ہے لیکن ایسے لوگوں کا کچھ اعتماد بھی نہیں ہوتا کہ وہ کب ہنگامے پر آمادہ ہو جائیں اور ان کی خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ بن جائے۔ ایسا عام طور پر اس وقت ہوتا ہے جب انھیں اپنے عشق میں ناکامی ہو۔

شعر نمبر 4:

آج غفلت بھی ہے ان آنکھوں میں پہلے سے سوا
آج ہی خاطرِ بیمار شکیبا بھی نہیں

حل لغت

غفلت: لاپروائی۔ سوا: زیادہ۔ خاطرِ بیمار: بیمار دل، پریشان دل۔ شکیبا: بردبار، تحمل مزاج

مفہوم: آج ان کی آنکھوں میں پہلے سے زیادہ لاپروائی ہے اور آج ہی بیمار دل کو صبر نہیں ہے۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ آج میرے محبوب کی آنکھوں میں میرے لیے بے رخی پہلے سے بڑھ کر ہے۔ پہلے بھی میرا محبوب مجھ پر نظرِ التفات نہیں کرتا تھا مگر آج تو اس کی بے رخی بہت بڑھی ہوئی ہے۔ آج تو میرا محبوب کچھ زیادہ ہی غصے میں دکھائی دیتا ہے اور اس پر یہ مصیبت ہے کہ آج میرا دل بھی کچھ زیادہ ہی پریشان ہے۔ آج میرے دل سے بھی صبر نہیں ہو رہا ہے۔ دل کو کسی کروٹ

سکون ہی نہیں آ رہا۔ میرا دل محبوب کی بے رخی پر صبر کرنے کا عادی ہو چکا تھا، مگر آج تو محبوب بھی بے رخی برتنے میں بہت آگے بڑھ چکا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ میرا دل اس بات پر صبر کرتا مگر دل کو تو آج صبر و تحمل کا یارا ہی نہیں۔ آج ہی کوئی ایسی بات ہوئی ہے کہ دل کو صبر نہیں آ رہا۔

شعر نمبر 5: رنگ وہ فصلِ خزاں میں ہے کہ جس سے بڑھ کر
شانِ رنگینیٔ حسنِ چمن آرا بھی نہیں

حل لغت

فصلِ خزاں: پت جھڑ کا موسم۔ شان: عزت۔ حسن: خوب صورتی۔ چمن آرا: باغ کو سنوارنے والا، باغباں، مالی

مفہوم: پت جھڑ کے موسم میں بھی وہ رنگ و روپ ہے کہ باغ میں مالی نے بھی ایسی سجاوٹ نہ کی ہو گی۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ اس نے اپنی زندگی سے سمجھوتا کر لیا ہے۔ کہتا ہے کہ مجھے اپنی زندگی کا ہر روپ پیارا لگتا ہے کیوں کہ وہ مجھ سے منسلک ہے۔ میں مانتا ہوں کہ میری زندگی خزاں رسیدہ ہے۔ اس میں [illegible] دکھ بھرے ہوئے ہیں۔ اس میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو دل کو لبھا سکے مگر میں [illegible] بھی خوش ہوں کیوں کہ یہ زندگی میری اپنی ہے۔ مالی باغ میں پھولوں کی [illegible] ہے۔ باغ کی تزئین و آرائش کا کام کرتا ہے۔ وہ چمن کو حسن بخشتا ہے۔ باغ [illegible] کو خوب صورت لگتا ہے۔ دیکھنے والے باغ کی تعریف کرتے ہیں کہ [illegible] نے باغ کی خوب سجاوٹ کی ہے مگر مالی اس باغ کو اپنا نہیں کہہ سکتا کیوں کہ باغ کا مالک کوئی اور ہوتا ہے جب کہ مجھے اپنی خزاں رسیدہ زندگی زیادہ اچھی لگتی ہے کیوں کہ یہ میری اپنی ہے۔

شعر نمبر:6 بات یہ ہے کہ سکونِ دلِ وحشی کا مقام
کنجِ زنداں بھی نہیں وسعتِ صحرا بھی نہیں

حلِ لغت

سکون: اطمینان، تسلی۔ وحشی: بدتہذیب: غیر مہذب۔ مقام: مرتبہ، رتبہ۔ کنج: کونا، ٹکڑا۔ زنداں: قید خانہ۔ وسعت: پھیلاؤ، کشادگی

مفہوم: بات یہ ہے کہ دل جیسے وحشی کے سکون کا مقام نہ تو قید خانے کے کسی کونے میں ہے اور نہ ہی ریگستان کی کشادگی میں۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ انسان کو اس دنیا میں دل کا سکون میسر نہیں آتا ہے۔ انسان ساری زندگی سکون کے لیے تگ و دو کرتا ہے۔ محنتِ شاقہ سے کام لیتا ہے مگر اسے سکون کی دولت نہیں ملتی ہے۔ نہ تو الگ تھلگ رہنے سے انسان پرسکون ہوسکتا ہے اور نہ ہی میلے ٹھیلے میں۔ سکون صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہے۔ اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے آباد رکھا جائے تب ہی انسان سکون کی دولت سے مالا مال ہوسکتا ہے۔ اس کے علاوہ انسان کو دنیا کے کسی گوشے میں سکون جیسی دولت میسر نہیں آسکتی۔ شاعر کہتا ہے کہ دل ایک ایسا وحشی ہے جو تہذیب سے ناآشنا ہے۔ اس کی فطرت میں بے چینی کا عنصر غالب رہتا ہے۔ یہ ہر وقت بے چین ہوتا ہے۔ چین حاصل کرنے کے لیے ایک ہی کام ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی یاد کو اپنے دل میں بسا لے۔

شعر نمبر:7 ہم اسے منھ سے بُرا تو نہیں کہتے کہ فراقؔ
دوست تیرا ہے مگر آدمی اچھا بھی نہیں

حلِ لغت

برا کہنا: اچھا نہ سمجھنا۔ دوست: یار، حبیب، رفیق

مفہوم: اے فراقؔ ہم اسے منھ سے برا تو نہیں کہتے تیرا دوست ہے اس لیے اچھا سمجھے

www.do ... com

ہیں مگر وہ آدمی اچھا نہیں ہے۔

تشریح: یہ بھی معرفت کا شعر ہے۔ اس مقطع میں فراق گورکھ پوری اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہہ رہے ہیں کہ میں اپنے منہ سے اپنے آپ کو برا نہیں کہتا حالانکہ مجھ میں سیکڑوں برائیاں ہیں۔ بے شک میں کوئی اچھا آدمی نہیں ہوں لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے وجود پر یقین رکھتا ہوں اور اسے اپنا رب اور دوست مانتا ہوں۔ اگرچہ میرے اعمال اچھے نہیں ہیں لیکن چونکہ میں اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتا ہوں اس لیے اپنے آپ کو برا کہنے کا حوصلہ نہیں ہے۔ کوئی کیا کہے گا کہ ہوں تو میں اللہ تعالیٰ کا دوست اور برا بنوں۔ اس لیے میں اپنے آپ کو اپنے ہی منہ سے بُرا نہیں کہہ سکتا۔

حلِ مشقی سوالات

1- مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) فراق گورکھ پوری کی شاملِ نصاب غزل ان کے کس مجموعے سے لی گئی ہے؟

جواب: یہ غزل فراق گورکھ پوری کے مجموعہ کلام "شبستان" سے لی گئی ہے۔

(ب) شاعر نے سر اور دل میں کس چیز کی کمی کا ذکر کیا ہے؟

جواب: شاعر نے کہا ہے کہ سر میں عشق کا جنون ختم ہو گیا ہے اور دل میں آرزو باقی نہیں رہی ہے۔

(ج) شاعر کو کسی کی یاد کتنے عرصے سے نہیں آئے؟

جواب: شاعر کو ایک مدت سے کسی کی یاد نہیں آئی۔

(د) شعری اصطلاحات کے حوالے سے اس غزل کی ردیف کیا ہے؟

جواب: شعری اصطلاحات کے حوالے سے اس غزل کی ردیف "بھی نہیں" ہے۔

www.do... .com

-2　آپ حسرت موہانی کی غزل کی مشق میں مطلع اور مقطع کے بارے میں پڑھ چکے ہیں، اس کی روشنی میں درج ذیل سوالات میں سے درست جواب پر نشان (✓) لگائیں:

(الف)　درج ذیل شعر قواعد کے لحاظ سے کیا ہے؟

سر میں سودا بھی نہیں دل میں تمنا بھی نہیں
لیکن اس ترکِ محبت کا بھروسا بھی نہیں

(i)　غزل کا پہلا شعر　　(ii)　غزل کا آخری شعر
(iii)　مطلع　　(iv)　مقطع

(ب)　ہم. اسے منھ سے برا تو نہیں کہتے کہ فراقؔ
دوست تیرا ہے مگر آدمی اچھا بھی نہیں

یہ شعر قواعد کی رو سے کیا ہے؟

(i)　مطلع　　(ii)　مقطع
(iii)　عام شعر　　(iv)　آخری شعر

(ج)　اس غزل میں ردیف کیا ہے؟

(i)　تمنا، بھروسا　　(ii)　نہیں
(iii)　بھی نہیں　　(iv)　غیر مردّف ہے

(د)　اس غزل میں ٹھکیا، اچھا، ایسا قواعد کی رو سے کیا ہیں؟

(i)　قافیے　　(ii)　ردیف
(iii)　فعل　　(iv)　استعارہ

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iii)	(ب)	(ii)	(ج)	(iii)	(د)	(i)

www.downloadclassnotes.com

3- **فراق گورکھپوری کی اس غزل کا کون سا شعر آپ کو زیادہ پسند ہے؟ وجہ بھی لکھیں۔**

جواب: مجھے فراق گورکھپوری کی اس غزل میں سے یہ شعر سب سے زیادہ پسند آیا ہے

ایک مدت سے تری یاد بھی آئی نہ ہمیں
اور ہم بھول گئے ہوں تجھے، ایسا بھی نہیں

اس کو پسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ انسان اپنے کاموں میں کھویا رہتا ہے لیکن اس کے باوجود اس کے دل سے اللہ تعالیٰ کی یاد کم نہیں ہوتی۔ یہ معرفت کا شعر ہے اسی لیے مجھے یہ زیادہ پسند آیا ہے۔

فراق کی غزل کے متن کو ذہن میں رکھ کر درست جواب پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) سر میں سودا بھی نہیں دل میں

(i) دردِ دل بھی نہیں (ii) چاہت بھی نہیں
(iii) تمنا بھی نہیں (iv) اُمنگ بھی نہیں

(ب) سکونِ دلِ وحشی کا عالم کہاں نہیں؟

(i) کنجِ زنداں میں (ii) وسعتِ صحرا میں
(iii) زمیں میں (iv) کہیں نہیں

(ج) شاعر کو محبوب کی یاد کب سے نہیں آئی؟

(i) ایک ماہ سے (ii) ایک سال سے
(iii) ایک مدت سے (iv) ایک عرصے سے

(د) مقطعے میں کسے برا نہ کہنے کا ذکر کیا گیا ہے؟

(i) محبوب کے دوست کو (ii) رقیب کو
(iii) اپنے دوست کو (iv) جو بُرا لگے

(الف)	(iii)	(ب)	(iv)	(ج)	(iii)	(د)	(iii)

5- **مصرعے مکمل کریں:**

ایک مدت سے تری یاد بھی آئی نہ ہمیں
یوں تو ہنگامے اٹھاتے نہیں دیوانۂ عشق
آج غفلت ان آنکھوں میں ہے پہلے سے سوا

www.downloadclassnotes.com

بات یہ ہے کہ سکونِ دلِ وحشی کا مقام
دوست تیرا ہے، مگر آدمی اچھا بھی نہیں

6- غزل کے پہلے اور دوسرے شعر کی تشریح کریں۔

جواب: دیکھیے تشریح

7- درج ذیل الفاظ وتراکیب کے جملے بنائیے:

سودا، بھروسا، دیوانۂ عشق، ترکِ محبت، شکیبا، غفلت

الفاظ وتراکیب	جملوں میں استعمال
سودا	جس کے سر میں عشق کا سودا سما جائے پھر نہیں نکلتا۔
بھروسا	اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنے والا کبھی ناکام نہیں ہوتا۔
دیوانۂ عشق	مجنوں ایسا دیوانۂ عشق تھا کہ اسے لیلیٰ کے علاوہ اور کچھ نہیں سوجھتا تھا۔
ترکِ محبت	جب تیرا حکم ہوا ترکِ محبت کر دی دل اس پہ مگر وہ دھڑکا کہ قیامت کر دی
شکیبا	وہ مصائب میں گھر کر بھی ہمیشہ شکیبا ہی رہا۔
غفلت	پڑھائی سے غفلت برتنے والے طالب علم کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔

سرگرمیاں

1- فراق کی اس غزل کو زبانی یاد کریں اور کاپی میں خوش خط لکھیں۔

جواب: طلبہ اس نظم کو زبانی یاد کریں اور اپنی کاپیوں پر لکھ کر اپنے استاد صاحب کو دکھائیں۔

2- ہر طالب علم کسی غزل سے اپنی پسند کے دو شعر سنائے۔

جواب: میرے پسندیدہ شعر

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

www.downloadclassnotes.com

تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا
تیرے سامنے آسماں اور بھی ہیں

3- طلبہ کے درمیان جماعت کے کمرے میں بیت بازی کا مقابلہ کروایا جائے۔

جواب: اساتذہ کرام بچوں کے درمیان بیت بازی کا مقابلہ کروائیں۔

اساتذہ کرام کے لیے

1- طلبہ کے سامنے مردّف اور غیر مردّف غزل کی وضاحت کریں۔

جواب: ایسی غزل جس کے مطلع کے دونوں مصرعوں میں اور باقی اشعار کے ہر دوسرے مصرعے میں ایک یا ایک سے زیادہ لفظ بار بار آئیں تو انھیں ردیف کہا جاتا ہے جیسے فراق گورکھ پوری کی اس غزل میں "بھی نہیں" ردیف ہے۔ جس غزل میں ردیف ہو اسے مردّف غزل کہتے ہیں۔ اگر کسی غزل کے آخر میں صرف قافیہ ہو اور کوئی ردیف نہ ہو تو ایسی غزل کو غیر مردّف غزل کہتے ہیں جیسے یہ شعر

کوئی اپنا ہے یا کوئی پرایا
ملا ہے درد جس سے دل لگایا
ملے کانٹے محبت ہی گلوں سے
عجب یہ معجزہ ہے اے خدایا

2- طلبہ کو مقطع اور آخری شعر کا فرق سمجھائیں۔

جواب: غزل کے آخری شعر کو، جس میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے، مقطع کہتے ہیں۔ اگر تخلص موجود نہ ہو تو وہ شعر مقطع نہیں ہوگا، بلکہ آخری شعر ہوگا۔

3- طلبہ کو بتایا جائے کہ غزل دیگر اصناف شعر کے مقابلے میں اپنی سادگی، سلاست، نغمگی اور ایجاز و اختصار کی وجہ سے ہر دور میں مقبول رہی ہے۔

جواب: غزل ایک ایسی صنفِ سخن ہے جس کا آغاز تو نثر کے بعد ہوا مگر اس نے بہت جلد ترقی کی منازل طے کر لیں۔ دوسری اصنافِ سخن کے مقابلے میں غزل زیادہ پسند کیا جانے لگا کیوں کہ اس کے لیے نہ تو موضوع کی کوئی قید تھی اور نہ ہی بحر وغیرہ کی کوئی پابندی تھی۔ نظم کے مقابلے میں غزل اس لیے زیادہ پسند کی

گئی کہ پوری نظم ایک ہی مرکزی خیال کے گرد گھومتی ہے جب کہ غزل کا ہر شعر اچھوتا، نرالا اور الگ ہوتا ہے۔ ایک ہی غزل میں کئی کئی مضمون پیش کیے جا سکتے ہیں۔

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) شاعر کو بھروسا نہیں ہے:
(i) ترکِ محبت کا (ii) اپنے دوستوں کا
(iii) وقت کا (iv) زمانے کا

(ب) یوں تو ہنگامے سبھی اٹھاتے ہیں:
(i) شریف لوگ (ii) بزدل لوگ
(iii) دیوانۂ عشق (iv) بچے

(ج) آج ظلمت پہلے سے سوا ہے:
(i) دوستوں میں (ii) کاموں میں
(iii) ہر کسی میں (iv) آنکھوں میں

(د) سکونِ دلِ وحشی کا مقام ہے:
(i) صحرا کی وسعت میں (ii) گھر میں
(iii) دیارِ غیر میں (iv) کہیں بھی نہیں

(ہ) ہم اسے برا نہیں کہتے:
(i) تنہائی میں (ii) منہ سے
(iii) سب کے سامنے (iv) دل سے

(iv)	(د)	(iv)	(ج)	(iii)	(ب)	(i)	(الف)
						(ii)	(ہ)

ادا جعفری

(1924ء)

یہ فخر تو حاصل ہے، بُرے ہیں کہ بھلے ہیں

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو ادا جعفری کی غزل گوئی اور اسلوب سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو اردو شاعری کی وسعت کے بارے میں بتانا۔
- طلبہ کو جدید اور قدیم غزل کے مابین فرق سے روشناس کروانا۔
- طلبہ کو ادا جعفری کے حالاتِ زندگی سے واقفیت کروانا۔

شاعرہ کے حالاتِ زندگی

ادا جعفری 22 اگست 1924ء کو بدایوں میں پیدا ہوئیں۔ ان کا اصل نام عزیز جہاں ہے لیکن ادبی زندگی میں قدم رکھنے کے بعد انھوں نے اپنے لیے قلمی نام "ادا" چنا۔ اپنی جائے پیدائش کے حوالے سے پہلے وہ اپنے آپ کو ادا بدایونی لکھتی تھیں۔ جب ان کی شادی نورالحسن جعفری سے ہوئی تو انھوں نے اپنے نام کے ساتھ اپنے خاوند کا نام لکھنا شروع کر دیا۔ یوں وہ ادا بدایونی سے ادا جعفری ہو گئیں۔

ادا جعفری کی عمر ابھی تین سال ہی تھی کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ان کی پرورش اپنے ننھیال میں ہوئی۔ ادا جعفری نے تیرہ سال کی عمر میں ہی شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔ ادا جعفری نے نظم گوئی سے اپنی ادبی زندگی کا آغاز کیا۔ اکیس سال کی عمر میں ان کی پہلی غزل "رومان" میں شائع ہوئی۔ اس غزل نے ادا جعفری کو پہچان دی۔ انھوں نے اولین شاعرِ رومان اختر شیرانی سے اپنے کلام کی اصلاح لی۔ اس کے علاوہ اثر لکھنوی سے بھی اپنی کچھ غزلوں کی اصلاح لی۔

www.downloadclassnotes.com

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

ادا جعفری نے ادب کے لیے کافی خدمات سرانجام دی ہیں۔ وہ مختلف قسم کی ادبی کانفرنسوں میں شریک ہوئیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے بہت سے ممالک کا سفر بھی کیا۔

تصنیفات: ادا جعفری کے بہت سے مجموعہ کلام ہیں۔ 1950ء میں ان کی کتاب "میں ساز ڈھونڈتی رہی" شائع ہوئی۔ 1968ء میں ان کو اپنے مجموعۂ کلام "شہر درد" پر آدم جی ادبی انعام ملا۔ 1974ء میں ان کی نظموں اور غزلوں پر مشتمل کتاب "غزالاں تم تو واقف ہو" شائع ہوئی۔ 1982ء میں ان کی ہائیکو نظمیں شائع ہوئیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے اپنی خودنوشت بھی لکھی جو "جو رہی سو بے خبری رہی" کے نام سے 1996ء میں شائع ہوئی۔ ان کی ادبی خدمات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے حکومتِ پاکستان نے انھیں 1981ء میں تمغۂ امتیاز سے نوازا۔

آج کل ادا جعفری کراچی میں رہائش پذیر ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
فخر	ناز	حاصل	ملنا
بھلے	اچھے	مقدر	قسمت
ازل	پیدائش کا پہلا دن	کنول	ایک پھول کا نام
نازک	نرم	سمن	خوب رو، گورا چٹا
جذبات	دل کا جوش	سانچا	[illegible]
سرِ شام	شام سے	ہنگامِ سحر	صبح کا ہنگامہ
خورشید	سورج	جھیل جانا	برداشت کرنا
کڑی	سخت	تیور	انداز
خنک	ٹھنڈی	گردشِ دوراں	زمانے کی گردش

اشعار کی تشریح

شعر نمبر:1　　یہ فخر تو حاصل ہے، بُرے ہیں کہ بھلے ہیں
دو چار قدم ہم بھی ترے ساتھ چلے ہیں

حل لغت

فخر: بڑائی۔ دو چار قدم : تھوڑی دور

مفہوم: شاعر کو اپنے محبوب کے ہم قدم ہو کر تھوڑی دور چلنے پر بھی فخر ہے۔

تشریح: عشق میں عاشق اپنے محبوب سے تھوڑی سی توجہ بھی پالے تو وہ اسے اپنی زندگی کا ماحصل سمجھتا ہے اور اس پر فخر کرتا ہے۔ عاشق اپنے کردار میں کیسا بھی ہو، نیکی اور بدی کی دونوں قوتیں اس دنیا میں موجود ہیں۔ ہر انسان نہ تو کامل طور پر اچھا ہوتا ہے اور نہ مکمل بُرا۔ شاعر کہتا ہے کہ اپنے اچھے یا بُرے ہونے سے قطع نظر مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں نے اپنے محبوب کے ساتھ چند قدم ملائے ہیں۔ زندگی کی چند ساعتیں اپنے محبوب کی ہمرکابی میں گزاری ہیں۔ یہی ساعتیں میری زندگی کا سرمایا ہیں۔ ان پہ میں جتنا بھی فخر کروں کم ہے۔

شعر نمبر:2　　جلنا تو چراغوں کا مقدر ہے ازل سے
یہ دل کے کنول ہیں کہ بجھے ہیں نہ جلے ہیں

حل لغت

مقدر: نصیب ۔ ازل : جب سے دنیا پیدا ہوئی

مفہوم: جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے چراغوں کی قسمت میں لکھ دیا گیا ہے کہ وہ جلیں۔ جلنا ان کا مقدر ہے مگر دل کا کنول نہ جلتا ہے نہ بجھتا ہے۔

تشریح: شاعرہ نے اس شعر میں کہا ہے کہ روزِ اول جب کہ ساری کائنات کو رب تعالیٰ

www.dow　.com

نے ان کے کام تفویض کیے تو چراغوں کی قسمت میں جلنا لکھا۔ چراغوں کو جلنا ہی ہے خواہ وہ خوشی کی تقریب ہو یا غم کی رات۔ ایک ہمارا دل ہے جو نہ جلتا ہے نہ بجھتا ہے۔ عشق حقیقی کا شعلہ ہے جو دل میں لپکتا ہے مگر روزگار کے غم نہ تو اسے جلاتے ہیں اور نہ ہی اسے بجھاتے ہیں۔ انسان غم روزگار میں اتنا الجھ گیا ہے کہ عشق حقیقی کا شعلہ ماند پڑ گیا ہے۔

دنیا نے تیری یاد سے بیگانہ کر دیا
تجھ سے بھی دلفریب ہیں غم روزگار کے

شعر نمبر 3: نازک تھے کہیں رنگِ گل و بوئے سمن سے
جذبات کہ آداب کے سانچے میں ڈھلے ہیں

حل لغت

نازک: نرم۔ سمن: چنبیلی جیسا سفید۔ جذبات: جوش و خروش: سانچے: قالب

مفہوم: پھول کے رنگ اور چنبیلی کی خوشبو سے بھی زیادہ نازک میرے جذبات تھے جو آداب کے قالب میں ڈھل گئے تھے۔

تشریح: شاعرہ کہتی ہیں کہ ایک محب اپنے محبوب کے لیے بڑے نازک اور لطیف جذبات رکھتا ہے۔ یہ جذبات پھولوں کے رنگ جیسے خوش نما ہوتے ہیں۔ ان میں سے یاسمین کے پھولوں جیسی خوشبو آتی ہے۔ جذبات میں سے خوشبو تو نہیں آ سکتی مگر شاعرہ کے کہنے سے مراد یہ ہے کہ میرے جذبات بہت ہی نازک تھے۔ لیکن جب اس میں آداب کا ذکر آ گیا تو وہ جذبات محدود ہو گئے۔ اب میرے جذبات آداب کے پابند ہو گئے ہیں۔ مجھے اپنی اہمیت کا احساس ہو گیا ہے۔ مجھے پتا چل گیا ہے کہ میرے جذبات کتنے ہی نرم و نازک اور اچھے کیوں نہ ہوں ان کی ایک حد ہے اور وہ حد، ادب کی حد ہے۔

شعر نمبر4: تھے کتنے ستارے کہ سرِ شام ہی ڈوبے
ہنگامِ سحر کتنے ہی خورشید ڈھلے ہیں

حل لغت

سرِ شام: شام کے وقت۔ ہنگامِ سحر: صبح کے وقت۔ خورشید: سورج

مفہوم: ستارے شام کے وقت آسمان پر جلوہ افروز ہوتے ہیں مگر کتنے ہی ستارے ہیں جو سرِ شام ہی ڈوب گئے۔ اسی طرح کتنے ہی سورج ہیں جو دن نکلنے کے ساتھ ہی ڈھل گئے۔

تشریح: شاعرہ اس دنیا کی بے ثباتی اور موت کے بارے میں اظہارِ خیال کرتی ہے۔ موت کسی کو نہیں دیکھتی۔ موت نہایت ظالم اور بے رحم ہے۔ وقت کسی کا ساتھ نہیں دیتا۔ کتنے ستارے ایسے ہیں جنھوں نے اپنی پوری آب و تاب سے چمکنا تھا۔ اس دنیا کی خوب صورتی سے لطف اٹھانا تھا مگر اس آب و تاب سے محروم رہ گئے۔ آہ! موت کسی کی پروا نہیں کرتی۔ سورج جس سے تمام دنیا کو چمکنا تھا، صبح کے وقت ہی ڈھل گیا۔ اس شعر سے شاعرہ مراد لیتی ہے کہ وقت نے کسی کا ساتھ نہیں دیا۔ بہت سے ایسے بچے جنھوں نے دنیا کی خوب صورت اور رونق سے لطف اندوز ہونا تھا کم عمری ہی میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ بہت سے نوجوان جن کے ہاتھوں میں اس ملک کی باگ ڈور تھی جنھیں اس ملک کی حفاظت کرنا تھی مگر

مصرع: حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

یہاں اس فانی دنیا میں جو بھی آیا ہے اُسے آخر کار اس دنیا سے کوچ کرنا ہے۔ وقت کسی کا ساتھ نہیں دیتا۔ یہ دنیا بے ثبات ہے۔ یہاں کسی کو دوام حاصل نہیں مگر افسوس اس بات پر ہے کہ وہ دنیا کی نعمتوں سے لطف نہیں اٹھا سکتے جو جلد ہی اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔

www.downloadclassnotes.com

دنیا عجیب مرحلہ بے ثبات ہے
ہر ایک ذی روح کو آخر ممات ہے

شعر نمبر 5: جو جھیل گئے ہنس کے کڑی دھوپ کے تیور
تاروں کی خنک چھاؤں میں وہ لوگ جلے ہیں

حل لغت

تیور: ناراضی ، غصہ ۔ جھیل گئے : برداشت کر گئے

مفہوم: جو لوگ زمانے کی سختیاں برداشت کر گئے ان کے ساتھ یہ ظلم ہوا کہ اپنوں نے انھیں تکلیفیں پہنچائی ہیں۔

تشریح: شاعرہ اس شعر میں زمانے سے گلہ اور شکوہ کرتی ہیں کہ اس دنیا نے ہمارے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا ہے۔ بہت سی سختیاں اور مشکلات ہمارے راستے میں آئیں، بہت سی تکالیف کا ہمیں سامنا کرنا پڑا مگر ہم ان تکالیف کو ہنس کر سہہ گئے۔ بہت سے مصائب آئے مگر ہم نے ان کو برداشت کر لیا مگر وہ سختی اور بے اعتنائی جو اپنوں نے ہمیں دی ہے اسے برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتے۔
انسانی فطرت ہے کہ وہ بڑی سے بڑی تکلیف کو برداشت کرنے کا حوصلہ رکھتا ہے مگر محبوب کی بے رخی کا بوجھ اس سے نہیں اٹھایا جاتا، اس کی بے وفائی اسے مار ڈالتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ انسان کڑی دھوپ میں تو سفر کر سکتا ہے مگر خنک چھاؤں میں سفر کرنا اس کی برداشت سے باہر ہے۔ کیوں کہ غیروں کے ستم تو گوارا ہو سکتے ہیں مگر اپنوں کی بے رخی مار ڈالتی ہے۔

دنیا عجیب مرحلہ بے ثبات ہے
ہر ایک ذی روح کو آخر ممات ہے

شعر نمبر 6: اک شمع بجھائی تو کئی اور جلا لیں
ہم گردشِ دوراں سے بڑی چال چلے ہیں

حلِ لغت

گردشِ دوراں: زمانے کی گردش

مفہوم: زمانے نے تو بہت کوشش کی کہ وہ ہمیں اندھیرے میں رکھے مگر ہم نے بھی زمانے کی گردش سے چال چلی کہ اس نے ایک شمع چھین لی تو ہم نے دوسری جلا لی۔

تشریح: شاعر لوگوں کا خیال ہے کہ جتنی زیادہ تکالیف اور مصائب آتے ہیں سب زمانے کی وجہ سے ہیں۔ ان کے نزدیک سب سے زیادہ ظالم زمانہ ہوتا ہے۔ شاعرہ پر بھی زمانے نے بہت زیادہ ظلم کیا۔ اسے اندھیرے میں رکھنے کی کوشش کی ہے۔ اسے پریشانیاں دینے کی کوشش کی مگر شاعرہ کہتی ہے کہ ہم بھی ہوشیار واقع ہوئے ہیں ہم بھی زمانے کی گردش سے چال چل گئے۔ اس نے ایک شمع بجھائی تو ہم نے ایک اور جلا لی۔ اس سے شاعرہ کی مراد یہ ہے کہ اگر زمانہ ہمیں پریشانیوں اور مصائب کا شکار کرنا چاہتا ہے تو ہم بھی بڑے بیدار مغز ہیں ہم خوشی کی ہلکی سی رمق پا کر ہر غم کو بھول جاتے ہیں اور پھر سے نئے غم کو سہنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں اور اگر وہ پھر سے ہمیں کوئی غم دینا چاہتا ہے تو ان پریشانیوں سے بالکل نہیں گھبراتے ہیں۔

حلِ مشقی سوالات

1- مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) غزل کے مطلع میں شاعرہ کس بات پر نازاں ہے؟

جواب: شاعرہ کو اپنے محبوب کے ہم قدم ہو کر تھوڑی دور چلنے پر بھی فخر ہے۔ وہ اس بات پر نازاں ہے کہ وہ اپنے محبوب کے ہمراہ تھوڑی دور چلی ہے۔

(ب) دل کے کنول اور چراغوں میں کیا بنیادی فرق بتایا گیا ہے؟

جواب: چراغوں کو جلنا ہی ہے خواہ وہ خوشی کی تقریب ہو یا غم کی رات۔ ایک ہمارا دل

ہے جو نہ جلتا ہے نہ بجھتا ہے۔ عشق حقیقی کا شعلہ ہے جو دل میں لپکتا ہے مگر روزگار کے غم نہ تو اسے جلاتے ہیں اور نہ ہی اسے بجھاتے ہیں۔

(ج) اک شمع بجھائی ______ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس کا مطلب ہے کہ زمانے نے ایک دکھ دیا، یہاں شمع بجھانے سے مراد ہے دکھ ملتا ہے۔

2- دیے گئے جوابات میں سے درست جواب کا انتخاب کر کے (✓) کا نشان لگائیں:

(الف) شاعرہ کو کس بات پر فخر ہے؟
- (i) اچھا شعر کہنے پر (ii) محبوب کے ہم قدم ہونے پر
- (iii) آسماں کے مہربان ہونے پر (iv) محبوب کے التفات پر

(ب) اک شمع بجھائی تو:
- (i) ہم گھبرائے بہت (ii) کئی اور جلالیں
- (iii) سو رہے (iv) بے سکون ہو گئے

(ج) یہ غزل کس مجموعۂ کلام سے لی گئی ہے:
- (i) شہرِ درد (ii) سازِ سخن بہانہ ہے
- (iii) غزالاں تم تو واقف ہو (iv) میں ساز ڈھونڈتی رہی

(د) "جو جھیل گئے ہنس کر کڑی دھوپ کے تیور" میں کڑی دھوپ سے کیا مراد ہے:
- (i) سورج کی حدت (ii) زمانے کے مصائب
- (iii) محبوب کی بے رخی (iv) عام دکھ اور بیماری

(ہ) پہلے شعر میں "چلے" کو کہیں گے:
- (i) مطلع (ii) ردیف
- (iii) قافیہ (iv) مقطع

(و) "نازک تھے کہیں رنگِ گل و بوئے سمن سے" میں رنگ و بُو سے مراد ہیں:
- (i) آداب (ii) جذبات
- (iii) تصورات (iv) خیالات

(ز) غزل کا پہلا شعر ہے:
- (i) مطلع (ii) مقطع

www.dow

(iii) عام شعر (iv) آخری شعر

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(ii)	(ب)	(ii)	(ج)	(iii)	(د)	(ii)
(ہ)	(iii)	(و)	(ii)	(ز)	(iv)		

-3 درج ذیل الفاظ پر اعراب لگائیں:

مقدر، جذبات، گل، سمن، خورشید، شمع، گردش

جواب: مُقَدَّر، جَذْبات، گُل، سَمَن، خُورشید، شَمع، گَردِش

-4 کالم (الف) کو کالم (ب) کے الفاظ سے ملائیں۔

کالم (الف)	کالم (ب)
چراغوں کا مقدر	سرِ شام
رنگِ گل	خورشید
ستارے	تیور
ہنگامِ سحر	بوئے سمن
کڑی دھوپ	جلنا

جواب:

کالم (الف)	کالم (ب)
چراغوں کا مقدر	جلنا
رنگِ گل	بوئے سمن
ستارے	سرِ شام
ہنگامِ سحر	خورشید
کڑی دھوپ	تیور

www.downloadclassnotes.com

5- آپ اداؔ جعفری کی اس غزل کی ردیف اور قوافی کی نشان دہی کریں۔

جواب: قوافی: بھلے، چلے، جلے، ڈھلے ردیف: ''ہیں'' ردیف ہے۔

قافیہ

کسی شعر کے آخر میں آنے والے ہم وزن، ہم آواز الفاظ کو قافیہ کہتے ہیں۔ اگر شعر میں ردیف بھی ہو (ردیف کا ہونا لازمی نہیں) تو قافیہ ردیف سے پہلے آئے گا۔

ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

پھرے راہ سے وہ یہاں آتے آتے
اجل مر رہی تو کہاں آتے آتے

یہاں پہلے شعر میں ''ہوا'' اور ''دوا'' جب کہ دوسرے شعر میں ''یہاں'' اور ''کہاں'' قافیے ہیں۔

ردیف

کسی شعر میں قافیے کے بعد آنے والے ایک جیسے لفظ یا ایک جیسے الفاظ ردیف کہلاتے ہیں۔ اگر غزل کے مطلع میں ردیف موجود ہو تو باقی اشعار کے دوسرے مصرعے میں بھی ردیف آتی ہے، تاہم غزل غیر مردف بھی ہوتی ہے۔ ''قافیہ'' کے ضمن میں دیے گئے اشعار میں ''کرے کوئی'' اور ''آتے آتے'' ردیف ہیں۔

آپ اداؔ جعفری کی اس غزل کی ردیف اور قوافی کی نشان دہی کریں۔

جواب: اداؔ جعفری کی اس غزل کی ردیف ''ہیں'' ہے۔
اداؔ جعفری کی اس غزل میں درج ذیل قوافی آئے ہیں۔
بھلے، چلے، جلے، ڈھلے، چلے

سرگرمیاں

-1 اس غزل کی ردیف اور قوافی اپنی کاپیوں پر خوش خط لکھیں اور اپنے استاد صاحب کو دکھا کر صحیح کروائیں۔

جواب: جواب کے لیے دیکھیے قافیہ اور ردیف

-2 ادا جعفری کی کوئی اور غزل کاپیوں میں نوٹ کریں۔

جواب: ادا جعفری کی غزل

کس کس نے ساتھ چھوڑ دیا دھوپ چھاؤں میں
ذکرِ وفا نہیں ہے ، ہماری خطاؤں میں

موجِ ہوا بھی ریت کی دیوار بن گئی
ہم نے خدا تلاش کیا ، ناخداؤں میں

شاید ادھر سے قافلۂ رنگ و بو گیا
خوشبو کی سسکیاں ہیں ابھی تک ہواؤں میں

اب کے صبا کی نرم مزاجی کو کیا ہوا
بکھرے پڑے ہیں تازہ شگوفے ہواؤں میں

مقدور بھر جو راہ کا پتھر بنے رہے
وہ لوگ یاد آئے ہیں اکثر دعاؤں میں

ویرانیاں دلوں کی بھی کچھ کم نہ تھیں ادا
کیا ڈھونڈنے گئے ہیں مسافر خلاؤں میں

-3 جماعت کے کمرے میں اس غزل کو درست تلفظ کے ساتھ بلند آواز سے پڑھا جائے۔

جواب: جماعت کا کوئی خوش الحان طالب علم اس غزل کو پڑھے اور باقی بچے پوری توجہ سے اسے سنیں۔

www. com

تدریسی اشارات

1- ادا جعفری کے سوانحی کوائف اور شاعری کی خصوصیات سے طلبہ کو آگاہ کیا جائے۔

جواب: دیکھیے حالات زندگی

2- طلبہ کو آگاہ کیا جائے کہ غزل کے موضوعات وقت کے ساتھ ساتھ بدلے ہیں۔ پہلے صرف حسن و عشق ہی غزل کا موضوع تھا۔ اب اس میں ہر موضوع پر غزلیں کہی جا رہی ہیں۔

جواب: جواب کے لیے دیکھیے غزل فراق گورکھ پوری اساتذہ کے لیے نمبر 3

3- اگر میسر آئے تو ادا جعفری کی خود نوشت جو رہی سو بے خبر رہی سے اقتباسات پڑھ کر طلبہ کو سنائے جائیں۔

جواب: اساتذہ کرام سکول کی لائبریری سے ادا جعفری کی خود نوشت "جو رہی سو بے خبر رہی" حاصل کریں اور طلبہ کو اس میں سے چیدہ چیدہ اقتباسات پڑھ کر سنائیں اور ان کی وضاحت بھی کریں۔

4- ادا جعفری کے مجموعہ کلام "غزالاں تم تو واقف ہو" سے کم از کم دو اور غزلیں طلبہ کو سنائی جائیں۔

جواب: دیکھیے سرگرمی نمبر 2

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) یہ فخر ہے کہ ہم ترے ساتھ چلے ہیں:
(i) دو چار قدم (ii) صبح سے شام تک
(iii) شانہ بشانہ (iv) ہر دم

(ب) جلنا تو مقدر ہے:
(i) لکڑیوں کا (ii) دل کا
(iii) چراغوں کا (iv) حاسدوں کا

(ج) آداب کے سانچے میں ڈھلے ہیں:
(i) خیالات (ii) احساسات
(iii) محسوسات (iv) جذبات

(د) ستارے ڈوبے ہیں:
(i) سرِ شام (ii) آدھی رات کو
(iii) صبح صبح (iv) مقدر کے

(ہ) جو کڑی دھوپ کے تیور جھیل گئے وہ جلے ہیں:
(i) دہکتی آگ سے (ii) تند خیالات سے
(iii) خنک چھاؤں میں (iv) بادِ گرمی سے

(و) بقول شاعر، ہم چال چلے ہیں:
(i) دوستوں سے (ii) زمانے سے
(iii) رقیبوں سے (iv) گردشِ دوراں سے

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(i)	(ب)	(iii)	(ج)	(iv)	(د)	(i)
(ہ)	(iii)	(و)	(iv)				

آئینہ اُردو لازمی

حصہ نثر

- مرکزی خیال
- سبق کا خلاصہ
- اہم اقتباسات کی تشریح
- مشقی سوالات و جوابات

www.do

حفیظ جالندھری
(1900ء تا 1982ء)

شاعر کے حالات زندگی

نام محمد حفیظ حفیظؔ تخلص جالندھر میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ بعض حالات کے سبب تعلیم ادھوری چھوڑ کر لاہور چلے آئے۔ حفیظ نے گیارہ سال کی عمر میں شعر کہنا شروع کیے۔ فارسی کے مشہور شاعر مولانا غلام قادر گرامی کے شاگرد تھے۔ وقت کے ساتھ ساتھ شاعری میں نکھار آتا گیا۔ علامہ اقبال سے بہت متاثر تھے۔ ان کا قول ہے کہ "اگر اقبال نہ ہوتا تو حفیظ بھی نہ ہوتا۔" انھوں نے اپنی محنت اور لیاقت سے دنیائے شعروادب میں ایک ممتاز مقام حاصل کیا۔

1925ء میں نواب خیر پور سندھ نے تین سو روپے ماہوار مشاہرے پر درباری

شاعر کے طور پر حفیظ کو یاد کیا لیکن حفیظ کو یہ زندگی پسند نہ آئی۔ان کی مشہور نظم ''رقاصہ'' اسی زمانے کی یادگار ہے۔دوسری جنگ عظیم کے وقت سانگ پبلسٹی آرگنائزیشن کے ڈائریکٹر جنرل بنے۔مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو فوجی بھرتی پر آمادہ کریں۔قیامِ پاکستان کے بعد آزاد کشمیر کے شعبہ نشرواشاعت میں کام کیا۔حفیظ کو پاکستان کے قومی ترانے کا خالق ہونے کا شرف حاصل ہے۔ایک عرصے تک وہ بساطِ شعروادب پر چھائے رہے۔

حفیظ کا قومی اور ملی کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے اسلام کی درخشندہ اور تابناک تاریخ کو نہایت اثر آفرین انداز میں نظم کیا ہے چنانچہ شاہنامہ اسلام کو قبولِ عام کا درجہ حاصل ہوا۔

تصانیف: ان کی اہم تصانیف یہ ہیں: شاہنامہ اسلام (چار جلدیں) نغمہ زار۔ سوزوساز۔ تلخابہ شیریں، تصویرِ کشمیر، حفیظ کے گیت، حفیظ کی نظمیں، بزم نہیں رزم، چراغِ سحر وغیرہ

وفات: حفیظ جالندھری نے 1982ء میں وفات پائی۔ان کا مزار اقبال پارک لاہور میں واقع ہے۔

مرکزی خیال

اس حمد کا مرکزی خیال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لفظ سے ساری دنیا کو پیدا کیا ہے۔ وہی ہر چیز کا خالق اور مالک ہے۔ اس نے انسان کو اسلام کی فطرت پر پیدا کیا ہے۔

خلاصہ

اللہ تعالیٰ نے ایک حرف کن سے ساری دنیا کو پیدا کیا اور اس میں گہما گہمی بھر دی۔ اس دنیا اور آسمان کا سارا نظام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ زمین پر موسموں کا بدل بدل کر آنا جانا، انسان کے لیے ہر قسم کی نعمتوں کی فراوانی، پھل، پھول اور اناج، ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ تمام مخلوقات جن، انسان، چرند، پرند، حیوانات غرض کہ دنیا کی ہر شے اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ اس کا سب سے بڑا کرم یہ ہے کہ اس نے انسان کو نیک فطرت

ختم نبوت ﷺ زندہ باد **عظمت صحابہ زندہ باد**

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

معزز ممبران: آپ کا وٹس ایپ گروپ ایڈ من "**اردو بکس**" آپ سے مخاطب ہے۔

آپ تمام ممبران سے گزارش ہے کہ:

- گروپ میں صرف PDF کتب پوسٹ کی جاتی ہیں لہذا کتب کے متعلق اپنے کمنٹس / ریویوز ضرور دیں۔ گروپ میں بغیر ایڈ من کی اجازت کے کسی بھی قسم کی (اسلامی و غیر اسلامی، اخلاقی، تحریری) پوسٹ کرنا سختی سے منع ہے۔
- گروپ میں معزز، پڑھے لکھے، سلجھے ہوئے ممبرز موجود ہیں اخلاقیات کی پابندی کریں اور گروپ رولز کو فالو کریں بصورت دیگر معزز ممبرز کی بہتری کی خاطر ریموو کر دیا جائے گا۔
- کوئی بھی ممبر کسی بھی ممبر کو انباکس میں میسج، مس کال، کال نہیں کرے گا۔ رپورٹ پر فوری ریموو کر کے کاروائی عمل میں لائے جائے گی۔
- ہمارے کسی بھی گروپ میں سیاسی و فرقہ واریت کی بحث کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔
- اگر کسی کو بھی گروپ کے متعلق کسی قسم کی شکایت یا تجویز کی صورت میں ایڈ من سے رابطہ کیجئے۔
- سب سے اہم بات:

گروپ میں کسی بھی قادیانی، مرزائی، احمدی، گستاخِ رسول، گستاخِ امہات المؤمنین، گستاخِ صحابہ و خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین، گستاخ اہلبیت یا ایسے غیر مسلم جو اسلام اور پاکستان کے خلاف پراپیگنڈا میں مصروف ہیں یا ان کے روحانی وذہنی سپورٹرز کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے لہذا ایسے اشخاص بالکل بھی گروپ جوائن کرنے کی زحمت نہ کریں۔ معلوم ہونے پر فوراً ریموو کر دیا جائے گا۔

- تمام کتب انٹرنیٹ سے تلاش / ڈاؤنلوڈ کر کے **فری آف کاسٹ** وٹس ایپ گروپ میں شیئر کی جاتی ہیں۔ جو کتاب نہیں ملتی اس کے لئے معذرت کر لی جاتی ہے۔ جس میں محنت بھی صَرف ہوتی ہے لیکن ہمیں آپ سے صرف دعاؤں کی درخواست ہے۔
- عمران سیریز کے شوقین کیلئے علیحدہ سے عمران سیریز گروپ موجود ہے۔
- **لیڈیز کے لئے الگ گروپ کی سہولت موجود ہے جس کے لئے ویریفکیشن ضروری ہے۔**
- اردو کتب / عمران سیریز یا سٹڈی گروپ میں ایڈ ہونے کے لئے ایڈ من سے وٹس ایپ پر بذریعہ میسج رابطہ کریں اور جواب کا انتظار فرمائیں۔ برائے مہربانی اخلاقیات کا خیال رکھتے ہوئے موبائل پر کال یا ایم ایس کرنے کی کوشش ہر گز نہ کریں۔ ورنہ گروپس سے تو ریموو کیا ہی جائے گا بلاک بھی کیا جائے گا۔

نوٹ: ہمارے کسی گروپ کی کوئی فیس نہیں ہے۔ سب فی سبیل اللہ ہے

0306-7163117	0343-7008883	0333-8033313
محمد سلمان سلیم	پاکستان زندہ باد	راؤ ایاز

پاکستان زندہ باد **پاکستان پائندہ باد**

اللہ تبارک تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو

پر پیدا کیا ہے اور حضرت محمد ﷺ کے نام پر قربان ہونے کا جذبہ دلوں میں رکھا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
کن	ہو جا	عالم	دُنیا
کشاکش	کشمکش، کھینچا تانی	صدا	آواز
[illegible]	گہما گہمی	نظامِ آسمانی	آسمان کا انتظام
حکمران	بادشاہ	جاودانی	ہمیشہ رہنے والی
باغبانی	باغ کی حفاظت کرنا	جلوہ آرا	ظاہر ہونا، نمایاں ہونا
مظاہر	ظاہری چیزیں	داتا	روزی دینے والا مراد اللہ تعالیٰ
دسترخوان	وہ کپڑا جسے بچھا کر کھانا کھایا جاتا ہے	نعمت	انعام، اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا گیا انعام
سرد و گرم	مراد ہر طرح کا موسم	[illegible]	گیلا، بھیگا
تاریکی	اندھیرا	اجالا	روشنی
شان	شوکت	کائنات	دنیا
مخلوقات	مخلوق کی جمع، لوگ	خالق	پیدا کرنے والا
نباتات	جڑی بوٹیاں	جمادات	بے جان چیزیں
حیوانات	حیوان کی جمع، جانور	بشر	انسان
فطرت	قدرت	شیدا	عاشق، فدائی

www.d...s.com

نظم کی تشریح کے اصول

تمہید

نظم کی تشریح نثر کی تشریح سے یکسر مختلف ہے۔ نثر میں مصنف اپنے خیالات کو پھیلا کر اور وضاحت سے بیان کر سکتا ہے جب کہ نظم میں شاعر کو اپنے خیالات کے اظہار کے لیے اختصار سے کام لینا پڑتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات اسے اشارے کنائے سے کام لینا پڑتا ہے۔ اس لیے نظم کی تشریح کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اس کے نفسِ مضمون کو سمجھا جائے اور پھر جس مفہوم کو شاعر نے اختصار کے ساتھ پیش کیا اسے وضاحت کے ساتھ بیان کیا جائے شاعر تو قافیے اور ردیف کی پابندی کی وجہ سے کسی خیال یا تصور کو دو مصرعوں میں بیان کرنے پر مجبور ہے لیکن تشریح کرتے وقت آپ پر ایسی کوئی پابندی یا مجبوری نہیں ہے بلکہ آپ زیادہ سے زیادہ الفاظ میں اس خیال یا مضمون کو خوب کھول کر اور وضاحت کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں۔

درست ادائیگی

سب سے پہلے آپ کو یہ دیکھنا ہے کہ نظم کے اشعار کو صحیح طور پر ادا کیا جائے۔ نظم کو سمجھنے کے لیے نظم کی صحیح اور درست ادائیگی نہایت ضروری ہے۔ ظاہر ہے نظم کو پڑھتے وقت ہمیں کہیں رکنا پڑتا ہے اور کہیں کم اور کہیں زیادہ زور دینا پڑتا ہے۔ اس لیے آپ تشریح کرنے سے پہلے شعر کو دو مرتبہ درست ادائیگی کے ساتھ پڑھیں اور ترنم سے دہرائیں۔ اس سے شعر کا مفہوم سمجھنے میں مدد ملے گی۔ آپ دیکھتے ہیں کہ قوالی، گیت اور نغموں کو بڑے اہتمام سے ترنم کے ساتھ موسیقی کے سازوں کی مدد سے خاص لَے سے پیش کیا جاتا ہے جس سے سننے والے محظوظ بھی ہوتے ہیں اور پیش کردہ اشعار کو خوب سمجھ بھی لیتے ہیں۔

حوالۂ متن

اس عنوان کے تحت متعلقہ نظم اور شاعر کا حوالہ دیں۔

نثری ترتیب

ظاہر ہے شعر میں الفاظ کی ترتیب نثر سے بالکل مختلف ہوتی ہے کیوں کہ شاعر کو قواعد کے اصولوں کے مقابلے میں شعر کے وزن کا زیادہ خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اس لیے اکثر الفاظ آگے پیچھے ہو جاتے ہیں لہٰذا آپ تشریح کرنے سے پہلے شعر کو نثری ترتیب دے لیں۔ اس سے شعر کا مفہوم واضح ہو جائے گا۔ جیسے یہ شعر ہے کہ

[illegible] خلق ترستی تھی خا[illegible]
[illegible] برستی تھی خاک پر

اس کی نثری ترتیب یوں ہو گی۔

"خلق خاک پر آبِ خنک کو ترستی تھی گویا ہوا سے خاک پر آگ برستی تھی"۔

اس سلسلے میں یہ خیال رہے کہ نثری ترتیب میں اپنی طرف سے کچھ اضافہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ شعر کے الفاظ ہی کو ترتیب میں لے آنا چاہیے، البتہ حسبِ ضرورت حروفِ اضافت، عطف اور بیان وغیرہ کا استعمال ہو سکتا ہے اور وہ بھی (قوسین (بریکٹ) میں جیسے کا، کے، و، تو، کہ، وغیرہ۔

حلِ لغت

تشریح طلب شعر میں جو مشکل الفاظ ہوں ان کے معنی لکھ دیں۔

سیاق و سباق

اگرچہ اشعارِ نظم کی تشریح کے لیے سیاق و سباق مطلوب نہیں ہے بلکہ صرف حوالۂ متن ہی کافی ہے، تاہم تشریح کرتے ہوئے متعلقہ نظم کے مجموعی نفسِ مضمون، پس منظر اور مرکزی خیال کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر شعر کی تشریح صحیح طور پر

نہیں ہو سکتی۔ جیسے علامہ اقبالؒ کی نظم "شکوہ" کے اشعار کی تشریح کرنی ہو تو یہ بتانا پڑے گا کہ شاعر نے اس نظم میں اللہ تعالیٰ سے شکایت کی ہے کہ مسلمان تیرے نام لیوا ہوتے ہوئے دنیا میں ذلیل و رسوا کیوں ہیں؟

مرکزی خیال

اگرچہ شعر کے مرکزی خیال کا الگ عنوان قائم کرنا ضروری نہیں ہے، تاہم اس کا تعین کر لینا ضروری اور مفید ہے کیوں کہ مرکزی خیال واضح ہو جائے تو شعر کی تشریح بہتر طور پر ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ مرکزی خیال ہی شعر کا بنیادی تصور ہوتا ہے جس کی تشریح وضاحت کے ساتھ ہو سکتی ہے۔

تشریح

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے، تشریح میں شعر کے مفہوم کو خوب واضح کریں اور اسے کھول کر بیان کریں۔ صرف شعر کے ظاہری اور مختصر الفاظ کو نہ دیکھیں بلکہ اس مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کریں جو ان الفاظ کے پردے میں پوشیدہ ہے۔ پھر آپ مختلف مثالوں، واقعات اور تجربات کی مدد سے تشریح کریں۔ حوالے دیں، مقولے لکھیں۔ ہم مضمون اشعار پیش کریں اور جہاں ضروری اور موقع ہو قرآنی آیات و احادیث (یا ان کا ترجمہ) کا بھی حوالہ دیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس سلسلے میں آپ کا مطالعہ وسیع ہونا چاہیے۔ اس مطالعے کی مدد سے آپ مختلف معلومات حوالوں اور مثالوں سے کام لے سکتے ہیں اور اس طرح اپنی تشریح کو زیادہ سے زیادہ مفصل، موثر اور جامع بنا سکتے ہیں یعنی جتنا گڑ ڈالیں گے، اتنا ہی میٹھا ہوگا۔ اگر شعر میں کوئی تلمیح یعنی تاریخی حوالہ ہے تو اس کی وضاحت کر دیں جیسے دمِ عیسیٰؑ ایک تلمیح ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ دیا تھا کہ مردے کو زندہ کر دیتے تھے اور مٹی کا پرندہ بنا کر اس میں جان ڈال دیتے تھے۔ اس طرح خضر ایک تلمیح ہے، جو ایک بزرگ ہیں، جنھوں نے آبِ حیات پیا ہے اور ہمیشہ زندہ رہیں گے، وہ کسی نہ کسی روپ میں خشکی اور تری میں بھولے بھٹکوں کو راستہ دکھا جاتے ہیں۔

تبصرہ

تبصرہ کا مطلب ہے رائے زنی، یعنی آپ شعر کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کر سکتے ہیں کہ وہ زبان و معنی کے لحاظ سے کیسا ہے؟ آپ اسے تنقید یا ادبی محاسن کا نام بھی دے سکتے ہیں۔ تنقید کے معنی ہیں پرکھنا، یعنی کسی چیز کی خوبیوں اور خامیوں کا جائزہ لینا۔ ادبی محاسن سے مراد ہے ادبی خوبیاں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کو مختصر طور پر یہ بتانا ہے کہ شعر میں زبان و الفاظ کیسے استعمال کیے گئے ہیں اور اس کا مضمون کیسا ہے؟ اگرچہ اس کا الگ عنوان قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے تاہم آپ تشریح کے دوران میں رائے زنی اور تبصرہ کر سکتے ہیں اس کے لیے اعلیٰ ذہانت اور وسیع مطالعہ کی ضرورت ہے مثال کے طور پر آپ اس قسم کے جملے استعمال کر سکتے ہیں اس سلسلے میں موقع محل اور مناسبت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

1- زبان و معنی (مضمون) کے لحاظ سے عمدہ شعر ہے۔
2- شعر میں سادگی، سلاست اور روانی پائی جاتی ہے۔
3- شعر فصاحت و بلاغت کا اعلیٰ نمونہ ہے یاد رہے کہ فصاحت زبان کی عمدگی کو اور بلاغت معنی کی عمدگی کو کہتے ہیں۔
4- بہت عمدہ تشبیہ بیان کی گئی ہے (ایک چیز کو کسی دوسری چیز کی مانند قرار دینا)۔
5- الفاظ و تراکیب ایسی ہیں جیسے ہیرے جواہرات جڑے ہوں۔
6- فلاں لفظ یا ترکیب قواعد کے لحاظ سے درست نہیں۔
7- خوب منظر کشی کی ہے۔
8- مجھے شاعر کے تصور سے اتفاق ہے / اتفاق نہیں ہے۔
9- جذبات کی بہترین ترجمانی کی گئی ہے۔
10- شاعر نے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔
11- شعر ادبی محاسن کا بہترین نمونہ ہے۔
12- شعر میں بلند اور منفرد تخیل پیش کیا گیا ہے۔

www. .com

اشعار کی تشریح

شعر نمبر 1:

اسی نے ایک حرفِ کُن سے پیدا کر دیا عالم
کشاکش کی صدائے ہاؤ ہُو سے بھر دیا عالم

حلِ لغت

حمد: ایسی نظم جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی جائے۔ کُن: ہو جا۔ عالم: دُنیا۔ کشاکش: کھینچا تانی، کشمکش۔ صدا: آواز۔ ہاؤ ہُو: گہما گہمی۔

مفہوم: اللہ تعالیٰ نے ایک حرف کن کہہ کر دنیا کو پیدا کیا اور اس میں گہما گہمی بھر دی۔

تشریح: اللہ تعالیٰ ہی تمام کائنات کا خالق ہے۔ اس نے یہ دنیا ہمارے لیے بنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دُنیا لفظ "کُن" کہہ کر بنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا "کُن" یعنی ہو جا اور "فیکون" یعنی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا۔ پھر انھیں دُنیا میں بھیج دیا۔ پھر اس دنیا کو رونق بخشنے کے لیے دنیا میں بے شمار چیزیں پیدا کیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب چیزیں انسانوں کے لیے پیدا کی ہیں۔ آج دنیا میں ہر طرف گہما گہمی ہے۔ رونق ہے۔ انسانوں کی سہولت اور ضرورت کے لیے اللہ تعالیٰ نے بے شمار چیزیں بنائی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہی ہے جو کہ تمام کائنات کا خالق و مالک ہے۔ اس کے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔

شعر نمبر 2:

نظامِ آسمانی ہے اسی کی حکمرانی سے
بہارِ جاودانی ہے اسی کی باغبانی سے

حلِ لغت

نظامِ آسمانی: آسمان کا نظام۔ حکمرانی: بادشاہت۔ بہارِ جاودانی: ہمیشہ رہنے والی بہار۔ باغبانی: باغ کی دیکھ بھال کرنا

www.downloadclassnotes.com

مفہوم: آسمان کا نظام بھی اللہ تعالیٰ کی حکمرانی ہی سے ہے اور دنیا کے باغ میں اللہ تعالیٰ ہی کی وجہ سے ہمیشہ رہنے والی بہار ہے۔

تشریح: شاعر اس شعر میں خدا تعالیٰ کی تعریف بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! یہ آسمان کا نظام تیرے ہی حکم سے چل رہا ہے۔ تو ہی وہ واحد ہستی ہے جو اس نظام کو چلا رہی ہے۔ سورج کا اپنے وقت پر نکلنا اور اپنے وقت پر غروب ہونا تیرے ہی حکم کے تابع ہے۔ دن رات کا بدل بدل کا آنا اور جانا تیرے ہی حکم سے ہوتا ہے۔ تیری بادشاہت زمین و آسمان پر ہے۔ اے اللہ! تیرے دم سے ہی اس دنیا کی ہمیشہ رہنے والی بہار ہے۔ شاعر نے اس دنیا کو ایک باغ سے تشبیہ دی ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس باغ کا رکھوالا کہا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ اس باغ کا مالی ہے اس لیے اس دنیا میں ہمیشہ رہنے والی بہار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور اس کا باغباں نہیں ہو سکتا ہے۔

شعر نمبر 3:　زمیں پر جلوہ آرا ہیں مظاہر اس کی قدرت کے
بچھائے ہیں اسی داتا نے دسترخوان نعمت کے

حلِ لغت

جلوہ آرا: جلوہ دکھانا، جھلک دکھلانا۔　مظاہر: ظاہر، سامنے کی چیز۔
دسترخوان: کھانا کھانے کا کپڑا۔　نعمت: انعام

مفہوم: ہر طرف اللہ تعالیٰ کی قدرت کے جلوے نظر آتے ہیں۔ اسی نے ہمارے کھانے کے لیے بے شمار نعمتیں پیدا کی ہیں۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ اس زمین کی ہر چیز میں رب تعالیٰ کا جلوہ نظر آتا ہے۔ اس زمین پر بسنے والی ہر چیز اس بات کی گواہ ہے کہ اس کا بنانے والا کوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انسان کے لیے طرح طرح کی نعمتیں اتاری ہیں۔ پہاڑ،

www.d... .com

سمندر، دریا اور درخت سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ ان سب چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی قدرت ظاہر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب نعمتیں انسانوں کے لیے پیدا کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی انسان اور باقی تمام مخلوقات کا رازق ہے اور وہی سب کو روزی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے بے شمار نعمتیں پیدا کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ان نعمتوں کا ذکر قرآن پاک کی سورت الرحمٰن میں کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''پس اے گروہ جن و انس! تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔'' ہمیں ان تمام نعمتوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے جس نے ہمارے لیے ایسی پیاری نعمتیں پیدا کی ہیں۔

شعر نمبر ۴

یہ سرد و گرم، خشک و تر، اجالا اور تاریکی
نظر آتی ہے سب میں شان اسی کی ذاتِ باری کی

حل لغت

سرد و گرم: ٹھنڈا اور گرم۔ تر: بھیگا۔ اجالا: روشنی۔ تاریکی: اندھیرا۔
ذاتِ باری: اللہ تعالیٰ کی ذات

مفہوم: ہر طرح کے موسموں میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی شان نظر آتی ہے۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ دنیا میں جتنی بھی چیزیں ہیں، سب میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ نظر آتا ہے۔ سردی، گرمی، بہار، خزاں ہر خشک اور گیلی چیز، روشنی اور اندھیرا، ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ نظر آتا ہے۔

جگ میں آ کر ادھر ادھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

انسان اگر اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں جاننا چاہے تو اسے ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ نظر آ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں طرح طرح کی چیزیں پیدا

کی ہیں۔ مختلف قسم کے موسم بنائے ہیں جو بدل بدل کر آتے اور جاتے ہیں۔
اسی طرح رات اور دن بدل بدل کر آتے ہیں۔ ان سب چیزوں میں اللہ تعالیٰ
ہی کی ذات کا جلوہ نظر آتا ہے۔
قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ ''یقیناً دن رات کے بدل بدل کر آنے
میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔''
انسان دنیا میں ہر قسم کے حالات سے نبرد آزما ہوتا ہے۔ کبھی حالات اچھے
ہوتے ہیں اور کبھی یہ انسان کے موافق نہیں ہوتے۔ مگر ہر قسم کے حالات اللہ
تعالیٰ ہی کے پیدا کردہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ مختلف طریقوں سے اپنے بندوں کی
آزمائش کرتا ہے۔ انسان کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

شعر نمبر: 5

وہی ہے کائنات اور اس کی مخلوقات کا خالق
نباتات و جمادات اور حیوانات کا خالق

حلِ لغت

کائنات: دنیا۔ مخلوقات: تمام مخلوق۔ نباتات: جڑی بوٹیاں۔
جمادات: بے جان چیزیں۔ حیوانات۔ جانور

مفہوم: اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ اس ساری دنیا کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس دنیا کی تمام مخلوقات بھی
اسی نے پیدا کی ہیں۔ وہ سب کا خالق و مالک ہے۔ اس دنیا میں جتنے بھی
درخت اور پودے ہیں، سب اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیے ہیں۔ ہر جان دار اور
بے جان چیز کا پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے۔ شاعر اس شعر میں بتانا یہ چاہتا ہے
کہ دنیا کی ہر چیز اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے۔ وہ ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔ وہ
چیز جان دار ہو یا بے جان، پہاڑ ہوں، دریا ہوں، پودے ہوں، درخت ہوں یا
چرند پرند، ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس دنیا میں بے شمار

چیزیں ہیں۔ کچھ معلوم ہیں اور کچھ نامعلوم۔ کچھ جان دار ہیں اور کچھ بے جان، کچھ ہماری نظروں کے سامنے ہیں اور کچھ نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ جو چیز بھی اس دنیا میں موجود ہے اس کا بنانے والا ایک اللہ ہی ہے۔

سبھی کچھ خدا کا بنایا ہوا ہے
یہ گلشن اسی کا لگایا ہوا ہے
یہ آگ اور مٹی ہوا اور پانی
سبھی کچھ خدا ہی کی ہے مہربانی

شعر نمبر: 6 وہی خالق ہے دل کا اور دل کے نیک ارادوں کا
وہی مالک ہمارا اور ہمارے باپ دادوں کا

حل لغت

خالق: پیدا کرنے والا۔ نیک ارادہ: اچھا ارادہ۔ باپ دادا: بزرگ

مفہوم: اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کے بھید تک جانتا ہے۔ وہ ہمارا اور ہمارے آباؤ اجداد کا مالک ہے۔

تشریح: شاعر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ہر ارادے سے واقف ہے۔ ہمارے دلوں میں جو خیال پیدا ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ اگر ہم دل میں کسی نیک کام کا ارادہ کریں تو ہمیں جان لینا چاہیے کہ اس نیک کام کی تحریک اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہمیں نیکی کے کاموں کی طرف راغب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان اپنی بخشش کا سامان کرے۔ اس کے لیے وہ اپنے پیارے بندوں کو نیک کام کرنے پر تیار کرتا رہتا ہے اور ان نیک کاموں کے لیے آسانیاں مہیا کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا مالک ہے اور ہمارے بزرگ بھی اسی کے بندے تھے۔ غرض اللہ تعالیٰ کی حاکمیت ازل سے ہے اور ابد تک

رہے گی۔

شعر نمبر: 7
بشر کو فطرتِ اسلام پر پیدا کیا جس نے
محمد مصطفیٰ کے نام پر شیدا کیا جس نے

حلِ لغت

بشر: انسان، آدمی۔ فطرتِ اسلام: اسلام کے اصول۔ شیدا: فدائی، قربان ہونے والا

مفہوم: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسلام کی فطرت پر پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں حضور ﷺ کے نام پر قربان ہونے کا جذبہ رکھا ہے۔

تشریح: شاعر اس شعر میں بیان کرتا ہے کہ وہ خدائے بزرگ و برتر ہی ہے جس نے انسان کو پیدا کیا۔ اسے اسلام کے اصولوں پر چلنا سکھایا۔ کائنات کے اسرار و رموز سے واقفیت دلائی۔ وہی کائنات کا خالق ہے۔ انسان اس کے بتائے ہوئے راستوں پر چلتا ہے اور زندگی سے لطف اٹھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات حضرت محمد ﷺ کے لیے ہی تخلیق کی ہے۔ وہ خود کہتا ہے کہ اگر میں محمد مصطفیٰ ﷺ کو تخلیق نہ کرتا تو کائنات نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ خود آپ ﷺ سے بہت محبت کرتا ہے۔

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے، نقشِ روحِ محمدؐ بنایا گیا
پھر اس نور سے لے کے کچھ روشنی، بزمِ کون و جہاں کو سجایا گیا

اور

جمالِ حسنِ یوسف پر فقط عاشق زلیخا تھی
خدا خود جس پہ عاشق ہے وہ ہے صورت محمد ﷺ کی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو حضرت محمد ﷺ کا شیدائی بنایا ہے۔ انسان آپ ﷺ سے محبت کرتا ہے کیونکہ یہ کائنات انھی کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان

www.do

کے دل میں حضرت محمد ﷺ کی محبت رکھی ہے۔ آپ ﷺ کے امتی ہونے کی حیثیت سے بھی ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم آپ ﷺ سے محبت کریں اور آپ ﷺ کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"اگر تم کو مجھ سے محبت کا دعویٰ ہے تو حضرت محمد ﷺ کی پیروی کرو۔ اللہ بھی تم سے محبت کرے گا۔"

تبصرہ

حمد ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف بیان کی جائے۔ حفیظ جالندھری نے بڑے دلکش پیرائے میں یہ حمد لکھی ہے۔ اس حمد کے شعروں میں روانی اور موسیقیت بہت زیادہ ہے۔ لفظوں کا چناؤ عمدہ ہے۔ شاعر نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر بڑے اچھے انداز میں کیا ہے۔

حلِ مشقی سوالات

1- مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات کون سا ایک لفظ کہہ کر بنائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ایک لفظ "کُن" کہہ کر یہ ساری کائنات بنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کُن یعنی ہو جائے اور فیکون یعنی ہو گیا۔

(ب) اللہ تعالیٰ نے انسان کو کن نعمتوں سے نوازا ہے؟ چند ایک تحریر کریں۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ان نعمتوں کا ذکر سورۃ الرحمٰن میں کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورج بنا کے بزم جہاں کو رونق بخشی۔ ہوا، پانی، آگ، مٹی، پھل، پھول، سبزیاں، اناج، پہاڑ، دریا، سمندر، سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ یہ سب نعمتیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے پیدا کی ہیں۔

(ج) اجالے اندھیرے اور خشک و تر کس کے مظاہر کے نمونے ہیں؟

جواب: اجالے اندھیرے اور خشک و تر اللہ تعالیٰ کے مظاہر کے نمونے ہیں۔

(د) حمد میں خالق کی کن مخلوقات کا ذکر کیا گیا ہے؟

جواب: حمد میں بتایا گیا ہے کہ نباتات، جمادات، حیوانات اور ہمارے باپ دادا سب اُسی خالق کی مخلوق ہیں۔ سب کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے۔

(ہ) انسان کو کس فطرت پر پیدا کیا گیا ہے؟

جواب: انسان کو اسلام کی فطرت پر پیدا کیا گیا ہے۔

-2 درج ذیل الفاظ سے مصرعے مکمل کریں:

مخلوقات، آسمانی، مظاہر، بشر

(الف) نظام ــــــــــ ہے اسی کی حکمرانی سے

(ب) زمیں پر جلوہ آرا ہیں ــــــــــ اس کی قدرت کے

(ج) وہی ہے کائنات اور اس کی ــــــــــ کا خالق

(د) ــــــــــ کو فطرتِ اسلام پر پیدا کیا جس نے

جواب: (الف) نظامِ آسمانی ہے اسی کی حکمرانی سے

(ب) زمیں پر جلوہ آرا ہیں مظاہر اس کی قدرت کے

(ج) وہی ہے کائنات اور اس کی مخلوقات کا خالق

(د) بشر کو فطرتِ اسلام پر پیدا کیا جس نے

-3 نظم "حمد" کے متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) کا نشان لگائیں۔

(الف) نظم "حمد" کس شاعر کی تخلیق ہے؟

(i) احسان دانش (ii) جمیل الدین عالی

(iii) حفیظ جالندھری (iv) جوش ملیح آبادی

(ب) کائنات کا وجود اللہ تعالیٰ کے:

(i) احکامات کا نتیجہ ہے (ii) چاہنے کا نتیجہ ہے

(iii) حرفِ کُن کا نتیجہ ہے (iv) ارادے کا نتیجہ ہے

(ج) نظام آبادی اور بہارِ جاودانی میں کون سی بات مشترک ہے؟

(i) خالق ایک ہے (ii) ردیف ایک ہے

(iii) دونوں کائنات کا حصہ ہیں (iv) ایک ہی نظام کے عناصر ہیں

(د) یہ عالم اللہ تعالیٰ نے کس چیز سے بھر دیا ہے؟
(i) رنگ وبُو سے (ii) مخلوقات سے
(iii) جمادات ونباتات سے (iv) کشاکش کی صدائے ہاؤ ہُو سے

(ہ) ذاتِ باری تعالیٰ کی شان کہاں نظر آتی ہے؟
(i) سرد وگرم میں (ii) خشک وتر میں
(iii) اُجالے اور تاریکی میں (iv) ان سب میں

(و) اللہ تعالیٰ نے انسان کو فطرتِ اسلام پر پیدا کر کے کون سا اور احسان کیا؟
(i) رزق دیا (ii) صحت وتندرستی میں
(iii) اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا شیدا کیا (iv) عقل وشعور کی دولت دی

جواب:

(الف)	(iii)	(ب)	(iii)	(ج)	(i)	(د)	(iv)
(ہ)	(iv)	(و)	(iii)				

-4 کالم (الف) کو کالم (ب) سے ملائیں:

کالم (الف)	کالم (ب)
اک حرفِ کن	عالم کا پیدا ہونا
بہار جاودانی	باخوبی سے
بشر کا پیدا ہونا	فطرتِ اسلام
کائنات	خالق
بچھائے	دسترخوانِ نعمت

-5 درج ذیل الفاظ کے متضاد لکھیے:

الفاظ	متضاد
شمس	قمر
سرد	گرم

تر	خشک
تاریکی	اجالا
خالق	مخلوق
ثابت	سیارا، ٹوٹا

درج ذیل الفاظ کے معنی لکھیے:

حرفِ کُن، صدائے ہاؤ ہو، کشاکش، بہارِ جاودانی، جلوہ آرا، جمادات، بشر

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
حرفِ کُن	ایک حرف کہہ کر۔ ہو جا	صدائے ہاؤ ہو	آواز کی گہما گہمی
کشاکش	کشمکش، کھینچا تانی	بہارِ جاودانی	ہمیشہ رہنے والی بہار
جلوہ آرا	ظاہر ہونا	جمادات	بے جان چیزیں
بشر	انسان		

7- نظم کے مطابق الفاظ کو ترتیب دے کر مصرعے بنائیں۔

(الف) قدرت، اس کی، جلوہ آرا، زمیں پر، ہیں، مظاہر، کے
(ب) کا، خالق، نباتات و جمادات، حیوانات اور
(ج) سے، نظامِ آسمانی، حکمرانی، اسی کی، ہے
(د) جس نے، بشر کو، پیدا کیا، فطرتِ اسلام پر
(ہ) باپ دادوں، کا، ہمارا، وہی مالک، اور ہمارے

جوابات

(الف) زمیں پر جلوہ آرا ہیں مظاہر اس کی قدرت کے
(ب) نباتات و جمادات اور حیوانات کا خالق
(ج) نظامِ آسمانی ہے اسی کی حکمرانی سے
(د) بشر کو فطرتِ اسلام پر پیدا کیا جس نے
(ہ) وہی مالک ہمارا اور ہمارے باپ دادوں کا

www.downlo

-8　حمد کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔
جواب:　دیکھیے خلاصہ
-9　حمد کے ہر شعر میں ہم آواز الفاظ موجود ہیں۔ ان کی نشان دہی کیجیے۔
جواب:　حمد میں آنے والے ہم آواز الفاظ درج ذیل ہیں۔
کر، بحر۔ حکمرانی، باغبانی۔　قدرت، نعمت۔　تاریکی، باری کی
مخلوقات، حیوانات　ارادوں، دادوں　پیدا، شیدا
-10　درج ذیل الفاظ پر اعراب لگائیے:
حرفِ کن، جمادات، نباتات، بشر، نعمت
جواب:　حَرفِ کُن، جَمَادات، نَبَاتَات، بَشَر، نِعْمَت
-11　حمد کے تیسرے اور چوتھے شعر کی تشریح کیجیے۔
جواب:　دیکھیے تشریح

نظم

نظم کے لغوی معنی تنظیم اور ترتیب کے ہیں۔ اصطلاحِ سخن میں نظم ایسی مسلسل اور مربوط صنف ہے جس میں خیالات کو ترتیب کے ساتھ پیش کیا جائے۔ ہر نظم کا ایک مرکزی خیال ہوتا ہے اور شاعر اس مرکزی خیال کی مختلف جہات پر روشنی ڈالتا ہے۔ ہر نظم کا ایک عنوان بھی ضروری ہے۔
اردو ادب کو اقبالؒ، ظفر علی خاں، حفیظ جالندھری، جوش ملیح آبادی اور احسان دانش جیسے شعرا نے نظم کی دولت سے مالا مال کیا ہے۔

غزل

غزل کے لغوی معنی عورتوں سے یا عورتوں کے بارے میں باتیں کرنا کے ہیں۔
ہرن جب خوف زدہ ہو کر دردناک چیخ مارے تو اسے بھی غزل کہتے ہیں۔
اصطلاح میں غزل شاعری کی وہ قسم ہے جس میں حسن و عشق کی مختلف کیفیات کا ذکر ہوتا ہے اور اس میں درد و سوز بھی پایا جاتا ہے۔
غزل کا ہر شعر ایک اکائی ہوتا ہے اور پوری غزل ایک بحر اور وزن میں ہوتی

ہے۔ اس کے مطلع کے دونوں مصرعے ہم ردیف و ہم قافیہ جب کہ دیگر اشعار کا ہر دوسرا مصرع ہم ردیف و ہم قافیہ ہوتا ہے۔ میر تقی میر، اسد اللہ خاں غالب، داغ دہلوی اور فیض احمد فیض کے علاوہ بھی بہت سے نمایاں غزل گو شعرا ہیں۔

نظم اور غزل میں فرق

غزل بنیادی طور پر تو نظم ہی ہے البتہ معروف معنوں میں نظم کے اشعار مرکزی خیال کے مطابق ایک ترتیب میں ہوتے ہیں جب کہ غزل کا ہر شعر الگ اکائی ہوتا ہے۔ غزل کے ہر شعر کا الگ مفہوم ہو سکتا ہے، جو سوز و گداز غزل کا لازمہ ہے وہ نظم کا نہیں ہے اور جو شکوہ لفظی نظم میں ممکن ہے وہ غزل میں نہیں۔

نمونے کی نظم

تغیر

اے ہم نشیں! کلام مرا [illegible] کلام ہے
سُن! زندگی تحیرِ پیہم کا نام ہے
راتوں کو ہے سحر کی تجلی کا انتظار
ہے ہر صبا فراقِ خوشی میں بے قرار
سوئے خزاں، بہارِ گلستاں روانہ ہے
ہر برگ کا سکوت سراپا فسانہ ہے
نکہت کی کوشش کہ نکلنا نصیب ہو
موسم کو یہ لگن کہ بدلنا نصیب ہو
شمس و قمر کو ضد ہے کہ گرمِ سفر رہیں
بے رنگیوں میں خالقِ ام و سحر دیکھا
شہروں میں انقلاب، بیاباں میں انقلاب
محفل میں انقلاب، شبستاں میں انقلاب
کس پر یہاں تغیرِ نو کا فسوں نہیں
اس بزم میں نصیب کسی کو سکوں نہیں

نمونے کی غزل

گل کو ہوتا صبا ! قرار اے کاش!
رہتی اک آدھ دن ، بہار اے کاش!

یہ جو دو آنکھ ، مند گئیں میری
اس پہ وا ہوتیں ، ایک بار اے کاش!

کسو نے اپنی مصیبتیں نہ کہیں
رکھتے میرے بھی غم ، شمار اے کاش!

جان تو جانے والی تھی
اس پہ کی ہوتی ، میں نثار اے کاش!

اس میں سلاخن تنگی تھی
شعر ہوتا ترا شعار ، اے کاش!

شش جہت اب تو تنگ ہے ہم پر
اس سے ہوتے نہ ہم ، دو چار اے کاش!

سرگرمیاں

-1 طلبہ باری باری یہ حمد تحت اللفظ پڑھیں۔

جواب: طلبہ خود پڑھیں۔

-2 خوش الحان طلبہ یہ حمد ترنم سے پڑھیں۔

جواب: جماعت کا کوئی خوش الحان بچہ اس حمد کو ترنم کے ساتھ پڑھے اور باقی بچے خاموش بیٹھ کر سنیں۔

-3 اس حمد میں اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کی گئی ہیں، انھیں جملوں میں ایک چارٹ پر خوش خط لکھیں اور اسے جماعت کے کمرے میں آویزاں کریں۔

جواب: یہ سب باتیں ایک چارٹ پر لکھوائی جائیں اور اس چارٹ کو جماعت کے کمرے میں آویزاں کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک حرفِ کُن سے ساری کائنات کو پیدا کیا۔
اللہ تعالیٰ پوری کائنات کا حاکم ہے۔
اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے بے شمار نعمتیں پیدا کی ہیں۔
اللہ تعالیٰ کا جلوہ ہر چیز میں نمایاں ہے۔
اللہ تعالیٰ ہمارے دل اور دل میں پیدا ہونے والے نیک ارادوں کا خالق ہے۔
اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسلام کی فطرت پر پیدا کیا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حضرت محمد ﷺ کا سچا عاشق بنایا ہے۔

-4 کسی اور معروف شاعر کی حمد تلاش کر کے اپنی کاپی میں لکھیں۔

جواب: مجھے مولانا ظفر علی خاں کی یہ حمد بہت پسند ہے۔

پہنچتا ہے ہر اک میکش کے آگے دور جام اُس کا
کسی کو تشنہ لب رکھتا نہیں ہے لطفِ عام اُس کا
گواہی دے رہی ہے اس کی یکتائی پہ ذات اس کی
دوئی کے نقش سب جھوٹے ہیں سچا ایک نام اُس کا
ہر اک ذرّہ فضا کا داستاں اس کی سناتا ہے
ہر اک جھونکا ہوا کا آ کے دیتا ہے پیام اُس کا
نظام اپنا لیے پھرتا ہے کیا خورشید نور افشاں
ہزاروں ایسی دنیاؤں کو شامل ہے نظام اُس کا
میں اس کو کعبہ و بت خانہ میں کیوں ڈھونڈنے جاؤں
مرے ٹوٹے ہوئے دل ہی کے اندر ہے مقام اُس کا
سراپا معصیت میں ہوں سراپا مغفرت وہ ہے
خطا کوشی روش میری خطا پوشی ہے کام اُس کا
مری افتادگی بھی میرے حق میں اس کی رحمت تھی
کہ گرتے گرتے بھی میں نے لیا دامن ہے تھام اُس کا
ہوئی ختم اس کی حجت اس زمیں کے بسنے والوں پر
کہ پہنچایا ہے ان سب تک محمد ﷺ نے کلام اُس کا

نہ جا اس کے تحمل پر کہ ہے بے ڈھب گرفت اس کی
ڈر اس کی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اُس کا

اساتذہ کرام کے لیے

-1 **طلبہ کو حمدیہ شاعری کی روایت سے آگاہ کرنا اور بتانا کہ اردو زبان کی ابتدا سے حمدیہ شاعری کی بھی ابتدا ہوگی۔**

جواب: حمد گو شاعر کی شخصیت خدا تعالیٰ پر کامل ایمان اور اس کی رحمت پر کامل یقین کا اظہار کرتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ان گنت اور بے حساب نعمتوں کا شکرانہ بجا لاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت و پاکیزگی بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی کم مائگی اور عجز وانکسار کا اظہار کرتا ہے۔

زمانہ قدیم میں قریباً تمام شعرا اپنے شعری مجموعوں کی ابتدا حمدِ باری تعالیٰ سے کرتے تھے تاکہ ان کا کلام بابرکت ہو لیکن بعد میں شعرا نے حمد گوئی کی طرف خاص توجہ دی اور اس طرح حمدیہ شاعری کے مجموعے بھی منظرِ عام پر آ گئے۔ حمد نے تقدس کی وجہ سے ایک باوقار صنفِ سخن کا مقام حاصل کر لیا۔ حمد گو شاعر اپنے ایمان کی استقامت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنی دلی کیفیات کا اظہار بڑے ہی مؤدب طریقے سے بیان کرتا ہے اور اپنی ان حمدوں کے ذریعے سے روزِ قیامت شفاعت کا طلب گار ہوتا ہے۔

حمدیہ شاعری میں صاحبِ دیوان شعرا میں مظفر خیرآبادی، مفتی غلام سرور، حافظ لدھیانوی، مسعود رضا خاکی، طفیل دارا اور لالہ صحرائی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔
موجودہ دور میں مظفر وارثی، کاوش زیدی، سرور بدایونی، لطیف اثر، انوار عزمی حمدیہ شاعری کے صاحبِ دیوان شاعر ہیں۔

-2 **طلبہ کو حمد، نعت اور منقبت کا فرق بتایا جائے۔**

جواب: حمد، نعت اور منقبت میں فرق

حمد

حمد عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی تعریف کرنے کے ہیں لیکن اصطلاحی معنوں میں اس سے مراد اللہ تبارک تعالیٰ کی تعریف وثنا ہے۔ حمد ایک ایسی صنفِ سخن کو کہا جاتا ہے جس میں ربِ العزت کے اپنے بندوں پر انعام و

اکرام کا ذکر کیا جاتا ہے اور بندے اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔ حمد غزل، نظم یا رباعی کی طرح کسی خاص ہیئت میں نہیں لکھی جاتی۔ اس کے لیے کوئی خاص بحر یا وزن بھی مخصوص نہیں ہے۔ یہ ہر صنفِ سخن میں لکھی جا سکتی ہے لیکن حمد کا مقام و مرتبہ دیگر اصنافِ سخن کے مقابلے میں بہت بلند ہے۔

نعت

نعت کے لغوی معنی تعریف و ستائش کے ہیں لیکن اصطلاح میں نعت سے مراد ایسے اشعار ہیں جن میں آنحضرت ﷺ کی مدح بیان کی گئی ہو۔ حمد کی طرح نعت بھی کسی الگ صنفِ سخن کا نام نہیں۔ اس کے لیے بھی کوئی خاص وزن یا بحر کی قید نہیں۔ یہ بھی نظم، غزل یا گیت کی طرح کی ہی صنفِ سخن ہے۔ شاعر آنحضرت ﷺ کے ساتھ اپنی محبت، عقیدت اور عشق کا اظہار کرتا ہے۔ اپنے جذبات و احساسات کو جن الفاظ کے ذریعے سے ان کے حضور پیش کرتا ہے وہ نعت ہے۔ شاعری کی ہر صنف میں نعت کہی گئی ہے۔

منقبت

جس نظم میں اولیا اللہ یا بزرگانِ دین کی تعریف کی جائے، اسے منقبت کہتے ہیں۔ منقبت عقیدت کے اظہار کے طور پر لکھی جاتی ہے۔ منقبت میں شخصی خوبیوں کے حوالے سے بات کی جاتی ہے۔

-3 شاعر نے شعروں میں قرآنی آیات کا ذکر کیا ہے۔ کائنات کے پیدا کرنے کُن فَیَکُوْنَ، دلوں کے بھید جاننے غرض ہر شعر میں ایک آیت کا حوالہ موجود ہے۔ آپ یہ آیات مع ترجمہ کو سنائیں۔

جواب: دیکھیے اشعار کی تشریح

-4 حمد کو ترنم سے پڑھوانے کا اہتمام کیا جائے تاکہ بچوں میں عقیدت و احترام کے علاوہ ذوقِ جمالیات بھی پیدا ہو۔

جواب: اساتذہ کرام خوش الحان بچوں سے یہ حمد مترنم پڑھوائیں۔ اچھا پڑھنے والے کو انعام دیں اور دوسرے بچوں کی حوصلہ افزائی کریں۔

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا پیدا کی ہے:

(i) کُن کہہ کر　(ii) قُم کہہ کر

(iii) بن جا کہہ کر　(iv) ہو جا کہہ کر

(ب) اللہ تعالیٰ نے عالم کو بھر دیا ہے:

(i) پھولوں سے　(ii) پانی سے

(iii) پہاڑوں سے　(iv) کشاکش کی بازہو سے

(ج) زمیں پر جلوہ آرا ہیں ــــــــ اس کی قدرت کے

(i) آثار　(ii) مظاہر

(iii) نقش　(iv) نشاں

(د) اسی داتا نے ہمارے لیے دسترخوان بچھائے ہیں:

(i) پھولوں کے　(ii) پھلوں کے

(iii) نعمت کے　(iv) رنگ رنگ کے

(ہ) "نباتات، جمادات، حیوانات" آپس میں ہیں:

(i) ہم معنی الفاظ　(ii) ہم قافیہ الفاظ

(iii) ایک ہی ردیف کے الفاظ　(iv) مترادف الفاظ

(و) اللہ تعالیٰ نے بشر کو پیدا کیا ہے:

(i) ایک ہی فطرت پر　(ii) مختلف فطرت پر

(iii) خاندانی فطرت پر　(iv) اسلام کی فطرت پر

(iii)	(د)	(ii)	(ج)	(iv)	(ب)	(i)	(الف)
				(iv)	(و)	(ii)	(ہ)

احسان دانش
(1914ء تا 1982ء)

نعت

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو نعت کے بارے میں بتانا
- طلبہ کے دلوں میں حضرت محمد ﷺ کی محبت پیدا کرنا۔
- طلبہ کو حضور ﷺ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے آگاہ کرنا
- طلبہ کو حضور ﷺ کا مقام بتانا
- طلبہ کو احسان الحق دانش کے حالاتِ زندگی سے روشناس کروانا
- طلبہ کو احسان دانش کے اسلوب سے متعارف کروانا

شاعر کے حالاتِ زندگی

نام: احسان الحق اور تخلص بھی احسان ہی تھا، **ولدیت:** قاضی دانش علی

جائے پیدائش: کاندھلہ ضلع مظفر گڑھ (بھارت)

تعلیم: ابتدائی تعلیم اپنی والدہ کے قصبے کاندھلہ ضلع مظفر گڑھ (بھارت) میں ہوئی۔ گھریلو مالی حالت اچھی نہ تھی اس لیے باقاعدہ تعلیم نہ پا سکے اور وقتاً فوقتاً معمولی کام کرنے لگے جن میں مزدوری کے علاوہ مالی اور قلی تک کے کام بھی شامل تھے۔ احسان دانش نے کسی زمانے میں انار کلی بازار لاہور کی بغلی سڑک ایبک روڈ پر "مکتبہ دانش" بھی قائم کیا تھا۔ جہاں وہ کتابوں کا کاروبار کرتے تھے۔

احسان کو شاعری سے لگاؤ کم عمری ہی سے ہو گیا تھا اور وہ قیامِ پاکستان سے

بہت پہلے لاہور آ گئے۔یہاں کے ادبی ماحول نے انھیں بہت جلد محفلوں میں نمایاں کر دیا۔احسان دانش اردو کے نامور شاعر اور فاضل ادیب علامہ تاجور نجیب آبادی کے شاگردوں میں شامل تھے اور پھر آگے ان کے سینکڑوں شاگرد تھے۔کسی زمانے میں مشاعروں میں اپنا کلام نہایت دلکش ترنم سے پڑھتے تھے۔وہ بہت سادہ،فقیر منش،متقی،خوش اخلاق اور منکسار شخص تھے۔

تصانیف: ان کی شاعری کے کئی مجموعے چھپ چکے ہیں،جن میں آتش سیال،نوائے کارگر،تفسیر فطرت،جادۂ نو،فصل سلاسل اور چراغاں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔دارین کے نام سے ان کا نعتیہ کلام بھی منظر عام پر آچکا ہے۔شاعری کے علاوہ وہ ایک نثر نگار بھی تھے۔انھوں نے نثر میں بھی بعض ضروری موضوعات مثلاً "ضرب الامثال اور تذکیر و تانیث پر کام کیا ہے اور وہ چھپ چکا ہے۔

کچھ عرصہ پہلے کراچی کے ایک ماہنامہ "جام نو" نے "احسان دانش نمبر" شائع کیا تھا اس میں ان کی زندگی کے حالات اور شاعری پر خاصے مفصل مضامین موجود ہیں۔ احسان دانش نے "جہان دانش" کے نام سے اپنے حالات زندگی خود بھی لکھے ہیں۔

وفات: احسان دانش نے 1982ء میں وفات پائی۔

مرکزی خیال

اس نعت میں احسان دانش نے آپ ﷺ کی آمد کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کی وجہ سے دنیا سے ظلم و ستم کے بادل چھٹ گئے اور انسانوں کو ایک نئی اور صحیح منزل کی طرف جانے کا راستہ مل گیا۔

خلاصہ

حضور ﷺ کی آمد سے ظلم و جور ختم ہو گیا اور بے چین لوگوں کو قرار مل گیا۔آپ

www.downloadclassnotes.com

ﷺ نے محبت کا پیغام دیا۔ اب انسان اپنی حقیقت سے آشنا ہو جائے گا کیوں کہ آپ ﷺ کی آمد سے اس بات کا یقین ہو گیا ہے۔ جو قیامت تک کے لیے نبی ہیں۔ ان کی آمد ہو گئی ہے۔ اب دنیا کو نئی منزل مبارک ہو کیوں کہ منزل کا راستا بتانے والے آ گئے ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
دو عالم	دونوں جہاں مراد یہ دنیا اور دوسری دنیا	امداد گار	مدد کرنے والا
[illegible]	امانت دار	غم گسار	غم بٹانے والا
اصول محبت	محبت کرنے کا طریقہ	پیغام	کسی کی بات زبانی دوسرے تک پہنچانا
محبوب	[illegible]	پروردگار	پالنے والا مراد اللہ تعالیٰ
عرفان	شناخت، پہچان	اعتبار	بھروسا
چراغِ محبت	محبت کا دیا	[illegible] وقار	معزز، بلند مرتبے والا
خضر	ایک پیغمبر جن کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بھولے بھٹکوں کو راستا دکھاتے ہیں	[illegible]	سر

اشعار کی تشریح

شعر نمبر:1　دو عالم کا امداد گار آ گیا ہے
امیں آ گیا، غم گسار آ گیا ہے

حل لغت

عالم: دُنیا۔ امداد گار: مددگار، مدد کرنے والا۔ امیں: امانت دار۔ غم گسار: غم

www.downloadclassnotes.com

خوار، ہمدرد

مفہوم: دو عالم کا مددگار آ گیا ہے یعنی امانت دار اور غم خوار آ گیا ہے۔

تشریح: یہ نعت کا شعر ہے۔ نعت ایسی نظم کو کہا جاتا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کی تعریف و توصیف بیان کی گئی ہو۔ اس شعر میں احسان دانش نبی کریم ﷺ کی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ دونوں دنیاؤں میں ہمارے مددگار ہیں۔ ایک یہ فانی دنیا اور دوسری آخرت کی دنیا جو ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اس دنیا میں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی امانت یعنی دین اسلام ہم تک پہنچایا۔ زندگی گزارنے کے طریقے بتائے۔ ہمیں خیر و شر کی باتوں سے آگاہ کیا۔ آپ ﷺ نے دین اسلام کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کر کے اپنی اُمت کے لیے راہِ عمل متعین کی۔ دوسرے لفظوں میں آپ ﷺ نے امت کو بتایا کہ دین کیا ہے اور اس پر کس طرح عمل کرنا ہے۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی امانت یعنی قرآن مجید کو بحفاظت ہم تک پہنچانے کا فریضہ سرانجام دیا۔ اسی طرح دوسری دُنیا یعنی آخرت میں بھی اپنی اُمت کی شفاعت کریں گے، لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ ہم آپ ﷺ کے اُمتی ہونے کا حق ادا کریں۔ آپ ﷺ کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کریں۔ آپ ﷺ نے جو راستہ ہمیں بتایا ہے ہم اُس راستے پر چلیں۔ صدقِ دل سے آپ ﷺ کی باتوں پر ایمان لائیں، اسی صورت میں ہم آپ ﷺ کی شفاعت کے حق دار ہو سکتے ہیں۔ آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکات سراپا رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

''اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔''

شاعر دُنیا کو خوش خبری دیتے ہوئے کہتا ہے کہ حضور ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے ہیں جو دونوں جہانوں میں ہمارے مددگار ہیں۔

www.downloadclassnotes.com

شعر نمبر 2: غریبوں کی جاں کو ، یتیموں کے دل کو
سکوں ہو گیا ہے ، قرار آ گیا ہے

حل لغت

یتیم: ایسا بچہ جس کا باپ وفات پا چکا ہو۔ سکون: اطمینان، تسلی۔ قرار: چین

مفہوم: غریبوں کی جان کو سکون ہو گیا ہے اور یتیموں کے دل کو چین آ گیا ہے

تشریح: احسان دانش حضور ﷺ کی آمد کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی آمد سے پہلے عرب معاشرہ جہالت کے اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' کا قانون اپنایا جاتا تھا۔ امیر لوگ تمام برائیوں کے باوجود اپنی دولت کے بل بوتے پر صاحب عزت تھے۔ غریبوں کا کوئی پُرسانِ حال نہیں تھا۔ اگر کوئی غریب یتیم ہوتا تو اس کے لیے در در کی ٹھوکریں ہی ہوتیں۔ اس کی کسی جگہ عزت نہ ہوتی۔ اگر کوئی امیر بچہ یتیم ہو جاتا تو اس کے لالچی رشتے دار اس کے مال و متاع پر قبضہ کرنے کے لیے طرح طرح کے حیلے بہانوں کو کام میں لاتے۔ دوسرے لفظوں میں ہر طرف ظلم و جور کا بازار گرم تھا۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری سے ساری لاقانونیت ختم ہو گئی۔ اسلام نے ہر شخص کے حقوق متعین کر دیے۔ عظمت اور بڑائی کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ اس طرح غریبوں اور یتیموں کو بھی اپنے حقوق میسر آئے۔ وہ بھی بے خوف و خطر اپنی زندگی گزارنے لگے۔ ان کے دل بھی اطمینان کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔

شعر نمبر 3: اصولِ محبت ہے ، پیغام جس کا
وہ محبوبِ پروردگار آ گیا ہے

حل لغت

اصول: طریقہ۔ پیغام: کسی تک زبانی بات پہنچانا۔ محبوب: پیارا۔ پروردگار: پالنے والا مراد اللہ تعالیٰ

مفہوم: جس کا پیغام محبت کا اصول ہے وہ اللہ تعالیٰ کا پیارا آ گیا ہے۔

تشریح: حضور ﷺ کی پوری زندگی محبت کا درس دیتی ہے۔ آپ ﷺ نے عرب کی جاہل اور اجڈ قوم کو زندگی گزارنے کے طریقے بتائے اور انھیں مہذب قوموں کے شانہ بشانہ لا کھڑا کیا۔ آپ ﷺ نے اسلام کی تبلیغ کے لیے محبت کا طریقہ اپنایا۔ آپ ﷺ نے اپنی میٹھی زباں سے کافروں کے پتھر جیسے سخت دلوں کو موم کیا۔ آپ ﷺ نے اپنی پوری زندگی دوسروں کو محبت کا سبق دیتے اور خود اس پر عمل کرتے گزاری۔ آپ ﷺ اس بات کی جیتی جاگتی تفسیر تھے

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر
خدا مہرباں ہو گا عرشِ بریں پر

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سب سے پیارے نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس دُنیا میں بھیجنا تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا بنائی ہے۔

تو مقصدِ تخلیق ہے تو حاصلِ ایماں
جو تجھ سے گریزاں وہ خدا سے ہے گریزاں

شاعر کہتا ہے کہ آپ ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے اور ساری دنیا کو محبت کا پیغام دیا۔

شعر نمبر 4:　اب انساں کو انساں کا عرفان ہو گا
یقیں ہو گیا، اعتبار آ گیا ہے

حل لغت

عرفان: معرفت، پہچان، شناخت۔ یقین ہونا: کسی چیز کو دل سے ماننا۔
اعتبار: بھروسا

مفہوم: اب انسان کو انسان کی پہچان ہو جائے گی کیوں کہ انھیں بھروسا اور یقین ہو گیا ہے۔

تشریح: خالقِ کائنات نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان میری ذات کی پہچان کرے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی تخلیق کے

مقصد پر بھی غور کرے۔ انسان دنیا میں محض کھانے پینے اور کام کاج کرنے کے لیے ہی نہیں آیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ اس کی عبادت کرے۔ حضور ﷺ اس دُنیا میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے انسانوں کو ان کے صحیح مقام سے آشنا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے قرآن مجید نازل کیا۔ حضور ﷺ اس کی عملی تفسیر ہیں۔ بقول پروفیسر ایاز اصغر شاہین

اُسی کی ذات ہے قرآں کی حسیں تفسیر
اسی کا قول و عمل مستقل حوالہ ہے

شاعر کہتا ہے کہ اب صحیح معنوں میں انسان کو اس چیز کی پہچان ہو گی کہ انسان کیا ہے اور اس کی تخلیق کا مقصد کیا ہے۔ انسان اب اپنے آپ کو پہچانے گا کیوں کہ کامل انسان کی زندگی کا نمونہ اس کے سامنے آ گیا ہے۔ نبی پاک ﷺ انسانِ کامل ہیں۔ آپ ﷺ کے سوا نہ تو کوئی انسان کامل ہوا ہے اور نہ آئندہ کبھی ہو گا۔ آپ ﷺ کی ذات ایک مکمل ذات ہے۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر اور آپ ﷺ کی تعلیمات کو سن کر اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ انسان کی تخلیق کا مقصد کیا ہے۔

شعر نمبر:5 بجھے گا نہ جس کا چراغِ محبت
وہ پیغمبرِ ذی وقار آ گیا ہے

حلِ لغت

چراغ: دیا۔ پیغمبر: پیغام پہنچانے والا۔ ذی وقار: عزت والا

مفہوم: جس کی محبت کا دیا کبھی نہ بجھے گا وہ عزت والا پیغمبر آ گیا ہے۔

تشریح: احسان دانش حضور ﷺ کی آمد کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس دنیا میں تشریف لا کر محبت اور الفت کا جو دیا روشن کیا ہے وہ کبھی

www.d

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

نہیں بجھے گا۔ شاعر کے کہنے سے مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اسلام کے نور سے ساری دنیا کو منور کر دیا ہے۔ دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام کی روشنی پھیل گئی۔ یہ روشنی قیامت تک ضوفشاں رہے گی۔ اب یہ روشنی بجھ نہیں سکتی۔ دینِ اسلام اللہ تعالیٰ کا آخری دین ہے اور حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ نے دینِ اسلام کی جو شمع روشن کی ہے وہ قیامت تک روشن ہی رہے گی۔ شاعر حضور ﷺ کی آمد کا ذکر کر رہا ہے۔ اسی مضمون کو احسان دانش نے ان الفاظ میں بھی باندھا ہے۔

ہوا جہاں میں تری ذات کا ورود
فکر کی حد سے بھی آگے تھے روشنی کے حدود
ترے طفیل سے لپکا ادب میں شعلۂ زیست
ترے سبب سے ہوا اہتمامِ بزمِ وجود

شعر نمبر 6: زمانے کو اب اپنی منزل مبارک
کہ اک خضرِ صد رہ گزار آ گیا ہے

حلِ لغت

منزل: پہنچنے کی جگہ۔ مبارک: باعثِ برکت۔ خضر: مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق ایک پیغمبر کا نام جنھوں نے آبِ حیات پیا ہے اور قیامت تک زندہ رہیں گے، جو خشکی اور تری پر عبور رکھتے ہیں اور بھولے بھٹکوں کو راستہ دکھاتے ہیں۔ کنایتہً راہ نما، راہبر۔ صد: سو۔ راہ گزار: راستہ

مفہوم: زمانے کو اب اپنی منزل مبارک ہو کہ ایک راہبر انھیں مل گیا ہے۔

تشریح: حضور ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے سرزمینِ عرب جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ تہذیب و شائستگی کا نام و نشان نہ تھا۔ لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار رہتے تھے۔ نہ ہی کسی کی عزت محفوظ تھی اور نہ ہی جان مال کو کسی قسم کا تحفظ حاصل تھا۔ باپ اپنی سگی

Visit **www.downloadclassnotes.com** for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں کی حالتِ زار پر رحم آیا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے آنحضرت ﷺ کو پیدا فرمایا۔ بقول شخصے

ہے دل میں تمنا کا شرف جن کے سبب سے
وہ فخر رسل شافع امت ہوئے پیدا

بھٹکی ہوئی انسانیت کو سراغ منزل مل گیا۔ زندگی گزارنے کے طور طریقوں سے آشنائی ہوئی۔ شاعر لوگوں کو مبارک باد دیتے ہوئے کہتا ہے کہ آپ لوگوں کو مبارک ہو کہ آپ کو اپنی حقیقی منزل کا نشان معلوم ہو گیا ہے۔ حضرت خضرؑ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ خشکی اور تری میں بھولے بھٹکے انسانوں کو منزل کا نشان بتاتے ہیں۔ آپ ﷺ ان سے سو گنا زیادہ بہتر ہیں کیوں کہ آپ ﷺ نے امت کو جو راستا بتایا پہلے خود اس پر چلے۔ آپ ﷺ نے امت کے لیے آسانیاں فراہم کیں۔

حل مشقی سوالات

1- مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) نعت کے پہلے شعر میں حضور ﷺ کی کون سی صفات بیان کی گئی ہیں؟

جواب: نعت کے پہلے شعر میں بتایا گیا ہے کہ نبی پاک ﷺ اس دنیا میں بھی اور دوسری دُنیا میں بھی ہمارے مددگار ہیں۔ آپ ﷺ امانت دار ہیں یعنی لوگوں کی امانتوں کی حفاظت کرتے ہیں اور لوگوں کا غم بانٹنے والے یعنی غم گسار ہیں۔

(ب) دوسرے شعر کے مطابق کس کو سکون ملا ہے؟

جواب: دوسرے شعر کے مطابق غریبوں کی جان کو سکون ملا ہے۔

(ج) انسان کو انسان کا عرفان ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: عرفان کا مطلب ہوتا ہے پہچان، شناخت۔ اصل میں عرفان اللہ تعالیٰ کی پہچان

www.da

کو کہتے ہیں۔ انسان کو انسان کا عرفان ہونے کا مطلب ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کو پہچان رہا ہے۔ وہ اپنے فرائض سے آگاہ ہو رہا ہے۔ وہ اس بات کو پہچان رہا ہے کہ ایک انسان کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ کا مقصد کیا ہے۔ وہ اپنے مرتبے کو پہچان رہا ہے۔ حضور ﷺ نے انسانوں کو اس بات سے روشناس کروایا کہ آپ کی پیدائش کا مقصد ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ یہی آپ کے لیے بہتر ہے۔

(د) شاعر کے نزدیک حضور ﷺ کا پیغام کیا ہے؟

جواب: شاعر کے نزدیک حضور ﷺ کا پیغام محبت کرنے کا اصول ہے۔ یعنی آپ ﷺ کا پیغام ہے کہ دوسروں سے اچھے طریقے سے پیش آؤ۔ کسی کو دکھ، یا تکلیف نہ دو بلکہ آپس میں پیار اور محبت سے رہو۔

(ہ) نعت کے آخری شعر میں خضر سے کون سی ہستی مراد ہے؟

جواب: نعت کے آخری شعر میں خضر سے مراد ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی ہستی ہے۔ جس طرح حضرت خضر علیہ السلام بھٹکے ہوؤں کی راہ نمائی فرماتے تھے۔ اسی طرح حضرت محمد ﷺ کی ذات بابرکات نے بھٹکی ہوئی انسانیت کی راہ نمائی فرمائی۔ لوگ اللہ وحدہٗ لاشریک کو بھول کر خود ساختہ بتوں کے سامنے سجدہ ریز ہوتے تھے۔ ہر طرف ظلم و ستم کا بازار گرم تھا۔ لوگ جہنم کے سزاوار ٹھہر چکے تھے۔ آپ ﷺ نے بھٹکی ہوئی انسانیت کی راہ نمائی فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی پہچان کرادی۔ اس طرح لوگ جہنم کی آگ سے بچ گئے اور جنت کے حق دار بن گئے۔

-2 نظم کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

جواب: دیکھیے خلاصہ

-3 متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) یہ نعت کس شاعر کا ہدیۂ عقیدت ہے؟

www.downloadclassnote.com

(iii) احسان دانش (iv) ماہر القادری

(ب) متن کے مطابق محبوبِ پروردگار کا پیغام کیا ہے؟

(i) اصولِ محبت (ii) غم گساری

(iii) امانت داری (iv) غریب نوازی

(ج) اب انسان کو کس کا عرفان حاصل ہو گا؟

(i) خدا تعالیٰ کا (ii) حقائق کا

(iii) کائنات کا (iv) انسان کا

(د) زمانے کو منزل کے مبارک ہونے کی نوید کیوں دی گئی ہے؟

(i) کامل رہنما کے آنے سے (ii) غم گسار کی آمد کی وجہ سے

(iii) انساں کا عرفان ہونے سے (iv) کہ خضرِ صد رہ گزر کی آمد کی وجہ سے

(ہ) ضمیرِ ذی وقار کے چراغِ محبت کے بارے میں کیا کہا گیا ہے؟

(i) روشن تر ہو گا (ii) ہمیشہ روشن رہے گا

(iii) کبھی نہیں بجھے گا (iv) اس کی روشنی اور پھیلے گی

جواب:

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iii)	(ب)	(i)	(ج)	(iv)	(ہ)	(iv)
(د)	(iii)						

4- درج ذیل الفاظ پر اعراب لگائیے:

عالم، سکوں، عرفان، محبت، منزل

جواب: عَالَم، سُکُوں، عِرْفَان، مَحَبّت، مَنْزِل

5- الفاظ کو جملوں میں استعمال کریں:

غم گسار، قرار، یقین، پیغام، ذی وقار

الفاظ	جملوں میں استعمال
غم گسار	حضرت محمد ﷺ سب کے غم گسار ہیں۔
قرار	گمشدہ بچہ ملنے پر ماں کی بے قراری کو قرار آ گیا۔
یقین	یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں
پیغام	ع میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے
ذی وقار	صدرِ ذی وقار نے تقریر میں اوّل آنے والے طالب علم کو انعام دیا۔

6- درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے:

اصول، اعتبار، چراغ، عرفان، راہ گزار

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
اصول	طریقہ، سلیقہ	اعتبار	بھروسا
چراغ	دیا	عرفان	پہچان، شناخت، معرفت
راہ گزار	گزرگاہ، راستا		

7- مناسب الفاظ چن کر مصرعے مکمل کریں:

(الف) بجھے گا نہ جس کا ______ محبت

(ب) ______ ہو گیا ہے، قرار آ گیا ہے

(ج) اب انساں کو انساں کا ______ ہو گا

(د) ______ کو اب اپنی منزل مبارک

جوابات

(الف) بجھے گا نہ جس کا چراغ محبت

(ب) سکوں ہو گیا ہے، قرار آ گیا ہے

(ج) اب انساں کو انساں کا عرفان ہو گا

(د) زمانے کو اب اپنی منزل مبارک

www.downloadclassnote.com

8۔ نعت کے متن کو مدِنظر رکھ کر کالم (الف) میں دیے گئے الفاظ کو کالم (ب) کے متعلقہ الفاظ سے ملائیے:

کالم (الف)	کالم (ب)	کالم (ج)
مدد گار	پیغام	غم گسار
اُصولِ محبت	رہ گزار	پیغام
یقیں	غم گسار	اعتبار
خضر	عرفان	رہ گزار
انساں	اعتبار	عرفان

سرگرمیاں

1۔ طلبہ میں نعت خوانی کا مقابلہ کرایا جائے۔

جواب: اساتذہ کرام طلبہ میں نعت خوانی کے مقابلے کا اہتمام کریں۔ خوش الحانی اور درست ادائیگی سے نعت پڑھنے والے طلبہ و طالبات کو انعام دیا جائے اور دوسروں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

2۔ ہر طالب علم اپنی پسند کا ایک نعتیہ شعر خوش خط لکھ کر اپنے استاد کو دکھائے۔

جواب: چند نعتیہ اشعار

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز جھلکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں
(مولانا ظفر علی خاں)

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں ، وہی فرقاں ، وہی یٰسیں ، وہی طٰہٰ
(علامہ اقبال)

نعت اس نبیؐ کی جس نے پیغامِ حق سنایا

انسانیت کا رستہ انسان کو دکھایا
(محشر رسول نگری)

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
(مولانا الطاف حسین حالی)

مدینے دل و روح و جاں لے کے جاؤں
محبت کا سارا جہاں لے کے جاؤں
(بہزاد لکھنوی)

میں سجدہ کروں یا کہ دل کو سنبھالوں
محمدؐ کی چوکھٹ نظر آ رہی ہے
(مسلم خیالی)

بگڑی ہوئی بنتی ہے ہر بات مدینے میں
غم خوار محمدؐ کی ہے ذات مدینے میں
(عبدالستار نیازی)

3- نعت پڑھنے اور سننے کے آداب خوش خط لکھ کر جماعت کے کمرے میں آویزاں کیے جائیں۔

جواب: طلبہ نعت پڑھنے اور سننے کے آداب نوٹ کریں اور انھیں ایک چارٹ پر خوش خط لکھوا کر جماعت کے کمرے میں آویزاں کریں۔

نعت پڑھنے اور سننے کے آداب

نعت ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ کی تعریف بیان کی گئی ہو۔ اس لیے اسے سننے اور پڑھنے کے کچھ آداب ہیں جن کا جاننا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

1- نعت پڑھنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ کا جسم اور لباس پاک صاف ہو۔
2- وہ نعت پڑھنی چاہیے جس کے الفاظ بخوبی یاد ہوں۔ نعت میں اپنی طرف سے کوئی لفظ شامل نہیں کرنا چاہیے۔
3- نعت خاموشی سے سُنی چاہیے۔
4- جب کوئی دوسرا نعت پڑھ رہا ہو تو آپس میں باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔
5- اگر پڑھی جانے والی نعت آپ کو بھی زبانی یاد ہو تو آپ زیرِ لب اسے پڑھ سکتے ہیں مگر اونچی آواز میں نہیں پڑھنی چاہیے۔
6- نعت کے اختتام پر جزاک اللہ اور ماشا اللہ کے الفاظ کہے جا سکتے ہیں لیکن نعت کے اختتام پر تالیاں نہیں بجانی چاہئیں۔
7- نعت میں جہاں کہیں آپ ﷺ کا نامِ مبارک آئے تو زیرِ لب درود پڑھنا چاہیے یعنی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہنا چاہیے۔

4- چند اور نعتیں تلاش کریں اور جماعت کے کمرے میں دیگر طلبہ کو سنائیں۔

جواب: مجھے امیر مینائی کی یہ نعت بہت پسند ہے۔

یاد جب مجھ کو مدینے کی فضا آتی ہے
سانس لیتا ہوں تو جنت کی ہوا آتی ہے
خاک چھانیں تو رہِ عشقِ نبی ﷺ میں چھانیں
ذرّے ذرّے سے یہاں بوئے وفا آتی ہے
غمِ احمدؐ میں مرے دل سے نکلتا ہے دھواں
یا اُمنڈتی ہوئی قبلہ سے گھٹا آتی ہے
روضۂ پاک میں سب ضبطِ نفس کرتے ہیں
اس گلستاں میں دبے پاؤں صبا آتی ہے
آپ ﷺ کے عشق میں مرنا بھی عجب دولت ہے
"فَادۡخُلُوۡا" کی درِ جنت سے صدا آتی ہے

جب میں جاتا ہوں تو اس روضۂ اقدس سے امیرؔ
پھول دامن میں بھرے بادِ صبا آتی ہے

اساتذہ کرام کے لیے

1- **طلبہ کو نعت پڑھنے اور سننے کے آداب بتائے جائیں۔**

جواب: دیکھیے سرگرمی نمبر 3

2- **طلبہ کو ذہن نشین کرائیں کہ حضور ﷺ کا اسم گرامی سنیں تو درود پڑھنا لازم ہو جاتا ہے۔**

جواب: ہم سب مسلمان ہیں۔ ہمارے نبی کا نام حضرت محمد ﷺ ہے۔ آپ ﷺ سے عقیدت ہر مسلمان کے دل میں ہوتی ہے۔ جس سے عقیدت ہو اس کی ہر بات پیاری لگتی ہے۔ جب آپ ﷺ کا نام مبارک لیا جائے یا کسی دوسرے کی زبانی سنا جائے یا پھر کہیں لکھا ہوا دیکھا جائے تو ہر مسلمان کے لیے لازم ہے کہ درود پڑھے۔ درود یہ ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

3- **چند بڑے نعت گو شعرا کا تعارف کرایا جائے۔**

جواب: اردو کے چند بڑے نعت گو شاعر

امیر مینائی

امیر مینائی کا نام امیر احمد ہے۔ تخلص بھی امیر ہے۔ ایک صوفی بزرگ شاہ مینا کی اولاد میں سے ہونے کی وجہ سے مینائی کہلاتے ہیں۔ والد کا نام کرم محمد یا کرم احمد تھا۔ وہ ایک عالم فاضل آدمی تھے۔ امیر مینائی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ پھر فرنگی محل کے علماء سے بھی استفادہ کیا۔ شاعری کا ذوق و شوق امیر کو بچپن ہی سے ہو گیا تھا۔ وہ اپنے دور کے ایک معروف شاعر مظفر علی امیر کے شاگرد ہو گئے اور کچھ ہی عرصے بعد شاعری میں اس قدر نام پیدا کر لیا کہ اپنے استاد سے بھی بڑھ گئے۔ انھوں نے بے شمار نعتیں لکھی ہیں۔

ظفر علی خاں

آپ سیالکوٹ کے ایک گاؤں کوٹ میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وزیر

آباد میں حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان پٹیالہ سے پاس کیا۔ اس کے بعد علی گڑھ کالج میں داخلہ لے لیا۔ ایف۔اے کرنے کے بعد ریاست جموں و کشمیر میں محکمہ ڈاک میں ملازم ہو گئے۔ ان کے والد مولوی سراج الدین بھی وہیں ملازم تھے۔ زیادہ دیر تک ملازمت کو نہ نبھا سکے اور اسے چھوڑ کر دوبارہ علی گڑھ کالج میں داخل ہو گئے اور وہاں سے کامیابی کے ساتھ بی۔اے کر لیا۔ کچھ عرصہ دکن میں ملازمت کی۔ آپ کی نعتوں میں حضور ﷺ سے بڑی عقیدت مندی کا اظہار نظر آتا ہے۔ آپ ایک قادر الکلام شاعر تھے۔ برجستہ اور فی البدیہہ شعر کہنے میں یکتا تھے۔ شاعری کے فن اور زبان و بیان پر پوری قدرت رکھتے تھے۔ اگرچہ آپ کی شاعری کا بڑا حصہ سیاست پر ہے جس کی اہمیت عارضی اور وقتی ہوتی ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ فن شعر کے اعتبار سے آپ کا کلام بہت بلند پایہ ہے۔

ماہر القادری

ماہر القادری 1907ء میں ریاست حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ اصل نام منظور حسین ہے۔ قیام پاکستان کے بعد کراچی آ گئے اور عمر کا زیادہ حصہ یہیں گزرا۔ ابتدا ہی سے دینی مزاج کے حامل تھے چوں کہ سلسلہ قادریہ سے نسبت تھی اس لیے القادری ادبی نام کا مستقل حصہ بنایا۔ ماہر القادری کو شاعری وراثت میں ملی تھی۔ ان کے والد محمد معشوق علی مشہور ادیب اور شاعر تھے اور ظریف تخلص کرتے تھے۔ ماہر القادری نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے مدرسے میں حاصل کی البتہ فارسی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ باقاعدہ تعلیم میٹرک تک حاصل کی لیکن نجی طور پر بے شمار کتب کا مطالعہ کر کے اپنی تعلیمی اور ادبی استعداد کو بڑھایا۔ 1978ء میں مکہ مکرمہ میں ایک مشاعرے کے دوران میں اچانک حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال کر گئے اور وہیں آسودۂ خاک ہوئے۔ آپ کا یہ شعر زبان زدِ خاص و عام ہے۔

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

ان کے علاوہ نعت کے اہم شعرا میں علامہ اقبال ؒ، مولانا الطاف حسین حالی، احمد ندیم قاسمی، حفیظ تائب، بہزاد لکھنوی وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔
علاوہ ازیں چند غیر مسلم نعت گو شاعر بھی ہیں جنھوں نے بڑی عقیدت سے نعت لکھی ہے۔ غیر مسلم نعت گو شاعر درج ذیل ہیں۔
دیا شنکر نسیم، کشن پرشاد شاد، ہری چند اختر، دلورام کوثری، عرش ملسیانی، تلوک چند محروم، جگن ناتھ آزاد وغیرہ

طلبہ کو درج ذیل احادیث مبارکہ سنائی جائیں۔

الف۔ ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

ب۔ ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا جب تک کوئی مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے، اس وقت تک فرشتے اس کے لیے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں۔

○ اساتذہ کرام بچوں کو ان احادیث کے بارے میں بتائیں اور انھیں درود پاک پڑھنے کی تلقین کریں۔

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) امداد کار آ گیا ہے:
(i) عرب کا (ii) عجم کا
(iii) دنیا کا (iv) دو عالم کا

(ب) سکون ہو گیا ہے:
(i) غریبوں کی جاں کو (ii) ہر چھوٹے بڑے کو
(iii) ٹریفک کے شور سے (iv) جانوروں کے خوف سے

(ج) نعت کے مطابق حضور ﷺ کا پیغام ہے:
(i) اصولِ تجارت (ii) اصولِ محبت
(iii) اصولِ فطرت (iv) اصولِ محنت

(د) انسان کو انسان کا حاصل ہوگا:

(i) سرمایہ (ii) علم
(iii) عرفان (iv) درد

(ہ) ایسی نظم جس میں نبی کریم ﷺ کی تعریف و توصیف کی جائے کہلاتی ہے:

(i) حمد (ii) نعت
(iii) منقبت (iv) قصیدہ

(و) بھولے بھٹکے لوگوں کو راہ دکھاتے ہیں:

(i) حضرت موسیٰ علیہ السلام (ii) حضرت ایوب علیہ السلام
(iii) حضرت خضر علیہ السلام (iv) حضرت یوسف علیہ السلام

(ز) نصاب میں شامل نعت کے شاعر ہیں:

(i) جوش ملیح آبادی (ii) بہزاد لکھنوی
(iii) حفیظ جالندھری (iv) احسان دانش

(ح) "محبوبِ پروردگار" سے مراد ہے:

(i) تمام فرشتے (ii) حضرت آدم علیہ السلام
(iii) حضرت محمد ﷺ (iv) حضرت ابراہیم علیہ السلام

(ط) اب اپنی منزل مبارک ہو:

(i) ہر بھٹکے ہوئے انسان کو (ii) ہر راہی کو
(iii) صبح سفر کرنے والے کو (iv) زمانے کو

(ی) "امین" کا مطلب ہے:

(i) امانت دار (ii) امن والا
(iii) بخشا ہوا (iv) عمل کرنے والا

جوابات

(iii)	(د)	(ii)	(ج)	(i)	(ب)	(iv)	(الف)
(iii)	(ح)	(iv)	(ز)	(iii)	(و)	(ii)	(ہ)
				(i)	(ی)	(iv)	(ط)

شاہد احمد دہلوی
(1906ء تا 1967ء)

مرزا محمد سعید

تدریسی مقاصد

- مرزا محمد سعید کی علمیت سے روشناس کروانا۔
- دلّی کی تہذیب سے متعارف کروانا۔
- طلبہ کو خاکہ نگاری کے بارے میں بتانا۔
- طلبہ کو متمول طبقے کی معاشرت کے بارے میں معلومات فراہم کرنا۔
- طلبہ کو بتانا کہ اہلِ علم لوگ حلیم الطبع اور وضع دار ہوتے ہیں۔
- طلبہ کو نئے نئے الفاظ، تراکیب اور محاورات سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو شاہد احمد دہلوی کی طرزِ تحریر اور شستہ زبان سے متعارف کروانا

مصنف کے حالاتِ زندگی

نام

شاہد احمد دہلوی ولدیت: مولوی بشیر احمد تاریخ پیدائش: 22 مئی 1906ء

تعلیم

ابتدائی تعلیم حیدر آباد اور علی گڑھ سے حاصل کی۔ اس کے بعد اینگلو ہائی اسکول دہلی چلے گئے اور وہاں سے میٹرک کی سند حاصل کی۔ علمی تشنگی ابھی باقی تھی اس لیے لاہور سے دہلی آ گئے اور وہاں سے انگریزی ادبیات میں بی۔اے آنرز کی ڈگری حاصل کی۔

www.a ... .com

حالاتِ زندگی

لکھنے پڑھنے کا شوق بچپن ہی سے تھا۔ ان کے والد محترم بشیرالدین احمد اپنے زمانے کے جانے پہچانے مصنف اور مورخ تھے۔ آپ کے دادا کو اُردو کا پہلا ناول نگار ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یعنی شاہد احمد دہلوی ڈپٹی نذیر احمد کے پوتے تھے۔ گھر کا ماحول ہی ایسا تھا جس نے شاہد احمد دہلوی کو لکھنے پڑھنے کی طرف راغب کیا۔ انھوں نے عملی زندگی میں قدم رکھنے کے بعد 24 سال کی عمر میں یعنی جنوری 1930ء میں ایک ماہنامہ رسالہ جاری کیا جس کا نام "ساقی" تھا۔ اس رسالے کے اجرا کے چھے سال بعد یعنی 1936ء میں انجمن ترقی پسند مصنفین دہلی کے سیکرٹری منتخب ہوئے۔ آپ شخصیت نگار ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ موسیقار بھی تھے۔ انھوں نے کئی بہترین دھنیں تیار کیں۔ جب 1947ء میں ہندوستان کی تقسیم ہوئی تو آپ دہلی سے ہجرت کر کے کراچی آ گئے۔ پاکستان آ کر انھوں نے 1948ء میں ریڈیو پاکستان میں ملازمت اختیار کر لی اور کراچی ہی سے اپنے رسالے "ساقی" کا دوبارہ اجرا کیا۔ یہ رسالہ ان کی وفات تک شائع ہوتا رہا۔

1959ء میں جب پاکستان میں رائٹرز گلڈ کے قیام کا مرحلہ درپیش ہوا تو انھوں نے اس کے قیام کے لیے انتہائی محنت کی۔ جب پاکستان رائٹرز گلڈ قائم ہو گیا تو اس کے پہلے اجلاس کی صدارت شاہد احمد دہلوی ہی نے کی۔

تصانیف

یوں تو شاہد احمد دہلوی نے ادب کی بہت خدمت کی ہے اور اپنے فن پاروں سے اردو ادب میں گراں قدر اضافہ کیا ہے تاہم ان کی مشہور تصانیف میں "گنجینۂ گوہر"، "دلی کی بپتا" اور "بزمِ خوش نفساں" شامل ہیں۔

شاہد احمد دہلوی کی ادبی خدمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے حکومت پاکستان نے انھیں "افتخارِ ادب" کا ایوارڈ دیا۔

وفات

شاہد احمد دہلوی نے 27 مئی 1967ء کو اکسٹھ برس کی عمر میں وفات پائی۔ انھیں کراچی میں ہی دفن کیا گیا۔

مرکزی خیال

پروفیسر مرزا محمد سعید کی وفات کی لوگوں کو خبر تک نہ ہوئی افسوس ! اتنا بڑا صاحب کمال ہم میں سے اٹھ جائے اور ہمیں خبر نہ پہنچے۔ جو قوم اپنے اہل کمال لوگوں کی پروا نہیں کرتی وہ ترقی کی منازل طے نہیں کر سکتی۔ ان کی موت ایک عالم کی موت ہے۔ انھوں نے زندگی بڑی سیدھی سادی گزاری۔ قلبِ مطمئنہ کی دولت سے مالا مال تھے۔ ان کی علمی و ادبی معاشرتی حیثیت مسلم ہے۔ ان کی تحریر جامعیت کی حامل ہے۔

اہم نکات

- مرزا صاحب کی اچانک وفات
- ادبی خدمات
- ایک پبلشر سے ملاقات
- شرفائے دہلی سے تعلق
- ایک ادبی حلقہ
- شوقِ مطالعہ
- سیاست میں حصہ
- خوش وضع نوجوان

خلاصہ

صبح پروفیسر مرزا محمد سعید کے سوئم کی خبر اخباروں میں پڑھ کر دل دھک سے رہ گیا۔ ان کے سانحۂ ارتحال کی خبر ان کے دوستوں کو بھی نہ ہوئی۔

مرزا صاحب اتنے خاموش طبع تھے کہ اکثر لوگوں کو ان کے علمی و ادبی کارناموں سے حقیقی شناسائی نہیں ہوئی۔ وہ فرمائشی کام نہ کرتے تھے۔ صرف اسی وقت لکھتے جب خود ان کا دل چاہتا۔ انھوں نے اسی جذبے سے "مخزن" کے لیے لکھا۔ لاہور کے اکثر پبلشر مرزا صاحب سے کچھ لکھنے کی فرمائش کرتے لیکن اپنی مرضی کے بغیر ایک لفظ نہ لکھتے۔ انھوں نے اپنا پہلا ناول "خوابِ ہستی" بھی کچھ لیے دیے بغیر چھپوا دیا۔

ایک پبلشر لاہور سے دلی آئے تاکہ مرزا صاحب سے ناول لکھنے کے لیے کہیں۔ اسے زعم تھا کہ وہ مرزا صاحب کو ایک ہزار کا کثیر معاوضہ دے کر ناول لکھوا لیں گے۔ پبلشر مضمون نگار کے ہمراہ پروفیسر صاحب سے ملے۔ ناول کی فرمائش کی۔ مرزا صاحب نے ٹھنڈے مزاج سے جواب دیا۔ ''آپ پانچ یا دس ہزار بھی دے دیں تو میں اپنا تحقیقی کام ''مذہب اور باطنیت'' چھوڑ کر ناول نہیں لکھ سکتا۔''

مرزا صاحب دلی کے شرفا کے ایک امیر گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے رہائشی علاقے میں سر سید احمد خاں کا قدیم مکان بھی تھا۔ ان دنوں مسلمان شرفا انگریزی تعلیم کو برا سمجھتے تھے۔ سر سید نے مسلمانوں کے غلط نظریے کی اصلاح کی چنانچہ دلی کے اسی حلقے میں ایک مشتاق احمد زاہدی اور دوسرے پروفیسر مرزا محمد سعید انگریزی تعلیم سے بہرہ ور ہوئے۔ مرزا صاحب نے گورنمنٹ کالج لاہور سے تعلیم حاصل کی۔ 1906-07 میں علی گڑھ میں پڑھایا اور پھر گورنمنٹ کالج لاہور میں انگریزی کے پروفیسر ہو گئے۔ پطرس اور تاج بھی ان کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ پطرس تو وائسرائے ہند سے زیادہ ان کا احترام کرتے تھے۔

پطرس بخاری ریڈیو پاکستان کے ڈائریکٹر جنرل ہو گئے لیکن دوستوں سے راہ و رسم میں کوئی فرق نہ آیا۔ انھوں نے مرزا صاحب کو ریڈیو پر تقریر کرنے کے لیے آمادہ کیا۔ دو ایک تقریروں کے بعد مرزا صاحب نے بے جا کاٹ چھانٹ کا کنٹریکٹ واپس کر دیے۔ پطرس بخاری نے وجہ پوچھی تو کہنے لگے ''مجھے منظور نہیں کہ تمھارے شاگرد مجھے اصلاح دیں۔'' تقریروں کے انچارج نے کہا پھر اس طرح میری نوکری چلی جائے گی اور بچے بھوکے مر جائیں گے۔ یہ بات سن کر مرزا صاحب نے فوراً دستخط کر دیے۔

جنگ کے زمانے میں لاہور کے بیشتر ادیب اور شاعر اتفاق سے دلی میں جمع ہو گئے۔ پطرس کی تحریک پر ایک ادبی حلقہ بن گیا۔ تنقیدی نشست ہوئی۔ ایک جلسے میں محمود نظامی کے مقالے پر اظہار خیال ہو رہا تھا۔ مرزا صاحب نے مختلف رائے دی۔ پطرس نے فیض کو اشارہ کیا وہ مرزا کی بات کاٹ کر بولنے لگے۔ مرزا صاحب جلال میں آ گئے اور فوراً پرانی تہذیبوں کی تاریخ کے اوراق کھنگال ڈالے۔ فیض دم بخود رہ گئے۔ آخر چائے

کا سامان رکھوایا گیا جس سے مرزا کا جوش ٹھنڈا ہوا۔

مرزا گھنٹوں مطالعے میں مصروف رہتے اور اپنی آمدنی کا زیادہ حصہ کتابیں خریدنے میں صرف کر دیتے۔ مرزا سادہ زندگی بسر کرتے۔ معدے کے مریض تھے اس لیے زیادہ تر پیدل چلتے۔ بیوی ادبی ذوق کی مالک اور اولاد سعادت مند، پنشن اتنی تھی جس سے بآسانی گزارہ ہو سکے۔ غرض زندگی ہر لحاظ سے مطمئن تھی۔

ریڈیو پاکستان سے ایک پروگرام "دانش کدہ" شروع کیا گیا۔ مرزا صاحب کو بھی اس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ مرزا صاحب بولے "انسان دولت یا شہرت کے لیے کوئی کام کرتا ہے مجھے دونوں کی حاجت نہیں۔" بہت اصرار ہوا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ وہ جو کہہ دیتے تھے اس سے نہ پھرتے تھے۔

قیامِ پاکستان سے قبل مرزا صاحب نے سیاست میں بھی حصہ لیا اور صوبائی مسلم لیگ کے صدر اور مسلم لیگ کونسل کے ممبر چنے گئے۔ کراچی یونیورسٹی میں مشیر رہے۔ ادیبوں کے گلڈ 1959ء کے پہلے اجلاس کی صدارت مرزا ہی نے کی تھی۔

مرزا صاحب اکہرے بدن کے خوش وضع انسان تھے۔ آنکھیں روشن، رخساروں کی ہڈیاں ابھری ہوئی۔ ڈاڑھی منڈی ہوئی دھان پان سے آدمی، وہ زمانے کا شکوہ نہ کرتے۔ دلی میں سب سے پہلے انگلش سوٹ مرزا ہی نے پہنا۔ انھیں 32 سال سے ہمیشہ شیروانی پہنتے دیکھا۔ چالیس سال کی عمر کے بعد ہاتھوں میں رعشہ آگیا تھا اس لیے لکھنے میں دقت محسوس ہوتی تھی۔ خلوت پسندی کی عادت زیادہ تھی۔

موت برحق ہے لیکن مرزا صاحب کی وفات کا صدمہ اس لیے زیادہ ہے کہ ایسے عظیم لوگ زمانہ کم ہی پیدا کرتا ہے۔ مرزا کی محرومی کا جتنا بھی غم کیا جائے کم ہے۔

مضمون پر تبصرہ

شاہد احمد دہلوی نے مرزا محمد سعید کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو زیرِ بحث لاتے ہوئے ان کی شخصیت کو اجاگر کیا ہے۔ ایک انتہائی قابل شخص گمنامی میں انتقال کر گیا اس

www.downloadclassnotes.com

کا انھیں بہت افسوس تھا لیکن اس میں قصور کسی کا بھی نہیں کیوں کہ مرزا صاحب خاموش کام کرنے والے تھے۔ وہ شہرت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ انھیں اپنے کام سے عشق تھا۔ اپنی مرضی سے لکھتے تھے کسی کی پابندی انھیں گوارا نہیں تھی۔ سیاست میں بھی حصہ لیا۔ زیادہ لوگوں سے دوستی نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں صالح اولاد اور نیک سیرت بیوی عطا کی تھی۔ الغرض انھوں نے بہت مطمئن زندگی گزاری۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
علالت	بیماری	چشم و چراغ	اولاد، بیٹا
عدم موجودگی	غیر حاضری	آبائی مکان	آباؤ اجداد کا مکان باپ دادا کا مکان
رہ رہ کر	بار بار، [illegible]	شرفا	شریف لوگ
گھاؤ	زخم	غلط نظریہ	غلط خیال
پبلک	عوام	اصلاح	درستی
ستائش	تعریف	صدی	سو سال
صلہ	نیک اجر	مخلصانہ	خلوص سے بھرا ہوا
بے نیاز	پروا نہ کرنے والا	معترف	اعتراف کرنے والا
تسکین	تسلی، اطمینان	اکتساب	حاصل کرنا
فرمائشی کام	کسی کے چاہنے پر کام کرنا	گھٹیا	نچلے درجے کا
شہرت	مشہوری	احترام	عزت
رسم و راہ	تعلقات	نشر کرنا	ریڈیو کے ذریعے سے آواز پھیلانا
آمادہ	تیار، راضی	کنٹریکٹ	معاہدہ

حسن اخلاق	اچھا اخلاق	معذرت کرنا	معافی مانگنا
شدہ شدہ	ہوتے ہوتے، آہستہ آہستہ	اصلاح	درستی
ڈائریکٹر	ہدایات دینے والا یہاں مراد اعلیٰ آفیسر	طویل	لمبا
حسب دستور	طریقے کے مطابق	کارروائی	کارکردگی
مسودہ	ہاتھ سے لکھی تحریر	پیش خیمہ	بنیادی بات
تپ جانا	غصے میں آنا	حسن اتفاق	اچھے موقع پر
پبلشر	کتاب شائع کرنے والا	محدود	حد میں رہنے والا
غرض	وجہ، ضرورت	مقالہ	ادبی مضمون
ماتھا ٹھنکنا	بات کا پیشگی اندازہ لگا لینا	بحث مباحثہ	دلیلیں دینا
چھوٹتے ہی	اسی وقت، فوراً	محتاط	احتیاط سے
سٹی گم ہو جانا	پریشان ہونا۔	شوخی سوجھنا	شرارت ذہن میں آنا
پہلو بدلنا	بے اطمینانی کا اظہار کرنا	جلال میں آنا	غصے میں آنا
کارنامہ	عمدہ کام	[illegible]	ڈھٹائی سے گفتگو کرنا
متمول	مال دار	پشیمانی	پچھتاوا
آنکھیں پھاڑ کے دیکھنا	حیرت سے دیکھنا	دل دھک سے رہ جانا	پریشان ہو جانا
سانحۂ ارتحال	مرنے کی بد خبر	سوئم	تیسرا، میت کا تیسرا دن جب قل کا ختم دلایا جاتا ہے۔
صاحب کمال	ہنر مند شخص	مرض الموت	ایسا مرض جس سے موت واقع ہو جائے

www. ... s.com

سناؤنی	مرنے کی خبر	اطلاع	خبر
شعار	طریقہ	رحلت	وفات
غافل	بے خبر، بے پروا	قدردان	قدر کرنے والے
غفلت مجرمانہ	سزا دینے والی غفلت	رفع ہونا	دور ہونا، ختم ہونا
ایکا ایکی	اچانک	کرّوفر	شان و شوکت
عالِم	علم والا	درس و تدریس	پڑھائی لکھائی
عالَم	دُنیا، جہان	مشغلہ	شغل، مصروفیت
اکہرا ڈیل	نازک بدن	میسر آنا	مہیا ہونا، ملنا
کشادہ	کھلا، وسیع	سعادت مند	تابع فرمان
دھان پان	دبلا پتلا جسم	محتاج نہ ہونا	کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا
نفیس	عمدہ	احتیاج	ضرورت، حاجت
رعشہ	ایک بیماری جس میں بدن کے اعضا کانپنے لگتے ہیں	قلب مطمئن	دل کا مطمئن ہونا
کان کھڑے ہونا	ہوشیار ہونا، چوکنا ہونا	دانش کدہ	علم و حکمت کا گھر
فی البدیہہ	موقع پر	چار چاند لگنا	رونق دوبالا ہونا
مدعا	غرض	متبسم ہونا	زیر لب مسکرانا
شہرت	ناموری، مشہوری	قدری کرنا	اصرار کرنا، بار بار کہنا
ٹس سے مس نہ ہونا	کوئی اثر نہ ہونا	قرینے	سلیقے
زحمت	تکلیف	مشیر	مشورہ دینے والا، صلاح دینے والا

جامع العلوم	جس میں بہت سے علوم جمع ہوں	محروم	نہ ملنا
وضع دار	سلجھا ہوا۔ رکھ رکھاؤ والا	قائل	آمادہ

نثر پاروں کی تشریح کا طریقہ

تشریح کیسے کی جائے؟

کسی نثر پارے کی تشریح کے لیے مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھنا چاہیے:

حوالہ متن

متن کے معنی ہیں اصل عبارت۔ اس لحاظ سے حوالہ متن سے مراد یہ ہے کہ دی ہوئی عبارت کس مضمون سے لی گئی ہے اور اس مضمون کا مصنف یعنی لکھنے والا کون ہے؟ امتحان میں حوالہ متن لازمی پوچھا جاتا ہے اور اس کے نمبر مقرر ہیں۔

سیاق و سباق

سیاق کے معنی ہیں مضمون کا ڈھنگ یا طرز اور سباق کے معنی ہیں ربط یا تعلق۔ گویا سیاق و سباق کا مطلب یہ ہے کہ عبارت کا مضمون سے کیا تعلق یا ربط ہے۔ لفظی طور پر سیاق سے مراد یہ ہے کہ پیچھے سے بات کیسے چل رہی ہے اور سباق سے مراد ہے کہ اس نثر پارے سے آگے مضمون کیسے بڑھتا ہے۔ اسے ہم موقع محل بھی کہہ سکتے ہیں۔ یعنی اس میں بتایا جاتا ہے کہ عبارت کس موقع سے لی گئی ہے اور اس سے پہلے کیا بات چل رہی ہے۔ اگر عبارت کسی کہانی سے لی گئی ہے تو بتانا ہوگا کہ کہانی کے آغاز سے یہ عبارت لی گئی ہے یا کہانی کے نقطۂ عروج، درمیان یا انجام و آخر سے لی گئی ہے۔ مختصر طور پر یوں سمجھ لیں کہ سیاق و سباق میں ہمیں متعلقہ مضمون یا کہانی کا مختصر سا خلاصہ، تعارف یا مرکزی خیال پیش کرنا ہوتا ہے۔ جب تک یہ تعارف یا مرکزی خیال پیش نہ کیا جائے، دی ہوئی عبارت کا مطلب واضح نہیں ہو سکتا۔

دوسرے الفاظ میں یوں سمجھ لیں کہ عبارت یا نثر پارہ گویا جزو ہے اور سبق کل۔

www. .com

اب ظاہر ہے کہ جب تک کل واضح نہ ہو جزو کا مفہوم سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ آپ ٹی وی پر کسی ڈرامے کا سین یا منظر دیکھتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ آپ محض ایک منظر دیکھ کر پورے ڈرامے یا کہانی کے مفہوم کو نہیں سمجھ سکتے کیوں کہ منظر ایک جزو ہے اور ڈراما کل۔ اس لیے اس منظر کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ متعلقہ ڈرامے یا کہانی کے خاکے سے واقف ہوں اور آپ کو اس ڈرامے کا صحیح تعارف حاصل ہو۔ جب تک آپ کو اس ڈرامے کا خلاصہ یا مرکزی خیال نہ بتایا جائے آپ اکیلے منظر یا سین کا مطلب نہیں سمجھ سکتے۔

اگر کہانی کسی عبارت کی بجائے کسی سنجیدہ قسم کے مضمون سے لی گئی ہے تو اس کا موقع محل بتانا ضروری نہیں۔ بس اس مضمون کا مختصر سا خلاصہ، تعارف یا مرکزی خیال پیش کر دیں۔ اس سیاق و سباق کے بھی باقاعدہ نمبر مقرر ہیں۔

حل لغت

اس عنوان کے تحت آپ کو دی ہوئی عبارت میں جو مشکل الفاظ آئے ہیں ان کے معانی بتانے ہیں اور ان کی تشریح کرنی ہے۔ بعض اوقات امتحان میں پوچھ لیا جاتا ہے کہ خط کشیدہ الفاظ کے معانی بتائیں اور تشریح کریں۔ بالفرض اگر ایسا نہ بھی پوچھا گیا ہو تو بھی مشکل الفاظ کے معانی دے دینے چاہئیں کیوں کہ یہ بھی بہر حال تشریح ہی کا ایک حصہ ہیں۔

تشریح

یہ حصہ بہت اہم ہے بلکہ اسے ہی اصل حصہ سمجھنا چاہیے۔ اس حصے میں مضمون کی روشنی میں دی ہوئی عبارت کو آسان الفاظ میں پیش کرنا ہے اور اس کی خوب تشریح اور وضاحت کرنی ہے۔ عبارت میں اگر کسی تلمیح یا تاریخی واقعے کی طرف اشارہ ہے تو اس کی پوری وضاحت کریں۔ مثلاً اگر کوہ طور کا ذکر آئے تو بتانا ہوگا کہ یہ وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا سے ہم کلام ہوتے تھے اور یہیں آپ نے دیدار الٰہی کا تقاضا کیا تھا۔ اسی طرح اگر مدینہ کا ذکر آئے تو آپ کو بتانا چاہیے کہ یہ حضرت موسیٰ

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

علیہ السلام کا معجزہ ہے کہ جب آپ اللہ کے حکم سے اپنا ہاتھ بغل میں دبا کر نکالتے تو وہ سورج کی طرح چمکنے لگتا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مجمل یا مختصر بات بیان ہوئی ہے تو اس کی وضاحت کر دیں۔ اسی طرح آپ کو چاہیے کہ عبارت کے مفہوم و مطلب کی مناسبت سے ہم مضمون آیات قرآنی (یا ان کا ترجمہ) احادیث و اشعار و اقوال وغیرہ کا حوالہ بھی دیں تاکہ ان حوالوں کی روشنی میں عبارت کا مفہوم خوب واضح ہو جائے۔ اسی طرح آپ کسی تاریخی واقعہ، مثال یا اپنے تجربے اور مشاہدے کا حوالہ بھی دے سکتے ہیں۔

تبصرہ

اگرچہ یہ حصہ امتحان میں مطلوب تو نہیں تاہم اسے شامل کیا جا سکتا ہے یا کم از کم تشریح والے حصے ہی میں لایا جا سکتا ہے۔ اس میں آپ اپنی رائے دے سکتے ہیں کہ زبان اور معانی و خیال کیسے ہیں۔ آپ عبارت کے ادبی محاسن پیش کر سکتے ہیں اور تنقید کرتے ہوئے کسی خامی کی نشان دہی بھی کر سکتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں آپ اس حصے میں عبارت کی خوبیاں اور خامیاں بیان کر سکتے ہیں۔

اہم اقتباسات کی تشریح

پیراگراف 1 مرزا صاحب کی زندگی ــــــــــــ میسر تھا۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام پروفیسر مرزا محمد سعید

(ب) مصنف کا نام شاہد احمد دہلوی

حل لغت

کر و فر: شان و شوکت۔ ٹھاٹ باٹ: عیش و عشرت۔ تخلیق: پیدا کرنے کا اسٹیج۔ فضل: فضیلت، بڑائی، کرم۔ میسر: ملنا، مہیا ہونا

سیاق و سباق

اس پیراگراف میں شاہد احمد دہلوی، مرزا محمد سعید کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو

www. .com

زیر بحث لاتے ہوئے کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی زندگی تصنع اور بناوٹ سے پاک تھی۔ انھیں مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ ان کی ملازمت بھی پڑھائی لکھائی والی تھی۔ ان کی پنشن کی زیادہ رقم کتب کی خریداری پر صرف ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں سعادت مند اولاد اور سلیقہ شعار بیوی سے نوازا تھا۔ ان کی بیوی بھی ادبی ذوق کی مالک تھی۔ ان کی بیوی کے بھی دو ایک ناول شائع ہو چکے تھے۔ حکومت کی طرف سے انھیں اتنی پنشن مل جاتی تھی جو گزر بسر کے لیے کافی ہوتی اس لیے بڑھاپے میں بھی انھیں کسی قسم کی محتاجی نہ تھی۔

تشریح

صاحب مضمون نے مرزا محمد سعید کی زندگی کو بڑی گہری نظر سے دیکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مرزا صاحب کی زندگی بڑی سیدھی سادی اور ریاکاری سے پاک تھی۔ غرور اور تکبر تو انھیں چھو کر بھی نہیں گزرا تھا۔ شان و شوکت اور عیش و عشرت سے دور ہی رہتے تھے۔ کہیں آنے جانے کے لیے سواری بھی استعمال نہیں کرتے تھے۔ مرزا صاحب معدے کے مرض میں مبتلا تھے۔ اسی وجہ سے زیادہ تر پیدل چلتے تھے۔ صبح اٹھ کر ٹہلنے کے لیے ضرور جاتے تھے۔ مرزا صاحب کا معمول تھا کہ وہ رات کو جلدی سو جاتے تھے۔ کھیل تماشوں کے شوقین نہیں تھے اس لیے سینما اور تھیٹر بھی کم ہی دیکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انھیں گھر میں ہر طرح کا آرام و سکون مہیا تھا۔

تبصرہ

اس پیراگراف میں صاحب مضمون نے مرزا صاحب کے رہن سہن کو اجاگر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مرزا صاحب سادہ زندگی بسر کرنے کے عادی تھے۔ وہ شان و شوکت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اچھی صحت کے لیے ایسی زندگی ایک نمونہ ہے۔ معدے کے مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے انھوں نے صبح کی سیر کو اپنا معمول بنایا ہوا تھا جو ہر دوا سے بڑھ کر ہے۔ انھوں نے ایک مطمئن زندگی گزاری کیوں کہ انھیں گھر میں ہر طرح کا آرام و سکون میسر تھا۔ سعادت مند اولاد اور وفا شعار بیوی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔

پیراگراف 2 سنا ہے کہ دلی کے ایک ـــــــــــ اپنا گھر بھلا۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: پروفیسر مرزا محمد سعید

(ب) مصنف کا نام: شاہد احمد دہلوی

حل لغت

سوٹ: انگریزی لباس جو پتلون کوٹ پر مشتمل ہوتا ہے۔ نفیس: عمدہ۔ گفتگو: بات چیت۔ رعشہ: ایک بیماری جس میں جسمانی اعضا کانپنے لگتے ہیں۔ زحمت: تکلیف۔ خوش اخلاق: اچھے اخلاق والا۔ خوش مزاج: اچھی طبیعت والا۔ قائل: کسی کی بات کو مان لینا۔ بھلا: اچھا، عمدہ

سیاق و سباق

پاکستان کے وجود میں آنے سے پہلے جب مسلم لیگ کا چرچا ہوا تو ایسے میں مرزا محمد سعید نے بھی سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ صاحب مضمون کا کہنا ہے کہ میں نے پہلی بار مرزا صاحب کو 1930ء میں دیکھا تھا۔ اس وقت ان کی عمر چوالیس، پینتالیس سال کی تھی۔ وہ دھان پان سے آدمی تھے۔ ڈاڑھی مُنڈی ہوئی تھی۔ رخساروں کی ہڈیاں اُبھری ہوئی تھیں۔ بتیس سال بعد بھی ان کی جسمانی ہیئت میں کسی قسم کا نمایاں فرق نہیں آیا تھا۔ 1962ء میں جب وہ 76 سال کے تھے تب بھی ہو بہو ویسے کے ویسے ہی تھے۔ انھوں نے کبھی زمانے کا شکوہ یا اپنی صحت کی شکایت نہیں کی تھی۔

تشریح

جن دنوں کی بات صاحب مضمون کر رہے ہیں ان دنوں انگریزوں سے مسلمانوں کی نفرت اپنے عروج پر پہنچی ہوئی تھی۔ مگر جب دلی کے دو چار نوجوانوں نے انگریزی سوٹ پہننا شروع کیا تو مرزا صاحب بھی پیچھے نہ رہے۔ سوٹ پہننے والے ان نوجوانوں میں مرزا صاحب کا نام بھی شامل تھا۔ مرزا صاحب کا سوٹ سب سے نفیس ہوتا

تھا۔ صاحب مضمون کا کہنا ہے کہ 1930ء سے لے کر 1962ء تک بتیس سالوں میں میں نے مرزا صاحب کو ہمیشہ شیروانی ہی پہنے ہوئے دیکھا۔ مرزا صاحب کو انگریزی زبان پر مکمل عبور حاصل تھا لیکن دورانِ گفتگو وہ انگریزی کے الفاظ بالکل استعمال نہیں کرتے تھے۔ جب مرزا صاحب کی عمر چالیس سال تھی تو ان کے دونوں ہاتھوں میں رعشہ آ گیا تھا۔ یہ ایک ایسی بیماری ہے جس میں ہاتھ اپنے قابو میں نہیں رہتے بلکہ کانپتے رہتے ہیں۔ اسی لیے مرزا صاحب کو کوئی بھی تحریر لکھنے میں دقت پیش آتی تھی۔ مرزا صاحب بہت اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ ان کی طبیعت بھی اچھی تھی۔ ہر ایک سے خوش اخلاقی سے ملتے تھے لیکن زیادہ دوست بنانا پسند نہیں کرتے تھے یعنی اپنا آپ اچھا اور اپنا گھر ہی اچھا ہوتا ہے۔

تبصرہ

اس پیراگراف میں صاحب مضمون نے بتایا ہے کہ مرزا صاحب زمانے کے ساتھ ساتھ چلتے تھے۔ دقیانوسی نہیں تھے۔ انگریزی لباس استعمال کرتے تھے۔ انگریزی زبان پر عبور حاصل ہونے کے باوجود اپنی گفتگو میں محض احساسِ تفاخر کے لیے انگریزی کے الفاظ استعمال نہیں کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ صاحب مضمون نے ان کے اخلاق کا ذکر کرتے ہوئے انھیں ایک اچھے اخلاق کا مالک قرار دیا ہے۔

پیراگراف 3 عالم کی موت ــــــــ ساری عمر تھیں کچھ۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: پروفیسر مرزا محمد سعید

(ب) مصنف کا نام: شاہد احمد دہلوی

حل لغت

عالِم: علم والا۔ عالَم: دنیا۔ گھاؤ: زخم۔ ستائش: تعریف۔ تمنا: خواہش۔ صلہ: بدلہ۔ تسکین: تسلی

سیاق و سباق

شاہد احمد دہلوی ایک مشہور خاکہ نگار ہیں۔ انھوں نے بہت خوب صورتی اور

عرق ریزی سے خاکے پیش کیے ہیں۔ اس خاکے میں انھوں نے مرزا محمد سعید کا خاکہ بہت خوب صورت انداز میں پیش کیا ہے۔ مرزا صاحب کی موت کو عالم کی موت کہا ہے مرزا سعید کی خوبیاں بیان کی ہیں۔ وہ خاموشی سے کام کرنے کے عادی تھے انھیں نہ ستائش کی تمنا تھی نہ صلے کی پروا۔ وہ بحث سے چڑتے تھے۔ روپے پیسے کا کوئی خاص لالچ نہ تھا۔ علمی، ادبی معاشرتی حیثیت مسلم ہے۔ گھنٹوں مطالعہ کرتے۔ ان کے کتب خانے میں ہر علم کی کتاب موجود تھی۔ ملازمت درس و تدریس ہی کی تھی۔ بہت سیدھی سادی زندگی گزاری۔ قلب مطمئنہ کی دولت سے مالا مال تھے۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے!

مت سہل اسے جانو، پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

روزِ ازل [illegible] بڑے کام کی ہوئی
تجھ کو زمیں [illegible] لیا آسمان سے

تشریح

شاہد احمد دہلوی مرزا محمد سعید کی وفات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ایک بڑے قابل آدمی کی موت ساری دنیا کی موت ہوتی ہے ابھی تک تو ہم اندازہ نہیں کر سکے کہ مرزا صاحب کی وفات کے بعد ہمارا کتنا نقصان ہو گیا ہے۔ اب ان کی وفات نے جو ادب میں خلا پیدا کر دیا ہے وہ ہمیں رہ رہ کر یاد آئے گا اور وقت کے ساتھ ساتھ ان کی جدائی کا غم بڑھتا چلا جائے گا۔ مرزا صاحب ان لوگوں میں سے تھے جو خاموشی سے اپنا کام کرتے تھے یعنی وہ اتنے خاموش طبع واقع ہوئے تھے کہ ان کے زمانے کے اکثر لوگ ان کے علمی اور ادبی کارناموں سے واقف نہ تھے۔ خود مرزا صاحب بھی شہرت سے گھبراتے تھے اور پبلک پلیٹ فارم پر آنا پسند نہیں کرتے تھے۔ کام کرتے تھے مگر انھیں

اس بات کی خواہش نہ تھی کہ ان کی تعریف کی جائے اور وہ صلے کی پروا سے بے نیاز ہو کر کام کرتے تھے۔ کام کرتے تھے تو انھیں تسکین ہوتی تھی۔ اس لیے کہ انھیں کام کرنا ہوتا تھا اور جہاں تک فرمائشی کام کا تعلق ہے انھوں نے ساری عمر نہیں کیے۔

تبصرہ

اس پیراگراف میں مصنف نے بتایا ہے کہ مرزا سعید کی موت عالم کی موت ہے۔ وہ خاموش طبع تھے۔ ان کی جدائی کا غم بہت زیادہ ہے۔ وہ شہرت سے گھبراتے تھے۔ انھیں ستائش کی تمنا تھی نہ صلے کی پروا۔ فرمائشی کام نہ کرتے تھے۔ ان کی موت سے دنیا اچھے ادیب سے محروم ہو گی۔

ع اب کہاں لوگ اس طبیعت کے !

پیراگراف 4 مرزا صاحب دلی ــــــــــــ پروفیسر مرزا محمد سعید۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: پروفیسر مرزا محمد سعید

(ب) مصنف کا نام: شاہد احمد دہلوی

حلِ لغت

شرفا: شریف۔ حمول: امیر۔ کحر: کونا۔ قرابت داری: رشتے داری۔

اصلاح: درستی

سیاق و سباق

شاہد احمد دہلوی نے بڑی عرق ریزی سے پروفیسر مرزا محمد سعید کا خاکہ تخلیق کیا ہے۔ انھوں نے ہر پہلو سے مرزا سعید کی زندگی کا احاطہ کیا ہے۔ مرزا سعید خاموش طبع تھے۔ وہ فرمائشی کام کو پسند نہیں کرتے تھے انھیں نہ ستائش کی پروا تھی نہ صلے کی تمنا۔ وہ بہت خوب صورتی سے لکھتے گھنٹوں مطالعے میں مصروف رہتے۔ ہر علم کی کتابیں ان کے کتب خانے میں موجود رہتی تھیں ۔ بحث سے چڑتے تھے۔ روپے پیسے کی پروا نہ کرتے تھے۔ شاہد احمد دہلوی نے ان کی موت کو دنیا کی موت کہا ہے۔ دلی کے مشہور اور شریف

۔گھرانے میں پیدا ہوئے۔ موت تو برحق ہے مگر مرزا صاحب کی اچانک موت سے ادب کی دنیا جامع العلوم ہستی سے محروم ہو گئی۔

ع اب کہاں لوگ اس طبیعت کے!

تشریح

مرزا صاحب دلی کے ایک شریف اور دولت مند امیر گھرانے کے بیٹے تھے۔ ترلپاہیرم خان سے آگے بڑھ کر ایک راستہ سیدھے ہاتھ کو مڑ جاتا ہے۔ اسی کے کونے پر مرزا صاحب کا آبائی مکان تھا۔ اسی علاقے میں سر سید احمد خاں کا قدیم مکان بھی تھا۔ سر سید سے بھی مرزا صاحب کی رشتے داری تھی اور منشی ذکاء اللہ سے بھی ان کی عزیز داری ہو گئی تھی۔ پچاس ساٹھ سال پہلے دلی کے مسلمان شرفا میں انگریزی تعلیم کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا تھا مگر سر سید نے مسلمانوں کے اس غلط نظریے کی درستی کی اور اس زمانے میں دلی کے دو نوجوانوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد علمی و ادبی حلقوں میں خاصی کامیابی حاصل کی۔ ان دو جوانوں میں سے ایک پروفیسر مشتاق احمد زاہدی تھے اور دوسرے پروفیسر محمد سعید۔

تبصرہ

اس پیراگراف میں مرزا محمد سعید کے آبائی گھر کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ دلی کے ایک شریف اور حمول گھرانے میں پیدا ہوئے۔ سر سید احمد خاں سے رشتے داری تھی۔ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ حلقوں میں سے تھے۔

حل مشقی سوالات

1- درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجیے:

(الف) مرزا محمد سعید کس لیے لکھتے تھے؟

جواب: مرزا محمد سعید ہمیشہ ذاتی تسکین کے لیے لکھتے تھے۔ کام اس لیے کرتے تھے کہ

www. .com

انھیں کام کرنا ہوتا تھا۔ اپنے کام کے بدلے میں انھیں کسی ستائش یا صلے کی تمنا نہیں ہوتی تھی۔ انھوں نے فرمائشی کام ساری عمر نہیں کیے۔

(ب) لاہور کے پبلشروں کے ساتھ مرزا صاحب کا رویہ کیسا تھا؟

جواب: لاہور کے پبلشروں کے ساتھ مرزا صاحب کا رویہ کچھ زیادہ اچھا نہیں تھا کیوں کہ مرزا صاحب سمجھتے تھے کہ لاہور کے پبلشر خیال کرتے ہیں کہ وہ پیسے دے کر جس سے جی چاہے ناول لکھوا لیں۔ ایک پبلشر صاحب لاہور سے دلی محض اس غرض سے آئے تھے کہ مرزا صاحب سے ناول لکھوائیں گے۔ صاحب مضمون نے اُن سے کہا کہ مرزا صاحب اس طرح ناول نہیں لکھیں گے مگر وہ پبلشر بڑے بڑے مصنفوں کو خرید چکے تھے۔ وہ صاحب مضمون کی بات نہ مانے اور کہنے لگے "ہم مرزا صاحب کو ایک ناول لکھنے کا معاوضہ ایک ہزار روپیا دیں گے تو وہ کیوں نہیں لکھیں گے۔" اس زمانے میں ایک اچھے ناول کا معاوضہ دو ڈھائی سو روپے سے زیادہ نہیں ہوتا تھا۔ پبلشر، صاحب مضمون کے ساتھ مرزا صاحب کے پاس پہنچا اور چھوٹتے ہی ناول لکھنے کی فرمائش کی۔ مرزا صاحب بولے "آپ زیادہ سے زیادہ مجھے ایک ناول کے پانچ ہزار یا دس ہزار دے دیں گے لیکن میں جو کام کر رہا ہوں اسے چھوڑ کر آپ کے لیے لکھنے پر تیار نہیں ہوں۔" پانچ دس ہزار کی بات سن کر پبلشر صاحب پریشان ہو گئے اور دو منٹ بعد ہی وہاں سے چلے گئے۔

(ج) مرزا صاحب کی معرکتہ الآرا کتاب کا نام اور مرتبہ بیان کیجیے۔

جواب: مرزا صاحب کی معرکتہ الآرا کتاب کا نام "مذہب اور باطنیت" ہے۔ یہ کتاب مرزا صاحب کا ایک بہت بڑا علمی کارنامہ ہے۔ یہ ایسا کارنامہ ہے کہ اگر اُردو ادب کی ایک سو عمدہ قسم کی کتابیں چھانٹی جائیں تو ان میں "مذہب اور باطنیت" کو ضرور شامل کرنا پڑے گا۔

(د) مرزا صاحب کی کن دو قومی شخصیات سے عزیز داری تھی؟

جواب: مرزا صاحب کی سر سید احمد خاں اور منشی ذکا اللہ سے عزیز داری تھی۔ سر سید احمد خاں مسلمانوں میں جدید تعلیم کے فروغ کے علم بردار تھے جب کہ منشی ذکا اللہ نے تحقیق و تصنیف اور تراجم میں بڑا نام پیدا کیا۔

(ہ) مرزا صاحب نے کس کالج میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیے؟

جواب: مرزا صاحب نے 1906-7ء میں سال دو سال علی گڑھ میں پڑھایا اور اس کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں انگریزی کے پروفیسر ہو گئے۔

(و) مرزا صاحب کا سب سے بڑا مشغلہ کیا تھا؟

جواب۔ مرزا صاحب کا واحد مشغلہ مطالعہ کتب تھا۔ وہ اپنی پنشن کا ایک بڑا حصہ کتابیں خریدنے میں صرف کر دیتے تھے۔ مرزا صاحب گھنٹوں مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ ان کے کتب خانے میں ہر علم سے متعلق کتاب موجود تھی۔ وہ نئی نئی کتابیں پڑھتے رہتے تھے۔

(ز) مصنف کے پروگرام "دانش کدہ" میں شرکت کی درخواست پر مرزا صاحب نے کیا جواب دیا؟

جواب۔ ریڈیو پاکستان کراچی سے ایک پروگرام "دانش کدہ" شروع کیا گیا۔ شاہد احمد دہلوی میر سوالات تھے۔ اس نے مرزا صاحب سے پروگرام میں شرکت کے لیے کہا تو مرزا صاحب نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "آدمی شہرت کے لیے کوئی کام کرتا ہے یا دولت کے لیے۔ مجھے نہ اس کی ضرورت ہے نہ اس کی۔" مصنف نے بہت اصرار کیا مگر مرزا صاحب ٹس سے مس نہ ہوئے۔

(ح) مرزا محمد سعید کا حلیہ بیان کریں۔

جواب مرزا صاحب بظاہر عمیل معلوم نہیں ہوتے تھے۔ اکہرا ڈیل، اُجلا رنگ، کشادہ پیشانی، گھنی بھنوؤں کے سائے میں بڑی بڑی روشن آنکھیں، رخساروں کی

www.downloadclassnotes.com

ہڈیاں ابھری ہوئیں، کتروان مونچھیں۔ ہنستے تو سامنے کے دو چار دانت ٹوٹے ہوئے نظر آتے مگر برے نہ لگتے تھے۔ داڑھی منڈی ہوئی۔ دھان پان سے آدمی تھے۔

(ط) مرزا صاحب کے دونوں ناولوں کے نام تحریر کریں۔

جواب: مرزا صاحب نے دو ناول لکھے جن کے نام "یاسمین" اور "خوابِ ہستی" ہیں۔

-2 پطرس بخاری سے مرزا صاحب کے تعلق کو اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

جواب: پطرس بخاری مرزا صاحب کے شاگرد تھے۔ انھوں نے مرزا صاحب سے اکتسابِ علم کیا۔ بعد میں پطرس بخاری خود بھی انگریزی کے پروفیسر ہو گئے تھے۔ وہ اپنی غیر معمولی قابلیت اور ذہانت کے باوجود مرزا صاحب کی علمیت کے آگے اپنے آپ کو ہیچ سمجھتے تھے۔ مصنف کہتا ہے کہ میں نے بارہا پطرس بخاری کو مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے دیکھا۔ پطرس بخاری آل انڈیا ریڈیو کے ڈائریکٹر جنرل ہو گئے تھے۔ پطرس بخاری جتنا زیادہ احترام مرزا صاحب کا کرتے تھے اتنا اور کسی کا نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ وائسرائے ہند کا بھی اتنا احترام نہیں کرتے تھے جتنا مرزا صاحب کا کرتے تھے۔ مرزا صاحب بھی پطرس بخاری سے بہت انس رکھتے تھے۔ مرزا صاحب پطرس بخاری کے استاد تھے۔

-3 "عالم کی موت عالَم کی موت ہوتی ہے۔" اس جملے کا مفہوم وضاحت کے ساتھ بیان کریں۔

جواب: عالم کا مطلب ہے علم والا جب کہ عالَم کا مطلب ہے دُنیا۔ دونوں لفظ بظاہر ایک سے ہیں لیکن مطلب جدا جدا ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی عالم یعنی کسی اہلِ علم کی موت واقع ہو جائے تو یہ ایک عالَم یعنی ایک عہد اور ایک پورے دور کی موت ہوتی ہے۔

4- متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) سبق "مرزا محمد سعید" کس ادیب کی تحریر ہے؟

(i) نذیر احمد دہلوی (ii) شاہد احمد دہلوی
(iii) اشرف صبوحی (iv) مولوی عبدالحق

(ب) مرزا محمد سعید کی عزیزداری کس شخصیت سے تھی؟

(i) سرسید احمد خاں (ii) شیخ عبدالقادر
(iii) شاہد احمد دہلوی (iv) مشتاق احمد زاہدی

(ج) مرزا محمد سعید کے بقول انسان کس لیے کام کرتا ہے؟

(i) شہرت (ii) دولت
(iii) عزت اور وقار (iv) شہرت اور دولت

(د) مرزا محمد سعید نے گورنمنٹ کالج لاہور سے کون سی سند لی؟

(i) بی۔اے (ii) ایم۔اے تاریخ
(iii) ایم۔اے انگریزی ادب (iv) ایم۔اے اُردو ادب

(ہ) محمود نظامی کے مقالے کے بعد مرزا محمد سعید پر کس نے تنقید کی؟

(i) ڈاکٹر تاثیر (ii) پطرس بخاری
(iii) فیض احمد فیض (iv) حمید احمد خاں

(و) پروگرام "دانش کدہ" میں کتنے دانشور بلائے جاتے تھے؟

(i) چار (ii) تین
(iii) دو (iv) سات

(ز) مرزا صاحب تنخواہ کا بڑا حصہ صرف کر دیتے تھے:

(i) جائیداد خریدنے پر (ii) خیرات کرنے میں
(iii) کتابوں پر (iv) کھانے پینے پر

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(ii)	(ب)	(i)	(ج)	(iv)	(د)	(iii)
(ہ)	(iii)	(و)	(i)	(ز)	(iii)		

سانحۂ ارتحال، سناؤنی، ایکا ایکی، بے مُرود، متمول، قرابت داری، ہیچ سمجھنا، خُدہ خُدہ، کروفر، قلب مطمئنہ، عرضِ مدعا، متبسم، رعشہ، جامع العلوم

الفاظ وتراکیب	جملوں میں استعمال
سانحۂ ارتحال	جوان بیٹے کی موت بوڑھی ماں کے لیے سانحۂ ارتحال تھا۔
سناؤنی	مجھے احمد کے مرنے کی سناؤنی ملی۔
ایکا ایکی	بادل تو چھائے ہی ہوئے تھے۔ ایکا ایکی بارش شروع ہوگئی۔
بے مُرود	مرزا صاحب نے اپنا ناول بے مُرودی چھپنے کے لیے دے دیا۔
متمول	حقیقی متمول وہ ہے جو غریبوں کا خیال رکھے۔
قرابت داری	مولوی محمد سعید کی سرسید احمد خان اور منشی ذکا اللہ سے قرابت داری تھی۔
ہیچ سمجھنا	کسی کی مفلسی کی وجہ سے اُسے ہیچ نہیں سمجھنا چاہیے۔
خُدہ خُدہ	مرزا صاحب کی شہرت خُدہ خُدہ سارے ملک میں پھیل گئی۔
کروفر	کوئی بھی اچھا انسان کروفر کو پسند نہیں کرتا۔
قلب مطمئنہ	اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہر مسلمان کو قلب مطمئنہ عطا کرے۔
عرضِ مدعا	میں نے ہیڈ ماسٹر صاحب سے عرضِ مدعا کیا کہ مجھے اسکول کی کرکٹ ٹیم میں شامل کیا جائے۔
متبسم	ایمن کی بات سن کر عائزہ متبسم ہوئی اور کہنے لگی "ذہانت کسی کی میراث نہیں۔"
رعشہ	عمیرا کے ابو دو سال سے رعشہ کے مریض ہیں۔
جامع العلوم	مرزا صاحب ایک جامع العلوم شخص تھے۔

6- درج ذیل الفاظ پر اعراب لگا کر، ان کا تلفظ واضح کیجیے:

ارتحال، شعار، متمول، ساکت، مباحثے، متبسم، قدری، رعشہ

جواب: اِرْتِعَاشْ، شِعَارْ، مُتَرَمِّمْ، سَاکِتْ، مُبَاحَثے، مُتَبَسِّمْ، قُدْرِیْ، رَعْشَہْ

-7 سبق "مرزا محمد سعید" کا متن ذہن میں رکھ کر درست یا غلط پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) مرزا محمد سعید کی موت کی خبر پڑھ کر دل دھک سے رہ گیا۔ درست/غلط

(ب) مرزا صاحب پبلک پلیٹ فارم پر آنے سے گھبراتے نہیں تھے۔ درست/غلط

(ج) مرزا صاحب بڑے ٹھنڈے مزاج کے آدمی تھے۔ درست/غلط

(د) مرزا صاحب جو کہ دیتے اس سے کبھی نہ پھرتے۔ درست/غلط

(ہ) مرزا محمد سعید دل کے مریض تھے۔ درست/غلط

(الف)	غلط	(ب)	غلط	(ج)	درست	(د)	درست	(ہ)	غلط

جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ

-1 **جملہ اسمیہ:** جملہ اسمیہ جملہ خبریہ کی قسم ہے، اس کے تین اجزا ہوتے ہیں۔
ذیل کے جملوں کو پڑھیے۔

1- علی بہادر ہے۔ 2- سارہ لائق ہے۔ 3- صہیب خوش ہے۔

ان جملوں میں علی، سارہ اور صہیب کو "مسند الیہ" (مبتدا) کہتے ہیں اور بہادر، لائق اور خوش "مسند" (خبر) ہیں جب کہ "ہے" فعل ناقص ہے۔

-2 **جملہ فعلیہ:** جملہ فعلیہ بھی جملہ خبریہ کی قسم ہے۔ اس میں اور جملہ اسمیہ میں اتنا فرق ہے کہ فعلیہ میں فعل تام ہوتا ہے۔ اب ذیل کے جملوں کو پڑھیے:

-1 حمید نے خط لکھا۔ -2 فریحہ نے خیرات دی۔

-3 شعیب نے کھانا کھایا۔

ان جملوں میں حمید، فریحہ اور شعیب "مسند الیہ" ہیں اور لکھا، دی اور کھایا فعل تام یا "مسند" ہیں۔ یہ خبر دے رہے ہیں۔ خط، خیرات اور کھانا مفعول ہیں۔
یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ کسی جملے میں کسی کے بارے میں کچھ کہا جائے تو وہ خبر ہوتی ہے اور اسے مسند کہتے ہیں۔ جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ خبر کے بغیر درست نہیں ہوتے۔

www. s.com

جملہ اسمیہ کی مثالیں

1- اکرم ذہین ہے۔ 2- اختر نیک تھا۔
3- سعید کامیاب ہو گیا۔ 4- راشد نیکل ہوا۔
5- ساجد افسر بن گیا۔

مسند الیہ مبتدا	مسند (خبر)	فعل ناقص
اکرم	ذہین	ہے
اختر	نیک	تھا
سعید	کامیاب	ہو گیا
راشد	نیکل	ہوا
ساجد	افسر	بن گیا

جملہ فعلیہ کی مثالیں

عائشہ نے کتاب پڑھی۔ سلمان نے سبزی خریدی۔
عامر نے پتنگ اڑائی۔ شبانہ نے کپڑے دھوئے۔

مسند الیہ مبتدا	مفعول	فعل تام
عائشہ	کتاب	پڑھی
سلمان	سبزی	خریدی
عامر	پتنگ	اڑائی
شبانہ	کپڑے	دھوئے

خاکہ

کسی شخص کی زندگی کے کچھ پہلوؤں کو اس طرح نمایاں کرنا کہ اس کا تعارف بھی ہو جائے مگر وہ اس کی سوانح نہ ہو، خاکہ کہلاتا ہے۔ خاکے میں اس شخص کے افکار و کردار، خوبیوں اور خامیوں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اُردو میں مولوی عبدالحق، رشید احمد صدیقی، شاہد احمد دہلوی اور محمد طفیل نے عمدہ خاکے لکھے ہیں۔

خاکہ نگاری

خاکہ نگاری سے مراد ہے کسی شخصیت کے بارے میں اظہار خیال کرنا۔ ادبی اصطلاح میں ایسی تحریر ہے جو کسی کی سوانح حیات نہ ہو لیکن اس کے کردار و افعال اور خوبیوں پر روشنی ڈالے یہی وجہ ہے کہ خاکہ نگاری کو شخصیت نگاری کا نام دیا جاتا ہے۔

شخصیت نگاری میں ہم کسی شخص کے بنیادی مزاج' طبع' انداز فکر و عمل اور اس کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں سے روشناس ہوتے ہیں۔

شخصیت نگاری کی درج ذیل خصوصیات ہیں

1- اختصار　2- انداز بیاں　3- جامعیت
4- حقیقت نگاری　5- شگفتگی　6- شائستگی
7- مہذبانہ انداز　8- غیر رسمی انداز　9- سچائی
10- واقفیت　11- غیر جانبداری

بے جا عقیدت اور ہیرو پرستی شخصیت نگاری کی سب سے بڑی کمزوریاں ہیں۔
ایک شخصیت نگار کسی کی شخصیت نگاری کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھے کہ نہ تو اسے ہیرو بنا کر پیش کرے اور نہ اس کی خامیاں اس طریقے سے بیان کرے کہ وہ شیطان کی لائن میں کھڑا نظر آئے۔

اردو کے چند نامور شخصیت نگار درج ذیل ہیں۔
مولوی عبدالحق' رشید احمد صدیقی' اشرف صبوحی' اخلاق احمد دہلوی' چراغ حسن حسرت' شوکت تھانوی اور رئیس احمد جعفری وغیرہ

سرگرمیاں

1- سبق سے محاورات الگ کریں اور ان کو جملوں میں استعمال کریں۔

جواب: سبق میں سے لیے گئے محاورات کا جملوں میں استعمال

محاورات	جملوں میں استعمال
دل دھک سے رہ جانا	اپنے دوست کے والد کی وفات کا سن کر میرا دل دھک سے رہ گیا۔
چڑ جانا	روپے پیسے کے ذکر پر مرزا صاحب چڑ جاتے تھے۔

www .com

ماتھا ٹھنکا	علی کو صبح صبح اپنے دروازے پر دیکھ کر میرا ماتھا ٹھنکا۔
سٹی گم ہو جانا	شیر کو سامنے دیکھ کر شکاری کی سٹی گم ہو گئی۔
ہیچ سمجھنا	پطرس بخاری اپنی غیر معمولی ذہانت کے باوجود مرزا صاحب کی قابلیت کے آگے اپنے آپ کو ہیچ سمجھتے تھے۔
آمادہ کرنا	میں نے بلال کو مری کی سیر کے لیے آمادہ کر لیا۔
کان کھڑے ہونا	چھت پر کھٹکا سن کر میرے کان کھڑے ہو گئے۔
جلال میں آنا	چھوٹی بات سن کر مرزا صاحب جلال میں آ جاتے تھے۔
دم بخود رہ جانا	اپنے خلاف بے بنیاد الزام سن کر اسلم دم بخود رہ گیا۔

-2 مرزا محمد سعید کی شخصی خوبیوں پر ایک پیراگراف لکھیں۔

جواب: پروفیسر مرزا محمد سعید ایک ہمہ گیر شخصیت تھے۔ اس کے باوجود جب وہ وفات پا گئے تو ان کے سیکڑوں مداحوں اور قدر دانوں کو اس سانحے کی خبر تک نہ ہوئی۔ افسوس! اتنا بڑا صاحب کمال دنیا سے اٹھ جائے اور لوگوں کو خبر نہ پہنچے۔ ان کی موت ایک عالم کی موت ہے۔ وہ خاموشی کا کام کرتے رہتے تھے۔ انھیں ستائش کی تمنا تھی نہ صلے کی پروا۔ فرمائشی کام انھوں نے شاذ ہی کیے۔ وہ [illegible] نہ تھے۔ دلی کے شریف اور امیر گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ بحث سے اجتناب کرتے تھے۔ مرزا صاحب گھنٹوں مطالعہ کرتے تھے۔ ان کے کتب خانے میں ہر علم کی کتب موجود تھیں۔ انھوں نے زندگی بڑی سیدھی سادی گزاری۔ قلب مطہر کی دولت سے مالا مال تھے۔ ان کی علمی، ادبی اور معاشرتی حیثیت مسلم ہے۔ ان کی تحریر جامعیت کی حامل ہے۔

-3 اس سبق میں جن شخصیات کا ذکر آیا ہے ان میں سے کسی ایک کے بارے میں اپنے استاد صاحب سے پوچھ کر نوٹ لکھیں۔

جواب: اس سبق میں بے شمار شخصیات کا ذکر آیا ہے جیسے ڈاکٹر تاثیر، فیض احمد فیض، حامد علی خاں، حمید احمد خاں، چراغ حسن حسرت، محمود نظامی، غلام عباس، انصار ناصری، پطرس بخاری وغیرہ مجھے ان میں سے فیض احمد فیض زیادہ پسند ہیں۔

فیض احمد فیض

فیض احمد فیض 1910ء میں پیدا ہوئے۔ مرے کالج سیالکوٹ سے بی۔اے کیا اور گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم۔اے انگریزی کی ڈگری لی۔ بعد میں عربی میں بھی ایم۔اے کیا اور ایم۔اے۔او کالج امرتسر میں پروفیسر رہے۔ 1960ء میں حکومت روس کی طرف سے لینن پرائز ملا۔ حکومت پاکستان کی وزارت تعلیم میں مشیر بھی رہے۔ مشہور کتابیں یہ ہیں۔ نقش فریادی، دست صبا، دست تہ سنگ، زنداں نامہ، وادیٔ سینا اور میزان۔ جدید اردو شاعری میں فیض ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ انھوں نے مزدور، محنت کش، کسان اور دوسرے کمزور طبقات کے دکھ درد کی سچی ترجمانی کی۔ انھوں نے 1981ء میں وفات پائی۔

4- کسی دوست کا مختصر خاکہ لکھیں۔

جواب: یوں تو میرے بے شمار دوست ہیں مگر سکندر [illegible] میرا سب سے اچھا دوست ہے۔ وہ ایک شریف اور پڑھے لکھے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ ایک دبلا پتلا اور مرنج مرنجان قسم کا لڑکا ہے۔ نہایت حساس ہے۔ ناک کے نیچے ہلکی ہلکی روئیدگی ہے۔ عمر ایسی کہ لڑکپن اور جوانی آپس میں گلے مل رہے ہوں۔ ذہن ایسا کہ بڑے بڑوں کے کان کترے۔ صلح جو ایسا کہ ساری جماعت سے دوستی۔ استاد صاحب جو کام دیں وہ اسے وقت پر پورا کرے۔ کبھی کسی کو شکایت کا موقع نہیں۔ ہر کوئی اس سے دوستی کا خواہش مند۔ جہاں کسی کو اس کی ضرورت محسوس ہو اپنے سب کام چھوڑ کر اس کی مدد کرے۔ قابل صد تحسین ہیں وہ والدین جن کے گھر سکندر حسین جیسے بچے جنم لیتے ہیں۔

www.downloadclassnotes.com

تدریسی اشارات

-1 چند مثالیں دے کر دلی کی مخصوص زبان سے طلبہ کو روشناس کرایا جائے

جواب: اردو شاعری کی ابتدا دکن سے ہوئی۔ قلی قطب شاہ اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر تسلیم کیا گیا لیکن دکن کے شعرا نے اپنی زبان دانی کا بھی دعویٰ نہ کیا۔ اور نہ کوئی تدریجی ترقی وہاں کے شعرا نے شاعری کے میدان میں کی۔ یہی وجہ ہے دکن میں باقاعدہ دلی اور لکھنو کی طرح دبستان قائم نہ ہوسکا۔ دلی کی شاعری دوسرے اردو شعرا کے لیے نیک شگون ثابت ہوئی اور اس طرح شمالی ہند میں دلی میں شعرا کا جمگھٹا ہوگیا۔ فارسی کی جگہ اردو نے لے لی اور اس طرح دلی شاعری کا ایک اہم مرکز بن گئی۔

دہلویت بقول نورالحسن ہاشمی ایک خاص افتاد ذہنی یا مزاج شعری کا نام ہے جس کا ظہور مخصوص تمدن و شہری اثرات کی وجہ سے ہوا۔ دلی کا شاعر غم روزگار کا ستایا ہوا اور غم عشق کا مارا ہے اس لیے اس کے کلام میں دونوں کی کسک اور کھٹک آگئی ہے۔ سیاسی حالات نے اسے قنوطی بنایا۔ تصوف کی میراث نے اس میں روحانیت پیدا کی اور اس کے ساتھ ایک اخلاقی نصب العین اور تصور عطا کیا۔ اسی نے اس کی آنکھیں اندر کی طرف کھولیں۔ دلی کی اس روحانیت اور غم پسندی کے مقابلے میں جس نے اسے کبھی بالکل پست مبتذل اور ہوس پرست نہیں ہونے دیا لکھنؤ کی مسرت سطحی ہلکی اور سستی معلوم ہوتی ہے۔ لکھنؤ کے شاعر نے خارجیت پر زور دیا۔ جس کی چمک دمک نے متحیر اور مرعوب کیا مگر بلندی فکر سے محروم رہا۔ لکھنوی شاعری میں وہ ولولہ اور آنچ، وہ کسک وہ سیمابی کیفیت، وہ آفاقی لہجہ نہ آسکا جو دہلوی شاعری میں ہے بقول فراق گورکھپوری وہ آپ بیتی یا جگ بیتی نہ ہوئی لفظ بیتی ہو کر رہ گئی۔

-2 طلبہ کو مرزا فرحت اللہ بیگ کی تحریر "مولوی نذیر احمد کی کہانی" اور شاہد احمد دہلوی کا لکھا ہوا خاکہ "نذیر احمد دہلوی" پڑھ کر سنایا جائے۔ یہ خاکے نصابی کتابوں میں دستیاب ہیں، اس سے طلبہ کی کردار سازی میں مدد ملتی

ہے اور صنفِ ادب سے بھی اچھی طرح واقفیت ہو جاتی ہے۔

جواب: **مولوی نذیر احمد کی کہانی**

1903ء میں میاں دانی اور میں نے ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ بی اے میں داخلہ لیا۔ ہمارے عربی کے پروفیسر جمیل الرحمان تھے۔ وہ اچھا پڑھاتے تھے۔ ہم جیسے تیسے سبق یاد کرتے تھے۔ ایک دن معلوم ہوا کہ مولانا جمیل استعفا دے کر کعبۃ اللہ چلے گئے ہیں۔

بالآخر ہم نے مولانا نذیر احمد کی خدمات حاصل کیں۔ وہ ہمیں باقاعدہ پڑھانے لگے۔ کبھی ناغہ نہیں کیا اور نہ سردی گرمی کی شکایت کی۔ وہ اس لیے راضی ہوئے تھے کہ بقول ان کے ہم میں طالب علمی کی بُو موجود تھی۔ مولوی صاحب کا حلیہ کچھ اس طرح تھا۔ رنگ سانولا مگر روکھا، قد خاصا اونچا مگر چوڑان نے لمبان کو دبا دیا تھا۔ بدن موٹاپے کی طرف مائل۔ بچپن میں ورزش کا شوق تھا۔ ورزش چھوڑ دی تو جسم تھپ تھپ ہو گیا۔ اونچی ترکی ٹوپی پہنتے۔ کمر کا پھیر ضرورت سے زیادہ تھا۔ آنکھیں چھوٹی اور اندر کو دھنسی ہوئی۔ ان کا گھر کا لباس الگ اور باہر کا الگ ہوتا تھا۔ اگر انھیں باہر نکلنے کا شوق نہ ہوتا تو لباس کی مد ہی ان کے اخراجات میں سے نکل جاتی۔ شام کو گھر سے نکلتے تو ترکی ٹوپی یا چھوٹا سفید صافہ باندھے ہوتے۔ گرمیوں میں صاف شفاف اچکن یا کشمیری کام کا جبہ پہنتے تھے۔ وقت بے وقت کے لیے بوٹوں کے دو انگریزی جوڑے بھی لگا رکھے تھے جن پر پالش کی نوبت نہ آتی تھی۔

مولوی صاحب خوش خوراک تھے۔ ناشتے میں دو نیم برشت انڈے ضرور ہوتے تھے۔ میوے کا شوق رکھتے تھے۔ پڑھاتے جاتے اور کھاتے جاتے تھے مگر مجھ کو حسرت رہ گئی کہ کبھی ان کے شریکِ طعام نہ ہو سکا۔ پھل کھاتے تھے مگر ہمیں کبھی پیشکش نہ کرتے۔ جب دوسری دفعہ ملا تو مولوی صاحب کی صحت جواب دے گئی تھی۔ رعشے میں اضافہ ہو گیا۔ نظر کمزور ہو گئی۔ ہم نے سلام کیا۔ بولے کون ہے؟ میں نے کہا آپ مجھے نہیں پہچانتے؟ پھر پہچان گئے کہ اچھا تو فرحت ہے۔ مجھے گلے لگا کر پیار کیا۔ حیدرآباد آنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد

معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ میں مولوی صاحب کے مکان پر ضرور جاتا ہوں مگر اندر قدم نہیں رکھتا۔ بڑی دیر تک دیوار سے لگ کر دروازے کو دیکھا رہتا ہوں اور ذوقؔ کا یہ شعر پڑھتا رہتا ہوں۔

یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں جانور
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے

طلبہ کو گاہے گاہے مشاہیر سے واقفیت دلائی جائے۔
اساتذہ کرام سکول کی لائبریری سے مشاہیر کے بارے میں کتب حاصل کریں۔ ہفتے میں ایک دن مخصوص کر لیں۔ اس دن ایک پیریڈ میں بچوں کو مختلف مشاہیر کی زندگی کے بارے میں بتایا جائے کہ کس طرح وہ اپنی محنت اور جدوجہد سے اعلیٰ مقام پر پہنچے۔

اہم معروضی سوالات

-3 متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) عالم کی موت ہے:
(i) عالم کی موت (ii) کسی اچھے انسان کی موت
(iii) دکھ کی موت (iv) ایک شہر کی موت

(ب) مرزا محمد سعید نے پچپن سال قبل عبدالقادر کے رسالے کے لیے مضامین لکھے۔
(i) تہذیب الاخلاق (ii) نقوش
(iii) مخزن (iv) ادبی دُنیا

(ج) پروفیسر مرزا محمد سعید کی پہلی کتاب جو بغیر کچھ لیے دیے چھپوائی:
(i) مذہب اور باطنیت (ii) خوابِ ہستی
(iii) خوابِ عدم (iv) داستانِ الم

(د) دلی میں مرزا صاحب کے آبائی علاقے میں مشہور ادیب کا مکان تھا:
(i) مرزا غالب (ii) سر سید احمد خاں
(iii) مولوی عبدالحق (iv) چودھری افضل حق

(ہ) ایک جلسے میں مجنوں گورکھپوری پر مقالہ پڑھا گیا، مرزا صاحب نے شوخی سے بحث کے لیے اشارہ کیا:
(i) حامد علی خاں کی طرف (ii) ڈاکٹر تاثیر کی طرف
(iii) فیض احمد فیض کی طرف (iv) چراغ حسن حسرت کی طرف

(و) ایک پبلشر لاہور سے دلی مرزا صاحب کے پاس آئے:
(i) ناول لکھوانے کے لیے (ii) افسانہ لکھوانے کے لیے
(iii) غزل لکھوانے کے لیے (iv) قصیدہ لکھوانے کے لیے

(ز) مرزا صاحب نے علی گڑھ میں پڑھایا:
(i) ایک سال (ii) دو سال
(iii) تین سال (iv) پانچ سال

(ح) مرزا صاحب کے کتب خانے میں کتابیں موجود تھیں:
(i) صرف اُردو کی (ii) صرف فارسی کی
(iii) طب سے متعلق (iv) ہر علم کی کتاب

(ط) مرزا صاحب مریض تھے:
(i) دل کے (ii) شوگر کے
(iii) معدے کے (iv) بلند فشارِ خون کے

(ی) صاحبِ مضمون نے بتیس سال تک مرزا صاحب کو پہنے دیکھا:
(i) سفاری سوٹ (ii) شیروانی
(iii) شلوار قمیص (iv) کوٹ پتلون

(الف)	(i)	(ب)	(iii)	(ج)	(ii)	(د)	(ii)
(ہ)	(iii)	(و)	(i)	(ز)	(ii)	(ح)	(iv)
(ط)	(iii)	(ی)	(ii)				

www.d... .om

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان
(1912ء تا 2005ء)

نظریۂ پاکستان

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو نظریۂ پاکستان کے پس منظر سے روشناس کروانا۔
- طلبہ کو تشکیلِ پاکستان کے مقاصد سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو تحریکِ پاکستان کی مختلف مذہبی اور سیاسی شخصیات سے متعارف کروانا۔
- طلبہ کو بتانا کہ مسلمانوں کے لیے ایک الگ وطن کیوں ناگزیر تھا۔
- طلبہ کو ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کے اسلوبِ بیان سے متعارف کروانا۔
- طلبہ کو ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کے حالاتِ زندگی سے آگاہ کرنا۔

مصنف کے حالاتِ زندگی

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کی جائے پیدائش جبل پور (سی۔پی) ہے۔آپ 23 ستمبر 1912ء کو پیدا ہوئے۔آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔اس کے بعد سکول کی تعلیم سے لے کر ایم۔اے، ایل۔ایل۔بی تک تمام امتحانات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ہی پاس کیے۔ڈاکٹر صاحب نے اپنی عملی زندگی کے آغاز کے لیے شعبۂ تدریس کو چنا۔آپ نے کنگ ایڈورڈ کالج امراؤتی (برار) میں بحیثیت لیکچرار اپنی عملی زندگی شروع کی۔ناگ پور سے آپ نے پی۔ایچ۔ڈی (فارسی) اور ڈی۔لٹ (اُردو) کی ڈگریاں حاصل کیں۔کچھ عرصہ بعد اسی یونیورسٹی میں اُردو کے صدر شعبہ منتخب ہوئے۔

قیامِ پاکستان کے بعد 1948ء میں آپ بھی پاکستان آ گئے۔آپ نے یہاں

بھی تدریس کے پیشے کو چنا۔ پہلے کراچی کے اسلامیہ کالج اور ماجد اردو کالج کراچی میں خدمات سرانجام دیں۔ 1956ء میں سندھ یونیورسٹی میں پہلے اردو شعبے میں پروفیسر کے عہدے پر فائز ہوئے اور بعد میں صدر شعبۂ اُردو بن گئے۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کا تحقیق میں ایک نمایاں مقام ہے۔ان کا اسلوب بیان نہایت سادہ اور دل نشین ہے۔آپ مشکل الفاظ استعمال کرنے کی بجائے ایسے الفاظ چنتے ہیں جو آسانی سے پڑھنے والے کی سمجھ میں آ جائیں۔

تصانیف

ڈاکٹر صاحب نے کم و بیش ایک سو کتابوں سے ادب کے ذخیرے میں اضافہ کیا ہے۔ان کی لکھی ہوئی کتابوں میں سے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں۔

"فارسی پر اُردو کا اثر"، "حالی کا ذہنی ارتقا"، "حضرت مجدد الف ثانی"، "ایک تحقیقی جائزہ"، "قرآنی عربی"، "علمی نقوش"، "ادبی جائزے" اور "تحریر و تقریر" وغیرہ

نصاب میں شامل مضمون "نظریۂ پاکستان" ڈاکٹر صاحب کا ایک نہایت معلومات افزا مضمون ہے۔ انھوں نے اپنے اس مضمون میں نظریہ پاکستان کا مفہوم بڑے دل نشین انداز میں واضح کیا ہے اور اس کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے 25 ستمبر 2005ء کو وفات پائی۔

مرکزی خیال

اس مضمون کا مرکزی خیال یہ ہے کہ جب مسلمانوں کے دین پر ضرب پڑتی ہے تو وہ ملحد قوتوں کے خلاف سینہ سپر ہو جاتے ہیں۔ ان میں جذبۂ حمیت بیدار ہو جاتا ہے اور وہ راہ میں آنے والی دشواریوں کو خس و خاشاک سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے اور حصولِ مقصد تک اپنے مؤقف پر ڈٹے رہتے ہیں۔ پاکستان کا وجود اس بات کا بیّن ثبوت ہے۔

www.downloadclassnotes.com

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

اہم نکات

- ہندوؤں کا سیاست میں عمل دخل
- اورنگ زیب کے بیٹوں میں نفاق
- حیدر علی کا انگریز سے مقابلہ
- شاہ اسماعیل اور سید احمد کی شہادت
- انگریزوں کا اقتدار
- سرسید کی انگریزوں سے مفاہمت
- تقسیم بنگال اور تنسیخ تقسیم بنگال
- پہلی جنگِ عظیم
- علی برادران کی تحریک خلافت
- علامہ اقبالؒ کا خطبۂ الٰہ آباد
- الگ وطن بنانے کی تجویز
- قومیت کی بنیاد
- قائداعظمؒ کی پُرخلوص قیادت
- پاکستان کا حصول
- نظریۂ پاکستان کا مقصد
- خوش آئند مستقبل

خلاصہ

مسلمان ہمیشہ کفروالحاد کے سامنے ڈٹے رہے ہیں۔ اکبر بادشاہ کی بے جا رواداری نے ہندوؤں کو ملک میں کافرانہ طریقے رائج کرنے کا موقع فراہم کیا اور مسلمانوں کی دینی آزادی ختم ہو گئی۔ ایسے میں دین کو بچانے کے لیے حضرت مجدد الف ثانی ؒ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد انگریزوں نے اپنے قدم جمائے اور ملک میں انتشار پھیل گیا۔ اسلام کی سربلندی کے لیے سلطان حیدر علی اور اس کے بیٹے ٹیپو سلطان نے انگریزوں کا مقابلہ کیا لیکن انھیں کامیابی نہ مل سکی۔ اس زمانے میں شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے بیٹوں نے مسلمانوں کو معاشرتی برائیوں سے دور کرنے کی تحریک شروع کی۔ ان کے پوتے شاہ اسماعیل نے 1831ء میں اسی کوشش میں شہادت پائی۔ مسلمانوں نے 1857ء میں اپنے قدم جمانے کی کوشش کی لیکن انگریزوں کے سامنے ان کا بس نہ چلا۔ ایسے میں سرسید احمد خان نے انگریز سے مفاہمت کو غنیمت جانا۔ ہندوؤں نے 1885ء میں کانگریس کی بنیاد ڈالی جو حقیقتاً صرف اور صرف ہندوؤں

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

کی نمائندہ جماعت تھی۔ نواب وقار الملک نے 1906ء میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی۔ 1911ء میں پہلی جنگ عظیم میں انگریزوں کا مقابلہ جرمنی سے ہوا۔ ترکی جرمنی کے ساتھ تھا۔ مسلمان ہونے کے ناتے انگریزوں نے مسلمانوں کو اپنا دشمن سمجھا۔ نقصان نہ پہنچانے کا وعدہ کرنے کے باوجود اس نے ترکی کے ٹکڑے کر دیے۔ خلافت کے تحفظ کے لیے علی برادران نے تحریک خلافت شروع کی۔ ہندوؤں نے بھی شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں چلائیں۔ علامہ اقبالؒ نے 1930ء میں پاکستان بنانے کی تجویز پیش کی۔ 23 مارچ 1940ء کو قرارداد پاکستان کی رو سے مسلمانوں کی آزاد حکومت قائم کرنے کا فیصلہ ہوا۔ دُنیا میں قومیت کی تشکیل کی دو بنیادیں ہیں۔ ایک وہ جو مغربی مفکرین نے قائم کی اور دوسری رسول اللہ ﷺ کی قائم کی ہوئی ہے۔ اہلِ مغرب نے قومیت کی بنیادیں جغرافیائی حدود پر استوار کیں جب کہ مسلمانوں کی قومیت ایک نظریاتی قومیت ہے جو ایک کلمے کی بنیاد پر وجود میں آئی۔

نظریۂ پاکستان میں اسلامی زندگی اور قدروں کا تصور بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ نظریۂ پاکستان کا مقصد اسلامی اصولوں کی ترویج کے لیے ایک مثالی مملکت کا نمونہ بنانا ہے۔ قائداعظمؒ کی پُرخلوص قیادت میں 14 اگست 1947ء کو پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا۔ پاکستان نے اپنے قیام سے اب تک بڑی ترقی کی ہے۔ اس کو برقرار رکھنے کے لیے ہمیں نظریۂ پاکستان کو ہر وقت پیشِ نظر رکھنا پڑے گا۔ ہمیں کوئی ایسا قدم نہیں اٹھانا چاہیے جس کی وجہ سے ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔ ہمارا جینا مرنا پاکستان کے لیے ہونا چاہیے۔ ہم اسلامی اصولوں کی روشنی میں پاکستان کو توانا اور مستحکم بنانے میں پوری طرح کامیاب ہوں گے۔ ان شا اللہ۔

مضمون پر تبصرہ

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے پاکستان کے قیام کا پس منظر بڑی خوب صورتی سے بیان کیا ہے۔ قیامِ پاکستان کے لیے کی جانے والی جدوجہد اور اس کے اثرات کا بڑی

گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جس طرح کفر والحاد کے اُس نازک دور میں مسلمان متحد ہو کر دینی حمیت کو بچانے کے لیے میدان میں اُترے، حصولِ مقصد تک کوششیں کرتے رہے اور آخر کار کامیابی نے ان کے قدم چومے۔ آج بھی ہمارا ملک طرح طرح کے اندرونی اور بیرونی خطرات میں گھرا ہوا ہے۔ آج پھر انھیں اسی جذبۂ عمل کی ضرورت ہے۔ آج پھر ہمیں نئے سرے سے شیرازہ بندی کی ضرورت ہے۔ ایک ملت اور ایک قوم ہونے کے ناتے آپس میں متحد ہونے کی ضرورت ہے۔ اگر ایسا ہو جائے تو ہم بھی آج دوسری ترقی یافتہ قوموں کے شانہ بشانہ کھڑے ہو سکتے ہیں۔

مشکل الفاظ اور اُن کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
رواداری	تحمل مزاجی، بے تعصبی	شیوہ	طریقہ، شعار
کفر	اللہ کو نہ ماننا، انکار کرنا	کفر والحاد	اللہ کو نہ ماننا اور دین سے پھر جانا
غلبہ	تسلط، قبضہ	عمل دخل	قبضہ، اختیار
رائج	رواج پانا، لاگو ہونا	محض	صرف
جھیلنا	برداشت کرنا، سہنا	فروغ دینا	ترقی دینا، بڑھانا
نفاق	نااتفاقی	زوال	تنزلی
قدم جمانا	قبضہ کرنا، مضبوطی حاصل کرنا	انتشار	منتشر ہونا، بے چینی پھیلنا
ولولہ	اُمنگ، جوش	اقتدار	حکومت
مستحکم	مضبوط	مفاہمت	صلح
اصلاح	درستی	احساسِ کمتری	دوسروں سے کمتر ہونے کا احساس

بنیاد ڈالی	ابتدا کی	تحفظ	حفاظت
محروم کرنا	چھین لینا	قابض ہونا	اپنے قبضے میں لینا
مشترکہ	اکٹھی، ساتھ جڑی ہوئی	رفیق	ساتھی، دوست
سازش	کسی کے خلاف منصوبہ بندی کرنا	زک	نقصان
اکثریت	تعداد میں زیادہ ہونا	عظیم	بڑا
خلیفۃ المسلمین	اسلام کا خلیفہ	بہم پہنچانا	فراہم کرنا، مہیا کرنا
شدھی	مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لیے چلائی جانے والی ہندو تحریک	تسلیم کرنا	مان لینا
نظر انداز کرنا	توجہ نہ دینا	تجویز	مشورہ
عملی جامہ پہنانا	کسی کام کو مکمل کرنا	واضح	ظاہر، نمایاں
تشکیل کرنا	شکل میں ڈھالنا، بنانا	مفکرین	سوچ بچار کرنے والے لوگ
اہلِ مغرب	مغربی ممالک کے لوگ	وسعت	پھیلاؤ
استوار کرنا	قائم کرنا	اقلیت	تعداد میں کم ہونا
ملتِ اسلامیہ	مسلمان قوم	تصور	خیال
قیاس کرنا	اندازہ لگانا	جمعیت	اکٹھ، گروہ

www.downloadclassnotes.com

نمایاں	واضح، ظاہر	ماتحت	تابع فرمان
برعکس	الٹ	جداگانہ	الگ
طرزِ معاشرت	رہنے کے طور طریقے	سنوارنا	عمدہ بنانا
مستقبل	آنے والا زمانہ	ذہن نشین کرنا	یاد کرنا
اخوت	بھائی چارا	مساوات	برابری
عدل	برابر برابر تقسیم کرنا	دیانت	دین کے راستے پر چلنا
ترویج	رائج کرنا	نمونہ	مثال
ناگوار	ناپسندیدہ	مبنی	مشتمل
پُرخلوص	خلوص سے بھری ہوئی	قیادت	راہ نمائی
عمل پیہم	مسلسل عمل	بدولت	وجہ، سبب
مفاد	فائدے کی جمع	فلاح و بہبود	ترقی
امتیاز	فرق	توانا	طاقت ور

پیراگراف کی تشریح

پیراگراف ۱ اورنگ زیب کے بعد ہی ———— کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام نظریۂ پاکستان
(ب) مصنف کا نام ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان

حل لغت

باہمی: آپس کا۔ نفاق: نااتفاقی۔ زوال: تنزلی۔ گروہ: جماعت۔
قدم جمانا: قبضہ کرنا، مضبوطی پکڑنا۔ انتشار: بے چینی۔ فروغ: ترقی۔
سربلند کرنا: اونچا درجہ دینا۔

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

URDU FOR 10TH CLASS (HISSA-E-NASAR)

سیاق و سباق

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے اس مضمون میں واضح کیا ہے کہ مسلمانوں نے ہر قدم پر تحمل مزاجی کا ثبوت دیا ہے۔ وہ نہ تو کسی سے انتقامی جذبہ رکھتے ہیں اور نہ ہی شدت پسند ہیں۔ ہمیشہ رواداری سے کام لیتے ہیں لیکن جب بھی اسلام کے مقابلے میں دوسری لادینی قوتوں نے مسلمانوں پر اپنا تسلط قائم کرنا چاہا تو مسلمان ان شیطانی قوتوں کے سامنے سینہ سپر ہو گئے۔ برصغیر کو بھی ایسے ہی حالت سے دوچار ہونا پڑا جب اکبر بادشاہ نے اپنے پسندیدہ ہندوؤں کو اپنی نوازشوں سے اس قدر مالا مال کیا کہ وہ ملکی معاملات میں بھی دخل اندازی کرنے لگے اور ملک میں آہستہ آہستہ ہندووانہ طریقے رائج ہونے لگے۔ اس وقت برصغیر کے رہنے والے مسلمان اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔

تشریح

اورنگ زیب عالمگیر شاہ جہاں کا بیٹا تھا۔ جب اس نے برصغیر میں ہندوؤں کو عروج حاصل کرتے دیکھا تو اس نے اپنے دل میں دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے کام کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ وہ ایک سچا مسلمان تھا۔ اس نے اسلام کو فروغ دینے کی ہر ممکن کوشش کی مگر اس کی وفات کے بعد اُس کے بیٹے نااتفاقی کا شکار ہو گئے۔ انھوں نے حکومتی امور کی طرف کوئی توجہ نہ دی جس کی وجہ سے مغلیہ سلطنت آہستہ آہستہ تنزلی کی طرف بڑھنے لگی۔ اورنگ زیب نے جن فتنوں کا سرسختی سے دبا رکھا تھا وہ بتدریج سر اٹھانے لگے۔ ان میں مرہٹے اور ہندو پیش پیش تھے۔ ایسے میں انگریزوں نے اپنے قدم مضبوط کیے جس سے ملک میں بے چینی پھیل گئی۔ حالات دگرگوں ہو گئے۔ ایسے حالات میں کئی پُرخلوص لوگوں نے مسلمان قوم کی ترقی اور اسلام کو سربلند کرنے کے لیے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ میسور کے سلطان حیدر علی اور اس کے بیٹے ٹیپو سلطان نے نہ صرف یہ کہ ہندوؤں اور انگریزوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا بلکہ مسلمان قوم کی بہتری کے لیے اس نے افغانستان، ترکی اور فرانس کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی لیکن ملک کے د

Visit **www.downloadclassnotes.com** for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

دوسرے سرداروں نے اس کا ساتھ نہ دیا۔ اپنوں کی غداریوں کی وجہ سے انھیں کامیابی نہ مل سکی لیکن ان کی کوششوں نے مسلمانوں کے دلوں میں جوش اور ولولہ پیدا کر دیا۔

تبصرہ

مسلمان قوم اس وقت صحیح معنوں میں بے دار ہوتی ہے جب مذہب پر کوئی زد آتی ہے۔ مغلوں کی نااہلی نے حکومت کو کمزور کیا اور دوسروں کو ان پر قبضہ جمانے کا موقع ملا۔ مسلمان شکست کھانا نہیں جانتے مگر جب اپنے ہی غداری پر آمادہ ہو جائیں تو کوئی جائے پناہ نہیں ملتی۔ یہی حال سلطان حیدر علی اور ٹیپو سلطان کا ہوا۔ اپنوں کی غداری ہی ان کی شکست کا سبب بنی۔ اس پیراگراف میں یہ سبق بھی پوشیدہ ہے کہ اتفاق کی بدولت ہی کٹھن منزلیں طے کی جاتی ہیں اور نااتفاقی تناور درخت کو بھی جڑ سے اکھاڑ دیتی ہے۔

پیراگراف 2　　نظریہ پاکستان کا مقصد ــــــــ کامیاب ہوں گے ان شاءاللہ

متن کا حوالہ　(الف)　مضمون کا نام　:　نظریۂ پاکستان
(ب)　مصنف کا نام　:　ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان

حل لغت

فلاح: بہتری، بہبود، سلامتی۔ مملکت: سلطنت، حکومت۔ قومی مفاد: پوری قوم کا فائدہ۔ گروہ بندی: جماعت قائم کرنا، الگ گروہ بنانا۔ بالاتر: بلند، اونچا۔ نظریۂ پاکستان: پاکستان قائم کرنے کا اصول یا وہ اصول جس پر پاکستان کی بنیاد رکھی گئی۔ فروغ دینا: بڑھانا، ترقی دینا۔ پیش نظر رکھنا: نگاہ میں رکھنا۔ سیرت: عادت، خصلت، طریقہ۔ امتیاز: فرق۔ توانا: تندرست۔ مستحکم: مضبوط۔ پُرعظمت: شان و شوکت والا۔ ان شاءاللہ: اگر اللہ نے چاہا۔

سیاق و سباق

ہمارے مسلمان راہنماؤں نے اس بات کو ثابت کر دیا کہ برصغیر میں ایک نہیں بلکہ دو قومیں آباد ہیں۔ ایک ہندو قوم ہے اور دوسری مسلمان قوم۔ ہندوؤں نے اپنی قوم کی بنیاد خاندانی، نسلی، قبائلی اور جغرافیائی حدود پر رکھی جب کہ مسلمانوں کی قومیت ایک نظریاتی قومیت ہے جو لا الہ الا اللہ پر قائم ہے یعنی یہ رنگ و نسل اور وطن کی بنیاد پر نہیں بلکہ ایک نظریے، ایک عقیدے اور ایک کلمے کی بنیاد پر وجود میں آئی ہے۔ پاکستان بنانے کے پس منظر میں یہی نظریہ کارفرما تھا کہ مسلمان ہندوؤں سے الگ قوم ہیں جن کا کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، رسم و رواج، تہذیب و ثقافت اور عبادت کا طریقہ سب ایک دوسرے سے جدا ہیں لہٰذا مسلمانوں کے لیے ایک ایسا خطہ زمین ضروری ہے جہاں وہ اپنے نظریے کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ قائداعظمؒ کی پرخلوص کوششوں نے اسے حقیقت کا لبادہ اوڑھایا اور 14 اگست 1947ء کو پاکستان ایک نظریاتی مملکت کے طور پر معرض وجود میں آ گیا۔

تشریح

مسلمان ہندوؤں سے الگ ہو کر اپنی ایک مملکت قائم کرنا چاہتے تھے۔ مسلمانوں کا مقصد فقط ایک خطہ زمین حاصل کرنا نہیں تھا بلکہ ایک ایسی مملکت کا قیام تھا جہاں وہ اسلامی اصولوں کی آب یاری کر سکیں۔ نظریۂ پاکستان کا بنیادی مقصد ہی پاکستان کو ایک اسلامی اور فلاحی ریاست بنانا ہے۔ ہم نے اپنے لیے الگ وطن تو حاصل کر لیا۔ اب ہمیں اس نظریے کی پاس داری کرنی ہے جس کی بنیاد پر یہ وطن حاصل کیا گیا۔ یہاں ہمیں کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے جس کے لیے روزِ قیامت ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے سامنے شرمندگی اٹھانا پڑے۔ ہماری ہر تگ و دو، ہر کوشش، ہر صلاحیت وطن عزیز کے لیے وقف ہو۔ ہم جئیں تو مقصد پاکستان کے لیے جینا ہو، ہم مریں تو ہمارا مرنا پاکستان کی

ان کے لیے ہو۔ جہاں بات قوم اور ملک کے فائدے کی ہو وہاں اپنے ذاتی فائدے کو بھول جائیں اور ملکی مفاد کے لیے کام کریں۔ ملک کے اندر کسی قسم کی الگ سے گروہ بندی کرنے کی بجائے پاکستان کی ترقی کو نظر میں رکھیں۔ ہمیشہ پاکستان کی فلاح و بہبود کے لیے اپنی توانائیاں صرف کریں۔ ہمیں اپنے ملک میں اس اصول کو ترقی دینا ہے جس کی بنیاد پر پاکستان حاصل کیا گیا تھا۔ اگر ہم نے حصول پاکستان کی بنیاد کو نظر میں رکھا اور اپنے طور طریقے اور رہن سہن کو ان اصولوں کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی تو یقیناً ہم بھی دنیا کی دوسری قوموں کے شانہ بشانہ کھڑے ہوں گے۔ ہم ایک نمایاں قوم کے طور پر ابھریں گے اور اسلام کے سنہری اصولوں کی روشنی میں وطن عزیز پاکستان کو بہ قوی، مضبوط اور عالی شان بنانے میں پوری طرح کامیاب ہو جائیں گے، ان شاءاللہ۔

تبصرہ

اس پیراگراف میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے ہمیں خوش آئند مستقبل کی جھلک دکھائی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پاکستان کا حصول محض حکومت قائم کرنا نہیں بلکہ ایک ایسی حکومت قائم کرنا ہے جو اسلامی اصولوں پر مبنی ہو۔ یہ خطۂ زمین اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے۔ اگر ہم پاکستان کے حصول کا مقصد ذہن میں رکھیں، اپنی زندگیوں کو اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق بنا لیں۔ ذاتی مفاد کو پس پشت ڈالتے ہوئے قومی مفاد کو ترجیح دیں اور اپنی ہر کوشش کا محور پاکستان کی ترقی کو بنا لیں تو ان شاءاللہ ہم دنیا کی دوسری قوموں کو اپنی تقلید کرنے پر مجبور کر دیں گے اور ایک مستحکم پاکستان کی بنیاد رکھیں گے۔

مشق

۱۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجیے:

(الف) مسلمانوں کو اپنے دینی معاملات میں اپنی آزادی کب ختم ہوتی نظر آئی؟

جواب مغل بادشاہ اکبر نے ہندوؤں کو بہت زیادہ مراعات دیں۔ ہندوؤں نے ملکی

سیاست میں بھی دخل اندازی کرنا شروع کر دی۔ انھوں نے اپنے طور طریقے ملک میں رائج کر دیے۔ یہ وہ وقت تھا جب مسلمانوں کو اپنے دینی معاملات میں اپنی آزادی ختم ہوتی نظر آئی۔

(ب) سلطان ٹیپو اپنی جدوجہد میں کیوں کامیاب نہ ہو سکا؟

جواب ٹیپو سلطان میسور کا حکمران تھا۔ اس نے ہندوؤں اور انگریزوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اس نے افغانستان، ترکی اور اس کے بعد فرانس کو بھی ہندوؤں اور انگریزوں کے خلاف اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی لیکن ملک کے دوسرے سرداروں نے ٹیپو سلطان کا ساتھ نہ دیا۔ اپنوں میں سے ہی کئی لوگوں نے غداری کی جس کی وجہ سے ٹیپو سلطان کو کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

(ج) تحریکِ خلافت کیوں شروع کی گئی؟

جواب: پہلی جنگِ عظیم میں ترکی نے جرمنی کا ساتھ دیا۔ یہ بات انگریزوں کو گراں گزری۔ ہندوستان کے مسلمان چونکہ ترکی کے سلطان کو حجاز کی خدمت کرنے کی وجہ سے خلیفۃ الاسلام سمجھتے تھے اس لیے انھوں نے ترکی کو مالی اور طبی امداد دی جس کی وجہ سے حکومت برطانیہ مسلمانوں کی دشمن ہو گئی لیکن انھوں نے مسلمانوں سے وعدہ کیا کہ اگر ہم یہ جنگ جیت گئے تو کسی بھی طرح ترکی کو مزید نقصان نہیں پہنچائیں گے لیکن یہ وعدہ محض فریب تھا کیونکہ جب انگریزوں نے جنگِ عظیم اول میں فتح حاصل کر لی تو وہ اپنے وعدے سے مکر گئے اور انھوں نے ترکی کی وسیع سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ مسلمانوں کو انگریزوں کے اس فریب سے بہت تکلیف پہنچی۔ مسلمانوں نے خلافت کے تحفظ کے لیے مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کی راہ نمائی میں ایک تحریک شروع کی جسے تحریکِ خلافت کہا جاتا ہے۔

(د) علامہ اقبالؒ نے مسلمانوں کے لیے الگ وطن کا مطالبہ کب اور کہاں کیا؟

جواب: علامہ اقبالؒ مسلمانوں کے عظیم راہنما تھے۔ انھوں نے دسمبر 1930ء میں مسلم

لیگ کے الٰہ آباد والے اجلاس میں نظریۂ پاکستان کو مدِنظر رکھتے ہوئے ایک خطبہ دیا جس میں انھوں نے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن بنانے کی تجویز پیش کی۔

(ہ) اہلِ مغرب نے قومیت کی بنیاد کس پر رکھی ہے؟

جواب: اہلِ مغرب نے خاندانی، نسلی اور قبائلی بنیادوں میں ذرا وسعت پیدا کر کے قومیت کی بنیادیں جغرافیائی حدود پر استوار کیں اور کہا کہ قوم وطن سے بنتی ہے۔ اس نظریے کی وجہ سے دنیا کے انسانوں کے درمیان تباہی کا جو دروازہ کھلا وہ دو عالمی جنگوں کے ہونے سے بخوبی ظاہر ہے۔ یہ جنگیں وطنی قومیت ہی کی بنیاد پر لڑی گئی تھیں۔

(و) مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد کیا ہے؟

جواب: مسلمانوں کی قومیت ایک نظریاتی قومیت ہے جو لاالٰہ الااللہ پر قائم ہے یعنی یہ نسل، رنگ اور وطن کی بنیاد پر نہیں بلکہ ایک نظریے، ایک عقیدے اور ایک کلمے کی بنیاد پر وجود میں آئی ہے اور اس نظریاتی پہلو کو نمایاں کرنے کے لیے اسے ملت کہا گیا ہے۔ ایسی نظریاتی قومیت میں ہر نسل، ہر رنگ اور ہر جغرافیائی خطے کے لوگوں کے لیے جگہ ہوتی ہے۔

(ز) نظریۂ پاکستان کا مقصد کیا ہے؟

جواب: نظریۂ پاکستان کا مقصد اسلامی اصولوں کی ترویج، اشاعت اور اہلِ عالم کے لیے مثالی مملکت کا نمونہ فراہم کرنا ہے۔

(ح) شدھی اور سنگھٹن کی تحریکوں کے مقاصد کیا تھے؟

جواب: جب علی برادران نے تحریکِ خلافت شروع کی تو اس زمانے میں ہندوؤں نے شدھی کی تحریک چلائی جس کا مقصد مسلمانوں کو ہندو بنانا تھا اور پھر اُن کو ختم کرنے کے لیے سنگھٹن کی تحریک شروع کی۔

2- درج ذیل الفاظ و مرکبات کو جملوں میں استعمال کریں:

کفر والحاد، نفاق، ولولہ، مستحکم، زک، خود مختار، جمعیت، اخوت، عمل پیہم، فلاح و بہبود

الفاظ و مرکبات	جملوں میں استعمال
کفر والحاد	اکبر بادشاہ کے دورِ حکومت میں ہر طرف کفر والحاد کا بازار گرم تھا۔
نفاق	آخرکار لومڑی بیلوں کے دل میں نفاق کا بیج بونے میں کامیاب ہو گئی۔
ولولہ	ہماری کرکٹ ٹیم میں بہت زیادہ جوش اور ولولہ ہے۔
مستحکم	نظریۂ پاکستان کا فروغ ہی پاکستان کو مستحکم کر سکتا ہے۔
زک	ارشد کو دورانِ سفر ایک جیب کترے سے زک اٹھانا پڑی۔
خود مختار	پاکستان ایک آزاد اور خود مختار ملک ہے۔
جمعیت	ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری
اخوت	اخوت اس کو کہتے ہیں چبھے کانٹا جو کابل میں تو ہندوستان کا ہر پیر و جواں بے تاب ہو جائے
عمل پیہم	یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں
فلاح و بہبود	ہمیں اپنی تمام تر توانائیاں اور صلاحیتیں وطن کی فلاح و بہبود کے لیے صرف کرنی چاہئیں۔

3- سبق کا خلاصہ اپنے الفاظ میں تحریر کریں۔

جواب: دیکھیے خلاصہ

4- سبق کے متن کے پیشِ نظر درج ذیل میں سے درست جواب پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) سبق کے مصنف کا نام کیا ہے؟

www.downloadclassnotes.com

(i) ڈاکٹر سید عبداللہ (ii) ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان

(iii) سرسید احمد خان (iv) جمیل الدین عالی

(ب) اکبر کے دور میں دین کی سربلندی کے لیے کس نے سختیاں جھیلیں؟

(i) حضرت مجدد الف ثانیؒ (ii) شاہ ولی اللہؒ

(iii) سید احمد بریلویؒ (iv) شاہ اسماعیلؒ شہید

(ج) سید احمد بریلویؒ اور شاہ اسماعیلؒ کب شہید ہوئے؟

(i) 1821ء میں (ii) 1831ء میں

(iii) 1841ء میں (iv) 1857ء میں

( ) کانگریس کب قائم ہوئی؟

(i) 1885ء میں (ii) 1886ء میں

(iii) 1895ء میں (iv) 1906ء میں

(ہ) مسلم لیگ کس نے قائم کی؟

(i) سرسید احمد خان (ii) نواب محسن الملک

(iii) قائداعظمؒ (iv) نواب وقار الملک

(و) مصنف نے دنیا میں قومیت کی تشکیل کی کتنی بنیادیں بتائی ہیں؟

(i) ایک (ii) دو

(iii) چار (iv) آٹھ

جواب

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(ii)	(ب)	(i)	(ج)	(ii)	(د)	(i)
(ہ)	(iv)	(و)	(ii)				

5- سبق کے متن کو ذہن میں رکھ کر درست اور غلط پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) مسلمان کفر و الحاد کا غلبہ ہوتے دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ درست/غلط

(ب) شاہ اسماعیلؒ، سید احمد بریلویؒ کے مرشد تھے۔ درست/غلط

(ج) سر سید نے مجبوراً انگریزوں سے مفاہمت کو غنیمت جانا۔ درست/غلط

(د) پہلی جنگِ عظیم میں ترکی نے انگریز کا ساتھ دیا۔ درست/غلط

(ہ) ترکی کو نقصان نہ پہنچانے کا وعدہ فریب ثابت ہوا۔ درست/غلط

(و) مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد مغرب کے تصورِ قومیت سے مختلف ہے۔ درست/غلط

جواب: (الف) مسلمان کفر و الحاد کا غلبہ ہوتے دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ درست

(ب) شاہ اسماعیلؒ، سید احمد بریلویؒ کے مرشد تھے۔ غلط

(ج) سر سید نے مجبوراً انگریزوں سے مفاہمت کو غنیمت جانا۔ درست

(د) پہلی جنگِ عظیم میں ترکی نے انگریز کا ساتھ دیا۔ غلط

(ہ) ترکی کو نقصان نہ پہنچانے کا وعدہ فریب ثابت ہوا۔ درست

(و) مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد مغرب کے تصورِ قومیت سے مختلف ہے۔ درست

6- کالم (الف) کا ربط کالم (ب) سے کیجیے:

کالم (الف)	کالم (ب)
1930ء	شہادت شاہ اسماعیل
کانگریس	اسلامی زندگی
مسلم لیگ	الٰہ آباد
1831ء	1885ء
نظریۂ پاکستان	1906ء

جواب:

کالم (الف)	کالم (ب)
1930ء	الٰہ آباد
کانگریس	1885ء
مسلم لیگ	1906ء
1831ء	شہادت شاہ اسماعیلؒ
نظریۂ پاکستان	اسلامی زندگی

7- سبق میں مذکور شخصیات میں سے کسی ایک کی شخصیت پر مختصر نوٹ لکھیں۔

جواب: مولانا محمد علی جوہر

مولانا محمد علی جوہرؔ نے علی گڑھ میں تعلیم پائی۔ بی۔ اے آکسفورڈ یونیورسٹی سے کیا۔ انگریزی زور کے بہترین مقرر تھے۔ انگریز بھی ان کی انگریزی دانی کا لوہا مانتے تھے۔ 1911ء سے کلکتہ سے "کامریڈ" اخبار کے ذریعے سے بیس سال تک انگریزوں سے برصغیر آزاد کرنے کے لیے زبردست عملی جدوجہد کرتے رہے۔ اتحاد عالم اسلامی کی خاطر چلائی جانے والی تحریک خلافت کے بانی اور روح رواں تھے۔ آزادیٔ ہند کا مطالبہ لے کر برطانیہ گئے تو وہاں تقریر کے دوران میں کہا کہ میں ہندوستان کی آزادی کا پروانہ لے کر ہی یہاں سے جاؤں گا۔ میں ایک غلام ملک میں نہیں مرنا چاہتا۔ اگر آپ مجھے آزادی کا پروانہ نہیں دیں گے تو آپ کو مجھے قبر کے لیے جگہ دینا ہوگی۔ چنانچہ چند ہی روز بعد برطانیہ ہی میں 4 جنوری 1931ء کو وفات پا گئے اور بیت المقدس میں دفن ہوئے۔

سرگرمیاں

1- مشاہیرِ تحریک پاکستان کا تصویری چارٹ بنا کر جماعت کے کمرے میں آویزاں کریں۔

جواب: عملی کام ہے طلبہ خود کریں۔

2- قیامِ پاکستان کے مقاصد کی ایک فہرست بنائیں اور جماعت کے کمرے میں دیگر طلبہ کو سنائیں۔

جواب: قیامِ پاکستان کے مقاصد

1- مسلمان ہندوؤں سے الگ قوم ہیں۔ ان کا اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا اور رسم و رواج ہندوؤں سے جدا ہیں، اس لیے مسلمانوں کے لیے ایک الگ وطن ہونا چاہیے۔

2- مسلم قوم کی بنیاد ایک نظریے پر ہے جو کلمہ طیبہ کی بنیاد ہے جب کہ ہندو قوم کی بنیاد خاندانی، نسلی اور قبائلی بنیادوں پر ہے لہٰذا مسلمانوں کے لیے ایک الگ وطن ہونا چاہیے۔

3- مسلمان ایک ایسا خطۂ زمین چاہتے تھے جہاں وہ اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق زندگی گزار سکیں، اس لیے بھی پاکستان کا حصول ناگزیر تھا۔

4- برصغیر میں ہندوؤں کی اکثریت تھی۔ مسلمان نہیں چاہتے تھے کہ وہ ہندوؤں کے ماتحت ایک اقلیت بن جائیں چنانچہ انھوں نے جداگانہ قومیت کی بنیاد پر اپنے لیے ایک جدا وطن کا مطالبہ کر دیا۔

اساتذہ کرام کے لیے

1- طلبہ پر دو قومی نظریے کا پس منظر واضح کیا جائے۔

جواب: محمد بن قاسم 712ء میں سندھ میں آیا تو اس کی آمد کے ساتھ ہی بزرگانِ دین کی آمد کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔ مسلمانوں نے کم و بیش ایک ہزار سال تک برصغیر پر حکومت کی۔ بعض حکمرانوں کی نااہلی کی وجہ سے انگریزوں نے عنانِ حکومت ان سے چھین لی اور برصغیر پر اپنا تسلط جما لیا۔ برصغیر میں ہندو اکثریت میں تھے۔ انھوں نے مسلمانوں کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ ہم آپس میں مل کر انگریزوں سے آزادی حاصل کرتے ہیں کیوں کہ ہم

دونوں ایک ہی قوم ہیں۔ ہندوؤں کی یہ بات سراسر جھوٹ کا پلندہ تھی۔ مسلمان ہر لحاظ سے ہندوؤں سے الگ ایک قوم ہیں۔ مسلمانوں کا اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، تہذیب و ثقافت اور عبادت کرنے کے طریقے ہندوؤں سے یکسر مختلف ہیں۔ علامہ محمد اقبالؒ نے 1930ء میں الٰہ آباد کے مقام پر جو خطبہ دیا اس میں انھوں نے واشگاف لفظوں میں کہا کہ ہندوستان میں بہت سے فرقے بستے ہیں جو لسانی اور ثقافتی لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ہندوستان کے مسلمانوں کا اپنا رہن سہن اور اپنی تہذیب ہے جو انھیں باقی ماندہ قوموں سے ممتاز کرتی ہے۔ ہم نے ہندوستان میں اپنی حکومت کو مذہب سے بیگانہ کر کے کھو دیا۔ اب ہم ایسی غلطی نہیں کریں گے۔ ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مسلمانوں کا اپنا ایک الگ وطن ہونا چاہیے جہاں وہ اسلامی اصولوں کے مطابق اپنی زندگی گزار سکیں۔

-2 تحریک پاکستان کے قائدین کے کارناموں سے طلبہ کو مطلع کریں۔

جواب: **تحریک پاکستان کے قائدین**

علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ

علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ 9 نومبر 1877ء کو سیالکوٹ میں شیخ نور محمد کے ہاں پیدا ہوئے۔ وکالت کی ڈگری لینے یورپ گئے تو جدید تہذیب کی اخلاقی تباہ کاریاں دیکھ کر امت مسلمہ کو اس سے بچانے کی کوشش کی۔ علامہ اقبالؒ ہمارے قومی شاعر ہیں پاکستان کا تصور انھوں نے 1930ء کے مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ الٰہ آباد میں پیش کیا۔ دو قومی نظریے کے زبردست حامی تھے۔ انھوں نے برصغیر کے مسلمانوں میں اپنے شعروں کے ذریعے آزادی کی تڑپ پیدا کی۔ قائد اعظمؒ نے انھی کے تصور کو اپنا نصب العین بنا کر پاکستان حاصل کیا۔ عالم اسلام کے اتحاد کے زبردست مبلغ تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابہ خاکِ کاشغر

ان کی شاعری کا مرکزی نقطہ "خودی" ہے۔ بانگِ درا، بالِ جبریل، ضربِ کلیم، ارمغانِ حجاز، پیامِ مشرق اور مثنوی اسرار و رموز وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں۔ 21 اپریل 1938ء کو لاہور میں وفات پائی۔

قائداعظم محمد علی جناح

قائداعظم محمد علی جناح 25 دسمبر 1876ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ انگلستان سے وکالت کا امتحان پاس کیا۔ 1906ء میں سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ برصغیر میں ہندوؤں کی عیاری دیکھ کر مسلم لیگ کو منظم کیا۔ دو قومی نظریے کی بنیاد پر انگریز حکمرانوں سے مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخاب کا حق منوایا۔ مسلم لیگ کو منظم کر کے 23 مارچ 1940ء کو قرار دادِ پاکستان منظور کرائی جس کی بنیاد پر 14 اگست 1947ء کی لیلۃ القدر کو دُنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت پاکستان حاصل کی۔ اس کے پہلے گورنر جنرل بنے۔ 11 ستمبر 1948ء کو انتقال کیا۔

علامہ جمال الدین افغانیؒ

علامہ جمال الدین افغانیؒ افغانستان کے رہنے والے ایک بزرگ تھے۔ برصغیر کی ایک آزاد مسلم جمہوریہ کا تصور سب سے پہلے ان کے ذہن میں ابھرا۔ انھوں نے ایک ایسی مسلم جمہوریہ کا خواب دیکھا جو وسط ایشیا کی مسلمان جمہوریتوں، افغانستان اور شمال مغربی برصغیر کے مسلم اکثریتی علاقوں پر مشتمل ہو۔ کلکتہ کے قیام کے دوران میں ایک مرتبہ انھوں نے لکھا کہ برصغیر کو ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے۔

مولانا عبدالحلیم شرر

مولانا عبدالحلیم شرر "تہذیب" کے نام سے ایک ہفت روزہ اخبار نکالا کرتے تھے۔ 1890ء میں برصغیر میں بہت سے ہندو مسلم فسادات ہوئے جن میں مسلمانوں کو زبردست جانی اور مالی نقصان ہوا۔ ان فسادات نے ان کے ذہن پر بہت برا اثر ڈالا

www.downloadclassnotes.com

چنانچہ انھوں نے اپنے اخبار کی 13 اگست 1890ء کی اشاعت میں ان فسادات پر افسوس کا اظہار کیا اور یہ معنی خیز بات لکھ دی کہ اگر ہندو اور مسلمان ایک جگہ اچھے پڑوسیوں کی طرح پُر امن طور پر نہیں رہ سکتے تو بہتر ہوگا کہ ملک کو ہندو اور مسلم صوبوں میں تقسیم کر دیا جائے اور آبادی کا تبادلہ کر لیا جائے۔

مولانا حسرت موہانی

1924ء میں مولانا حسرت موہانی نے برصغیر کی آزادی کے لیے ایک منصوبہ تیار کیا۔ اس منصوبے کا خلاصہ یہ تھا کہ مستقبل کے آزاد برصغیر کا قیام دو قومی بنیاد پر ہو۔ مسلم اکثریتی صوبے مسلم ریاست اور ہندو اکثریتی صوبے ہندو ریاست بنیں۔

اس کے علاوہ نواب افتخار حسین ممدوٹ، لیاقت علی خان، نواب وقارالملک، نواب محسن الملک، مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا اشرف علی تھانوی وغیرہ کے نام سرِ فہرست ہیں جنھوں نے تحریکِ پاکستان کے لیے قابلِ قدر جدوجہد کی۔

-3 قومیت کی بنیادیں کیا ہوتی ہیں؟ طلبہ کو آگاہ کریں۔

جواب: اسلام میں قوم کا تصور صرف اور صرف مذہبی یگانگت ہے اور اسلام ناجائز طریقے پر اپنے قبیلہ یا ہم زبان یا ہم قوم کی حمایت کو غلط سمجھتا ہے۔ غرض یہ کہ اسلام کسی شخص یا قوم کو طاقت یا حسب نسب یا قومیت کی بنا پر خصوصی حقوق نہیں دیتا بلکہ اسلام کا معیار تو یہ ہے کہ

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

اور اسی مقدس رشتے کی بنا پر مسلمانوں کی ایک قوم بنتی ہے، چاہے ان کی زبانیں مختلف ہوں، ان کے رنگ مختلف ہوں۔

قرآن مجید میں قوم کا لفظ "ل" تعریف (ال) کے بغیر عام لوگوں کے معنی میں اس طرح استعمال ہوا ہے جس معنی میں انگریزی کا لفظ PEOPLE استعمال ہوتا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ (سورۃ المائدہ: آیت 58)

اس طرح قرآن مجید میں یہ اصطلاح عام طور پر ان لوگوں یا گروہوں کے سلسلے میں استعمال ہوتی ہے جو نبی کریم ﷺ سے پہلے کے انبیا کرام علیہ السلام سے متعلق تھے جیسے قومِ ابراہیم، قومِ لوط، قومِ نوح وغیرہ۔ اس سے مراد انبیا کرام علیہ السلام کی دعوت کے مخاطب لوگ ہیں۔ اس مفہوم میں یہ اصطلاح نبی کریم ﷺ کے ذکر میں بھی استعمال ہوئی ہے۔ ترجمہ: "تری قوم نے اس (قرآن) کو جھٹلایا حالانکہ وہ حق ہے۔" (سورۃ الانعام: آیت نمبر 66)

4۔ تشکیلِ پاکستان میں طلبہ کے کردار سے اپنے طلبہ کو آگاہ کریں۔

جواب: طلبہ نے قائداعظم محمد علی جناح ؒ کی راہنمائی میں تحریکِ پاکستان کے ہراول دستے کے طور پر کام کیا۔ یہ نوجوان طلبہ کا جوش و خروش، سچا جذبہ اور عزم و استقلال ہی تھا جس کے نتیجے میں تحریکِ پاکستان کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ 1937ء کے بعد حالات نے قائداعظمؒ پر یہ بات واضح کر دی کہ پاکستان کے حصول میں طلبہ اہم کردار ادا کر سکتے ہیں لہٰذا 1945ء میں جب برصغیر کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کے لیے انتخابات کا اعلان کیا گیا تو کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان آخری معرکے کا وقت آیا۔ اس معرکے میں فتح حاصل کرنے کے لیے قائداعظمؒ نے طلبہ کو اپنی فوج کا ہراول دستہ قرار دیا اور تحریکِ پاکستان کو کامیاب بنانے کے لیے ہدایات دیں۔ طلبہ اپنے قائد کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے پورے برصغیر میں پھیل گئے۔ مسلم لیگ یونیورسٹی علی گڑھ اور پنجاب کے مجاہد نوجوانوں نے برصغیر کے گاؤں گاؤں اور شہر شہر قائداعظمؒ کا پیغام پہنچایا، پاکستان کے قیام کی ضرورت سے مسلمانوں کو آگاہ کیا اور انھیں پاکستان کے حق میں ووٹ ڈالنے کے لیے تیار کیا۔ مسلم لیگ کو طلبہ کی ان تھک کوششوں کی وجہ سے ان انتخابات میں قابلِ فخر کامیابی حاصل ہوئی اور قیامِ پاکستان کی راہ ہموار ہوگئی۔

www.downloadclassnotes.com

اہم معروضی سوالات

-3 متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) ٹیپو سلطان حاکم تھا:

(i) بنگال کا (ii) آسام کا
(iii) میسور کا (iv) ترکی کا

(ب) شاہ اسماعیل، شاہ ولی اللہ کے:

(i) بھائی تھے (ii) باپ تھے
(iii) بیٹے تھے (iv) پوتے تھے

(ج) پہلی جنگِ عظیم میں انگریز کا مقابلہ ہوا:

(i) جرمنی سے (ii) فرانس سے
(iii) لیبیا سے (iv) روس سے

(د) نہرو رپورٹ شائع ہوئی:

(i) 1926ء میں (ii) 1927ء میں
(iii) 1928ء میں (iv) 1929ء میں

(ہ) علامہ محمد اقبالؒ نے اپنا تاریخی خطبہ دیا:

(i) کراچی میں (ii) الٰہ آباد میں
(iii) ڈھاکا میں (iv) بمبئی میں

(و) پاکستان بنانے کا فیصلہ بہت ناگوار گزرا:

(i) انگریزوں کو (ii) سکھوں کو
(iii) ہندوؤں کو (iv) یہودیوں کو

جوابات

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iii)	(ب)	(iv)	(ج)	(i)	(د)	(iii)
(ہ)	(ii)	(و)	(iii)				

اشرف صبوحی

(1905ء تا 1990ء)

پرستان کی شہزادی

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو اُردو داستان سے آگاہ کرنا۔
- داستان کے خیالی ماحول کو موجودہ دور سے ہم آہنگ کرنا۔
- طلبہ کو روزمرہ اور محاوروں سے روشناس کروانا۔
- مختلف قسم کے نثرپاروں کے ذریعے سے طلبہ کی لسانی صلاحیت کو اجاگر کرنا۔
- طلبہ کو تخیل اور حقیقت کے مابین فرق سے آگاہ کرنا۔
- دلّی میں اردو زبان میں مستعمل ہونے والے روزمرہ اور محاوروں سے واقفیت کروانا۔
- اشرف صبوحی کی طرزِ تحریر سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو تشبیہ اور ارکانِ تشبیہ سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو ذومعنی الفاظ کے بارے میں بتانا اور ان کی مشق کروانا۔
- اشرف صبوحی کے حالاتِ زندگی سے آگاہ کرنا۔

مصنف کے حالاتِ زندگی

نام: ولی اشرف، **ولدیت:** سید علی اشرف، **تاریخ پیدائش:** 1985ء

جائے پیدائش: دہلی

تعلیم: ولی اشرف نے ابتدائی تعلیم اپنے پھوپھا بشیر احمد دہلوی سے حاصل کی جو معروف ناول نگار ڈپٹی نذیر احمد کے بیٹے تھے۔ انھوں نے اینگلو عربک سکول دہلی سے انٹر کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد وہ لاہور آ گئے اور پنجاب یونیورسٹی لاہور سے مولوی فاضل

اور منشی فاضل کے امتحانات پاس کیے۔

23 سال کی عمر میں یکم اپریل 1928ء کو انھوں نے ڈاک خانے میں ملازمت شروع کی۔ اپنے پھوپھا بشیر احمد دہلوی کو دیکھ کر خود ان میں بھی ادبی ذوق پیدا ہوا۔ طبیعت بچپن ہی سے شعر کہنے کی طرف مائل تھی۔ اچھے شعر کہتے تھے۔ ولی اشرف "صبوحی" تخلص کرتے تھے۔ اپنی ملازمت کے ایک سال بعد انھوں نے دہلی سے ایک رسالے کا اجرا کیا جس کا نام "ارمغان" تھا۔ جب 1947ء میں پاکستان بنا تو آپ بھی ہجرت کر کے پاکستان آ گئے۔ پاکستان آ کر بھی آپ نے ڈاک خانے میں ہی ملازمت کی۔ اس کے ساتھ ساتھ مختلف مضامین بھی لکھتے رہے۔ انھوں نے 36 سال تک ڈاک خانے میں ملازمت کی۔ جب وہ اپنی خدمات سے سبکدوش ہوئے تو حکیم محمد سعید نے انھیں افسرِ تقریبات مقرر کیا۔ حکیم محمد سعید "ہمدرد دواخانہ" کے بانی تھے۔ وہ "شامِ ہمدرد" کے نام سے ادبی محفل بھی کرواتے تھے۔ ولی اشرف صبوحی بڑی دیر تک "شامِ ہمدرد" کا انتظام کرتے رہے۔

زیادہ کام کرنے کی وجہ سے ان کی نظر کافی کمزور ہو گئی تھی۔ آہستہ آہستہ بینائی بالکل زائل ہو گئی۔ ایسے میں وہ اپنے فرائضِ منصبی سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لیے وہ گھر کے ہو رہے۔

تصانیف: اشرف صبوحی کی پہلی کتاب کا نام "دلی کی چند عجیب ہستیاں" ہے۔ یہ کتاب 1943ء میں شائع ہوئی۔ اس کے ایک سال بعد 1944ء میں ان کی دوسری کتاب "جھروکے" شائع ہوئی۔

وفات: بینائی کے زائل ہونے کے بعد اشرف صبوحی کو گھر بیٹھنا پڑا۔ ان دنوں وہ کراچی میں مقیم تھے۔ کراچی ہی میں انھوں نے 22 اپریل 1990ء کو وفات پائی۔ اس عیسوی تاریخ کو اسلامی مہینے رمضان المبارک کی 27ویں تاریخ تھی۔ انھیں کراچی ہی میں سپردِ خاک کیا گیا۔

مرکزی خیال

یہ ایک تخیلی داستان ہے۔ یہ داستان ایک سیدانی کے گرد گھومتی ہے جسے جن اٹھا کر پرستان لے گئے تھے۔ اصل میں یہ داستان انسانی سوچ کو مد نظر رکھ کر لکھی گئی ہے کہ انسان فطری طور پر ایک ایسے ماحول کا متمنی ہے جہاں اس کی خواہشات بغیر کسی رکاوٹ کے پوری ہوتی رہیں۔ اسے کام نہ کرنا پڑے مگر وہ ایسے ماحول سے جلد ہی اکتا بھی جاتا ہے اور اس ماحول سے فرار بھی چاہتا ہے۔

اہم نکات

- سیدانی بی کی شہرت
- جوانی میں بیوگی
- میر صاحب کے گھر رہائش
- بچوں کا کہانی سننا
- پالکی کی سواری
- نگر گدھے کے درشن
- پرستان کا ماحول
- بادشاہ اور بادشاہ بیگم
- دن رات ایک سا ماحول
- پرستان کے کھانے
- پرستان کی چیزیں
- سیدانی کی واپسی
- انعام و اکرام کا ملنا
- ہیرے جواہرات پھینکنے کا پچھتاوا

خلاصہ

سیدانی بی کا ایک وقت میں بڑا دور دورہ تھا۔ شہر بھر میں ان جیسی سلائی کوئی دوسرا نہیں کرتا تھا۔ شہر میں جہاں کہیں بھی کسی نواب یا امیر آدمی کی بیٹی کی شادی ہوتی تو جہیز کے جوڑے ٹانکنے کے لیے سیدانی بی کو ہی بلایا جاتا مگر بڑھاپے میں بڑی بی کو سہارا دینے والا کوئی نہیں تھا۔ ایسے میں پڑوس کی ایک بیوی نے ترس کھا کر انھیں اپنے ساتھ رکھ لیا۔

سیدانی بی جوانی میں ہی بیوہ ہو گئی تھیں۔ [illegible] پیشہ اختیار کر کے

اپنا رنڈاپا گزارا۔ جوانی میں خوب دولت کمائی لیکن سنبھال کر نہ رکھی۔ یہی وجہ تھی کہ بڑھاپے میں تنگ دست ہو گئیں۔

میر صاحب کے گھر والے سیدانی بی کو مہمان سمجھتے تھے لیکن مفت کی روٹیاں کھانا سیدانی بی کو گوارا ہی نہ تھا۔ اس کے بدلے وہ بچوں کو قرآن شریف پڑھاتیں اور گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتی تھیں۔ مشہور تھا کہ سیدانی بی پرستان سے بھی ہو آئی ہیں۔ وہاں کے بادشاہ نے اپنی بیٹی کا جہیز ٹانکنے کے لیے اُسے پرستان بلایا تھا۔

سردیوں کی رات تھی۔ سب گھر والے لحافوں میں ڈبکے آگ کے گرد بیٹھے تھے کہ انھوں نے سیدانی بی سے پرستان کی سیر کا حال پوچھنا شروع کر دیا۔ سیدانی بولی "میں آج تم کو اپنی بپتا سناتی ہوں۔" نواب اعظم الدولہ کی بیٹی کی شادی کے سلسلے میں مَیں روزانہ اُن کے گھر جاتی۔ ایک دن میرا اُن کے گھر جانے کو جی نہ چاہا۔ میں نے جانا موقوف کیا اور اپنی باورچن بڑی بی سے اپنا پسندیدہ بونٹ پلاؤ پکوایا۔ اتنے میں کسی نے باہر سے آواز دی "سیدانی بی کو سرکار نے یاد کیا ہے۔" میں جیسے بیٹھی تھی ویسے ہی سفید چادر سر پر ڈال کر پالکی پر سوار ہو گئی۔ کچھ دیر بعد مجھے محسوس ہوا کہ میں خانم بازار کی بجائے کسی جنگل میں ہوں۔ میں نے ڈر کے مارے پوچھا کہ کہارو! مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ ایسے میں ایک بے ڈھنگی شکل کا آدمی کہ جس کا جسم بکرے کی طرح اور ٹانگیں گدھے کی طرح تھیں، آیا اور کہنے لگا "پریشان مت ہو ہمارے بادشاہ نے آپ کو بُلایا ہے۔ وہ سامنے ہمارے بادشاہ کا محل ہے۔" واقعی پالکی ایک عالی شان دروازے پر کھڑی تھی۔ یہاں تیز روشنی پھیلی ہوئی تھی مگر روشنی پھیلانے کا کوئی ذریعہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

اتنے میں ایک پری آئی اور کہا "بادشاہ اور بیگم بادشاہ تمھارا انتظار کر رہے ہیں۔" میں پالکی سے اُتر کر اِس کے ساتھ آگے بڑھی۔ اندر ہزاروں پریاں تھیں۔ ایک باغ تھا جس کا ہر درخت سونے چاندی اور زمرد کا تھا۔ چلتے چلتے ہم ایک سجی سجائی بارہ دری میں پہنچے۔ چھپر کھٹ کے نیچے یاقوت کے تخت پر بادشاہ، بادشاہ بیگم اور ایک چودہ پندرہ برس کی لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ ان کی پوشاکیں بہت خوب صورت تھیں۔ میں بہت ڈری مگر بادشاہ نے کہا کہ ڈرو نہیں ہم سیدوں کی بہت عزت کرتے ہیں۔ میں دل میں

خوش ہوئی کہ یہ لوگ مسلمان ہیں۔ اتنے میں خاصہ چنا گیا لیکن نہ روٹی تھی اور نہ سالن بلکہ ایک ایک بالشت کے پودے پھلوں اور پھولوں سے لدے ہوئے تھے۔ یہی پرستان کا کھانا تھا۔ ایک پھل توڑ کر منہ میں رکھو اور جس کھانے کا خیال دل میں لاؤ وہی مزہ آئے۔ توڑے ہوئے پھل کی جگہ فوراً نیا پھل نکل آتا۔ پانی کا خیال کیا تو یاقوت کا گلاس خود بخود منہ سے آ کر لگ گیا۔ درختوں کے پتے ایسے جیسے خوش بودار پان۔ میں نے ایسا پان ساری زندگی نہیں کھایا تھا۔

پھر شہزادی کے کپڑے لائے گئے۔ کپڑے ایسے خوب صورت کہ دید نہ شنید۔ میں نے کہا "آج سو جاؤں، صبح کام شروع کروں گی۔" بادشاہ بیگم نے کہا "پرستان میں دن رات نہیں ہوتے بلکہ ایک ہی موسم رہتا ہے۔" واقعی میری آنکھوں میں نیند نہیں تھی اور نہ ہی تھکاوٹ کا احساس تھا۔ میں کام میں مصروف ہو گئی۔ میں جلدی جلدی کام نپٹا کر گھر جانے کا سوچ رہی تھی۔ میں نے ایک جوڑا تیار کیا تو ہر طرف واہ واہ ہو گئی۔ اب کیا تھا، میرے ہاتھ پاؤں تیز ہو گئے اور دنوں کا کام گھڑیوں میں ہونے لگا۔ پرستان میں وقت کا احساس ہی نہ تھا۔ اگر میں اپنے ہاں اتنا کام کرتی تو کم از کم ایک سال کا عرصہ لگ جاتا۔ مجھے پرستان میں بھی اپنا کھنڈر گھر نہیں بھولا تھا۔ میں وہاں سے آنے لگی تو بادشاہ نے کہا "شہزادی کی شادی دیکھ کر جانا۔" مجھے واپس آنے کی جلدی تھی۔ بادشاہ بیگم نے بکرگدھے جن کو حکم دیا کہ سیدانی بی کو ان کے گھر پہنچا دے اور پالکی میں انعام و اکرام بھی رکھ دینا۔ میں پالکی میں بیٹھ گئی اور پالکی ہوا سے باتیں کرنے لگی۔ میں نے بادشاہ کا دیا ہوا انعام و اکرام دیکھنا چاہا مگر اندھیرے میں کیا نظر آتا۔ میں نے ہاتھوں سے ٹٹولا تو ایک کونے میں کچھ کنکر پتھر محسوس ہوئے۔ میں نے سوچا آخر جن تھے یہاں دغا کر گئے اور مجھے کنکر پتھر تھما دیے۔ میں نے وہ کنکر اور پتھر ایک ایک کر کے پھینکنے شروع کر دیے۔ جلد ہی گھر آ گیا۔ ڈیوڑھی میں پالکی رکھی گئی۔ چراغ جل رہا تھا۔ روشنی میں دیکھا تو پتا چلا کہ جنھیں میں کنکر پتھر سمجھ رہی تھی وہ ہیرے جواہرات ہیں۔ بس دو چار ہی باقی بچے تھے۔ میں نے انھیں اپنا نصیب سمجھ کر رکھ لیا۔ گھر پہنچی تو دیکھا کہ بونٹ پلاؤ جیسا چھوڑ گئی تھی ویسا ہی ہے۔ چاولوں پر ابھی دم بھی نہیں آیا تھا۔ بڑی بی نے کہا "اتنی

جلدی واپس آ گئیں۔" میں نے دل میں کہا پرستان میں معلوم نہیں کتنے مہینے لگ گئے اور یہاں ابھی چاولوں کو دم بھی نہیں آیا۔ میں نے بڑی بی سے کہا "بھوک لگی تھی اس لیے راستے سے ہی واپس آ گئی ہوں۔ اب ان شاءاللہ کل جاؤں گی۔"

مضمون پر تبصرہ

اشرف صبوحی نے ایک خیالی داستان پیش کی ہے لیکن اس کا ہماری زندگی سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ پرستان ایک خیالی ملک ہے۔ ہمارے نزدیک اس کا وجود ایک خواب سے زیادہ نہیں۔ پرستان میں جس طرح کے ماحول کا ذکر کیا گیا ہے، انسان ہمیشہ سے ایسے ماحول کا متمنی رہا ہے لیکن ان سب باتوں کے باوجود اُسے اپنا گھر یاد آتا رہا۔ اشرف صبوحی نے بڑے منجھے ہوئے الفاظ میں یہ داستان لکھی ہے۔ عبارت میں کسی قسم کا جھول نہیں۔ طرزِ تحریر نہایت عمدہ ہے۔ انھیں زبان و بیان پر پوری قدرت حاصل ہے۔ قاری ایک لمحے کے لیے بھی بوریت محسوس نہیں کرتا۔ یہی ان کی تحریر کی خاص بات ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
دور دورہ	رونق	کان پکڑنا	توبہ کرنا، اپنے آپ کو کم تر خیال کرنا
وضع	ظاہری شکل و صورت	ٹکائی	سہارا دینا یہاں مراد کپڑوں کا ٹانکنا
ہنر	کاری گری، فن	آنکھوں پر بٹھانا	بہت زیادہ عزت دینا
دھاک	رعب، دبدبہ	پالکی	ڈولی، عورتوں کی سواری
سرکار	حاکم	فرصت	فارغ ہونا
سائیں	مراد اللہ تعالیٰ	آنکھیں دھندلا جانا	نظر کمزور ہونا

خاطر داری	خاطر تواضع، دل رکھنا	مرہٹہ گردی	مرہٹوں کی بربریت، ظلم و ستم
بیاہی	شادی شدہ	عیب	نقص، برائی
مغلانی	کپڑے سینے والی، درزن	رنڈاپا	بیوگی کی عمر، بیوگی کا دور
آبرو	عزت	دل کی حاتم	کھلے دل کی، سخی
بے نیازی	لاپروائی	لہر بہر	رونق، خوش حالی
طاقتیں دغا دے گئیں	ہمت جواب دے گئی	خوش مزاج	ہنس مکھ
کنبہ	خاندان	سوئی کا ناکا	سوئی کا دھاگا ڈالنے والا چھید یا سوراخ
کاڑھنا	کڑھائی کرنا	تربیت	دیکھ بھال
ہنر مند	کاری گر	میسر آنا	ملنا، مہیا ہونا
گرویدہ	کسی کا ہو کر رہنا	پرستان	پریوں کا ملک
جگرا	ہمت، حوصلہ	لحاف	رضائی
کانڑا	کانا	بے دھڑک	بغیر کسی خوف کے
آفت	مصیبت، پریشانی	بال بیکا نہ ہونا	کوئی نقصان نہ پہنچنا
خاطر	خدمت	پتا پھٹ جانا	اچانک شدید رنج پہنچنا، خوف زدہ ہونا
صد رحمت	سو بار رحمت	کلیجے پر سانپ لوٹنا	حسد کرنا، جلنا
سر ہونا	اصرار کرنا، ضد کرنا	منتیں کرنا	اپنی بات منوانے کے لیے زور دینا

بے مروتی	محبت نہ رکھنا	کہر	قہر
اصل	حقیقت	مارا مارا	زوروشور سے، دن رات
مکتب	مدرسہ	یونٹ پلاؤ	وہ پلاؤ جس میں کچے سبز چنے ڈالے جاتے ہیں
جھٹ پٹا	شام کا وقت	پینس	پالکی، ڈولی
نخرا	ناز، لاڈ	بھاؤن	مرضی، پسند
دو آنے ڈولی	اتنا فاصلہ کہ کہار ڈولی وہاں لے جانے کے دو آنے مزدوری طلب کرے	کلیجا دھک سے ہو جانا	سہم جانا، ڈر جانا، بہت زیادہ دل بیٹھ جانا
سنسنی	سکتے کی حالت	موئے	مرنے کے قابل
کہار	ڈولی اٹھانے والے	دل کڑا کر کے	ہمت کر کے
کمبخت	بُری قسمت والا	ستیاناسی	برباد ہونے والی
خفا	ناراض	کوئی دم میں	تھوڑے وقت میں
بے چاکی	بے ڈھنگی	جواں مرگ	جوانی میں مرنے والا
خاطر جمع رکھنا	حوصلہ رکھنا، تسلی رکھنا	عالی شان	اونچے مرتبے والا
فانوس	بتی قمقمہ	چوب دار	پہرے دار
باری دار	دربان	گہما گہمی	شور وغل، رونق
شانہ	کندھا	مہین	باریک
راہ دکھانا	انتظار کروانا	زرق برق	چمک دار
چہلیں کرنا	شرارتیں کرنا، شوخیاں کرنا	اٹکھیلی	ناز و ادا سے اتراتے پھرنا

زمرد	سبز رنگ کا قیمتی پتھر	نیلم	ایک قیمتی پتھر
پکھراج	ایک پتھر کا نام	بوچھاڑ	تیز بارش
سجاوٹ	سجا ہونا، آراستہ ہونا	سماں	نظارہ
بلور	شیشہ	شفاف	ایسی چیز جس سے آر پار دیکھا جا سکے
پری زاد	پریوں کی اولاد	چھپرہ	سائبان
[illegible]	مزے سے، دھڑلے سے	پچی کاری	نقاشی
سرو[illegible]	دراز قد	اوسان جاتے رہے	ہوش نہ رہا
ہول اٹھنا	گھبراہٹ یا دہشت زدہ ہونا	وضع وضع کی شکل	طرح طرح کی صورتیں
خوان	تخت	خاصہ	خاص لوگوں کا کھانا
کرشمہ	جادو	ہکا بکا رہ جانا	حیران پریشان ہونا
گھوڑا	تکا	البیلا	شوخ
آدم زاد	آدم کا بیٹا مراد انسان	رکاب[illegible]	[illegible] قسم کا باورچی
نوباس	خوش بو	اچھا	[illegible]
نفیس	عمدہ	حباب	[illegible]
معطر	خوشبو میں بسا ہوا	عطردان	خوشبو[illegible]
توشہ خانہ	نعمت خانہ جہاں کھانے کی چیزیں رکھی جاتی ہیں	پشواز	ایک [illegible] لباس جو پاؤں تک لمبا ہوتا ہے
کجا	کہاں	آبِ رواں	بہتا ہوا پانی

www.downloadclassnotes.com

زربفت	سونے کی تاروں سے بنا ہوا کپڑا	دید نہ شنید	دیکھا نہ سنا
اش اش کرنا	حیرت کا اظہار کرنا	تعجب	حیران
مشغلہ	شغل، کام	جی اُکتا جانا	دل بھر جانا
بیونت	کپڑا ناپنا	طرح دار	خوب صورت
کوک	اسم صوت کوئل کی آواز	کارسازی	کام بنانا
صدقے	واری جانا	مشکل کشا	مشکل کو حل کرنے والا مراد اللہ تعالیٰ
واہ وا	تحسین کا کلمہ	دھن	لگن، شوق
منہ سوکھنا	گھبراہٹ ہونا	کھنڈرا	کھنڈر
سرخ رو ہونا	کامیاب ہونا	لونڈی	ملازمہ
جی بھر بھر آنا	دل مچلنا	خاکی	خاک کا بنا ہوا مراد انسان
آتشی	آگ کا بنا ہوا مراد جن	بھاڑ میں جائے	دفع ہو، آگ لگے
دل کڑھنا	دل پریشان ہونا	بیاکی	[illegible]
روکھتی	رونی صورت والی	کلیجے پر چوٹ لگنا	دل پر ضرب لگنا، دل بُرا ہونا
واری جانا	صدقے جانا	جی بھاری نہ کرو	دل بُرا نہ کرو
کلموہے	کالے منہ والے، ایک قسم کی گالی	دم کے دم میں	فوراً ہی، یک لخت

بسورنا	روتی ہوئی صورت بنانا	ہوا سے باتیں کرنا	بہت تیز رفتار ہونا
دغا	دھوکا، فریب	جھری	درز
قاعدہ	طریقہ	جوت	لو، شعلہ
سر پیٹ لینا	پچھتاوا ہونا	کھوٹ	میل
نگینے	نگ، جواہرات	یک نہ شد دو شد	ایک ہی کیا کم تھا کہ دوسرا بھی آ گیا
یکسوئی	مکمل توجہ	ان شاء اللہ	اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا
لعل	قیمتی پتھر	رخصت ہونا	روانہ ہونا

اہم اقتباسات کی تشریح

پیراگراف 1: سنا ہے کہ یہ نہایت ــــــــــ بگڑنے کا خیال بھی نہیں آتا۔

متن کا حوالہ　(الف) مضمون کا نام: پرستان کی شہزادی
　　　　　　(ب) مصنف کا نام: اشرف صبوحی

حل لغت

مرہٹہ گردی: مرہٹوں کی بربریت، مرہٹوں کا ظلم و ستم۔ بیاہی: شادی شدہ۔ بیوہ: ایسی عورت جس کا خاوند فوت ہو گیا ہو۔ عیب: برائی، نقص۔ سلائی: کپڑا سینے والی، درزن۔ ہنرمندی: کاری گری۔ بدولت: کی وجہ سے۔ بڑھاپا: بوڑھاپے کا دور۔ آبرو: عزت۔ دل کی حاتم: کھلے دل سے خرچ کرنے والی۔ بے نیازی: بے پروائی۔ بگڑنا: خراب ہونا

سیاق و سباق

کسی زمانے میں سیدانی بی کی بہت شہرت تھی۔ وہ ایک ہنر مند خاتون تھیں۔ ان کے ہاتھ میں بہت صفائی تھی۔ شہر کی بیگمات کے دلوں پر اُن کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ جب بھی کسی نواب کے گھر میں بچی کی شادی ہوتی تو جہیز کے جوڑے ٹانکنے کے لیے

www. .com

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

سیدانی بی کو ہی یاد کیا جاتا تھا۔ یہ کبھی ایک گھر جا رہی ہیں تو کبھی دوسرے گھر۔ خوب انعام و اکرام بھی پایا مگر اسے سنبھال کر نہ رکھا۔ بڑھاپے میں تنگ دستی آ گئی تو پڑوس میں رہنے والے ایک میر صاحب کی بیوی نے ترس کھا کر انھیں اپنے پاس رکھ لیا۔ بڑی بی ایک غیرت مند خاتون تھیں۔ مفت کی روٹیاں توڑنا انھیں گوارا نہ تھا۔ وہ میر صاحب کے بچوں کو قرآن مجید پڑھانے لگیں اور گھر کے کام کاج میں میر صاحب کی بیوی کا ہاتھ بٹانے لگیں۔

تشریح

سیدانی بی کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ ایک نہایت شریف گھرانے کی بیٹی تھیں۔ جب جرنیلوں نے دلّی پر حملہ کیا تو ان کا خاندان بھی اس تباہی کی لپیٹ میں آ گیا۔ ابھی ان کی شادی کو کچھ ہی برس ہوئے تھے کہ یہ بیوہ ہو گئیں۔ اس زمانے میں کسی عورت کے لیے دوسری شادی کرنا بہت ہی بُرا سمجھا جاتا تھا۔ اسی وجہ سے سیدانی بی نے دوسری شادی کرنے کی بجائے گزر اوقات کے لیے درزن کا پیشہ اختیار کر لیا۔ وہ اس کام میں بہت ماہر تھیں اور اپنی اسی کاری گری کے سر پر اس نے اپنی بیوگی کا دور نہایت عمدہ طریقے سے گزار دیا۔ اس کی جوانی تو بڑی آسائش سے گزر گئی کیوں کہ اسے بڑے بڑے نوابوں کے گھروں سے کافی انعام و اکرام ملتا تھا۔ اس نے خوب پیسا کمایا لیکن اس پیسے کو بُرے وقت کے لیے سنبھال کر نہ رکھا۔ کھلے دل سے خرچ کرنے والی تھیں۔ طبیعت میں بھی بہت نرمی تھی۔ ضرورت بے ضرورت پیسے خرچ کرتی رہتیں۔ یہ نہ سوچا کہ جب کمانے کے قابل نہ رہے گی تو بسر اوقات کیسے ہو گی۔ پرانے زمانے کے شریف لوگوں میں یہی ایک برائی ہوتی تھی کہ وہ اچھے وقتوں کی قدر نہیں کرتے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کو بھول جاتے تھے۔ اچھے زمانے میں کبھی یہ خیال نہیں آتا تھا کہ مشکل دنوں میں کیسے گزر بسر ہو گی۔

تبصرہ

اشرف صبوحی نے اس پیراگراف میں بتایا ہے کہ سیدانی بی نے اپنی ہنرمندی سے جوانی میں پیسا تو بہت کمایا مگر اس پیسے کو سنبھال کر نہ رکھا۔ یہ ہمارے لیے ایک بہت بڑا سبق ہے۔ ہمیں مشکل وقت کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور بچا کر رکھنا چاہیے تاکہ آڑے

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

وقت میں ہمیں دوسروں کا محتاج نہ ہونا پڑے۔

پیراگراف 2: اُس کی کارسازی کے ________ اور بک بھی گئے۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام پرستان کی شہزادی

(ب) مصنف کا نام اشرف صبوحی

حلِ لغت

کارسازی: کام بنانا۔ صدقے: واری جانا۔ مشکل کشا: مشکل کو حل کرنے والا مراد اللہ تعالیٰ۔ واہ وا: تحسین کا کلمہ۔ پھول کی طرح کھل اٹھنا: بہت زیادہ خوش ہونا۔ ہاتھ پاؤں میں گھوڑے لگ جانا: بہت تیزی سے کام ہونا۔ دُھن: لگن، شوق

سیاق و سباق

سیدانی بی کو پرستان کے بادشاہ نے اپنی بیٹی کے جہیز کے جوڑے ٹانکنے کے لیے پرستان بلوایا۔ وہ پرستان میں پہنچ کر حیران پریشان رہ گئی۔ شہزادی کے جہیز کے لیے جو کپڑے لائے گئے تھے وہ ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ جب سیدانی بی نے کہا کہ میں آج رات آرام کروں گی اور کل صبح کام شروع کروں گی تو پرستان کی ملکہ نے کہا کہ پرستان میں دن رات کا کوئی تصور نہیں۔ یہاں سارا وقت موسم ایک سا رہتا ہے۔ جب سیدانی نے محسوس کیا کہ نہ تو اس کی آنکھوں میں نیند ہے اور نہ ہی سر میں کسی قسم کی گرانی جو تھکاوٹ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ اسی وقت کام میں مصروف ہوگئیں۔ وہاں پر دن اور رات کا حساب تو تھا نہیں ہاں اگر زمین پر اس رفتار سے کام کیا جاتا تو ایسے کام کو پتا نہیں کتنے مہینے لگ جاتے۔

تشریح

اللہ تعالیٰ سب کے کام بنانے والا ہے۔ اس کی کاریگری کے صدقے اور قربان جایئے کہ وہ سب کی مشکلیں حل کرنے والا ہے۔ اس وقت میری عقل اور ذہانت نے میرا

بہت ساتھ دیا۔ میں نے بڑی محنت سے پرستان کے بادشاہ کی بیٹی کے جہیز کے لیے ایک جوڑا تیار کیا۔ پہلے ہی جوڑے میں ہر طرف سے داد و تحسین کی آوازیں آنے لگیں۔ جوڑا دیکھ کر پرستان کی شہزادی کا چہرہ بھی خوشی سے دمکنے لگا۔ جب مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ میرا کیا ہوا کام سب کو پسند آیا ہے تو مجھے بہت خوشی ہوئی۔ میرے کام میں ایک دم تیزی آ گئی۔ میں جلدی جلدی ہاتھ چلانے لگی۔ اس طرح جو کام دنوں میں ہونا چاہیے تھا وہ گھنٹوں میں مکمل ہونے لگا۔ کہنے کو تو میری یہ کہانی بہت لمبی ہے، جس کام کی لگن انسان کے دل میں سما جائے وہ اسے پایۂ تکمیل تک پہنچا کر ہی دم لیتا ہے۔ مسلسل محنت ہی کامیابی کی کنجی ہے۔ میری محنت بھی رنگ لائی۔ آخر کار شہزادی کے جہیز کے سارے جوڑے سل گئے بلکہ انھیں ٹانک بھی دیا گیا۔

تبصرہ

ہنر ہر حال میں اپنا آپ منوالیتا ہے۔ سیدانی بی نے شہزادی کے جہیز کے لیے جو جوڑا تیار کیا وہ سب کو بہت زیادہ پسند آیا۔ اس کی تیاری میں محنت کے ساتھ ساتھ خلوص بھی شامل تھا۔ جب پہلے جوڑے کو پذیرائی ملی تو باقی کام بھی دھڑا دھڑ ہونے لگا۔ یہ انسانی نفسیات ہے کہ اگر انسان کا کیا ہوا کوئی کام دوسروں کو پسند آ جائے تو وہ خوشی محسوس کرتا ہے اور لگاتار محنت سے اپنے کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں لگا رہتا ہے۔

حل مشقی سوالات

-1 مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) سیدانی بی نے گزر اوقات کے لیے کون سا پیشہ اختیار کیا؟

جواب: سیدانی بی جوانی ہی میں بیوہ ہو گئی تھی۔ اس زمانے میں عورتوں کے لیے دوسری شادی کرنا معیوب خیال کیا جاتا تھا۔ اس لیے سیدانی بی نے اپنی گزر بسر کے لیے سلائی یعنی سوزن کا پیشہ اختیار کیا۔

(ب) میر صاحب اور ان کی بیوی سیدانی بی کی کس بات پر زیادہ خوش تھے؟

جواب: میر صاحب اور اس کی بیوی اس لیے خوش تھے کہ سیدانی بی ان کے بچوں کو قرآن مجید پڑھاتیں۔ نصیحتیں کیا کرتیں۔ دوپہر کو سینا، پرونا اور کاڑھنا سکھاتیں۔ شام کو باورچی خانے میں جا کر کھانا پکانے کی ترکیبیں بتاتیں۔ دونوں میاں بیوی خوش تھے کہ ایسی شریف اور نماز روزے کی پابند ہنرمند استانی صرف روپیوں کے عوض کہاں میسر آتی ہے۔

(ج) پرستان کے بادشاہ نے سیدانی بی کو کس کام کے لیے بلوایا تھا؟

جواب: پرستان کے بادشاہ کی بیٹی کی شادی تھی اور اس کے جہیز کا سامان ٹانکنا تھا۔ اسی وجہ سے پرستان کے بادشاہ نے سیدانی بی کو اپنے پاس بلوایا تھا۔

(د) بادشاہ بیگم کا اصلی نام کیا تھا؟

جواب: بادشاہ بیگم کا اصل نام "زمرد پری" تھا۔

(ہ) پرستان کے پھلوں کی خاص بات کیا تھی؟

جواب: پرستان کے پھلوں میں خاص بات یہ تھی کہ کوئی بھی پھل توڑ کر منہ میں رکھا جائے اور جس کھانے کا خیال دل میں لایا جائے ویسا ہی ذائقہ اس پھل کا آتا تھا اور دوسری خاص بات یہ تھی کہ اگر کوئی ایک پھل توڑا جائے تو فوراً اس کی جگہ دوسرا پھل نکل آتا۔

-2 سیدانی بی نے پرستان کا تذکرہ دل چسپ انداز میں کیا ہے۔ آپ اپنے الفاظ میں اس کا خلاصہ لکھیے۔

جواب: دیکھیے خلاصہ

-3 متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) سبق "پرستان کی شہزادی" کس مصنف کی تحریر ہے؟

(i) شاہد احمد دہلوی (ii) ہاجرہ مسرور
(iii) اشرف صبوحی (iv) سجاد حیدر یلدرم

www.down... .com

(ب) قلعے کی بڑی بوڑھی ملانیاں، سہانی بی کے سامنے:
(i) کام کرتی تھیں (ii) کھڑی رہتی تھیں
(iii) دم نہ مارتی تھیں (iv) کان پکڑتی تھیں

(ج) پرستان کے بادشاہ نے سہانی بی کو بلایا تھا:
(i) بیٹی کا جہیز ٹانکنے کو (ii) انعام دینے کو
(iii) بیٹی کو سینا پرونا سکھانے کو (iv) ملازمہ رکھنے کے لیے

(د) سہانی بی کو کھانے میں مرغوب تھا:
(i) زردہ (ii) یخنی پلاؤ
(iii) فرنی (iv) بریانی

(ہ) پرستان میں پھل دار پودے بڑے تھے:
(i) بالشت بھر (ii) چھے فٹ
(iii) ایک ایک فٹ (iv) گز بھر

(و) پرستان سے سہانی بی کو انعام میں کیا ملا؟
(i) روپیا پیسا (ii) کنکر پتھر
(iii) خلعت اور زیورات (iv) جواہرات

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iii)	(ب)	(iv)	(ج)	(i)	(د)	(ii)
(ہ)	(i)	(و)	(ii)				

4- مندرجہ ذیل محاورات کو جملوں میں استعمال کیجیے:

آنکھیں کھلنا، بال بیکا ہونا، کلیجے پر سانپ لوٹنا، اوسان خطا ہونا، عقل جاتی رہنا

الفاظ	جملوں میں استعمال
آنکھیں کھلنا	آنکھیں کھلیں تو جاگ اٹھیں حسرتیں تمام اس کو بھی کھو دیا جسے پایا تھا خواب میں اپنے سامنے ڈھیروں خزانہ دیکھ کر علی بابا کی آنکھیں کھلی رہ گئیں۔

بال بیکا ہونا	جسے اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہو کوئی اس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔
کلیجے پر سانپ لوٹنا	ارشد کو اول انعام ملا تو اسلم کے کلیجے پر سانپ لوٹنے لگا۔
اوسان خطا ہو جانا	سانپ کو سامنے دیکھ کر شکاری کے اوسان خطا ہو گئے۔ ہمت پہ اپنی ہم کو بڑا ناز تھا مگر جب سامنے وہ آ گئے اوسان خطا ہوئے
عقل جاتی رہنا	جب انسان مصائب سے گھبرا جائے تو اس کی عقل جاتی رہتی ہے۔

3۔ کالم (الف) کا جوڑ کالم (ب) سے کریں اور جواب کالم (ج) میں لکھیں۔

کالم (الف)	کالم (ب)
مرہنہ گردی	خوش مزاج
[illegible]	جن
اژدہا شہزادی	چائی
بکر گدھا	دھاک
ہنر	کا ترا دینا

جواب:

کالم (الف)	کالم (ب)	کالم (ج)
مرہنہ گردی	خوش مزاج	[illegible]
میر صاحب	جن	خوش مزاج
اژدہا شہزادی	[illegible]	کا ترا دینا
بکر گدھا	دھاک	جن
ہنر	کا ترا دینا	دھاک

www.downloadclassnotes.com

6- سبق کے مطابق درست لفظ کے ذریعے خالی جگہ پُر کیجیے:

(الف) ایک وقت تھا کہ ______ میں سیدانی بی کا بڑا مقام تھا۔
(قلعہ، محل، دربار)

(ب) سیدانی بی کو مغلانی کا پیشہ اختیار کرنا پڑا کیوں کہ ______
(اس کے والدین فوت ہو گئے، تجارت میں خسارہ ہو گیا، وہ بیوہ ہو گئیں)

(ج) اس نے کہاروں سے کہا: "کم بختو! منہ سے کچھ تو ______
(کہو، پھوٹو، بولو)

(د) پرستان میں اسے ______ لے کر گیا۔
(جن، پری زاد، فرشتہ)

(ہ) بادشاہ نے اسے ______ انعام میں دیے۔
(زیورات، جواہرات، ملبوسات)

جواب: (الف) ایک وقت تھا کہ قلعہ میں سیدانی بی کا بڑا مقام تھا۔
(ب) سیدانی بی کو مغلانی کا پیشہ اختیار کرنا پڑا کیوں کہ وہ بیوہ ہو گئیں۔
(ج) اس نے کہاروں سے کہا: "کم بختو! منہ سے کچھ تو پھوٹو۔
(د) پرستان میں اسے جن لے کر گیا۔
(ہ) بادشاہ نے اسے جواہرات انعام میں دیے۔

ذو معنی الفاظ:

ایسے الفاظ کا املا تو ایک ہی ہوتا ہے لیکن ان کے دو معنی ہوتے ہیں ان میں سے بعض اوقات ایک معنی میں مذکر اور دوسرے معنوں میں مؤنث ہوتا ہے۔

7- ذیل کے جملوں میں سے ذو معنی الفاظ الگ کر کے ان کے معانی لکھیے:

(الف) بارشوں سے آئینے کی آب جاتی رہی۔
(ب) سوات میں کون سی کان ہے؟
(ج) بادشاہ بیگم کے حکم پر شہزادی کے کپڑوں کے لیے تھان پر تھان آنے لگے۔

(د) حق بات کہنے کی پاداش میں وہ دار پر جھول گیا۔

(ہ) جہاں چاہ وہاں راہ۔

جواب:

الفاظ	معانی	جملوں میں استعمال
آب	پانی	آبِ رواں کے اندر مچھلی بنائی تو نے مچھلی کے تیرنے کو آبِ رواں بنایا
آب	چمک	سورج اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔
کان	معدنیات نکلنے کی جگہ	کھیوڑہ میں نمک کی بہت بڑی کان ہے۔
کان	جسم کا عضو	صبح سے میرے کان میں درد ہو رہا ہے۔
تھان	کپڑے کا گٹھا	یہ تھان بیس گز کپڑے کا ہے۔
تھان	گھوڑا باندھنے کی جگہ	اس گھوڑے کو تھان پر باندھ دو۔
دار	پھانسی، سولی	قتل کے مجرم کو تختۂ دار پر لٹکا دیا گیا۔
دار	مقام	اسلم میرا مجھے دار ہے۔
چاہ	چاہت	مجھے آپ سے ملنے کی بڑی چاہ تھی۔
چاہ	کنواں	یہ چاہ بہت گہرا ہے۔

8- درج ذیل الفاظ کے متضاد تحریر کیجیے:

لطیف، شب، خشک، جفت، شیریں، نشیب، تریاق

جواب:

الفاظ	متضاد	الفاظ	متضاد
لطیف	کثیف	شب	دن
خشک	تر	جفت	طاق
شیریں	تلخ	نشیب	فراز
تریاق	زہر		

www.downloadclassnotes.com

تشبیہ

علمِ بیان کی اصطلاح میں کسی چیز کو خاص وصف کی وجہ سے کسی دوسری چیز کی مانند قرار دینا تشبیہ کہلاتا ہے جیسے:

1- پانی برف کی طرح ٹھنڈا ہے۔
2- صہیب شیر کی مانند دلیر ہے۔

اس میں دو باتوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ جب ایک چیز کو دوسری سے تشبیہ دی جائے تو دونوں میں کسی مشترک صفت کا پایا جانا ضروری ہے، دوسرا یہ کہ جس چیز سے تشبیہ دی جائے اس میں یہ خوبی یا وصف زیادہ ہو۔

تشبیہ کے پانچ ارکان ہیں:

1- مشبہ: جس چیز کو دوسری چیز جیسا کہا جائے۔
2- مشبہ بہ: جس چیز سے تشبیہ دی جائے۔
3- وجہِ شبہ: وہ مشترک صفت جس کی وجہ سے ایک چیز کو دوسری چیز جیسا کہا جائے۔
4- غرضِ تشبیہ: جس مقصد کے لیے تشبیہ دی جاتی ہے۔
5- حرفِ تشبیہ: وہ الفاظ یا حرف جو تشبیہ دینے کے لیے استعمال ہوتے ہیں، مثلاً مانند، جیسا، جیسی، سا وغیرہ

اوپر دی گئی دو مثالوں کے ارکان اس طرح ہیں:

مشبہ	مشبہ بہ	وجہِ شبہ	غرضِ تشبیہ	حرفِ تشبیہ
پانی	برف	ٹھنڈک	ٹھنڈا پن ظاہر کرنا	طرح
صہیب	شیر	بہادری	بہادری کا اظہار	مانند

چند مشہور تشبیہات

آسمان کی طرح	بلند	آندھی کی طرح	زوردار
آئینے کی طرح	صاف شفاف	انگارے کی طرح	سرخ
بال کی طرح	باریک	بت کی طرح	خاموش
بجلی کی طرح	تیز	برف کی طرح	ٹھنڈا
بکری کی طرح	شریف	بلور کی طرح	شفاف
بھیڑ کی طرح	سادہ	بھیڑیے کی طرح	خون خوار
پارے کی طرح	بے قرار	تلوار کی طرح	تیز

سرگرمیاں

-1 سیدانی بی کا مختصر خاکہ لکھیں۔

جواب: سیدانی بی ایک نہایت شریف گھرانے کی بیٹی تھیں۔ جوانی ہی میں بیوہ ہو گئیں تو گزر اوقات کے لیے مغلانی کا پیشہ اختیار کیا۔ بہت زیادہ ہنر مند تھیں۔ اُن جیسی سلائی علاقے میں کوئی اور نہیں کرتا تھا۔ جوانی میں اپنے ہنر کی وجہ سے خوب دولت کمائی مگر بڑھاپے کے لیے کچھ نہ بچایا۔ بڑھاپا آیا تو ہاتھ پاؤں نے جواب دے دیا۔ بڑھیا کو جان کے لالے پڑ گئے۔ جب گزر بسر کا کوئی سہارا نہ رہا تو پڑوس کے ایک میر صاحب کی بیوی نے ترس کھا کر انھیں اپنے پاس رکھ لیا۔

-2 دس جملوں میں پرستان کی تصویر کشی کریں۔

جواب: سیدانی بی کے مطابق پرستان بہت خوب صورت جگہ تھی۔ ایسی روشنی پھیلی ہوئی تھی جیسے دن نکلا ہوا ہو لیکن نہ سورج، نہ چاند اور نہ ہی کوئی برقی فانوس نظر آتا

تھا۔ چوب دار، باری داری اِدھر اُدھر دوڑتے پھر رہے تھے۔ بہت زیادہ گہما گہمی تھی۔ چمن ایسا کہ دید نہ شنید۔ ہر درخت کا تنا چاندی کا، شاخیں سونے کی اور پتے زمرد کے۔ پھلوں کی جگہ لعل لٹک رہے تھے۔ کہیں نیلم تو کہیں پکھراج۔ پھولوں پر یہ عالم تھا جیسے ہیرے چمک رہے ہوں کلیاں تھیں کہ صراحی دار موتی۔ خوشبو سے دماغ مہکا جاتا تھا۔ حوضوں کا پانی اللہ اللہ! چاندی کے ورق بکھرے ہوئے معلوم ہو رہے تھے۔ فواروں میں سے موتیوں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی۔ پرستان میں وقت کا احساس ہی نہیں ہوتا تھا کیوں کہ وہاں دن اور رات کا کوئی تصور ہی نہیں تھا۔ سارا وقت موسم ایک جیسا رہتا تھا۔

3- سیّدانی بی نے پرستان کے پھلوں کا ذکر کیا ہے، ان کی چند خوبیاں کاپی میں لکھیں

جواب: پرستان کے پھلوں میں خاص بات یہ تھی کہ کوئی بھی پھل توڑ کر منہ میں رکھا جائے اور جس کھانے کا خیال دل میں لایا جائے ویسا ہی ذائقہ اس پھل کا آئے گا اور دوسری خاص بات یہ تھی کہ اگر کوئی ایک پھل توڑا جائے تو فوراً اس کی جگہ دوسرا پھل نکل آتا۔

اساتذہ کرام کے لیے

1- طلبہ کو داستان، ناول اور مختصر افسانے سے متعارف کرایا جائے۔

جواب: **داستان**

داستان سے مراد حکایت، کہانی یا قصہ کے ہیں۔ ادبی اصطلاح میں داستان سے مراد ایسی کہانی ہے جو مافوق الفطرت عناصر پر مشتمل ہو۔ جس کی سرزمین اجنبی فضا طلسماتی اور ماحول تخیلاتی ہو۔ یہ کہانی کی سب سے قدیم اور اولین قسم ہے، اردو داستان کی ابتدا ملا وجہی کی "سب رس" سے ہوتی ہے۔ مگر نقاد حضرات میر حسین عطا تحسین کی "نوطرز مرصع" کو داستان کی ابتدا کہتے ہیں۔

دنیا کی تمام زبانوں میں داستانیں ملتی ہیں۔ اردو زبان اور شاعری کی طرح اردو داستان کا بھی عربی اور فارسی داستان سے گہرا تعلق ہے۔ داستانیں قدیم طرزِ تحریر کے خوب صورت نمونے پیش کرتی ہیں۔ جدید ناول اور مختصر افسانے کے ارتقائی سفر میں داستان پہلا سنگِ میل ہے۔

ایک معیاری داستان میں عام طور سے درج ذیل اجزا ہوتے ہیں

1	پلاٹ	2	مافوق الفطرت عناصر	3	تخیل اور رومان
4	مثالی کردار	5	طوالت	6	ان دیکھی/اجنبی سرزمین
7	خطیبانہ انداز	8	رنگینیِ بیان	9	شیریں بیانی
10	غیبی مدد	11	کامیابی صرف ہیرو کے لیے	12	سادہ زبان
13	انجام	14	سبق آموزی	15	تحیر انگیزی

اردو کے چند داستان نگار درج ذیل ہیں

1- ملا وجہی　سب رس
2- میر حسین عطا تحسین　نو طرزِ مرصع
3- حیدر بخش حیدری　توتا کہانی
4- میر امن دہلوی　باغ و بہار
5- انشا اللہ خاں انشا　رانی کیتکی
6- رجب علی بیگ سرور　فسانۂ عجائب

ناول

ناول اطالوی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی انوکھا، نرالا اور عجیب کے ہیں ادبی اصطلاح میں ناول سے مراد وہ قصہ یا کہانی کے ہیں جس کا موضوع انسانی زندگی ہو اور ناول نگار زندگی کے مختلف پہلوؤں کا گہرا مشاہدہ کرنے کے بعد اپنے تجربات اور مشاہدات کو تخیلاتی و تخلیقی خاص ترتیب سے پیش کر دے۔

www.downloadclassnotes.com

ناول میں درج ذیل عناصر بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔

1-	کہانی	2-	پلاٹ	3-	کردار
4-	انداز نظر	5-	زبان و بیان	6-	منظر نگاری
7-	تجسس	8-	مکالمہ نگاری	9-	فلسفہ حیات
10-	مقصدیت	11-	تصور زمان ومکاں	12-	حقیقت نگاری

ناول کی درج ذیل اقسام بہت اہم ہیں

1-	کرداری ناول	2-	ڈرامائی ناول	3-	نفسیاتی ناول
4-	تخیلاتی ناول	5-	مہماتی ناول	6-	نظریاتی ناول
7-	تاریخی ناول	8-	جاسوسی ناول	9-	اصلاحی ناول
10-	معاشرتی ناول	11-	واقعاتی ناول	12-	رومانی ناول

اردو میں ناول نگاری کی ابتدا اٹھارھویں صدی سے ہوتی ہے ڈپٹی نذیر احمد کو اردو کا پہلا ناول نگار سمجھا جاتا ہے۔ان کے ناولوں پر مقصدیت غالب ہے۔ مراۃ العروس ان کا پہلا ناول ہے۔اس کے علاوہ توبۃ النصوح، ابن الوقت، رویائے صادقہ، فسانہ مبتلا، بنات النعش ان کے مشہور ناول ہیں۔

اردو کے چند ناول نگار اور ان کے ناول درج ذیل ہیں۔

1- مرزا ہادی رسوا — امراؤ جان ادا
2- شوکت صدیقی — خدا کی بستی
3- قرۃ العین — آگ کا دریا
4- خدیجہ مستور — آنگن
5- احسن فاروقی — سنگم
6- عبداللہ حسین — اداس نسلیں
7- ممتاز مفتی — علی پور کا ایلی

-8 انتظار حسین بستی

-9 بانو قدسیہ راجا گدھ

-10 عبدالحلیم شرر فردوس بریں

-11 پریم چند میدان عمل

-12 پنڈت رتن ناتھ سرشار فسانۂ آزاد

افسانہ

زندگی ایک کہانی ہے جو واقعات کے ٹکڑوں کی صورت میں پوری زندگی میں بکھری ہوتی ہے۔ ایک ناول نگار اپنے ناول میں پوری زندگی کا احاطہ کرتا ہے جب کہ ایک افسانہ نگار زندگی کے کسی ایک واقعے یا چند واقعات کو مربوط کر کے انھیں ایک ایسی نئی صورت میں مرتب کرتا ہے جو زندگی کے عام تجربات سے مختلف ہوتی ہے۔

افسانہ جدید دور کی پیداوار ہے آج کے تیز رفتار دور میں کسی کے پاس اتنا وقت نہیں کہ وہ ضخیم کتب کا مطالعہ کر سکے اس لیے اپنی علمی اور مطالعاتی پیاس بجھانے کے لیے افسانے کا سہارا لیتے ہیں۔ افسانے میں بنیادی اہمیت وحدت تاثر کو حاصل ہے۔ ایک تاثر خواہ کسی کا ہو اپنے اوپر مسلط کر کے اس انداز میں بیان کرنا کہ پڑھنے والے پر بھی وہی اثر مرتب ہو عمدہ افسانے کی پہچان ہے مگر شرط یہ ہے کہ زندگی کو "جیسے کا تیسا" پیش کیا جائے۔

ایک بہترین افسانہ مندرجہ ذیل خصوصیات پر مشتمل ہوتا ہے

-1	اختصار	-2	کردار نگاری	-3	مکالمہ نگاری
-4	منظر نگاری	-5	وحدت تاثر	-6	پلاٹ
-7	حقیقت نگاری	-8	انداز بیان	-9	قوت مشاہدہ
-10	زبان و بیان	-11	زمان و مکاں	-12	انفرادیت

افسانے کی درج ذیل اقسام ہیں

www.downloadclassnotes.com

-1	معاشرتی افسانہ	-2	واقعاتی افسانہ	-3	نفسیاتی افسانہ
-4	کرداری افسانہ	-5	نظریاتی افسانہ	-6	اصلاحی افسانہ
-7	رومانی افسانہ	-8	علامتی افسانہ	-9	سائنسی افسانہ
-10	جاسوسی افسانہ				

اردو کے چند افسانہ نگار اور ان کے افسانوں کے مجموعے درج ذیل ہیں

-1 پریم چند واردات
-2 غلام عباس جاڑے کی چاندنی
-3 احمد ندیم قاسمی گھر سے گھر تک
-4 انتظار حسین گلی کوچے

کرشن چندر، خواجہ احمد عباس، ہاجرہ مسرور، ممتاز مفتی، اشفاق احمد، سعادت حسن منٹو، خدیجہ مستور، جیلانی کامران، عصمت چغتائی، قرۃ العین حیدر، انور سجاد، بانو قدسیہ بہترین افسانہ نگار ہیں

-2 طلبہ کو بتایا جائے کہ مضمون "پرستان کی شہزادی" داستان ہے یا ناول، مختصر افسانہ ہے یا صنفِ نثر کی کوئی اور قسم ہے اور کیوں؟

جواب: "پرستان کی شہزادی" داستان ہے۔ داستان سے مراد ایسی کہانی ہوتی ہے جو مافوق الفطرت عناصر پر مشتمل ہو۔ داستان میں کسی سرزمین کی اجنبی فضا اور طلسماتی ماحول کو بیان کیا جاتا ہے۔ ایسا ماحول جس کی بنیاد تخیل پر ہو۔ اس داستان میں بھی پرستان کا خیالی اور طلسماتی ماحول بیان کیا گیا ہے۔ یہ ایک ایسا ماحول ہے جس کا حقیقت کی دُنیا سے کوئی تعلق نہیں۔ نہ تو سیدانی کے بیان کردہ درخت اس دُنیا میں پائے جاتے ہیں اور نہ ہی یاقوت کے گلاس ہوتے ہیں۔ نہ ہی بغیر کسی ذریعے کے روشنی پیدا کی جا سکتی ہے۔ اس طرح سارا ماحول طلسماتی اور فرضی ہے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ "پرستان کی شہزادی"

ایک داستان ہے۔

3- اشرف صبوحی کے سوانحی حالات، طرزِ تحریر اور ان کی کہانیوں اور خاکوں پر مشتمل کتب سے متعارف کرایا جائے۔

جواب: دیکھیے حالاتِ زندگی

اہم معروضی سوالات

3- متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) سیدانی بی نے اپنے لیے پیشہ چنا:

(i) مغلانی کا (ii) باورچن کا
(iii) اُستانی کا (iv) نرس کا

(ب) جو جن سیدانی بی کو پرستان لے کر گیا اس کا نام تھا:

(i) بکر بچھ (ii) بکر شیر
(iii) بکر گدھا (iv) بکر بکز

(ج) سیدانی بی کو جن پرستان لے گیا:

(i) اتوار کے روز (ii) بدھ کے روز
(iii) جمعرات کے روز (iv) جمعے کے روز

(د) نواب صاحب کا محل سیدانی بی کے گھر سے تھا:

(i) دو آنے ڈولی پر (ii) تین آنے ڈولی پر
(iii) چار آنے ڈولی پر (iv) پانچ آنے ڈولی پر

(ہ) سیدانی بی اکھیر اؤنگیں ہم اور ہمارا بادشاہ بہت مانتے ہیں:

(i) عورتوں کو (ii) سیدوں کو
(iii) بوڑھوں کو (iv) انسانوں کو

www.downloadclassnotes.com

(و) پرستان میں موجود درختوں کی شاخیں تھیں:

(i) سونے کی (ii) چاندی کی

(iii) پیتل کی (iv) لکڑی کی

(ز) پرستان کی شہزادی کی عمر تھی:

(i) دس بارہ برس (ii) بارہ چودہ برس

(iii) چودہ پندرہ برس (iv) انیس بیس برس

(ح) اچنبھے کی بات تھی کہ جب ایک پھل توڑتی:

(i) وہ نیچے گر جاتا (ii) غائب ہو جاتا

(iii) دوسرا اس کی جگہ نکل آتا (iv) دوسرا خود بخود ٹوٹ جاتا

(ط) پیاس محسوس ہوئی تو پانی کا خیال آتے ہی گلاس خود بخود آ کر منھ سے لگ گیا:

(i) یاقوت کا (ii) بلور کا

(iii) زمرد کا (iv) پکھراج کا

(ی) بادشاہ بیگم کا اصل نام تھا:

(i) سنہری پری (ii) سبز پری

(iii) سفید پری (iv) زمرد پری

جوابات

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(i)	(ب)	(iii)	(ج)	(iv)	(د)	(i)
(ہ)	(ii)	(و)	(i)	(ز)	(iii)	(ح)	(iii)
(ط)	(i)	(ی)	(iv)				

ڈاکٹر وحید قریشی
(1925ء تا 2009ء)

اُردو ادب میں عید الفطر

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو اسلامی تہواروں کی روح سے روشناس کروانا۔
- اُردو ادب میں عید کے موضوع پر ہونے والی شاعری سے آگاہ کرنا۔
- اسلامی تہذیب و تمدن سے واقفیت دلانا۔
- طلبہ کو ایک ہی موضوع پر مختلف طریقے سے اظہار خیال کرنے کے بارے میں بتانا۔
- طلبہ کو ڈاکٹر وحید قریشی کے اسلوب سے واقفیت دلانا۔
- طلبہ میں قوت مشاہدہ پیدا کرنا۔
- طلبہ کو مضمون اور افسانے سے آگاہ کرنا۔

مصنف کے حالاتِ زندگی

نام: ڈاکٹر وحید قریشی، **تاریخ پیدائش:** 14 فروری 1925ء، **جائے پیدائش:** میانوالی

تعلیم: ڈاکٹر وحید قریشی نے ابتدائی تعلیم بھاٹی گیٹ، لاہور میں واقع اسلامیہ ہائی سکول سے حاصل کی۔ انھوں نے 1944ء میں فارسی میں بی۔اے آنرز کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد 1946ء میں ایم۔اے فارسی کی ڈگری حاصل کی۔ بعدازاں 1950ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم۔اے تاریخ کا امتحان پاس کیا۔ 1947ء سے لے کر 1950ء تک پنجاب یونیورسٹی لاہور میں الفریڈ پٹیالہ ریسرچ سکالر کی حیثیت سے کام

کرتے رہے۔ 1952ء میں انھوں نے فارسی انشا پردازی پر ایک مقالہ لکھا اور پی ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

ڈاکٹر وحید قریشی 1963ء میں بحیثیت لیکچرار اورینٹل کالج تعینات ہوئے۔ 1980ء میں وہ پرنسپل کے عہدے پر فائز ہو گئے۔ 1983ء میں مقتدرہ قومی زبان کے چیئرمین مقرر ہوئے۔ وہ چار سال تک اس عہدے پر کام کرتے رہے۔ اس کے بعد 1987ء میں اقبال اکیڈمی کے سربراہ بنائے گئے۔

تصانیف: ڈاکٹر وحید قریشی کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں "پاکستان کی نظریاتی بنیادیں"، "جدیدیت کی تلاش میں"، "کلاسیکی ادب کا تحقیقی مطالعہ"، "میر حسن اور ان کا زمانہ"، "مطالعۂ حالی"، "اساسیاتِ اقبال"، "نذرِ غالب"، "اُردو نثر کے میلانات" اور "شبلی کی حیاتِ معاشقہ" شامل ہیں۔

ڈاکٹر وحید قریشی کی ادبی خدمات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے حکومتِ پاکستان نے انھیں 1993ء میں صدارتی تمغہ برائے حسنِ کارکردگی عطا کیا۔ 2003ء میں انھیں "اقبال ایوارڈ" سے بھی نوازا گیا۔

وفات: ڈاکٹر وحید قریشی نے 17 اکتوبر 2009ء کو لاہور میں وفات پائی۔ انھیں لاہور ہی میں دفن کیا گیا۔

مرکزی خیال

عید مسلمانوں کا مذہبی تہوار ہے۔ پہلے پہل اُردو غزل میں عید کے حوالے سے صرف محبوب سے روزِ عید کی ملاقاتوں کو ہی شاعری کا حصہ بنایا جاتا تھا مگر 1857ء کے بعد اس میں بڑی وسعت آئی اور عید کا موضوع مختلف طریقوں سے بیان ہونے لگا جس میں مسلمانوں کی تہذیبی اور فکری زندگی بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ ہلالِ عید کو مضمو

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

کے عروج و زوال کی علامت کے طور پر بھی قبول کرنے کا رجحان پیدا ہوا۔ جن شعرا نے عید کے بارے میں لکھا، ان کا تعلق ہمارے داخلی رویوں کے ساتھ بہت گہرا ہے۔

اہم نکات

- اردو شاعری میں عید کا مقام
- عید پر شاعری کے موضوع
- عید کی شاعری کے مختلف عنوان
- خواجہ حسن نظامی کے نوحے
- حالی کی نظم "تہنیت عیدالفطر"
- اقبال کی عید سے متعلق شاعری
- موضوعاتی شاعری کے بنیادی رخ
- عیدالفطر اور مسلم کلچر

خلاصہ

اُردو کی غزلیہ شاعری محبوب سے روزِ عید کی ملاقات تک ہی محدود تھی مگر 1857ء کے بعد اس میں وسعت پیدا ہوئی اور اسے ملی احساسات کی ترجمانی کا وسیلہ بھی بنایا گیا۔

شعرا اور ادبا نے جب تخلیقی جوہر کے حوالے سے ان افکار کو پیش کیا تو یہ موضوع کئی جہتوں میں پھیل گیا۔ اسے مسلمانوں کی تہذیبی اور فکری زندگی کے وسیع تر جغرافیے سے ملا دیا گیا۔ عید کے موضوع پر مختلف نظمیں لکھی گئیں۔ ایسی نظمیں جن میں عیدالفطر جیسی متوسط اور غریب طبقے کے مسائل و حالات سے منسلک نظر آتی ہے۔ خواجہ حسن نظامی نے دلّی کی بربادی کے بعد شہزادوں اور شہزادیوں کی کس مپرسی میں عید بسر کرنے کا جو ذکر کیا ہے وہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس روایت کا آغاز سرسید احمد خان سے ہوتا ہے۔ حسن نظامی کے موضوعات میں عزمِ رفتہ کی یاد عید کو علامتی حوالہ عطا کرتی ہے۔ حاؔلی کی نظم "تہنیت عیدالفطر" خوشی کے جذبے کے ساتھ ساتھ مذہبی اقدار سے بھی ہم آہنگ ہے۔ اقباؔل کے ہاں عید کا چاند صرف خوشی ہی نہیں کرتا بلکہ ہماری قسمی بھی

www. ... .com

اڑاتا ہے۔ مجموعی طور پر عیدالفطر سے متعلق جو موضوعات ہماری شاعری کے بنیادی رُخ کو ظاہر کرتے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

عید کے چاند کے مناظر داخلی مسرت اور خارجی حالات اور ہلالِ عید کو ملت کے عروج و زوال کی علامت کے طور پر قبول کرنا۔ اس رجحان نے تخلیقی سطح پر ایک نئی سمت کی طرف اشارہ کیا۔ مسلمانوں کے نزدیک تہوار منانے کا مقصد محض اچھل کود نہیں بلکہ اس خوشی کا رشتہ ہماری اقدار میں بہت دور تک جاتا ہے۔ اُردو شعرا کی تخلیقات کا تعلق ہمارے داخلی رویوں کے ساتھ بہت گہرا ہے۔ عید کی شاعری ہماری شعری روایات کا ایک اہم اور ناقابلِ فراموش حصہ ہے۔

مضمون پر تبصرہ

ڈاکٹر وحید قریشی نے عیدالفطر کے موضوع پر کی جانے والی شاعری کے حوالے سے بحث کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اُردو شاعری میں پہلے پہل جب عیدالفطر کے موضوع پر شاعری کی جاتی تھی تو اس شاعری میں صرف عید کے دن محبوب سے ملاقات یا محبوب سے ہجر و وصال کی باتیں کی جاتی تھیں مگر 1857ء کے بعد اس میں ایک واضح تبدیلی آئی اور اس موضوع کو مسلمانوں کی ملت کے عروج و زوال سے منسلک کر دیا گیا۔ اس طرح یہ شاعری کئی جہتوں میں پھیل گئی۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
عید	مسلمانوں کا مذہبی تہوار، بار بار آنے والی خوشی	ہلال	پہلی رات کا چاند
متعلقات	تعلق رکھنے والے	ابرو	بھنویں
وسعت	کشادگی	اجاگر	نمایاں

لفظ	معنی	لفظ	معنی
حدود	حد کی جمع، باڑ	ملی احساسات	قوم سے متعلق احساس
ترجمانی	ایک کی بات دوسرے تک پہنچانا	وسیلہ	ذریعہ
خد و خال	وضع قطع، نقش و نگار	اقدار	قدر کی جمع، اہمیت
روایات	روایت کی جمع	پاس داری	خیال رکھنا، حمایت کرنا
کثرت	زیادتی، زیادہ ہونا	سبب	وجہ
[illegible] جوہر	نئی چیز بنانے یا لکھنے کی صلاحیت	فراہم کرنا	مہیا کرنا
جہت	سمت	محض	صرف
جغرافیہ	[illegible] زمین کے [illegible]	باریکیاں	چھوٹی چھوٹی باتیں، جزئیات
درونِ خانہ	گھر کا اندرونی حصہ	محدود	ایک خاص حد میں رہنا
وسیع	کھلا، کشادہ	سہاگن	بیاہی عورت جس کا شوہر زندہ ہو
متوسط طبقہ	درمیانہ طبقہ	[illegible]	ملا ہوا، جڑا ہوا
تمدن	تہذیب، رہن سہن	طفیل	وجہ سے، ذریعہ
ہیجان	جوش	اکائی	[illegible]، پہلی
نوحہ	ایسی تحریر جس میں افسوس اور رنج و غم کا ذکر ہو	محروم	[illegible]
کس مپرسی	غربت	آغاز	ابتدا
خامی	کوتاہی	عظمتِ رفتہ	گزری ہوئی شان و شوکت

www.downloadclassnotes.com

علامت	نشان	امور	امر کی جمع، کام
وابستگی	تعلق، واسطہ	عیدگاہِ ما غریباں کوئے تو	ہم غریبوں کی عیدگاہ تو آپ کا کوچہ ہے
اثرات	اثر کی جمع، نشانیاں	تہنیت	مبارک بادی
عکاسی	تصویر کشی کرنا	ہم آہنگ	ساتھ ملانا
مہ	چاند	صیام	صوم کی جمع، روزہ
وتیرہ	برتاؤ	خامہ فرسائی	قلم سے لکھنا
یادِ طفلی	بچے کی یاد	منظر کشی	منظر کھینچنا، سماں باندھنا
رجحان	طبیعت	مائل	آمادہ، تیار
بے حجاب	بغیر پردے کے	خورشید	سورج
غزال	ہرن	لذت افزا	مزے کو زیادہ کرنا
خارجی	باہر کے، بیرونی	داخلی	اندرونی
عزائم	ارادے	عروج	بلندی
زوال	پستی	اساس	بنیاد
نوبت	نقارہ	باہم	ایک دوسرے سے ملے ہوئے، پیوست
گردوں	آسمان	راحتِ نظر	دیکھنے کی خوشی
امت	پیروکار، ماننے والے	شاد	خوش
بامراد	کامیاب	تفرقہ	جھگڑا
تصور	خیال	تہوار	سالانہ جشن
کلچر	تہذیب	منحصر	انحصار ہونا

پیراگراف کی تشریح

پیراگراف 1: عید الفطر پر نظموں کی کثرت ــــــــ جغرافیے سے ملا دیا گیا۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: اُردو ادب میں عید الفطر
(ب) مصنف کا نام: ڈاکٹر وحید قریشی

حل لغت

کثرت: زیادتی، تعداد میں زیادہ ہونا۔ جب: جب۔ شعرا: شاعر کی جمع۔ ادبا: ادیب کی جمع۔ تخلیقی جوہر: نئی چیز بنانے یا لکھنے کی صلاحیت۔ فراہم کرنا: مہیا کرنا۔ جہت: سمت۔ کلچر: صرف۔ تہذیب۔ رہن سہن

سیاق و سباق

جب برصغیر میں اُردو شاعری کا ارتقا ہوا تو عید کے موضوع کو بھی احاطہ شاعری میں لایا گیا مگر اس ابتدائی دور میں یہ شاعری محض عید کے چاند، ہلال و ابرو، محبوب سے روزِ عید کی ملاقاتیں اور اس کے متعلقات تک ہی محدود رہی لیکن 1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد جہاں دوسری چیزوں پر عروج آیا وہاں اردو شاعری میں بھی بڑی وسعت پیدا ہوئی اور اُردو شاعری کو ملی احساسات کی ترجمانی کا وسیلہ بھی بنایا گیا۔ اس طرح گلدستۂ عید میں موضوعات محض عیدگاہ میں ملاقات اور درونِ خانہ عید ملن تک ہی محدود نہیں رہے بلکہ اُردو شعرا نے انھیں جذبات کے وسیع تر رقبوں میں لا دکھایا۔

تشریح

پہلے پہل عید الفطر پر لکھی گئی نظموں کی تعداد بہت کم تھی کیوں کہ اس موضوع پر لکھنے کے لیے مواد بہت کم تھا۔ شعرا کرام صرف عید، عید کا چاند اور روزِ عید محبوب سے ملاقات تک کے موضوع پر لکھنے کے لیے اپنے آپ کو محدود کیے ہوئے تھے۔ 1857ء

www.dow ... .com

کے بعد اُردو شاعری کو ملی احساسات کی ترجمانی کا وسیلہ بھی بنایا گیا تو عید الفطر کا موضوع بھی کافی پھیل گیا۔ عید الفطر پر لکھی جانے والی نظموں کے زیادہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مختلف شعرا اور ادبا نے جب کوئی نئی چیز بنانے یا لکھنے کے حوالے سے اپنے احساسات اور افکار کو پیش کرنے کا سامان مہیا کیا تو عید الفطر کا موضوع بہت سی سمتوں میں پھیل گیا۔ ان شعرا کرام نے عید کو محض خوشی منانے کے لیے یا عید کے چاند کو سال میں ایک بار جھلک دکھلا کر غائب ہونے کے حوالے سے دیکھنے کی بجائے اسے مسلمانوں کے رہن سہن اور مسلمانوں کی فکری زندگی کے کشادہ تر جغرافیے سے ملا دیا۔ اس طرح عید الفطر پر کی جانے والی شاعری میں بہت سے نئے موضوعات بھی شامل ہو گئے۔

تبصرہ

ڈاکٹر وحید قریشی نے بڑے مختصر اور جامع انداز میں اردو ادب میں عید الفطر کے موضوع پر ہونے والی شاعری پر بحث کی ہے۔ 1857ء کے بعد اس موضوع پر شاعری میں بڑی وسعت آئی۔ اس بات کو ڈاکٹر وحید قریشی نے بڑے دلچسپ پیرائے میں بیان کیا ہے۔ ان کا انداز بیان بڑا دلکش ہے۔ انھیں موضوع پر پوری گرفت حاصل ہے۔ وہ بڑے ناپ تول سے الفاظ کا انتخاب کرتے ہیں۔ قاری ان کی تحریر سے لطف اٹھاتا ہے۔

حل مشقی سوالات

1۔ درج ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) عید الفطر کا ہماری تہذیبی اور دینی زندگی سے کیا تعلق ہے؟

جواب: عید الفطر کا مسلمانوں کی تہذیبی اور دینی زندگی سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ عید کا مطلب ہے بار بار آنے والی خوشی۔ مسلمانوں کا یہ تہوار اُن کی ایک تہذیبی اکائی بن کر معاشرتی زندگی میں بہت دور تک جاتا ہے۔ عید کو محض خوشی یا عید کے چاند کو محض سال میں ایک بار جھلک دکھلا کر غائب ہو جانے کے حوالے

سے دیکھنے کی بجائے اسے مسلمانوں کی تہذیبی اور فکری زندگی کے وسیع تر جغرافیے سے ملا دیا گیا ہے۔

(ب) عیدالفطر پر نظموں میں، شعرا نے کیا باریکیاں پیدا کی ہیں؟

جواب: شعرا حضرات نے عید کے موضوع میں نئی نئی باریکیاں پیدا کر کے اسے ادبی خوشی کے ملے جلے جذبات تک لے گئے ہیں۔

(ج) اس سبق کی روشنی میں اُردو شعرا نے عیدالفطر کے جن متعدد پہلوؤں پر اظہار خیال کیا ہے، ان میں سے کوئی سے تین پہلوؤں / موضوعات کے نام لکھیے۔

جواب: اُردو شعرا نے عیدالفطر کے حوالے سے درج ذیل پہلوؤں پر اظہار خیال کیا ہے۔

(i) عید کے چاند کو مناظر کے حوالے سے بیان کرنے کا رجحان

(ii) عید کو داخلی مسرت اور خارجی حالات سے منسلک کرنے کا رویہ

(iii) ہلال عید کو ملی عزائم کی علامت، ملت کے عروج و زوال کی علامت اور تہذیبی و تمدنی زندگی کی اساس کے طور پر قبول کرنے کا رجحان

(د) عیدالفطر کے موقع پر شہزادوں اور شہزادیوں کا ذکر کرتے ہوئے خواجہ حسن نظامی نے کیا نکتہ اجاگر کیا ہے؟

جواب: خواجہ حسن نظامی نے عیدالفطر کے موقع پر شہزادوں اور شہزادیوں کا ذکر کرتے ہوئے دینی جذبے کی شدت اور مذہبی امور سے گہری وابستگی کو ظاہر کیا ہے۔

-2 اردو شعرا نے ہر دور میں عیدالفطر کو موضوعِ سخن کیوں بنایا؟

جواب: اُردو شعرا نے اپنی شاعری میں زیادہ تر رُخِ محبوب کا تذکرہ کیا ہے اور عیدالفطر کے حوالے سے، عید، عید کا چاند، ہلال و ابرو، محبوب سے [illegible] ملاقاتیں، ان کی شاعری کا موضوع بنتی رہی ہیں۔ جیسے جیسے اُردو شاعری [illegible] آتی گئی اور غزلوں کی بجائے نظموں کی طرف توجہ تیز ہو گئی تو عید کے [illegible] بھی اشاراتی اور علامتی امکانات زیادہ اجاگر ہوئے۔ اس طرح عید [illegible] کثرت سے لکھی گئی نظموں میں عید سے متعلق موضوعات پیش کیے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو شعرا نے ہر دور میں عیدالفطر کو موضوعِ سخن بنایا ہے۔

-3 کون سی چیز اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو عید کے چاند کی تصویر کشی پر مجبور کرتی ہے؟

جواب: علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عید کے موضوع پر نظمیں لکھی ہیں۔ یادِ عظمیٰ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

www.d... .com

عید کے چاند کی تصویر کشی پر مجبور کرتی ہے اور وہ منظر کشی والے رجحان کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

-4 "مہ صیام گیا اور روز عید آیا" یہ اردو کے کس معروف شاعر کا مصرع ہے؟

جواب: درج بالا مصرع مولانا الطاف حسین حالی کا ہے۔

-5 عید کی شاعری کا ہماری شعری روایات سے کیا تعلق ہے؟

جواب: عید کی شاعری ہماری شعری روایات کا اہم اور ناقابلِ فراموش حصہ ہے۔

-6 سبق کے متن کو مدِنظر رکھ کر درست یا غلط پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) ۱۸۵۷ء جنگ آزادی کے بعد اردو شاعری میں وسعت پیدا ہوئی۔ درست/غلط

(ب) خواجہ حسن نظامی نے دلی کی بربادی کے مرثیے لکھے ہیں۔ درست/غلط

(ج) عیدالفطر کے متعلق موضوعات ہماری شاعری کا اصل رخ ظاہر کرتے ہیں۔ درست/غلط

(د) سبق میں چار شعرا کے اشعار درج ہیں۔ درست/غلط

(ہ) عیدالفطر کا تصور ہماری اقدار میں شامل ہے۔ درست/غلط

(الف)	درست	(ب)	غلط	(ج)	غلط	(د)	غلط	(ہ)	درست

-7 درست جواب کی نشان دہی (✓) سے کیجیے:

(الف) یہ مصرع کس شاعر کا ہے؟ "ہلالِ عید کی گھر دن پہ آمد آمد ہے"

(i) اقبال (ii) حفیظ جالندھری
(iii) عبدالمجید سالک (iv) حالی

(ب) حسن نظامی نے دلی کے جو نوحے لکھے، ان میں کون سی چیز نمایاں ہے؟

(i) عظمتِ رفتہ (ii) احساسِ شادمانی
(iii) عبرت انگیزی (iv) لطف و مسرت

(ج) عیدالفطر کے موقع پر مسلم معاشرے کے کس طبقے کو سب سے زیادہ مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟

(i) اُمرا (ii) غربا
(iii) متوسط (iv) سفید پوش

(د) شاعر نے "لذت افزائے شورِ عشق" میں کس کی طرف اشارہ کیا ہے؟

(i) بادل (ii) ستارے

(iii) عید الفطر کا چاند　　(iv) نماز عید الفطر

(ہ) [illegible] جنگ آزادی کے بعد [illegible] تیز ہوگئی

(i) غزلوں کی طرف　　(ii) نظموں کی طرف

(iii) مرثیے کی طرف　　(iv) شہرآشوب کی طرف

جواب

(الف)	(iii)	(ب)	(iii)	(ج)	(ii)	(د)	(iii)
(ہ)	(ii)						

8- مصنف نے عید کا تعلق تہوار کے علاوہ کس سے جوڑا ہے؟ دو تین سطروں میں جواب لکھیں۔

جواب: مصنف کا کہنا ہے کہ عید کا تصور مسلمانوں کے ہاں محض تہوار منانے اور اچھل کود کو گھر بنانے پر منحصر نہیں بلکہ اس خوشی کا رشتہ ہماری اقدار میں بہت دور تک جاتا ہے، جس سے عید کے بارے میں اردو شعراً کی تخلیقات کو ایک سمت ہی نہیں ملتی بلکہ ان کا تعلق ہمارے داخلی رویوں کے ساتھ اتنا گہرا ہے کہ ہماری شعری روایات میں یہ عمل صرف یک طرفہ مناظر کشی تک جا کر ختم نہیں ہوتا بلکہ عید کی شاعری ہماری شعری روایات کا ایک اہم اور ناقابل فراموش حصہ ہے۔

مضمون

کسی مقررہ موضوع پر اپنے خیالات، جذبات، احساسات یا تاثرات کا نثر میں تحریری اظہار مضمون کہلاتا ہے۔ اس میں موضوع کی کوئی قید نہیں، اس لیے ہر قسم کے موضوعات پر بے شمار مضامین لکھے جاتے ہیں۔ مضمون نویسی میں پہلے موضوع کا تعارف کرایا جاتا ہے۔ پھر دلائل دے کر بحث کی جاتی ہے اور اہم باتیں علمی پیرائے میں تحریر کی جاتی ہیں اور آخر میں مختصراً نتیجہ پیش کیا جاتا ہے۔ توازن، تناسب اور نظم و ضبط اس کے اہم تقاضے ہیں۔

www. .com

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

مضمون لکھنے کے اصول

گلدستۂ معنی کو نئے ڈھنگ سے باندھوں
اک پھول کا مضموں ہو تو سو رنگ سے باندھوں

(میر انیس)

مضمون نویسی ایک فن ہے۔ جس میں مشق کے ذریعے سے مہارت حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس کے لیے وسیع مطالعہ اور گرد و پیش کے حالات و واقعات کے مشاہدے اور گہرے غور و فکر کی ضرورت ہے۔ پھر اپنے مشاہدات و تاثرات اور معلومات کو مناسب اور موزوں پیرائے میں بیان کرنے کی صلاحیت بھی درکار ہوتی ہے۔ مولانا الطاف حسین حالی لکھتے ہیں کہ "اردو بلکہ ہر زبان میں سب سے مشکل اور اہم بات یہ ہے کہ ایک موزوں بات کس طرح موزوں الفاظ میں بیان کر دی جائے۔"

مختصر الفاظ میں یوں کہنا چاہیے کہ مضمون نگاری میں مندرجہ ذیل عناصر بنیادی حیثیت رکھتے ہیں:

1. مضمون نگاری میں خیالات کو اولیت حاصل ہے۔ جب تک ایک موضوع کے متعلق آپ کے پاس خاطر خواہ مواد اور معلومات نہ ہوں' آپ اس موضوع پر چند سطریں بھی نہیں لکھ سکتے۔ اس لیے جہاں تک ہو سکے اخبارات' رسائل اور کتب کے مطالعے سے اپنے خیالات و معلومات میں وسعت پیدا کرنی چاہیے۔ اس مقصد کے لیے نصاب کے علاوہ دیگر دینی' تاریخی' علمی و ادبی اور معلوماتی کتب کے مطالعے کی عادت ڈالنی چاہیے۔
2. الفاظ خیالات کو دوسروں تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔ اگر ہمارے ذہن میں خیالات کا وافر ذخیرہ موجود ہو' ہماری معلومات بھی کافی وسیع ہوں لیکن ان کو بیان کرنے کے لیے ہمارے پاس موزوں الفاظ کا ذخیرہ نہ ہو تو ہم دوسروں کو اپنی تحریر و تقریر سے متاثر نہیں کر سکتے جس طرح اچھے لباس سے انسان کی شخصیت باوقار اور پرکشش بنتی ہے، اسی طرح اگر خیالات کو مناسب اور موزوں الفاظ کا جامہ پہنا کر دوسروں کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ ان کے دلوں میں

اتر جائیں گے۔ اس سلسلے میں طلبہ کو چاہیے کہ وہ اردو کے بلند پایہ اہل قلم کے ادبی شہ پاروں کا مطالعہ کریں۔

3 مضمون نگاری میں خیالات و الفاظ کے بعد زبان و بیان کی صحت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ہماری تحریر روز مرہ محاورہ اور گرامر کی اغلاط سے یکسر پاک ہونی چاہیے۔ کیونکہ زبان کی اغلاط سے مضمون کا حسن بیان غارت ہو کر رہ جاتا ہے۔ لہٰذا صحت املا کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

وہ دماغ جس میں خیالات و معلومات کا ذخیرہ تو موجود ہو لیکن ان خیالات و معلومات میں کوئی نظم اور ترتیب نہ ہو۔ اس کی حیثیت ایک کباڑیے کی دکان سی ہے۔ جس میں بہت سی چیزیں بغیر کسی سلیقہ اور ترتیب کے بکھری پڑی ہوئی ہوں۔ یہی حال اس مضمون کا ہے جس میں لکھنے والے نے اپنے خیالات پیش کرتے ہوئے کسی ترتیب اور تسلسل کا اہتمام نہ کیا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی موضوع پر منتشر اور غیر مربوط خیالات کو صحت زبان کا لحاظ رکھتے ہوئے عمدہ ترتیب اور سلیقے سے پیش کرنے کا نام ہی مضمون نویسی ہے۔

عام ہدایات

1 مضمون لکھنے سے پہلے دیے ہوئے موضوع کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد ہر قسم کے ضروری خیالات کو ایک خاص ترتیب سے ذہن میں جمع کر لیں اور پھر اسی ذہنی ترتیب کے مطابق اطمینان سے مضمون لکھنا شروع کر دیں۔

2 کمرۂ امتحان میں جب پرچہ آپ کے سامنے آئے تو جو مضمون لکھنا ہے اس کا پہلے فیصلہ کر لیں۔ بے شک اسے لکھیں بعد میں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ کو اس کے مواد کے بارے میں سوچنے کا موقع مل جائے گا۔ کیونکہ انسان کا دماغ مسلسل سوچ بچار اور غور و فکر کا مرکز بنا رہتا ہے۔

3 مضمون کی ترتیب کا خاص خیال رکھیں۔ آگے کی بات پیچھے اور پیچھے کی بات آگے لکھ دینے سے مضمون بے ربط ہو جاتا ہے۔

www. ...tes.com

4 مضمون کو مناسب پیروں میں تقسیم کریں۔ ایک بات ایک پیرے میں اور دوسری بات کے لیے دوسرا پیرا ہونا چاہیے۔

5 اپنا مطلب چھوٹے چھوٹے اور سادہ جملوں میں ادا کریں۔ کیونکہ لمبے لمبے جملے لکھنے سے بات الجھ جاتی ہے اور پڑھنے والا بھی اکتا جاتا ہے۔

6 اپنے مضمون میں کوئی غلط واقعہ یا غلط بات ہرگز نہ لکھیں۔ ہمیشہ صحیح باتوں کو سادہ اور آسان زبان میں تحریر کریں۔

7 اپنے مضمون میں ایک بات کو بار بار نہ دہرائیں۔ ایک ہی قسم کے خیالات و الفاظ سے مضمون بدمزہ اور پھیکا ہو جاتا ہے۔

8 جو کچھ لکھیں' سوچ سمجھ کر لکھیں تاکہ مضمون میں زیادہ کاٹ چھانٹ کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ اگر کوئی لفظ یا جملہ مجبوراً کاٹنا پڑے تو اس پر ایک لکیر کھینچ دیں۔

9 مضمون میں موقع محل کے مطابق قرآن مجید کی آیات، احادیث، (یا ان کا ترجمہ) اقوال و اشعار استعمال کریں جو حوالہ دینا ہو اسے الگ اور نمایاں کر کے لکھیں۔

10 جہاں تک ممکن ہو اپنے مضمون کو نہایت صاف اور خوشخط لکھیں کیونکہ خوشخطی اور صفائی سے مضمون کی خوبی بڑھ جاتی ہے۔

11 مضمون ختم کر لینے کے بعد اسے ایک بار پڑھنے کے لیے ضرور وقت نکالیں تاکہ املا اور زبان کی چھوٹی موٹی غلطیوں کی اصلاح ہو سکے۔

افسانہ

یہ اُس فرضی کہانی کو کہتے ہیں جو مختصر، دلچسپ اور واقعاتی لحاظ سے زندگی کے کسی پہلو پر روشنی ڈالے۔ اس کے کردار فرضی ہوتے ہیں لیکن اصلی نظر آتے ہیں۔ اس کی طوالت اتنی ہوتی ہے کہ ایک نشست میں پڑھا جا سکتا ہے۔ وحدت تاثرات اس کی بڑی خوبی ہوتی ہے۔

افسانہ نگاری

زندگی ایک کہانی ہے جو واقعات کے ٹکڑوں کی صورت میں پوری زندگی میں

بکھری ہوتی ہے۔ ایک ناول نگار اپنے ناول میں پوری زندگی کا احاطہ کرتا ہے جب کہ ایک افسانہ نگار زندگی کے کسی ایک واقعہ یا چند واقعات کو مربوط کر کے انھیں ایک ایسی نئی صورت میں مرتب کرتا ہے جو زندگی کے عام تجربات سے مختلف ہوتی ہے۔

افسانہ جدید دور کی پیداوار ہے آج کے تیز رفتار دور میں کسی کے پاس اتنا وقت نہیں کہ وہ ضخیم کتب کا مطالعہ کر سکے اس لیے اپنی علمی اور مطالعاتی پیاس بجھانے کے لیے افسانے کا سہارا لیتے ہیں۔ افسانے میں بنیادی اہمیت وحدت تاثر کو حاصل ہے۔ ایک تاثر خواہ کسی کا ہو اپنے اوپر مسلط کر کے اس انداز میں بیان کرنا کہ پڑھنے والے پر بھی وہی اثر مرتب ہو عمدہ افسانے کی پہچان ہے مگر شرط یہ ہے کہ زندگی کو "جیسے کا تیسا" پیش کیا جائے۔

ایک بہترین افسانہ مندرجہ ذیل خصوصیات پر مشتمل ہوتا ہے

1-	اختصار	2-	کردار نگاری	3-	مکالمہ نگاری
4-	منظر نگاری	5-	وحدت تاثر	6-	پلاٹ
7-	حقیقت نگاری	8-	انداز بیان	9-	قوت مشاہدہ
10-	زبان و بیان	11-	زمان و مکاں	12-	مقصدیت

افسانے کی درج ذیل اقسام ہیں

1-	معاشرتی افسانہ	2-	واقعاتی افسانہ	3-	تمثیلاتی افسانہ
4-	کرداری افسانہ	5-	نظریاتی افسانہ	6-	اصلاحی افسانہ
7-	رومانی افسانہ	8-	علامتی افسانہ	9-	سائنسی افسانہ
10-	جاسوسی افسانہ				

<u>سرگرمیاں</u>

1- اخبارات اور انٹرنیٹ کی مدد سے عیدالفطر سے متعلق مختلف تصاویر جمع کر

www.downloadclassnotes.com

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

کے، انھیں ایک چارٹ پر لگائیں۔

جواب: عملی کام طلبہ خود کریں۔

-2 عید الفطر کے دن کی معروفیات کی تفصیلی رُوداد لکھ کر، استاد صاحب کو دکھائیں۔

جواب: عید الفطر ہمارا مذہبی تہوار ہے۔ یہ ہر سال یکم شوال کو منائی جاتی ہے۔ مسلمان رمضان کے مہینے میں روزے رکھتے ہیں۔ روزے پورے ہونے کی خوشی میں عیدالفطر منائی جاتی ہے۔

امسال یکم شوال 23 اگست کو تھا۔ میں صبح چار بجے بیدار ہوا۔ نہا دھو کر فجر کی نماز پڑھی۔ امی جان بھی بیدار ہو چکی تھیں انھوں نے نماز پڑھ کر سب کے لیے سویاں بنائیں۔ میں نے عید کے لیے سلائے گئے نئے کپڑے پہنے، نیا جوتا پہنا اور خوشبو لگائی۔ پھر میں، میرا چھوٹا بھائی اور اباجان عید کی نماز پڑھنے عید گاہ کی طرف چل دیے۔ ہم تینوں باپ بیٹا اونچی آواز میں تکبیر پڑھتے جا رہے تھے۔ عیدگاہ پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔ جدھر نظر دوڑاؤ سر ہی سر نظر آ رہے تھے۔ نماز پڑھنے کے بعد ہم نے آپس میں ایک دوسرے کو عید کی مبارک باد دی۔ پھر جو بھی ملا اسے گلے لگا کر عید کی مبارک باد دی۔ عیدگاہ سے نکل کر ہم قبرستان چلے گئے۔ وہاں میرے دادا جان سپردِ خاک ہیں۔ ان کی قبر پر فاتحہ خوانی کی اور گھر آ گئے۔ گھر میں داخل ہوتے ہی ہم نے امی جان کو سلام کیا اور عید کی مبارک باد دی۔ امی جان نے ہمیں دعا دی۔ اباجان نے ہم دونوں بھائیوں کو پانچ پانچ سو روپے عیدی دی۔ میں اپنے دوستوں سے ملنے چلا گیا۔ عامر اور شہزاد کو ساتھ لے کر ہم عتیق کے گھر گئے۔ ہم نے عتیق کے اباجان کو سلام کیا۔ انھوں نے ہمیں دی۔ ہم چاروں دوست عیدگاہ سے ملحق میدان کی طرف چلے گئے جہاں عید میلا لگا ہوا تھا۔ ہم دو تین گھنٹے میلے میں گھومتے رہے۔ ہم نے آئس کریم اور

www.a

فروٹ چاٹ کھائی۔ میں نے چھوٹے بھائی کے لیے ایک لٹو لیا جس کو چلانے سے اس میں سے رنگ برنگی روشنیاں نکلتی تھیں۔ دوپہر تک ہم گھر واپس آ گئے۔ امی جان نے دوپہر کا کھانا تیار کر لیا تھا۔ کھانا کھا کر میں کچھ دیر آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا۔ شام کو ہم سب گھر والے چچا جان سے ملنے ان کے گھر چلے گئے۔ میں نے چچا جان سے بھی عیدی وصول کی۔ رات کا کھانا چچی جان نے تیار کیا تھا۔ انھوں نے بہت مزے دار کھانا تیار کیا تھا۔ میں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ رات گئے ہم اپنے گھر واپس آ گئے۔ میں نے اس دن خوب لطف اٹھایا۔

اساتذہ کرام کے لیے

1- طلبہ پر واضح کریں کہ اسلامی تہذیب میں عیدالفطر کی اہمیت کیا ہے؟

جواب: عید کے معنی خوشی و مسرت یا جشن کے ہیں یا خوشی کا وہ دن جو بار بار لوٹ کر آئے۔ عیدالفطر مسلمانوں کا مذہبی تہوار ہے جو ہر سال نہایت عقیدت اور احترام سے منایا جاتا ہے۔ یہ تہوار اسلامی اقدار و روایات کی عکاسی کرتا ہے۔ اس تہوار سے جائز حدود کے اندر رہتے ہوئے خوشی و مسرت، سیر و تفریح اور شان و شوکت کا اظہار ہوتا ہے۔ ان تہواروں میں ناجائز اور لغو باتوں سے مکمل طور پر اجتناب کیا جاتا ہے۔ دوسری قومیں اپنے تہوار مناتے ہوئے اخلاقی قدروں کا لحاظ نہیں رکھتیں لیکن ملت اسلامیہ اپنی مخصوص روایات و اقدار کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنے تہوار ایک انفرادی شان سے مناتی ہے۔

عیدالفطر کا تہوار پورے عالم اسلام میں نہایت تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ اس روز تمام مسلمان خواہ انھوں نے روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں بے پناہ خوشی و مسرت کا سامان کرتے ہیں لیکن درحقیقت وہی لوگ عید کی خوشیاں منانے کے زیادہ مستحق ہیں جنھوں نے رمضان المبارک کے روزے رکھے ہوں۔ بہرحال عیدالفطر ایک ایسا مذہبی تہوار ہے جس سے ہماری ثقافت

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

اور ہماری دینی زندگی نمایاں ہوتی ہے۔

-2 طلبہ کو سمجھائیں کہ عید الفطر کے موقع پر فضول خرچی، بے جا نمود و نمائش اور دیگر غیر اسلامی طور طریقے، دینی تقاضوں کے خلاف ہیں۔

جواب: اسلام ایک دینِ فطرت ہے۔ اس میں ہر کام اعتدال سے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے سالانہ تہوار رکھے ہیں۔ ان کے منانے کا طریقہ بھی بتا دیا گیا ہے۔ دوسری قوموں میں بھی تہوار منانے کا رجحان پایا جاتا ہے لیکن اسلامی تہوار منانے کا طریقہ بہت اچھا ہے۔ اس میں بے جا نمود و نمائش نہیں کی جاتی۔ دوسروں کے حقوق کا خیال رکھا جاتا ہے۔ ایک سچا مسلمان نہیں چاہتا کہ وہ کسی دوسرے کی دل آزاری کرے۔ اگر کوئی امیر شخص اپنی امارت کے اظہار کے لیے بڑھ چڑھ کر خرچ کرے اور اس سے اس کا مقصد یہ ہو کہ اس کا غریب ہمسایہ مرعوب ہو تو یہ اس کے لیے بڑے گناہ کی بات ہے۔ کچھ لوگ خواہ مخواہ فضول خرچی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فضول خرچ کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے۔ ہماری زندگی کو سادگی کا نمونہ ہونا چاہیے کیوں کہ سادگی ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو بہت پسند تھی۔ آپ ﷺ خود بھی سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور آپ ﷺ نے اپنی اُمت کو بھی اس بات کی تاکید کی کہ سادہ اور صاف ستھری زندگی بسر کریں۔

-3 طلبہ کو ڈاکٹر وحید قریشی کے علمی و ادبی مقام و مرتبے سے آگاہ کیا جائے۔

جواب: دیکھیے حالاتِ زندگی

اہم معروضی سوالات

متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) اُردو شاعری کی حدود میں وسعت پیدا ہوئی:

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

(i) 1857ء کے بعد (ii) 1890ء کے بعد

(iii) 1947ء کے بعد (iv) 1965ء کے بعد

(ب) اردو شاعری کو وسیلہ بنایا گیا:

(i) مذہبی احساسات کی ترجمانی کا (ii) لسانی احساسات کی ترجمانی کا

(iii) ملی احساسات کی ترجمانی کا (iv) معاشرتی احساسات کی ترجمانی کا

(ج) خواجہ حسن نظامی نے نوحے لکھے:

(i) لکھنؤ کی بربادی کے (ii) دلّی کی بربادی کے

(iii) آگرہ کی بربادی کے (iv) بنگال کی بربادی کے

(د) "ہلالِ عید ہماری ہنسی اڑاتا ہے" نظم کا عنوان ہے:

(i) مولانا الطاف حسین حالؔی کی (ii) حفیظ جالندھری کی

(iii) علامہ اقبالؒ کی (iv) عبدالمجید سالک کی

(ہ) "تہنیت عید الفطر" نظم ہے:

(i) حالؔی کی (ii) اقبالؒ کی

(iii) طالب الٰہ آبادی کی (iv) خواجہ حسن نظامی کی

(و) شہزادوں اور شہزادیوں کی کس مپرسی میں عید بسر کرنے کا ذکر کیا ہے:

(i) سرسید احمد خاں نے (ii) مولانا حالی نے

(iii) عبدالمجید سالک نے (iv) خواجہ حسن نظامی

(ز) علامہ اقبالؒ کو عید کے چاند کی تصویر کشی پر مجبور کرتی ہے:

(i) یادِ طفلی (ii) یادِ ایام

(iii) یادِ لندن (iv) یادِ جرمنی

www.downloadclassnotes.com

(ح) نوبتیں بجنے لگیں:

(i) مندروں میں (ii) خانقاہوں میں

(iii) مسجدوں میں (iv) مدرسوں میں

(ط) گردوں پہ آمد آمد ہے:

(i) بارش کی (ii) آندھی کی

(iii) طوفان کی (iv) ہلالِ عید کی

(ی) ہزار شکر کہ ــــــــ ہیں شاد آج کے دن

(i) بچے (ii) بوڑھے

(iii) نوجوان (iv) مسلم

جواب

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(i)	(ب)	(iii)	(ج)	(ii)	(د)	(iii)
(ہ)	(i)	(و)	(iv)	(ز)	(i)	(ح)	(iii)
(ط)	(iv)	(ی)	(iv)				

www.down

سجاد حیدر یلدرم
(1880ء تا 1943ء)

مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ

تدریسی مقاصد

- وقت کی اہمیت کا احساس دلانا
- لوگوں کے رویوں کی نشان دہی کرنا
- دوستی کے مثبت اور منفی پہلوؤں کو سامنے لانا
- مختلف اوقات میں مختلف قسم کے رویوں کی نشان دہی کرنا
- سجاد حیدر یلدرم کے اسلوب بیان سے واقفیت دلانا
- جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ کی ترکیب نحوی کے بارے میں بتانا

مصنف کے حالات زندگی

نام: سجاد حیدر **ولدیت:** خان بہادر سید جلال الدین حیدر **جائے پیدائش:** نہٹور،

تاریخ پیدائش: 1880ء

تعلیم: ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب کی نگرانی میں حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد وہ ایم۔اے۔او کالج میں داخل کیے گئے۔ یلدرم نے انٹرمیڈیٹ کا امتحان دیا تو انگریزی اور فارسی میں الہ آباد یونیورسٹی میں اول آئے لیکن ریاضی میں فیل ہو گئے۔ خدا خدا کر کے ریاضی میں پاس ہوئے۔ 1901ء میں بی۔اے کا امتحان دیا اور صوبے بھر میں دوم رہے۔

یلدرم اردو افسانہ نگاری کے مشعل برداروں میں سے ہیں جنھوں نے اپنے ہم عصروں اور آنے والی نسل کو بھی اس روشنی میں نئی راہیں دکھائیں۔ یلدرم پہلے شخص ہیں

جنھوں نے دوسری زبانوں کے افسانوں کو ترجمہ کر کے اُردو ادب میں اضافہ کیا اور ترکی افسانوں کو اُردو زبان میں اس سلیقے سے منتقل کیا کہ اصل کی شان پیدا ہو گئی۔ سجاد حیدر یلدرم نے اردو ادب میں "ادبِ لطیف" کی بنیاد رکھی۔

تصانیف: یلدرم کے افسانوں اور مضامین کے دو مجموعے ہیں جن کے نام "خیالستان" اور "حکایات و احساسات" ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے طویل اور مختصر ناول بھی لکھے جو زیادہ تر دوسری زبانوں سے ترجمہ کیے ہوئے ہیں۔ "زہرا"، "مطلوب حسیناں" اور "آسیبُ الفت" ترکی زبان سے اُردو زبان میں ترجمہ کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے ترکی سے اُردو میں ایک ڈرامے کا ترجمہ بھی کیا جس کا نام "جنگ وجدل" ہے۔

وفات: سجاد حیدر یلدرم نے 11 اور 12 اپریل 1943ء کی درمیانی شب دو بجے دفعتاً حرکتِ قلب بند ہو جانے سے انتقال کیا اور انھیں لکھنؤ کے عیش باغ کے قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا۔

مرکزی خیال

مصنف دوستوں کی موجودگی کو اپنے لیے نقصان دہ خیال کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھ سے اچھا تو وہ فقیر ہے جس کا کوئی دوست نہیں ہے کیوں کہ وہ وقت بے وقت تنگ نہیں ہوتا۔ مصنف کے دوست احمد مرزا، محمد حسین اور شاکر خاں مختلف عادتوں کے مالک ہیں اور مصنف سے ملتے وقت انھیں باتوں میں ایسا الجھاتے ہیں کہ بے چارے مصنف لکھنے پڑھنے کا کام دلجمعی سے نہیں کر سکتے۔ مصنف ان دوستوں سے عاجز آ چکے ہیں اور ملاقات سے گریز کرتے ہیں کہ یہ لوگ وقت ضائع کرتے ہیں۔

اہم نکات

- فقیر کی صدا
- مصنف کا فقیر سے اپنا موازنہ
- بے تکلف دوستوں کی آمد
- گرم جوش مصافحہ
- بچوں کی بیماری کا رونا
- مقدمہ باز دوست

- گاؤں کی فضا
- دوست کے دوستوں سے ملاقات
- بار بار بلاوا
- طبیعت کا اکتا جانا
- دل جمعی سے کام نہ کر سکنا
- دوست کو ناراض کر کے واپس آ جانا

خلاصہ

ایک دن دلی کے چاندنی چوک میں ایک فقیر پر نظر پڑی جو لوگوں سے اپنی حالت زار بیان کرتا جا رہا تھا۔ مجھے اس کی تقریر نے بہت متاثر کیا جو کچھ یوں تھی۔ اے بھائی! میں آفت کا مارا سات بچوں کا باپ اور روٹیوں کو محتاج ہوں۔ ہر ایک سے اپنی مصیبت کہتا ہوں۔ میں بھیک نہیں مانگتا۔ بس میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے وطن واپس چلا جاؤں کیوں کہ میں غریب الوطن ہوں۔ میرا کوئی دوست نہیں۔ خدا کے بندو! میری سنو۔ میں غریب الوطن ہوں۔ فقیر تو یہ کہتا اور خیرات لیتا ہوا آگے بڑھ گیا لیکن میں نے اس سے اپنی حالت کا مقابلہ کیا تو کئی لحاظ سے اسے بہتر پایا۔ میں کام کرتا ہوں اور وہ مفت خوری، میں تعلیم یافتہ ہوں اور وہ جاہل۔ میں خوش لباس ہوں اور وہ پھٹے پرانے کپڑے پہنتا ہے۔ یہاں تک میں اس سے بہتر ہوں۔ اس سے آگے اس کی حالت مجھ سے اچھی ہے۔ اس کی صحت قابلِ رشک ہے اور میں رات دن فکر میں گھلا جاتا ہوں۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جسے وہ مصیبت کہتا ہے وہی بڑی نعمت ہے یعنی اس کا کوئی دوست نہیں۔ اس بات پر اسے مبارک باد دینا چاہیے۔ وہ اپنی مرضی سے رات کو آرام کر سکتا ہے مگر میں نہیں۔ وہ دن دہاڑے اپنا روپیا لے جا سکتا ہے اور کوئی اس سے قرض نہیں مانگے گا۔ کوئی اس کو لطیفے سنا کر اس کا وقت ضائع نہیں کرے گا۔ اسے کسی دوست کے خط کا جواب نہیں دینا پڑے گا۔ اگرچہ میرے دوست میرے خیر طلب ہیں مگر یہ مجھے فائدہ پہنچانے کی بجائے الٹا نقصان پہنچاتے ہیں۔

میرے بڑبڑیا دوست احمد مرزا ہیں جو دو منٹ نچلا نہیں بیٹھ سکتے ان کا آنا آندھی، بھونچال یا قیامت سے کم نہیں ہوتا وہ دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے بلکہ آندھی کی طرح کمرے میں داخل ہوتے ہیں" آہاہاہا میں نے تمھیں پکڑ ہی لیا مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے

www.d... .com

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ میرے ایک دوست مضمون نگار ہیں۔ بس ایک منٹ کے لیے تمھاری خیریت دریافت کرنا تھی" وہ آتے ہی اس زور سے مصافحہ کرتے ہیں کہ انگلیاں درد کرنے لگتی ہیں۔ میں دیر تک قلم نہیں پکڑ سکتا خیالات بھی گم ہو جاتے ہیں۔

دوسرے دوست محمد تحسین ہیں جنھیں اپنے بال بچوں کی بیماری کے بارے میں گفتگو کے سوا اور کچھ سوجھتا ہی نہیں۔ موسم کی خرابی کی بات کریں تو کہتے ہیں کہ ہاں ٹھیک ہے چھوٹے بچے کو بخار آ گیا اور منجھلی لڑکی کھانسی میں مبتلا ہے۔ سیاست کی بات کریں تو کہتے ہیں کہ گھر بھر بیمار پڑا ہو تو اخبار پڑھنے کی فرصت کہاں۔ کسی جلسہ میں جائیں تو بچوں کو ہمراہ لے جاتے ہیں اور بار بار ان کی نبض دیکھتے اور طبیعت کا حال پوچھتے ہیں۔

محمد شاکر خاں مقدمہ باز دوست ہیں۔ ہمیشہ ریاست کے جھگڑوں، فریق مخالف کی برائی اور مقدمہ جیتنے کی صورت میں جج کی تعریف کرنے کے علاوہ انھیں کچھ سوجھتا ہی نہیں۔ یہ موضع سلیم پور کے رہنے والے اور رئیس قسم کے دوست ہیں ایک بار مجھے اصرار کر کے سلیم پور لے گئے اور کہا کہ شہر کے ہنگاموں میں تم سے کیا خاک لکھا جائے گا۔ میں نے گاؤں میں تمھارے لیے ایک کمرا مخصوص کرا لیا ہے۔ کچھ دن گاؤں میں رہ کر لکھو ناچار میں ان کے ساتھ سلیم پور چلا گیا کمرا واقعی خوبصورت تھا جس کی ایک کھڑکی پائیں باغ کی طرف کھلتی تھی اور حسین اور دلفریب منظر آنکھوں کے سامنے رہتا تھا۔ صبح کو ناشتے کے بعد کمرے میں جانے کے لیے اٹھا ہی تھا تو شاکر صاحب نے کہا کہ آج ہی لکھنا شروع نہ کر دینا تھوڑی بہت تفریح بھی ضروری ہے۔ آج دریا پر مچھلی کا شکار کھیلیں گے اور پھر دو میل کے فاصلے پر احمد نگر کے رئیس طالب علی صاحب سے آپ کی ملاقات کرائیں گے۔ میرا ماتھا ٹھنکا کہ اگر یہی صورت حال رہی تو مجھے یہاں بھی سکون سے لکھنا نصیب نہ ہوگا۔ میں جلدی سے اٹھ کر کمرے میں آیا اور لکھنے کے سامان کا جائزہ لیا۔ چاندی کی دوات میں روشنائی خشک تھی۔ قلم نایاب اور قیمتی تھے لیکن ان میں نب غائب، بہر حال میں نے لکھنے کا پرانا سامان نکالا اور لکھنا شروع کیا اتنے میں کھڑکی سے باہر نزدیکی درخت پر مرغان خوشنوا نے شور مچانا شروع کر دیا۔ تاہم میں اپنے کام میں مشغول رہا۔

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

اچانک تن تن اور چھن چھن کی آواز آتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاکر صاحب کے چھوٹے بھائی ستار سے شوق فرما رہے ہیں۔ آدھ گھنٹا انھوں نے موسیقی کی مشق فرمائی اور میرے خیالات میرے ذہن سے نکل گئے۔ میں محویت میں اپنے اصل جملے لکھنے کی بجائے وہ جملے لکھ گیا جو شاکر صاحب کے دوست نے ان سے کہے تھے۔

میں لکھنے کی کوشش میں مصروف تھا کہ شاکر خاں کے ملازم شمن نے دروازہ کھٹکھٹایا اور دوست کا پیغام دیا کہ وہ مجھے راجا طالب علی صاحب سے ملوانا چاہتے ہیں۔ میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر طالب علی صاحب سے ملا اور کچھ دیر کے بعد اپنے کمرے میں آ کر بیٹھا ہی تھا کہ شمن نے پھر دروازہ کھٹکھٹایا کہ ایک اور صاحب سے تعارف کرانا مقصود ہے۔ میری حالت اس عربی گھوڑے کی سی ہوگئی جسے میزبان نے حال ہی میں خریدا ہو اور اصطبل سے منگوا کر ہر کسی کو دکھاتا پھرے بہرحال میں بھاگ کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ خیالات غائب ہو گئے تھے۔ طبیعت اچاٹ ہوگئی تھی۔ چند منٹ کچھ لکھا کہ دروازے پر پھر دستک ہوئی۔ شمن نے بتایا کہ کھانا تیار ہے اس نے بار بار دستک دے کر زور دیا کہ کھانا ابھی کھالیں ورنہ ٹھنڈا ہو کر بدمزہ ہو جائے گا۔ اکتا کر شمن سے کہا کہ میں ابھی آتا ہوں۔ ناچار کھانے کے لیے میزبان کے پاس پہنچا تو میزبان نے نہایت اخلاق سے پوچھا کہ تمھارے چہرے پر تھکن کے آثار نمایاں ہیں معلوم ہوتا ہے کہ تم نے کافی کچھ لکھا ہے میں نہ کہتا تھا کہ شہر میں رہ کر تم سے زیادہ نہیں لکھا جائے گا۔ میں آمَنّا و صَدَّقْنا کہنے کے سوا اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

اب کھانے کے لیے اصرار ہوتا ہے۔ کھانا کھا کر واپس آیا، خیالات جمع کرنے شروع کیے مگر دماغ الفاظ سے خالی تھا۔ اسی اثنا میں نیند آ گئی۔ تیسرے پہر ہو کر اٹھا تو دماغ تر و تازہ تھا۔ ابھی لکھنا ہی چاہتا تھا کہ نوکر نے اطلاع دی کہ صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ ان کے ساتھ گیا۔ شام کو واپس آیا۔ رات کو دیکھا کہ سارے دن میں صرف ایک ہی صفحہ لکھ پایا تھا اور وہ بھی بے ربط اور بے سلسلہ۔ بس میں اپنے میزبان کو ناراض کر کے گھر واپس آ گیا۔ اس کے علاوہ بھی احباب کی ایک نہ ختم ہونے والی فہرست ہے جو گاہے گاہے ہمدردی جتانے آتے ہیں مگر اصل میں میرا نقصان کرتے ہیں۔ میں

www. .com

ان سے صاف صاف کہتا ہوں

ع مجھ پہ احساں جو نہ کرتے تو یہ احساں ہوتا

مضمون پر تبصرہ

اس مضمون میں مصنف نے ہمارے معاشرتی رویوں کی خوب عکاسی کی ہے۔ دوستی مشرقی اقدار کا ایک حصہ ہے لیکن اکثر دوست ایسے ہیں جو وقت بے وقت آ ٹپکتے ہیں اور بلاوجہ خوش گپیوں میں وقت برباد کر دیتے ہیں حالانکہ وقت دُنیا کی سب سے بڑی دولت ہے۔ بے شک تفریح اور ہنسی مذاق بھی زندگی کا ایک حصہ ہے لیکن اس کی کوئی حد ہونی چاہیے۔ بسا اوقات بہت ضروری کام کرنا ہوتا ہے لیکن دوست کچھ اس طرح خلل انداز ہو جاتے ہیں کہ ذہن اور وقت دونوں برباد ہو جاتے ہیں۔ مصنف نے یہ سبق دیا ہے کہ دوستی اچھی چیز ہے لیکن ضروری ہے کہ دوسروں کے کام اور وقت کا احساس کیا جائے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
مؤثر	اثر والا	بے حیائی	بے شرمی
حالتِ زار	بُری حالت	صورت مسخ کر دینا	حلیہ بگاڑ دینا
اسپیچ	تقریر	صدا	آواز
قسی القلب	ظالم	لفظ بہ لفظ	مکمل طور پر
بدنصیب	بُری قسمت والا	آفت کا مارا	مصیبت میں مبتلا
محتاج	حاجت مند	غریب الوطن	مسافر، پردیسی
خیرات	بھیک، بخشش	تعجب	حیرانی

امور	امر کی جمع، کام	مفت خوری	بغیر پیسوں کے کھانا
جاہل	اُجڈ، گنوار	بدرجہا	کئی گنا
رشک	فخر	بسورنا	رونا
بشاشت	تازگی	نمایاں	ظاہر
حسرت	ناامیدی	خوش نصیب	اچھی قسمت والا
قول	کہی ہوئی بات	صحیح	درست
[illegible]	تنہائی	قلم بند کرنا	تحریر میں لانا
[illegible]	تعلق، ناتا	احباب	حبیب کی جمع، دوست
مجمع	گروہ، بھیڑ	تصنیف	لکھی ہوئی کتاب
ریوڑ	[illegible]	ہٹا کٹا	صحت مند، تندرست
نحیف و نزار	کمزور، دبلا پتلا	بے ہودہ	بُرے
دوبھر	مشکل	خیر طلب	بھلائی چاہنے والے
نفرین	نفرت	[illegible]	بہت بڑا گروہ
ہیچ ہونا	کم ہونا	قرارداد	معاہدہ، قول قرار، شرائط
پہلو کا کانٹا نکلنا	تکلیف جاتی رہنا۔ مسئلہ حل ہو جانا	رضا	خوشی
اعتراف	مان لینا، اقرار کرنا	وہم و گمان	خیال
خاطر مدارات	خاطر تواضع	امر	حکم
سروکار	تعلق	پچھاڑ کھا کر گرنا	روتے روتے بے ہوش ہو کر گر پڑنا

www.downloadclassnotes.com

وسیع	کھلا	موافق نہ ہونا	راس نہ آنا
پہلو کا کانٹا نکل جانا	تکلیف جاتی رہی۔ مسئلہ حل ہو جانا	بھکارن	بھیک مانگنے والی
لونڈی	نوکرانی	چوپائے	جانور
ملیریا	برسات کے دنوں میں مچھروں سے پیدا ہونے والی وبا	مہری اور کہارن	گھر کے نوکر
کلسا	تانبے یا پیتل کا تنگ منہ کا گھڑا، گاگر	معقول	مناسب
خلقت	لوگ	نچلا نہ بیٹھنا	آرام سے نہ بیٹھنا
بھونچال	زلزلہ	کھٹکھٹانا	دستک دینا
حرج کرنا	نقصان پہنچانا	مضمون نگار	مضمون لکھنے والا
جوش	جذبہ	مضمون نہ ہونا	موضوع نہ ہونا
پالیٹکس	سیاست	لٹریچر	ادب
معذرت	عذر	مذمت	برائی
منجملہ	ساتھ ساتھ	خصوصیت	خاص طور سے
معزز	عزت والے	لیاقت	قابلیت
تعارف پیدا کرنا	جان پہچان پیدا کرنا	امرا	امیر کی جمع
شایانِ شان	شان کے مطابق	اصرار	ضد کر کے
شور و شغب	شور غل	آراستہ کرنا	سجانا

مہیا	موجود	محبت آمیز	محبت اور شفقت سے بھرا ہوا
پائیں باغ	گھر کے پچھواڑے جو باغ ہو	دل فریب	دل کو لبھانے والا
نیچرل	قدرتی	غضب کرنا	زیادتی کرنا
[illegible]	منظر	لطف اٹھانا	مزہ لینا
[illegible]	کسی کام کی بد انجامی کے متعلق پہلے سے خبر ہو جانا	ٹھٹکنا	رک جانا۔ ٹھہر جانا
حیلے	[illegible]	یکسوئی	تنہائی اور فراغت
گناہِ کبیرہ	بہت [illegible]	نایاب	بہت قیمتی
جاذب کاغذ	سیاہی چوس	[illegible] خوش نوا	اونچی آواز میں چہچہانے والے پرندے
رطب اللسان	بہت تعریف کرنے والا مداح	[illegible]	مہربانی
ہمہ تن	سب کا سب	مشغول	[illegible]
بادلِ نخواستہ	دل نہ چاہتے ہوئے	یکسو	پوری توجہ [illegible]
عربی گھوڑا	گھوڑے کی اعلیٰ نسل	اصطبل	گھوڑے کے رہنے کی [illegible]
نجات پانا	رہائی پانا	از سرِ نو	نئے سرے سے
طبیعت اچاٹ ہونا	طبیعت اکتا جانا	بہزار دقت	بڑی مشکل سے

تھکن	تھکاوٹ	آمنّا و صدّقنا	بالکل صحیح فرمایا
شناسائی	واقفیت، پہچان	دنیا و مافیہا	اپنے ارد گرد
ستار	ایک قسم کا باجا	محظوظ ہونا	لطف اٹھانا
گنجینہ	خزانہ	متوجہ ہونا	توجہ کرنا
مہمل	بے معنی	لاحول ولا قوۃ الا باللہ	نہیں ہے کوئی طاقت بچانے والی سوائے اللہ کے
رغبت	دل چسپی، شوق	لاینحل مسئلہ	ایسا مسئلہ جو حل نہ ہو سکے
ربط	تعلق، واسطہ	کسر نفسی	اپنے آپ کو کمتر ظاہر کرنا
احسان فراموش	کسی کی نیکی کو بھولنے والا	تفصیل	وضاحت
رخصت طلب کرنا	چھٹی چاہنا	بوچھاڑ	تیز بارش

اہم اقتباسات کی تشریح

پیراگراف ۱: دیکھو، پرانی دوستی کا واسطہ ـــــــــ کون سی [illegible]

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ

(ب) مصنف کا نام: سجاد حیدر یلدرم

حل لغت

واسطہ: تعلق، ناتا۔ احباب: حبیب کی جمع، دوست۔ مجمع: بھیڑ، گروہ، جتھا۔
تصنیف: لکھی ہوئی کتاب۔ خواہ مخواہ: بلاوجہ۔ ریویو: تبصرہ، تحریر۔ تعجب: حیرانی۔

www.d...

بنا کٹا: تندرست، صحت مند۔ نحیف و نزار: کمزور، دبلا پتلا، نحیف۔ انعام

سیاق و سباق

مصنف اپنے بے تکلف دوستوں سے نالاں ہے جو بظاہر تو خلوص برتتے ہیں مگر درحقیقت ان کی وجہ سے مصنف کا نقصان ہوتا ہے۔ ایک دن مصنف نے چاندنی چوک میں ایک فقیر کو صدا کرتے سنا جو یہ کہہ رہا تھا کہ میں غریب الوطن ہوں اور میرا کوئی دوست نہیں۔ میں آفت کا مارا سات بچوں کا باپ ہوں۔ میری کچھ مدد کرو۔ مصنف نے اپنی اور فقیر کی حالت کا موازنہ کیا۔ کچھ چیزوں میں مصنف فقیر سے بہتر تھا جیسے فقیر نے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے مصنف کا لباس عمدہ قسم کا تھا۔ مصنف تعلیم یافتہ تھا اور فقیر جاہل۔ مصنف محنت کر کے روزی کماتا تھا جب کہ فقیر مفت خوری کرتا تھا۔ یہاں تک تو مصنف فقیر سے بہتر حالت میں تھا لیکن اس سے آگے فقیر کی حالت مصنف سے کہیں زیادہ بہتر تھی۔ فقیر کی صحت قابلِ رشک تھی جب کہ مصنف دن رات فکر مند رہنے کی وجہ سے نحیف و نزار تھا۔ مصنف اپنے دوستوں کے ہاتھوں پریشان تھا جب کہ فقیر کا کوئی دوست ہی نہیں تھا، جو اسے وقت بے وقت پریشان کرتا۔

تشریح

مصنف کہتا ہے کہ میں نے فقیر کو دیکھا اور اس کا اپنی حالت سے موازنہ کیا تو مجھے فقیر پر رشک آیا کہ اس کا کوئی دوست نہیں ہے۔ وہ جو پیسے بھیک مانگ کر حاصل کرتا ہے وہ اس کی ملکیت ہوتے ہیں۔ کوئی اس کے پاس آ کر یہ نہیں کہتا کہ میں تمھارا بہت پرانا دوست ہوں اور اس دوستی کو نبھاتے ہوئے میری مدد کرو۔ اس وقت مجھے پیسوں کی ضرورت ہے، مجھے تھوڑا سا روپیا بطور قرض دے دو۔ اس کا کوئی دوست ہی نہیں تھا تو اس سے قرض کون مانگتا۔ وہ اپنی مرضی سے اپنی زندگی گزار رہا ہے۔ اس کا کوئی دوست نہیں ہے جو دے وقت

بے وقت کسی دعوت یا جلسے میں کھینچ کر لے جائے۔ جیسے ہی اسے نیند آتی ہو گی وہ سو جاتا ہو گا۔ اس کے ساتھ کبھی ایسا نہیں ہوتا ہو گا کہ اسے نیند آئی ہو اور یار دوست اس کے پاس بیٹھے اسے لطیفے ہی سناتے جا رہے ہوں اور اٹھنے کا نام ہی نہ لیں۔ وہ ایسی باتوں سے دور تھا کیوں کہ اس کا کوئی دوست ہی نہیں تھا۔ مصنف اس لحاظ سے بھی فقیر کو اپنے آپ سے بہتر سمجھتا ہے کہ فقیر کو اپنے کسی دوست کی لکھی ہوئی کتاب نہیں پڑھنا پڑتی اور نہ ہی کسی کتاب پر کوئی تبصرہ کرنا پڑتا ہے۔ اس کے دوست ہی نہیں تھے کہ وہ ان سے ملاقات کے لیے جاتا۔ اس طرح وہ آزاد تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ فقیر ہٹا کٹا اور قابلِ رشک صحت کا مالک تھا جب کہ میں ایک دبلا پتلا اور کمزور سا انسان تھا۔ اے اللہ! کیا وہ اس بات پر بھی شکر ادا نہیں کرتا کہ اس کے دوست نہیں ہیں۔ معلوم نہیں وہ اور کس قسم کی نعمت کا متمنی ہے۔

تبصرہ

سجاد حیدر یلدرم نے بڑے طنزیہ انداز میں اپنے دوستوں کے رویوں کی عکاسی کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک ایسا فقیر جس کا کوئی دوست نہیں، مجھ سے بہتر ہے کیوں کہ وہ اپنی مرضی سے اپنی زندگی گزار رہا ہے۔ اسے دوسروں کا پابند نہیں ہونا پڑتا، جب کہ میری زندگی میرے دوستوں کی پابند ہے۔ جب میرا آرام کرنے کو دل چاہتا ہے تو کوئی نہ کوئی دوست آ دھمکتا ہے۔ مجھے مروتاً اسے وقت دینا پڑتا ہے۔ اس طرح میرا کافی حرج ہوتا ہے۔ ایک فقیر اپنی مرضی سے سوتا، جاگتا، اٹھتا، بیٹھتا اور کھاتا پیتا ہے۔ اس طرح وہ مجھ سے بدرجہا بہتر ہے۔

پیراگراف2: بادل ناخواستہ میں ______ میں لکھ رہا تھا۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ

(ب) مصنف کا نام: سجاد حیدر یلدرم

حل لغت

بادلِ ناخواستہ: نہ چاہتے ہوئے، مرضی کے خلاف۔ تعارف: جان پہچان۔ یکسو: مکمل طور پر، پورے دھیان سے۔ مثل: مثال۔ اصطبل: وہ جگہ جہاں گھوڑے رکھے جاتے ہیں۔ نجات پا کر: رہائی پا کر، چھوٹ کر۔ از سرِ نو: نئے سرے سے۔ طبیعت اچاٹ ہو جانا: اُکتا جانا۔ بہ ہزار دقت: بڑی مشکل سے

سیاق و سباق

مصنف کے ایک دوست شاکر علی سلیم پور کے رئیس ہیں۔ انھیں ادب سے بہت لگاؤ ہے، لیکن ادب سے زیادہ وہ ادیبوں سے میل ملاقات میں خوش رہتے ہیں۔ وہ مصنف کو اپنے ساتھ اپنے گاؤں لے گئے تاکہ مصنف گاؤں کی کھلی فضا میں اطمینان کے ساتھ تخلیقی کام کر سکے، مگر مصنف وہاں پر کوئی کام نہ کر پایا کیوں کہ وقت بے وقت میزبان اپنے کسی نہ کسی دوست کو بلا لیتے اور مصنف سے اس کی جان پہچان کرواتے۔ اس طرح مصنف کے وقت کا بھی حرج ہوتا اور اس کے خیالات بھی آپس میں گڈمڈ ہو جاتے اور وقت پر فقرے ہی نہ سوجھتے۔

تشریح

مصنف اپنے کمرے میں بیٹھا اپنے خیالات کو جمع کر ہی رہا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ مصنف نے پوچھا "بھئی کون ہے؟" باہر سے آواز آئی سرکار! میں شمن ہوں، تھوڑی دیر کے لیے نیچے آ جائیں، کوئی صاحب آئے ہیں اور ہمارے صاحب چاہتے ہیں کہ آپ ان صاحب سے ملاقات کر لیں۔ نہ چاہتے ہوئے بھی میں اپنا کام ادھورا چھوڑ کر نیچے آ گیا۔ نیچے شاکر صاحب کے دوست راجا طالب علی آئے ہوئے تھے۔ میری ان سے جان پہچان کروائی گئی۔ میں کچھ دیر بیٹھا ان سے باتیں کرتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد راجا طالب علی صاحب واپس چلے گئے اور مجھے بھی فرصت ملی۔ میں

اپنے کمرے میں واپس آیا اور پوری توجہ سے لکھنا شروع کیا۔ مجھے لکھتے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ شمن نے پھر دروازے پر دستک دی۔ اس کی زبانی مجھے پتا چلا کہ پھر میرا بلاوا آیا ہے۔ ہمارے میزبان کے کوئی اور دوست تشریف لائے ہیں اور میں انھیں دکھایا جاؤں گا۔ گویا میری مثال اس عربی گھوڑے جیسے تھی جسے میزبان نے ابھی ابھی خریدا ہو اور جو ہر دوست کو اصطبل سے منگوا کر دکھایا جاتا ہو۔ کسی نہ کسی طرح شاکر صاحب کے اس دوست سے بھی رہائی پائی اور اپنے کمرے میں آ گیا، مگر اب میں جو لکھنا چاہتا تھا وہ لکھ نہیں پا رہا تھا کیوں کہ میرے خیالات ہی ذہن سے نکل گئے تھے۔ مجھے نئے سرے سے فقرہ ملانا پڑا۔ اس بات سے میرا دل اُکتا گیا۔ بڑی دشواری کے بعد دوبارہ بیٹھا اور لکھنے کا کام شروع کیا۔ اس بار میری خوش قسمتی نے میرا ساتھ دیا اور مجھے کام کرنے کے لیے آدھا گھنٹا مل گیا۔ یہ آدھا گھنٹا ایسا تھا جس کے دوران میں کوئی مجھ سے ملنے نہیں آیا۔ چاروں طرف سکون اور خاموشی تھی، یہی وجہ ہے کہ میرا قلم ایسے عالم میں بڑی تیزی سے لکھ رہا تھا۔

تبصرہ

مصنف اپنے دوست کا دل رکھنے کے لیے اس کے ساتھ گاؤں آ گیا کہ گاؤں کی کھلی فضا میں یک سوئی سے کام ہو سکے گا مگر یہ اس کی خام خیالی تھی۔ شاکر صاحب تو ادب سے زیادہ ادبی لوگوں سے ملنے کا شوق رکھتے تھے اور چاہتے تھے کہ میرے دوست بھی جان لیں کہ کتنے زیادہ ادیبوں سے میری جان پہچان ہے۔ وہ اپنے ہر دوست کو بلاتے اور مصنف سے اس کا تعارف کرواتے، جس کی وجہ سے مصنف یک سو ہو کر لکھ ہی نہ سکا۔ اصل میں مصنف کہنا چاہتا ہے کہ اگر انسان کسی دوسرے کا پابند ہو تو اس سے کوئی کام خاطر خواہ طور پر انجام نہیں پا سکتا۔

پیراگراف 3:　یہ کہہ کے وہ نہایت ــــــــــــ نقصان نہ کرے۔

متن کا حوالہ　(الف) مضمون کا نام:　مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ

(ب) مصنف کا نام:　سجاد حیدر یلدرم

حل لغت

مصافحہ کرنا: ہاتھ ملانا۔ جوش: جذبہ۔ علیحدہ: الگ۔ تاہم: مگر

سیاق و سباق

سجاد حیدر یلدرم اپنے بے تکلف دوستوں کی بابت فرماتے ہیں کہ میرے بے تکلف دوست اس وقت میرے پاس آتے ہیں جب یا تو میرے کام کا وقت ہوتا ہے یا گھر میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ اپنے ایک دوست کے بارے میں انھوں نے لکھا ہے کہ وہ میرے نہایت بے تکلف دوست ہیں۔ اتنے بے تکلف ہیں کہ گھر آنے کے لیے دروازہ کھٹکھٹانے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے بلکہ آندھی کی طرح گھر میں داخل ہوتے ہیں۔ آتے ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ میری وجہ سے اپنا لکھنا بند مت کرو۔ ان کی چند منٹ کی آمد ہی کسی بھونچال سے کم نہیں۔ اصل میں مصنف کا موڈ لکھنے کا ہوتا ہے مگر شور غل کی وجہ سے ان کے خیالات مجتمع نہیں ہو پاتے اور یوں لکھنے کی رفتار میں کمی آ جاتی ہے۔

تشریح

مصنف کے دوست احمد مرزا جب مصنف سے ملنے کے لیے آتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے ہوا کے گھوڑے پر سوار ہوں۔ آتے ہی بڑی محبت کے ساتھ مصنف سے ہاتھ ملاتے ہیں۔ گرم جوشی دکھانے کے لیے وہ مصنف کے ہاتھ کو اس قدر زور سے دباتے ہیں کہ مصنف کی انگلیوں میں درد ہونے لگتا ہے یہاں تک کہ مصنف کے لیے قلم پکڑنا بھی دشوار ہو جاتا ہے۔ قلم جو مصنف کا ذریعۂ تحریر ہے۔ دوست تو بے تکلفی دکھانے کے لیے شدتِ جذبات کا اظہار کرتے ہیں مگر جذبات کا یہ بہاؤ دوسرے کے لیے وبالِ جان بن جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مصنف کے لیے ایک نقصان دہ بات یہ ہوتی ہے کہ لکھنے کے لیے ذہن میں جو خیالات ہوتے ہیں وہ ذہن سے نکل جاتے ہیں۔ بتیری کوشش کی جائے مگر وہ خیالات دوبارہ نہیں جمتے۔ یہ بھی ایک طرح کا نقصان ہے۔ کہنے کو تو مصنف کے دوست ان کے پاس ایک منٹ سے زیادہ نہیں ٹھہرتے مگر اس ایک

منٹ میں بھی وہ سب کام ہو جاتا ہے جو گھنٹوں میں ہونا چاہیے یعنی جو خیالات گھنٹوں میں مصنف کے ذہن میں آتے ہیں وہ ایک منٹ میں غائب ہو جاتے ہیں اور پھر ان خیالات کو دوبارہ جمع کرنے میں گھنٹوں لگ جاتے ہیں۔

تبصرہ

اس پیراگراف میں بتایا گیا ہے کہ دوست تو بے تکلفی کا اظہار کرتے ہیں لیکن ان کی یہ بے تکلفی بعض اوقات دوسروں کے لیے پریشانی کا سبب بن جاتی ہے۔ اس لیے گرم جوشی بھی ایک خاص حد تک ہی دکھانی چاہیے۔

پیراگراف4: ایک مرتبہ میرے ہاں تشریف لائے ـــــــــــ خوش کرو۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ
(ب) مصنف کا نام: سجاد حیدر یلدرم

حل لغت

اصرار: ضد۔ شوروغل: شوروغل۔ مضمون نگاری: مضمون لکھنا۔ آراستہ کرنا: سجانا۔ مہیا ہونا: موجود ہونا

سیاق وسباق

صاحب مضمون اپنے ایک بے تکلف دوست کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرے یہ دوست جن کا نام محمد شاکر خاں ہے، مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ وہ سلیم پور کے ایک معزز آدمی ہیں۔ کافی دولت مند بھی ہیں۔ انھیں ادبی کتابیں پڑھنے کا اتنا زیادہ شوق نہیں جتنا ادیبوں سے ملنے کا ہے۔ کسی نہ کسی بہانے وہ اپنے ادیب دوستوں کو اپنے ہاں بلواتے رہتے ہیں اور پھر پورے گاؤں کے لوگوں سے اس کا تعارف کرواتے ہیں۔ مجھے بھی انھوں نے اپنے ہاں آنے کی دعوت دی اور میرے لیے انھوں نے اپنی کوٹھی کا ایک کمرا بھی خالی کروا دیا۔ وہ مختلف حیلے بہانوں سے مجھے اپنے دوستوں سے ملوانے

لگے۔ یوں میں ٹھیک طرح سے کام نہ کر پاتا مگر مروتاً خاموش رہتا۔ میرے لکھنے کے کمرے میں لکھنے کا قیمتی سامان تو موجود تھا مگر وہ قابلِ استعمال نہ تھا۔

تشریح

سجاد حیدر یلدرم اپنے دوستوں کی بابت اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرے ایک دوست ایسے ہیں جن کا میں خصوصیت سے ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ شاکر صاحب ہیں۔ ایک دفعہ وہ میرے پاس تشریف لائے اور بہت ضد کر کے مجھے اپنے ساتھ اپنے گاؤں سلیم پور لے گئے۔ ان کا کہنا تھا کہ شہر میں رات دن شور غل رہتا ہے۔ ایسے شور غل سے طبیعت اُچاٹ ہو جاتی ہے۔ کچھ عرصہ گاؤں کی کھلی فضا میں رہو گے تو آب و ہوا تبدیل ہونے سے آپ کی صحت پر خوش گوار اثر پڑے گا اور گاؤں کی فضا مضمون لکھنے کے لیے بھی بڑی سازگار ہے۔ گاؤں میں رہ کر زیادہ تسلی سے لکھنے کا کام کر سکو گے۔ مزید کہنے لگے کہ میں نے اپنی کوٹھی کا ایک کمرا خاص طور پر تمھارے استعمال کے لیے تیار کرایا ہے۔ اس کمرے میں لکھنے پڑھنے کا سب سامان موجود ہے۔ کچھ دن میرے پاس رہو پھر واپس چلے آنا۔ اس بات سے مجھے بہت خوشی ہوگی۔ دوست ہونے کے ناتے تمھیں میری خوشی کا خیال کرنا چاہیے۔

تبصرہ

اس پیراگراف میں صاحبِ مضمون نے بتایا ہے کہ کچھ دوست ایسے ہوتے ہیں جن پر بڑا مان ہوتا ہے۔ ان کی فرمائش کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ اپنی مرضی کے خلاف بھی ان کی بات ماننا پڑتی ہے۔

پیراگراف 9: میں جلدی سے اٹھ کر ــــــــــ میرے کام کا نہیں۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ
(ب) مصنف کا نام: سجاد حیدر یلدرم

حل لغت

غور سے: دھیان سے۔ کام دار: ایسا کپڑا جس پر سلما ستارے سے کام کیا گیا ہو۔ گناہِ کبیرہ: بہت بڑا گناہ۔ نایاب: نہ ملنے والا مراد بہت قیمتی۔ ندارد: غائب۔ جاذب: جذب کرنے والا۔ بیش قیمت: زیادہ قیمت والا۔ اعلیٰ درجے کا: عمدہ

سیاق وسباق

مصنف اپنے دوستوں سے اس لیے نالاں ہیں کہ وہ وقت بے وقت آ نکلتے ہیں اور تصنیف و تالیف کے کام میں خلل پڑتا ہے۔ایک دوست احمد مرزا ہیں جنھیں بھڑ بھڑیا دوست کا نام دیا ہے۔ ان کا آنا کسی بھونچال سے کم نہیں ہوتا۔ دروازے پر یوں ہاتھ مارتے ہیں جیسے کوئی گولا آکر لگا ہو۔ وہ آتے ہیں تو عذاب ساتھ لاتے ہیں۔ دوسرے دوست محمد تحسین ہیں۔ یہ عیال دار ہیں۔ جب آتے ہیں تو افراد خانہ کی بیماری کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور دماغ چاٹتے ہیں۔ تیسرے مقدمہ باز دوست ہیں۔ انھیں ریاستی جھگڑوں سے فرصت نہیں ملتی ۔ ان کا نام شاکر خاں ہے۔ آتے ہیں تو مقدمات کا ذکر چھیڑ دیتے ہیں۔ شاکر خاں نے مصنف کو اپنے ہاں موضع سلیم پور میں آنے کی دعوت اس لیے دی کہ وہاں کچھ دن آرام اور دلجمعی سے تصنیف و تالیف کا کام ہو سکے گا۔ مصنف دعوت قبول کر کے سلیم پور چلا جاتا ہے مگر وہاں مصنف کو سکون کا کوئی لمحہ نصیب نہیں ہوتا۔ پہلے دن تو مچھلی کا شکار کھیلا۔ اس کے بعد شاکر خاں نے احمد نگر کے رئیس سے ملوانا چاہا۔ مصنف کو یقین ہو گیا کہ گاؤں پہنچ کر بھی سکھ کا سانس لینا نصیب نہ ہوگا۔

تشریح

مصنف کو یقین ہو گیا کہ اسے یہاں بھی فرصت کی گھڑی نصیب نہ ہوگی۔ بہرحال وہ سلیم پور میں شاکر خاں کی وساطت سے ملنے والے کمرے میں آ گیا اور میز پر رکھے ہوئے سامان کا بغور جائزہ لینے لگا۔ شاکر خاں نے یہ میز لکھنے پڑھنے کے لیے سجائی

.com

تھی۔ میز پر نہایت قیمتی کپڑا پڑا ہوا تھا کہ ایسے خوب صورت کپڑے پر سیاہی کا ایک قطرہ گرانا بہت بڑا گناہ تھا۔ میز پر چاندی کی دوات رکھی تھی مگر اس کی روشنائی سوکھی ہوئی۔ یوں لگتا تھا کہ دوات کو مدت سے استعمال نہیں کیا گیا۔ انگریزی قلم موجود تھے اور خاصے قیمتی بھی تھے۔ لیکن اکثر میں نب نہیں تھے۔ قیمتی جلد کی ایک کتاب میں سیاہی چوس کاغذ رکھا تھا لیکن سادہ کاغذ موجود نہ تھے جن پر کوئی مضمون وغیرہ لکھا جا سکتا۔ اس کے علاوہ میز پر اور بھی کئی چیزیں پڑی تھیں لیکن اکثر مصنف کے کام کی نہیں تھیں۔ بے چارہ مصنف بہت دلبرداشتہ ہوا اور آخر اپنے ہی سامان سے کچھ لکھنے کا ارادہ کیا۔

تبصرہ

اس پیراگراف میں صاحب مضمون نے بتایا ہے کہ اس کے دوست نے اس کے لیے قیمتی چیزیں تو مہیا کر دیں لیکن ایسی چیزوں کی افادیت میرے نزدیک کچھ نہیں کیوں کہ وہ قابل استعمال نہیں ہیں۔ چیزوں کا قیمتی ہونا ضروری نہیں بلکہ چیزوں کی افادیت اس میں ہے کہ وہ استعمال کے قابل ہوں۔ قلم تھا تو اس میں نب نہیں تھی۔ دوات موجود تھی مگر اس کی سیاہی خشک ہو چکی تھی یعنی قابل استعمال نہیں تھی۔ عمدہ قسم کا سیاہی جذب کرنے والا کاغذ تو موجود تھا مگر لکھنے کا کاغذ مہیا نہیں کیا گیا تھا۔

حل مشقی سوالات

1- مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) چاندنی چوک میں فقیر کی تقریر کا لب لباب کیا تھا؟

جواب: چاندنی چوک میں سے گزرنے والے فقیر کی تقریر کا لب لباب یہ تھا کہ:
مسلمان بھائیو! میں آفت کا مارا سات بچوں کا باپ ہوں۔ میں محتاج ہوں۔ غریب الوطن ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے وطن واپس چلا جاؤں۔ میرا کوئی دوست نہیں۔ میری سنو میں پردیسی ہوں۔

www.

(ب) مصنف پر اس فقیر نے کیا اثر کیا؟

جواب۔ مصنف نے جب اپنی حالت کا مقابلہ فقیر سے کیا تو کئی معاملات میں فقیر کو اپنے آپ سے بہتر پایا۔ مصنف سمجھتا تھا کہ فقیر کا کوئی دوست نہ ہونا اس کے حق میں نعمت ہے۔ اس بات پر تو فقیر کو مبارک باد دینی چاہیے۔

(ج) مصنف کو اپنے بے تکلف دوست بجز بجزیا سے کیا شکایت ہے؟

جواب: مصنف کو اپنے دوست احمد مرزا، جسے وہ بجز بجزیا دوست کہتے ہیں سے یہ شکایت ہے کہ جب وہ مصنف سے ملاقات کے لیے آتے ہیں تو خوب شور مچاتے ہوئے آتے ہیں۔ چیزیں الٹ پلٹ کرتے ہیں۔ طوفان کی طرح نازل ہوتے ہیں۔ شور کے ساتھ دروازہ کھولتے ہیں۔ خیریت پوچھتے ہیں۔ اتنی طاقت کے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں کہ انگلیاں درد کرنے لگتی ہیں۔ مزاج پوچھنے کے ساتھ ہی اسی تیزی سے رخصت ہو جاتے ہیں کیوں کہ وہ مصنف کا قیمتی وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے مگر اس ایک منٹ میں بھی مصنف کے خیالات تنکوں کے لیے اڑ جاتے ہیں۔

(د) محمد تحسین کی گفتگو کا محور کیا ہوتا ہے؟

جواب۔ محمد تحسین کی گفتگو کا محور ان کے بال بچے اور ان کی بیماری ہوتا ہے۔ ان کو سوائے اپنے بیوی بچوں کی بیماری کے اور کوئی مضمون نہیں۔ مصنف کہتا ہے کہ میں کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرلوں کہ تحسین صاحب کوئی اور موضوع چھیڑیں مگر ان کی گفتگو کا محور صرف ان کے اپنے بیوی بچے ہی ہوتے ہیں۔

(ہ) مصنف کے کون سے دوست ادب کے زیادہ دلدادہ ہیں؟

جواب۔ مصنف کے دوست شاکر خاں صاحب جو موضع سلیم پور کے رئیس اور ضلع بھر میں نہایت معزز آدمی ہیں، ادب کے زیادہ دلدادہ ہیں۔

2- سبق کے متن کو مدِ نظر رکھ کر درست جواب پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) آفت کا مارا فقیر کتنے بچوں کا باپ تھا:

(i) تین　　(ii) پانچ

(iii) سات　　(iv) نو

(ب) مصنف نے کس مصیبت کو فقیر کے لیے لعنت تصور کیا ہے؟

(i) روٹی کی محتاجی　　(ii) دوست نہ ہونا

(iii) غریب الوطنی　　(iv) بھیک مانگنا

(ج) مصنف نے کس دوست کو بھڑ بھڑیا دوست کہا ہے؟

(i) محمد حسین　　(ii) احمد مرزا

(iii) قرض خواہ دوست　　(iv) مقدمے باز دوست

(د) شاکر صاحب مصنف کو لے گئے:

(i) سلیم پور　　(ii) دلی

(iii) جے پور　　(iv) شاہ پور

(ہ) مصنف کا دوست زیادہ بے تکلف اور شور مچانے والا ہے:

(i) احمد مرزا　　(ii) شاکر صاحب

(iii) قرض خواہ دوست　　(iv) محمد حسین

(و) مصنف کا دوست انھیں راجا صاحب سے ملوانے کہاں لے جانا چاہتے تھے؟

(i) جام نگر　　(ii) احمد نگر

(iii) الہ آباد　　(iv) احمد آباد

(ز) مصنف جس کمرے میں ٹھہرائے گئے اس کی کھڑکی کھلتی تھی:

(i) باغ میں　　(ii) کھلے میدان کی طرف

(iii) پائیں باغ میں　　(iv) دریا کی سمت

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iii)	(ب)	(ii)	(ج)	(ii)	(د)	(i)
(ہ)	(i)	(و)	(iv)	(ز)	(iii)		

3- متن کی روشنی میں درست لفظ چن کر خالی جگہ پُر کیجیے:

(الف) چاندنی چوک میں صدا لگانے والا فقیر ______ تھا۔

(بھوکا، بیمار، غریب الوطن)

www.d .com

(ب) احمد مرزا کی فطرت ہے کہ وہ ______ ۔
(اپنی ہی تعریف کریں، نچلا نہ بیٹھیں، چڑچڑے پن کا مظاہرہ کریں)
(ج) مصنف کو لکھنے پڑھنے سے منع کرنے والے دوست کا نام ______ ہے۔ (احمد مرزا، محمد حسین، شاکر خاں)
(د) احمد نگر کے رئیس کا نام ______ ہے۔
(شاکر خاں، احمد علی، طالب علی)
(ہ) میرے ______ دوست کا نام شاکر خاں ہے۔
(ادب پسند، مقدمے باز، شکاری)

جواب:- (الف) چاندنی چوک میں صدا لگانے والا فقیر غریب الوطن تھا۔
(ب) احمد مرزا کی فطرت ہے کہ وہ نچلا نہ بیٹھیں۔
(ج) مصنف کو لکھنے پڑھنے سے منع کرنے والے دوست کا نام شاکر خاں ہے۔
(د) احمد نگر کے رئیس کا نام طالب علی ہے۔
(ہ) میرے ادب پسند دوست کا نام شاکر خاں ہے۔

4۔ مندرجہ ذیل جملوں میں غلط کے سامنے "غ" اور صحیح جملے کے سامنے "ص" لکھ دیجیے۔
(الف) چاندنی چوک میں ایک بدصورت فقیر صدا لگا رہا تھا۔
(ب) فقیر کے پاس سب کچھ تھا، اُس کا کوئی دوست نہ تھا۔
(ج) احمد مرزا کو مصنف نے "بھڑبھڑیا" کا نام دیا ہے۔
(د) شاکر خاں کے ہاں سیاہی کی دوات خشک اور قلم بغیر نب کے تھا۔
(ہ) شاکر خاں کے بھائی کو موسیقی سے نفرت تھی۔

جواب: (الف) چاندنی چوک میں ایک بدصورت فقیر صدا لگا رہا تھا۔ (غ)
(ب) فقیر کے پاس سب کچھ تھا، اُس کا کوئی دوست نہ تھا۔ (غ)
(ج) احمد مرزا کو مصنف نے "بھڑبھڑیا" کا نام دیا ہے۔ (ص)
(د) شاکر خاں کے ہاں سیاہی کی دوات خشک اور قلم بغیر نب کے تھا۔ (ص)
(ہ) شاکر خاں کے بھائی کو موسیقی سے نفرت تھی۔ (غ)

-5 سیاق و سباق کے حوالے سے مندرجہ ذیل اقتباسات کی تشریح کیجیے:

(الف) دیکھو پرانی دوستی کا واسطہ ــــــــــ کون سی نعمت چاہتا ہے؟

(ب) بادل نخواستہ میں ــــــــــ میں لکھ رہا تھا۔

جواب: دیکھیے تشریح

-6 اس سبق کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

جواب: دیکھیے خلاصہ

-7 مندرجہ ذیل تراکیب اور محاورات کو اپنے الفاظ میں استعمال کیجیے:

لفظ بہ لفظ، نحیف و نزار، زندگی دو بھر ہونا، نچلا نہ بیٹھنا، کلیجے پر پتھر رکھنا، شایانِ شان، ماتھا ٹھنکنا، رطب اللسان

تراکیب و محاورات	جملوں میں استعمال
لفظ بہ لفظ	میں نے بوڑھے کی دل گداز داستان لفظ بہ لفظ سنی۔
نحیف و نزار	بڑھیا نحیف و نزار ہونے کے باوجود اپنے سارے کام خود کرتی تھی۔
زندگی دُوبھر ہونا	مہنگائی کی وجہ سے غریبوں کی زندگی دُوبھر ہو گئی ہے۔
نچلا نہ بیٹھنا	عثمان کی فطرت نامعلوم کیسی ہے کہ وہ ایک منٹ بھی نچلا نہیں بیٹھ سکتا۔
کلیجے پر پتھر رکھنا	بوڑھی ماں نے کلیجے پر پتھر رکھ کر بیٹے کو وطن تک بھیجا۔
شایانِ شان	یہ گاڑی آپ کے شایانِ شان ہے۔
ماتھا ٹھنکا	اسلم کو بے وقت اپنے پاس دیکھ کر میرا ماتھا ٹھنکا۔
رطب اللسان	صبح صبح پرندے اللہ تعالیٰ کی حمد میں رطب اللسان ہوتے ہیں۔

جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ کی ترکیب نحوی

کسی جملے کے اجزا الگ الگ کرنے اور ان کے باہمی تعلق کو ظاہر کرنے کو ترکیب نحوی کہتے ہیں۔

www.downloadclassnotes.com

ترکیب نحوی کرنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ جملہ، جملہ اسمیہ ہوتا ہے یا جملہ فعلیہ۔ اگر کسی شعر یا مصرعے کی ترکیب نحوی کرنا مقصود ہو تو اسے نثر میں تبدیل کرتے ہیں۔ ان کی ترتیب اس طرح ہوتی ہے:

جملہ اسمیہ: فعل ناقص، مبتدا، خبر اور متعلق خبر

جملہ فعلیہ: فعل تام، فاعل، مفعول اور متعلق خبر

مثالیں: احمد ہوشیار ہے ــــ اس میں "ہے" فعل ناقص، "احمد" مبتدا اور "ہوشیار" خبر ہے۔

شاہد اور امان حاضر تھے ــــ اس جملے میں "تھے" فعل ناقص ہے، "شاہد اور امان" مبتدا اور "حاضر" خبر ہے۔

اب جملہ فعلیہ کی مثال دیکھیے:

جمیلہ کتاب پڑھتی ہے۔

"پڑھتی ہے" فعل، "جمیلہ" فاعل ہے اور "کتاب" مفعول ہے۔

اقبال نے مون مارکیٹ سے نیا قلم خریدا۔

"خریدا" فعل، "اقبال" فاعل "نے" علامت فاعل اور "مون مارکیٹ" مجرور۔ "سے" حرف جار، "مون مارکیٹ سے" متعلق فعل، "نیا" صفت۔ "قلم" موصوف، "نیا قلم" مفعول۔ یہ جملہ فعلیہ ہے۔

8- اب آپ درج ذیل جملوں اور مصرعوں کی ترکیب نحوی کیجیے۔

(الف) شاہ رخ اسلم کا بھائی ہے۔

(ب) شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

(ج) تندرستی ہزار نعمت ہے۔

(د) رافعہ اور مومنہ کتابیں خریدنے گئیں۔

(ہ) شہر یار بیمار ہے۔

جواب (الف) شاہ رخ اسلم کا بھائی ہے۔

ترکیب نحوی: "شاہ رخ" مبتدا، "اسلم کا بھائی" خبر اور "ہے" فعل ناقص

(ب) شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

شمع ہر رنگ میں سحر ہونے تک جلتی ہے

ترکیب نحوی: "شمع" متعلق خبر، "جلتی ہے" فعل، "سحر ہونے تک" خبر، "تک" حرف، "میں" حرف

(ج) تندرستی ہزار نعمت ہے۔

ترکیب نحوی: "تن درستی" مبتدا، "ہزار نعمت" خبر، "ہے" فعل ناقص

(د) رافعہ اور مومنہ کتابیں خریدنے گئیں۔

ترکیب نحوی: "رافعہ اور مومنہ" فاعل، "اور" حرفِ اضافت، "کتابیں" موصوف، "خریدنے" فعل، "گئیں" خبر

(ہ) شہر یار بیمار ہے۔

ترکیب نحوی: "شہر یار" مبتدا، "بیمار" خبر، "ہے" فعل ناقص

سرگرمیاں

1- دوستی کے موضوع پر دو دوستوں کے درمیان مختصر سا مکالمہ تحریر کریں۔

جواب: دو دوستوں کے درمیان مکالمہ

اشعر: السلام علیکم! صہیب بھائی کہاں جا رہے ہو؟

صہیب: وعلیکم السلام! بھائی میں اپنے دوست بلال سے ملنے جا رہا ہوں، مجھے اپنے ایک دوست کی زبانی پتا چلا ہے کہ کل سے اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔

اشعر: کیا ہوا اسے؟

صہیب: میرے دوست شفیق نے بتایا ہے کہ اسے ہلکا سا بخار ہے۔ میں نے آج اسلام آباد جانا تھا مگر بلال کی طبیعت کا سن کر دل پریشان ہو گیا اور میں اس کی عیادت کے لیے رُک گیا ہوں۔

اشعر: یہی ایک سچے دوست کی نشانی ہوتی ہے۔ دوستی کی آزمائش مشکل وقت ہی میں

www.downloadclassnotes.com

ہوتی ہے۔

صہیب: بھائی جان! آپ کی بات درست ہے مگر یہ بھی تو دیکھیں کہ آج کل مخلص دوست ملتے کب ہیں۔

اشعر: (مسکراتے ہوئے) مخلص دوست ڈھونڈنے کی بجائے ہمیں چاہیے کہ ہم خود مخلص بنیں، اس طرح ہمارے بے شمار دوست بن جائیں گے۔

صہیب: آپ کی بات ٹھیک ہے۔ ہم دوسروں سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ اچھے ہوں مگر ان کے مقابلے میں خود اچھا بننے کی کوشش نہیں کرتے۔

اشعر: یاد رکھو کوئی بھی انسان اپنے دوستوں کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے۔ اگر تمھارے دوست اچھے ہوں گے تو ہر کوئی تمھیں پسند کرے گا اور اگر تمھارے دوست اچھے نہیں ہوں گے تو ہر کوئی تم سے کترائے گا۔

صہیب: میری کوشش تو یہی ہوتی ہے کہ میں اپنے ہر دوست کے ساتھ مخلص رہوں اور دوستوں کا چناؤ بھی دیکھ بھال کر کروں۔

اشعر: شاباش! تم ایک اچھے لڑکے ہو۔

-2 دوستی کے حق اور مخالفت میں جماعت کے کمرے میں ایک مباحثہ کرایا جائے۔ اس میں دونوں طرف سے تین تین طلبہ دلائل دیں۔

جواب: انسان معاشرتی حیوان ہے۔ وہ معاشرے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا کیوں کہ وہ اپنے سارے کام خود انجام نہیں دے سکتا۔ اپنے مختلف کاموں کے لیے اسے دوسروں کا سہارا لینا پڑتا ہے، لیکن اسے چاہیے کہ وہ اپنے دوستوں کا چناؤ خوب دیکھ بھال کر کرے۔

بلال: انسان تنہا زندگی نہیں گزار سکتا۔ اسے اپنے مختلف کاموں کے لیے مشورے درکار ہوتے ہیں۔ ایک اچھے دوست سے بہتر مشورہ اسے کوئی نہیں دے سکتا۔ اس لیے میرے خیال میں دوست ضرور ہونے چاہئیں۔

آفاق: آپ کی بات ٹھیک ہے مگر آج کل لوگ دوستی کے نام پر دھوکا دیتے ہیں۔ چند مفاد پرست اپنے ذاتی مقاصد کو پورا کرنے کے لیے کسی سے دوستی کرتے ہیں اور پھر موقع ملتے ہی اس کی پیٹھ میں خنجر گھونپ دیتے ہیں۔ اس لیے میرے خیال میں دوست نہیں بنانے چاہئیں۔

عمار: اگر دیکھ بھال کر دوستی کی جائے تو ایسے لوگوں سے بچا جا سکتا ہے جو آستین کے سانپ ہوتے ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ سب دوست ایسے ہی دغا باز ہوتے ہیں۔ اگر دیکھ بھال کر دوستی کی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

واصف: یہی تو سب سے مشکل کام ہے۔ ہم لوگ دوستوں کے انتخاب میں کسی قسم کے معیار کو مدِ نظر نہیں رکھتے بس جو ذرا ہنس کے مل لے اس سے دوستی کر لیتے ہیں۔ یہ بھی نہیں سوچتے کہ یہ ہماری دوستی کے لائق ہے بھی یا نہیں۔ انسان ایسے ہی لوگوں سے دھوکا کھاتا ہے۔ اس لیے دوست بنانے ہی نہیں چاہئیں۔

رضوان: آج کے اس معاشرے میں اچھے دوست کی تلاش ہی سب سے بڑی بات ہے۔ اگر کسی کو اچھا دوست میسر آ جائے تو اس کے لیے دُنیا جنت بن جاتی ہے، میرے خیال میں تو ضرور دوست بنانے چاہئیں۔

ارسلان: دھوکا انسان کی سرشت میں شامل ہے۔ لوگ دھوکا دینے سے باز نہیں آتے اس لیے دوست بنانا فضول ہے۔

استاد صاحب: بچو! میں نے آپ سب کی باتیں سُنی ہیں۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ دوستی ضرور ہونی چاہیے لیکن دوستوں کے انتخاب میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ ایسے شخص کو دوست بنایا جائے جس کے خیالات آپ سے ملتے ہوں، ایسا دوست ہو جو احساس کی دولت سے مالا مال ہو۔ حضرت علیؓ کا قول ہے "اپنے بُرے ہم نشینوں سے بچو، کیوں کہ وہ تمھارا تعارف بن جاتے ہیں۔"

<u>اساتذہ کرام کے لیے</u>

1- طلبہ پر دوستی کا صحیح مفہوم واضح کیا جائے۔

جواب: دوستی ایک مقدس رشتہ ہے۔ یہ کٹھن حالات میں انسان کو سہارا دیتا ہے۔ سچا اور حقیقی دوست وہی ہوتا ہے جو مصیبت میں کام آئے۔ دوستی میں کبھی ذاتی مفاد کو پیش نظر نہیں رکھنا چاہیے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اپنے دوست کے بارے میں اِدھر اُدھر سے معلومات نہیں لینی چاہیے۔ ہو سکتا ہے اس کا کوئی دشمن آپ کو اس کے بارے میں کچھ غلط بتا دے اور آپ ایک اچھے دوست سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو جائیں اور یہ بھی ہے کہ اگر ایک اچھا دوست سو بار بھی روٹھے تو اسے منا لو کیوں کہ موتیوں کی مالا جتنی بار ٹوٹتی ہے اس کے موتی چن لیے جاتے ہیں۔

دوستی دوست سے نسبت کے سوا کچھ بھی نہیں
حلقۂ یاراں میں جو رہتا ہے تو کاجل بن جا

2- مختلف مثالوں کے ذریعے سے طلبہ کو وقت کی اہمیت کا احساس دلایا جائے۔

جواب: انسانی زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت وقت کی ہے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے کہ ایک بار گزر جائے تو دوبارہ کبھی واپس نہیں آتا ہے۔ ہر گزرنے والا لمحہ بتاتا ہے کہ وہ ہماری زندگی کو کم کر رہا ہے۔ اس وقت میں جو کچھ کرنا ہے کر لیا جائے اسے بے کار نہ گنوایا جائے۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

کسی کام کو مقررہ وقت پر سرانجام دینا پابندیٔ وقت کہلاتا ہے۔ پابندیٔ وقت انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ دنیا میں وہی قومیں کامیاب اور کامران ہوتی ہیں جو وقت کی قدر کرتی ہیں۔

اسلام کے بنیادی ارکان جیسے نماز، روزہ اور حج وغیرہ بھی ہمیں وقت کی پابندی کا احساس دلاتے ہیں۔ مؤذن وقت مقررہ پر اذان دے کر ہمیں نماز کی طرف بلاتا ہے اور ہم وقت مقررہ پر نماز ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح روزوں اور حج کے لیے بھی مقررہ اوقات ہیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو بھی وقت کی پابندی بہت پسند ہے۔

کسان کی زندگی سے ہمیں وقت کی پابندی کا سبق ملتا ہے۔ وہ وقت پر فصل کے لیے زمین کو تیار کرتا ہے۔ وقت پر اس میں بیج بوتا ہے۔ وقت پر اسے سیراب کرتا ہے۔ وقت پر فصل کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ اگر کسان وقت کی پابندی نہ کرے تو اسے کبھی لہلہاتی ہوئی فصل کا منھ دیکھنا نصیب نہ ہو۔

طالب علم کے لیے بھی وقت کی پابندی نہایت ضروری ہے۔ اگر ایک طالب علم صبح سویرے وقت مقررہ پر اٹھے، وقت مقررہ پر سکول جائے، پڑھائی اور محنت باقاعدگی سے کرے، وقت پر کھیلے اور وقت پر سوئے تو اس کی صحت بھی اچھی رہے گی اور وہ تعلیم کے میدان میں بھی نمایاں ترقی کرے گا۔ اس کے برعکس جو طالب علم وقت کا پابند نہیں ہوتا، وہ امتحان میں کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا، بقول مولانا الطاف حسین حالی

یونہی وقت، سو ہو کے ہیں جو گنواتے
وہ خرگوش کچھوؤں سے ہیں زک اٹھاتے

-3 طلبہ پر واضح کیا جائے کہ اپنے من پسند کام میں مصروف رہنے ہی سے انسان خوش رہ سکتا ہے۔

جواب: اس عالمِ رنگ و بو میں ہمیں جتنی رنگینیاں اور چہل پہل نظر آ رہی ہے یہ سب خوب سے خوب تر کی تلاش کا نتیجہ ہے۔ ہر ذی روح بامراد ہونے کا آرزومند ہے۔ ہر شخص کی محنت کا میدان الگ ہوتا ہے۔ کاشت کار زمین میں ہل چلا کر دن رات شب و روز محنت سے غلہ اگاتے ہیں۔ مزدور اور کاریگر کارخانوں میں خون پسینا ایک کر کے استعمال کی چیزیں بناتے ہیں۔ اگر انسان کو اپنی مرضی کے مطابق کام اور ماحول مل جائے تو وہ اس میں گہری دلچسپی لیتا ہے۔ اس طرح کام صرف کام ہی نہیں رہتا بلکہ وہ اس کے لیے تسکین کا ذریعہ بھی بن جاتا ہے۔ اگر انسان کو اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرنے کو ملے تو وہ اس میں دلچسپی نہیں لے گا اور اس کی صلاحیتیں زنگ آلود ہو جائیں گی۔

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

اہم معروضی سوالات

متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) مصنف نے دوست کے ہاں پورے دن میں لکھا:

(i) ایک صفحہ (ii) ایک ناول
(iii) ایک مضمون (iv) ایک افسانہ

(ب) مرزا صاحب کا آنا:

(i) قیامت سے کم نہ تھا (ii) خوشی سے کم نہ تھا
(iii) بھونچال سے کم نہ تھا (iv) خوش آئند تھا

(ج) شاکر خاں صاحب رئیس تھے

(i) کلیم پور کے (ii) سلیم پور کے
(iii) علیم پور کے (iv) اقلیم پور کے

(د) قلم نہایت خوبصورت تھا:

(i) چینی (ii) جاپانی
(iii) ہندوستانی (iv) انگریزی

(ہ) مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ افسانہ ہے:

(i) سجاد حیدر یلدرم کا (ii) شاہد احمد دہلوی کا
(iii) اشرف صبوحی کا (iv) حکیم محمد سعید کا

(و) سجاد حیدر یلدرم پیدا ہوئے:

(i) 1880ء میں (ii) 1882ء میں
(iii) 1888ء میں (iv) 1890ء میں

(ز) مصنف کے دوست محمد تحسین مصنف سے ملنے آتے ہیں:

www.ao

(i) صبح صبح (ii) دوپہر میں

(iii) تیسرے پہر (iv) رات کو

(ح) سلیم پور میں مصنف نے پہلے دن شکار کھیلا

(i) شیر کا (ii) آبی پرندوں کا

(iii) مرغابی کا (iv) مچھلی کا

(ط) مصنف کے کمرے میں رکھی ہوئی سیاہی کی دوات تھی

(i) شیشے کی (ii) پلاسٹک کی

(iii) لکڑی کی (iv) چاندی کی

(ی) مصنف نے اپنے آپ کو تشبیہ دی

(i) کبوتر کی چونچ سے (ii) عربی گھوڑے سے

(iii) ایک کالے سایہ سے (iv) ایک آرائشی گلدستے سے

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(i)	(ب)	(iii)	(ج)	(ii)	(د)	(iv)
(ہ)	(i)	(و)	(i)	(ز)	(iii)	(ح)	(iv)
(ط)	(iv)	(ی)	(ii)				

www.download.com

ہاجرہ مسرور
(1929ء تا 2012ء)

مُلَمَّع

تدریسی مقاصد

- معاشرے میں رہنے والے لوگوں کے رویوں کی عکاسی کرنا
- لوگوں کے دوغلے پن کی نشان دہی کرنا
- لوگوں کے دکھاوے کی عادت کو نفسیاتی پس منظر میں بیان کرنا
- طلبہ کو آگاہ کرنا کہ افسانہ کیا ہوتا ہے۔
- طلبہ پر افسانے کی خوبیاں اور خامیاں نمایاں کرنا
- طلبہ کو ریلوے اسٹیشن کے ماحول سے روشناس کروانا
- ہاجرہ مسرور کی افسانہ نگاری کے بارے میں طلبہ کو آگاہ کرنا

مصنفہ کے حالاتِ زندگی

نام: ہاجرہ مسرور **بنت:** ڈاکٹر تہور علی خاں **تاریخ پیدائش:** 17 جنوری 1929ء

جائے پیدائش: لکھنؤ

تعلیم: ابتدائی تعلیم مختلف جگہوں سے حاصل کی کیوں کہ سرکاری ملازم ہونے کی وجہ سے ان کے والد کا آئے روز کہیں نہ کہیں تبادلہ ہوتا رہتا تھا اور انھیں سکول تبدیل کرنا پڑتا تھا۔ والد کی اچانک وفات نے انھیں تعلیم کے سلسلے کو خیر باد کہنے پر مجبور کر دیا۔ اس لیے وہ باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کر سکیں۔

ہاجرہ مسرور میں حالات کو جانچنے کی صلاحیت بچپن ہی سے موجود تھی۔ وہ جو

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

کچھ بھی دیکھتیں اسے اپنے انداز میں بیان کرنے کی کوشش کرتیں۔ انھوں نے اپنی بڑی بہن سے بہت استفادہ کیا جنھیں دُنیا خدیجہ مستور کے نام سے جانتی ہے۔ ابھی ہاجرہ مسرور کی عمر صرف بارہ سال تھی جب ان کا لکھا ہوا افسانہ "لاوارث لاش" ایک ہفت روزہ "تہذیبِ نسواں" میں شائع ہوا۔ ہاجرہ مسرور نے اپنی فنی زندگی کے آغاز ہی سے اپنے فن کے ساتھ پورا خلوص برتنے اور اس پر پوری توجہ صرف کرنے کی عادت ڈالی۔ تقسیم ہند کے بعد ہاجرہ مسرور بھی ہجرت کر کے پاکستان کے شہر لاہور آ گئیں۔ یہاں انھوں نے مشہور افسانہ نگار احمد ندیم قاسمی کے ساتھ مل کر ماہنامہ "نقوش" کی ادارت کے فرائض انجام دیے۔ قیامِ پاکستان کے بعد ان کے لکھے ہوئے افسانوں میں "اندھیرے اُجالے" اور "اُمت مرحوم" اچھے افسانے ہیں جن کے موضوع تو عام زندگی کے ہیں لیکن ان کے فن میں کہیں بھی عمومیت نظر نہیں آتی۔

تصانیف: ہاجرہ مسرور نے زیادہ تر افسانے ہی لکھے ہیں جن میں "چرکے"، "ہائے اللہ"، "تیسری منزل"، "چوری چھپے"، "اندھیرے اجالے" اور "چاند کی دوسری طرف" افسانوں کے مجموعے ہیں۔ 1991ء میں ہاجرہ مسرور کے افسانوں کا کلیات "سب افسانے میرے" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

وفات: ہاجرہ مسرور 15 ستمبر 2012ء کو کراچی میں انتقال کر گئیں۔ انھیں کراچی ہی میں سپرد خاک کیا گیا۔

مرکزی خیال

اس کہانی کا مرکزی خیال یہ ہے کہ انسان کو بناوٹ، ریاکاری اور طمع سے کام نہیں لینا چاہیے۔ دُنیا میں ہر طرح کے لوگ موجود ہیں۔ اپنے آپ کو ویسا ہی ظاہر کرنا چاہیے جیسا کہ حقیقت میں ہیں کیوں کہ جب طمع کا پردہ چاک ہوتا ہے اور حقیقت سامنے آتی ہے تو سوائے شرمندگی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

www.downloadclassnotes.com

اہم نکات

- تھرڈ کلاس کا ٹکٹ
- قیمتی تھرماتھے کا برقع
- قیمتی اوورکوٹ والا نوجوان
- غربت چھپانے کی کوشش
- انٹر کلاس میں سفر
- تھرڈ کلاس ٹکٹ کا راز کھلنا
- گرم جوشی ختم ہو جانا
- لڑکے کا خود بھی غریب ہونا

خلاصہ

وہ ریلوے ٹکٹ گھر کے سامنے کھڑی تھی۔ گاڑی آنے میں پندرہ منٹ باقی تھے لیکن ٹکٹ گھر بند تھا۔ اسٹیشن پر بہت رش تھا۔ اُس نے قلی سے پوچھا "ٹکٹ گھر بند کیوں ہے؟" قلی نے بتایا کہ یہ گاڑی ہمیشہ دیر سے آتی ہے اس لیے ٹکٹ گھر ابھی تک بند ہے۔ وہ بیٹھنے کے لیے جگہ تلاش کرنے لگی۔ اس کا خوب صورت برقع بہت امیرانہ لگ رہا تھا۔ درحقیقت وہ ایک غریب لڑکی تھی اور برقع اپنی خالہ سے مانگ کر لائی تھی۔ لڑکی نے ایک نوجوان کو دیکھا جو ایک قیمتی اوورکوٹ پہنے اسی طرف آ رہا تھا۔ لڑکی نے سوچا شاید یہ نوجوان ٹکٹ خریدنے آیا ہے لیکن وہ لڑکی پر ایک نظر ڈالتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ لڑکی نے سوچا یہ کوئی امیر زادہ ہوگا تھرڈ کلاس کا ٹکٹ کیوں لے گا۔ قلی نے لڑکی کا سامان نیچے رکھنا چاہا تو وہ ڈانٹ کر بولی "میرا سامان یہاں نہ رکھو میں یہاں نہیں بیٹھوں گی۔" وہ وہیں کھڑی رہی۔ اوورکوٹ والا نوجوان بار بار لڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ لڑکی کو بھی اس بات کا احساس تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی غربت کا اظہار اس امیر لڑکے پر ہو۔

لڑکی اپنے چچا کی عیادت کے لیے دوسرے شہر جا رہی تھی۔ اس کی ماں نے چھوٹے بھائی کو ساتھ لے جانے کا کہا مگر لڑکی نے اکیلے ہی سفر کرنے پر اصرار کیا۔ لڑکی نے تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لیا اور اِدھر اُدھر دیکھتی رہی کہ کہیں وہ نوجوان اسے تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لیتے ہوئے نہ دیکھ لے لیکن وہ نوجوان اسے کہیں نظر نہ آیا۔

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

جیسے ہی گاڑی پلیٹ فارم پر آئی۔ لڑکی قلی کے پیچھے پیچھے انتظار گاہ سے نکلی۔ اس کی پہلی نظر اُسی نوجوان پر پڑی جو بڑی شان سے سگریٹ منھ میں دبائے اسے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ قلی لڑکی کا سامان لے کر تھرڈ کلاس ڈبے کی طرف بڑھا جہاں بہت زیادہ رش تھا۔ لڑکی بھی آگے بڑھی لیکن سامنے جو دیکھا تو وہی نوجوان کھڑا مسکرا رہا تھا۔ ارے قلی! تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟ وہ پوری طاقت سے چلائی اور قلی کو ساتھ لے کر اس ہجوم سے باہر نکل آئی۔ وہ ادھر اُدھر بلا مقصد گھومنے لگی جیسے ہی وہ انٹر زنانہ ڈبے کے سامنے پہنچی تو وہاں رک گئی اور قلی سے کہا کہ میرا سامان اس ڈبے میں رکھ دو۔ قلی کو بڑی حیرانی ہوئی کہ یہ لڑکی تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لے کر انٹر کلاس میں کیوں بیٹھ رہی ہے لیکن جب لڑکی نے اسے سامان کی اٹھوائی آٹھ آنے دی تو قلی یک دم کھل اٹھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنے چھوٹے سامان کی اٹھوائی آٹھ آنے بھی ہو سکتی ہے۔

وہ دروازے سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے دیکھا کہ نوجوان اوورکوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ٹھونسے کھڑا اسے ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہا ہے۔ گاڑی چلی تو وہ نوجوان بھی دوڑ کر آگے چلا گیا۔ سارا راستہ لڑکی خوف زدہ رہی کہ کہیں ٹکٹ چیکر آ کر ٹکٹ نہ چیک کر لے۔ جیسے ہی اس کا اسٹیشن آیا تو وہ خوش ہو گئی کہ میں یہاں اتر جاؤں گی اور میں نے اپنی مفلسی کو اس امیر نوجوان سے چھپا لیا ہے لیکن عجیب اتفاق تھا کہ نوجوان بھی اسی اسٹیشن پر اترا جس پر اسے اترنا تھا۔ لڑکی اب گیٹ سے گزرتے ہوئے اپنا تھرڈ کلاس کا ٹکٹ چھپانا چاہتی تھی لیکن ایسا نہ ہو سکا کیوں کہ اوورکوٹ والا نوجوان گیٹ کے پاس ہی کھڑا تھا۔ گیٹ کیپر کو ٹکٹ دیتے ہوئے اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ آخر اسے ٹکٹ دینا ہی پڑا۔ نوجوان نے بھی اسے تھرڈ کلاس کا ٹکٹ دیتے ہوئے دیکھ لیا اور وہ مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

لڑکی شرمندہ سی ہو کر چپکے سے گھر آ گئی۔ اس کی سرد جوشیوں پر اوس پڑ گئی تھی۔ کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ گھر والوں سے مل کر وہ دھوپ کھانے چھت پر آ گئی۔ وہ چھت پر ٹہل رہی تھی کہ اچانک اس کی نظر پڑوس کے صحن میں پڑی۔ کوئی نوجوان پرانی سی تہ بند باندھے بانس کی کھری چارپائی پر لیٹا تھا۔ پھونس کے چھپر میں ایک ادھیڑ عمر عورت باجرے کی موٹی موٹی روٹیاں پکا رہی تھی۔ دھوپ کھانے والے نے کروٹ بدلی تو

لڑکی نے دیکھا کہ یہ وہی اسٹیشن پر ملنے والا امیرزادہ ہے۔ نوجوان نے بھی اسے دیکھ کر پھرتی سے کروٹ بدل لی۔ چھپر میں ایک کھونٹی پر اوورکوٹ جھول رہا تھا۔ لڑکی نے اپنی چچازاد بہن سے پوچھا "بنو! اس مکان میں کون رہتا ہے؟" وہ بولی "اس مکان میں ایک بیوہ عورت اپنے لڑکے کے ساتھ رہتی ہے۔ اس کا لڑکا شہر میں پڑھتا ہے۔ یہ عورت ہمارے کپڑے سیتی ہے اور بہت کم سلائی لیتی ہے۔ لڑکی سورج کے رخ کھڑی ہو کر اپنے قیمتی برقعے کو گھورنے لگی۔

مضمون پر تبصرہ

ہاجرہ مسرور نے اس افسانے میں ایک بہت بڑی حقیقت کی نقاب کشائی کی ہے۔ انسان اپنے اوپر بناوٹ کا لبادہ اوڑھ کر اپنی اصل کو بھول جانا چاہتا ہے۔ اس کا مقصد دوسروں کو متاثر کرنا ہے۔ دوسروں کی چکاچوند میں خود بھی ویسا ہی بننا چاہتا ہے مگر وہ یہ بھول جاتا ہے کہ دوسرے لوگ بھی اسی دُنیا کے باسی ہیں۔ لڑکی کا اپنا برقع تو قیمتی تھا لیکن مانگے کا تھا اور اصل میں وہ لڑکی غریب تھی۔ اس نے محض ایک قیمتی اوورکوٹ کی وجہ سے نوجوان کو بھی کوئی امیرزادہ سمجھ لیا حالانکہ وہ بھی ایک غریب بیوہ کا غریب لڑکا تھا۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
متعجب	عجیب، حیرانی	اُکتا جانا	دل اچاٹ ہو جانا۔ [illegible]
ہلکا پھلکا	کم وزن کا	مختصر	چھوٹا
یہ	مراد یہ	دھندلی	غبار والی، غیر واضح
بے مائیگی	کم حیثیت	پھڑکنا	کانپنا، لرزنا
بکھیرنا	پھیلانا	لیٹ رہت ہے	لیٹ رہتی ہے
حقیقت	سچائی	نیم تاریک	کم روشن

کالی کلوٹی	کالے رنگ کی	اکا دکا	کوئی کوئی
کثیف	گاڑھا، آلودہ	رینگنا	پیٹ کے بل چلنا
امیر کبیر	بہت زیادہ امیر	درحقیقت	اصل میں
رکھے دیتے ہیں	رکھ دیتے ہیں	چرڑ چرڑ	اسم صوت، جوتے کی آواز
لرزنا	کانپنا	بے ساختہ	فوری، اچانک
ویٹنگ روم	انتظار گاہ	مجوری	مراد مزدوری
[illegible]	چمڑے کی بنی ہوئی	کپکپانا	سردی سے کانپنا
کاہے	مراد کیوں	مضطربانہ	بے چینی سے
کلبلانا	[illegible]	شوشہ چھوڑنا	فساد والی بات کہنا
کائنات	[illegible]	ہولڈال	بستر بند
بھاوج	بھابھی	بلا مبالغہ	بغیر کسی جھوٹ کے
جھرمٹ	حلقہ، گروہ، عورتوں کا حلقہ	[illegible]	کہاں، کس جگہ
محافظ	حفاظت کرنے والا	نجات	رہائی، چھٹکارا
اطمینان	تسلی	تھرڈ کلاس	تیسرے درجے کا
در آنا	اندر داخل ہونا	جھنکار	اسم [illegible] چھن
بیڑیاں	پاؤں کی زنجیریں	طرفہ	انوکھا، نرالا، [illegible]
گدڑی	فقیروں کا جبہ جس میں بہت سے پیوند لگے ہوتے ہیں	حائل ہونا	رکاوٹ ڈالنا، روکنا
مزین	آراستہ، سجا ہوا	ہجوم	بھیڑ

www.downloadclassnotes.com

پیمائش	فاصلہ ناپنا	طنز کرنا	دل آزاری والی بات کہنا
گوشہ	کونا	آرزو	تمنا، خواہش
بلامقصد	بغیر کسی مقصد کے	دفعتاً	اچانک
دل فریب	دل کو دھوکا دینے والی	تہ	آخری گہرائی
حقارت	ذلت، بے عزتی، نفرت	باعث	وجہ، سبب
جنبش	حرکت	پھریریاں آنا	چکر آنا
ملمع	جھوٹی، قلعی۔ زر دکھاوے کی چمک	اسباب	مال و زر
الوداع کرنا	رخصت کرنا	لڑھکنا	ڈھلوان سے ڈھلکنا
مفلس	غریب	مخمصے میں آ جانا	حیران ہونا
مصافحہ کرنا	ہاتھ ملانا	تذبذب	فکر، پریشانی
مضمحل	کمزور، ناتواں	شرابور	بھیگے ہوئے
برمانا	سوراخ کرنا	استقبال کرنا	خوش آمدید کہنا
گرم جوشی	بہت زیادہ جوش	عیادت	تیمارداری
اصرار کرنا	ضد کرنا	آنگن	صحن
اوندھا	الٹا	رخ	طرف

اہم اقتباسات کی تشریح

پیراگراف 1 اندھیری سڑک پہ ـــــــ نکل گیا۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: ملمع
(ب) مصنفہ کا نام: ہاجرہ مسرور

حل لغت

چرڑ چرڑ: اسم صوت، بوٹوں کی آواز۔ لرزتا ہوا: کانپتا ہوا۔ قبول صورت: واجبی سی شکل وصورت والا۔ اوورکوٹ: لمبا کوٹ جو گھٹنوں تک جسم کو ڈھانپ لے۔ بے ساختہ: فوراً، جلدی، بغیر سوچے سمجھے، غیر ارادی

سیاق وسباق

اسٹیشن پر کھڑی لڑکی کو تھرڈ کلاس ڈبے میں سفر کرنا تھا کیوں کہ وہ ایک غریب گھرانے کی لڑکی تھی لیکن گھر سے چلتے وقت اس نے اپنی خالہ جان کا برقع اوڑھ لیا جو نسبتاً قیمتی کپڑے کا بنا ہوا تھا۔ برقع پہن کر وہ سوچ رہی تھی شاید اس طرح میں امیر نظر آ رہی ہوں۔ اچانک اس نے ایک نوجوان کو دیکھا جس نے ایک قیمتی اوورکوٹ پہنا ہوا تھا۔ قلی جب لڑکی کا سامان پلیٹ فارم پر رکھنے لگا تو لڑکی نے اس بات میں اپنی ہتک محسوس کی اور وہ اونچی آواز میں کہنے لگی "میں یہاں ہرگز نہیں بیٹھوں گی۔"

تشریح

لڑکی تنہا سفر کر رہی تھی۔ وہ تیسرے درجے میں سفر کرنا چاہتی تھی کیوں کہ وہ ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتی تھی لیکن اپنے قیمتی برقع کی وجہ سے دیکھنے والوں کو وہ کوئی امیر اور آزاد خیال لڑکی لگ رہی تھی۔ اس بات کا لڑکی کو بھی احساس تھا۔ وہ پلیٹ فارم پر کھڑی اندھیرے میں گھور رہی تھی کہ اچانک سڑک پر کسی کے بوٹوں کی کھڑکھڑاہٹ ہوئی اور ایک سایہ کانپتا ہوا سا آگے بڑھنے لگا۔ جب وہ سایہ اسٹیشن کی تیز روشنی میں پہنچا تو لڑکی نے دیکھا کہ ایک واجبی سی شکل وصورت کا نوجوان ایک بھاری اوورکوٹ پہنے اسی طرف چلا آ رہا ہے۔ لڑکی ٹکٹ گھر کی کھڑکی کے پاس کھڑی تھی۔ اس نے سمجھا شاید یہ

نوجوان ٹکٹ لینے کے لیے اس طرف آ رہا ہے۔ وہ غیر ارادی طور پر مسکرانے لگی۔ نوجوان نے اپنی ٹائی کی گرہ درست کی اور لڑکی پر ایک نظر ڈالتا ہوا ٹکٹ گھر کے پیچھے چلا گیا۔

تبصرہ

اس پیراگراف میں بتایا گیا ہے کہ کسی کے ظاہر سے اس کے باطن کا اندازہ لگانے والے ہمیشہ غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں۔ کسی کی ظاہری حالت سے اس کی حیثیت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کیوں کہ ظاہری حلیہ دھوکا بھی ہو سکتا ہے۔ لڑکی نے بھی نوجوان کو ایک قیمتی اوورکوٹ پہنے دیکھ کر اندازہ لگایا کہ وہ کوئی امیر آدمی ہو گا مگر درحقیقت وہ بھی ایک غریب بیوہ کا غریب بیٹا تھا۔

پیراگراف 2 میں نے ان سے پوچھا کہ میں ——— سفر کرنا چاہیے۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: ملمع

(ب) مصنفہ کا نام: ہاجرہ مسرور

حل لغت

اُگلنا: کسی کھائی ہوئی چیز کو حلق کے راستے نکالنا۔ تنہا: اکیلے۔ بلامبالغہ: بغیر کسی جھوٹ کے۔ جھرمٹ: حلقہ، گروہ، عورتوں کا گروہ

سیاق و سباق

لڑکی کے چچا بیمار تھے۔ جب گھر والوں کو ان کی بیماری کا خط ملا تو لڑکی کی ماں نے خیال ظاہر کیا کہ اگر گھر سے کوئی ان کی عیادت کے لیے چلا جاتا تو اچھا تھا۔ ماں کا خیال تھا کہ ایسے وقت میں رشتے داروں کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ امی جان کی یہ بات سن کر لڑکی چچا کی عیادت کے لیے جانے پر تیار ہو گئی۔ جب اس نے جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو اس کی ماں نے کہا کہ اپنے چھوٹے بھائی کو ساتھ لے جاؤ کیوں کہ ایک لڑکی کا تنہا سفر کرنا مناسب نہیں لیکن لڑکی اس بات کو نہ مانی اور اس نے تنہا ہی سفر کرنے پر اصرار کیا۔

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

تشریح

جب لڑکی کی ماں نے کہا کہ اپنے بھائی کو ساتھ لے جاؤ تو لڑکی نے گھر والوں سے پوچھا "میں کوئی مٹھائی ہوں جو کوئی مجھے کھا لے گا اور چھوٹے بھائی عقیل کو میرے ساتھ دیکھ کر ڈر کے مارے حلق سے نکال دے گا۔ یہ سلمٰی اور رضیہ بھی تو لڑکیاں ہی ہیں کیسے مزے سے اکیلے ہی سفر کرتی ہیں۔" اس پر ماں نے کہا کہ وہ تو امیر آدمیوں کی لڑکیاں ہیں۔ اس پر لڑکی نے جواب دیا "پھر تو انھیں کم از کم ایک درجن نوکروں کو ساتھ لے کر سفر کرنا چاہیے پھر وہ اکیلے سفر کیوں کرتی ہیں۔"

تبصرہ

اس پیراگراف میں ہاجرہ مسرور نے ایک ماں کی فکرمندی اور ایک لڑکی کی خوداعتمادی کو بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے معاشرے کے ایک المیے کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ امیر آدمیوں کی لڑکیاں آزاد خیال ہوتی ہیں۔ ان پر کوئی پابندی نہیں ہوتی جب کہ غریب آدمی کی لڑکی کا تنہا سفر کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ ایک اچھی بات یہ بتائی گئی ہے کہ بھائی بہنوں کے محافظ ہوتے ہیں چاہے وہ چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں۔ دوسری طرف لڑکی خود اعتمادی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو لڈو پیڑا نہیں سمجھتی بلکہ پورے اعتماد سے سفر کرنے کے لیے تیار ہے۔ ایک پیراگراف میں کتنا کچھ بیان کیا ہے ہاجرہ مسرور نے۔ یہ ان کے فن کا منھ بولتا ثبوت ہے۔

حل مشقی سوالات

-1 درج ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیے:

(الف) قلی نے لڑکی کو پلیٹ فارم پر بیٹھ جانے کے لیے کہا تو اس پر لڑکی نے کس رویے کا اظہار کیا؟

جواب: جب قلی نے لڑکی سے پلیٹ فارم پر بیٹھنے کو کہا تو اس نے کسی قدر غصے سے کہا "نہیں میں یہاں نہیں بیٹھوں گی۔" لڑکی نے ایک خوب صورت ریشمی برقع اوڑھ رکھا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ میں یقیناً کسی امیر گھرانے کی لڑکی معلوم ہو رہی ہوں لیکن اصل میں وہ ایک مٹے ہوئے خاندان کی قابل لیکن پریشان

حال لڑکی تھی۔ اسی لیے جب قلی نے اسے پلیٹ فارم پر بیٹھنے کے لیے کہا تو وہ غصے میں آ گئی۔

(ب) لڑکی سفر کیوں کر رہی تھی؟

جواب: لڑکی کے گھر والوں کو لڑکی کے چچا جان کی بیماری کا خط ملا تھا۔ اس کی امی جان کا خیال تھا کہ گھر سے انھیں کوئی دیکھنے چلا جاتا تو اچھا تھا۔ یہ سن کر لڑکی جانے کے لیے تیار ہو گئی، وہ اپنے چچا کی عیادت کے لیے سفر کر رہی تھی۔

(ج) گھر والوں نے عقیل کو ساتھ لے جانے کا مشورہ دیا تو اس پر لڑکی نے کیا جواب دیا؟

جواب: جب امی جان نے کہا کہ تم عقیل کو ساتھ لے جاؤ۔ عقیل بچہ ہی سہی لیکن ہے تو لڑکا۔ گھر والوں کی یہ بات لڑکی کو زہر معلوم ہوئی۔ اس نے گھر والوں سے کہا کہ میں کوئی لڈو پیڑا ہوں جو کوئی مجھے کھا لے گا اور عقیل کو دیکھ کر ڈر کے مارے اُگل دے گا۔

(د) لڑکی سٹیشن پہنچی تو اس نے سب سے پہلے کیا دیکھا؟

جواب: جب لڑکی اسٹیشن پر پہنچی تو اس نے دیکھا کہ زمین اور بنچوں پر سینکڑوں آدمی لاشوں کی طرح پڑے سو رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ان سب کو سفر کرنا ہی نہ تھا۔

(ہ) لڑکی جس ڈبے میں سوار ہوئی، اس کا ماحول کیسا تھا؟

جواب: لڑکی جس ڈبے میں سوار ہوئی اس میں دو سیٹوں پر دو عورتیں رنگین لحافوں میں لپٹی ہوئی تھیں۔ ان کے ارد گرد بھاری بھاری بکس اور بڑی بڑی پوٹلیاں اس طرح پھیلی ہوئی تھیں کہ کسی کے بیٹھنے کی جگہ ہی نہیں تھی۔ تیسری سیٹ پر کونے میں ایک عورت بالکل دبلی پتلی بیٹھی اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔ اس کے قریب ہی ایک دوسرا بچہ جو زیادہ سے زیادہ دو سال کا ہوگا، بیٹھا منمنا رہا تھا۔ بالکل سوکھا، ہاتھ پاؤں کی کھال لٹکی ہوئی، جیسے وہ پیدائش کے بعد فوراً ہی بڑھاپے کی طرف چل دیا ہو۔

-2 متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) سبق "ملبع" کے ماخذ کا نام کیا ہے؟

(i) وہ لوگ (ii) سب افسانے میرے (iii) ہائے اللہ (iv) چوری چھپے

(ب) جب لڑکی ریلوے سٹیشن پہنچی تو گاڑی آنے میں دیر تھی:

(i) پندرہ منٹ (ii) آدھ گھنٹا (iii) ایک گھنٹا (iv) چند منٹ

(ج) سبق "طلوع" اصناف ادب کے لحاظ سے کیا ہے؟

(i) داستان (ii) افسانہ (iii) مضمون (iv) ناول

(د) "طلوع" کس کی تحریر ہے؟

(i) خدیجہ مستور (ii) ہاجرہ مسرور (iii) سجاد حیدر یلدرم (iv) اشرف صبوحی

(ہ) لڑکی نے قلی کو کتنی رقم دی؟

(i) اٹھنی (ii) ایک روپیا (iii) پانچ کا نوٹ (iv) دس روپے

(و) لڑکی کے سفر کا مقصد تھا:

(i) سیر سپاٹا (ii) بیمار چچا کی عیادت
(iii) خالہ زاد بہن کی شادی میں شرکت (iv) چھٹیاں گزارنا

(ز) لڑکی نے ریل کا سفر کس درجے میں کیا؟

(i) انٹر (ii) اوّل (iii) دوم (iv) اے سی

(الف)	(ii)	(ب)	(i)	(ج)	(ii)	(د)	(ii)
(ہ)	(i)	(و)	(ii)	(ز)	(i)		

3- لڑکی پر امیر زادے کی اصلیت کیسے واضح ہوئی؟

جواب: جب لڑکی اپنے چچا کے گھر پہنچی تو وہ بہت مضطرب تھی۔ وہ سفر کے سارے واقعات کو اپنے دل سے محو کر دینا چاہتی تھی۔ وہ اپنے چچا کے گھر چھت پر ٹہل رہی تھی۔ ٹہلتے ٹہلتے اپنا خیال ہٹانے کے لیے پڑوس کے مکان میں جھانکنے لگی۔ اس نے دیکھا گوبر سے لپے پتے آنگن میں بانس کی کھری چارپائی پر کوئی تہ بند باندھے اوندھا پڑا دھوپ لے رہا ہے۔ دھوپ کھانے والے نے کروٹ بدلی اور لڑکی کا دل دھڑکتے دھڑکتے جیسے ایک لمحے کے لیے تھک گیا ہو۔ وہی اسٹیشن کا امیر زادہ! اچانک دونوں کی نظریں چار ہوئیں۔ نوجوان نے تیزی سے کروٹ بدل لی۔ لڑکی نے اپنی چچازاد بہن سے پوچھا کہ اس گھر میں اب کون رہتا ہے۔ اس نے بتایا کہ یہاں ایک بیوہ اور اس کا لڑکا رہتا ہے جو شہر میں پڑھتا

.com
www

ہے۔ بے چاری سیدھی سادی عورت ہے۔ ہمارے سارے کپڑے یہی سیتی ہے۔ بہت کم سلائی لیتی ہے۔ اس طرح لڑکی پر امیرزادے کی اصلیت واضح ہو گئی۔

4- سبق کے متن کو مدِ نظر رکھ کر درست یا غلط پر نشان (✓) لگائیں۔

جواب: (الف) "گاڑی ہمیشہ لیٹ رہتی ہے۔" قلی نے کہا۔ (✓)

(ب) لڑکی کو ماموں کی بیماری کا خط ملا تھا۔ (x)

(ج) قلی ایک روپے کا سکہ پا کر خوش ہو گیا۔ (x)

(د) چچا کے ہاں لڑکی کا استقبال خوشی سے کیا گیا۔ (✓)

5- اردو میں اسم کی بلحاظ جنس دو قسمیں ہیں، مذکر اور مؤنث۔ یعنی ہر اسم، چاہے وہ جاندار ہو یا بے جان، مذکر ہوگا یا مؤنث۔ اگرچہ ماہرینِ قواعد نے تذکیر و تانیث کے کچھ اصول بنائے ہیں لیکن عام طور پر تذکیر و تانیث اہلِ زبان کی بول چال ہی کے تابع ہوتے ہیں اور بے جان اسموں کی تذکیر و تانیث کے سلسلے میں بھی اہلِ زبان کی گفتگو ہی سند قرار پاتی ہے۔ مندرجہ ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کی تذکیر و تانیث واضح ہو جائے۔

برقع، قلی، سڑک، لالٹین، لب، پیشانی، فرض، سائنس، گدڑی

الفاظ	تذکیر/تانیث	جملوں میں استعمال
برقع	مذکر	لڑکی نے اپنی خالہ کا برقع اوڑھ رکھا تھا۔
قلی	مذکر	قلی بولا، پلیٹ فارم پر بیٹھ جاؤ۔
سڑک	مؤنث	سڑک بہت شفاف تھی۔
لالٹین	مؤنث	بڑھیا نے لالٹین جلائی۔
لب	مذکر	حضرت بلالؓ کے لب موٹے تھے۔
پیشانی	مؤنث	اس کی پیشانی پسینے سے تر ہو گئی۔
فرض	مذکر	ہر شخص کو اپنا فرض ادا کرنا چاہیے۔
سائنس	مؤنث	میں آٹو موبائل کی ساری سائنس جانتا ہوں۔
گدڑی	مؤنث	قلی نے ایک پھٹی پرانی گدڑی پہنی ہوئی تھی۔

6- اس سبق کا خلاصہ اپنے الفاظ میں تحریر کیجیے۔

www.downloadclassnotes.com

جواب: دیکھیے خلاصہ

7- سبق "مجمع" کا سیاق و سباق ذہن میں رکھ کر درج ذیل نثر پاروں کی تشریح کیجیے۔

(الف) ارے قلی! تم مجھے ــــــــــ عبارت پڑھ رہی تھی۔

متن کا حوالہ 1- مضمون کا نام: مجمع　2- مصنفہ کا نام: ہاجرہ مسرور

سیاق و سباق

لڑکی ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ اس نے تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لیا تھا۔ تھرڈ کلاس میں بہت رش ہوتا ہے۔ جب گاڑی آئی تو قلی نے لڑکی کا سامان اٹھایا اور اسے ساتھ لے کر تھرڈ کلاس کے ڈبے کی طرف بھاگا۔ رش کی وجہ سے لڑکی لوگوں کے درمیان پھنس گئی۔ اس نے یوں محسوس کیا جیسے وہ کوئی قیدی ہو اور اسے جیل کی طرف لے جایا جا رہا ہو مگر کرتی بھی کیا، اس نے تو ٹکٹ ہی تھرڈ کلاس کا لیا تھا۔ اچانک اس کی نظر اُسی نوجوان پر پڑی جو بڑی دیر سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے تھرڈ کلاس ڈبے میں بیٹھنے کو اپنی ہتک سمجھا۔

تشریح

جب قلی لڑکی کو تیسرے درجے کے ڈبے کے پاس لایا اور لڑکے نے اُس امیر زادے لڑکے کو سامنے دیکھا تو غلطی مٹانے کے لیے قلی سے کہنے لگی کہ تم مجھے تیسرے درجے کے ڈبے میں کیوں لائے ہو۔ اس نے قلی کو اس بھیڑ میں سے باہر نکالا اور خواہ مخواہ پلیٹ فارم پر اِدھر اُدھر گھومنے لگی۔ اس کے سامنے بہت بڑی تعداد میں گندے مندے برقعوں میں ملبوس عورتیں اِدھر اُدھر گھوم رہی تھیں۔ اس نے دل میں سوچا۔ کاش میں بھی ایسے ہی کسی گندے برقعے میں لپٹی ہوتی تاکہ مجھے اس امیر زادے سے اپنی شخصیت نہ چھپانا پڑتی۔ کوئی اس کو طنز نہ کر سکتا۔ وہ ایسے ہی خیالوں میں گم ریل گاڑی کے ڈبوں پر لکھی ہوئی عبارتیں پڑھتی جا رہی تھی۔

(ب) لڑکی کا قلی ــــــــــ مسکرا رہا تھا۔

متن کا حوالہ 1- مضمون کا نام: مجمع　2- مصنفہ کا نام: ہاجرہ مسرور

سیاق و سباق

لڑکی ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ اس نے تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لیا تھا۔ تھرڈ کلاس میں بہت رش ہوتا ہے۔ جب گاڑی آئی تو قلی نے لڑکی کا سامان اٹھایا اور

اُسے ساتھ لے کر تھرڈ کلاس کے ڈبے کی طرف بھاگا۔ رش کی وجہ سے لڑکی لوگوں کے درمیان پھنس گئی۔ اس نے یوں محسوس کیا جیسے وہ کوئی قیدی ہو اور اسے جیل کی طرف لے جایا جا رہا ہو مگر کرتی بھی کیا۔ اس نے تو ٹکٹ ہی تھرڈ کلاس کا لیا تھا۔ اچانک اس کی نظر اسی نوجوان پر پڑی جو بڑی دیر سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے تھرڈ کلاس ڈبے میں بیٹھنے کو اپنی ہتک سمجھا۔

تشریح

جب گاڑی آئی تو لڑکی کے مزدور نے لڑکی کا سامان اٹھایا اور دروازے پر کھڑے مردوں کے درمیان میں سے راستا بنانے کی کوشش کرنے لگا۔ یہ تیسرے درجے کا ڈبا تھا۔ زیادہ تر لوگ اسی ڈبے میں سفر کر رہے تھے۔ لڑکی قلی کے پیچھے تھی کہ کہیں قلی اس کا سامان لے کر غائب ہی نہ ہو جائے۔ اتنے میں پیچھے سے بہت زیادہ لوگ ڈبے میں سوار ہونے کے لیے آ گئے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی فوج نے حملہ کر دیا ہو۔ ان لوگوں میں ایک عورت ایسی بھی تھی جس نے چاندی کی چوڑیاں پہن رکھی تھیں۔ اُس نے برقعے میں سے اپنا ہاتھ باہر نکالا اور لڑکی کو اپنا راستا روکے دیکھ کر زور سے دھکا دے دیا۔ لڑکی ایک جھٹکا لے کر گرنے سے تو بچ گئی لیکن اس کا دل یہی چاہ رہا تھا کہ اس عورت کا سجا سجایا برقعہ کھینچ کر بھاگ جائے یا پھر اسے ریل گاڑی سے نیچے دھکا دے دے۔ اسی اثنا میں اس کی نظر سامنے پڑی تو کیا دیکھتی ہے کہ سامنے وہی نوجوان کھڑا مسکرا رہا ہے جس کی نظروں سے وہ بچنا چاہتی تھی۔ نہیں چاہتی تھی کہ اسے معلوم ہو کہ وہ تیسرے درجے میں سفر کر رہی ہے۔

-8 اردو میں دوسری زبانوں کے الفاظ جذب کرنے کی بے پناہ صلاحیت موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ زبان دسیوں زبانوں کے الفاظ اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ ایک زمانے تک اس پر فارسی عربی الفاظ کا غلبہ رہا۔ اب کچھ عرصے سے انگریزی الفاظ بھی تیزی سے اس کا حصہ بنتے جا رہے ہیں۔ آپ اس افسانے میں استعمال ہونے والے انگریزی الفاظ کی ایک فہرست مرتب کریں۔

جواب: ریلوے، ٹکٹ، بینچ، اٹیچی کیس، ٹائی، تھرڈ کلاس، انٹر کلاس، ویٹنگ روم، سیکنڈ، سینڈل، ٹرنک، بیٹ، پلیٹ فارم، اوور کوٹ، اسٹیشن، ٹرین، گیٹ، بنڈل

سرگرمیاں

1- اس افسانے میں آپ کا پسندیدہ کردار کون سا ہے، اپنے لفظوں میں اس کا تعارف کروائیں اور پسندیدگی کی وجہ بھی لکھیں۔

جواب: مجھے اس افسانے میں اوور کوٹ پہننے والے نوجوان کا کردار پسند آیا ہے۔ اس نے بغیر اپنے منہ سے کوئی بات کہے اپنے کردار کی اہمیت کو منوا لیا۔ نوجوان ایک امیرزادہ نظر آنا چاہتا تھا حالاں کہ وہ بہت غریب تھا۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہا۔ اس نے اپنی حرکات و سکنات سے لڑکی کو احساس دلا دیا کہ میں ایک امیرزادہ ہوں جب کہ لڑکی کو اپنا آپ منوانے کے لیے بہت جتن کرنے پڑے۔ تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لے کر انٹر کے ڈبے میں بیٹھنا پڑا لیکن نوجوان نے ایسی کوئی حرکت نہ کی بلکہ سیدھے سادے انداز میں اپنے آپ کو منوا لیا۔ یہی اس کے کردار کی خوبی ہے، جس کی وجہ سے مجھے اس کا کردار پسند آیا ہے۔

2- ہاجرہ مسرور کا کوئی اور افسانہ جماعت میں پڑھ کر سنائیں۔

جواب: **چراغ کی لو**

شام کی اداس تاریکی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ بغیر پلستر کی دیواریں اندھیرے میں اور بھیانک نظر آنے لگیں۔ اچھن گھر میں اکیلی تھی۔ اسے اپنے باپ کا انتظار تھا جو کام سے فارغ ہو کر ابھی تک گھر واپس نہیں آیا تھا۔ اچھن نے تنہا اکیلے میں گھبرا کر رونا چاہا مگر آنسو حلق میں اٹک کر رہ گئے۔ وہ گھر میں تنہا تھی اور تاریکی میں اسے سفید سفید کپڑوں میں ملبوس ڈھانچے سے چلتے پھرتے نظر آنے لگے تھے۔ اگرچہ یہ اس کا وہم تھا۔ جسم بیماری سے خاصا کمزور تو تھا ہی، اس کا دماغ بھی ناکارہ سا ہو گیا تھا۔ اسے گھر میں یوں لگتا جیسے کوئی سفید سفید کپڑوں میں لپٹا چلا آ رہا ہے۔ بالکل ایسے ہی کپڑے اس کی ماں کو مرنے کے وقت پہنائے گئے تھے۔ اتنے میں اچھن کا باپ گھر آ گیا۔ اس نے آتے ہی بیڑی سلگائی اور چراغ جلانے کے لیے اچھن کو دیا سلائی دی۔ بیڑی کے دھوئیں سے اچھن کا دم الجھنے لگا اور اس نے باپ کو بیڑی پینے سے منع کیا۔ باپ نے ناراضی محسوس کی تو اچھن دل مسوس کر رہ گئی۔ اچھن چاہتی تھی کہ چراغ کی لو ذرا بڑھا دے تاکہ کمرے کی روشنی میں اضافہ ہو مگر باپ نے سمجھایا کہ انھیں معمولی تنخواہ میں صرف اتنا ہی تیل میسر آ سکتا ہے جس سے ہلکی سی روشنی ہو سکے۔ اچھن کا باپ ایک تاجر دکاندار کے

ہاں دس روپے ماہوار تنخواہ پر حساب کتاب کرنے کا کام کرتا تھا۔ مہنگائی آسمان سے باتیں کرنے لگی تھی۔ معاشرے کے ہر طبقے کے افراد کی تنخواہ اور مزدوری میں اضافہ ہوا مگر اچھن کے باپ کی تنخواہ دس روپے ماہوار ہی رہی۔ اس نے کئی بار چاہا کہ مالک سے تنخواہ بڑھانے کی استدعا کرے مگر مالک کا رویہ جارحانہ تھا۔ دس روپے ماہوار میں اسے زندگی کی کوئی آسائش میسر نہ آسکتی تھی۔ ناچار وہ طوعاً و کرہاً اسی تنخواہ پر کام کرتا رہا۔ اچھن کی ماں بیماری سے سسکتی اور غربت کے بوجھ تلے دبی دو سال پہلے انتقال کر چکی تھی۔ اس وقت گھر میں اس کے کفن دفن کے لیے کچھ نہ تھا۔ ایسے میں اچھن کے باپ نے مالک سے التجا کی جس نے کفن دفن کے لیے پچیس روپے امداد دی اور بیچاری کو زیرِ زمین سلا دیا گیا۔ اچھن چراغ کی دھیمی سی لو کے پاس دیوار سے ٹیک لگائے بے سدھ کھڑی تھی۔ اندھی روشنی سے اس کا دم الجھتا تھا۔ بیماری نے جسم میں سکت نہ چھوڑی تھی۔ باپ نے اچھن سے یوں کھڑا ہونے کی وجہ پوچھی۔ اچھن نے بتایا کہ وہ چراغ کی لو میں قدرے اضافہ کرنا چاہتی ہے۔ باپ نے سمجھایا کہ معمولی سی آمدن میں اتنا ہی تیل میسر آسکتا ہے۔ اچھن کو اپنے باپ پر غصہ آرہا تھا کہ وہ اس برائے نام روشنی پر کیوں قناعت کر رہا ہے جب کہ امرا کے مکانوں میں ساری ساری رات لالٹینوں کی روشنی جگمگاتی رہتی ہے۔ اچھن کا جھنجلایا ہوا دماغ یہ نہ سوچ سکا کہ اگر چراغ کی لو میں اضافہ کر دیا گیا تو اس کے لیے دو پیسے روز کا تیل کہاں سے آئے گا۔ اس کے باپ کو سخت محنت کا صرف اتنا معاوضہ ملتا تھا جس سے وہ جینے کی بجائے جینے کی بھونڈی سی نقل ہی اتار سکے۔ اچھن پیچ و تاب کھاتی ہوئی اپنی چارپائی پر لڑھک گئی۔ اس کا جی گھبرا رہا تھا۔ اسے ہر طرف سفید سفید تتے کپڑوں کی کھڑکھڑاہٹ صاف سنائی دے رہی تھی۔ اس نے رونا چاہا مگر بے چارگی میں اس کے آنسو حلق میں پھنس کر رہ گئے۔

<u>اساتذہ کرام کے لیے</u>

1- **ہاجرہ مسرور کا تعارف کروایا جائے۔**

جواب: دیکھیے حالاتِ زندگی

2- **طلبہ کے سامنے اچھے افسانے کے پلاٹ، کردار، فضا اور دیگر فنی لوازم کی وضاحت کی جائے۔**

جواب: افسانہ ایسی مختصر کہانی کو کہتے ہیں جو ایک نشست میں بیٹھ کر پڑھی جا سکے۔ افسانہ ہوتا تو تخیلی ہے مگر اس کے کردار ہمارے ہی معاشرے کا حصہ ہوتے

ہیں۔ یہ حقیقت سے قریب تر ہوتے ہیں۔ ان میں مافوق الفطرت باتیں نہیں کہی جاتیں بلکہ انسانی رویوں کی عکاسی کی جاتی ہے۔ کرداروں کی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے ارد گرد پلاٹ تعمیر کیا جاتا ہے جس پر کہانی کا دارومدار ہوتا ہے۔ ایک اچھے افسانے میں درج ذیل خصوصیات ہونی چاہئیں۔

-1	اختصار	-2	کردار نگاری	-3	مکالمہ نگاری
-4	منظر نگاری	-5	وحدت تاثر	-6	پلاٹ
-7	حقیقت نگاری	-8	انداز بیان	-9	قوت مشاہدہ
-10	زبان و بیان	-11	زمان و مکاں	-12	مقصدیت

-3 طلبہ کو افسانے کی بالعموم اور اس افسانے کی بالخصوص اہم خصوصیات بتائی جائیں۔

جواب: ہاجرہ مسرور کا یہ افسانہ ہمارے معاشرتی رویوں کی عکاسی کرتا ہے۔ ہم اپنی ذات پر مصنوعی خول چڑھا لیتے ہیں۔ اپنی ظاہری حالت سے اپنے حقائق چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح ہم اپنے گھر سے نکل کر کئی بار اپنے ہی گھر آ جاتے ہیں۔ ہاجرہ مسرور نے بڑے خوب صورت انداز اور بے تکے الفاظ میں ہمارے ارد گرد پائے جانے والے کرداروں کی نفسیات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ متوسط طبقے کے لوگ اپنے اوپر ملمع کاری کر لیتے ہیں، مگر جب یہ ملمع اترتا ہے تو انھیں پتا چلتا ہے کہ ہر چمکنے والی چیز سونا نہیں ہوتی۔ وہ سونے کے دھوکے میں جس کے پیچھے آئے ہیں وہ اصل میں پیتل ہے۔

اہم معروضی سوالات

متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) لڑکی اسٹیشن پر پہنچی تو بج چکے تھے:

(i) ساڑھے نو (ii) ساڑھے دس
(iii) ساڑھے گیارہ (iv) ساڑھے بارہ

(ب) لڑکی برقع مانگ کر لائی تھی:

(i) چچی جان سے (ii) پھوپھی سے
(iii) خالہ سے (iv) ممانی سے

www.downloadclassnotes.com

(ج) امی جان نے نہ جانے کب سے روپے جوڑ کر رکھے تھے:

(i) تین (ii) چار

(iii) پانچ (iv) دس

(د) امیر لڑکیوں کو بلا مبالغہ سفر کرنا چاہیے:

(i) دو نوکروں کے ساتھ (ii) پانچ نوکروں کے ساتھ

(iii) دس نوکروں کے ساتھ (iv) درجن نوکروں کے ساتھ

(ہ) لڑکی ٹکٹ خریدنا چاہتی تھی:

(i) اول درجے کا (ii) انٹر درجے کا

(iii) تھرڈ کلاس کا (iv) سیکنڈ کلاس کا

(و) لڑکی نے قلی کو سامان اٹھانے کی اجرت دی:

(i) چار آنے (ii) آٹھ آنے

(iii) ایک روپیا (iv) دو روپے

(ز) چچا کے ہاں لڑکی کا استقبال اس لیے گرم جوشی سے کیا گیا کہ

(i) اس نے تنہا سفر کیا (ii) چچا کی عیادت کے لیے آئی

(iii) پہلی بار تشریف لائی (iv) وہ اکلوتی بھتیجی تھی

(ح) لڑکی نے چائے کی ایک پیالی پی:

(i) ٹھنڈے شربت کی طرح (ii) کافی کی طرح

(iii) سادہ پانی کی طرح (iv) کڑوی دوائی کی طرح

(ط) لڑکی نے پڑوس کے صحن میں دیکھا:

(i) ٹرین والے نوجوان کو (ii) دو چھوٹے بچوں کو

(iii) بہت سے جانوروں کو (iv) ایک برقع پوش خاتون کو

(ی) چھپر میں ایک کھونٹی پر جھول رہا تھا:

(i) ایک نفیس برقع (ii) ایک نیا پراندہ

(iii) ایک قیمتی اوورکوٹ (iv) ایک چلنے والا دوپٹا

(الف)	(iii)	(ب)	(iii)	(ج)	(i)	(د)	(iv)
(ہ)	(iii)	(و)	(ii)	(ز)	(i)	(ح)	(iv)
(ط)	(i)	(ی)	(iii)				

شفیع عقیل
(1930ء)

چغل خور

تدریسی مقاصد

- چغل خوری کی مذمت کرنا
- طلبہ کو چغل خوری کے بُرے اثرات سے آگاہ کرنا
- طلبہ کو چغل خوری سے بچنے کے بارے میں بتانا
- طلبہ کو لوک داستان کے پس منظر سے آگاہ کرنا
- طلبہ کو شفیع عقیل کے حالات سے آگاہ کرنا
- طلبہ کو شفیع عقیل کے اسلوب سے واقفیت کروانا
- طلبہ کو جملہ معترضہ کے بارے میں معلومات دینا

مصنف کے حالاتِ زندگی

نام: شفیع عقیل، تاریخ پیدائش: 1930ء جائے پیدائش: تھیہ پنڈ لاہور

تعلیم: آپ نے ابتدائی تعلیم لاہور میں حاصل کی۔ لاہور سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ کراچی چلے گئے۔ کراچی میں آپ نے صحافت کو بطور پیشہ اپنایا۔ پھر آپ "روزنامہ جنگ" سے وابستہ ہو گئے۔ آپ نے ساری زندگی "روزنامہ جنگ" میں ہی اپنے فرائض انجام دیے۔ مدت ملازمت پوری ہونے کے بعد بھی آپ اسی ادارے سے وابستہ رہے اور روزنامہ جنگ کے تحت شائع ہونے والے ہفت روزہ "اخبارِ جہاں" کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ بچوں کے ایک رسالے "بھائی جان" کے بھی ایڈیٹر رہے۔ آپ نثر نگار ہونے کے ساتھ ساتھ پنجابی اور اُردو زبان کے شاعر بھی ہیں۔

آپ نے مختلف زبانوں کی لوک کہانیوں کو اُردو میں ترجمہ کیا اور اردو ادب میں ایک گراں قدر اضافہ کیا۔ ان کہانیوں میں ''جرمن کی لوک کہانیاں'' اور ''جاپان کی لوک کہانیاں'' شامل ہیں۔

تصانیف: آپ کی لکھی ہوئی اور ترجمہ کی ہوئی کتابوں کی تعداد بیس سے زائد ہے۔ ان میں شاعری کے دو مجموعے بھی شامل ہیں جن کے نام ''سوچاں دی زنجیر'' اور ''زہر پیالا'' ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی کتاب ''پنجابی کے پانچ قدیم شاعر'' بھی قابلِ ذکر ہے۔

آپ نے بچوں کے جرمن ادب کا اردو زبان میں ترجمہ کیا اور بچوں کے لیے بڑی خوب صورت کہانیاں پیش کیں۔ آپ کی کتاب ''لوک کہانیاں'' سات زبانوں میں شائع ہو چکی ہے۔

مرکزی خیال

اس لوک داستان کا مرکزی خیال چغل خوری کی مذمت کرنا ہے۔ رذائل اخلاق میں چغل خوری ایک بدترین عادت ہے جو معاشرے میں بے پناہ بگاڑ اور فساد برپا کرتی ہے۔ چغل خور دو آدمیوں کے درمیان جھوٹی باتیں کر کے ان میں فساد برپا کروا دیتا ہے۔ دیہاتی چغل خور اسی عادتِ بد میں مبتلا تھا۔ پہلے وہ ایک گاؤں میں ذلیل و خوار ہوا اور اپنی چغل خوری ہی کی وجہ سے دوسرے گاؤں سے بھی بھاگنا پڑا۔

اہم نکات

- دیہاتی چغل خور
- گاؤں والوں کا اعتماد اٹھ جانا
- کسان کے ہاں ملازمت
- چھے ماہ بعد چغلی کھانے کی اجازت
- کسان کی بیوی کو بدگمان کرنا
- کسان سے جھوٹ بولنا
- کسان کے سالوں کے پاس جانا
- کسان کے بھائیوں کے پاس جانا
- آپس میں دنگا فساد
- چغل خور کا بھاگ جانا

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

خلاصہ

کسی گاؤں میں ایک چغل خور رہتا تھا۔ وہ چغلی کی عادت بد میں جکڑا تھا۔ وہ لاکھ کوشش کے باوجود اپنی عادت نہ چھوڑ سکا۔ اس عادت کے نتیجے میں اسے اپنی ملازمت سے ہاتھ بھی دھونا پڑے۔ نوبت فاقوں تک آ گئی۔ اسے کسی دوسری جگہ بھی ملازمت نہیں ملتی تھی کیوں کہ ہر کوئی اس کی چغل خوری سے واقف ہو چکا تھا۔ اس نے کسی دوسرے گاؤں جا کر قسمت آزمانے کا فیصلہ کیا۔

وہ ایک کسان کے پاس پہنچا۔ کسان اکیلا تھا، اسے کام کاج کے لیے ایک آدمی کی ضرورت تھی۔ چغل خور کھیتی باڑی کا کام جانتا تھا۔ چغل خور روٹی کپڑے کی شرط پر ملازم ہو گیا۔ اس نے کسان سے کہا کہ اس کے علاوہ میں چھے ماہ بعد ایک چغلی کھایا کروں گا۔ کسان نے سوچا مفت کا ملازم ہے۔ چغلی کھانے سے میرا کیا بگڑے گا۔ میرا کون سا راز ہے جو ظاہر ہو جائے گا۔

چغل خور ملازمت کرتا رہا۔ چھے ماہ بیت گئے۔ چغل خور نے چغلی کھانے کا کام شروع کیا۔ وہ کسان کی بیوی کے پاس آیا اور اسے کہا کہ کسان کوڑھی ہو گیا ہے، اس کی نشانی یہ ہے کہ کوڑھی کا گوشت نمکین ہو جاتا ہے۔ بیوی کو شک ہو گیا۔ اس نے کہا "میں کل اس کا جسم چاٹ کر آزمائش کروں گی۔" اس کے بعد چغل خور کسان کے پاس گیا اور کہا "تمھاری بیوی پاگل ہو گئی ہے اور کاٹنے کو دوڑتی ہے۔" کسان بولا "آج تو میں کھیت میں ہوں۔ کل وہ آئے گی تو اس کی آزمائش کروں گا۔" وہاں سے چغل خور کسان کے سالوں کے پاس پہنچا اور کہا "آپ یہاں آرام سے بیٹھے ہیں اور وہاں کسان روزانہ آپ کی بہن کو مارتا ہے۔" کسان کے سالوں نے کہا "ہم اس بات کو آزمائیں گے۔" جب چغل خور نے دیکھا کہ ان لوگوں نے میری بات پر اعتبار کر لیا ہے تو وہ کسان کے بھائیوں کے پاس گیا اور کہنے لگا "آپ کیسے بھائی ہیں، کہ آپ کے ایک بھائی کو اس کے سالے روز مارتے ہیں اور آپ چپ چاپ تماشا دیکھتے رہتے ہیں۔ اگر

Visit **www.downloadclassnotes.com** for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

آپ کو میری بات پر یقین نہیں تو کل کھیت میں آ کر خود دیکھ لینا۔" کسان کے بھائی بولے "ہم کل ضرور آئیں گے۔"

اس طرح چغل خور سب کو بھڑکا کر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ دوسرے دن کسان کی بیوی کسان کے لیے کھانا لے کر آئی۔ وہ موقع کی تلاش میں تھی کہ کسی طرح کسان کا جسم چاٹ کر آزمائش کرے۔ اُدھر کسان بھی اس کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ جیسے ہی کسان کی بیوی کسان کا بازو چاٹنے کے لیے آگے بڑھی، کسان سمجھا شاید یہ مجھے کاٹنے لگی ہے۔ اُس نے جوتا اتار کر بیوی کی پٹائی شروع کر دی۔ کھیت میں چھپے کسان کے سالوں نے جب یہ منظر دیکھا تو انھیں چغل خور کی بات کا یقین آ گیا۔ وہ بھاگے بھاگے آئے اور کسان پر پل پڑے۔ دوسری طرف کسان کے بھائی بھی آ گئے۔ انھوں نے کسان کے سالوں پر لاٹھیاں برسانا شروع کر دیں۔ لوگوں نے آ کر انھیں چھڑایا اور پوچھا کہ کیا بات ہے۔ آپ کیوں لڑ رہے ہیں۔ اس پر سب نے اپنی اپنی بات بتائی کہ نوکر نے ہمیں اس طرح بتایا ہے۔ سب چغل خور کو ڈھونڈنے لگے مگر چغل خور اپنا کام کر کے جا چکا تھا۔ آج کوئی چغل خور اپنے آپ کو چغل خور نہیں کہتا کیوں کہ وہ اس بات سے ڈرتا ہے کہ کہیں کسان اور اس کے بھائی سن نہ لیں اور اسے جان سے مار دیں۔

مضمون پر تبصرہ

"چغل خور" اصل میں ایک لوک داستان ہے۔ شہر ہوں یا دیہات، چغل خوری معاشرے کے لیے سم قاتل ہوتی ہے۔ دین میں اس کی بہت زیادہ مذمت کی گئی ہے۔ مصنف نے ایک دلچسپ قصے کے انداز میں چغل خوری کے بد اثرات سے آگاہ کیا ہے۔ چغل خوری غیبت ہی کی ایک قسم ہے۔ کسی کی پیٹھ پیچھے ایسی برائی کرنا کہ جو اس کی موجودگی میں کی جائے تو اسے بُرا محسوس ہو، چغلی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجرات میں چغل خور کے لیے کہا ہے کہ چغلی کھانے والا ایسا ہے جیسے وہ اپنے بھائی کا کچا گوشت کھاتا ہو۔ چغل خوری سے ہر حال میں بچنا چاہیے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
دراصل	حقیقت میں	چغل خور	غیبت کرنے والا، چغلی کھانے والا
[illegible]	معائنہ کرنا	کنکھیوں سے دیکھنا	ترچھی نگاہ سے دیکھنا
پونجی	سرمایہ، ملکیت	ملازمت سے ہاتھ دھو بیٹھنا	ملازمت ختم ہو جانا، ملازمت جاتی رہنا
سر توڑ کوشش	زبردست کوشش	آؤ دیکھا نہ تاؤ	جلدی سے کچھ کر بیٹھے
منہ نہ لگانا	بات نہ کرنا	للکارنا	نعرہ مارنا، آواز دینا
مسلسل	[illegible]	دردر کی خاک چھاننا	بہت ذلیل و خوار ہونا
سرپھٹول	مار کٹائی	پل پڑنا	اچانک ٹوٹ پڑنا
لوک داستان	عوامی کہانی	قسمت آزمائی	اپنے نصیب کو آزمانا
جبر	سختی	[illegible]	معمول کے مطابق
حیران کن	حیران کر دینے والا	کوڑھ	جذام کا مرض
شش و پنج	پریشانی، ادھیڑ بن	ہلکان ہونا	[illegible] حیران ہونا
کانوں کان خبر نہ ہونا	بالکل پتا نہ چلنا	تلملانا	[illegible]
عادتِ بد	بُری عادت	ملازمت	نوکری
دریافت کرنا	پوچھنا	اطمینان	تسلی
آمادہ	تیار	راز	بھید، چھپی بات
ظاہر	نمایاں	بیت جانا	عرصہ گزر جانا

چاہ	چاہت، چاہنا	جبر کرنا	سختی کرنا
مدت	عرصہ	تعجب	حیرانی
تجویز	رائے	ادھ موا	آدھا مرا ہوا، مرنے کے قریب
زدوکوب کرنا	مارنا پیٹنا	چھاچھ	لسی
سرکنا	کھسکنا	تسلیم کرنا	ماننا

پیراگراف کی تشریح

پیراگراف 1: اگلے وقتوں کی بات ــــــــ کامیاب نہ ہو سکا۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام چغل خور
(ب) مصنف کا نام شفیع عقیل

حل لغت

اگلے وقتوں کی بات: پرانے دور کا قصہ۔ چغل خور: غیبت کرنے والا۔ بارہا: کئی بار۔ دراصل: حقیقت میں۔ ملازمت: نوکری۔ خیلہ کار: فارغ، جسے کوئی کام نہ ہو۔ بیشتری: بہت زیادہ

سیاق وسباق

اس مضمون میں ایک دیہاتی چغل خور کا سبق آموز قصہ بیان کیا گیا ہے جو اپنی چغل خوری کی بری عادت کی وجہ سے ذلیل و خوار ہو گیا۔ وہ ہمیشہ لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاتا تھا اور اس طرح انھیں آپس میں بدگمانی میں مبتلا کر دیتا تھا۔ چغل خوری اس کی فطرتِ ثانیہ بن چکی تھی۔ وہ کوشش کے باوجود اس بری عادت سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکا تھا۔ پہلے اس نے اپنے گاؤں میں فساد برپا کروایا اور وہاں

www. .com

ذلیل و خوار ہوا۔ نوکری سے بھی ہاتھ دھونا پڑے۔ فاقوں تک نوبت آئی تو اس نے کسی دوسرے شہر جا کر قسمت آزمانے کا فیصلہ کیا مگر اپنی بری عادت کی وجہ سے وہاں سے بھی اسے بھاگنا پڑا۔

تشریح

اس پیراگراف میں مصنف بیان کرتا ہے کہ کسی بستی میں ایک ایسا شخص رہتا تھا جسے چغلی کھانے کی بہت عادت تھی۔ وہ ایک دوسرے کی برائی بیان کیا کرتا تھا اور لوگوں میں دشمنی، نفرت اور عداوت کا بیج بویا کرتا تھا۔ اس کا مشغلہ یہی تھا کہ وہ لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاتا رہے۔ یہ بری عادت اس کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی۔ وہ بڑے جتن اور کوشش کے باوجود اپنی اس عادت سے پیچھا نہ چھڑا سکا۔ اس کا ضمیر مردہ ہو چکا تھا۔ اگر اس میں احساس نام کی کوئی چیز ہوتی اور اس میں ضمیر کی خلش موجود ہوتی تو وہ اپنی اس اخلاقی برائی سے چھٹکارا پا سکتا تھا۔ اس نے بار بار اس بات کا عہد کیا کہ اب وہ کسی کی چغلی نہیں کھائے گا لیکن چونکہ وہ دل سے ارادہ نہیں کرتا تھا، اس لیے ہر بار ناکام رہتا تھا۔ اپنی اس بری عادت کی وجہ سے چغل خور کو اپنی ملازمت سے بھی ہاتھ دھونا پڑے۔ وہ بے کار ہو گیا۔ اس نے سوچا کہ میں کسی اور جگہ ملازمت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں، مگر اس کے اپنے گاؤں میں کسی نے بھی اسے ملازمت نہ دی کیوں کہ سب ہی لوگ اس کی چغل خوری والی عادت سے واقف ہو چکے تھے۔

تبصرہ

شفیع عقیل نے بڑے دلچسپ انداز میں ایک اخلاقی برائی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ محض زبان کا چسکا پورا کرنے کے لیے لوگ ایک دوسرے کی چغلی کرتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ ان کی یہ چھوٹی سی بات کتنے بڑے فتنے کو جنم دیتی ہے۔ گھر کے گھر اجڑ جاتے ہیں اور چغل خور کو اس بات کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ وہ کیا کر بیٹھا ہے۔ چغل خور کا اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ وہ معاشرے میں ذلیل و خوار ہو جاتا ہے لیکن ان سب باتوں کے باوجود وہ چغلی جیسی قبیح برائی سے باز نہیں آتا۔

پیراگراف 2: اور اس کے بعد وہ سب ــــــــ کہیں اور جا چکا تھا۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: چغل خور

(ب) مصنف کا نام: شفیع عقیل

حل لغت

پل پڑنا: ٹوٹ پڑنا، حملہ کرنا۔ سر پھٹول: لڑائی مار کٹائی۔ اردگرد: آس پاس۔ بیچ بچاؤ کروانا: صلح کروانا، جھگڑا ختم کروانا۔ کیا دھرا ہے: کام ہے۔ چغل خور: غیبت کرنے والا

سیاق و سباق

پہلے تو چغل خور نے کسان کی بیوی اور کسان کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکایا۔ کسان کی بیوی سے کہا کہ کسان کوڑھی ہو گیا ہے۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کا گوشت نمکین ہو گیا ہے۔ دوسری طرف کسان سے کہا کہ تمھاری بیوی پاگل ہو گئی ہے جو کاٹنے کو دوڑتی ہے۔ ایک طرف کسان کے سالوں کو بھڑکایا کہ تمھارا بہنوئی تمھاری بہن کو روزانہ پیٹتا ہے تو دوسری طرف کسان کے بھائیوں سے جا کر کہہ دیا کہ تمھارے بھائی کے سالے تمھارے بھائی کو زد و کوب کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح چغل خور نے کانی لگائی بجھائی کر کے فتنے کی آگ بھڑکا دی۔

تشریح

جب کسان کی بیوی نے کسان کے جسم کو اپنی زبان سے چکھنے کی کوشش کی تو کسان سمجھا کہ میری بیوی واقعی پاگل ہو گئی ہے اور مجھے کاٹنا چاہتی ہے۔ اس نے جوتا اتار کر اپنی بیوی کی پٹائی شروع کر دی۔ ادھر جب کھیت میں چھپے ہوئے کسان کے سالوں نے دیکھا کہ کسان ان کی بہن کو مار رہا ہے تو وہ بھاگے بھاگے آئے اور کسان کو مارنے لگے۔ دوسری طرف کسان کے بھائی بھی لاٹھیاں لے کر میدان میں کود پڑے۔

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

اس کے بعد سب آپس میں گتھم گتھا ہو گئے۔ ہاتھا پائی ہوئی۔ لاٹھیاں برسنے لگیں۔ ایک دوسرے کے سر پھوڑ دیے گئے۔ خون بہنے لگا اور سب لہولہان ہو گئے۔ سب رشتے ناتے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ آخر کار آس پاس کے کھیتوں میں کام کرنے والے مزارع، کسان اور کارکن وغیرہ بھاگ کر پہنچے اور انھوں نے مداخلت کرتے ہوئے ایک دوسرے کو ہٹایا اور لڑنے کی وجہ پوچھی۔ سب نے بتایا کہ نوکر نے ان سے اس قسم کی باتیں کی تھیں۔ سب اپنی بات ختم کر چکے تو حقیقت سامنے آئی کہ سب کچھ چغل خور کا کیا دھرا ہے۔ سب مل کر چغل خور کو تلاش کرنے لگے، لیکن افسوس کہ چغل خور اس وقت تک گاؤں چھوڑ کر جا چکا تھا۔

تبصرہ

چغل خوری کے نتیجے میں فتنہ و فساد برپا ہوتا ہے۔ پہلے پہل تو لوگ سچ سمجھتے ہیں لیکن جب حقیقت سامنے آتی ہے تو پچھتاوے کا وقت گزر چکا ہوتا ہے۔ شفیع عقیل نے بڑے دلچسپ انداز میں چغل خوری کے برے اثرات سے آگاہ کیا ہے۔ انھوں نے کہانی ہی کہانی میں بتا دیا ہے کہ ایک چھوٹی سی چغلی کتنے بڑے فساد کا پیش خیمہ بن گئی۔ کتنے گھر اس سے متاثر ہوئے۔ خون خرابے تک نوبت جا پہنچی اور جب حقیقت کھلی تو کچھ بھی نہ تھا۔ صرف چغل خور کی زبان کا چسکا تھا۔

حل مشقی سوالات

۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) کسان نے چغل خور کو کن شرائط پر ملازم رکھا؟

جواب: کسان نے چغل خور کو اپنے ہاں دو شرائط پر ملازم رکھا۔ پہلی شرط صرف روٹی کپڑا مہیا کرنا تھا اور دوسری شرط یہ تھی کہ چغل خور کو چھے ماہ بعد کسان کی چغلی کھانے کی اجازت دے دی جائے۔ دوسری شرط بڑی عجیب تھی لیکن کسان

www.downloadclassnotes.com

اس پر رضامند ہو گیا۔ اس نے سوچا چغلی کھانے سے میرا کیا بگڑے گا۔ میرا کون سا راز ہے جو ظاہر ہو جائے گا۔ مجھے تو مفت میں کام کرنے کے لیے نوکر مل گیا ہے۔

(ب) چغل خور نے کسان کی بیوی کو کیا کہہ کر بدگمان کیا؟

جواب: جب چغل خور کو کام کرتے چھے مہینے بیت گئے تو چغل خور کسان کی بیوی کے پاس آیا اور کہنے لگا "تمھیں پتا ہے کہ کسان کوڑھی ہو گیا ہے۔ اس نے اب تک تم سے اپنی یہ بیماری چھپائے رکھی ہے، میں تمھیں کوڑھی کی ایک نشانی بتاتا ہوں کہ کوڑھی کا گوشت نمکین ہو جاتا ہے۔ تم اس کا گوشت چاٹ کر اس بات کی تصدیق کر سکتی ہو۔" یوں چغل خور نے کسان کی بیوی کو کسان سے بدگمان کر دیا۔

(ج) ہر چغل خور کس بات کو ماننے سے انکار کرتا ہے؟

جواب کوئی چغل خور یہ بات نہیں مانتا کہ وہ چغل خور ہے۔ اس کو ڈر ہے کہ کہیں کسان کے بھائی اور اس کے ساتھ والے پہچان نہ لیں اور مار ڈالیں۔

(د) چغل خور کو اپنی بری عادت سے کیا نقصان اٹھانا پڑا؟

جواب: گاؤں کے سارے لوگ چغل خور کی عادت سے واقف ہو گئے۔ انھوں نے چغل خور کا اعتبار کرنا چھوڑ دیا۔ چغل خوری کی وجہ سے چغل خور کو اپنی ملازمت سے بھی ہاتھ دھونا پڑے اور پھر اسے کہیں اور بھی ملازمت نہ ملی۔ یوں چغل خور کی بری عادت کی وجہ سے نوبت فاقوں تک پہنچ گئی۔

2- لوک کہانی کی مختصر تعریف کیجیے۔

جواب:

لوک کہانی

ایسی کہانی جس میں خیالی اور تصوراتی قصہ بیان کیا گیا ہو، اسے لوک کہانی کہا جاتا ہے۔ یہ کسی ایک آدمی کی تخلیق نہیں ہوتی بلکہ نسل در نسل سفر کرتی ہے اور

وقت کے ساتھ ساتھ اس میں اضافہ اور ترمیم ہوتی رہتی ہیں۔ اس طرح ہمیں ایک ہی کہانی کئی روپ میں پڑھنے کو ملتی ہے۔
جو لوگ لوک کہانیوں پر تحقیق کرتے ہیں وہ لوک کہانیوں یا داستانوں کی باقاعدہ درجہ بندی کرتے ہیں، جو کہانیاں عوام میں زیادہ مقبولیت اختیار کریں، انھیں پہلے درجے پر رکھا جاتا ہے۔
لوک کہانیاں کسی بھی ملک کی ہوں، ان میں بہت سی باتیں مشترک ہوتی ہیں۔ وہی حسین و جمیل شہزادیاں اور وہی خوب صورت اور بہادر شہزادے ہیں۔ وہی خوف ناک دیو ہیں اور وہی ڈراؤنے جن ہیں۔ وہی اڑن قالین اور وہی لکڑی کی کھڑاؤں ہیں جو پلک جھپکنے میں ایک ملک سے دوسرے ملک میں لے جاتی ہیں۔ نیکی کا سبق دینے والے فقیر اور سادھو بھی وہی ہیں اور کسی دیو کی قید سے شہزادی کو آزاد کروانے والے دھن کے پکے شہزادے بھی وہی ہیں جن کے ارادے کی راہ میں کوئی سمندر رکاوٹ نہیں بن سکتا نہ ہی کوئی پہاڑ ان کی راہ میں حائل ہو سکتا ہے۔
ان کہانیوں میں ایک بات ضرور دیکھنے میں آتی ہے کہ جیت ہمیشہ سچائی کی ہوتی ہے۔ اس لیے ایسی کہانیاں آج بھی لوگوں کے دلوں میں زندہ ہیں۔
لوک کہانیاں زیادہ تر اختصار سے لکھی جاتی ہیں۔ ان کہانیوں کا انداز بھی بیانیہ ہوتا ہے۔ ایسی کہانیوں میں مکالمے نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔

-3 سبق "چاچل خور" کے متن کو سامنے رکھ کر درست جواب پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) سبق "چاچل خور" مصنف کی کس کتاب سے ماخوذ ہے؟

(i) پنجابی لوک داستانیں (ii) چینی لوک کہانیاں
(iii) پنجاب کی لوک کہانیاں (iv) جاپانی کہانیاں

(ب) چاچل خور کہاں رہتا تھا؟

(i) گاؤں (ii) قصبہ
(iii) شہر (iv) بیرونِ ملک

(ج) اپنے گاؤں کو چھوڑ کر چاچل خور کہاں پہنچا؟

(i) دوسرے گاؤں (ii) شہر

(iii) بڑے قصبے (iv) دیہی

(د) چغل خور کون سا کام جانتا تھا؟

(i) لکڑی کا (ii) معماری کا

(iii) لوہے کا (iv) کھیتی باڑی کا

(ہ) چغل خور نے روٹی کپڑے کے علاوہ تنخواہ کی بجائے کیا رعایت مانگی؟

(i) چھٹے ماہ بعد ایک چغلی کھانے کی (ii) ہر عید پر دس چھٹیاں

(iii) ایک سو روپے (iv) دو سو روپے نقد اور ایک چغلی

(و) چغل خور نے کیا بتایا کہ کوڑھی کا جسم کیسا ہو جاتا ہے؟

(i) نمکین (ii) میٹھا

(iii) کھٹا (iv) کڑوا

(ز) چغل خور اس لیے نہیں مانتا کہ وہ چغل خور ہے:

(i) اسے ملازمت نہیں ملتی (ii) چغلی لوگ کھاتے ہیں

(iii) کسان کے بھائیوں اور سالوں سے ڈرتا ہے

(iv) اسے اپنی بے عزتی کہتا ہے

(ح) چغل خور کو چغل خور کہیں تو وہ:

(i) لڑ پڑتا ہے (ii) بھاگ جاتا ہے

(iii) ناراض ہو جاتا ہے (iv) اسے اپنی بے عزتی کہتا ہے

(iv)	(د)	(i)	(ج)	(i)	(ب)	(i)	(الف)
(iii)	(ح)	(iii)	(ز)	(i)	(و)	(i)	(ہ)

4- سبق "چغل خور" کے متن کو مدِ نظر رکھ کر درست یا غلط پر نشان (✓) لگائیں۔

(الف) چغل خور خود کھیتی باڑی کا کام جانتا تھا۔	✓
(ب) چغل خور نے کسان کی بیوی کو بتایا کہ کسان کا جسم نمکین ہو گیا ہے۔	✓
(ج) چغل خور نے کسان سے کہا کہ تمہاری بیوی پاگل ہو گئی ہے۔	✓
(د) کسان کے سالوں نے چغل خور کی چغلی کو جھوٹ جانا۔	x
(ہ) جب چغل خور کی اصلیت کھل گئی تو سب اس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔	✓

5- سبق کے متن کو مدِ نظر رکھیں اور قوسین میں دیے گئے الفاظ میں سے درست لفظ چن کر خالی جگہ پُر کیجیے:

(الف) چغلی کھانا چغل خور کی ________ ہوتی ہے۔
(فطرت، عادت، جبلت)

(ب) چغل خور نے کسان کی بیوی کو بتایا کہ وہ ________ ہو گیا ہے۔
(باؤلا، کوڑھی، پاگل)

(ج) چغل خور نے کسان سے ________ بعد ایک چغلی کھانے کی اجازت مانگی۔
(ایک ماہ، چھے ماہ، نو ماہ)

(د) چغل خور کو چغل خور کہا جائے تو وہ ________
(لڑ پڑتا ہے، بھاگ جاتا ہے، ناراض ہو جاتا ہے)

(ہ) چغل خور کی چغل خوری کا نتیجہ ________ کی صورت میں نکلا۔
(طلاق، سر پھٹول، قتل و غارت)

جواب: (الف) چغلی کھانا چغل خور کی عادت ہوتی ہے۔
(ب) چغل خور نے کسان کی بیوی کو بتایا کہ وہ کوڑھی ہو گیا ہے۔
(ج) چغل خور نے کسان سے چھے ماہ بعد ایک چغلی کھانے کی اجازت مانگی۔
(د) چغل خور کو چغل خور کہا جائے تو وہ ناراض ہو جاتا ہے۔
(ہ) چغل خور کی چغل خوری کا نتیجہ سر پھٹول کی صورت میں نکلا۔

6- اس لوک کہانی کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔
جواب: دیکھیے خلاصہ

7- مندرجہ ذیل محاورات اور الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:
تلملانا، اَدھ مُوا، ہلکان ہونا، کانوں کان خبر نہ ہونا، شش و پنج میں مبتلا ہونا، در در کی خاک چھاننا

الفاظ	جملوں میں استعمال
تلملانا	عائزہ بہت تلملائی مگر اس کا نیا سوٹ ایمن نے پہن ہی لیا۔
اَدھ مُوا	دیہاتیوں نے چور کو مار مار کر اَدھ مُوا کر دیا۔

www.downloadclassnotes.com

ہلکان ہونا	بچہ رو رو کر ہلکان ہو گیا۔
کانوں کان خبر نہ ہونا	کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی اور ارشد نے ایک عالی شان مکان بنوالیا۔
شش و پنج میں مبتلا ہونا	آپ کی بات سن کر تو میں شش و پنج میں مبتلا ہو گیا ہوں۔
در در کی خاک چھاننا	آج کل ملازمت حاصل کرنے کے لیے در در کی خاک چھاننا پڑتی ہے۔

جملہ معترضہ

جملہ معترضہ ایسا لفظ یا جملہ ہوتا ہے جو وضاحت یا طنز کے لیے لکھا یا بولا جاتا ہے۔ اس کے ہونے یا نہ ہونے سے فرق نہیں پڑتا البتہ اس کے نہ ہونے سے وضاحت میں ایک گونہ تشنگی کا احساس ہوتا ہے۔ چند جملے ملاحظہ کیجیے۔

-1 غبارِ خاطر (مولانا ابوالکلام آزاد کے خطوط کا مجموعہ) کا تازہ ایڈیشن مارکیٹ میں دستیاب ہے۔
اس عبارت میں "مولانا ابوالکلام آزاد کے خطوط کا مجموعہ" جملہ معترضہ ہے۔

-2 بلال (پروفیسر فاروق کا بیٹا) جماعت میں اوّل آیا ہے۔
اس عبارت میں "پروفیسر فاروق کا بیٹا" جملہ معترضہ ہے۔

جملہ معترضہ کی مزید مثالیں

(i) سکندر (جو میرے ساتھ سکول میں پڑھتا تھا) کل اچانک مجھے بازار میں مل گیا۔
جملہ معترضہ: جو میرے ساتھ سکول میں پڑھتا تھا۔

(ii) سمیرا (جو کبھی ہمارے محلے میں رہتی تھی) آج کل انگلینڈ میں ہوتی ہے۔
جملہ معترضہ: جو کبھی ہمارے محلے میں رہتی تھی

(iii) شیر (جو جنگل کا بادشاہ کہلاتا ہے) گوشت خور جانور ہے۔
جملہ معترضہ: جو جنگل کا بادشاہ کہلاتا ہے

(iv) عودِ ہندی (جو غالب کے خطوط کا مجموعہ ہے) پڑھنے کے لائق ہے۔
جملہ معترضہ: جو غالب کے خطوط کا مجموعہ ہے

سرگرمیاں

-1 کسی کی پیٹھ پیچھے برائی کرنا یا کسی سے غلط باتیں منسوب کرنا فتنہ پروری ہے۔ اس کے نقصانات پر دس بارہ سطروں کا نوٹ لکھیے۔

جواب کسی شخص کی غیر موجودگی میں اس کے بارے میں کوئی ایسی بات کہنا جو اگر اس کی موجودگی میں کہی جائے تو اس کو برا لگے غیبت کہلاتا ہے۔ غیبت عربی زبان کا لفظ ہے اردو میں اس کے معنی چغلی کھانا کے ہیں۔ چغلی کھانے والے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ جس کی چغلی کھا رہا ہے اسے دوسروں کی نظر میں بے عزت کیا جائے۔ چغل خور اپنے چند منٹ زبان کے چسکے کے لیے کہ مجھے اس بات کا علم ہے اور میں اسے دوسروں کو بتاؤں، بہت بڑا نقصان کرتا ہے۔ چغلی کھانے والا نہیں جانتا کہ اس سے کتنا بڑا نقصان ہو سکتا ہے۔ کسی کو جان بوجھ کر نقصان پہنچانا مسلمانوں کا شیوہ نہیں ہے۔

چغل خوری کے نقصانات

-1 دوست ایک دوسرے سے روٹھ جاتے ہیں۔
-2 بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔
-3 رشتے دار متاثر ہوتے ہیں۔
-4 بھائی بھائی آپس میں لڑ پڑتے ہیں۔
-5 آپس کے تعلقات خراب ہو جاتے ہیں۔

-2 طلبہ اپنے استاد سے پوچھ کر کسی اور مصنف کی کوئی لوک کہانی پڑھیں۔

جواب: اپنی مدد آپ

پرانے زمانے کی بات ہے کہ کسی کسان کی زمین میں چنڈول کا ایک بوڑھا

درخت تھا۔ یہ درخت بوڑھا ہونے کی وجہ سے سوکھ گیا تھا اور بہار کے موسم میں بھی اس کے نئے پتے نہ نکلتے تھے۔ اس لیے یہ کسان اور اس کے بچوں کو چھاؤں بھی مہیا نہ کرتا تھا۔ اس درخت کی خشک شاخوں پر ایک چڑیا نے گھونسلا بنا رکھا تھا۔ چڑیا نے گھونسلے میں انڈے دے دیے اور دونوں وہاں آرام سے رہنے لگے۔

ایک دن چڑا باہر سے دانا چگ کر گھونسلے میں آیا تو چڑیا مغموم بیٹھی ہوئی تھی۔ پوچھنے پر چڑیا نے بتایا کہ آج کسان اپنے مزارعین سے باتیں کر رہا تھا کہ "درخت کو کاٹ دینا چاہیے۔" میں پریشان ہوں کہ اگر درخت کاٹ دیا گیا تو ہم کہاں جائیں گے؟ چڑے نے چڑیا کو حوصلہ دیا۔ "تم تو خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو، کچھ بھی نہ ہوگا۔" واقعی کچھ بھی نہ ہوا اور اس اثنا میں انڈوں میں سے ننھے منے بچے نکل آئے۔ ایک ہفتے کے بعد چڑا گھونسلے میں واپس آیا تو چڑیا کو پھر مغموم پایا۔ چڑیا نے بتایا کہ آج کسان اپنے بڑے بیٹے سے کہہ رہا تھا کہ "گاؤں کے ترکھان کو بلا لاؤ تاکہ وہ آری سے درخت کاٹ دے۔" چڑے نے پھر چڑیا کو حوصلہ دیا اور کہا کہ "تم فکر نہ کرو، کچھ بھی نہ ہوگا۔" تین دن گزر گئے اور کچھ بھی نہ ہوا۔ چوتھے دن چڑیا نے پھر پریشانی کا اظہار کیا۔ اس نے بتایا کہ کسان اپنے بیٹوں سے کہہ رہا تھا کہ "گھر میں پڑا ہوا آرا لے آؤ میں خود درخت کاٹ لوں گا۔" چڑے نے یہ بات سنی تو کہا کہ "البتہ اب پریشانی ضرور ہے کیوں کہ جب کوئی شخص خود کام کرنے کا تہیہ کر لے اور اپنی مدد آپ کرنے کا عزم کر لے تو کام یقیناً پورا ہو جاتا ہے۔" اگر کسان نے اپنی مدد آپ رہنے کا عزم کر لیا ہے تو ہمیں آج ہی یہاں سے نقل مکانی کر لینی چاہیے۔ یہ کہہ کر چڑیا اور چڑے نے اپنے ننھے منے بچوں کو ساتھ اڑا کر تھوڑے فاصلے پر ایک اور درخت پر اپنا ٹھکانا بنا لیا اور پھر انھوں نے دیکھا کہ سوکھا ہوا درخت واقعی کٹ گیا۔

نتیجہ: اپنی مدد آپ سے ہر کام مکمل ہو جاتا ہے۔

-3 بری عادتیں کیسے ترک کی جائیں؟ اپنے استاد سے پوچھ کر کم از کم تین نکات لکھیں۔

جواب: برائی کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی پہاڑ سے نیچے اتر رہا ہو، وہ ایک قدم اٹھاتا ہے تو دوسرا خود بخود اٹھ جاتا ہے اور نیکی کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی پہاڑ پر چڑھ رہا ہو، ہر اگلا قدم پچھلے قدم سے مشکل ہوتا ہے۔
انسان صدقِ دل سے تہیہ کر لے کہ میں نے برائی سے کنارہ کشی اختیار کرنی ہے تو وہ اپنی قوتِ ارادی کے بل بوتے پر برائی ترک کر سکتا ہے۔
ایسے دوستوں سے اجتناب کرنا چاہیے جو برائی پر اکساتے ہیں۔
اخلاقی اور سماجی برائیوں کی مذمت کے بارے میں احادیث اور قرآنی آیات کا مطالعہ کیا جائے اور ان کی روشنی میں اپنے آپ کو بہتر بنایا جائے۔

اساتذہ کرام کے لیے

-1 طلبہ کو توجہ دلائی جائے کہ چغلی، غیبت، جھوٹ، گالی دینا اور دیگر اخلاقی عیوب بڑی برائیاں ہیں۔

جواب: ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا دین ہمیں اپنی زندگی ہر قسم کی برائی سے پاک رکھنے کی تلقین کرتا ہے۔ قرآن مجید میں چغلی کھانے کو بہت بڑا گناہ کہا گیا ہے۔ چغلی کھانے والے کی مثال مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے سے دی گئی ہے۔
اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔
''اور تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ بات پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ اسے تو تم پسند نہیں کرتے۔'' (سورۃ الحجرات آیت 12)
کسی بات کو جان بوجھ کر چھپانا یا کوئی ایسا واقعہ یا بات بتانا کہ خود کو اصل بات یا واقعے کا پتا ہو لیکن جان بوجھ کر اصل بات کے الٹ بیان کریں تو یہ جھوٹ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد

ہے "اور جھوٹی بات سے بچو۔" (سورۃ الحج آیت 30)

ایک اخلاقی برائی جسے ہم بالکل معمولی سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ بچے دوسروں کی چیز محض مذاق ہی مذاق میں چھپا لیتے ہیں۔ اصل میں یہ چوری کی ابتدائی قسم ہے۔ اگر اس کی ابتدا ہی میں روک تھام نہ کی جائے تو یہ برائی جڑ پکڑ لیتی ہے اور انسان چور بن جاتا ہے۔

طلبہ سے ایسی سماجی برائیوں کی فہرست تیار کرائیں جو ہمارے ہاں عام ہیں، پھر طلبہ سے وعدہ لیا جائے کہ وہ ہمیشہ ان سے بچتے رہیں گے۔

جواب: ہمارے معاشرے میں بہت سی سماجی برائیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان میں سے بعض ایسی ہیں کہ جن کی وجہ سے معاشرہ بدامنی اور بدانتظامی کا شکار ہو جاتا ہے مگر ہم انھیں معمولی خیال کرتے ہیں۔

سب سے بڑی اخلاقی برائی جھوٹ ہے۔ کسی بات کو جانتے بوجھتے چھپانا جھوٹ ہے۔ عام طور پر جھوٹ کسی نقصان سے بچنے کے لیے بولا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں آج کل ایک بات فیشن کے طور پر رواج پا گئی ہے کہ چھٹی کے دن ہم گھر پر آرام کر رہے ہوتے ہیں۔ کوئی ملاقاتی آئے تو ہم بچوں سے کہہ دیتے ہیں کہ جا کر کہو ابو گھر پر نہیں ہیں۔ یوں خود بھی جھوٹ بولتے ہیں اور بچوں کو بھی جھوٹ بولنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ کیا یہ بات ان کی آئندہ آنے والی زندگی پر اثر انداز نہیں ہوگی، یقیناً ہوگی۔

گالی دینا بھی اخلاقی برائی ہے۔ اگرچہ اس کے لیے کوئی قانون نہیں ہے کہ گالی دینے والے کو یہ سزا دی جائے گی مگر یہ اخلاقی برائی ہے۔ انسان کی زبان، ذہن اور خیالات پراگندگی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جس کو گالی دی جائے وہ غصے میں آ جاتا ہے۔ نوبت لڑائی جھگڑے تک پہنچ جاتی ہے۔

کسی پر بہتان لگانا بھی برائی میں شمار ہوتا ہے۔ بہتان سے مراد یہ ہے کہ کسی کے بارے میں کوئی ایسی بات کہنا جو اس میں موجود نہ ہو۔

www.downloadclassnotes.com

اساتذہ کرام بچوں کو اخلاقی برائیوں سے آگاہ کرتے ہوئے ان سے وعدہ لیں کہ وہ ان برائیوں سے دور رہیں گے اور دوسروں کو بھی ان برائیوں سے دور رہنے کے لیے کہیں گے۔

-3 طلبہ کو لوک کہانی کے مفہوم اور اخلاقی مقصد سے آگاہ کیا جائے۔

جواب: دیکھیے سوال نمبر 2 کا جواب

اہم معروضی سوالات

متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) چغل خور کا اعتبار کرتے ہیں:

(i) اس کے دوست (ii) اس کے ہمسایے
(iii) اس کے گھر والے (iv) کوئی اعتبار نہیں کرتا

(ب) کسان کو ضرورت تھی:

(i) ایک نوکر کی (ii) عمدہ بیج کی
(iii) آب پاشی کے پانی کی (iv) بیلوں کی جوڑی کی

(ج) کسان یہ بات بھول گیا کہ چغل خور نے اجازت مانگی تھی:

(i) اپنے گھر جانے کی (ii) چغلی کھانے کی
(iii) شادی کرنے کی (iv) زمین اپنے نام کروانے کی

(د) چغل خور نے کسان کی بیوی کو بتایا کہ تمھارا خاوند ہو گیا ہے:

(i) پاگل (ii) بیمار
(iii) کوڑھی (iv) قید

(ہ) چغل خور نے کسان کی بیوی سے کہا کہ تم اسے آزما سکتی ہو:

(i) ٹیسٹ کروا کے (ii) چاٹ کر

(iii) دوڑا کر (iv) تہلا کر

(د) کسان اپنے گھر نہیں گیا تھا:

(i) دو روز سے (ii) پانچ روز سے

(iii) ایک ہفتے سے (iv) ایک مہینے سے

(ز) چغل خور نے کسان سے کہا تمھاری بیوی ہو گئی ہے:

(i) بیمار (ii) تن درست

(iii) پاگل (iv) چالاک

(ح) کسان نے اپنی بیوی کی پٹائی شروع کر دی:

(i) ہاتھوں سے (ii) چھڑی سے

(iii) جوتے سے (iv) پاؤں سے

(ط) چغل خور کو چغل خور کہیں تو وہ:

(i) خوش ہوتا ہے (ii) ناراض ہوتا ہے

(iii) منھ چھپاتا ہے (iv) چغلی چھوڑ دیتا ہے

(ی) "چغل خور" لوک داستان کے مصنف کا نام ہے:

(i) عقیل احمد (ii) شاہد احمد دہلوی

(iii) شفیع عقیل (iv) [illegible]

جوابات

(الف)	(iv)	(ب)	(i)	(ج)	(ii)	(د)	(iii)
(ہ)	(ii)	(و)	(i)	(ز)	(iii)	(ح)	(iii)
(ط)	(ii)	(ی)	(iii)				

مولوی عبدالحق
(1872ء تا 1961ء)

نام دیو -- مالی

تدریسی مقاصد

- طلبہ پر محنت کی عظمت واضح کرنا۔
- طلبہ کو بتانا کہ کام میں دلچسپی لینے سے کام بطریقِ احسن ہو جاتا ہے۔
- طلبہ کے اخلاق کو سنوارنا۔
- طلبہ کو اس بات سے آگاہ کرنا کہ ذات پات کی وجہ سے کسی کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔
- بچوں کو طبقاتی برتری سے دور رکھنا۔
- مولوی عبدالحق کے حالاتِ زندگی سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو مولوی عبدالحق کے اسلوبِ بیان سے واقفیت دلانا۔
- طلبہ کو مبتدا اور خبر کے بارے میں بتانا۔

مصنف کے حالاتِ زندگی

نام: مولوی عبدالحق **ولدیت:** غلام حسن

لقب: بابائے اُردو **جائے پیدائش:** ہاپوڑ ضلع میرٹھ

تعلیم: ابتدائی تعلیم فیروزپور سے حاصل کی اس کے بعد علی گڑھ کالج سے بی۔اے کیا۔

ملازمت: نواب محسن الملک کے پرائیویٹ سیکرٹری، حیدر آباد (دکن) کے مدرسہ آصفیہ کے ہیڈ ماسٹر، 13 سال بطور مترجم ہوم سیکرٹری کے دفتر میں خدمات انجام دیں۔ اورنگ

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

URDU FOR 10TH CLASS (HISSA-E-NASAR)

آباد میں اوّل نائب اور پھر مہتمم تعلیمات مقرر ہوئے۔ انجمن اردو کے سیکرٹری بنے اور آخر وقت تک اس عہدے پر فائز رہے۔ 1916ء میں اورنگ آباد کالج کے پرنسپل بنے۔ 1938ء میں "انجمن ترقی اُردو" کا دفتر دکن سے دہلی لے آئے۔ قیامِ پاکستان کے بعد 1947ء میں ہجرت کر کے کراچی آ گئے۔ یہاں "انجمن ترقی اُردو" کی بنیاد رکھی۔ پہلے وہ اس انجمن کے سیکرٹری اور بعد میں تا حیات صدر رہے۔

اسلوبِ بیان: مولوی عبدالحق کا شمار اردو کے بلند پایہ نثر نگاروں میں ہوتا ہے۔ وہ اردو نثر کی علی گڑھ روایت کے پیروکار اور امین تھے۔ جس کی بنیاد سرسید نے ڈالی اور جسے مولانا حالی نے فروغ دیا۔ ان کی تحریر، صاف، سادہ، سنجیدہ اور دل نشین ہوتی ہے۔ سادگی اور سلاست کے باوجود ان کی تحریر میں بڑا اثر اور زور ہے۔ جس کی وجہ ان کی اپنے موضوع سے لگن اور اردو کی محبت ہے۔ وہ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں بھرپور لفظوں میں بے تکلف کہہ دیتے ہیں اور یہی انشائی کی خاص صفات ہے۔

مولوی عبدالحق مولانا حالی کے سب سے بڑے متبع و پیروکار ہیں۔ وہ خود ایک جگہ مولانا حالی کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "مجھے بہت سے نامور لوگوں سے ملنے اور بعض کے ساتھ کام کرنے کا اتفاق ہوا ہے لیکن میں نے کسی کو خلوص و صداقت، ہمدردی اور رواداری میں حالی کا ہم پایہ نہ پایا۔ وہ ہماری اسلامی تہذیب اور شرافت کا سچا نمونہ تھے۔"

مولوی عبدالحق کے اسلوب کی دیگر خصوصیات استدلال، ایجاز و اختصار اور رنگین و شگفتگی ہے۔ مختصراً کہا جا سکتا ہے کہ موصوف کی تحریریں جدید اور قدیم اسلوب نگارش کا سنگم ہیں۔ دبستان سرسید کی تحریر کی تمام خوبیاں ان میں بھی پائی جاتی ہیں مگر ایک توازن اور اعتدال کے ساتھ۔

اپنی کتاب "چند ہم عصر" میں انھوں نے جہاں اپنے دور کے اکابرین کے قلمی خاکے پیش کیے ہیں، وہیں چند خاکے عوامی کرداروں کے بھی ہیں۔

تصانیف: مولوی عبدالحق نے بہت سی کتابیں مرتب کیں اور بے شمار تنقیدی و تعارفی

Visit **www.downloadclassnotes.com** for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

مضامین لکھے۔ ان کی تالیفات و مرتبات کی تعداد قریب قریب اسی (80) ہے۔ ان کی اہم کتابیں یہ ہیں: قواعد اردو، اردو صرف و نحو، چند ہم عصر، مرحوم دلی کالج، افکار حالی، سر سید احمد خاں (حالات و افکار) خطبات عبدالحق، مقدمات عبدالحق، تنقیدات عبدالحق۔ آپ کا ایک کارنامہ انگریزی اردو ڈکشنری کا مرتب کرنا ہے۔

وفات مولوی عبدالحق نے 1961ء میں کراچی میں وفات پائی۔ انھیں انجمن ترقی اُردو کے دفتر کے صحن میں دفن کیا گیا۔

مرکزی خیال

اس کہانی میں مصنف نے ایک مالی کی خوبیاں بیان کی ہیں۔ وہ ایک نیچ ذات سے تعلق رکھتا تھا مگر سچائی، نیکی اور حسن کسی کی میراث نہیں ہے یہ خوبیاں نیچی ذات والوں میں بھی ایسی ہی ہو سکتی ہیں جیسی اونچی ذات والوں میں۔

وہ بہت کارگزار اور محنتی تھا۔ اگر کوئی اس کو اس کی کارگزاری پر کسی قسم کا انعام دینا چاہتا تو وہ اس انعام کو لینے سے انکار کر دیتا۔ اسے اپنے کام سے عشق تھا۔ آخر کام کرتے کرتے ہی وہ اس دنیائے فانی سے کوچ کر گیا۔

اہم نکات

- مقبرہ رابعہ دورانی اورنگ آباد کا مالی
- کام سے عشق
- جڑی بوٹیوں کی شناخت
- چمن کو صاف ستھرا رکھنا
- نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پروا
- بے تھکے کام کرنا
- کام کی دھن
- کسی سے بَیر نہ جلاپا
- بے خبر موت

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

خلاصہ

نام دیو مقبرۂ رابعہؑ دورانی اورنگ آباد کے باغ میں مالی تھا۔ وہ نیچ ذات سے تعلق رکھنے کے باوجود سچا اور کھرا انسان تھا۔

نام دیو کو اپنے کام سے عشق تھا۔ وہ پیڑ پودوں کی اس طرح حفاظت کرتا تھا جس طرح کوئی ماں اپنے بچوں کی کرتی ہے۔ وہ ان پودوں کو سرسبز و شاداب دیکھ کر بہت خوش ہوتا تھا۔ اگر کبھی کسی درخت کو کیڑا لگ جاتا تو وہ ایک ماہر ڈاکٹر کی طرح اس کی دیکھ بھال کرتا اور اس وقت تک سکون سے نہ بیٹھتا جب تک وہ درخت یا پودا تن درست نہ ہو جاتا۔

باغوں میں رہتے ہوئے اسے جڑی بوٹیوں کی پہچان بھی ہو گئی تھی۔ بچوں کے علاج میں اسے مہارت حاصل تھی۔ لوگ دور دور سے اس کے پاس اپنے بچوں کے علاج کے لیے آتے تھے۔ وہ اپنے ہی باغ سے جڑی بوٹیاں لا کر ان بچوں کا بڑی محبت اور شفقت سے علاج کرتا۔ وہ بالکل مفت ان بچوں کا علاج کرتا تھا۔

وہ خود بھی صاف ستھرا رہتا تھا اور اپنے باغ کو بھی صاف ستھرا رکھتا تھا۔ اس نے اپنے پورے چمن کو ایک آئینے کی مانند بنا رکھا تھا۔

وہ کاہل اور کام چور نہ تھا اور نہ وہ دوسرے مالیوں کی طرح اپنے مالک سے ڈانٹ ڈپٹ کھاتا تھا۔ وہ ہر چیز سے بے نیاز ہو کر صرف اور صرف اپنے باغ کی حفاظت کا کام کرتا تھا۔ اس کے عوض نہ تو اسے کسی صلے کی تمنا تھی نہ ستائش کی چاہ۔

ایک سال بارش کم ہوئی۔ کنوؤں میں پانی بہت ہی کم ہو گیا دوسرے لوگوں کے باغوں پر ایک آفت ٹوٹ پڑی مگر نام دیو کا باغ پھر بھی ہرا تھا کیوں کہ وہ دور دور سے ایک ایک گھڑا پانی کا اپنے سر پر اٹھا کر لاتا اور اپنے پودوں کو سینچتا۔

جب بھی کوئی اس کو اس کی بے مثل کارگزاری پر کسی قسم کا انعام دینا چاہتا تو وہ انعام لینے سے انکار کر دیتا اور کہتا کہ میں اپنے بچوں کو پالنے کا کوئی انعام کیوں لوں۔

نام دیو کو کام کرنے کی دھن تھی۔ اس کے چہرے پر ہر وقت مسکراہٹ کھیلتی رہتی تھی۔ وہ ہر کسی سے جھک کر ملتا تھا۔ وہ ایک غریب آدمی تھا اور اس کی تنخواہ بھی کم تھی

www. .com

لیکن پھر بھی وہ اپنے غریب بھائیوں کی دل کھول کر مدد کرتا تھا۔

وہ ہر موسم میں برابر کام کرتا رہتا تھا۔ اسے کبھی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ میں بہت زیادہ کام کرتا ہوں یا یہ کہ میرا کام دوسروں سے بہتر ہے۔ اسے اپنے کام پر فخر ضرور تھا مگر اس میں غرور نام کو بھی نہیں تھا۔ وہ سب کو اچھا سمجھتا اور سب سے محبت کرتا تھا۔ وہ غریبوں کی مدد کرتا اور ہر کام وقت پر کرتا تھا۔ آدمیوں، جانوروں اور پودوں کی خدمت کرتا لیکن اسے یہ کبھی احساس نہ ہوا کہ وہ کوئی نیک کام کر رہا ہے۔ نیکی اسی وقت تک نیکی ہے جب تک آدمی کو یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کوئی نیک کام کر رہا ہے جہاں اس نے نیکی کو نیکی سمجھنا شروع کر دیا، نیکی نیکی نہیں رہتی۔

ایک دن نہ معلوم کیا بات ہوئی شہد کی مکھیوں کی یورش ہوئی۔ سب مالی بھاگ بھاگ کر چھپ گئے۔ نام دیو کو خبر بھی نہ ہوئی کہ کیا ماجرا ہے؟ اسے کیا پتا تھا کہ موت اس کے سر پر کھیل رہی ہے۔ مکھیوں کا غضب ناک حملہ ہوا، وہ غریب اپنے کام میں لگا رہا۔ مکھیوں نے اسے اتنا کاٹا کہ وہ بے بس ہو گیا۔ آخر کار اسی حالت میں جان دے دی۔

مضمون پر تبصرہ

اس کہانی میں مصنف نے یہ بات بتائی ہے کہ وہ شخص جو اپنے کام سے عشق رکھتا ہے بڑی لگن اور بڑی محنت اور دلچسپی سے کام کرتا ہے اسے کسی صلے کی پروا نہیں ہوتی۔ نام دیو کو بھی اپنے کام سے عشق تھا اس کام کے لگاؤ نے اس کی جان لے لی اور اس غریب کو موت سے تھوڑی سی مہلت بھی نہ مل سکی۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
مقبرہ	مزار	امتیاز	فرق
کاٹ چھانٹ	کاٹنا	مستعد	تیار

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

خوبیاں	اچھی باتیں	نگرانی	حفاظت
احاطہ	چار دیواری سے گھرا میدان	سپرد	حوالے
ہمہ تن	سر بسر، سب کا سب	تعجب	حیرانی
لذت	مزہ، ذائقہ	بیکار	فالتو
مگن	مصروف	نگہداشت	نشوونما، حفاظت
روگ	دکھ، درد	داروغہ	محافظ، نگہبان
سیوا	خدمت	جتن	کوشش
شناخت	پہچان	مہارت	ہنر، لیاقت
شفقت	محبت	بلا تامل	بغیر سوچے سمجھے
چمن	باغ	بشاشت	خوشی، مسرت
جاڑا	سردی کا موسم	جلاپا	رنج، جلن
صلاحیت	لیاقت	کندن	خالص سونا
تمنا	خواہش	ستائش	تعریف
صلے	بدلے	آفت	مصیبت
تلف	ضائع	نڈھال	کمزور
قحط	اناج کی کمی	اوسان	ہوش و حواس
قلت	کمی	آبِ حیات	امرت، ایسا پانی جسے پینے سے موت نہ آئے
بے مثل	بے نظیر	مستحق	حق دار

Visit **www.downloadclassnotes.com** for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

تفویض	دے دینا	نمونہ	شکل، وہ چیز جو دکھانے کے لیے ہو
مدت	عرصہ	مسکن	رہنے کی جگہ
پرکھنا	جانچنا	قدر دان	تعریف کرنے والا
اُپج	نئی بات، ایجاد	فن	ہنر
یورش	حملہ	منکسر المزاج	غریب مزاج
رفتہ رفتہ	آہستہ آہستہ	ڈھیل	سستی، کاہلی، چھوٹ
حسن	خوب صورتی	موروثی	خاندانی
میراث	جائیداد، جاگیر	دنیا و مافیہا	دنیا اور جو کچھ اس میں ہے

اہم اقتباسات کی تشریح

پیراگراف: 1- وہ خود بھی صاف ستھرا ـــــــــ آئینہ بنا رکھا تھا

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: نام دیو۔۔ مالی

(ب) مصنف کا نام: مولوی عبدالحق

حل لغت

چمن: باغ۔ رسوئی کا چوکا: چولھے کے ارد گرد کی جگہ۔ مجال: جرأت، حوصلہ۔ روشیں: کیاریاں، راستے۔ باقاعدہ: قاعدے سے، طریقے سے۔ تھانولا: درخت کو پانی دینے کے لیے جگہ

سیاق و سباق

نام دیو، مقبرہ رابعہ دورانی اورنگ آباد کے باغ کا مالی تھا۔ وہ بہت محنت سے کام کرتا تھا۔ جب دیکھو وہ پودوں کے سامنے بیٹھا ان کی کیاریاں صاف کر رہا ہوتا یا

پودوں کو پانی دینے میں مصروف ہوتا۔ اسے اپنے کام سے عشق تھا۔ جس وقت وہ پودوں کی دیکھ بھال میں مگن ہوتا اس وقت اسے اپنے اردگرد کی کوئی خبر نہ ہوتی۔ وہ پودوں اور درختوں کی دیکھ بھال اس طرح کرتا تھا جیسے کوئی باپ اپنی اولاد کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ باغ میں رہنے کی وجہ سے اسے جڑی بوٹیوں کی شناخت بھی ہو گئی تھی۔ وہ ان جڑی بوٹیوں کو بچوں کے علاج کے لیے استعمال کرتا تھا۔ مالی عام طور پر کاہل، سست اور کام چور ہوتے ہیں لیکن نام دیو بہت محنتی تھا اسے اپنے کام کے صلے میں کسی ستائش یا تعریف کی پروا نہیں تھی۔

تشریح

نام دیو تھا تو ایک نیچی ذات کا آدمی مگر اس کے باوجود وہ صاف ستھرا رہتا تھا۔ جس طرح وہ خود صاف ستھرا رہتا اسی طرح اپنے باغ کو بھی صاف ستھرا رکھتا تھا۔ باغ کی صفائی کی طرف وہ خاص طور پر دھیان دیتا تھا۔ باغ کی زمین اس طرح صاف ہوتی جس طرح باورچی خانے میں چولھے کے اردگرد کی جگہ صاف ہوتی ہے جہاں روٹی بنائی جاتی ہے۔ کسی طرف کوئی کنکر، پتھر یا گھاس پھونس نظر نہیں آتا تھا۔ اس نے باغ میں باقاعدہ راستے بنا رکھے تھے۔ یہ راستے بھی بہت صاف ستھرے تھے۔ پودوں کو پانی دینے کی جگہ بھی صاف ستھری تھی۔ جب نام دیو دیکھتا کہ درختوں کی کچھ شاخیں زیادہ ہو گئی ہیں اور بدنما معلوم ہو رہی ہیں تو وہ زائد شاخوں کو کاٹ کر درخت کو خوب صورت بنا دیتا۔ صبح سے شام تک وہ باغ کو خوب صورت بنانے میں لگا رہتا۔ قصہ مختصر کہ نام دیو کا باغ اس طرح چمک دار اور صاف ستھرا تھا جیسے کوئی آئینہ ہوتا ہے۔

تبصرہ

نام دیو محض مالی ہی نہیں تھا بلکہ اسے اپنے کام سے عشق تھا اسی وجہ سے اس نے اپنے باغ کو بہت صاف ستھرا رکھا تھا۔ ضرورت ہو یا نہ ہو وہ کام میں لگا رہتا تھا۔ یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ وہ صلے اور ستائش سے بے پروا ہو کر کام کرتا تھا۔

www.downloadclassnotes.com

پیراگراف: 2- "یہ وہ وقت تھا کہ قحط نے ــــــــــــ آبِ حیات تھا۔"

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: نام دیو۔ مالی
(ب) مصنف کا نام: مولوی عبدالحق

حلِ لغت

قحط: خشک سالی۔ اوسان خطا ہونا: پریشان ہونا، ہوش و حواس جاتے رہنا۔
میسر آنا: ملنا، مہیا ہونا۔ قلت: کمی۔ گدلا: میلا۔ آبِ حیات:
امرت، ایسا خیالی پانی جس کے پینے سے موت نہیں آتی۔

سیاق و سباق

اکثر مالی کام چور اور سست ہوتے ہیں۔ وہ کام کے اوقات میں بھی آرام کرنا چاہتے ہیں جہاں کہیں مالک نظروں سے اوجھل ہوا وہ آرام کرنے لیٹ گئے لیکن نام دیو ایسا نہیں تھا۔ ایک سال ایسا ہوا کہ بارش نہ ہوئی۔ لوگ بوند بوند پانی کو ترس گئے۔ کام چور مالیوں نے شکر کیا کہ اب انھیں باغ کی زیادہ دیکھ بھال نہیں کرنا پڑے گی کیوں کہ پانی ہی موجود نہیں تھا۔ اس وجہ سے ان کے باغ اجڑ گئے لیکن نام دیو کا باغ ایسے وقت میں بھی ہرا بھرا اور سرسبز و شاداب تھا کیوں کہ وہ اپنے باغ کے لیے کہیں نہ کہیں سے پانی حاصل کر ہی لیتا تھا۔ اس کام کے صلے میں وہ کسی انعام کا بھی متمنی نہیں تھا۔ اگر کوئی اسے انعام دینے کی کوشش کرتا تو وہ کہتا "کیسی ہی تنگی اور ترشی کیوں نہ ہو ایک باپ اپنی اولاد کو پالتا ہی ہے۔ یہ پودے بھی میری اولاد کی طرح ہیں۔ میں ان کی نگہداشت کے سلسلے میں کسی قسم کا انعام نہیں لینا چاہتا۔

تشریح

کام سے سچی لگن ہو تو کام احسن طریقے سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا جا سکتا ہے۔
ایک سال قحط کی وجہ سے پانی کی کمی ہو گئی۔ ایسے میں باغ کے مالک پریشان ہو گئے۔

انھیں ڈر تھا کہ پانی نہ ہونے کی وجہ سے پودے مرجھا جائیں گے اور ان کا باغ اجڑ جائے گا۔ لوگوں کو پینے کے لیے بھی پانی مہیا نہیں ہوتا تھا مگر نام دیو اپنے پودوں کے لیے کہیں نہ کہیں سے پانی لے ہی آتا۔ وہ اس پانی سے اپنے پودوں کی پیاس بجھاتا۔ جب پانی ملنے میں اور زیادہ کمی واقع ہو گئی تو نام دیو راتوں کو اٹھ اٹھ کر جاتا اور اپنے پودوں کے لیے پانی تلاش کرتا۔ ایسے میں وہ جوہڑوں کا پانی ہی ڈھونڈ پاتا جس میں آدھا پانی ہوتا اور آدھا گارا اور کیچڑ، لیکن یہی گارا اور کیچڑ پودوں کی زندگی کا ضامن ہوتا۔ یوں محسوس ہوتا جیسے یہ پانی پودوں کو قیامت تک زندہ رکھے گا۔

تبصرہ

نام دیو تنخواہ کے لیے کام نہیں کرتا تھا۔ اس میں کام کرنے کی سچی لگن تھی۔ قحط کے دنوں میں اگر وہ چاہتا تو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہتا لیکن اس نے پانی کے حصول کے لیے کسی آرام اور سکون کی پروا نہیں کی۔ یہی چیز نام دیو کو دوسرے مالیوں سے ممتاز کرتی ہے۔

پیراگراف 3 باغ کے داروغہ ———————— صلے کی پروا۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: نام دیو۔۔ مالی

(ب) مصنف کا نام مولوی عبدالحق

حل لغت

داروغہ: مالک، محافظ۔ کارگزار کام کرنے والا۔ مستعد: ہوشیار۔ ڈھیل کمزوری موروثی خاندانی۔ دنیا و مافیہا دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے۔ ستائش تعریف تمنا خواہش۔ صلے بدلے

سیاق و سباق

نام دیو مقبرہ رابعہ دورانی اورنگ زیب ۔ باغ کا مالی تھا۔ وہ بڑی تن دہی

سے کام کرتا تھا۔ اسے کام سے بڑی دلچسپی تھی۔ اُسے اپنے کام سے عشق تھا۔ وہ پیڑ پودوں کی حفاظت اولاد کی طرح کرتا تھا۔ وہ خود بھی صاف ستھرا رہتا اور چمن کو بھی صاف ستھرا رکھتا تھا۔ وہ کاہل اور کام چور نہ تھا۔ وہ بے مثل کارگزاری پر بھی انعام نہ لیتا تھا۔ وہ منکسر المزاج اور بھولا بھالا تھا۔ اس کے چہرے سے بشاشت اور مسکراہٹ جھلکتی نظر آتی تھی۔ وہ چھوٹے بڑے ہر ایک کی عزت کرتا تھا۔ اسے کام کے دوران میں گرمی اور سردی کا احساس نہ ہوتا تھا اُسے اپنے کام سے لگاؤ تھا۔ وہ دنیا سے بے خبر ہو کر کام کرتا تھا۔ اسے صلے کی تمنا تھی نہ ستائش کی پروا۔

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

تشریح

نام دیو کو اپنے کام سے عشق تھا۔ باغ کے محافظ عبدالرحیم خاں فیضی بہت زیادہ کام کرنے والے اور ہشیار آدمی تھے وہ سستی اور کاہلی کو پسند نہیں کرتے تھے۔ وہ دوسروں سے کام بھی کھینچ تان کر لیتے تھے۔ اکثر مالیوں کو ڈانٹ ڈپٹ کرنی پڑتی تھی۔ اگر انھیں ذرا سی بھی ڈھیل دی جاتی تو وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاتے یا بیڑی پینے لگتے تھے یا کسی درخت کے سائے میں بیٹھ جاتے۔ انسان عام طور پر کاہل اور کام چور واقع ہوا ہے۔ آرام طلبی ہمارے خون میں رچ بس گئی ہے۔ لیکن نام دیو کو کبھی بھی کچھ کہنے کی نوبت نہیں آئی تھی کیونکہ وہ دنیا سے بے پروا ہو کر ہر وقت اپنے کام میں مصروف رہتا تھا۔ اسے کام کے سلسلے میں نہ تو کسی تعریف کی خواہش تھی اور نہ کسی صلے کی پروا تھی۔

تبصرہ

انسان کا کام ہی اسے دوسروں سے نمایاں کرنے کا سبب ہوتا ہے۔ نام دیو بہت مستعد مالی تھا یہی وجہ تھی کہ اسے کبھی کام کے سلسلے میں ڈانٹ ڈپٹ کا سامنا نہیں

کرنا پڑا تھا۔

پیراگراف 4　　ایک دن نہ معلوم ——————— جان دے دی۔

متن کا حوالہ　(الف) مضمون کا نام:　نام دیو۔ مالی

(ب) مصنف کا نام:　مولوی عبدالحق

حل لغت

یورش: حملہ۔ قضا: موت۔ غضب: خوف

سیاق و سباق

نام دیو مالی ایک محنتی اور جفاکش انسان تھا۔ اسے اپنے کام سے عشق تھا۔ وہ بہت دلچسپی اور تن دہی سے کام کرتا تھا۔ وہ بہت بھولا بھالا اور سادہ مزاج کا مالک تھا۔ اس کے چہرے پر بشاشت اور لبوں پر مسکراہٹ کھیلتی رہتی تھی۔ وہ پودوں کی حفاظت اولاد کی طرح کرتا تھا۔ اسے گرمی یا سردی کا کوئی احساس نہ تھا۔ اسے اپنے کام پر فخر نہ تھا۔ نہ اسے صلے کی پروا تھی اور نہ ستائش کی تمنا۔ وہ اپنے کام میں مگن رہتا تھا۔ وہ خود بھی صاف ستھرا رہتا تھا اور چمن کو بھی صاف رکھتا تھا اور جب اس کی قضا آئی تو آپ حادثہ میں آ گئی۔

زندہ رہنا ہے تو میر کارواں بن کر رہ
اس زمیں کی پستیوں میں آسماں بن کر رہ

تشریح

ایک دن نا معلوم کیا بات ہوئی شہد کی مکھیوں نے اچانک حملہ کر دیا۔ سب بھاگ بھاگ کر اپنی جان بچانے کے لیے چھپ گئے۔ نام دیو کو بالکل خبر نہ ہو سکی کیونکہ وہ بڑی دلچسپی اور تن دہی سے اپنے کام میں مصروف تھا۔ وہ بدستور اپنے کام میں لگا رہا۔ اسے کیا پتا تھا کہ اُس کی موت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ مکھیوں نے اُس غریب کی ناک

www.downloadclassnotes.com

پر حملہ کر دیا۔ اتنا کاٹا اتنا کاٹا کہ وہ بے چارا بے بس ہو گیا۔ آخر کار اسی حالت میں اُس نے جان دے دی۔ اس کی موت اس لیے تعریف کے قابل ہے کہ اس نے فرض کی ادائیگی میں اپنی جان دی۔

تبصرہ

فرض کی ادائیگی ہر چیز سے افضل ہے۔ سپاہی کو ملک سے پیار ہوتا ہے تو وہ اس کی حفاظت کے لیے اپنی جان کی پروا نہیں کرتا۔ نام دیو کو اپنے باغ سے محبت تھی تو اس نے جان کی پروا نہ کی۔ وہ اپنے کام میں تن دہی سے مصروف تھا اور دنیا و مافیہا سے بے خبر یہی چیز اس کی موت کا سبب بن گئی۔

حل مشقی سوالات

-1 مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) نام دیو نے پانی کی قلت کے زمانے میں چمن کو کیسے شاداب رکھا؟

جواب: جن دنوں پانی کی قلت تھی نام دیو۔مالی دور دور سے ایک ایک گھڑا پانی کا سر پر اٹھا کر لاتا اور پودوں کو سینچتا۔ یہ وہ وقت تھا کہ قحط نے لوگوں کے اوسان خطا کر رکھے تھے اور انھیں پینے کو پانی مشکل سے میسر آتا تھا مگر یہ خدا کا بندہ کہیں نہ کہیں سے پانی لے آتا اور اپنے پودوں کی پیاس بجھاتا۔ جب پانی کی قلت اور بڑھی تو اس نے راتوں کو پانی ڈھونا شروع کر دیا۔ یہ آدھا پانی اور آدھی کیچڑ ہوتی، لیکن یہی گدلا پانی پودوں کے حق میں آبِ حیات تھا۔ اس طرح نام دیو۔مالی کا باغ شاداب تھا۔

(ب) نام دیو۔مالی نے انعام لینے سے کیوں انکار کیا؟

جواب: ایک بار مصنف نے نام دیو کو اس کی بے مثل کارگزاری پر انعام دینا چاہا تو اس نے لینے سے انکار کر دیا اور کہنے لگا کہ اپنے بچوں کے پالنے پوسنے میں کوئی

www. .com

انعام کا مستحق نہیں ہوتا۔ کیسی ہی تنگی ترشی ہو یہ کام ہر حال میں کرنا ہی پڑتا ہے۔

(ج) لوگ بچوں کے علاج کے لیے نام دیو کے پاس کیوں آتے تھے؟

جواب: باغوں میں رہتے رہتے نام دیو۔مالی کو جڑی بوٹیوں کی شناخت بھی ہو گئی تھی۔ خاص طور پر اسے بچوں کے علاج میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ وہ اپنے باغ کی جڑی بوٹیوں سے بچوں کا مفت علاج کرتا تھا، اس لیے لوگ دور دور سے بچوں کے علاج کے لیے نام دیو۔مالی کے پاس آتے تھے۔

(د) نام دیو کی موت کا سبب کیا تھا؟

جواب: ایک دن شہد کی مکھیوں کی یورش ہوئی ۔ سب مالی بھاگ بھاگ کر چھپ گئے۔ نام دیو کو خبر بھی نہ ہوئی کہ کیا ہو رہا ہے ۔ وہ اپنے کام میں مصروف رہا۔ اسے خبر نہ تھی کہ قضا اس کے سر پر کھیل رہی ہے۔ مکھیوں کا غضب ناک جھلا اس غریب پر ٹوٹ پڑا۔ اتنا کاٹا اتنا کاٹا کہ بے بس ہو گیا۔ آخر کار اسی حالت میں جان دے دی۔

(ہ) مصنف کے خیال میں اچھا انسان کیسے بن سکتا ہے؟

جواب: مصنف کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں کوئی نہ کوئی صلاحیت رکھی ہوتی ہے۔ اس صلاحیت کو درجہ کمال تک پہنچانے میں ہی ساری نیکی اور بڑائی ہے۔ درجہ کمال تک نہ کبھی کوئی پہنچا ہے اور نہ ہی پہنچ سکتا ہے لیکن وہاں تک پہنچنے کی کوشش میں ہی انسان صحیح معنوں میں انسان بنتا ہے۔

(و) نام دیو مالی کے اوصاف میں سب سے نمایاں وصف کیا ہے؟

جواب: نام دیو مالی کے اوصاف میں سب سے نمایاں وصف اُس کے کام میں سچا لگن اور محبت ہے۔

-2 سبق کے متن کو مدِ نظر رکھ کر درست جواب پر (✓) نشان لگائیے:

(الف) سبق "نام دیو مالی" کس کتاب سے لیا گیا ہے؟

(i)	چند ہم عصر	(ii)	مقدمات عبدالحق
(iii)	خطبات عبدالحق	(iv)	بزمِ خوش نفساں

(ب) مقبرہ رابعہ دورانی کہاں واقع ہے؟

(i)	دلی میں	(ii)	اورنگ آباد میں

(iii) حیدرآباد میں (iv) الٰہ آباد میں

(ج) باغ کے داروغہ کون تھے؟

(i) سید سراج الحسن (ii) مولوی عبدالحق

(iii) عبدالرحیم فیضی (iv) ایوب عباسی

(د) نام دیو بڑی تندہی سے اپنے کام میں مصروف اور مگن رہتا تھا اس کی وجہ تھی:

(i) تنخواہ کا لالچ (ii) افسران کی خوشی

(iii) بے عزتی کا خوف (iv) اپنے کام سے محبت

(ہ) مصنف نے کس چیز کو بے کار کہا ہے؟

(i) جبری مشقت (ii) بے مزہ کام

(iii) محض حکم کی تعمیل (iv) ڈر کر کام کرنے کو

(و) مصنف نے انسان کی فطری کمزوری کی بنا پر اسے کہا ہے:

(i) کاہل اور نکما (ii) نکما اور کام چور

(iii) کاہل اور کام چور (iv) دلیر نگرست

(ز) گدلا پانی پودوں کے لیے تھا:

(i) ضرر رساں (ii) بے سود

(iii) مفید (iv) آبِ حیات

(ح) درجۂ کمال تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے:

(i) جدوجہد (ii) صلاحیت

(iii) خوش بختی (iv) وسائل کا ہونا

(ط) ڈاکٹر سراج الحسن کی ایک خوبی یہ تھی کہ وہ تھے:

(i) نباض (ii) فیاض

(iii) مردم شناس (iv) خوش مزاج

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(i)	(ب)	(ii)	(ج)	(iii)	(د)	(iv)
(ہ)	(ii)	(و)	(iii)	(ز)	(iv)	(ح)	(ii)
(ط)	(iii)						

3۔ سبق "تام دیو مالی" کا متن مدِ نظر رکھ کر درست یا غلط پر نشان (✓) لگائیں۔

(الف) سچائی، نیکی اور حسن کسی کی میراث نہیں۔ درست/غلط

(ب) تام دیو پھولوں اور پھلوں کی شناخت رکھتا تھا۔ درست/غلط

(ج) تام دیو مالی دو بچوں کا باپ تھا۔ درست/غلط

(د) درجۂ کمال تک پہنچنے کی کوشش سے ہر کوئی درجۂ کمال تک پہنچ سکتا ہے۔ درست/غلط

(ہ) تام دیو مالی مقبرہ رابعہ دورانی کے باغ میں چوکیدار تھا۔ درست/غلط

(و) بے مزہ کام نہیں، بیکار ہے۔ درست/غلط

(ز) تام دیو مالی بچوں کے علاج میں بڑی مہارت رکھتا تھا۔ درست/غلط

(ح) باغ کے داروغہ کو دوسروں سے کام لینا نہیں آتا تھا۔ درست/غلط

(ط) تام دیو مالی شہد کی مکھیوں کے کاٹنے سے فوت ہو گیا۔ درست/غلط

(الف)	درست	(ب)	غلط	(ج)	غلط	(د)	غلط
(ہ)	غلط	(و)	درست	(ز)	درست	(ح)	غلط
(ط)	درست						

4۔ سبق کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

جواب: دیکھیے خلاصہ

5۔ تام دیو مالی کی زندگی سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟ مفصل لکھیں۔

جواب: جواب کے لیے دیکھیے خلاصہ۔

6۔ درج ذیل الفاظ کے معنی لکھیے اور جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ تذکیر و تانیث واضح ہو جائے:

ہار، قلم، کان، اردو، کف گلن

الفاظ	معانی	جنس	جملوں میں استعمال
ہار	پھولوں کی مالا	مذکر	دوڑ میں اول آنے پر اسے پھولوں کا ہار پہنایا گیا۔

ہار	شکست	مؤنث	کھیل میں ہار جیت تو مقدر ہوتی ہے۔
قلم	لکھنے کا آلہ	مذکر	میرا قلم کس کے پاس ہے۔
قلم	کاٹی ہوئی شاخ	مؤنث	یہ گلاب کی قلم ہے۔
کان	جسم کا حصہ	مذکر	میرا کان صبح سے درد کر رہا ہے۔
کان	معدنیات نکلنے کی جگہ	مؤنث	یہ ہیرے کی کان ہے۔
اردو	زبان	مؤنث	اردو میری قومی زبان ہے۔
اردو	لشکر، پڑاؤ	مذکر	فوجیوں کا اردو دستہ میدان میں اکٹھا ہوا۔
کف	بازو کے کپڑے کی دوہری پٹی	مذکر	اس قمیص کا کف اچھے طریقے سے سلائی کرنا۔
کف	جھاگ	مؤنث	سمندر میں طغیانی کی وجہ سے بہت کف اڑ رہی تھی۔
لگن	شوق، محنت	مؤنث	مجھے علم حاصل کرنے کی بہت لگن ہے۔
لگن	طشت	مذکر	لگن پانی سے بھرا ہوا تھا۔

-7 درج ذیل محاورات اور الفاظ کو جملوں میں استعمال کیجیے:

آفت ٹوٹ پڑنا، اوسان خطا ہونا، تفویض، مخطوط، مہاکاج، پرش، بشاشت

الفاظ و محاورات	جملوں میں استعمال
آفت ٹوٹ پڑنا	ابھی جوان بیٹے کا غم ہی نہیں بھولا تھا کہ بڑھیا پر ایک اور آفت ٹوٹ پڑی۔ مالک مکان نے اسے گھر سے نکال دیا۔
اوسان خطا ہونا	آپ نے بچے کے ڈوبنے کی خبر سنا کر میرے تو اوسان ہی خطا کر دیے تھے۔
تفویض	آپ نے اپنی کتاب کس کو تفویض کی ہے۔

www.downloadclassnotes.com

محظوظ	میں آپ کی بات سن کر بہت محظوظ ہوا۔
مہا کاج	اپنا کام خود کیا کرو کیوں کہ مثل مشہور ہے "آپ کاج مہا کاج"
یورش	شہد کی مکھیوں نے نام دیو پر یورش کر دی۔
بشاشت	نام دیو۔مالی کے چہرے پر ہر وقت بشاشت رہتی تھی۔
بے دم ہونا	ہرن بھاگتے بھاگتے بے دم ہو کر گر گیا۔
سیوا	نام دیو اپنے پودوں کی سیوا اپنی سگی اولاد کی طرح کرتا تھا۔

ذو معنی الفاظ

ایسے الفاظ کا املا تو ایک ہی ہوتا ہے لیکن ان کے دو معنی ہوتے ہیں اور ان میں سے بعض اوقات ایک معنی میں مذکر جب کہ دوسرے معنوں میں مؤنث ہوتا ہے۔

مبتدا اور خبر کے حوالے سے تفہیم

بعض افعال ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں جب تک فاعل کے ساتھ کوئی اسم یا صفت نہ ملے، پورا مطلب واضح نہیں ہوتا۔ ایسے افعال کے فاعل کو اسم (مبتدا) اور اس کے علاوہ جو اسم یا صفت ہو وہ خبر کہلاتی ہے۔

درج ذیل کو غور سے دیکھیے:

بلال بہت ہوشیار ہے۔ ارسہ دیانت دار ہے۔
نام دیو مالی علاج کا ماہر تھا۔ وقار اپنے کام میں مگن تھا۔

ان جملوں میں "ہے" اور "تھا" افعال ناقص ہیں، جب کہ بلال، ارسہ، نام دیو مالی اور وقار مبتدا اور ہوشیار، دیانت دار، ماہر اور مگن خبر ہیں۔

مثالیں

نمبر شمار	جملہ	مبتدا	خبر	فعل ناقص
(الف)	باغ خوب صورت ہے۔	باغ	خوبصورت	ہے
(ب)	مسجد قابلِ دید ہے۔	مسجد	قابلِ دید	ہے
(ج)	وادی دل کش ہے۔	وادی	دل کش	ہے

-8 درج ذیل الفاظ کے متضاد لکھیے:

مصنوعی، توانا، تندرست، توقیر، محبت، تریاق، رہبر

الفاظ	متضاد	الفاظ	متضاد
مصنوعی	قدرتی	توانا	کمزور
تندرست	بیمار	توقیر	تحقیر
محبت	نفرت	تریاق	زہر
رہبر	رہزن		

-9 نام دیو مالی کے اہم اوصاف ترتیب وار لکھیں۔

جواب: نام دیو مالی تو ڈھیر ذات سے مگر اس میں بے شمار خوبیاں تھیں۔
جب بھی دیکھو وہ کام میں مصروف نظر آتا تھا۔ اس سے فارغ نہیں بیٹھا جاتا تھا۔ کبھی وہ پودے کے سامنے بیٹھا اس کا تھانولا صاف کر رہا ہے تو کبھی حوض سے پانی لا کر سینچائی کر رہا ہے۔ وہ اپنے کام میں اس طرح مگن ہوتا کہ اسے ارد گرد کی خبر ہی نہ ہوتی۔ اس کی اپنی اولاد نہیں تھی لیکن وہ اپنے پودوں اور پیڑوں کو ہی اپنی اولاد سمجھتا تھا اور اولاد کی طرح ہی ان کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ اسے جڑی بوٹیوں کی شناخت ہوگئی تھی۔ وہ بچوں کے علاج میں مہارت رکھتا تھا۔ وہ بچوں کا علاج مفت کرتا تھا۔ لوگ دور دور سے اپنے بچوں کا علاج کروانے اس کے پاس آتے تھے۔ دوسرے مالیوں کو اکثر کام نہ کرنے کی وجہ سے ڈانٹ پڑتی تھی لیکن نام دیو کے ساتھ کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کیوں کہ وہ ہر وقت کام میں لگا رہتا تھا۔

سرگرمیاں

-1 ایک عام مالی اور نام دیو مالی میں آپ جو فرق محسوس کرتے ہیں، وہ اپنی کاپی میں تحریر کریں۔

جواب: عام مالی کام کو صرف آمدنی کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں۔ انھیں معلوم ہوتا ہے کہ کام

www.downloadclassnotes.com

کم ہو یا زیادہ انھیں مہینے بعد تنخواہ مل ہی جاتی ہے۔ ان مالیوں کی نگرانی میں ذرا بھی ڈھیل ہو تو یہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ بیڑی یا حقہ پینے لگتے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو کام چھوڑ کر آرام کرنے کے لیے سائے میں جا لیٹتے ہیں۔ ان لوگوں میں آرام طلبی کے جراثیم کچھ زیادہ ہی ہو گئے ہیں لیکن نام دیو مالی ایسا ہے کہ وہ کام کو کام نہیں بلکہ عبادت سمجھ کر کرتا ہے۔ اس سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، اسے خود ہی پتا ہے کہ اسے کیا کرنا ہے۔ وہ ہر وقت پودوں کی دیکھ بھال میں لگا رہتا ہے۔ اسے اپنے کام کے لیے نہ کسی ستائش کی تمنا ہے اور نہ ہی کسی صلے کی پروا۔ جب قحط کے دنوں میں پانی کی کمی ہوتی ہے تو دوسرے مالی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ان کے پودے سوکھ کر کملا جاتے ہیں لیکن نام دیو ویسے میں بھی پودوں کے لیے کہیں نہ کہیں سے پانی مہیا کر لیتا ہے جس کے نتیجے میں اس کا باغ شاداب رہتا ہے۔

-2 نام دیو مالی جیسے کردار معاشرے میں کہیں نہ کہیں موجود ہوتے ہیں۔ آپ کے علم میں ہوں یا اپنے استاد سے پوچھ کر ایسے کردار کی خوبیاں جماعت کے کمرے میں دیگر طلبہ کو سنائیں۔

جواب: میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اماں مریم کو اسی حالت میں دیکھتا آیا ہوں۔ اماں مریم ہندوستان کے گاؤں کلانور کی رہنے والی تھیں۔ جب پاکستان بنا تو وہ اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت کر کے پاکستان آ رہی تھیں کہ ان کے شوہر کو سکھوں نے قتل کر دیا۔ اماں کی گود میں ایک سال کی بچی تھی جسے وہ اپنے سینے سے چمٹائے آزادی کے جذبے سے سرشار پاک سرزمین پر آ گئی۔ انھوں نے دوبارہ شادی نہیں کی۔ انھوں نے اپنی ساری توجہ اپنی بچی سمیت محلے کے بچوں میں بانٹ دی۔ اس نے محلے کے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دینا شروع کر دی۔ اس کے علاوہ وہ لوگوں کے کپڑے بھی سی دیتی تھی جس سے اسے

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

تھوڑی بہت آمدن ہو جاتی تھی۔ جب میں نے اماں مریم کو دیکھا اس وقت ان کی عمر اسّی سال سے تجاوز کر چکی تھی۔ اس عمر میں بھی ان کے قویٰ مضبوط تھے۔ وہ اپنے سب کام خود کرتی تھیں۔ اماں مریم کے چہرے پر چیچک کے نشان تھے۔ ایک دن میں ان کے پاس بیٹھا ان کا ماضی کنگال رہا تھا کہ باتوں کی رو میں میں نے ان سے پوچھا "اماں! آپ کے چہرے پر یہ نشان کیسے ہیں؟" اماں مسکرائی اور بولی "بیٹا! یہ نشان خود ساختہ ہیں۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے اپنا چہرہ بگاڑا تھا۔ جس وقت میں ہجرت کر کے پاکستان آئی تو میری عمر اس وقت کوئی اٹھارہ سال کے لگ بھگ تھی۔ بہت سے لوگوں نے مجھے لاوارث سمجھ کر میری طرف متوجہ ہونا چاہا۔ میں ان کی نگاہوں سے بچنا چاہتی تھی۔ انھی دنوں میرے منھ پر ہلکے ہلکے دانے نمودار ہونا شروع ہوئے۔ میں نے ان دانوں کو نوچ دیا تھیں میرا سارا چہرہ داغ دار ہو گیا۔ میں نے چہرے پر داغ برداشت کر لیے لیکن بجز میں اپنے ضمیر پر کسی قسم کا داغ برداشت نہیں کر سکتی تھی۔"

اساتذہ کرام کے لیے

1- طلبہ کو خاکہ نگاری کی خوبیاں بتائی جائیں۔

جواب: شخصیت نگاری سے مراد خاکہ نگاری یعنی کسی شخصیت کے بارے میں اظہار خیال کرنا۔ ادبی اصطلاح میں ایسی تحریر ہے جو کسی کی سوانح حیات [illegible] لیکن اس کے کردار و افعال اور خوبیوں پر روشنی ڈالے یہی وجہ ہے کہ خاکہ نگاری کو شخصیت نگاری کا نام دیا جاتا ہے۔

شخصیت نگاری میں ہم کسی شخص کے بنیادی مزاج' طبع' انداز فکر و عمل اور اس کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں سے روشناس ہوتے ہیں۔

شخصیت نگاری کی درج ذیل خصوصیات ہیں:

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

1- اختصار 2- انداز بیاں 3- جامعیت 4- حقیقت نگاری 5- شگفتگی
6- شائستگی 7- مہذبانہ انداز 8- غیر رسمی انداز 9- سچائی
10- واقفیت 11- غیر جانبداری

بے جا عقیدت اور ہیرو پرستی شخصیت نگاری کی سب سے بڑی کمزوریاں ہیں۔ ایک شخصیت نگار کسی کی شخصیت نگاری کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھے کہ نہ تو اسے ہیرو بنا کر پیش کرے اور نہ اس کی خامیاں اس طریقے سے بیان کرے کہ وہ شیطان کی لائن میں کھڑا نظر آئے۔

اردو کے چند نامور شخصیت نگار درج ذیل ہیں۔
مولوی عبدالحق، رشید احمد صدیقی، اشرف صبوحی، اخلاق احمد دہلوی، چراغ حسن حسرت، شوکت تھانوی اور رئیس احمد جعفری وغیرہ۔

2- مولوی عبدالحق کے لکھے ہوئے دیگر خاکوں میں سے کم از کم دو خاکے طلبہ کو سنوائے جائیں۔

جواب: مولوی عبدالحق کا لکھا خاکہ **مولانا حالی**

1893ء میں مصنف کو علی گڑھ میں زمانۂ طالب علمی کے دوران میں مولانا حالی کی خدمت میں رہنے کا موقع ملا۔ ان دنوں وہ "حیاتِ جاوید" اور "یادگار غالب" مرتب کر رہے تھے۔ بقول مصنف مولانا حالی کی فطری سادگی کے باعث تعجب ہوتا تھا کہ یہ وہی ہستی ہے جس نے "مسدس" لکھا ہے۔

ایک دفعہ حیدرآباد کا ایک رئیس مولانا حالی سے ٹم ٹم پر ملنے آیا۔ سائیس سے ذرا غلطی ہوگئی تو اسے کئی ہنٹر رسید کر دیے۔ مولانا یہ دردناک منظر دیکھ کر بہت آزردہ ہوئے۔ کھانا بھی اچھی طرح نہ کھا سکے اور قیلولہ بھی نہ کر سکے۔ معلوم ہوتا کہ وہ ہنٹر مولانا کو لگے ہوں۔

مولانا کی سیرت میں یہ دو نمایاں خصوصیات تھیں۔ ایک سادگی، دوسری درد

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

دل۔ اور یہی شان ان کے کلام میں ہے۔

--- بقول مصنف "میں قوم کے اکثر بڑے لوگوں سے ملا لیکن مولانا حالی جیسا بزرگ کوئی نہ ملا۔" بقول نواب عماد الملک "سرسید کی جماعت میں مولانا حالی کا مقام بہت بلند تھا اس بات میں وہ سرسید سے بھی بڑھ کر تھے۔"

مولانا حالی کی خاکساری و فروتنی فطری تھی۔ وہ ہر چھوٹے بڑے سے جھک کر اور خلوص سے ملتے تھے جو کوئی ان سے ملنے آتا خوش ہو کر جاتا اور عمر بھر ان کے حسنِ اخلاق کی تعریف کرتا۔ مصنف اور مولوی حمید الدین ان سے بہت چھوٹے تھے۔ مولانا ان کی بہت تعظیم کرتے تھے کہ آئندہ یہی نوجوان قوم کے معمار ہوں گے۔

مولانا بہت رقیق القلب یعنی نرم دل تھے۔ دوسروں کی تکلیف پر بے چین ہو جاتے اور حتی الوسع اس کی تکلیف رفع کرنے کی کوشش کرتے۔ حاجت مندوں کی مدد فراخ دلی سے کرتے تھے۔ کم آمدنی کے باوجود اپنے' پرائے دکھیوں کے کام آتے۔ بامروت ایسے تھے کہ انکار نہیں کر سکتے تھے۔

مولانا میں تعصب نام کو بھی نہیں تھا۔ ہر قوم ہر مذہب کے افراد سے یکساں خلوص سے پیش آتے تھے۔ ہندو مسلم جھگڑے پر انہیں صدمہ ہوتا۔ تحریر و تقریر میں کوئی ایسی بات نہ لاتے جو کسی فرقے کی دل آزاری کرے۔ بے تعصبی کا یہ وصف انصاف کا نتیجہ ہے۔

مولانا نام و نمود سے کوسوں دور تھے۔ تعلّی کرنا شاعروں کا شیوہ ہے لیکن مولانا سیدھی سادی باتیں کرتے تھے اور اپنی فضیلت جتانا اور دوسروں کی تحقیر کرنا ان میں بالکل نہ تھا۔ اگر شعر میں کہیں تعلّی آ گئی تو وہ بھی لطیف انداز میں اور خاکساری کے ساتھ۔

مولانا کا شعری ذوق اعلیٰ درجے کا تھا جیسا کہ حیاتِ سعدی' یادگارِ غالب اور

Visit **www.downloadclassnotes.com** for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

مقدمہ شعروشاعری سے ظاہر ہے کہ انھوں نے صحیح ذوق پیدا کرنے میں بڑا کام کیا ہے۔ وہ شعری و ادبی نکات بیان کرنے میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔

عام دستور ہے کہ شاعروں سے اپنا کلام سنانے کی فرمائش کی جاتی ہے۔ شاعر تو شاعر سے اس لیے فرمائش کرتا ہے کہ اسے اپنا کلام سنانے کا بھی شوق ہوتا ہے۔ بعض لوگ سچے دل سے کسی بڑے شاعر کا کلام اس کی زبان سے سننا چاہتے ہیں۔ لوگ مولانا حالی سے بھی فرمائش کرتے تھے لیکن وہ اکثر ٹال جاتے تھے اور حافظے کی کمزوری کا عذر کرتے تھے۔ دراصل وہ خودنمائی سے بہت بچتے تھے۔

ایک دفعہ قیام حیدرآباد کے دوران میں مولانا سے کلام سنانے کی فرمائش کی گئی۔ انھوں نے حافظے کا عذر کیا تو ایک صاحب نے "دیوانِ حالی" پیش کر دیا۔ مجبوراً انھوں نے یہ غزل سنائی جس کا مطلع ہے۔

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب ٹھہرتی ہے دیکھیے جا کر نظر کہاں

اکثر شاعر گا کر یا تحت اللفظ پڑھتے ہیں اور عجیب حرکات کرتے ہیں لیکن مولانا سیدھے سادے طور پر پڑھتے تھے البتہ اس سے اثر پیدا ہوتا تھا۔ ایک بار علی گڑھ کالج کے جلسے میں مولانا کچھ علیل تھے، اس لیے اپنی نظم پڑھنے کے لیے مولوی وحید الدین سلیم کو دی۔ وہ صحیح طور پر نہ پڑھ سکے تو مولانا خود پڑھنے لگے جس سے ساری مجلس میں کہرام مچ گیا۔

سرسید کی طرح مولانا حالی کی بھی زبردست مخالفت ہوئی۔ "مقدمہ شعروشاعری" نے تو گویا آگ لگا دی۔ "اودھ پنچ" نے تو باقاعدہ محاذ کھول دیا بلکہ پھکڑ اور پھبتیوں تک نوبت پہنچ گئی۔

ابتر ہمارے حملوں سے حالی کا حال ہے
میدان پانی پت کی طرح پائمال ہے

لیکن مولانا نے ہمیشہ ضبط و اعتدال سے کام لیا۔ جواب دیتے تھے لیکن حجت نہیں کرتے تھے۔ بالآخر نکتہ چیں ہی ان کی تقلید کرنے لگے۔

ان کا ایک نواسا تھا۔ ماں اس کی بیوہ تھی اور اس کا یہ اکلوتا بیٹا تھا۔ بڑا لاڈلا تھا اور مرگی میں مبتلا تھا۔ وہ مولانا کو بہت دق کرتا اور عجیب مضحکہ خیز اور توہین آمیز حرکتیں کرتا تھا لیکن مولانا ہمیشہ اس کی دل جوئی کرتے، سب سے زیادہ اس پر شفقت کرتے۔ اس کی ہر بات سہتے اور کبھی آزردگی یا بیزاری کا اظہار نہ کرتے۔

مولانا حالی نے دنیاوی جاہ و مال کی کبھی ہوس نہ کی بلکہ قناعت پسندی سے خوشی خوشی زندگی بسر کرتے تھے اور اس میں دوسروں کی بھی مدد کرتے تھے۔ انھیں عربک اسکول میں ساٹھ روپے ماہانہ تنخواہ ملتی تھی۔ جب حیدرآباد میں ان کے وظیفے کی کارروائی ہوئی تو ساٹھ سے زیادہ طلب نہ کیے۔ ایک مدت تک پچھتر ہی ملتے رہے اور بعد میں پچیس کا اضافہ ہوا۔ سوائے ایک آدھ کے انھوں نے اپنی کسی کتاب کی رجسٹری نہ کرائی جس نے چاہا چھاپ لیا۔

مروت کے پتلے تھے۔ جب تک خاص مجبوری نہ ہوتی کسی کی درخواست رد نہ کرتے تھے۔ وقت بے وقت لوگ آ جاتے اور فضول باتوں میں وقت ضائع کرتے لیکن کسی کی دل آزاری کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ اسی طرح طبیعت میں حیا بہت تھی۔ ایک دفعہ سرسید کی برسی میں ایک طویل مضمون پڑھا۔ گلا خشک ہو گیا اور حلق میں کانٹے پڑ گئے تھے لیکن محض مروت و حیا کے باعث پانی یا شربت نہ مانگا۔

جب کسی ہونہار تعلیم یافتہ نوجوان کو دیکھتے تو بہت خوش ہوتے اور حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ اچھی تحریر نظر سے گزرتی تو فوراً داد دیتے اور لکھنے والے کی ہمت بڑھاتے تھے۔ "پیسہ اخبار" جب روزنامہ ہوا تو مبارک باد کا تار دیا۔ مولانا

www.oey.com

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

ظفر علی خاں کی تعریف میں نظم لکھی اور "ہمدرد" اور مولانا محمد علی کی مدح سرائی کی۔ اگر کوئی بات اصلاح طلب ہوتی تو شفقت سے سمجھاتے۔

ہم عصروں کی رقابت پرانی چیز ہے۔ لیکن مولانا اس عیب سے بری تھے۔ مولانا محمد حسین آزاد اور مولانا شبلی نعمانی کی کتابوں پر خوب تبصرے لکھے مگر ان بزرگوں میں سے کسی نے مولانا کی کتاب کے متعلق کچھ نہ لکھا۔ مولانا ظفر علی خان مولانا سے ملے تو شفقت آمیز پیرائے میں نصیحت کی اور فرمایا کہ میں تنقید سے منع نہیں کرتا کیونکہ اس سے اصلاح ہوتی ہے۔ لیکن تنقید ذاتیات سے بالاتر ہونی چاہیے۔

مولانا انگریزی بالکل نہیں جانتے تھے لیکن مغربی تعلیم و تہذیب کے منشا کو جیسا وہ سمجھتے تھے۔ بہت سے انگریزی خواں بھی نہیں سمجھتے تھے۔ ان کا کلام اور تصانیف اس کی شاہد ہیں۔

مولانا کمزوروں اور بے کسوں کے بڑے حامی تھے۔ بالخصوص عورتوں کی حمایت میں پیش پیش رہے۔ "مناجات بیوہ" اور "چپ کی داد" ایسی دو نظمیں ہیں جن کی نظیر اردو زبان میں تو کیا ہندوستان کی کسی زبان میں نہیں۔ یہ نظمیں نہیں دل و جگر کے ٹکڑے ہیں۔

بلاشبہ ان کا دل درد سے لبریز تھا اور ذرا سی ٹھیس سے چھلک اٹھتا تھا مگر ویسے وہ بڑے شگفتہ مزاج اور خوش طبع تھے۔ اپنے ہم صحبت یاروں میں بڑی ظرافت اور شوخی کی باتیں کرتے تھے۔ ان کے کلام میں بھی کہیں کہیں یہ رنگ جھلکتا ہے۔

مرحوم ہماری قدیم ملی تہذیب کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ شرافت اور نیک نفسی ان پر ختم تھی۔ ان کے پاس بیٹھنے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی چیز ہم پر اثر کر رہی ہے۔ بدسلوکی پر بھی درگزر کرتے اور تعلقات میں فرق نہ آتا تھا۔ اخلاق اگر سیکھنے کی چیز ہے تو وہ ایسے ہی پاک نفس بزرگوں سے حاصل ہوتا ہے۔ دنیا کبھی اچھوں سے خالی نہیں ہوتی۔ اب بھی بہت سے صاحب علم و فضل' باکمال'

ذی وقار نیک سیرت اور نیک دل لوگ موجود ہیں مگر افسوس کہ کوئی حالی نہیں!

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

-3　مولوی عبدالحق کے سوانحی حالات خصوصاً اردو زبان و ادب کے لیے ان کی خدمات کی تفصیل طلبہ کو بتائی جائے۔

سرگرمی: دیکھیے حالاتِ زندگی

مولوی عبدالحق کی اردو زبان وادب کے لیے خدمات

مولوی عبدالحق کو "بابائے اُردو" کہا جاتا ہے۔ انھوں نے اُردو زبان کی ترویج کے لیے بے پناہ کوششیں کیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

مولوی عبدالحق نے اردو کو قومی زبان بنانے کی جدوجہد شروع کی اور تحقیقی کاموں سے اردو کی جھولی بھرنا شروع کی۔ جامعہ عثمانیہ میں اردو کے پروفیسر بھی رہے۔ اتفاق سے ہندوستان کے سیاسی حالات نے کروٹ لی۔ اکثر صوبوں میں ہندو راج قائم ہوا۔ مہاتما گاندھی نے اردو کی زبردست مخالفت کی۔ ہندو لیڈروں نے اردو کی مخالفت میں اضافہ کیا تو مولوی عبدالحق کی غیرت بھی جوش میں آئی۔ انھوں نے انجمن کا دفتر دلی منتقل کرایا تاکہ صدر مقام پر بیٹھ کر کانگریسی راہنماؤں کی مخالفت کا مقابلہ کیا جا سکے۔

مولوی عبدالحق نے 1939ء میں ایک رسالہ "ہماری زبان" شائع کیا۔ علاوہ ازیں دلی کے زمانے میں 150 تحقیقی کتابیں شائع کیں۔ یوں انجمن کی مطبوعات کی تعداد 250 ہو گئی۔

تقسیم ہند کے بعد اردو کے دشمنوں نے سرکاری سطح پر اردو کی مخالفت کی۔ انجمن کا سارا اثاثہ لٹ گیا۔ آخر اس کا دفتر کراچی منتقل ہوا۔ مولوی صاحب نے دس ہزار کتابوں کے ذخیرے سے کام شروع کیا۔ ان کے علاوہ علم و ادب کی مزید کتابیں جمع کیں اور اردو یونی ورسٹی کے قیام کی مہم چلائی۔ مولوی عبدالحق 16

www.ilmkidunya.com

اگست 1961ء کو کراچی میں انتقال کر گئے۔ ان کی وفات کے ٹھیک 42 برس بعد ان کے خواب کو تعبیر مل گئی۔ کراچی میں وفاقی اردو یونی ورسٹی قائم ہو چکی ہے۔

اہم معروضی سوالات

متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) نام دیو مالی کے طور پر کام کرتا تھا:
(i) مقبرۂ رابعہ دورانی اورنگ آباد کے باغ میں
(ii) دہلی کے شاہی باغ میں
(iii) کسی رئیس کے باغ میں　(iv) ملکہ نور جہاں کے باغ میں

(ب) کام اسی وقت ہوتا ہے جب
(i) اُس کا معقول معاوضہ ملے　(ii) کام کا وقت ہو
(iii) جب اس میں لذت آنے لگے　(iv) جب انسان تن درست ہو

(ج) نام دیو کے بچے تھے:
(i) ایک بیٹا اور ایک بیٹی　(ii) دو بیٹے اور ایک بیٹی
(iii) صرف ایک بیٹا　(iv) کوئی اولاد نہ تھی

(د) اُس زمانے میں اورنگ آباد (دکن) میں ناظم تعلیمات تھا:
(i) سراج الدین　(ii) نواب سراج اللہ خاں
(iii) نواب سراج یار جنگ　(iv) نواب محمد سراج

(ہ) نام دیو کی موت واقع ہوئی:
(i) بخار سے　(ii) حادثے سے
(iii) دل کے دورے سے　(iv) شہد کی مکھیوں کے کاٹنے سے

(و) نام دیو کا تعلق تھا:
(i) برہمن ذات سے　(ii) ڈھیڑ ذات سے

(iii) شودر قوم سے (iv) ویش قوم سے

(ز) مقبرے کا باغ نگرانی میں تھا:

(i) شاہد احمد دہلوی کی (ii) مولوی عبدالحق کی

(iii) نام دیو کی (iv) اورنگ زیب کی

(ح) نام دیو علاج میں ماہر تھا:

(i) بچوں کے (ii) بڈھوں کے

(iii) عورتوں کے (iv) مردوں کے

(ط) نام دیو نے فن باغ بانی کی تعلیم پائی تھی:

(i) دکن سے (ii) بمبئی سے

(iii) دلی سے (iv) کہیں سے بھی نہیں

(ی) بچوں کے علاج کے لیے نام دیو جڑی بوٹیاں لاتا تھا۔

(i) گھر سے (ii) بازار سے

(iii) باغ سے (iv) شہر سے

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(i)	(ب)	(iii)	(ج)	(iv)	(د)	(iii)
(ہ)	(iv)	(و)	(ii)	(ز)	(ii)	[illegible]	(i)
(ط)	(iv)	(ی)	(iii)				

www.downloadclassnotes.com

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

قدرت اللہ شہاب
(1917ء تا 1986ء)

علی بخش

تدریسی مقاصد

- علامہ اقبالؒ کے گھریلو ملازم کا تعارف کروانا۔
- علامہ اقبالؒ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو عمدہ شخصی خاکے کی خوبیوں سے متعارف کروانا۔
- طلبہ کو عمدہ ادبی تحریر سے روشناس کروانا۔
- قدرت اللہ شہاب کے حالاتِ زندگی سے آگاہ کرنا۔
- قدرت اللہ شہاب کے اسلوب بیان کی وضاحت کرنا۔

مصنف کے حالاتِ زندگی

نام: قدرت اللہ شہاب **تاریخ پیدائش:** 1917ء، **جائے پیدائش:** گلگت

تعلیم: ابتدائی تعلیم جموں اور سری نگر سے حاصل کی۔ اس کے بعد انبالہ کے خالصہ ہائی سکول سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد وہ پرنس آف ویلز کالج جموں میں داخل ہوئے۔ وہاں سے بی۔ایس سی کی ڈگری حاصل کی۔ اکیس سال کی عمر میں پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے ایم۔اے انگریزی کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد انڈین سول سروس کا امتحان دیا اور اس میں بھی وہ کامیاب رہے۔

قدرت اللہ شہاب مختلف جگہوں پر خدمات انجام دیتے رہے۔ جب 1947ء میں پاکستان وجود میں آیا تو قدرت اللہ شہاب آزاد کشمیر حکومت کے پہلے سیکرٹری جنرل مقرر ہوئے۔ اس کے علاوہ بھی وہ بہت سے عہدوں پر اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔

www.a

قدرت اللہ شہاب جو کچھ دیکھتے اس کا بنظرِ غور مشاہدہ کرتے اور پھر اسے زینتِ قرطاس بنا دیتے۔ ان کی خودنوشت "شہاب نامہ" اسی انداز کی کتاب ہے۔ اس میں انھوں نے اپنے بہت سے ملاقاتیوں کے بارے میں لکھا ہے۔ ان کی تحریر ایک ڈائری کی صورت میں ہے جس میں انھوں نے روزمرہ کے واقعات کو کہانی کی شکل دی ہے۔ شہاب نامہ ایک ضخیم کتاب ہے جو کم و بیش ساڑھے بارہ سو صفحات پر مشتمل ہے۔

تصانیف: شہاب نامہ کے علاوہ قدرت اللہ شہاب کی تصانیف میں "نفسانے"، "سرخ فیتہ"، "ماں جی" اور "یا خدا" شامل ہیں۔ "نفسانے" اور "سرخ فیتہ" افسانوں کے مجموعے ہیں جب کہ "یا خدا" ناولٹ ہے۔

وفات: قدرت اللہ شہاب نے 24 جولائی 1986ء کو اسلام آباد میں وفات پائی۔ انھیں اسلام آباد کے سیکٹر H/8 کے قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا۔

مرکزی خیال

یہ کہانی ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ کے دیہاتی ملازم علی بخش کے گرد گھومتی ہے جسے حکومت کی جانب سے اس کی خدمات کے صلے میں ایک مربع زمین ملی تھی لیکن اس زمین پر دوسرے لوگوں کا قبضہ تھا۔ صاحبِ مضمون نے ڈپٹی کمشنر ہونے کے ناتے علی بخش کو اس کی زمین کا قبضہ دلانے کا وعدہ کیا۔ وہ اصل میں اسے اپنے ساتھ لاہور سے جھنگ لے جانا چاہتا تھا اور راستے میں علی بخش سے علامہ اقبالؒ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے واقفیت حاصل کرنا چاہتا تھا۔

اہم نکات

- خواجہ عبدالرحیم سے ملاقات
- جاوید منزل میں جانا

- علی بخش کا جھنگ جانا
- علامہ اقبالؒ کے پسندیدہ کھانے
- علامہ اقبالؒ کا رات کو اٹھنا
- علی بخش کا قریب سونا
- علی بخش پر اعتماد
- علامہ اقبالؒ کی اولاد
- کپتان مہابت خاں

خلاصہ

ایک روز لاہور میں خواجہ عبدالرحیم صاحب سے ملاقات ہوئی۔ عبدالرحیم صاحب نے بتایا کہ علامہ اقبالؒ کے ملازم علی بخش کو لائل پور میں حکومت کی طرف سے ایک مربع زمین عطا ہوئی ہے مگر اس پر کچھ لوگ قابض ہیں۔ میں نے علی بخش کی مدد کرنے کی ہامی بھر لی اور علی بخش کو اپنے ساتھ کار میں بٹھا کر جھنگ کی طرف روانہ ہو گیا۔ علی بخش نے سوچا شاید میں بھی دوسرے لوگوں کی طرح ڈاکٹر اقبالؒ کے بارے میں اس سے سوال پوچھوں گا مگر میں چپ رہا تو علی بخش خود ہی مجھے علامہ اقبالؒ کے بارے میں بتانے لگا۔ میں پان خریدنے کے لیے رُکا تو علی بخش نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب کو پان پسند نہیں تھے۔ اس طرح علی بخش نے ڈاکٹر علامہ اقبالؒ کی پسند اور ناپسند کے بارے میں بہت کچھ بتایا۔ جب میں نے علی بخش سے ڈاکٹر صاحب کی شاعری کے بارے میں پوچھا تو اس نے مجھے صرف یہ بتایا کہ میں ان پڑھ ہوں ان باتوں کا خیال نہیں رکھتا صرف ایک نظم یاد ہے، کبھی اے حکیکت منتجر (کبھی اے حقیقت منتظر) میں۔

ڈاکٹر صاحب عام طور پر مجھے اپنے ساتھ کمرے میں سلاتے تھے۔ کبھی کبھی رات کو سوتے وقت انھیں ایک جھٹکا سا لگتا تو میں اٹھ کر ان کی گردن کی رگوں کو دباتا، اسی وجہ سے ڈاکٹر صاحب مجھے اپنے قریب سلاتے تھے۔

گھر کا سارا خرچ میرے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ میں اپنی جائز ضرورت پر بھی زیادہ خرچ نہ کرتا جس کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب ناراض ہوتے۔ مجھے جاوید سے بہت لگاؤ

ہے۔ اسی کی وجہ سے میں لاہور سے باہر نہیں جانا چاہتا۔ جب جوید چھوٹا تھا، ہروقت میرے ساتھ رہتا تھا۔ جب اس کی والدہ کا انتقال ہوا تو ڈاکٹر صاحب نے ایک نرس کے لیے اشتہار دیا جس کے جواب میں ایک عورت تو ڈاکٹر صاحب سے شادی تک کرنے پر آمادہ ہو گئی جس پر ڈاکٹر صاحب بہت پریشان ہوئے پھر انھوں نے ایک جرمن لیڈی کو بطور نرس رکھ لیا۔

جھنگ پہنچ کر میں نے علی بخش کو ایک مجسٹریٹ کپتان مہابت خاں کے سپرد کیا جس نے اعلان کیا کہ وہ آج ہی علی بخش کو اس کی زمین کا قبضہ دلا کر لوٹے گا۔ اگر وہ یہ معمولی سا کام بھی نہ کر سکے تو لعنت ہے۔

مضمون پر تبصرہ

قدرت اللہ شہاب نے بڑے دلچسپ انداز میں علامہ اقبالؒ کے دیرینہ اور وفادار ملازم سے اپنی ملاقات کا حال لکھا ہے۔ صاحب مضمون کا اصل مقصد علامہ اقبالؒ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے واقفیت حاصل کرنا تھا۔ وہ خود کرید کرید کر پوچھنے کی بجائے چاہتا تھا کہ علی بخش خود سے اسے بتائے اور وہ اس میں کافی حد تک کامیاب بھی رہا۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
دیرینہ	پرانا	قابض	قبضہ کیے ہوئے
جاوید منزل	علامہ اقبال کی لاہور میں رہائش گاہ	تعارف	جان پہچان
ہچکچانا	جھجکنا	قبضہ نہیں ملتا تو کھائے کڑھی	اگر زمین پر میرا قبضہ نہیں ہوتا تو جہنم میں جائے
اصرار	ضد	آمادہ	تیار

غالباً	شاید	سرکھپانا	پریشان کرنا
عزم	ارادہ	جزو	حصہ
جوہر	عرق	مشک	خوشبو
بے ساختہ	غیر ارادی طور پر	دل جوئی کرنا	دل رکھنا
مرید	معتقد، دینی شاگرد	مرکز	عین وسط، درمیان
سادگی	سادہ دلی	کیفیت	حالت
[illegible]	اطمینان	تخیل	تصور، خیال
دم دینا	فوت ہو جانا	فروٹ سالٹ	ایک انگریزی دوائی جو بدہضمی میں دی جاتی ہے
بحال ہونا	اصلی [illegible] آنا	کبھی اے حلیکت منتظر	کبھی اے حقیقت منتظر
گنگنانا	گا کر پڑھنا	احتراماً	عزت کے ساتھ
حجاب	شرم، پردہ	[illegible]	وقوعہ
استفسار	پوچھ گچھ	ذہنی [illegible]	ذہنی رابطہ
کفایت	بچت	قضیے	جھگڑے
آؤ بھگت کرنا	خاطر مدارات کرنا	ولایت	انگلستان
ہوشیار	چست	جرمن لیڈی	جرمنی کی خاتون
دھندلکا	علی الصباح، شام کا وقت	خوش گوار	اچھا
فرض شناس	فرض پہچاننے والا	مجسٹریٹ	حکومتی عہدے دار
سپرد کرنا	حوالے کرنا	مقدس	محترم، تقدیس والا

www.downloadclassnotes.com

پیراگراف: لیکن خواجہ صاحب کے اصرار پر ـــــــــ ظاہر ہو کے رہے گا۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: علی بخش

(ب) مصنف کا نام: قدرت اللہ شہاب

حل لغت

اصرار: ضد۔ آمادہ: تیار۔ غالباً: شاید۔ سرکھپانا: پریشان کرنا۔ عزم: ارادہ۔ واقعی: حقیقت میں۔ جزو: حصہ۔ جوہر: عرق۔ مشک: خوشبو۔ ظاہر ہونا: سامنے آنا

سیاق و سباق

علی بخش ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ کا دیرینہ اور وفادار ملازم تھا۔ اس کی خدمات کے صلے میں حکومت نے اسے لائل پور میں ایک مربع زمین عطا کی تھی لیکن اس زمین پر کچھ شریر لوگ ناجائز طور پر قابض تھے۔ بے چارا علی بخش بار بار لائل پور کے چکر لگا چکا تھا مگر اسے زمین کا قبضہ نہیں ملتا تھا۔ قدرت اللہ شہاب جھنگ کے ڈپٹی کمشنر تھے۔ ان کے دوست خواجہ عبدالرحیم صاحب نے علی بخش کی سفارش کرتے ہوئے کہا کہ آپ علی بخش کی زمین کا قبضہ دلوا دیں۔ شہاب صاحب خوش ہو گئے کہ اس طرح علی بخش کا کچھ دیر کا ساتھ ہوگا اور میں علی بخش سے ڈاکٹر محمد اقبالؒ کی زندگی کے بارے میں معلومات حاصل کر سکوں گا۔

تشریح

علی بخش لاہور چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا تھا کیوں کہ اس کے دل میں یہ بات تھی کہ اگر میں لاہور سے باہر گیا تو جاوید کا نقصان ہو گا لیکن جب خواجہ عبدالرحیم صاحب نے اس بات پر زور دیا کہ علی بخش کو ڈپٹی کمشنر صاحب کے ساتھ جھنگ ضرور جانا چاہیے تو وہ میرے ساتھ ایک آدھ دن کے لیے جھنگ جانے پر تیار ہو جاتا ہے۔ جھنگ لائل

پور سے تھوڑے ہی فاصلے پر ہے۔ لائل پور میں ہی علی بخش کو ملنے والی زمین تھی۔ جب علی بخش میرے ساتھ کار میں بیٹھ جاتا ہے تو شاید اس کے دل میں سب سے بڑا خیال یہ ہے کہ میں بھی دوسرے بہت سے لوگوں کی طرح اس سے علامہ اقبالؒ کی باتیں پوچھ پوچھ کر اسے پریشان کروں گا لیکن میں نے پکا ارادہ کر رکھا تھا کہ میں علی بخش سے اپنے طور پر حضرت علامہ اقبالؒ کے بارے میں کوئی سوال نہیں کروں گا۔ اگر علامہ اقبالؒ حقیقت میں علی بخش کی زندگی کا ایک حصہ ہیں اور علی بخش ان کی زندگی میں بہت زیادہ دخیل رہا ہے تو اس کے اندر کی باتیں اسی طرح سامنے آ جائیں گی جس طرح خوشبو لگانے والا خوشبو کو چھپا نہیں سکتا اور جس طرح ہر عاشق کا عشق ایک نہ ایک دن ظاہر ہو جاتا ہے، اسی طرح علی بخش بھی خود ہی سب کچھ مجھ پر واضح کر دے گا۔

تبصرہ

اس پیراگراف میں شہاب صاحب نے اپنی اندرونی کیفیت کو چھپاتے ہوئے ساری بات علی بخش پر ڈال دی۔ کہتے ہیں کہ اگر میں علی بخش سے خود ہی علامہ صاحب کی شخصیت کے بارے میں سوال کرتا تو شاید مجھے اس سے اتنی زیادہ باتیں معلوم نہ ہو سکتیں جتنی باتیں علی بخش نے اپنی مرضی سے بتا دی ہیں۔

پیراگراف 2 اب علی بخش کا ذہن ــــــــــ لیکن وہ رخصت ہو گئے تھے۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: علی بخش
(ب) مصنف کا نام: قدرت اللہ شہاب

حلِ لغت

مرکز: وسط، درمیانی حصہ۔ سادگی: سادہ دلی۔ کیفیت: حالت۔ روحانی: روح سے متعلق۔ تسکین: تسلی، اطمینان۔ دم دیا: وفات پائی۔ فروٹ سالٹ: ایک انگریزی دوا جو بدہضمی میں دی جاتی ہے۔ طبیعت بحال ہونا: مرض سے افاقہ ہونا۔

سیاق و سباق

قدرت اللہ شہاب نے علی بخش کو اپنے ساتھ گاڑی میں بٹھا لیا۔ وہ لاہور سے جھنگ جا رہے تھے۔ راستے میں بارہا علی بخش کے دل میں خیال آیا کہ شہاب صاحب مجھ سے علامہ اقبالؒ کے بارے میں کوئی بات کیوں نہیں پوچھ رہے۔ جب اس سے رہا نہ گیا تو خود ہی شروع ہو گیا اور علامہ اقبالؒ کے بارے میں باتیں کرنے لگا۔ یہی وہ وقت تھا جس کا شہاب صاحب انتظار کر رہے تھے کہ علی بخش خود سے ڈاکٹر صاحب کی باتیں چھیڑے اور بے ساختگی میں تمام حقائق ظاہر کر دے۔ علی بخش نے بتایا کہ ڈاکٹر صاحب کو آموں سے بڑی رغبت تھی۔ وہ آم بہت شوق سے کھاتے تھے لیکن ڈاکٹر کی ہدایت پر وفات سے تقریباً قریب چھے سال پہلے آم کھانا بہت کم کر دیا تھا۔

تشریح

جب ڈاکٹر صاحب کے عشق کی بات چھڑی تو علی بخش کا ذہن بڑی تیزی سے سوچنے لگا۔ وہ بڑی سادہ دلی سے ڈاکٹر صاحب کی باتیں سناتا جاتا۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے ماضی کے بارے میں بات کرتا ہے تو اس کی باتوں میں قصوں اور کہانیوں کا سا انداز پایا جاتا ہے مگر علی بخش کی باتوں میں قصے کہانیوں کی کوئی بات نہیں تھی بلکہ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے علامہ اقبالؒ کے بارے میں بات کرنا اس کے لیے ایک نشے کی طرح ہے اور جب تک علامہ اقبالؒ کی زندگی کے بارے میں وہ باتیں نہ کرے اس کا نشہ پورا نہیں ہوتا اور شاید اسے ذہنی اور روحانی سکون بھی نہیں ملتا۔ جوں جوں وہ ڈاکٹر صاحب کے بارے میں باتیں کرتا جاتا ہے اس کا ذہن سکون اور طمانیت حاصل کرتا جاتا ہے۔ علی بخش نے بتایا کہ جب ڈاکٹر علامہ اقبالؒ نے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کی، اس وقت میں ان کے بالکل نزدیک تھا۔ سارا واقعہ میرا چشم دید ہے۔ صبح سویرے ان کی طبیعت خراب ہوئی۔ میں سمجھا شاید رات کا کھانا صحیح طور

پر ہضم نہیں ہوا۔ میں نے انھیں فروٹ سالٹ پلایا۔ پہلے بھی جب کبھی بدہضمی ہوتی، میں اسی دوا کا سہارا لیتا تھا۔ میں نے سوچا کہ اس بار بھی ان کی طبیعت بحال ہو جائے گی اور وہ اپنے مرض سے چھٹکارا پالیں گے، لیکن ٹھیک صبح پانچ بج کر دس منٹ پر ڈاکٹر صاحب کی آنکھوں میں ایک تیز تیز نیلی نیلی سی چمک پیدا ہوئی، وہی کیفیت تھی جیسے کوئی دیا بجھنے سے پہلے یک دم بھڑک اٹھتا ہے اور اس کی روشنی تیز ہو کر ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتی ہے، یہی کیفیت ڈاکٹر صاحب کی تھی۔ اُن کی زبان سے ایک ہی لفظ نکل رہا تھا، اللہ، اللہ! میں جلدی سے آگے بڑھا، ڈاکٹر صاحب کو دیکھا، پھر میں نے ان کا سر اٹھا کر اپنے سینے پر رکھ لیا۔ میں نے آہستہ آہستہ ڈاکٹر صاحب کو جھنجھوڑا مگر وعدہ پورا ہو چکا تھا۔ جتنی سانسیں گزارنے کی مہلت ملی تھی وہ پوری ہو چکی تھی۔ ڈاکٹر صاحب داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔

تبصرہ

اس پیراگراف میں شہاب صاحب نے انسانی فطرت کا مطالعہ پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ انسان کو اگر کسی چیز پر مجبور کیا جائے تو وہ زیادہ دل جمعی سے کام سرانجام نہیں دیتا لیکن اگر اسے اس کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے تو وہ اس کی جزئیات تک کو دھیان میں رکھتا ہے۔ علی بخش کو اس کی مرضی کے مطابق ڈاکٹر صاحب کی زندگی کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کے لیے کہا گیا تو اس نے ایک ایک بات واضح طور پر بتا دی۔ اگر خود مصنف کرید کرید کر پوچھنے کی کوشش کرتا تو شاید ایسا ممکن نہ ہوتا۔ تحریر بہت رواں اور شستہ ہے۔ ایسی تحریر جذبات کو ابھارتی ہے۔ قاری اثر لیے بغیر نہیں رہتا۔ الفاظ کا چناؤ بھی عمدہ ہے۔ بہت زیادہ مشکل الفاظ استعمال نہیں کیے گئے بلکہ سیدھے سادے الفاظ میں بات کو بیان کیا گیا ہے جس سے بات آسانی سے سمجھ میں آ جاتی ہے۔

حل مشقی سوالات

-1 مختصر سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) علی بخش سے مصنف کی کیسے ملاقات ہوئی؟

جواب: ایک روز مصنف کسی کام سے لاہور گیا ہوا تھا۔ وہاں پر ایک جگہ خواجہ عبدالرحیم صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ باتوں باتوں میں انھوں نے مصنف کو بتایا کہ علامہ اقبالؒ کے دیرینہ ملازم علی بخش کو حکومت نے ان کی خدمات کے صلے میں فیصل آباد میں ایک مربع زمین عطا کی ہے لیکن اس پر دوسروں کا قبضہ ہے۔ آپ علی بخش کی مدد کریں۔ مصنف خواجہ صاحب کے ساتھ جاوید منزل چلا گیا جہاں اس کی ملاقات علی بخش سے ہوئی۔

(ب) علی بخش کو ایک مربع زمین کہاں اور کیوں الاٹ ہوئی؟

جواب: علی بخش قریب قریب چالیس سال تک علامہ محمد اقبالؒ کی خدمت میں رہا۔ وہ بہت وفادار ملازم تھا، حکومت نے اسے اس کی خدمات کے صلے میں لائل پور میں ایک مربع زمین الاٹ کی تھی۔ (لائل پور کا نیا نام فیصل آباد ہے)

(ج) مصنف کے ساتھ کار میں بیٹھتے ہوئے علی بخش کے دل میں کیا وہم تھا؟

جواب: جب علی بخش مصنف کے ساتھ کار میں بیٹھ کر جھنگ جانے لگا تو اس کے دل میں مصنف کے بارے میں وہم تھا کہ یہ بھی دوسرے بہت سے لوگوں کی طرح مجھ سے ڈاکٹر صاحب کی زندگی کے بارے میں باتیں کریں گے اور میرا سر کھپائیں گے لیکن اسے حیرت ہوئی کہ مصنف نے علی بخش سے ڈاکٹر صاحب کے بارے میں کچھ بھی نہ پوچھا۔ اصل میں مصنف چاہتا تھا کہ وہ خود ہی بات شروع کرے۔

(د) ایک سینما کے سامنے بھیڑ دیکھ کر علی بخش نے کیا کہا؟

جواب: دورانِ سفر میں ان کی کار ایک سینما ہال کے پاس سے گزری تو علی بخش نے دیکھا کہ سینما ہال کے باہر بہت بھیڑ ہے۔ وہ کہنے لگا: "سینما ہال کے سامنے ہی ایسی بھیڑ ہے، مسجدوں کے سامنے کبھی ایسی بھیڑ دیکھنے میں نہیں آئی، ڈاکٹر صاحب بھی یہی کہا کرتے تھے۔"

(ہ) شیخوپورہ سے گزرتے ہوئے علی بخش کو کیا یاد آیا؟

جواب: شیخوپورہ سے گزرتے ہوئے علی بخش کو یاد آتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب ایک بار یہاں بھی آئے تھے۔ یہاں پر ایک مسلمان تحصیل دار تھے، جو ڈاکٹر صاحب کے پکے مرید تھے۔

-2 سبق کا خلاصہ اپنے لفظوں میں تحریر کیجیے۔

جواب: دیکھیے خلاصہ۔

-3 علی بخش کی جو خوبیاں نمایاں ہوتی ہیں انھیں پیراگراف کی شکل میں لکھیں۔

جواب: علی بخش ایک ایمان دار اور وفادار ملازم تھا۔ اس کی بیوی اوائل عمر میں ہی اللہ کو پیاری ہو چکی تھی۔ اس کے بعد اس نے دوسری شادی نہیں کی بلکہ علامہ اقبالؒ کی خدمت میں رہے۔ اسے علامہ اقبالؒ سے بہت پیار تھا۔ علامہ اقبالؒ اس کی زندگی کا ایک حصہ تھے۔ علامہ اقبالؒ کے دونوں بچوں جاوید اور منیرہ سے بھی اسے بہت محبت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جب اپنی زمین کا قبضہ لینے کے لیے اسے بار بار لائل پور جانا پڑا تو اس نے جانا ہی ترک کر دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ شہر سے باہر جانے کی وجہ سے جاوید کا نقصان ہوتا تھا۔ وہ اس طرح نقصان کسی صورت برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ یعنی اپنی زمین کی بجائے اس نے جاوید کو ترجیح دی۔ یہی ایک مخلص اور سچے ملازم کی نشانی ہے۔ جب علامہ اقبال کا آخری وقت آیا تب بھی علی بخش ان کے پاس تھا۔

-4 علامہ اقبالؒ کی وفات کا حال علی بخش کی زبانی بیان کیجیے۔

جواب: علی بخش نے بتایا کہ جب ڈاکٹر علامہ اقبالؒ نے اپنی جان، جانِ آفریں کے سپرد کی، اس وقت میں ان کے بالکل نزدیک تھا۔ سارا واقعہ میرا چشم دید ہے۔ صبح سویرے ان کی طبیعت خراب ہوئی۔ میں سمجھا شاید رات کا کھانا صحیح طور پر ہضم نہیں ہوا۔ میں نے انھیں فروٹ سالٹ پلایا۔ پہلے بھی جب کبھی بدہضمی ہوتی، میں اسی دوا کا سہارا لیتا تھا۔ میں نے سوچا کہ اس بار بھی ان کی طبیعت بحال ہو جائے گی اور وہ اپنے مرض سے چھٹکارا پالیں گے۔ لیکن ٹھیک پانچ بج کر دس منٹ پر ڈاکٹر صاحب کی آنکھوں میں ایک تیز تیز نیلی نیلی سی چمک پیدا ہوئی، وہی کیفیت تھی جیسے کوئی دیا بجھنے سے پہلے یک دم بھڑک اٹھتا ہے اور اس کی روشنی تیز ہو کر ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتی ہے، یہی کیفیت ڈاکٹر صاحب کی تھی۔ اُن کی زبان سے ایک ہی لفظ نکل رہا تھا، اللہ، اللہ! میں جلدی سے آگے بڑھا، ڈاکٹر صاحب کو دیکھا، پھر میں نے ان کا سر اٹھا کر اپنے سینے پر رکھ لیا۔ میں نے آہستہ آہستہ ڈاکٹر صاحب کو جھنجھوڑا مگر وعدہ پورا ہو چکا تھا۔ جتنی سانسیں گزارنے کی مہلت ملی تھی وہ پوری ہو چکی تھی۔ ڈاکٹر صاحب داعیِ اجل کو لبیک کہتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔

-5 متن کی روشنی میں قوسین میں دیے گئے الفاظ کی مدد سے مندرجہ ذیل جملے مکمل کیجیے:

(الف) قیمہ نہیں ملتا تو کھائے ــــــــــ
(خصم کو، کڑھی، کھیر، دھوپ)

(ب) علی بخش کے مطابق اقبالؒ اکثر ــــــــــ گنگناتے تھے۔
(مسلماں کے لہو میں، خودی کو کر بلند اتنا، کبھی اے حقیقتِ منتظر، تو رہ نوردِ شوق ہے)

(ج) ڈاکٹر صاحب بڑے ــــــــــ آدمی تھے۔
(عالم، درویش، سیاسی، دنیا دار)

www.downloadclassnotes.com

(ج) ڈاکٹر صاحب بڑے درویش آدمی تھے۔
(د) پھر علی گڑھ سے ایک جرمن لیڈی آ گئی۔
(ہ) کپتان مہابت خاں، علی بخش کو ایک نہایت مقدس تابوت کی طرح عقیدت سے چھو کر اپنے سینے سے لگا لیتا ہے۔

6- سبق "علی بخش" کے متن کو مدِ نظر رکھ کر درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) سبق "علی بخش" کس کتاب سے لیا گیا ہے؟
(i) شہاب نامہ (ii) نفسانے (iii) ماں جی (iv) یا خدا

(ب) مصنف کام کے سلسلے میں کہاں گئے تھے؟
(i) لاہور (ii) لائل پور (iii) شیخوپورہ (iv) جھنگ

(ج) علی بخش کو زمین کہاں دی گئی تھی؟
(i) جھنگ (ii) لائل پور (iii) لاہور (iv) خانیوال

(د) آخری عمر میں علامہ اقبال ﷫ کا کھانا پینا کم ہو گیا تھا۔
(i) بڑھاپے کی وجہ سے (ii) دمے کی وجہ سے
(iii) گلے کی خرابی کی وجہ سے (iv) معدے کی خرابی کی وجہ سے

(ہ) علی بخش کے مطابق ڈاکٹر اقبال ﷫ کی پسندیدہ خوراک کیا تھی؟
(i) پلاؤ (ii) سیخ کباب
(iii) پلاؤ اور سیخ کباب (iv) چپلی کباب اور زردہ

(و) حکومت نے علی بخش کو کتنی زمین الاٹ کی؟
(i) آدھا مربع (ii) ایک مربع
(iii) دو مربعے (iv) تین مربعے

(ز) علامہ اقبال ﷫ کون سا پھل پسند کرتے تھے؟
(i) انگور (ii) لوکاٹ
(iii) آم (iv) خوبانی

(ح) ڈاکٹر اقبال ﷫ رات کتنے بجے جا نماز پہ جا بیٹھے؟
(i) ایک (ii) دو
(iii) اڑھائی (iv) دو اڑھائی

(ط) ڈاکٹر اقبال ؒ کو سوتے ہوئے جھٹکا لگا تو کیا کرتے تھے؟

(i) دوائی لے لیتے (ii) علی بخش سے گردن کے پٹھے دبواتے

(iii) سو جاتے (iv) بے چین ہو کر ٹہلنے لگتے

(iii)	(د)	(ii)	(ج)	(i)	(ب)	(i)	(الف)
(iv)	(ح)	(iii)	(ز)	(ii)	(و)	(iii)	(ہ)
						(ii)	(ط)

7- سبق کے متن کو مدِنظر رکھ کر درست یا غلط پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) علی بخش سے مصنف کی ملاقات خواجہ عبدالرحیم نے کرائی۔ درست/غلط

(ب) شیخوپورہ کے وکیل علامہ محمد اقبال ؒ کے مرید تھے۔ درست/غلط

(ج) ڈاکٹر محمد اقبال ؒ گھر کے اخراجات کا حساب کتاب نہیں رکھتے تھے۔ درست/غلط

(د) ڈاکٹر صاحب کے ہاں اعظم گڑھ سے جرمن لیڈی آئیں۔ درست/غلط

(ہ) فروٹ سالٹ سے ڈاکٹر صاحب کی طبیعت بحال ہو گئی۔ درست/غلط

(و) مہابت خان نے اعلان کیا کہ وہ علی بخش کا کام کرا کے دم لے گا۔ درست/غلط

درست	(ج)	غلط	(ب)	درست	(الف)
درست	(و)	غلط	(ہ)	غلط	(د)

8- سبق "علی بخش" کے متن کے مطابق کالم (الف) میں دیے گئے الفاظ کا رابطہ کالم (ب) کے الفاظ سے کریں۔

کالم (ج)	کالم (ب)	کالم (الف)
جاوید منزل	حقہ	خواجہ عبدالرحیم
منیرہ	مرید	جاوید اقبال
حقہ	جاوید منزل	پان
مرید	جانماز	تحصیل دار
قبضہ	منیرہ	مہابت خان
جانماز	قبضہ	اڑھائی بجے

www.downloadclassnotes.com

-9 حوالۂ متن اور سیاق و سباق کے ساتھ درج ذیل پیراگراف کی تشریح کیجیے:
اب علی بخش کا ذہن ـــــــــ لیکن وہ رخصت ہو گئے تھے۔
جواب: دیکھیے تشریح

-10 درج ذیل الفاظ کے مترادف لکھیے۔
شریر، آمادہ، بھیڑ، سادگی، فارغ، مقدس، خوش گوار

الفاظ	مترادف	الفاظ	مترادف
شریر	شرارتی	آمادہ	رضامند
بھیڑ	ہجوم	سادگی	بھولا پن
فارغ	آزاد	مقدس	پاک
خوش گوار	خوش آئند		

سرگرمیاں

-1 علی بخش نے علامہ اقبال کی نظم "کبھی اے حقیقتِ منتظر" کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ نظم خوش الحانی سے پڑھ کر جماعت کے کمرے میں سنائی جائے۔
جواب: جماعت میں موجود کوئی خوش الحان بچہ یہ نظم پڑھے اور باقی بچے خاموشی سے سنیں اور اس کا مطلب اپنے استاد صاحب سے پوچھیں۔

کبھی اے حقیقتِ منتظر، نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں
طرب آشنائے خروش ہو، تو نوائے محرمِ گوش ہو
وہ سرود کیا کہ چھپا ہوا ہو سکوتِ پردۂ ساز میں!
تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے، ترا آئنہ ہے وہ آئنہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئنہ ساز میں
دمِ طوف کرمکِ شمع نے یہ کہا کہ وہ اثرِ کہن
نہ تری حکایتِ سوز میں، نہ مری حدیثِ گداز میں
نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی

www.d

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

مرے جرمِ خانہ خراب کو ترے عفوِ بندہ نواز میں
نہ وہ عشق میں رہیں گرمیاں، نہ وہ حسن میں رہیں شوخیاں
نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی، نہ وہ خم ہے زلفِ ایاز میں
جو میں سر بسجدہ ہوا کبھی تو، زمیں سے آنے لگی صدا
ترا دل تو ہے صنم آشنا، تجھے کیا ملے گا نماز میں

[illegible] اقبال کی کوئی اور نظم چارٹ پر خوش خط لکھ کر جماعت کے کمرے میں آویزاں کریں۔

جواب: بچے چارٹ پر خوش خط یہ نظم لکھیں اور جماعت کے کمرے میں آویزاں کریں۔

پیامِ صبح

اجالا جب ہوا رخصت جبینِ شب کی افشاں کا
نسیمِ زندگی پیغام لائی صبحِ خنداں کا
جگایا بلبلِ رنگیں نوا کو آشیانے میں
کنارے کھیت کے شانہ ہلایا اس نے دہقاں کا
طلسمِ ظلمتِ شب سورۂ النور سے توڑا
اندھیرے میں اڑایا تاجِ زر شمعِ شبستاں کا
پڑھا خوابیدگانِ دیر پر افسونِ بیداری
برہمن کو دیا پیغام خورشیدِ درخشاں کا
ہوئی بامِ حرم پر آ کے یوں گویا مؤذن سے
نہیں کھٹکا ترے دل میں نمودِ مہرِ تاباں کا
پکاری اس طرح دیوارِ گلشن پر کھڑے ہو کر
چٹک او غنچۂ گل! تو مؤذن ہے گلستاں کا
دیا یہ حکم صحرا میں چلو اے قافلے والو
چمکنے کو ہے جگنو بن کے ہر ذرہ بیاباں کا
سوئے گورِ غریباں جب گئی زندوں کی بستی سے
تو یوں بولی نظارا دیکھ کر شہرِ خموشاں کا
ابھی آرام سے لیٹے رہو میں پھر بھی آؤں گی
سلا دوں گی جہاں کو خواب سے تم کو جگاؤں گی

س 3- مصنف کی کوئی اور تحریر جماعت کے کمرے میں پڑھ کر سنائیں۔

جواب: **ملاقاتی** از شہاب نامہ۔ ڈپٹی کمشنر کی ڈائری

ایک روز ایک بے حد مفلوک الحال بڑھیا آئی۔ رو رو کر بولی کہ میری چند بیگھہ زمین ہے جسے پٹواری نے اپنے کاغذات میں اس کے نام منتقل کرنا ہے لیکن وہ رشوت لیے بغیر یہ کام کرنے سے انکاری ہے۔ رشوت دینے کی توفیق نہیں۔ تین چار برس سے وہ طرح طرح کے دفتروں میں دھکے کھا رہی ہے لیکن کہیں شنوائی نہیں ہوئی۔
اس کی دردناک بپتا سن کر میں نے اسے اپنی کار میں بٹھایا اور جھنگ شہر سے

ساٹھ ستر میل دور اس کے گاؤں کے پٹواری کو جا پکڑا۔ ڈپٹی کمشنر کو اپنے گاؤں میں یوں اچانک دیکھ کر بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ پٹواری نے سب کے سامنے قسم کھائی کہ یہ بڑھیا بڑی شرانگیز عورت ہے اور زمین کے انتقال کے بارے میں جھوٹی شکایتیں کرنے کی عادی ہے۔ اپنی قسم کی عملی طور پر تصدیق کرنے کے لیے پٹواری اندر سے ایک جزدان اٹھا کر لایا اور اسے اپنے سر پر رکھ کر کہنے لگا "حضور! دیکھیے میں اس مقدس کتاب کو سر پر رکھ کر قسم کھاتا ہوں۔" گاؤں کے ایک نوجوان نے مسکرا کر کہا۔ "جناب! ذرا یہ بستہ کھول کر بھی دیکھ لیں۔" ہم نے بستہ کھولا تو اس میں قرآن مجید کی جلد نہیں بلکہ پٹوار خانے کے رجسٹر بندھے ہوئے تھے۔ میرے حکم پر پٹواری بھاگ کر ایک اور رجسٹر لایا اور سر جھکا کر بڑھیا کے انتقالِ اراضی کا کام مکمل کر دیا۔

میں نے بڑھیا سے کہا "بی بی! لو تمھارا کام ہو گیا۔ اب خوش رہو۔" بڑھیا کو میری بات کا یقین نہ آیا۔ اپنی تشفی کے لیے اس نے نمبردار سے پوچھا "کیا سچ مچ میرا کام ہو گیا ہے؟" نمبردار نے اس بات کی تصدیق کی تو بڑھیا کی آنکھوں سے بے اختیار خوشی کے آنسو بہنے لگے۔ اس کے دوپٹے کے ایک کونے میں کچھ ریزگاری بندھی ہوئی تھی۔ اس نے اسے کھول کر سولہ آنے گن کر اپنی مٹھی میں لیے اور اپنی دانست میں دوسروں کی نظر بچا کر چپکے سے میری جیب میں ڈال دیے۔ اس ادائے معصومانہ اور محبوبانہ پر مجھے بھی بے اختیار رونا آ گیا۔ یہ دیکھ کر گاؤں کے کئی دوسرے بڑے بوڑھے بھی آبدیدہ ہو گئے۔ یہ سولہ آنے واحد "رشوت" ہے جو میں نے اپنی ساری ملازمت کے دوران میں قبول کی۔ اگر مجھے سونے کا ایک پورا پہاڑ بھی مل جاتا تو میری نظر میں ان سولہ آنوں کے سامنے اس کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوتی۔ میں نے ان آنوں کو ابھی تک خرچ نہیں کیا کیوں کہ میرا گمان ہے کہ یہ ایک ایسا متبرک تحفہ ہے جس نے مجھے ہمیشہ کے لیے مالا مال کر دیا۔

اساتذہ کرام کے لیے

-1 قدرت اللہ شہاب کا تفصیلی اور بھرپور تعارف کرایا جائے۔

جواب: دیکھیے حالاتِ زندگی

-2 شہاب نامہ سے چند اقتباسات پڑھ کر طلبہ کو سنائے جائیں۔

جواب: دیکھیے سرگرمی نمبر 3

-3 چالیس برس تک علامہ اقبالؒ کی خدمت کرنے والے وفادار ملازم علی بخش کے شخصی اوصاف کو نمایاں کیا جائے۔

جواب: جواب کے لیے دیکھیے سوال نمبر 3

-4 طلبہ کو علامہ اقبالؒ کی ذات وصفات اور شاعری کے حوالے سے کچھ باتیں بتائی جائیں۔

جواب: علامہ اقبالؒ 9 نومبر 1877ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسے میں حاصل کی۔ اس کے بعد سکول میں داخلہ لے لیا۔ سیالکوٹ میں آپ کو مولوی میر حسن جیسے شفیق اور لائق استاد مل گئے جن کے فیضِ صحبت سے اقبال میں عربی فارسی اور اسلامیات کا ذوق پیدا ہوا۔ علامہ اقبال اپنے استاد کا بے حد احترام کرتے تھے۔ حکومت کی طرف سے مولوی صاحب کو شمس العلماء کا خطاب علامہ اقبال کے مشورے ہی پر ملا جب حکومت کی طرف سے سوال ہوا کہ مولوی صاحب نے کون سی کتاب لکھی ہے تو علامہ اقبالؒ نے فرمایا کہ "میں خود ان کی زندہ کتاب ہوں۔"

علامہ اقبال عام قسم کے شاعر نہیں تھے۔ انھوں نے شاعری کو اپنے عظیم مقصد اور پیغام کا ذریعہ بنایا۔ ان کی شاعری عالمگیر اور آفاقی ہے۔ ان کی شاعری نے مسلمانوں میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑا دی اور ان میں بے پناہ جوش و ولولہ پیدا کر دیا۔ انھوں نے مسلمانوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنا کھویا ہوا مقام پھر سے حاصل کرلیں۔ غلامی کی زنجیریں توڑ ڈالیں اور یقین محکم، عمل پیہم اور

اتحاد سے کام لے کر اپنی عظمت رفتہ کو حاصل کرلیں۔ علامہ اقبال نے مغربی تہذیب کو بے نقاب کیا۔ مسلمانوں کے ملی تشخص کو اجاگر کیا اور انھیں عملی جدوجہد اور تحفظ خودی کا درس دیا۔ الغرض اقبال جیسا شاعر صدیوں کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ وہ ہمارے سب سے بڑے ملی شاعر ہیں۔

مت سہل اسے جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

اہم معروضی سوالات

-3 متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) مصنف ڈپٹی کمشنر تھے:

(i) سیالکوٹ کے (ii) گجرات کے
(iii) لائل پور کے (iv) جھنگ کے

(ب) میں آج ہی علی بخش کو جھنگ لے جاؤں گا:

(i) کار میں (ii) بس میں
(iii) ویگن میں (iv) جیپ میں

(ج) ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ پسند نہیں کرتے تھے:

(i) حقہ (ii) پائے
(iii) آم (iv) پلاؤ

(د) علامہ اقبالؒ کا انتقال ہوا:

(i) تین بج کر دس منٹ پر (ii) چار بج کر دس منٹ پر
(iii) پانچ بج کر دس منٹ پر (iv) چھے بج کر دس منٹ پر

(ہ) میرا ڈرائیور احتراماً علی بخش کو پیش کرتا ہے:

(i) کافی کا کپ (ii) چائے کا پیالہ

www.ao

(iii) سگار (iv) سگریٹ

(د) عام طور پر ڈاکٹر صاحب علی بخش کو سلایا کرتے تھے:

(i) دوسری منزل پر (ii) اپنے نزدیک

(iii) دوسرے کمرے میں (iv) دالان میں

(ذ) ڈاکٹر علامہ اقبالؒ اکثر سوتے میں:

(i) بڑبڑاتے تھے (ii) چونک اٹھتے تھے

(iii) خراٹے لیتے تھے (iv) جھٹکا لیتے تھے

(ح) علی بخش اکثر بھوکا رہتا تھا:

(i) رات کے وقت (ii) گرمی کے موسم میں

(iii) ٹرین کے سفر میں (iv) کار کے سفر میں

(ط) علامہ اقبالؒ نے نرس کے لیے اشتہار دیا تو ایک لیڈی آئی۔

(i) جرمن (ii) ایرانی

(iii) فرانسیسی (iv) انگریز

(ی) علامہ اقبالؒ کی بیٹی کا نام ہے:

(i) حفیظہ بی بی (ii) منیرہ بی بی

(iii) حمیرا بی بی (iv) میرا بی بی

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iv)	(ب)	(i)	(ج)	(ii)	(د)	(iii)
(ہ)	(iv)	(و)	(ii)	(ز)	(iv)	(ح)	(iii)
(ط)	(i)	(ی)	(ii)				

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

حکیم محمد سعید
(1920ء تا 1998ء)

استنبول

تدریسی مقاصد

- اسلامی ملک ترکی کے بارے میں معلومات فراہم کرنا۔
- ترکی کی اہمیت سے روشناس کروانا۔
- ترکی کے اہم تاریخی مقامات سے واقفیت دلانا۔
- طلبہ کو سفر نامے کے بارے میں بتانا۔
- دوسرے ممالک کی تہذیب سے روشناس کروانا۔
- حکیم محمد سعید کے حالاتِ زندگی سے آگاہ کرنا۔
- حکیم محمد سعید کے اسلوبِ بیان کے بارے میں بتانا۔

مصنف کے حالاتِ زندگی

نام: محمد سعید، ولدیت: عبدالمجید، تاریخ پیدائش: 9 جنوری 1920ء
جائے پیدائش: دہلی

آپ کا خاندان "حکیموں کا خاندان" کے نام سے مشہور تھا۔ جب حکیم محمد سعید کی عمر دو سال کی تھی، اس وقت آپ کے والد وفات پا گئے۔ آپ کے بڑے بھائی حکیم عبدالحمید اور والدہ نے آپ کی پرورش کی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد طبیہ کالج دہلی میں داخلہ لے لیا جہاں آپ نے بڑے بڑے اساتذہ سے حکمت کی تعلیم حاصل کی۔

1948ء میں آپ ہجرت کر کے پاکستان آ گئے۔ آپ نے کراچی میں ایک کرا

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

کرائے پر لے لیا اور اس میں "ہمدرد دواخانہ (وقف)" قائم کیا۔ آپ نے اس دواخانے کے لیے دن رات سخت محنت کی۔ اس دواخانے نے بہت ترقی کی۔ آج اس ادارے کی شاخیں پورے ملک میں کام کر رہی ہیں۔

حکیم محمد سعید کی خواہش تھی کہ وہ علم و حکمت کا ایک شہر آباد کریں۔ مسلسل محنت کامیابی کی ضامن ہوتی ہے۔ انھوں نے بھی اپنے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لیے سخت محنت کی۔ ان کی محنت رنگ لائی اور 1983ء میں ان کا خواب پورا ہوا۔ علم و حکمت کے اس شہر کا نام "مدینۃ الحکمت" ہے جو کراچی کے قریب آباد ہے۔ یہاں ہمدرد یونیورسٹی، بیت الحکمت (لائبریری) اور دوسرے بہت سے تعلیمی و رفاہی ادارے قائم ہیں۔

تصانیف: حکیم محمد سعید نے 1953ء میں بچوں کے لیے ایک رسالہ "ہمدرد نونہال" کے نام سے جاری کیا جو برابر مسلسل شائع ہوتا ہے۔ آپ کی زیرِ ادارت پانچ اُردو اور پانچ انگریزی رسالے شائع ہوتے رہے۔

وہ صدرِ پاکستان کے مشیر اور صوبہ سندھ کے گورنر بھی رہے۔ حکیم محمد سعید کو دوسرے ممالک کا سفر کرنے کا بہت شوق تھا۔ وہ جس ملک میں بھی گئے وہاں کے حالات، تاریخ اور لوگوں کے رہن سہن کے بارے میں دلچسپ اور معلوماتی سفرنامے لکھے۔ ان سفرناموں میں "سحر اوقیانوس کے پار"، "سعید سیاح تہران میں"، "سعید سیاح لن لینڈ میں"، "سعید سیاح ترکی میں"، "سعید سیاح کویت میں"، "دلی کی سیر" اور "استنبول کا سفر" بہت مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی کئی تصانیف ہیں جن میں "یورپ نامہ"، "قلب اور صحت"، "تعلیم و تربیت"، "جرمنی نامہ"، "کوریا کہانی" اور "ایک مسافر چار ملک" شامل ہیں۔

آپ کی خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے آپ کو 1966ء میں "ستارۂ امتیاز" عطا کیا۔

وفات: 17 اکتوبر 1998ء کو اس عظیم انسان کو روزے کی حالت میں شہید کر دیا گیا۔ انھیں کراچی میں دفن کیا گیا۔

مرکزی خیال

اس کہانی کا مرکزی خیال استنبول کی سیر کے گرد گھومتا ہے۔ حکیم محمد سعید نے ترکی کے شہر استنبول کی سیر کے بارے میں بتایا اور بہت سی معلومات فراہم کی ہیں۔ حکیم محمد سعید کا خیال ہے کہ ترک ایک مہذب قوم ہے۔ ترکی میں بے شمار تاریخی عمارات ہیں جن کو دیکھنے سے پرانی تہذیب کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ترکی کا فن تعمیر دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ جس بادشاہ نے بھی ترکی پر حکومت کی، اس نے تعمیرات میں اضافہ کیا۔ ترکی کے شہر استنبول میں بے شمار مساجد ہیں، اس لیے استنبول کو مسجدوں کا شہر بھی کہا جاتا ہے۔

اہم نکات

- استنبول پر مسلمانوں کا حملہ
- خوب صورت تعمیرات
- مساجد پر خطاطی
- مساجد کا شہر
- استنبول کانفرنس
- مہذب قوم
- سلیمانیہ مسجد
- توپ کاپی محل کا عجائب خانہ
- قلمی نسخے
- مسجد سلطان احمد
- حضرت ابو ایوبؓ انصاری کا مزار
- نبی اکرم ﷺ کی بشارت

خلاصہ

استنبول ترکی کا شہر ہے جس پر مسلمانوں نے 672ء میں حملہ کیا لیکن سات سالہ محاصرے کے بعد ناکام لوٹے۔ حملے کی خاص بات حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا اس مہم میں شامل ہونا تھا۔

مراد ثانی نے 1452ء میں استنبول پر حملہ کر کے اسے فتح کیا اور ایا صوفیہ میں جمعے کی نماز پڑھی۔ قسطنطنیہ کے لوگوں کا خیال تھا کہ آسمان سے فرشتہ اتر کر فاتحین کو دھکیل دے گا مگر ایسا نہ ہوا۔ مسلمانوں نے ترکی کی تعمیرات میں بہت اضافہ کیا۔ اکثر عثمانی حکمرانوں نے مساجد کی دیواروں پر آیاتِ قرآنی کندہ کروائیں۔ مسجد میں مدرسہ، کتب خانہ اور دارالطعام بھی بنوایا۔ سلطان عبدالمجید کے عہد میں اس مسجد کی مرمت کروائی گئی اور آٹھ لوحیں نصب کی گئیں۔ استنبول کو مساجد کا شہر کہا جاتا ہے۔ یہاں پانچ سو مساجد ہیں۔

میں ترکی حکومت کی دعوت پر ترکی گیا۔ ترکی میں میرے ایک دوست ڈوگولباچی تھے۔ ترکی کے وزیر اعظم ترگت اوزال ہمارے میزبان تھے۔ ہم ان کے ساتھ مسجد سلیمانیہ میں نماز جمعہ ادا کرنے آئے۔ یہاں آدھا خطبہ عربی زبان میں اور آدھا ترکی زبان میں ہوتا ہے۔

ترک بڑی منظم قوم ہیں۔ مسجد سلیمانیہ سلطان سلیمان نے بنوائی۔ یہ مسجد ترکوں کی نفاست پسندی کا حسین مرقع ہے۔ مسجد سلیمانیہ کے ساتھ ایک بڑا کتب خانہ ہے جہاں ایک لاکھ قلمی کتابیں موجود ہیں۔ یہ کتابیں بڑی ترتیب سے رکھی ہوئی ہیں۔ مسجد سلیمانیہ سے ہو کر ہم توپ کاپی محل گئے۔ آج کل توپ کاپی محل کو عجائب گھر کی حیثیت حاصل ہے۔ ہم ناشتا کر کے اس کی سیر کے لیے چلے۔

توپ کاپی محل آثارِ قدیمہ کے علاوہ فوجی عجائب گھر بھی ہے جو "اوقاف" کہلاتا ہے۔ یہاں مصوری کے حیرت انگیز نمونے موجود ہیں۔ اس عجائب گھر میں نادر و نایاب کتابیں بھی ہیں۔ بعض ایسی کتابیں بھی موجود ہیں جن کا ایک ہی نسخہ دنیا میں موجود ہے۔ انگریزوں کے علمی ذوق کی تعریف کی جاتی ہے مگر بقول ولیم راجرز انگریز توپ کاپی محل کا ذکر کرنا بھول گئے۔

فنِ خطاطی کے مظہر کی حیثیت سے مختلف خطاطوں کی لکھی ہوئی آیات جگہ جگہ موجود ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی سوانح پر خطِ ثلث میں ایک اہم مخطوطہ بھی توپ کاپی محل میں موجود ہے۔

مسجد سلطان احمد، سلطان احمد نے بنوائی تھی جو صرف چودہ سال کی عمر میں تخت

نشین ہوا۔ سلطان احمد نے 1617ء میں وفات پائی۔ مسجد سلطان احمد شاہی مساجد میں بہت ممتاز ہے۔ یہ شاہی تہوار منانے کی جگہ ہے۔ یہاں ہم نے ظہر اور عصر کی نماز ملا کر ادا کی۔

ترکی آ کر میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مزار پر ضرور حاضر ہوتا ہوں۔ حضرت ابوایوبؓ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ وہ مدینے میں حضورﷺ کے میزبان تھے۔

حضرت محمدﷺ کی بشارت کے مطابق حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں قسطنطنیہ پر فوج کشی ہوئی۔ اسی دوران میں ایک مہلک وبا پھیل گئی۔ بہت سے دوسرے مجاہدین کے ساتھ حضرت ابو ایوبؓ بھی اس وبا میں انتقال کر گئے۔ انھیں رات کے وقت استنبول شہر کی دیواروں کے نیچے دفن کر دیا گیا۔ اب ہمیں اتاترک کے ہوائی میدان میں جانا تھا۔ میں خوش تھا کہ میں نے آٹھ گھنٹوں میں اپنے دوستوں کو ترکی کی سیر کروا دی۔

مضمون پر تبصرہ

حکیم محمد سعید کا طرزِ تحریر نہایت عمدہ ہے۔ قاری ان کا سفرنامہ پڑھتے ہوئے یوں محسوس کرتا ہے جیسے وہ خود بھی ان کے ساتھ محوِ سفر ہو۔ ان کے جملے بے ساختہ اور بناوٹ سے پاک ہوتے ہیں۔ حکیم صاحب بڑے دلچسپ انداز میں معلومات فراہم کرتے ہیں۔ وہ جزئیات کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ اس سفرنامے میں بھی انھوں نے ترکی کے بارے میں بہت سی معلومات فراہم کی ہیں۔ ان کا سفرنامہ پڑھ کر اگر ترکی کی سیر کی جائے تو یہ معلوم ہوگا کہ ہم پہلے بھی اس جگہ آ چکے ہیں۔ یہی ایک اچھے لکھاری کا کمال ہوتا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
محاصرہ	گھیراؤ کرنا	اہمیت	خاص ہونا
جلیل القدر	بہت زیادہ عزت والا	شریک	شامل

مہم	معرکے کا کام، بھاری کام، جنگ، لڑائی	انتقال	ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا، مر جانا
مدفون	دفن ہونا	فتح	جیت
مقدر ہو چکنا	کسی کی قسمت میں ہونا	منصوبہ بندی	تجویز کرنا، تدبیر کرنا
کلیسا	گرجا، عیسائیوں کی عبادت گاہ	اضافہ کرنا	کسی چیز کو زیادہ کرنا، بڑھانا
[illegible]	ہلکے سیاہ رنگ کی قلعی	منہدم کرنا	ڈھانا
ثانی	دوسرا	ثالث	تیسرا
سنگِ جراحت	[illegible] سفید پتھر جو [illegible]	چبوترہ	مربع یا مستطیل اونچی جگہ، چوکی
رابع	چوتھا	خطاط	کاتب، خوش نویس
وسیع	کھلا، کشادہ	[illegible]ارالطعام	کھانے کا کمرا
بیش قیمت	بہت قیمتی	[illegible]	مخفی
نصب کرنا	لگانا، گاڑنا	[illegible]	خوبی، خاص بات
جلوہ گر	نمایاں، ظاہر	مرکز	وسط
سربراہ	حکمران	مندوبین	[illegible]
اوّل صف	پہلی قطار	کھچا کھچ بھرا ہونا	بہت [illegible]
منبر	بلند مقام جہاں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر خطبہ پڑھتے ہیں	دو رویہ	راستے کے [illegible] جانب
اطمینان	تسلی	شائستہ	مہذب، اچھے اخلاق والا

www.downloadclassnotes.com

منظم	نظم و ضبط والے	ایما پر	اشارے پر
ڈسپلن	نظم و ضبط	سنگِ بنیاد	پہلا پتھر
پایۂ تکمیل کو پہنچنا	مکمل ہونا	نقش و نگار	کھدے ہوئے پھول بوٹے
نفاست پسندی	اچھی چیز کو پسند کرنا	مرقع	مجموعہ
	ساتھ ملا ہوا، جڑا ہوا	مخطوطہ	غیر مطبوعہ مسودہ
ذخیرہ	گودام، جمع پونجی	رفیق	ساتھی، دوست
مسرت	خوشی	صرف کرنا	خرچ کرنا
سیلانی	[illegible] والا یہاں [illegible]	جمِ غفیر	بہت زیادہ بھیڑ
زور دار	عمدہ	[illegible]ش کرنا	چنا
حیثیت	قدرت، مقدور	[illegible] آفاق	پوری دُنیا میں مشہور
آرائش و تزئین	سجاوٹ	[illegible]	لباس
آثارِ قدیمہ	پرانی نشانیاں	میوزیم	عجائب گھر
نقاشی	نقش و نگار بنانا	حیرت انگیز	[illegible]
ثقافت	تہذیب، رہن سہن	بالخصوص	[illegible]
نمونہ	قالب، نقشہ	نمایاں	ظاہر
نوادر	نادر کی جمع، عجیب	مدح	تعریف
ستائش	تعریف	بیت الحکمت	حکمت کا گھر
نظر انداز کرنا	توجہ نہ دینا	بہ کثرت	زیادہ ہونا
مسودہ	ہاتھ سے لکھی تحریر	مظہر	ظاہر ہونا

www.downloadclassnotes.com

ہیچ	کمتر	عالمی شہرت	پوری دنیا میں مشہور
ہنرمندی	کاری گری	نسخ	ایک رسم الخط کا نام
تخت نشین ہونا	تخت پر بیٹھنا	صاحب تدبر	دانش ور
پختہ کار	اپنے کام میں ماہر	تہوار	سالانہ تقریب
مجمع	گروہ، بھیڑ	حامل	کسی چیز کو لے جانے والا
مزار اقدس	مقدس مزار	مرتبۂ علم	علم کا درجہ
جوشِ ایمانی	ایمان کا جوش	حق گوئی	سچی بات کہنا
بے کراں	بغیر کنارے کے مراد بہت زیادہ	عقیدت	ارادت مندی
قضا و قدر	اللہ تعالیٰ کی رضا	شرف	عزت
فوج کشی کرنا	حملہ آور ہونا	علیل	بیمار
مرجع	رجوع کرنے کی جگہ	خیر و برکت	بھلائی

پیرا گراف کی تشریح ۱

پیرا گراف 1: توپ کاپی میں ـــــــــ نسخہ دنیا میں موجود نہیں

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام: استنبول

(ب) مصنف کا نام: حکیم محمد سعید

حل لغت

آثار قدیمہ: پرانی نشانیاں۔ عجائب گھر: تاریخی اور نادر چیزیں رکھنے کی جگہ۔
نقاشی: نقش و نگار بنانا۔ مصوری: تصویریں بنانا۔ نمونہ: قالب، سانچہ۔ ثقافت:

www.dow .com

تہذیب، رہن سہن۔ بالخصوص: خاص طور پر۔ حیرت انگیز: حیران کرنے والے۔ نمایاں: ظاہر۔ نوادر: نادر کی جمع، عجیب و غریب چیزیں۔ بیش بہا: بہت زیادہ۔ مخزن: خزانہ۔ مخطوط: غیر مطبوعہ قلمی نسخہ۔ شعبہ: حصہ

سیاق و سباق

حکیم محمد سعید نے اپنے سفرنامے میں ترکی کے شہر استنبول کی سیاحت کے بارے میں لکھا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ہم نے ترکی کے شہر استنبول کی سیر کی۔ استنبول کا پرانا نام قسطنطنیہ تھا۔ اسے مساجد کا شہر بھی کہا جاتا ہے۔ اس شہر میں کم و بیش پانچ سو مساجد ہیں۔ ہم ترکی کی حکومت کے کہنے پر وہاں گئے۔ ترکی کے وزیرِ اعظم جناب ترگت اوزال ہمارے میزبان تھے۔ ہم نے مسجد سلیمانیہ میں جمعہ کی نماز ادا کی۔ اس مسجد میں خطبہ آدھا عربی اور آدھا ترکی زبان میں ہوتا ہے۔ ہم نے مختلف جگہوں کی سیر کی۔ اب ہم سیر کرنے کے لیے توپ کاپی محل جانا چاہتے تھے۔ توپ کاپی محل کہنے کو تو ایک محل ہے مگر اس میں ایک عجائب گھر قائم ہے۔ سیاحوں کی ایک بہت بڑی جماعت اس عجائب خانے کو دیکھنے کے لیے آئی ہوئی تھی۔ ہم بھی اس محل کی سیر کے لیے چل پڑے۔

تشریح

توپ کاپی محل کہنے کو تو ایک محل ہے مگر اس میں ایک عجائب گھر بھی ہے۔ اس میں رکھی ہوئی تاریخی چیزیں سیاحوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کروا لیتی ہیں۔ اس عجائب گھر میں پرانی تہذیب کی بہت سی نشانیاں ہیں۔ آثارِ قدیمہ کے عجائب گھر کے علاوہ یہاں ایک فوجی نوعیت کا عجائب گھر بھی ہے، جہاں مختلف قسم کا اسلحہ رکھا ہوا ہے۔ اس فوجی عجائب گھر کو "اوقاف" کہا جاتا ہے۔ توپ کاپی دوسرا محل ہے جو عثمانیوں کے عہد میں استنبول میں تعمیر کیا گیا۔ توپ کاپی محل 1467ء میں مکمل ہوا تھا۔

آج اسے ایک عجائب گھر کی حیثیت حاصل ہے۔ اس عجائب گھر میں ترکی کے اسلامی آرٹ، ادب، دیواری نقش و نگار، [illegible] کے بھی حیرت انگیز نمونے موجود ہیں۔

اسلامی علم وفن اور رہن سہن کے طریقے کو آگے بڑھانے میں ترکی پر حکومت کرنے والے سلجوق بادشاہوں اور خاص طور پر عثمانی حکمرانوں کا کردار بہت زیادہ ہے۔ ان حکمرانوں میں بہت زیادہ علمی ذوق تھا۔ وہ علم وفن کے قدر دان تھے۔ انھی کے اس ذوق کی وجہ سے استنبول کا عجائب خانہ جس کا نام توپ کاپی محل ہے اور جو نوادرات اور آثارِ قدیمہ کا حسین مرقع ہے، پوری دنیا کے سیاحوں کی توجہ اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ عجائب گھر علم وفن کے قیمتی، بہت زیادہ ذخیروں اور نادر و نایاب کتابوں کا خزانہ بھی ہے۔ ہر چیز کے لیے الگ الگ شعبہ ہے۔ مخطوطات کو الگ شعبے میں رکھا گیا ہے۔ قلمی نسخوں کے لیے ایک الگ شعبہ بنایا گیا ہے۔ اس ذخیرے میں بعض کتابیں ایسی ہیں جن کا پوری دنیا میں ایک ہی نسخہ موجود ہے اور وہ نسخہ توپ کاپی محل میں ہے۔

تبصرہ

حکیم محمد سعید نے ترکی کے عجائب گھر کا ذکر کرتے ہوئے اتنی زیادہ معلومات فراہم کر دی ہیں کہ ایک ایک چیز کی تفصیل یاد رہے۔ ان کی تحریر کا انداز نہایت سادہ ہے۔ کسی بھی واقعہ کو پیش کرنے میں انھیں مہارت حاصل ہے۔ ان کی تحریر اتنی جامع ہوتی ہے کہ آسانی سے سمجھ میں آ جاتی ہے۔

حلِ مشقی سوالات

1- مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) استنبول پر مسلمانوں کے پہلے حملے کی خاص بات کیا ہے؟

جواب: استنبول پر مسلمانوں کے پہلے حملے کی خاص بات یہ تھی کہ اس حملے میں ایک جلیل القدر صحابی حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے بھی حصہ لیا تھا۔ اسی مہم کے دوران میں ایک وبا پھوٹ پڑی۔ آپؓ بھی اس وبا کا شکار ہو گئے۔ اس وبا کی وجہ سے آپؓ وفات پا گئے۔ آپؓ کو استنبول میں ہی دفن کیا گیا۔

(ب) ایا صوفیہ کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ مختصراً تحریر کیجیے۔

جواب: ایا صوفیہ ترکی کے شہر استنبول میں بنائی گئی ایک مسجد ہے۔ جب مسلمانوں نے قسطنطنیہ فتح کیا تو سلطان مراد ثانی نے سب سے پہلے اس مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کی۔ مسلمانوں نے اس مسجد کی تعمیر میں بہت زیادہ اضافہ کیا۔ دیواروں اور چھتوں کی پچی کاری پر سرمئی قلعی کی گئی۔ جن دیواروں پر بت بنے ہوئے تھے انھیں منہدم کروا کے نئی دیوار بنوا دی گئی۔ سلطان محمد نے اس مسجد کا ایک بلند مینار تعمیر کروایا۔ سلیم ثانی نے شمال کی جانب ایک دوسرا مینار بنوایا۔ مراد ثالث نے باقی دو مینار بنوائے اور مرمت کا کام مکمل کروایا۔ سلطان مراد رابع نے مسجد کی خالی دیواروں پر مشہور خطاط مصطفیٰ چلپی سے بڑے بڑے سنہری حروف میں آیاتِ قرآنی لکھوائیں۔ محمود اول نے 1754ء میں وسیع چھت کا سلطانی راستہ، ایک خوب صورت فوارہ، ایک مدرسہ اور شمال میں ایک وسیع دارالطعام بنوایا نیز مسجد میں ایک بیش قیمت کتب خانہ قائم کیا۔

(ج) ترکی میں جمعۃ المبارک کا آدھا آدھا خطبہ کن دو زبانوں میں دیا گیا؟

جواب: ترکی میں جمعۃ المبارک کا آدھا خطبہ عربی زبان میں اور آدھا ترکی زبان میں دیا گیا۔

(د) ''توپ کاپی'' محل کا تعارف اپنے الفاظ میں کرائیے۔

جواب: ترکی میں بنا ہوا توپ کاپی محل دوسرا محل ہے جو عثمانیوں کے دور میں استنبول میں تعمیر کیا گیا تھا۔ جب سلطان محمد دوم نے بازنطینی حکمران کو شکست دی اور شہر پر قبضہ کر لیا تو یہاں اس نے ایک محل تعمیر کروایا۔ اس محل کی جگہ آج کل استنبول یونیورسٹی قائم ہے۔ اس کے بعد دوسرا محل تعمیر کروایا جس کا نام توپ کاپی محل تھا۔ یہ محل پہلے محل کے چودہ سال بعد مکمل ہوا۔ مختلف بادشاہوں نے اپنی اپنی مرضی اور ضرورت کے مطابق اس محل میں ترمیم و اضافہ کیا۔ جب

ترکی کے سلطان کے لیے ایک نیا محل "دولما باچی" تعمیر ہو گیا تو پھر توپ کاپی محل کی شاہی حیثیت ختم ہو گئی۔ اب اس محل کو عجائب گھر کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس میں دو طرح کے عجائب گھر ہیں۔ ایک عجائب گھر آثارِ قدیمہ سے متعلق ہے جب کہ دوسرا عجائب گھر فوجی نوعیت کا ہے۔

(ہ) مصنف کے شریکِ سفر دوستوں کے نام تحریر کیجیے۔

جواب: مصنف کے شریکِ سفر دوست درج ذیل تھے۔

محترمہ خانم ڈسلوا، محترم ڈاکٹر محمد شعیب اختر، محترم ڈاکٹر عطاء الرحمان، محترم جناب ڈاکٹر ظفر اقبال۔

2- حوالۂ متن اور سیاق و سباق کے ساتھ درج ذیل پیراگراف کی تشریح کیجیے:

"توپ کاپی میں آثارِ قدیمہ کے ــــــ جن کا ایک ہی نسخہ دنیا میں موجود ہے۔"

جواب: دیکھیے تشریح

3- سبق "استنبول" کا متن مدِنظر رکھ کر درست جواب پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) سبق "استنبول" کس کی تحریر ہے؟

(i) اختر ریاض الدین (ii) حکیم محمد سعید

(iii) قدرت اللہ شہاب (iv) شفیع عقیل

(ب) مسجد سلیمانیہ کس نے تعمیر کرائی؟

(i) سلطان مراد (ii) سنان

(iii) سلیم ثانی (iv) سلطان عبدالحمید

(ج) ایا صوفیہ کے بجائے کیا ہے؟

(i) عجائب گھر (ii) کتب خانہ

(iii) قبرستان (iv) فوجی عجائب خانہ (اوقاف)

(د) مسلمانوں نے استنبول پر پہلا حملہ کب کیا؟

(i) 672ء (ii) 671ء

(iii) 673ء (iv) 677ء

www.downloadclassnotes.com

(ہ) مسلمانوں نے استنبول کا محاصرہ کتنے سال بعد اٹھایا؟
(i) پانچ　(ii) سات
(iii) آٹھ　(iv) نو

(و) استنبول کا فاتح کون ہے؟
(i) حضرت ابوایوب انصاریؓ　(ii) سلطان محمد فاتح
(iii) مراد ثانی　(iv) محمد ثانی

(ز) استنبول کو کس کا گھر کہا جاتا ہے؟
(i) عجائب گھروں　(ii) مسجدوں
(iii) کتب خانوں　(iv) مقبروں

(ح) مسجد سلیمانیہ کے ساتھ کتب خانے میں کتنے قلمی نسخے ہیں؟
(i) 30 ہزار　(ii) 50 ہزار
(iii) ایک لاکھ　(iv) ڈیڑھ لاکھ

(الف)	(ii)	(ب)	(iii)	(ج)	(iii)	(د)	(i)
(ہ)	(ii)	(و)	(ii)	(ز)	(ii)	(ح)	(iii)

سبق "استنبول" کے متن کے مطابق کالم (الف) کے الفاظ کا ربط کالم (ب) کے الفاظ سے کریں:

کالم (الف)	کالم (ب)	کالم (ج)
دمرا چنا	حضرت ابوایوب انصاریؓ	سلیم ثانی
کالی	سلطان محمد فاتح	ولیم راجرز
ح استنبول	سلیم ثانی	سلطان محمد فاتح
ٹوپیس	ولیم راجرز	مصطفیٰ عزت آفندی
ھے مینار	مصطفیٰ عزت آفندی	جامع سلطان احمد
متن نمایاں چیزیں	جامع سلطان احمد	حضرت ابوایوب انصاریؓ

5- متن کی روشنی میں قوسین میں دیے گئے الفاظ میں سے درست لفظ منتخب کر کے خالی جگہ پُر کیجیے:

(الف) سلطان محمد فاتح گھوڑے سے اتر کر ______ میں داخل ہوا۔
(مسجد، قارہ محل، کلیسا)

(ب) پورے شہر میں ______ مساجد ہیں۔
(چار سو، پانچ سو، چھے سو، ایک ہزار)

(ج) ترکی کے وزیرِاعظم جناب ترگت اوزال ہمارے ______ تھے۔
(ہمراہ، میزبان، مہمان، مہربان)

(د) سلیمانیہ سے ملحق ایک بڑا ______ ہے۔
(کتب خانہ، مدرسہ، کالج، عجائب گھر)

(ہ) جامع سلطان احمد اپنے ______ میناروں کی وجہ سے مشہور ہے۔
(چار، چھے، آٹھ، دس)

جواب: (الف) سلطان محمد فاتح گھوڑے سے اتر کر کلیسا میں داخل ہوا۔
(ب) پورے شہر میں پانچ سو مساجد ہیں۔
(ج) ترکی کے وزیرِاعظم جناب ترگت اوزال ہمارے میزبان تھے۔
(د) سلیمانیہ سے ملحق ایک بڑا کتب خانہ ہے۔
(ہ) جامع سلطان احمد اپنے چھے میناروں کی وجہ سے مشہور ہے۔

6- مندرجہ ذیل الفاظ و تراکیب کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔

محاصرہ، جلیل القدر، مدفون، سرمئی، منہدم، عظیم، مخطوط، مسودہ، کاشانہ، قد آور، مرجع

الفاظ و تراکیب	جملوں میں استعمال
محاصرہ	ہماری بہادر فوج نے دشمن کا محاصرہ کر لیا۔
جلیل القدر	حضرت ابو ایوب انصاریؓ ایک جلیل القدر صحابی تھے۔
مدفون	بہادر شاہ ظفر رنگون میں مدفون ہے۔
سرمئی	شام کے سرمئی سائے بہت اچھے لگ رہے تھے۔

www.downloadclassnotes.com

منہدم	دھماکے سے بہت سی عمارات منہدم ہو گئیں۔
تنظیم	تنظیم کے بغیر ترقی ممکن نہیں۔
مخطوطہ	ہڑپا کی کھدائی میں بہت سے مخطوطے برآمد ہوئے۔
مسودہ	جناب ارشد صاحب نے مسودہ قانون پیش کیا۔
کاشانہ	میں کسی دن آپ کا کاشانہ ذی وقار دیکھنے کے لیے آؤں گا۔
قضا وقدر	قضا وقدر میں کسی کو دخل نہیں۔
مرجع	حضرت محمد ﷺ کی زندگی مرجع اخلاق تھی۔

-7 اس سبق کا خلاصہ اپنے الفاظ میں تحریر کیجیے۔

جواب: دیکھیے خلاصہ

سرگرمیاں

-1 آپ کو استنبول کی جو بات سب سے زیادہ پسند آئی ہو اُسے کاپی میں لکھ کر اپنے استاد صاحب کو دکھائیں۔

جواب: استنبول کی جو بات مجھے سب سے زیادہ پسند آئی وہ یہ ہے کہ اس شہر میں بے شمار مساجد ہیں۔ اسی لیے اسے مسجدوں کا شہر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ مساجد اسلامی فنِ تعمیر کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔

-2 سبق میں مسجد سلیمانیہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں مزید معلومات حاصل کر کے ایک پیراگراف لکھیں۔

جواب: استنبول میں بے شمار مساجد ہیں۔ ان میں اسلامی فنِ تعمیر کا اعلیٰ نمونہ مسجد سلیمانیہ بھی شامل ہے۔ مسجد سلیمانیہ اپنے رقبے کے لحاظ سے بہت بڑی مسجد ہے۔ اس کی خوب صورتی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ بہت سے مشہور خطاطوں کی لکھی ہوئی قرآنی آیات سے اس کی دیواریں سجی ہوئی ہیں۔ اس مسجد میں ہزاروں نمازی بیک وقت نماز ادا کر سکتے ہیں۔ جمعے کی نماز کے بعد جو خطبہ دیا جاتا ہے وہ آدھا عربی زبان میں ہوتا ہے اور آدھا ترکی زبان میں۔ مصنف کہتا ہے کہ تین سال پہلے جب ترکی میں تیسری طب اسلامی کانفرنس ہوئی تو

میرے ایک ترک دوست ڈاکٹر پروفیسر ڈوگاپاچی میرے ہمراہ تھے۔ ہم اس وقت کے وزیراعظم جناب ترگت اوزال کے مہمان تھے۔ جمعے کا دن تھا۔ وہ ہمیں اپنے ساتھ اسی مسجد میں جمعے کی نماز ادا کرنے کے لیے لے کر آئے۔

3- طلبہ اپنے کسی سفر کے حوالے سے مختصراً اپنی کاپی میں لکھیں اور اپنے استاد کو دکھائیں۔

جواب: **سیاحتی مقام کی سیر**

انسان جب اپنے روزمرہ کے کام کاج سے اکتا جاتا ہے تو اس کا دل چاہتا ہے کہ وہ کسی صحت افزا مقام کی سیر کرے۔ اس طرح اس کی تھکاوٹ بھی دور ہو جاتی ہے اور دوبارہ کام کرنے کے لیے تر و تازہ ہو جاتا ہے۔

گرمیوں کی چھٹیوں میں جب میں نے سکول کا کام مکمل کر لیا تو میں نے اپنے چند دوستوں کے ساتھ کاغان اور ناران کی سیر کا پروگرام بنایا۔ جب میں نے اس کے بارے میں ابا جان سے بات کی تو وہ کہنے لگے "بیٹا! اپنے بڑے بھائی کو بھی ساتھ لے جانا کیوں کہ وہ کافی دفعہ کاغان جا چکے ہیں اس لیے آپ کو وہاں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔" ابا جان کی بات سن کر میں خوش ہو گیا اور اپنے دوستوں، ظہیر اور سکندر کو بھی اطلاع دے دی۔

اگست کی خوش گوار شام تھی۔ خوش گوار اس لیے کہ ہلکے ہلکے بادل چھائے ہوئے تھے۔ کبھی کبھار بوندا باندی بھی ہو جاتی تھی۔ ہم چاروں نے ٹکٹ لیے اور وزیرآباد سے ریل گاڑی میں سوار ہو گئے۔ بھائی جان نے کام کی بات گھر پر ہی بتا دی تھی کہ اپنے ساتھ کم سے کم سامان رکھنا تاکہ مزے سے سیر کر سکو۔ سامان کا بوجھ ہی نہ اٹھائے پھرو۔

ہم رات دس بجے راولپنڈی پہنچے۔ کچھ دیر وہاں ٹھہرے پھر اسلام آباد چلے گئے جہاں ہمارے چچا کا گھر ہے۔ رات ہم نے وہاں قیام کیا اور علی الصبح کاغان کے لیے روانہ ہوئے۔ جوں جوں بلندی کی طرف بڑھ رہے تھے درجہ حرارت میں بتدریج کمی ہوتی جا رہی تھی۔ شام کے وقت ہم مہانڈری پہنچ گئے۔ بھائی

جان نے بتایا کہ یہاں ٹراؤٹ مچھلی ملتی ہے جو بہت مزیدار ہوتی ہے۔ ہم نے بھائی جان سے کہا پھر تو یہ مچھلی کھانی چاہیے۔ ہم نے تلی ہوئی ٹراؤٹ مچھلی کھائی جو واقعی مزے کی تھی۔

ان علاقوں میں رات کے وقت سفر نہیں ہوتا۔ اس لیے ہم نے رات وہیں گزارنے کا پروگرام بنایا اور صبح صبح وہاں سے کاغان کے لیے روانہ ہو گئے۔ کاغان پہنچے تو ہمیں یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ ہم پاکستان ہی کے کسی خطے میں ہیں۔ بلند و بالا پہاڑ آسمان سے باتیں کرتے محسوس ہو رہے تھے۔ گرمی یہاں نام کو بھی نہیں تھی۔

کاغان، مانسہرہ میں واقع ہے جو صوبہ خیبر پختونخوا کا ایک ضلع ہے۔ یہ ایک خوب صورت سیاحتی مقام ہے۔ یہاں واقع جھیل سیف الملوک دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ ہم نے ایک دن آرام کرنے کے بعد جھیل سیف الملوک کی سیر کی۔ جھیل کا پانی بہت ٹھنڈا تھا۔ کبھی اس جھیل میں کشتی رانی بھی ہوتی ہو گی مگر اب نہیں ہوتی۔ بھائی جان نے بتایا کہ سردیوں میں اس جھیل کا پانی جم جاتا ہے۔ آج کل بھی بہت ٹھنڈا ہے۔

اگلے دن بھائی جان نے کہا کہ آج ہم مالم جبہ جائیں گے۔ مالم جبہ بھی ایک سیاحتی مقام ہے۔ مالم جبہ تک صرف جیپ کے ذریعے سے ہی پہنچا جا سکتا ہے۔ جب ہم مالم جبہ روانہ ہوئے تو راستے کے دل کش مناظر کو اپنے کیمرے میں محفوظ کرتے رہے۔ قدرت کے نظارے ایسے بکھرے ہوئے تھے کہ جی چاہتا تھا ساری زندگی انھی علاقوں میں گزار دی جائے مگر جیپ کے ڈرائیور نے بتایا کہ ان علاقوں میں زندگی گزارنا بہت مشکل ہے۔ یہاں پینے کے پانی کی بہت کمی ہے۔ بہت دور سے پانی بھر کر لانا پڑتا ہے۔

مالم جبہ میں ہم جس ہوٹل میں کھانا کھانے کے لیے ٹھہرے انھوں نے ابلے ہوئے چاول اور سفید چنے پکائے ہوئے تھے۔ اتنا مزے کا کھانا تھا کہ جی چاہتا تھا ہم کھاتے ہی جائیں۔

بھائی جان نے ایک اور اہم بات بتائی کہ یہاں کا پانی بہت ہاضم ہے۔ جو مرضی اور جتنا مرضی کھا لیں فوراً ہضم ہو جائے گا۔ ہم شام تک وہاں سیر کرتے رہے۔ پھر اسی جیپ میں ہماری واپسی کا سفر شروع ہوا۔

کاغان میں بجلی نہیں ہے۔ ہم جس ہوٹل میں ٹھہرے تھے اس کے مالک نے ایک جنریٹر کا انتظام کر رکھا تھا لیکن شام سات بجے وہ جنریٹر بند کر دیتا تھا اور لوگ سونے کی تیاریوں میں مصروف ہو جاتے تھے۔

ہم جتنے بھی دن کاغان میں رہے خوب سیر کرتے رہے۔ واپس آنے کو دل نہیں چاہتا تھا مگر واپس تو آنا ہی تھا۔ ہم بہت سی یادیں سمیٹ کر دس دن بعد اپنے گھر واپس آ گئے۔ ہمارے پاس ان دنوں کی یادگار بہت سی تصاویر تھیں۔ میں نے اپنے دوستوں کو بھی یہ تصاویر دکھائیں۔ بہت سی دوستوں نے کہا کہ آئندہ جب کبھی آپ کا کاغان جانے کا پروگرام بنے تو ہمیں ضرور ساتھ لے کر جائیے گا۔

اساتذہ کرام کے لیے

1- طلبہ کو سفرنامے کی صنف کا بھرپور تعارف کرایا جائے کہ یہ ادب، جغرافیے اور تاریخ وغیرہ کا مجموعہ ہے اور اس میں معلومات کے ساتھ ساتھ حیرت اور تجسس کے عناصر بھی شامل ہوتے ہیں۔

جواب:

سفرنامہ

دورِ جدید میں اردو اصناف نثر میں سفرنامے کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ سفرنامے کی دلچسپی کا انحصار دو باتوں پر ہوتا ہے۔ سفر کے واقعات کی جدت اور اندازِ بیان کی تازگی۔

سفرنامہ ایک چشم دید بیانیہ ہوتا ہے۔ جس کو سفرنامہ نگار قلبی واردات بنا کر اپنے اسلوب میں پیش کرتا ہے۔ وقت کا دورانیہ سفرنامے میں بہت اہمیت کا حامل ہے۔ سفرنامہ کسی سفر کی روداد نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک اچھے سفر نامہ نگار کو اجنبی سرزمین اور اپنے وطن کے کلچر کا حسن کاری کے ساتھ موازنہ بھی پیش کرنا ہوتا

ہے۔ سفر نامہ نگار دوران سفر ڈائری کی مدد سے یا سفر کے بعد اپنی یادداشت کی مدد سے سفرنامے لکھتا ہے۔ سفر نامے میں تخلیقی حسن اس وقت پیدا ہوتا ہے جب علاقہ جس میں ایک سیاح گھومتا ہے اس کا کردار بن جاتا ہے اور قاری بھی خود کو اسی منظر کا حصہ سمجھتا ہے۔

سفرنامے میں درج ذیل خصوصیات نمایاں ہیں۔

1- عمدہ منظر نگاری
2- واقعات کی جدت
3- انداز بیان کی تازگی
4- حقیقت نگاری

اردو کے چند سفر نامہ نگار درج ذیل ہیں۔

-1	[illegible]	محمود نظامی
-2	ابن بطوطہ کے تعاقب میں	ابن انشا
-3	عجائبات فرنگ	یوسف حسن کمبل پوش
-4	بجنگ آمد	کرنل محمد خان
-5	پاکستان سے دیار حرم تک	نسیم حجازی
-6	سات سمندر پار	بیگم اختر ریاض الدین
-7	سفر نامہ مصر و روم و شام	شبلی نعمانی
-8	سفر حجاز	عبدالماجد دریابادی
-9	سیر افغانستان	سید سلیمان ندوی
-10	نکلے تری تلاش میں	مستنصر حسین تارڑ

-2 نقشے کی مدد سے طلبہ کو استنبول اور ترکی کا محل وقوع بتایا جائے۔

جواب: اساتذہ کرام بچوں کو نقشے کی مدد سے ترکی کا نقشہ سمجھائیں۔

-3 ترکی اور پاکستان کے تعلقات کے بارے میں طلبہ کی معلومات میں اضافہ کیا جائے۔

جواب:

ترکی

انیسویں صدی کے آخر تک تمام اسلامی دنیا کا مرکز ترکی تھا۔ اس کا حکمران

خلیفۃ المسلمین کہلاتا، مشرق وسطیٰ اور شمالی افریقہ تک اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس وغیرہ سب اس کے زیر نگیں تھے۔ غیر مسلم دنیا کو مسلمانوں کی یہ مرکزیت ایک آنکھ نہ بھاتی تھی اور وہ اسے ختم کرنے کے لیے شرمناک سازشوں میں مصروف تھی۔

1914ء میں پہلی جنگِ عظیم شروع ہوئی تو ایک طرف اتحادی ممالک امریکا، برطانیہ، فرانس اور روس تھے اور دوسری طرف جرمنی، آسٹریلیا وغیرہ۔ ترکی کی حکومت ان دنوں زوال پذیر تھی، تاہم جرمنی کی حمایت میں اس نے بھی اتحادیوں کے خلاف اعلان جہاد کر دیا۔

پاکستان کے اپنے ہم سایہ ملک ترکی سے بڑے اچھے تعلقات ہیں۔ پاکستان نے ہر نازک موڑ پر ترکی کا ساتھ دیا ہے۔ اسی طرح ترکی بھی کسی معاملے میں پیچھے نہیں رہا ہے۔ پاکستان اور ترکی نے آپس میں بہت سے معاہدے کر رکھے ہیں جو دونوں ممالک کے لیے سود مند ہیں۔

آج کل پاکستان میں ترکی کے تعاون سے ایک اہم منصوبے پر کام ہو رہا ہے۔ لاہور میں فیروز پور روڈ پر ترکی کی مدد سے ایک نئی شاہراہ تعمیر کی گئی ہے جس پر میٹرو بس چلائی گئی ہے۔ اس منصوبے میں فلائی اوور بھی شامل ہیں۔ اس سے پاکستان کے عوام کو بہترین سفری سہولتیں میسر آئی ہیں۔

4- ترکی کے کسی اور سفرنامے کے کچھ حصے جماعت کے کمرے میں طلبہ کو سنائے جائیں۔

جواب: **استنبول کا آخری سفر** از حکیم محمد سعید

ایک ترک نوجوان احسان اوغلو نے آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس کے تعاون سے استنبول میں ایک مرکز اسلامی قائم کر دیا ہے جو مسلمانوں اور دُنیا کی دوسری قوموں کے مابین رابطے کا کام کرتا ہے۔ سینٹر جو 1980ء میں قائم ہوا اس نے اپنی سرگرمیاں استنبول کے قصر یلدز سے شروع کیں۔ اب اس

ادارے کا دائرہ کار جنوب مغربی ایشیا سے لے کر مغربی افریقا تک پھیلا ہوا ہے۔ اس نے دنیا بھر میں پھیلی ہوئی عالمی تنظیموں سے اشتراک کیا اور سینٹر کی مختلف سرگرمیوں اور کاموں کو چار مرکزی شعبوں میں تقسیم کر دیا گیا جس کے ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر کمال الدین احسان اوغلو ہیں۔

پروفیسر اوغلو صاحب نے مندوبین کے احترام میں عشائیے کا اہتمام کیا۔ علم و حکمت کے مظاہر سے بھرپور کمرے میں کھانے کا لطف دوبالا ہو گیا۔ بعد ازاں بذریعہ فلم مرکز کی سیر کی۔ میں نے بیگم احسان اوغلو کو بنارسی شال اور اپنی دو کتابوں کا تحفہ دیا۔ میں قصر توپ کاپی بارہا آ چکا ہوں جس کی وجہ یہاں موجود حضور ﷺ سے متعلقہ نوادرات اور خانہ کعبہ کا قدیم سامان ہے۔

پہلا محل عثمانیوں کے دور میں 1453ء میں تعمیر کیا گیا۔ توپ کاپی دوسرا محل ہے جو 14 سال بعد 1467ء میں مکمل ہوا۔ اس کا رقبہ سات لاکھ مربع میٹر ہے جب کہ پانچ کلومیٹر کی دیوار سے اس کی حد بندی کی گئی ہے۔

سلطانِ ترکی کے لیے جب نیا محل "ڈولما باچی" تعمیر کیا گیا تو اس کی شاہی اہمیت ختم ہو گئی۔ آج کل اسے عجائب خانے کی حیثیت سے استعمال کیا جا رہا ہے۔ محل کے تیسرے صحن میں آنحضرت ﷺ اور دوسری برگزیدہ ہستیوں کے تبرکات رکھے گئے ہیں۔ یہاں آنحضرت ﷺ کی سیاہ اون سے بنی ہوئی عبائے مبارک رکھی گئی ہے۔ یہ عبا پہلے اموی خلیفہ کے پاس تھی۔ قتل کے بعد یہ عباسیوں کے ہاتھوں میں پہنچی۔ بغداد کے عباسی خلفا اس عبا کو اہم مذہبی مواقع پر پہنا کرتے تھے۔ عبائے مبارک جس صندوقچی میں محفوظ ہے وہ سلطان عبدالعزیز نے بنوائی تھی۔ حضور ﷺ نے یہ عبا کعبؓ ابن زہیر کو عطا فرمائی تھی۔ بعد میں حضرت کعبؓ کے وارثوں سے بیس ہزار درہم میں خرید لی گئی۔

اس عجائب خانے میں آنحضرت ﷺ کی دو تلواریں اور کمان محفوظ ہے۔ قبطی حکمران کے نام لکھا گیا اسلام قبول کرنے کا خط بھی اس عجائب خانے میں ہے

جس کے آخر میں آنحضرت ﷺ کی مہر مبارک لگی ہوئی ہے۔ یہاں سونے کی ایک ڈبیا میں آپ ﷺ کے اُس دندان مبارک کا ایک حصہ بھی محفوظ ہے جو جنگِ اُحد میں شہید ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ داڑھی مبارک کے ساتھ بال بھی محفوظ ہیں۔ عجائب خانے میں آنحضرت ﷺ کے پائے مبارک کے چھے نقوش محفوظ ہیں۔ جن کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ اس وقت کے ہیں جب آپ ﷺ معراج پر تشریف لے جا رہے تھے۔ اس کے علاوہ یہاں سلاطینِ عثمانیہ کے نوادرات بھی ہیں۔

اہم معروضی سوالات

متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) ترکی پر مسلمانوں کے پہلے حملے کی خاص بات یہ تھی کہ اس مہم میں شامل تھے:
(i) حضرت ابو بکر صدیقؓ (ii) حضرت ابو ہریرہؓ
(iii) حضرت ابو ایوب انصاریؓ (iv) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

(ب) سلطان محمد فاتح نے ایاصوفیہ میں نماز پڑھی:
(i) فجر کی (ii) عصر کی
(iii) عید کی (iv) جمعے کی

(ج) مسجد ایاصوفیہ کی چھتوں پر قلعی کروا دی گئی:
(i) سرمئی (ii) نیلی
(iii) سفید (iv) سبز

(د) ایاصوفیہ مسجد پر خطاط مصطفیٰ عزت آفندی کی لکھی ہوئی لوحیں نصب کی گئیں:
(i) دو (ii) چھے
(iii) آٹھ (iv) دس

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

(ہ) مصنف کے دوست ڈاکٹر ڈوگوا پاچی تھے:

(i) ڈائریکٹر کالجز (ii) یونیورسٹیوں کے سربراہ
(iii) ڈائریکٹر صحت (iv) مصنف

(و) مسجد سلیمانیہ کا سنگِ بنیاد رکھا گیا:

(i) 1550ء میں (ii) 1555ء میں
(iii) 1560ء میں (iv) 1575ء میں

(ز) مصنف نے توپ کاپی محل میں ناشتا کیا:

(i) صرف چائے پی (ii) پراٹھا کھایا
(iii) صرف جوس پیا (iv) لسی پی

(ح) توپ کاپی محل میں ایک فوجی عجائب گھر بھی ہے جسے کہتے ہیں:

(i) اوقاف (ii) گیلری
(iii) وقف (iv) نوادر محل

(ط) ''مخطوطہ'' کہا جاتا ہے۔

(i) پتھر پر لکھی تحریر کو (ii) سمجھ میں نہ آنے والی تحریر کو
(iii) غیر مطبوعہ قلمی نسخے کو (iv) چھپی ہوئی کتاب کو

(ی) حضرت ابوایوبؓ نے انتقال کیا:

(i) طبعی موت (ii) وبا کا شکار ہو کر
(iii) ایک حادثے میں (iv) ایک جنگ میں

جوابات

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iii)	(ب)	(iv)	(ج)	(i)	(د)	(iii)
(ہ)	(ii)	(و)	(i)	(ز)	(iii)	(ح)	(i)
(ط)	(iii)	(ی)	(ii)				

==
Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

مرزا اسد اللہ خاں غالب
(1797ء تا 1869ء)

خطوطِ غالب

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو خط کی اہمیت سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو ایک مؤثر ذریعہ ابلاغ سے آشنا کروانا۔
- طلبہ کو غالب کے نثری اسلوب سے واقفیت کروانا۔
- طلبہ کو خط کے مختلف حصوں کے بارے میں آگاہی دینا۔
- خطوط نویسی میں غالب کی جدت اندازی سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کے بارے میں تربیت دینا۔
- غالب کے حالاتِ زندگی سے آگاہ کرنا۔

مصنف کے حالاتِ زندگی

نام: مرزا اسد اللہ خاں **والد کا نام:** مرزا عبداللہ بیگ خاں، **جائے پیدائش:** آگرہ
تخلص: غالبؔ اور نوشہ عرف تھا۔ نجم الدولہ دبیر الملک اور نظام جنگ خطابات تھے۔

مرزا غالب پانچ برس کے تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اب ان کی پرورش ان کے چچا نصر اللہ بیگ کے ذمہ ہوئی' جو انگریزی سرکار میں صوبیدار تھے اور سترہ سو روپے ماہوار تنخواہ پاتے تھے۔ ڈیڑھ لاکھ روپے کی جاگیر بھی تاحیات عطا ہوئی تھی۔ نو برس کی عمر میں شفیق چچا بھی داغِ مفارقت دے گئے۔ تنخواہ بند اور جاگیر ضبط ہو گئی۔

13 برس کی عمر میں ان کی شادی نواب الٰہی بخش خاں معروف کی صاحبزادی

امراؤ بیگم سے ہوئی۔ شادی کے بعد دلی چلے آئے اور پھر یہیں کے ہو رہے۔ شاعری کا ذوق بچپن سے تھا مگر اس ذوق کی تکمیل دلی میں ہوئی۔ غالب مزاج تو شاہانہ رکھتے تھے لیکن وہ ایک فلسفی کا ذہن اور شاعر کا مزاج رکھتے تھے، اس لیے ان کی شاعری میں فکر کی گہرائی بھی ہے اور فن کار کی نزاکت بھی۔

غالب نے خطوط میں سادگی اور سلاست کو رواج دیا ہے۔ لمبے چوڑے القابات لکھنے کی بجائے براہِ راست خط شروع کر دیتے۔ تحریر کا انداز مکالمانہ ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے مکتوب نگار اور مکتوب الیہ آمنے سامنے بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔ یہ اندازِ تحریر ان سے شروع ہوا اور انھی پر ختم ہو گیا۔

تصانیف: ان کی اہم تصانیف یہ ہیں۔ دیوانِ اردو، کلیاتِ نظم فارسی، عودِ ہندی، اردوئے معلیٰ (اردو خطوط)، قاطعِ برہان، مہرِ نیم روز، تاریخ مغلیہ، دستنبو (جنگ آزادی 1857ء کے حالات) وغیرہ

مرکزی خیال خط نمبر 1

اس خط کا مرکزی خیال یہ ہے کہ مرزا غالب نے اپنے دوست منشی ہرگوپال تفتہ کو شیونرائن کی طرف سے آنے والی کتابوں کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کی شیرازہ بندی ہو رہی ہے معلوم نہیں کب تک آئیں اور دوسرے اس نے اپنے دوست کو خط نہ لکھنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ وہ سفر میں تھے لہٰذا ان کو خط کا جواب نہ دیا جا سکا۔

خلاصہ

ہم کول سے تمھارے خط کے منتظر تھے مگر تم نے سکندر آباد سے بھیجا۔ شیونرائن کے بقول کتابیں جلد بندی کے بعد جلد بھیج دی جائیں گی۔

منشی بالمکند بے کے ایک خط کا جواب فرض ہے مگر ان کے سیر و سفر میں مشغولیت

کی وجہ سے نہ بھیجا۔ اگر ملیں تو سلام کہہ دینا۔

مرکزی خیال خط نمبر 2

اس خط میں تفتہ سے خط نہ لکھنے کا گلہ کیا گیا ہے اور کتابوں کے بارے میں اطلاع دی گئی ہے کہ تینتیس کتابیں مل گئی ہیں۔

خلاصہ

کیوں صاحب کیا حکم آیا ہے کہ دلی والوں کو خط نہ لکھا جائے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہاں بھی اعلان ہوتا۔ بارہ نومبر کو شیوزائن نے تینتیس کتابیں بھیجی ہیں۔ نہایت عمدہ ہیں۔ مرزا حاتم علی سے بھی سات کتابیں مل جائیں گی۔ جلد لکھو کہ سکندر آباد کب تک رہو گے اور آگرے کب جاؤ گے؟

مرکزی خیال خط نمبر 3

مرکزی خیال یہ ہے کہ ٹکٹ اور کاغذ کی عدم دستیابی کی بنا پر بیرنگ خط بھیجا اور ساتھ میں شہر کے حالات سے آگاہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کوئی نیا ٹیکس لگ گیا ہے۔ جامع مسجد کے گرد دکانیں اور حویلیاں ڈھائی جا رہی ہیں۔ بادشاہ کے آنے کی خبر ہے معلوم نہیں میری حاضری ہوتی ہے یا نہیں۔

خلاصہ

نہ کاغذ نہ قلم، اگلے وقتوں کا بیرنگ لفافہ ہے، اسی میں خط بھیج رہا ہوں۔ برخوردار نصیر الدین کو بچی کی مبارک ہو۔ اس کا نام عظیم النسا بیگم اچھا رہے گا۔ شاہ محمد اور میرن صاحب کو میری دعا کہنا۔

شہر کا حال کیا لکھوں۔ سوائے اپلے اور اناج کے ہر چیز پر ٹیکس ہے۔ جامع مسجد

www. .com

کے اردگرد کھدائی ہو رہی ہے۔ دارالبقا فنا ہو جائے گی۔

حاکم کی آمد کا شہرہ ہے، معلوم نہیں باریابی ہوتی ہے یا نہیں۔

مضمون پر تبصرہ

مرزا غالب نے اردو خطوط نگاری میں ایک نئی طرح ڈالی۔ انھوں نے خط میں مکالمے کا انداز اختیار کیا۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے دو شخص آمنے سامنے بیٹھے آپس میں گفتگو کر رہے ہیں۔ انھوں نے اگر خط کو آدھی ملاقات کہا ہے تو اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ ان کی تحریر نہایت سادہ اور رواں ہوتی ہے۔ لمبے چوڑے القاب نہیں ہوتے اور بے تکلفانہ گفتگو شروع کر دیتے ہیں۔ غالب کا یہ انداز ان سے شروع ہوا اور انھی پر ختم ہو گیا۔ ان خطوط میں غالب کا انداز تحریر اپنی پوری خوبیوں کے ساتھ جھلک رہا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
منتظر	انتظار کرنے والے	ناگاہ	اچانک، یکایک
برخوردار	بلند اقبال، اچھی قسمت والا	شیرازہ بندی	اکٹھا کرنا، جلد بندی کرنا
دل خواہ	دلی خواہش کے مطابق	مطبع	طبع ہونے کی جگہ
دریافت کرنا	پوچھنا، معلوم کرنا	حاجت	ضرورت
آئین	قانون، دستور	خاک نشیں	زمین پر رہنے والے مراد کمتر لوگ

زنہار	ہرگز	کس بشنو یا نشنود من گفتگوئے می کنم	کوئی سنے یا نہ سنے میں تو اپنی بات کہہ دیتا ہوں
تقطیع	کتاب کی لمبائی چوڑائی سے پیمائش	تحویل میں ہونا	قبضے میں ہونا
واسطے	لیے	رائے	تجویز
قصد	ارادہ	بیرنگ لفافہ	بغیر ٹکٹ ڈاک کا لفافہ
فتوح	فتح کی جمع یہاں بےطلب آمدنی، رقم	سہ شنبہ	منگل کا دن
پون ٹوٹی	اصل لفظ ہے ٹاؤن ڈیوٹی، محصول چنگی	محصول	راہداری ٹیکس
دارالبقا	باقی رہنے والا مکان	فنا	ختم ہو جانا
کوچہ	گلی، محلہ	حاکم اکبر	بڑا حاکم مراد یہاں بادشاہ
خلعت	بادشاہ کی طرف سے عطا کیا ہوا لباس	پنشن	مراد وظیفہ

پیراگراف کی تشریح

پیراگراف 1: شہر کا حال کیا جانوں ـــــــ باقی خیروعافیت ہے۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام خطوطِ غالب

(ب) مصنف کا نام مرزا اسد اللہ خاں غالب

حل لغت

پون ٹوٹی: اصل لفظ ہے ٹاؤن ڈیوٹی یعنی محصول چنگی۔ محصول: راہداری ٹیکس۔ ڈھائی جانا: گرائی جانا، منہدم ہونا۔ دارالبقا: باقی رہنے والا مکان۔ فنا: مٹ جانا، ختم ہو جانا۔ کوچہ: محلہ، گلی۔ پھاوڑا: کدال۔ خیر: خوبی، بھلائی۔

سیاق و سباق

مرزا غالب میر مہدی حسین مجروح کو خط میں لکھتے ہیں کہ نہ تو میرے پاس کاغذ اور ٹکٹ تھا اور نہ ہی کوئی لفافہ کہ میں آپ کو خط لکھ سکتا۔ پرانے وقتوں کا ایک بیرنگ لفافہ کہیں پڑا ہوا مل گیا ہے۔ ایک کتاب سے کاغذ پھاڑ کر تمھیں خط لکھ رہا ہوں۔ پریشان نہ ہونا کیوں کہ کل شام کو مجھے کچھ رقم مل گئی ہے۔ آج ہی کاغذ اور ٹکٹ منگوا کر رکھ لوں گا۔ میر نصیرالدین کی بیٹی کی پیدائش پر مبارک ہو۔ اس کے لیے عظیم النسا بیگم اچھا نام ہے۔ اب شہر کے حالات کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

تشریح

سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا کہ شہر کا کیا حال ہو رہا ہے۔ حاکم شہر نے پون ٹوٹی کوئی چیز جاری کر دی ہے۔ اصل میں یہ لفظ ٹاؤن ڈیوٹی ہے جسے راہداری ٹیکس کہا جاتا ہے۔ شہر میں کوئی چیز لائی جائے تو اس پر ایک مخصوص شرح سے حکومت کو ٹیکس ادا کیا جاتا ہے۔ اس ادا کیے جانے والے ٹیکس کو پون ٹوٹی (ٹاؤن ڈیوٹی) کا نام دیا گیا۔ غالب کہتے ہیں کہ سوائے اناج اور اُپلوں کے حکومت نے ہر چیز پر ٹیکس عائد کر دیا ہے۔ کوئی چیز ایسی نہیں جو بغیر ٹیکس ادا کیے شہر میں لائی جا سکے۔ اس کے علاوہ شہر میں موجود جامع مسجد کی توسیع کا کام ہو رہا ہے۔ مسجد کے چاروں طرف پچیس پچیس فٹ جگہ کھودی جائے گی۔ اس طرح ایک گول میدان کی شکل بنے گی۔ اس جگہ پر مفتی صدرالدین آزردہ مرحوم کی قائم کردہ درس گاہ بھی ہے۔ اس کا نام دارالبقا ہے۔ وہ بھی زد میں آئے گی۔ اس کو بھی

مسجد کی توسیع کے لیے ڈھا دیا جائے گا۔ یہاں غالب نے بقا اور فنا کو بڑے اچھے طریقے سے استعمال کیا ہے۔ دارالبقا کا مطلب ہے باقی رہنے والا مکان لیکن مسجد کی توسیع کے لیے اس مکان کو ڈھا دیا جائے گا یوں یہ مکان ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا یعنی فنا ہو جائے گا کیوں کہ مسجد میں ایک بار شامل کی جانے والی جگہ مسجد کا حصہ بن جاتی ہے۔ ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے صرف اللہ تعالیٰ کا نام ہی باقی رہے گا۔ خان چند کے محلے میں لگے بڑے تک عمارتیں ڈھا دی جائیں گی۔ کام تیزی سے جاری ہے۔ دونوں طرف سے کدالیں چلنے کی آواز آ رہی ہے۔ باقی ہر طرح سے خیریت ہے۔

تبصرہ

غالب نے بڑے اچھوتے انداز میں میر مہدی حسین مجروح کو مخاطب کیا ہے۔ ان کا خط لکھنے کا انداز سب سے جدا ہے۔ وہ خط کو مکالمہ بنا دیتے ہیں۔ متضاد الفاظ کو بڑی خوبی سے استعمال کرتے ہیں جیسے اس پیراگراف میں انھوں نے لکھا ہے کہ "دارالبقا فنا ہو جائے گی۔" فنا اور بقا کو بڑی عمدگی سے استعمال کیا ہے۔

حل مشقی سوالات

1- مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) مرزا غالب نے میر مہدی حسین مجروح کو خط بیرنگ کیوں بھیجا؟

جواب: مرزا غالب لکھتے ہیں کہ میرے پاس نہ کاغذ موجود ہے اور نہ ہی ٹکٹ ہے۔ ایک کتاب سے کاغذ پھاڑ کر خط لکھا ہے اور پرانے وقتوں کا کوئی بیرنگ لفافہ کہیں پڑا ہوا مل گیا ہے اسی میں لپیٹ کر بھیج دیتا ہوں۔ بیرنگ خط لکھنے کی وجہ یہی ہے کہ ان کے پاس کاغذ اور ٹکٹ موجود نہ تھا۔

(ب) مرزا غالب نے میر مہدی مجروح کو خط کب لکھا؟

جواب: مرزا غالب نے میر مہدی مجروح کو 8 نومبر 1859ء بروز منگل خط لکھا۔

(ج) کون سی دو چیزوں پر محصول نہیں کیا جاتا تھا؟

جواب: مرزا غالب لکھتے ہیں کہ سوائے اناج اور اُپلے کے کوئی چیز ایسی نہیں تھی جس پر محصول نہ لیا جاتا ہو۔ صرف اناج اور اپلوں پر محصول نہیں لیا جاتا تھا۔

(د) مرزا غالب نے کتابوں پر کیا رائے دی ہے؟

جواب: مرزا غالب نے کتابوں کے بارے میں کہا ہے کہ ان کتابوں کا کاغذ اچھا، کتاب کی لمبائی چوڑائی عمدہ، اس کی چھپائی میں استعمال ہونے والی سیاہی بہتر، چھپائی دل خوش کن ہے۔ سب کچھ بہت اچھا ہے۔ انھیں دیکھ کر میرا دل خوش ہو گیا ہے۔

(ہ) تفتہ نے غالب کو خط کہاں سے لکھا تھا؟

جواب: مرزا غالب یہ سمجھ رہے تھے کہ تفتہ کول میں مقیم ہیں اور وہیں سے انھیں خط لکھیں گے لیکن وہ دو دن کول (علی گڑھ کا پرانا نام) میں رہ کر سکندر آباد چلے گئے تھے اور انھوں نے وہیں سے مرزا غالب کو خط لکھا تھا۔

2- درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) میر مجروح کے خط میں کس کی بچی کی پیدائش کا ذکر ہے؟

(i) میر مجروح (ii) میر نصیر الدین

(iii) میرن (iv) شاہ محمد عظیم

(ب) "چونی ٹوٹی" (چنگی) کس چیز پر معاف تھی؟

(i) ترکاری اور پھل (ii) اناج اور اُپلے

(iii) غلہ اور ترکاری (iv) پھل اور اُپلے

(ج) مرزا غالب کو تفتہ کا خط کہاں سے آتا تھا؟

(i) کلکتہ (ii) سکندر آباد

(iii) کول (iv) آگرہ

www.dow

(د) کس شخص نے کتابوں کی شیرازہ بندی کے بارے میں خط لکھا تھا؟

(i) تفتہ (ii) میرن

(iii) میر مہدی مجروح (iv) شیو نرائن

(ہ) دوسرے خط کے مطابق مرزا غالب کو کتنی کتابیں موصول ہوئیں؟

(i) بیس (ii) تینتیس

(iii) تیس (iv) تینتالیس

(و) مرزا غالب نے تفتہ کو دوسرا خط کب لکھا؟

(i) 3 نومبر 1858ء (ii) 13 نومبر 1857ء

(iii) [illegible] نومبر 1858ء (iv) 23 نومبر 1858ء

جوابات

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(ii)	(ب)	(ii)	(ج)	(iii)	(د)	(iv)
(ہ)	(ii)	(و)	(iii)				

3- "خطوط غالب" کے متن کو مدِ نظر رکھ کر درست یا غلط پر نشان (✓) لگائیں۔

(الف) مرزا غالب نے میر نصیر الدین کو بیٹی کی پیدائش پر مبارک باد دی۔

(ب) تیسرے خط میں دارالبقا کے فنا ہونے کی خبر دی گئی۔

(ج) مرزا غالب نے تفتہ کو پہلا خط لکھا تو تفتہ کول میں تھے۔

(د) مرزا غالب کو کتابیں 12 نومبر 1858ء کو ملیں۔

(ہ) دوسرے خط میں دلّی کے خاک نشینوں سے مراد خود مرزا غالب کی ذات ہے۔

www.downloadclassnotes.com

جواب: (الف) مرزا غالب نے میر نصیر الدین کو بیٹی کی پیدائش پر مبارک باد دی۔ (✓)

(ب) تیسرے خط میں دارالبقا کے فنا ہونے کی خبر دی گئی۔ (✓)

(ج) مرزا غالب نے تفتہ کو پہلا خط لکھا تو تفتہ کول میں تھے۔ (×)

(د) مرزا غالب کو کتابیں 12 نومبر 1858ء کو ملیں۔ (×)

(ہ) دوسرے خط میں دلّی کے خاک نشینوں سے مراد خود مرزا غالب کی ذات ہے۔ (✓)

4- ان جملوں کی وضاحت کریں:

(الف) دارالبقا فنا ہو جائے گا، رہے نام اللہ کا۔

جواب: دارالبقا مفتی صدرالدین آزردہ مرحوم کی قائم کی ہوئی درس گاہ تھی جو جامع مسجد کے احاطے میں تھی۔ مسجد کی توسیع کا کام شروع ہوا تو اس کو بھی ڈھا دیا گیا۔ اس طرح اس کا وجود ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔ اسی بات کو غالب نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ دارالبقا فنا ہو جائے گا۔ اسے مسجد میں شامل کر دیا جائے گا۔ مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔ مسجد ہمیشہ رہے گی۔ اس طرح اللہ کا نام ہمیشہ باقی رہے گا۔

(ب) حاکم اکبر کی آمد سن رہے ہیں۔

جواب: حاکم اکبر سے مراد بادشاہ بہادر شاہ ظفر ہے۔ مرزا غالب بہادر شاہ ظفر کے استاد تھے۔ 1857ء تک بہادر شاہ ظفر مرزا غالب سے اپنے اشعار پر اصلاح لیتے رہے۔ جب 1857ء کی جنگِ آزادی ناکامی سے دوچار ہوئی تو عنانِ حکومت انگریزوں کے ہاتھ میں چلی گئی۔ بادشاہ کو گرفتار کر کے برما کے شہر رنگون میں نظر بند کر دیا گیا۔ دہلی کے لال قلعے پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ وقتاً فوقتاً یہ خبریں آتی رہیں کہ بادشاہ دوبارہ دہلی میں آئے گا۔ دو سال بعد بھی یہ شور اٹھا۔ غالب نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

(ج) منشی بالمکند بے صبر کے ایک خط کا جواب ہم پر فرض ہے۔

جواب: منشی بالمکند بے صبر سکندر آباد کے رہنے والے تھے۔ محکمہ مال میں منشی گری اور داروغہ کے منصب پر فائز تھے۔ ان کے غالب سے بڑے اچھے روابط تھے۔ غالب لکھتے ہیں کہ ان کا خط مجھے ملا ہے جس کا جواب دینا مجھ پر فرض ہے مگر میں کیا کروں کہ مجھے پتا چلا ہے کہ منشی صاحب سیر و تفریح میں مگن ہیں۔ کبھی ایک شہر کبھی دوسرے شہر۔ میں انھیں خط بھیجوں تو کہاں بھیجوں۔

(د) کیا یہ آئین جاری ہوا ہے؟

جواب: مرزا غالب نے منشی ہرگوپال تفتہ کو خط لکھا مگر منشی صاحب نے اس کا جواب نہ دیا تو مرزا صاحب نے انھیں دوسرا خط لکھا۔ اس میں انھوں نے لکھا کہ کیا حکومت کی طرف سے کوئی ایسا اعلان جاری کیا گیا ہے کہ سکندر آباد کے رہنے والے لوگ دلی میں رہنے والوں کو خط نہ لکھیں۔ اگر ایسا کوئی اعلان ہوا ہوتا تو دلی میں بھی لازماً اعلان کیا جاتا۔ مرزا غالب نے منشی ہرگوپال پر گہرا طنز کیا ہے کیوں کہ انھوں نے مرزا غالب کے خط کا جواب نہیں دیا تھا۔

(ہ) خان چند کا کوچہ شاہ بولا کے بڑ تک ڈھے گا۔

جواب: جامع مسجد کی توسیع کے لیے عمارتیں ڈھائی جا رہی تھیں۔ مرزا غالب لکھتے ہیں کہ مسجد کی توسیع کے لیے جو عمارتیں ڈھائی جا رہی ہیں اس ضمن میں خان چند کی گلی شاہ بولا میں جو بڑ کا درخت لگا ہے وہاں تک ڈھائی جائیں گی۔ اس راستے میں جو بھی عمارتیں آئیں گی انھیں ڈھا دیا جائے گا۔

5- کالم (الف) کے الفاظ کا کالم (ب) سے ملائیں۔

کالم (الف)	کالم (ب)	کالم (ج)
پہلا خط	میر مہدی حسین مجروح	ہرگوپال تفتہ
شیرازہ	میر نصیر الدین	کتابوں کی شیرازہ بندی
دوسرا خط	خلیل انجم	میر مہدی حسین مجروح
دار البقا	کتابوں کی شیرازہ بندی	فنا
غالب کے خطوط	فنا	خلیل انجم
نبی کا قدم مبارک	ہرگوپال تفتہ	میر نصیر الدین

6- مندرجہ ذیل پر اعراب لگائیے:
مجروح، تفتہ، مجتہد العصر، برخوردار، تحویل
جواب: مَجْرُوح، تُفْتَہ، مُجْتَہِدُالْعَصْر، بَرْخُوردَار، تَحْوِیل

سرگرمیاں

1- خطوط میں جن شخصیات کا ذکر آیا ہے، استاد صاحب سے پوچھ کر ان کا مختصر تعارف خوش خط لکھ کر جماعت کے کمرے میں آویزاں کریں۔
جواب: ان خطوط میں درج ذیل شخصیات کا ذکر آیا ہے۔

منشی شیونرائن

منشی شیو نرائن مرزا غالب کے بہت اچھے دوست تھے۔ وہ آگرہ میں رہتے تھے۔ ان کا کام کتابوں کی چھپائی تھا۔ انھوں نے روزی کمانے کے لیے آگرہ میں ایک پرنٹنگ پریس لگوا لیا تھا۔ انگریزی زبان سے بہت زیادہ واقفیت تھی۔

مرزا مہر

ان کا پورا نام مرزا حاتم علی بیگ تھا۔ یہ وکیل تھے اور ان کا شمار مرزا غالب کے اچھے دوستوں میں ہوتا تھا۔ ان کے پاس اعزازی طور پر مجسٹریٹ کا عہدہ بھی تھا۔

منشی بالمکند بے صبر

غالب کے بہت اچھے دوست تھے۔ یہ سکندر آباد کے رہنے والے تھے۔ محکمہ مال میں منشی گری اور داروغہ کے منصب پر فائز تھے۔

میر نصیر الدین

میر نصیر الدین میر مہدی حسین مجروح کے جاننے والوں میں سے تھے۔ غالب سے بھی ان کے روابط تھے۔ ان کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی، جس کا نام تجویز کرنے کے لیے میر مہدی نے غالب سے کہا تھا۔ میر نصیر الدین مولانا فخر الدین فخر عالم کے خلیفہ شاہ محمد عالم کی اولاد میں سے تھے۔

2- مرزا غالب کے خطوط کی تین خوبیاں لکھ کر جماعت کے کمرے میں نمایاں جگہ پر لگائیے۔
جواب: مرزا غالب نے جب اردو میں خط نگاری شروع کی تو اس سے پہلے اردو نثر

کے دو مختلف اسلوب موجود تھے۔ ایک سادہ اور عام فہم (میر امن) دوسرا پر تکلف اور مقفیٰ (سرور) جو فارسی کے طرزِ نگارش کا پرتو تھا۔ مرزا نے سادہ اور سلیس انداز اختیار کر لیا اور کہا کہ عبارت کو پیچیدہ بنانا علم کی نمائش کا ٹھیک طریقہ نہیں بلکہ مطلب ایسے طریقے سے ادا کیا جائے کہ مخاطب بے تکلف سمجھ جائے اور اسے بہتر اور موزوں الفاظ کا انتخاب آسان نہ ہو۔ مرزا نے اردو میں خطوط لکھنے شروع کیے اور ان کی جدت پسند طبیعت نے ان مراسلات کو ادبی چیز بنا دیا۔ غالب کے خطوط کی امتیازی خصوصیات یہ ہیں۔

غالب کے اندر تحریر کی اہم خصوصیت بے تکلفی اور سادگی ہے انھوں نے مقفیٰ نثر کو ترک کر کے بول چال کی زبان میں خط لکھے اور تکلف تصنع کو بالکل ختم کر دیا۔

مرزا سے پہلے خط میں پورا زور القاب و آداب اور عبارت آرائی پر صرف کیا جاتا تھا۔ مرزا نے یہ فرسودہ طریقہ بدل ڈالا کبھی القاب و آداب بالکل چھوڑ دیتے تھے اور کبھی لکھتے بھی تو مختصر موزوں القاب جیسے میاں برخوردار صاحب' پیر و مرشد' بھائی صاحب وغیرہ لکھتے تھے کبھی القاب کے بغیر ہی خط لکھ دیتے۔ اسی طرح سلام' اپنا نام اور تاریخ لکھنے میں بھی کبھی پابندی نہ کرتے۔ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ "خطوط نویسی میں میرا طریقہ یہ ہے کہ جب خط لکھنے کے لیے قلم اٹھاتا ہوں تو مکتوب الیہ کو کسی ایسے لفظ سے جو اس کی حالت کے مواقع ہوتا ہے پکارتا ہوں اور اس کے بعد ہی اپنا مطلب شروع کرتا ہوں۔ القاب و آداب کا پرانا طریقہ شادی وغم سب کا قدیم رویہ میں نے بالکل اٹھا دیا ہے۔"

3- مرزا غالب کے دو اور آسان سے خطوط جماعت کے کمرے میں پڑھے جائیں۔

جواب: مرزا غالب کا خط امین الدین احمد کے نام

تمھاری والدہ کی وفات پر کیسے اظہارِ تعزیت کروں۔ اظہارِ غم محض دکھاوا ہے تلقینِ صبر بیدردی ہے۔ رہی دعا تو مجھ گنہ گار کی دعا دل سے نکلتی ہے۔ وہ میری محسنہ تھیں۔ اللہ ان کی مغفرت کرے۔ مجھے پتا چلا کہ تم علالت کی وجہ سے نہ آ سکے۔ اس لیے یہ چند سطور تعزیت کی لکھ دی گئیں۔ اللہ تعالیٰ تمھیں سلامت اور تن درست رکھے۔ آمین

مرزا غالب کا خط میر مہدی حسین مجروح کے نام

اس بار خاصا بیمار ہوا۔ پانچویں دن غذا کھائی۔ اب تن درست ہوں۔ فوری کوئی خطرہ نہیں۔ میر نصیر الدین کئی بار آئے لیکن ملاقات نہ ہو سکی۔ بعض دوستوں کے آنے کا پتا نہیں چلا۔ سید صاحب سے بھی سامنا نہیں ہوا۔ تمھاری آنکھیں گرد و غبار کے سبب خراب ہیں۔ دلّی میں مکانات مسمار ہوئے۔ گرد و غبار کا اثر تو ہونا ہی تھا۔ جلد اچھے ہو جاؤ گے۔ مجتہد العصر میر سرفراز حسین کا خط آیا تھا۔ میرن صاحب کی ناراضی کی وجہ سے اس کا جواب نہیں لکھا۔ یہ خط دونوں صاحبوں کو پڑھا دو تاکہ مجتہد العصر پڑھ لیں اور میرن صاحب کو بھی علم ہو جائے۔

تدریسی اشارات

-1 مکتوب نگاری کے فن سے طلبہ کو آگاہ کریں۔

جواب: **مکتوب نگاری**

کسی کو خط لکھنا اپنی گفتگو لکھ کر بھیجنا مکتوب نگاری کہلاتا ہے یا اسے خطوط نویسی کہتے ہیں۔ مولوی عبدالحق صاحب کے الفاظ میں "خط دلی خیالات و جذبات کا روزنامچہ اور اسرار حیات کا صحیفہ ہے"

ایک اچھا مکتوب نگار درج ذیل خصوصیات کا حامل ہوتا ہے۔

-1 تصنع و بناوٹ سے پاک -2 بے تکلفی -3 سادگی
-4 جامعیت -5 مرصع کاری کے نقائص سے پاک

اردو میں مکتوب نگاری میں غالب کا اسلوب بڑا منفرد ہے۔ سرسید احمد خاں، حالی، مولوی عبدالحق اور مولانا ابوالکلام آزاد کی مکتوب نگاری میں اپنی اپنی خصوصیات ہیں۔ تعداد کے اعتبار سے مکاتیب اقبال کے اردو مجموعے سب سے زیادہ ہیں۔ خطوط اقبال میں اردو نثر کے خوب صورت نمونے ملتے ہیں۔

-2 غالب نے مکتوب نگاری کا نیا ڈھنگ اختیار کیا، مزید خطوط کی روشنی میں طلبہ کو اس ڈھنگ سے آگاہ کریں۔

جواب: غالب کے خطوط ان کی شخصیت کا آئینہ ہیں۔ مرزا غالب پہلے شخص ہیں جنھوں

نے اردو میں پہلی مرتبہ اسلوب کو شخصیت کا آئینہ بنایا۔ ان کی شاعری ان کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو اجاگر نہیں کرتی۔ اس کے برعکس ان کے خطوط ان کی مکمل شخصیت کے آئینہ دار ہیں ان کی شاعری نے جہاں ہمارے دلوں میں ان کی عظمت کا سکہ بٹھایا وہاں ان کے خطوط نے محبت وشفقت پیدا کی۔ ان کی شاعری عظمت اور بڑائی کی بنیادوں پر قائم دائم ہے تاہم اسے مقبول تر بنانے میں ان خطوط کا بھی بہت حصہ ہے۔ ان کی شخصیت کے نقوش اخلاق و عادات، افکار و خیال، ان کی خوبیاں، خامیاں، خوشی اور غم غرضیکہ ان کے ہر قسم کے رجحانات کا پتہ چل سکتا ہے۔

-3 غالب کی مکتوب نگاری کے مزید نمونے طلبہ کو دکھائے جائیں۔

جواب: دیکھیے جواب سرگرمی نمبر 3

-4 غالب کے خطوط پر مشتمل چند کتب لائبریری سے لا کر طلبہ کو دکھائی جائیں۔

جواب: استاد صاحب سکول کی لائبریری میں سے ''عودِ ہندی''، ''اردوئے معلی'' اور ''غالب کے خطوط'' حاصل کریں اور طلبہ کو ان کے بارے میں مزید معلومات فراہم کریں۔

اہم معروضی سوالات

متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) مرزا غالب پر خط کا جواب دینا فرض تھا:

(i) منشی ہرگوپال کے خط کا (ii) شیونرائن کے خط کا
(iii) میر مہدی حسین مجروح کے خط کا (iv) منشی بالمکند بے صبر

(ب) کیا یہ آئین جاری ہوا ہے کہ سکندر آباد کے رہنے والے خط نہ لکھیں:

(i) امیر لوگوں کو (ii) دلی کے خاک نشینوں کو
(iii) اپنے اعزا و اقارب کو (iv) حکومتی عہدے داروں کو

www.downloadclassnote.com

(ج) شیو نرائن کی بھیجی ہوئی تینتیس کتابیں مرزا غالب کو موصول ہوئیں:
(i) جمعے کو (ii) اتوار کو
(iii) پیر کو (iv) بدھ کو

(د) سات کتابیں تحویل میں تھیں:
(i) میر مہدی حسین مجروح کی (ii) منشی شیو نرائن کی
(iii) مرزا حاتم علی کی (iv) میر نصیر الدین کی

(ہ) میر مہدی حسین مجروح کے نام خط میں مرزا غالب نے میر نصیر الدین کو مبارک باد دی:
(i) بیٹی کی پیدائش پر (ii) بیٹے کی پیدائش پر
(iii) انعام حاصل کرنے پر (iv) نیا کاروبار شروع کرنے پر

(و) مرزا غالب نے میر نصیر الدین کی بیٹی کے لیے نام تجویز کیا:
(i) نسیم النسا بیگم (ii) عظیم النسا بیگم
(iii) قمر النسا بیگم (iv) نور النسا بیگم

(ز) جامع مسجد کے گرد گول میدان نکلے گا:
(i) دس دس فٹ (ii) پندرہ پندرہ فٹ
(iii) بیس بیس فٹ (iv) پچیس پچیس فٹ

(ح) ''غالب کے خطوط'' مرتب کیے ہیں:
(i) غلام رسول مہر نے (ii) رشید احمد صدیقی نے
(iii) مولوی عبدالحق نے (iv) ڈاکٹر خلیق انجم نے

جوابات

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iv)	(ب)	(ii)	(ج)	(i)	(د)	(iii)
(ہ)	(i)	(و)	(ii)	(ز)	(iv)	(ح)	(iv)

رشید احمد صدیقی
(1896ء تا 1977ء)

خطوط رشید احمد صدیقی

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو بتانا کہ مکتوب نگاری کیا ہوتی ہے۔
- طلبہ کو خط کی اہمیت سے آگاہ کرنا۔
- رشید احمد صدیقی کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنا۔
- مکتوب نگاری کے حوالے سے طلبہ کو رشید احمد صدیقی کی مکتوب نگاری سے روشناس کروانا۔
- طلبہ کو تفریحی خط لکھنے سے متعلق معلومات فراہم کرنا۔
- طلبہ کو رشید احمد صدیقی کے حالاتِ زندگی سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو اردو زبان کے مختلف اندازِ بیاں سے واقفیت کروانا۔

مصنف کے حالاتِ زندگی

نام

رشید احمد صدیقی، تاریخ پیدائش: 1896ء، جائے پیدائش: موضع مریاہو ضلع بلیا (بھارت)

تعلیم

ابتدائی تعلیم کے بعد جون پور چلے گئے۔ انٹرنس کے بعد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں داخلہ لیا۔ مالی حالت حد درجہ کمزور تھی لہٰذا تعلیم کے ساتھ ساتھ کچہری میں

www.d

ملازمت کی۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے اُردو میں ایم۔اے کیا۔

رشید احمد صدیقی کو لکھنے لکھانے کا شوق شروع سے تھا اس لیے کالج میگزین اور مسلم یونیورسٹی میں آپ کے ابتدائی مضامین شائع ہوئے۔ کئی برس تک یونیورسٹی میگزین کے ایڈیٹر رہے۔ 1921ء میں علی گڑھ شعبہ اردو کے صدر ہو گئے۔

رشید احمد کی زبان میں بہت مٹھاس ہے۔ انھوں نے شبلی اور حالی دونوں سے اثر قبول کیا مگر ان کے اسلوب نگارش پر شبلی کا اثر زیادہ نظر آتا ہے۔ وہ عربی اور فارسی کا استعمال کرتے ہیں مگر جہاں ان کی ضرورت محسوس ہو لیکن انگریزی الفاظ کی بھرمار سے عبارت کو بچاتے ہیں۔ ان کی زبان میں بانکپن ہے۔ ان کے ہاں جذباتیت بھی ہے اور خطابت بھی اور اس کے ساتھ ساتھ سوز و گداز بھی۔ ان کے مضامین کی زبان و بیان کی خوبیاں ہمیں ہر جگہ نظر آتی ہیں۔

رشید احمد بڑے درد مند انسان ہیں۔ ان کی تصانیف میں دردمندی بدرجہ اتم موجود ہے۔ شفقت اور محبت ان کی شخصیت کا خاص جزو ہے۔ وہ لوگوں کی جن صفات سے متاثر ہوتے ہیں ان میں سرفہرست دردمندی کا احساس ہے۔ وہ نیکی اور خوبی کے قدردان ہیں۔

تصانیف

رشید احمد صدیقی کی تصانیف میں "طنزیات و مضحکات" "مضامین رشید" "گنج ہائے گراں مایہ" "خنداں" "ہم نفسانِ رفتہ" "غالب کی شخصیت اور شاعری" اور "اقبال کی شخصیت اور شاعری" شامل ہیں۔

وفات

انھوں نے 1977ء میں وفات پائی۔

مرکزی خیال خط نمبر 1

اس خط کا مرکزی خیال یہ ہے کہ رشید احمد صدیقی، ڈاکٹر محمد حسن سے بہت زیادہ عقیدت رکھتے ہیں اور ان سے بہت متاثر بھی ہیں۔

خلاصہ

ڈاکٹر صاحب! سلام شوق

24 تاریخ کو ہی انعام کی خوش خبری مل گئی تھی لیکن کسی سے ذکر نہیں کیا۔ سب سے پہلے آپ کی محبت کا شکریہ۔ انعام کی تصدیق ریڈیو سے ہو گئی تھی۔ آپ میرا بہت خیال رکھتے ہیں۔ آپ کے احسانات میری خدمات سے زیادہ ہیں۔ مجھے بھی آپ کی قابلیت اور وضع داری کا بھرپور احساس ہے۔ اس نظامِ خطبات کو کامیاب بنانے میں آپ کا بھی حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اقبال مند رکھے۔

مخلص

رشید احمد صدیقی

مرکزی خیال خط نمبر 2

اس خط کا مرکزی خیال اظہار تعزیت کرنا ہے کیوں کہ یہ خط ظہیر احمد صدیقی کے والد کی وفات پر اظہار تعزیت کرنے کے لیے لکھا گیا۔

خلاصہ

عزیز گرامی! دعا!

آپ کے والد محترم کی رحلت کا صدمہ ہم اور آپ سے زیادہ کس کو ہو سکتا ہے۔ مرحوم کے زیرِ سایہ آپ نے زندگی کی عظمتیں سمیٹیں۔ یہ بڑی سعادت ہے۔ مرحوم ایک نیک دل انسان تھے۔ مختلف زبانوں پر انھیں قدرت حاصل تھی۔ ہم سب نے ان سے استفادہ کیا۔ بڑے شوق سے علمی مسائل پر اظہار خیال فرماتے تھے۔ ان کی غیر حاضری سے ادب میں ایک خلا سا آ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے اور ہمیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

مخلص

رشید احمد صدیقی

مرکزی خیال خط نمبر 3

یہ خط پروفیسر بشیر الدین کے نام لکھا گیا ہے۔ اس کا مرکزی خیال علی گڑھ کی زندگی کے گرد گھومتا ہے۔ رشید احمد صدیقی نے علی گڑھ کی زندگی کو اپنے خوابوں کی تعبیر بتایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ علی گڑھ میں بہت سے ایسے صاحب علم لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوا جن کا علی گڑھ سے دور رہ کر خواب بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔

خلاصہ

بشیر صاحب، آداب!

27 اکتوبر کو آپ کا خط ملا لیکن جواب دینے میں دیر ہو گئی۔ آپ نے علی گڑھ کی زندگی کے بارے میں جو کچھ لکھا میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ موجودہ صدی کی ابتدا میں ہر متوسط مسلمان گھرانے کا یہی نقشہ تھا۔ مذہب، اخلاق اور تہذیب کی مشترک خصوصیات ان میں پائی جاتی ہیں۔ ان گھرانوں کی ابتدائی تعلیم و تربیت مساجد میں ہوتی تھی۔ مزید مطالعہ کے لیے گھریلو کتابوں سے استفادہ کیا جاتا تھا۔ بزرگوں کے طور طریقے ہمارے تخیل کو گرمی بخشتے اور اسی تخیل کو لیے ہم علی گڑھ میں داخل ہوئے۔ کیا یہ ساری باتیں میری طرح آپ پر نہیں گزریں؟

میں معلم بنا اور آپ مہتمم کتب۔ علی گڑھ سے یہ بڑی نسبت ہے۔ آپ مدتوں یاد رکھے جائیں گے۔ آپ کے دل میں علی گڑھ کی بڑی قدر و قیمت ہے۔ لوگ علی گڑھ کے احترام کی استعداد سے محروم ہو چکے ہیں حالانکہ ان کا اختیار و اقتدار اسی کے طفیل ہے۔ مزید لکھنا چاہتا ہوں لیکن تھک گیا ہوں۔ خدا حافظ

مخلص

رشید احمد صدیقی

مضمون پر تبصرہ

رشید احمد صدیقی صاحب طرز مضمون نگار ہیں۔ انھوں نے زیادہ تر شخصیت نگاری پر لکھا ہے لیکن ان کے لکھے ہوئے خطوط بھی اُردو ادب میں ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔ ان کی زبان سلیس، رواں اور شستہ ہے۔ وہ علی گڑھ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل تھے۔ انھیں طنز کا بادشاہ کہا جاتا ہے لیکن ان کے لکھے ہوئے خطوط سیدھے سادے اور عام فہم ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
نوازش نامہ	خط	تصدیق ہونا	کسی بات کے بارے میں سچ سامنے آنا
متاثر ہونا	اثر قبول کرنا	سابقہ ہونا	واسطہ پڑنا
احسانات	احسان کی جمع، بھلائی	قابلیت	خوبیاں
وضع داری	رکھ رکھاؤ	شہرت	مشہوری
گراں قدر	بہت زیادہ	اقبال مند	بلند [illegible]
مخلص	خلوص والا	مرحوم	بخشا ہوا، مرا ہوا
رفیق	ساتھی، دوست	شفیق	شفقت کرنے والا
سانحۂ رحلت	موت کا حادثہ	عظمات	عظمتیں، عظیم کامیابیاں
بہرہ مند ہونا	فائدہ اٹھانا	ممتاز	نمایاں
مفتخر	جس پر فخر کیا جائے	سعادت	مبارک، نیک نامی

www.d... .com

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

صفت	خوبی	معتبر	اعتبار والا
متنوع	انواع و اقسام کے، طرح طرح کے	استفادہ کیا	فائدہ اٹھایا
ملائم	نرم	مفارقت	جدائی
جمیل	خوب صورتی اور دانائی والا صبر	ہم روزہ	اسی دن
سرد و گرم	اچھے اور بُرے حالات	واجب الادا	بذمہ ادا کر دینے کے قابل
متوسط	درمیانی	مشترک	اکٹھی، ایک جیسی
رجحان	جھکاؤ	تہذیب	رہن سہن
پیروی کرنا	پیچھے چلنا، اتباع کرنا	نمونے	سانچے، قالب
بالعموم	عام طور پر	تخیل	سوچ بچار
جولانی	جوش	[illegible]	نخرہ، ناز و ادا
ماہیت قلب	دل کی حالت	تکمیل	مکمل ہونا
اسلاف	بزرگ	عظمت	بڑائی
شفقت	مہربانی	سخاوت	[illegible]
آشنا	واقف	رنج	دکھ، تکلیف
راحت	آرام	سربراہ	حکمران
متواتر	لگاتار	معلم	استاد
معترف	اعتراف کرنے والا	منتظم	ناظم، انتظام کرنے والا
جویائے علم	علم کا متلاشی	استعداد	صلاحیت، قابلیت

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

طفیل	کی وجہ سے، سبب سے	متعلقین	تعلق رکھنے والے

پیرا گراف کی تشریح

پیراگراف: جو باتیں اور عرض ــــــــ حیثیت سے پورا کر دیا۔

متن کا حوالہ (الف) مضمون کا نام　خطوط رشید احمد صدیقی

(ب) مصنف کا نام　رشید احمد صدیقی

[illegible] کم۔ متاثر کرنا: اثر میں لینا۔ کم و بیش: کم اور زیادہ۔ معلم: اُستاد۔
ہندوستان [illegible]: پورے ہندوستان میں مشہوری۔ متواتر: لگاتار، مسلسل۔
وسیع: کھلا۔ [illegible] متنوع: طرح طرح کے۔ معترف: اعتراف کرنے والا۔
تقاضا: چاہنا۔ [illegible] اہتمام کرنے والا

سیاق و سباق

رشید احمد صدیقی نے یہ خط پروفیسر [illegible] الدین کے نام لکھا ہے۔ اپنے اس خط میں وہ لکھتے ہیں کہ علی گڑھ کی زندگی کے روز و شب بالکل ویسے ہی ہیں جیسے آپ نے اپنے خط میں بیان کیے ہیں۔ موجود صدی کے ابتدائی سالوں میں ہر متوسط مسلمان گھرانے کا قریباً یہی نقشہ رہا ہے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت گھر پر یا مشترک مکتبوں میں ہوتی تھی۔ اس کے بعد گھریلو ذخیرۂ کتب اور بزرگوں کی روایات سے اپنے گنجینۂ علم میں اضافہ کیا جاتا تھا۔ بزرگوں کی روایات ہمارے تخیل کو جوش میں لاتیں اور اسی تخیل کو لیے ہوئے ہم علی گڑھ میں داخل ہوئے۔ علی گڑھ تو علم کا ایک وسیع سمندر ہے۔ یہاں مجھے اپنے اس خواب کی تعبیر ملی جو میں اپنے بچپن میں دیکھا کرتا تھا۔

تشریح

رشید احمد صدیقی کہتے ہیں کہ علی گڑھ علم کا ایک وسیع سمندر تھا۔ وہ پروفیسر بشیر

الدین سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ جو باتیں میں نے علی گڑھ یونیورسٹی کے بارے میں کی ہیں کیا اس طرح کی باتیں اور واقعات آپ کو درپیش نہیں ہوئے۔ آپ بھی تو اس دور سے گزرے ہیں۔ جو کتابیں آپ نے پڑھی ہیں اور اثر قبول کیا ہے اور جن لکھنے والوں نے آپ کو متاثر کیا ہے قریب قریب مجھے بھی ان سے شغف رہا، لیکن فارغ التحصیل ہو کر میں استاد بن گیا اور آپ کو کتابوں کی دولت امانت کے طور پر سونپی گئی یعنی سید بشیر الدین لائبریری کے انچارج بنا دیے گئے۔ آپ نے اپنے عہدے کا حق ادا کر دیا۔ اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ آپ کی شہرت پورے ہندوستان میں پھیل گئی۔ ہر کوئی آپ سے مشورہ لینے کا متمنی ہے۔ ہر کوئی چاہتا ہے کہ آپ لائبریری کے انتظام میں اس کی مدد کریں۔ آپ ایک اچھے انگریزی دان ہیں۔ آپ کے وسیع مطالعہ کا ہر وہ شخص اعتراف کرتا ہے جو کسی بھی حوالے سے آپ کو جانتا ہے۔ آپ نے لائبریری کے تمام تقاضوں کو ایک منتظم اور ایک علم کے متلاشی دونوں حیثیتوں سے پورا کیا۔ یہ آپ کے علم کی عظمت کا بین ثبوت ہے۔

تبصرہ

رشید احمد صدیقی نے پروفیسر بشیر الدین کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ کو کتابوں کی امانت سونپی گئی۔ آپ نے لائبریری کا بہت اچھا انتظام کیا۔ آپ کی شہرت پورے ہندوستان میں پھیل گئی۔ لوگ دور دور سے لائبریری کے انتظام کے بارے میں مشورہ لینے آپ کے پاس آنے لگے۔ زبان بہت سادہ اور تصنع سے پاک ہے۔

حل مشقی سوالات

-1 مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) رشید احمد صدیقی کے پہلے خط کے مخاطب کا نام کیا ہے؟

جواب: رشید احمد صدیقی کے پہلے خط کے مخاطب کا نام ڈاکٹر محمد حسن ہے۔

(ب) ''خطوط کا جواب عموماً ہم روزہ دیتا ہوں'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ میں عام طور پر خط کا جواب اسی دن دے دیتا ہوں جس

دن خط مجھے موصول ہوتا ہے۔

(ج) مکتوب نگار نے خاندانوں کی مشترک خصوصیات و روایات کا سرچشمہ کس چیز کو قرار دیا ہے؟

جواب: مکتوب نگار نے خاندانوں کی مشترکہ خصوصیات و روایات کا سرچشمہ مذہب، اخلاق، تاریخ اور تہذیب کو قرار دیا ہے۔

(د) ظہیر احمد صدیقی کے نام مکتوب میں کس شخصیت کی وفات پر اظہارِ تعزیت کیا گیا ہے؟

جواب: ظہیر احمد صدیقی کے نام مکتوب میں ان کے والد مولانا ضیا احمد مرحوم کی وفات پر اظہارِ تعزیت کیا گیا ہے۔

(ہ) ڈاکٹر محمد حسن کا شکریہ کس بات پر ادا کیا گیا؟

جواب: رشید احمد صدیقی نے ڈاکٹر محمد حسن کا شکریہ ادا کیا کہ انھوں نے پہلے ہی ساہتیہ اکادمی دہلی کی طرف سے ملنے والے انعام کے بارے میں بتا دیا تھا۔ انھوں نے اس بات کا شکریہ ادا کیا کہ ڈاکٹر صاحب، صاحبِ مکتوب کا اتنا زیادہ خیال رکھتے ہیں۔

-2 متن کی روشنی میں قوسین میں دیے گئے الفاظ میں سے درست لفظ کا انتخاب کر کے خالی جگہ پُر کیجیے:

(الف) رشید احمد صدیقی نے اپنے خوابوں کی تعبیر ________ میں پائی۔
(کلکتہ، علی گڑھ، دہلی)

(ب) سید بشیر الدین لائبریری کے مہتمم کے علاوہ ________ بھی تھے۔
(متعلم، معلم، علم کے متلاشی)

(ج) رشید احمد صدیقی بشیر احمد صاحب کو مزید لکھنا چاہتے تھے مگر ________
(انھیں نیند آ گئی، وہ تھک گئے، ایک اور کام میں مصروف ہو گئے)

www.downloadclassnotes.com

(د) صدیقی صاحب نے ________ کے والد صاحب کی وفات پر انھیں تعزیتی خط لکھا۔ (ظہیر احمد صدیقی، محمد حسن، بشیر الدین)

(ہ) رشید احمد صدیقی کو 24 فروری 1973ء کو ایک ________ ملی۔
(خوش خبری، رجسٹری، بدخبری)

جواب: (الف) رشید احمد صدیقی نے اپنے خوابوں کی تعبیر علی گڑھ میں پائی۔
(ب) سید بشیرا ین لائبریری کے مہتمم کے علاوہ علم کے متلاشی بھی تھے۔
(ج) رشید احمد صدیقی بشیر احمد صاحب کو مزید لکھنا چاہتے تھے مگر وہ تھک گئے۔
(د) صدیقی صاحب نے ظہیر احمد صدیقی کے والد صاحب کی وفات پر انھیں تعزیتی خط لکھا۔
(ہ) رشید احمد صدیقی کو 24 فروری 1973ء کو ایک خوش خبری ملی۔

۳۔ سبق "خطوطِ رشید احمد صدیقی" کا متن مدِ نظر رکھ کر درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں:

(الف) رشید احمد صدیقی نے خطوط کس شہر بھجوائے؟
(i) دلی (ii) علی گڑھ
(iii) لاہور (iv) لکھنؤ

(ب) رشید احمد صدیقی نے اپنے خط میں کس کے گراں بار احسانات کا شکریہ ادا کیا؟
(i) مولانا ضیا احمد (ii) ڈاکٹر محمد حسن
(iii) ظہیر احمد صدیقی (iv) سید بشیر الدین

(ج) رشید احمد صدیقی نے خط میں کس کے سانحہ رحلت کا ذکر کیا ہے؟
(i) مولانا ضیا احمد (ii) بیگم ڈاکٹر محمد حسن
(iii) برادر سید بشیر الدین (iv) بیگم سید بشیر الدین

(د) مکتوب نگار نے اپنے خط بنام ڈاکٹر محمد حسن میں کس خوش خبری کا ذکر کیا ہے؟
(i) غالب ایوارڈ ملنے کی (ii) تصنیف پر نقد رقم ملنے کی
(iii) ملازمت میں ترقی کی
(iv) ساہتیہ اکادمی کی طرف سے ملنے والے اعزاز کی

(ہ) خطاب بنام پروفیسر بشیرالدین میں کن لوگوں کی احترام کرنے کی صلاحیت سے محرومی کا ذکر کیا ہے؟

(i) علم و عمل سے خالی (ii) احترام کے مفہوم سے نابلد

(iii) علی گڑھ کی ناقدری کرنے والے (iv) مادیت پسند

(و) "بہت کچھ اور لکھنا چاہتا تھا لیکن تھک گیا" صدیقی صاحب نے یہ جملہ کس کے نام لکھا؟

(i) ظہیر احمد صدیقی (ii) سید بشیرالدین

(iii) ڈاکٹر محمد حسن (iv) مولانا ضیاء احمد

(الف)	(ii)	(ب)	(ii)	(ج)	(i)	(د)	(iv)
(ہ)	(iii)	(و)	(ii)				

4- درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔

استعداد، کرشمہ، اسلاف، متنوع، اشغال، مہتمم، طفیل، سعادت، معلومات

الفاظ	جملوں میں استعمال
استعداد	انسان کو اپنی استعداد کے مطابق کام کرنا چاہیے۔
کرشمہ	سائنس کی کرشمہ سازیاں جگہ جگہ نظر آتی ہیں۔
اسلاف	گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا
متنوع	ہمیں حضورﷺ کی زندگی میں متنوع اوصاف نظر آتے ہیں۔
اشغال	فضول اشغال میں وقت ضائع کرنا مسلمانوں کا شیوہ نہیں۔
مہتمم	تقریب کے مہتمم نے بہت اچھا انتظام کیا تھا؟
طفیل	میری تمام کامیابی میری ماں کی دعا کے طفیل ہے۔
سعادت	سعادت مند اولاد اللہ تعالیٰ کا تحفہ ہے۔
معلومات	معلومات حاصل کرنے کے لیے مسلسل محنت درکار ہے۔

5۔ کالم (الف) کے اندراجات کو کالم (ب) سے ملائیں:

کالم (الف)	کالم (ب)	جوابات
تعزیت نامہ	علی گڑھ یونیورسٹی	بنام ظہیر احمد صدیقی
ہجوم میں	مشترک مکتبوں	احساسِ تنہائی
رشید احمد صدیقی	بنام ظہیر احمد صدیقی	علی گڑھ یونیورسٹی
ابتدائی تعلیم و تربیت	دوسرا خط	مشترک مکتبوں
3 نومبر 1973ء	احساسِ تنہائی	دوسرا خط

6۔ درج ذیل الفاظ کے متضاد لکھیں۔

اسلاف، نیک نام، سخاوت، اعتراف، آباد، نشیب

الفاظ	متضاد	الفاظ	متضاد
اسلاف	بچے	نیک نام	بدنام
سخاوت	کنجوسی	اعتراف	انکار
آباد	ویران	نشیب	فراز

أردو زبان اور مختلف اندازِ بیاں

معاشرے میں ہمیں بے شمار لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنی سوچ، سمجھ، علم اور تجربے کی روشنی میں گفتگو کرتا ہے۔ گویا ایک ہی بات کے انداز بیاں مختلف ہو سکتے ہیں۔ آپ کمرے میں بیٹھے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کھڑکی بند کر دی جائے۔ دیگر لوگ بھی موجود ہیں۔ کھڑکی کے قریب بیٹھے نوجوان سے لوگ کیا کہیں گے؟

ایک بزرگ: برخوردار! ذرا کھڑکی تو بند کر دیں۔

نوجوان: پلیز کھڑکی بند کر دیجیے۔

ایک اور: کھڑکی بند کر دو۔

ایک اور نوجوان: اگر زحمت نہ ہو تو یہ کھڑکی بند کر دیں، ٹھنڈی ہوا آ رہی ہے۔

اس کے علاوہ بھی ہم کئی اور انداز میں زبان لکھتے اور بولتے ہیں۔

(الف) گاڑی تیز چلانے کی بنا پر آپ کا زیر دفعہ ــــ چالان کیا جاتا ہے۔

(ب) آپ کا تبادلہ زیر چٹھی نمبر 212/ای بتاریخ 23 اگست ــــ میں کر دیا گیا تھا۔

(ج) کرکٹ ٹیم 233 رنز بنا کر آؤٹ ہو گئی۔ سیریز جیتنے میں مشکلات کا سامنا ہے۔

(د) کمپیوٹر کے سافٹ ویئر اور ہارڈ ویئر کا فرق معلوم ہونا چاہیے۔

آپ نے دیکھا کہ اخباری، دفتری، قانونی اور تکنیکی زبان کافی حد تک ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ ہمارا ہر جملہ لب و لہجے، اسلوب اور لفظوں کے انتخاب کی وجہ سے ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ آپ نے یہ بھی دیکھا ہو گا کہ مضمون، کہانی، خط اور درخواست لکھنے کے انداز بھی مختلف ہوتے ہیں۔

آپ مختلف جملے بول کر یا لکھ کر بتائیں کہ یہ کون سا انداز بیاں ہے؟

جواب: پاکستان کو 1000 میگاواٹ بجلی کی کمی کا سامنا ہے۔ (صحافتی زبان)

چٹھی نمبری 512/B کے تحت ڈاکٹر سلطان کی خدمات محکمہ صحت کے سپرد کی جاتی ہیں۔ (دفتری زبان)

قرار دیا جاتا ہے کہ فلاں ابن فلاں تعزیرات پاکستان کی دفعہ فلاں کے تحت جرم کا مرتکب ہوا ہے۔ (عدالتی زبان)

ہارڈ ویئر کمپیوٹر کا دماغ ہے اور سوفٹ ویئر اس کا ذہن۔ (تکنیکی زبان)

شام ہے، ساغر جام ہے اور قسموں کا ہنگام ہے۔ (ادبی زبان؟)

سرگرمیاں

-1 رشید احمد صدیقی کے دو تین اور خط جماعت کے کمرے میں سنائے جائیں۔

جواب: **رشید احمد صدیقی کا خط غلام رسول مہر کے نام**

نسیم قریشی صاحب سے آپ کی اہلیہ کے انتقال کی خبر ملی۔ بہت بڑا صدمہ ہے۔ یہ ایک ساتھی کی موتیں ہیں۔ مجھے معلوم ہے آپ تخلیقی کام کر رہے ہیں۔

یہ تخلیقی کام تائید الٰہی سے سہارا بن جاتے ہیں۔ بہت کم لوگ ایسے ہیں جن کو اس موقع پر تعزیت کی بجائے تہنیت کہا جائے۔ آپ ان میں سے ایک ہیں۔

رشید احمد صدیقی کا خط خلیق نظامی کے نام

کتابوں کا شکریہ۔ خیال تھا کہ جلدی واپس کر دوں گا مگر کچھ کاہل ہو گیا ہوں۔ جس کتاب کی آپ کو ضرورت ہو واپس منگوا لیجیے گا کیوں کہ میں کتابیں پوری کی پوری پڑھ کر ہی واپس کروں گا صرف سطحی نظر سے نہیں دیکھوں گا۔

-2 رشید احمد صدیقی کے خطوط میں علی گڑھ کا تذکرہ کیا گیا ہے، اسے اپنے لفظوں میں پیراگراف کی صورت میں لکھیں۔

جواب: دیکھیے خلاصہ خط نمبر 3

-3 اپنے استاد صاحب سے پوچھ کر رشید احمد صدیقی کی نثر نگاری کی دو خاص خوبیاں لکھیں۔

جواب: **رشید احمد صدیقی کی نثر نگاری کی خوبیاں**

رشید احمد صدیقی نے زمانۂ طالب علمی ہی میں لکھنا شروع کر دیا تھا۔ ان کا رجحان طنز و مزاح کی طرف تھا اسی لیے ان کے ابتدائی مضامین میں طنز و مزاح کا عنصر غالب ہے۔ انھوں نے اپنی تحریروں کے ذریعے سے اپنے عہد کے ماحول کی اچھائیوں کو اجاگر کیا ہے اور کمزوریوں پر بھرپور چوٹ کی ہے۔ ان کے مزاح میں طنز کی نشتریت ہمیشہ موجود رہی ہے۔ ان کے ہاں تیز نشتریت کی بجائے دھیما پن ملتا ہے۔ رشید احمد صدیقی اپنی تحریروں میں اصلاحِ احوال کرنے کی کوشش کرتے نظر نہیں آتے بلکہ اخلاقی قدروں کے زوال پر جو دکھ محسوس کرتے ہیں وہ ان کے لبوں پر زہر خند بن کر ابھرتا ہے۔

رشید احمد کی زبان میں بہت مٹھاس ہے۔ انھوں نے شبلی اور حالی دونوں سے اثر قبول کیا مگر ان کے اسلوبِ نگارش پر شبلی کا اثر زیادہ نظر آتا ہے۔ وہ عربی اور فارسی کا استعمال کرتے ہیں مگر جہاں اس کی ضرورت محسوس ہو لیکن انگریزی الفاظ کی بھرمار سے عبارت کو بچاتے ہیں۔ ان کی زبان میں بانکپن ہے۔ ان کے ہاں جذباتیت بھی ہے اور خطابت بھی اور اس کے ساتھ ساتھ سوز و گداز

بھی۔ ان کے مضامین کی زبان و بیان کی خوبیاں انھیں ہر جگہ نظر آتی ہیں۔
رشید احمد بڑے درد مند انسان ہیں۔ ان کی تصانیف میں دردمندی بدرجہ اتم موجود ہے۔ شفقت اور محبت ان کی شخصیت کا خاص جزو ہے۔ وہ لوگوں کی جن صفات سے متاثر ہوتے ہیں ان میں سرفہرست دردمندی کا احساس ہے۔ وہ نیکی اور خوبی کے قدردان ہیں۔ ان خطوط سے بھی دردمندی کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک خط انھوں نے اپنے دوست ظہیر احمد صدیقی کو لکھا ہے جو ان کے والد کی تعزیت کے لیے ہے۔

اساتذہ کرام کے لیے

-1 طلبہ کو بتایا جائے کہ کسی شخص کے خطوط اس کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کی کس طرح عکاسی کرتے ہیں؟

جواب: کسی کو خط لکھنا اپنی گفتگو لکھ کر بھیجنا مکتوب نگاری کہلاتا ہے یا اسے خطوط نویسی کہتے ہیں۔ مولوی عبدالحق صاحب کے الفاظ میں "خط دلی خیالات و جذبات کا روزنامچہ اور اسرار حیات کا صحیفہ ہے۔" خط لکھنے کے لیے کوئی خاص موضوع نہیں ہوتا۔ انسان اپنے دلی جذبات کی ترجمانی کرتا ہے۔ وہ لکھنے کے لیے آزاد ہوتا ہے۔ وہ جو کچھ لکھتا ہے وہ اس کے دل کی آواز ہوتی ہے، اس لیے کسی بھی خط کو پڑھ کر اس کے لکھنے والے کے بارے میں اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ کیسا ہے۔ اس طرح خط شخصیت کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔

-2 رشید احمد صدیقی کے کسی مجموعے سے ان کے دو تین خطوط پڑھ کر طلبہ کو سنائے جائیں اور ان پر تبصرہ بھی کیا جائے۔

جواب: جواب کے لیے دیکھیے سرگرمی نمبر 1

-3 طلبہ کو خطوط نویسی کی مشق کروائی جائے۔

جواب: اساتذہ کرام طلبہ کو مختلف موضوع پر خطوط لکھوائیں۔

اہم معروضی سوالات

-3 متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) رشید احمد صدیقی نے ڈاکٹر حسن کو خط لکھا:

(i) 7 فروری 1973ء (ii) 10 فروری 1973ء
(iii) 17 فروری 1973ء (iv) 27 فروری 1973ء

(ب) رات انعام کی تصدیق ہو گئی تھی:

(i) دو دوستوں سے (ii) ریڈیو سے
(iii) ٹیلی ویژن سے (iv) اخبار سے

(ج) رشید احمد صدیقی نے ظہیر احمد صدیقی کو خط لکھا:

(i) حال دریافت کرنے کے لیے (ii) اپنے ہاں آنے کے لیے
(iii) کچھ کتابیں منگوانے کے لیے (iv) ان کی والدہ کی تعزیت کے لیے

(د) ظہیر احمد صدیقی کے والد کا نام تھا:

(i) مولانا ضیا احمد (ii) مولانا شبیر احمد
(iii) مولانا سلیم احمد (iv) مولانا کلیم احمد

(ہ) پروفیسر بشیر الدین کا لکھا ہوا نوازش نامہ رشید احمد صدیقی کو ملا:

(i) 12 اکتوبر کو (ii) 14 اکتوبر کو
(iii) 27 اکتوبر کو (iv) 31 اکتوبر کو

(و) کچھ دنوں سے تنہائی کا احساس ہونے لگا ہے:

(i) شام کو (ii) سوتے وقت
(iii) ہر وقت (iv) ہجوم میں

(ز) میں مطمئن ہوں اور آپ کو دولت اور امانت سونپی گئی:

(i) خزانے کی (ii) کتابوں کی
(iii) نونہالوں کی (iv) باغات کی

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iv)	(ب)	(ii)	(ج)	(iv)	(د)	(i)
(ہ)	(iii)	(و)	(iv)	(ز)	(ii)		

آئینہ اُردو لازمی
حصہ غزلیات
شاعر کے حالات زندگی
اشعار کی تشریح
مشقی سوالات وجوابات

مولانا حسرت موہانی
(1875ء تا 1951ء)

مصیبت بھی راحت فزا ہو گئی ہے

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو غزل سے واقفیت دلانا۔
- طلبہ میں غزل کو سمجھنے کا شعور پیدا کرنا۔
- طلبہ کو غزل کی ماہیت کے بارے میں بتانا۔
- طلبہ کو مطلع اور مقطع سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو حسرت موہانی کے حالاتِ زندگی سے آگاہ کرنا، خاص طور پر قید کے دوران میں لکھی گئی صحافتی شاعری سے روشناس کروانا۔
- طلبہ کو حسرت موہانی کے اسلوبِ بیان سے آشنا کرنا۔

شاعر کے حالاتِ زندگی

نام سید فضل الحسن اور تخلص حسرت تھا۔ اودھ کے قصبہ موہان میں پیدا ہوئے۔ اسی نسبت سے حسرت موہانی مشہور ہو گئے۔ والد کا نام سید اظہر حسن تھا۔ حسرت کا سلسلہ نسب امام علی ابن موسیٰ رضا سے ملتا ہے۔ حسرت کے دادا سید محمود نیشاپور سے موہان آئے تھے۔ حسرت کی ابتدائی تعلیم پرانی طرز پر عمل میں آئی۔ قرآن حکیم اور فارسی کی مروجہ کتابیں اپنے علاقے کے علماء سے پڑھیں۔ اس کے بعد موہان مڈل سکول میں داخل ہو گئے۔

حسرت کے والد کی کچھ جائیداد فتح پور میں تھی، جس کے انتظام کے لیے ان کا قیام فتح پور میں رہتا تھا۔ انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے لیے وہ اپنے والد کے پاس چلے گئے اور گورنمنٹ ہائی سکول، فتح پور سے میٹرک کا امتحان خاص امتیاز کے ساتھ پاس کیا

ختم نبوت ﷺ زندہ باد **عظمت صحابہ زندہ باد**

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

معزز ممبران: آپ کا وٹس ایپ گروپ ایڈمن "**اردو بکس**" آپ سے مخاطب ہے۔

آپ تمام ممبران سے گزارش ہے کہ:

- گروپ میں صرف PDF کتب پوسٹ کی جاتی ہیں لہذا کتب کے متعلق اپنے کمنٹس / ریویوز ضرور دیں۔ گروپ میں بغیر ایڈمن کی اجازت کے کسی بھی قسم کی (اسلامی و غیر اسلامی، اخلاقی، تحریری) پوسٹ کرنا سختی سے منع ہے۔
- گروپ میں معزز، پڑھے لکھے، سلجھے ہوئے ممبرز موجود ہیں اخلاقیات کی پابندی کریں اور گروپ رولز کو فالو کریں بصورت دیگر معزز ممبرز کی بہتری کی خاطر ریموو کر دیا جائے گا۔
- کوئی بھی ممبر کسی بھی ممبر کو انباکس میں میسج، مس کال، کال نہیں کرے گا۔ رپورٹ پر فوری ریموو کر کے کاروائی عمل میں لائے جائے گی۔
- ہمارے کسی بھی گروپ میں سیاسی و فرقہ واریت کی بحث کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔
- اگر کسی کو بھی گروپ کے متعلق کسی قسم کی شکایت یا تجویز کی صورت میں ایڈمن سے رابطہ کیجئے۔
- سب سے اہم بات:

گروپ میں کسی بھی قادیانی، مرزائی، احمدی، گستاخِ رسول، گستاخِ امہات المؤمنین، گستاخِ صحابہ و خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین، گستاخ اہلبیت یا ایسے غیر مسلم جو اسلام اور پاکستان کے خلاف پراپیگنڈا میں مصروف ہیں یا ان کے روحانی و ذہنی سپورٹرز کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے لہذا ایسے اشخاص بالکل بھی گروپ جوائن کرنے کی زحمت نہ کریں۔ معلوم ہونے پر فوراً ریموو کر دیا جائے گا۔

- تمام کتب انٹرنیٹ سے تلاش / ڈاؤنلوڈ کر کے **فری آف کاسٹ** وٹس ایپ گروپ میں شیئر کی جاتی ہیں۔ جو کتاب نہیں ملتی اس کے لئے معذرت کر لی جاتی ہے۔ جس میں محنت بھی صرف ہوتی ہے لیکن ہمیں آپ سے صرف دعاؤں کی درخواست ہے۔
- عمران سیریز کے شوقین کیلئے علیحدہ سے عمران سیریز گروپ موجود ہے۔
- **لیڈیز کے لئے الگ گروپ کی سہولت موجود ہے جس کے لئے ویریفکیشن ضروری ہے۔**
- اردو کتب / عمران سیریز یا سٹڈی گروپ میں ایڈ ہونے کے لئے ایڈمن سے وٹس ایپ پر بذریعہ میسج رابطہ کریں اور جواب کا انتظار فرمائیں۔ برائے مہربانی اخلاقیات کا خیال رکھتے ہوئے موبائل پر کال یا ایم ایس کرنے کی کوشش ہر گز نہ کریں۔ ورنہ گروپس سے تو ریموو کیا ہی جائے گا بلاک بھی کیا جائے گا۔

نوٹ: ہمارے کسی گروپ کی کوئی فیس نہیں ہے۔ سب فی سبیل اللہ ہے

0306-7163117	0343-7008883	0333-8033313
محمد سلمان سلیم	پاکستان زندہ باد	راؤ ایاز

پاکستان زندہ باد **پاکستان پائندہ باد**

اللہ تبارک تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو

جس پر سرکاری وظیفہ بھی ملا۔ یہیں سے انھوں نے عربی و فارسی تعلیم کی تکمیل کی۔ یہاں کی آب و ہوا حسرت کی ادبی تعلیم کے لیے بہت راس آئی۔

کچھ عرصہ بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے وہ ڈاکٹر ضیاء الدین کی دعوت پر علی گڑھ پہنچے۔ یہاں ان کے ہم جماعتوں میں مولانا محمد علی جوہرؔ کے بڑے بھائی مولانا شوکت علی اور سید سجاد حیدر یلدرم جیسے نامور سیاستدان اور ادیب بھی شامل تھے۔ علی گڑھ یونیورسٹی سے حسرت نے عربی اور ریاضی کے اختیاری مضامین کے ساتھ بی۔ اے کیا۔ علی گڑھ کے علمی اور ادبی ماحول نے حسرت کی اہلیت و صلاحیت کو مزید جلا بخشی اور خاص طور پر ان کی ادبی دلچسپیوں کی وجہ سے دور دور ان کے ادبی اور سیاسی رجحان کا شہرہ ہو گیا۔

حسرت کی سیاسی دلچسپی بھی طالب علمی کے زمانے سے شروع ہو چکی تھی۔ 1908ء میں حسرت کو سیاسی معاملات میں حصہ لینے کی وجہ سے قید بامشقت کی سزا بھی ملی اور انگریزی حکومت نے انھیں باغی قرار دیا۔ اس قید و بند کے مصائب کا جستہ جستہ ذکر بھی حسرت کی غزل میں ملتا ہے۔ ان کا مشہور شعر ہے ۔

ہے مشقِ سخن جاری، چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے، حسرت کی طبیعت بھی

وہ پہلے کانگریس اور پھر مسلم لیگ میں باقاعدہ حصہ لیتے رہے اور انگریزی سیاست کے شدید ترین مخالفوں میں شامل تھے۔

سیاسی مشاغل کے باوجود حسرت شعر و ادب کی برابر خدمت کرتے رہے۔ ''انتخاب سخن'' کے نام سے گیارہ جلدوں میں تمام ممتاز قدیم و جدید شعرا کے دواوین کا انتخاب بھی شائع کیا۔ وہ نہایت پاکیزہ منش، بااصول اور منکسر المزاج انسان تھے۔ حسرت، تسلیم لکھنوی کے شاگرد تھے۔ تسلیم، نسیم دہلوی اور حکیم مومن کے شاگرد تھے۔ اس لیے حسرت نے ابتداء میں تسلیم و مومن کے رنگ میں شعر کہنا شروع کیا اور دلی سکول کے طرز کو پسند کیا۔ بعد کی غزلوں میں حسرت کا اپنا رنگ پایا جاتا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
مصیبت	آفت	راحت فزا	خوشی کو زیادہ کرنا
آرزو	تمنا، خواہش	راہ نما	راہبر
دیار	کوچہ، گلی، ملک، شہر	وفا	محبت
باد	ہوا	صرصر	آندھی
صبا	صبح کی ٹھنڈی ہوا	درماندہ	قافلے سے بچھڑا ہوا
بارگاہ	دربار	عطا ہونا	ملنا، عنایت ہونا
گنہ گار	گناہ کرنے والا	خطا	غلطی
رتبہ	مرتبہ	رتبہ دانِ محبت	محبت کا بلند مقام و مرتبہ جاننے والا
انتہا	آخری حد	ابتدا	شروع

غزل کا مفہوم اور تشریح

غزل کے لغوی معنی ہیں عشق و محبت کی باتیں کرنا یا محبوب سے باتیں کرنا، شکار کے وقت ہرن کے منہ سے جو فریاد نکلتی ہے اس کو بھی غزل کہتے ہیں۔ مولانا حالی لکھتے ہیں کہ محبت کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ انسان کو انسان سے اپنے ملک اور قوم سے اور سب سے بڑھ کر خدا سے محبت ہو سکتی ہے۔ اس لیے اسے صرف عورت کی ذات تک محدود نہیں کرنا چاہیے۔

اشعار کی تشریح کیسے کی جائے؟

غزل کی تشریح نظم کی تشریح سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ نظم میں کوئی واقعہ یا

www. .com

مختصر بیان کیا جاتا ہے جب کہ غزل میں شاعر اپنے جذبات و احساسات کو پیش کرتا ہے۔ اس لیے غزل کی تشریح کے لیے ضروری ہے کہ پہلے شاعر کے جذبات و احساسات کو سمجھا جائے۔ تمام انسانوں کے جذبات قریب قریب یکساں ہوتے ہیں اور ایک کامیاب شاعر انھی جذباتِ انسانی کی بہترین ترجمانی کرتا ہے۔ بقول غالبؔ

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

غزل کے اشعار کی تشریح کرتے ہوئے مندرجہ ذیل امور کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

(1) شعر کے صرف ظاہری الفاظ کو نہ دیکھیں بلکہ یہ دیکھیں کہ ان الفاظ کے پردے میں کیا جذبہ اور احساس پوشیدہ ہے۔ اس جذبے یا احساس کو سمجھ کر اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

(2) شاعر اپنے جذبے کو دو مصرعوں میں بیان کرتا ہے۔ وہ اس پر مجبور ہے لیکن آپ مجبور نہیں ہیں۔ آپ جتنی چاہیں تشریح کریں۔ ایک اچھا شاعر انسانی جذبات کی بہترین ترجمانی کرتا ہے۔ آپ ان جذبات کو سمجھیں اور پھر انھیں اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

(3) پہلے شعر کے ظاہری معنی بیان کریں پھر دیکھیں کہ اس کے حقیقی معنی کیا ہیں؟ دوسرے لفظوں میں پہلے مجازی (دنیاوی) معنی لیں اور پھر حقیقی معنی بیان کریں۔ مجازی معنی کے لیے لیلیٰ مجنوں کی مثال سامنے رکھیں۔ اس سے مفہوم سمجھنے میں آسانی پیدا ہوگی اور پھر اس سے حقیقی معنی مراد لیں جیسے میر تقی میرؔ کا شعر ہے۔

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو اب وفا کر چلے

آپ پہلے اس شعر کو لیلیٰ مجنوں سے منسوب کریں۔ گویا مجنوں یہ بات کہتا ہے

کہ میں لیلیٰ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اب میں نے اپنی جان کی بازی لگا کر اپنے اس عہد کو پورا کر دکھایا ہے۔ یہ مجازی معنی ہیں۔ حقیقی معنی یہ ہوں گے کہ ایک بندۂ مومن بھی جس کے دل میں عشق جا گزیں ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی جدائی میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ وہ بے دریغ اپنے محبوب حقیقی کا وصال حاصل کرنے کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیتا ہے۔ بعض اشعار کے مجازی اور حقیقی دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں اور بعض کے صرف مجازی یا حقیقی۔

(4) غزل کے اشعار کی تشریح کرتے ہوئے مہذب اور شائستہ الفاظ استعمال کریں۔ جیسے معشوق اور معشوقہ کی بجائے محبوب اور دوست کے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں۔ اس کے علاوہ صیغہ مؤنث استعمال نہ کریں۔ تشریح کے الفاظ جان دار ہونے چاہئیں تاکہ دیکھنے والے کو پتا چل سکے کہ طالب علم کا مطالعہ وسیع ہے۔

(5) ہر شعر کا مرکزی خیال سمجھنے کی کوشش کریں۔ جب آپ اسے سمجھ لیں گے تو پھر تشریح میں آسانی رہے گی۔ مرکزی خیال شعر کی جان ہوتا ہے۔ اگر مرکزی خیال سمجھ میں آ جائے تو پھر اس کے مطابق تشریح کرنی چاہیے۔

(6) آپ کو اچھے اچھے شعر یاد ہونے چاہئیں تاکہ شعر کی تشریح میں ہم موزوں شعر لکھ سکیں۔ اس طرح تشریح کے زیادہ نمبر ملتے ہیں۔ ممتحن کو پتا چلتا ہے کہ طالب علم نصاب کی کتابوں کے علاوہ دوسری کتابوں سے بھی دلچسپی رکھتا ہے۔ تشریح میں استعمال ہونے والے شعر معیاری ہونے چاہئیں۔

اشعار کی تشریح

شعر نمبر 1
مصیبت بھی راحت فزا ہو گئی ہے
تری آرزو رہنما ہو گئی ہے

www.downloadclassnotes.com

حلِ لغت

مصیبت: مشکل، آفت۔ راحت فزا: خوشی کو بڑھانا۔ آرزو: تمنا، خواہش۔
راہنما: راہبر، راستا دکھانے والا

مفہوم: مصیبت بھی خوشی کو زیادہ کرنے والی ہو گئی ہے۔ کیوں کہ تیری تمنا میری راہبر ہو گئی ہے۔

تشریح: حسرت موہانی اردو غزل کے ایسے شاعروں میں شامل ہیں جنھوں نے اردو غزل کی کشادہ دامانی میں مزید اضافہ کیا ہے۔ انگریزوں کے خلاف سیاست میں حصہ لینے کی پاداش میں انھیں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں لیکن دورانِ قید بھی شاعری کا شغل جاری رہا۔ اس شعر میں کہتے ہیں کہ مجھ پر آنے والی مصیبت میرے لیے مصیبت نہیں رہی بلکہ میں تو اس مصیبت سے بھی خوشیوں کا رس کشید کر لیتا ہوں۔ کوئی کام مسلسل کیا جائے تو انسان اس کا عادی ہو جاتا ہے، پھر انسان کو اس کام میں لطف آنے لگتا ہے۔ بقول مرزا غالب

؎ رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

اسی طرح حسرت موہانی کہتے ہیں کہ مجھ پر آنے والی مشکلات اب میرے لیے خوشیوں کی طرح ہیں کیوں کہ میں ان مشکلات کو خاطر میں نہیں لاتا ہوں۔

؎ علاجِ درد میں بھی درد کی لذت پہ مرتا ہوں
جو تھے پاؤں میں کانٹے نوکِ سوزن سے نکالے ہیں

حسرت کہتے ہیں کہ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہ مصیبت میری جان لے لے گی۔ میرے لیے تو اس میں بھی خوشی کا پہلو نمایاں ہے۔ اس طرح تو میری اللہ تعالیٰ سے ملنے کی آرزو پوری ہو جائے گی یعنی میری قسمت ہر حال میں میرے لیے اچھی ہی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ تیری تمنا میری راہبر ہو گئی ہے، مجھے

www.do ... com

راستے کا نشان مل گیا ہے۔ میں اسی خوشی اس راستے پر چلا جا رہا ہوں کیوں کہ اس راستے کا اختتام ایک اچھی منزل پر ہے۔ وہ منزل اللہ تعالیٰ سے وصال کی منزل ہے۔

شعر نمبر2 یہ وہ راستا ہے دیارِ وفا کا
جہاں بادِ صرصر، صبا ہو گئی ہے

حلِ لغت

دیارِ وفا: محبت کی گلی، یار کا کوچہ۔ بادِ صرصر: تیز آندھی۔ صبا: صبح کی ٹھنڈی ہوا

مفہوم: یہ دیارِ وفا کا وہ راستا ہے جہاں سے گزرتے ہوئے تیز آندھی بھی صبح کی ٹھنڈی ہوا جیسی معلوم ہوتی ہے۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ اگر منزل اچھی اور مرضی کے مطابق ہو تو راستے کی دشواریوں کو خاطر میں نہیں لایا جاتا بلکہ یہ مصیبتیں تو محسوس ہی نہیں ہوتیں۔ دل میں لگن اور شوق ہو، منزل پر پہنچنے کی تمنا ہو تو ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ محبوب کے در تک جانے والا راستا نہایت مختصر اور آسان محسوس ہوتا ہے۔ یہ حقیقی شعر ہے۔ حسرت موہانی کہتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ سے ملنا چاہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی ایک ہی صورت ہے کہ میری یہ فانی زندگی ختم ہو جائے۔ میری زندگی کے دن پورے ہو جائیں اور میں رب تعالیٰ کا دیدار کروں۔ لیکن ایک نہ ایک دن میری زندگی کے دن پورے ہو جائیں گے۔ اگرچہ یہ دن تکلیفوں سے بھرے پڑے ہیں لیکن یہ دنیاوی تکلیفیں چند روزہ ہیں۔ میرے ذہن میں ایک اچھی منزل کا تصور ہے۔ اس لیے یہ دنیا کی تکالیف مجھے ڈرا نہیں سکتیں بلکہ میں تو ان تکالیف سے لطف اٹھاتا ہوں۔ مجھے تیز آندھی بھی صبح کی ٹھنڈی ہوا جیسی معلوم ہوتی ہے یعنی دنیا کی مصیبتیں بھی میرے لیے خوشی کا باعث بنتی ہیں۔

www. .com

شعر نمبر3 میں درماندہ اس بارگاہِ عطا کا
گنہ گار ہوں ، اک خطا ہو گئی ہے

حلِ لغت

درماندہ: قافلے سے بچھڑا ہوا، جدا ہونا۔ بارگاہِ عطا: اللہ تعالیٰ کا دربار، لفظی معنی ہیں جہاں سے کچھ ملتا ہو۔ گنہ گار: گناہ کرنے والا۔ خطا: غلطی۔

مفہوم: میں اللہ تعالیٰ کے دربار سے جدا ہو گیا ہوں۔ میں گنہ گار ہوں مجھ سے ایک غلطی ہو گئی ہے۔

تشریح: شاعر نے اس شعر میں حضرت آدمؑ کے جنت سے نکالے جانے والے واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا تو انھیں جنت میں بھیج دیا اور کہا "جو چیز چاہو یہاں سے کھاؤ پیو لیکن خبردار اس درخت کے قریب مت جانا" مراد یہ کہ اس درخت کا پھل نہ کھانا لیکن شیطان نے حضرت آدمؑ کو ورغلا دیا اور دھوکے سے منع کیے گئے درخت کا پھل کھانے پر مجبور کیا۔ حضرت آدمؑ نے اس درخت کا پھل کھا لیا اور اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کی پاداش میں جنت سے نکلنا پڑا اور انھیں زمین پر بھیج دیا گیا۔ شاعر کہتا ہے کہ میں یعنی آدم اللہ تعالیٰ کے دربار سے بچھڑا ہوا ہوں۔ ایک غلطی ہو گئی تھی یعنی غلطی سے منع کیے گئے درخت کا پھل کھا لیا جس کی وجہ سے آدم گنہ گار بن گیا۔ میں اس غلطی کی تلافی کر کے، اللہ تعالیٰ کے حکم پر چل کر اسی مقام پر پہنچنا چاہتا ہوں۔ وہی میرا اصل مقام ہے۔

شعر نمبر4 ترے رتبہ دانِ محبت کی حالت
ترے شوق میں کیا سے کیا ہو گئی ہے

حلِ لغت

رتبہ دانِ محبت: مرتبے کو پہچاننے والا۔ حالت: کیفیت

مفہوم: تیری محبت کا بلند مقام اور مرتبہ جاننے والے کی حالت تجھ سے ملنے کے شوق میں کیسی ہو گئی ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی پہچان کے لیے پیدا کیا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ انسان اپنی تخلیق کے مقصد کو سمجھے اور میرے مقام کو جانے۔ شاعر کہتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی محبت کی قدر و قیمت کو سمجھ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قدم پر میری راہ نمائی کی ہے۔ وہ مجھ سے بڑی محبت رکھتا ہے کیوں کہ وہ میرا خالق ہے۔ میں اس بات کو سمجھ گیا ہوں۔ میں بھی اللہ تعالیٰ سے بہت محبت رکھتا ہوں کیوں کہ میں اس کا بندہ ہوں۔ انسان جس سے محبت رکھتا ہے اس سے ملنے کی خواہش بھی وہ اپنے دل میں رکھتا ہے۔ میں بھی اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق رکھتا ہوں۔ اس شوق میں ہر دم یہی آرزو کرتا ہوں کہ مجھے رب تعالیٰ کا دیدار ہو جائے۔

شعر نمبر 5:
پہنچ جائیں گے انتہا کو بھی حسرتؔ
جب اس راہ کی ابتدا ہو گئی ہے

حل لغت

انتہا: آخری حد۔ ابتدا: آغاز، شروع

مفہوم: انتہا کو بھی حسرتؔ پہنچ جائیں گے۔ اس راہ کی ابتدا ہو گئی ہے۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ ہم اپنی منزل پر پہنچ ہی جائیں گے کیوں کہ ہمارے سفر کی ابتدا ہو گئی ہے۔ ہم نے سفر شروع کر لیا ہے۔ اس شعر میں حسرتؔ نے انسانی زندگی کا فلسفہ بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب انسان اس دُنیا میں آتا ہے تو اس کے ساتھ ہی اس کی واپسی کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ جو انسان اس دنیا میں آیا ہے اس نے واپس بھی جانا ہے۔ موت برحق ہے۔ کسی نے جلد تو کسی نے بدیر آخر کار اس دنیا سے جانا ہی ہے۔ بقول شاعر

ب۔ آتے ہوئے اذاں ہوئی جاتے ہوئے نماز
اتنے قلیل وقت میں آئے چلے گئے

حسرتؔ کہتے ہیں کہ ہمیں ایک خاص وقت تک کے لیے اس دنیا میں قیام کرنا ہوتا ہے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ سے واپسی کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ انسان کی پیدائش کے ساتھ ہی یہ وقت کم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ الٹی گنتی شروع ہو جاتی ہے۔ کم ہوتے ہوتے آخر ایک دن یہ وقت ختم ہو جاتا ہے۔ زندگی کا سفر تمام ہو جاتا ہے۔ بقول شاعر

چلے تو کٹ ہی جائے گا سفر آہستہ آہستہ
ہم اس کے پاس جاتے ہیں مگر آہستہ آہستہ

تبصرہ

حسرتؔ موہانی کی یہ غزل حقیقی ہے۔ اس میں زندگی کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے۔ انداز نہایت سادہ مگر دل نشین ہے۔ بحر چھوٹی اور قافیے آسان ہیں۔ شعروں میں روانی ہے۔ سادگی اور سلاست کے ساتھ حسرتؔ کا کلام شگفتگی بیانی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ پھولوں کا گلدستہ مہک رہا ہو۔ ان کی زبان مستند اور معیاری ہے۔

حل مشقی سوالات

1- مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) شاعر کے ہاں مصیبت کے "راحت فزا" ہونے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: شاعر کہتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے ملنے کی تمنا ہے۔ اس راہ میں کیسی ہی مشکلات کیوں نہ پیش آئیں مجھے اپنی خواہش پوری کرنی ہے۔ اس لیے شاعر کو دنیاوی مصیبتیں راحت فزا معلوم ہوتی ہیں۔

www.downloadclassnotes.com

(ب) کون سے راستے پر چلنے سے مصیبت خوشی میں تبدیل ہو جاتی ہے؟

جواب: محبوب کے در کی طرف جانے والے راستے پر چلنے سے مصیبت خوشی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ یہاں محبوب سے مراد محبوبِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ ہے۔

(ج) شاعر منزلِ مقصود پر پہنچنے کے لیے پُر امید ہے، کیوں؟

جواب: شاعر اس لیے منزل پر پہنچنے کے لیے پُر امید ہے کہ اس نے سفر کا آغاز کر دیا ہے۔ اس سفر کا اختتام منزل پر ہی ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں آتا ہے اور اس کے سفر کی ابتدا ہو جاتی ہے۔ اس سفر کی انتہا یعنی اس سفر کی منزل آخرت کی زندگی ہے۔ اس منزل پر ہر ایک نے پہنچنا ہے۔ اس لیے شاعر اس منزل پر پہنچنے کے لیے پُر امید ہے۔

-2 قوسین میں دیے گئے موزوں لفظ سے خالی جگہ پُر کیجیے:

(الف) محبوب کی ________ رہنما بن گئی۔ (محبت، جدائی، آرزو)

(ب) غزل کے چوتھے شعر میں حالت بدلنے سے مراد حالت کا ________ ہونا ہے۔ (بہتر، بدتر، بدتر)

(ج) اس غزل میں ہم قافیہ الفاظ کی تعداد ________ ہے۔ (چھے، سات، آٹھ)

جواب: (الف) محبوب کی آرزو رہنما بن گئی۔

(ب) غزل کے چوتھے شعر میں حالت بدلنے سے مراد حالت کا بدتر ہونا ہے۔

(ج) اس غزل میں ہم قافیہ الفاظ کی تعداد چھے ہے۔

-3 حسرت موہانی کی غزل کے متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) کون سی چیز راحت فزا ہو گئی ہے:

(i) رنج (ii) مصیبت

(iii) ناکامی (iv) حسرت

(ب) شاعر نے کس چیز کو رہنما ٹھہرایا ہے؟

(i) وصلِ محبوب (ii) محبوب کی تمنا

(iii) واعظ کی نصیحت (iv) غمِ روزگار

(ج) کون سا راستہ ہے جہاں بادِ صرصر صبا ہو گئی ہے؟

(i) راہِ محبت (ii) دیارِ وفا

(iii) رو دیارِ غیر (iv) غمِ روزگار

(د) انجا تک کلمے کی شرح کیا ہے؟

(i) ابتدا کرنا (ii) عہدِ مسلسل

(iii) ایثار (iv) چاہت اور محنت

(الف)	(ii)	(ب)	(ii)	(ج)	(ii)	(د)	(i)

-4 حسرت موہانی کی اس غزل کے قوافی اور ردیف الگ الگ کر کے لکھیں۔

جواب: اس غزل کے قوافی درج ذیل ہیں۔

فزا، رہنما، صبا، خطا، کیا، ابتدا

اس غزل کی ردیف "ہو گئی ہے" ہے۔

-5 غزل کے تیسرے شعر اور مقطع کی تشریح کریں۔

جواب: دیکھیے تشریح

-6 درج ذیل الفاظ و تراکیب کا مفہوم واضح کیجیے۔

راحت فزا، صرصر، درماندہ، بارگاہ عطا، انتہا

الفاظ و تراکیب	مفہوم
راحت فزا	خوشی کو دوبالا کرنا۔ خوشی کو زیادہ کرنا، بڑھانا
صرصر	آندھی، تیز ہوا، تند ہوا، جھکڑ
درماندہ	قافلے سے بچھڑا ہوا، الگ ہو جانے والا، جدا ہو جانے والا

-7 اس غزل کا جو شعر آپ کو سب سے زیادہ پسند ہو اسے اپنی کاپی پر خوش خط لکھیں اور پسندیدگی کی وجہ بھی تحریر کیجیے۔

جواب: مجھے اس غزل کا یہ شعر زیادہ پسند ہے۔

میں درماندہ اس بارگاہِ عطا کا
گنہ گار ہوں اک خطا ہو گئی ہے

یہ شعر مجھے اس لیے پسند ہے کہ اس میں حضرت آدم علیہ السلام کے اس دنیا میں واقعے کی طرف اشارہ ہے جب وہ جنت سے نکال کر دنیا میں بھیجے گئے تھے۔

www.downloadclassnotes.com

8- اس غزل کا مطلع اور مقطع اپنی کاپیوں میں خوش خط لکھیں۔

جواب: اس غزل کا مطلع درج ذیل ہے۔

مصیبت بھی راحت فزا ہو گئی ہے
تری آرزو رہنما ہو گئی ہے

اس غزل کا مقطع درج ذیل ہے۔

پہنچ جائیں گے انتہا کو بھی حسرتؔ
جب اس راہ کی ابتدا ہو گئی ہے

مطلع

اس کے معنی "طلوع ہونے کی جگہ" کے ہیں۔ اصطلاح میں کسی غزل یا قصیدے کے پہلے شعر کو مطلع کہتے ہیں بشرطیکہ اس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ یا ہم قافیہ و ہم ردیف ہوں۔ غالب کی ایک غزل کا مطلع اس طرح ہے۔

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

مقطع

غزل کے آخری شعر کو، جس میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے، مقطع کہتے ہیں۔ اگر تخلص موجود نہ ہو تو وہ شعر مقطع نہیں ہوگا، بلکہ آخری شعر ہوگا۔ ناصر کاظمی کی ایک غزل کا مقطع ہے:

وقت اچھا بھی آئے گا ناصر
غم نہ کر، زندگی پڑی ہے ابھی

مطلع کی مزید مثالیں

جس سر کو غرور آج ہے یاں تاجوری کا
کل اس پہ یہیں شور ہے پھر نوحہ گری کا
(میر تقی میرؔ)

چمن میں رہنے دے کون آشیاں نہیں معلوم
نہال کس کو کرے باغباں نہیں معلوم
مطلع
مرے صنم کا کہاں ہے مکاں نہیں معلوم
خدا کا نام سنا ہے نشاں نہیں معلوم

مطلع ثانی

اخیر ہو گئے غفلت میں دن جوانی کے
بہار عمر کب ہوئی خزاں نہیں معلوم

حسن مطلع

کیا کیا فریب دل کو دیے اضطراب میں
اُن کی طرف سے آپ لکھے خط جواب میں

مطلع

شوخی نے تم کو ڈال دیا اضطراب میں
کچھ تمکنت کا لطف نہ دیکھا شباب میں

مطلع ثانی

گر وہ نہ آئیں گے تو اجل آئے گی ضرور
تسکین دل بھی ہے بھرے اضطراب میں

حسن مطلع

مقطع کی مزید مثالیں

مقطع کے لغوی معنی ہیں کاٹنا لیکن شاعری کی اصطلاح میں غزل اور قصیدے کے آخری شعر کو جس میں شاعر نے اپنا تخلص استعمال کیا ہو، مقطع کہلاتا ہے جیسے

اے داغؔ کوئی مجھ سا نہ ہو گا گناہ گار
ہے معصیت سے میری جہنم عذاب میں

(داغؔ)

آج تک ہے قرار ہے حسرتؔ
کیا وہ افسوں نگاہِ یار میں تھا

(حسرتؔ)

اگر شعر کے آخری مصرعے میں شاعر نے اپنا تخلص استعمال نہ کیا ہو تو وہ مقطع

نہیں کہلائے گا۔ اسی طرح شاعر اگر اپنا تخلص کسی ایسے شعر میں استعمال کرتا ہے جو آخری نہیں ہے تو اسے بھی مقطع نہیں کہیں گے۔ مقطع کے بعد غزل یا قصیدے کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی شاعر ایک مقطع کہنے کے بعد پھر اسی زمین اور قافیہ و ردیف میں شعر کہنا چاہتا ہے تو اسے ایک نیا مطلع کہہ کر دوبارہ غزل کہنا پڑتی ہے۔ شاعر اپنے کمالِ فن کا مظاہرہ کرنے کے لیے دو غزلے، سہ غزلے بلکہ چہار غزلے تک بھی کہتے ہیں۔ فی زمانہ یہ رجحان ختم ہو چکا ہے۔

سرگرمیاں

1- انٹرنیٹ یا کسی دیگر ذریعے سے حسرت موہانی کی تصویر تلاش کریں۔ تصویر چارٹ پر لگائیں اور حسرت کے تین اشعار خوش خط لکھیں۔

جواب: طلبہ حسرت موہانی کی تصویر تلاش کریں۔
حسرت موہانی کے تین شعر درج ذیل ہیں۔

ہے مشقِ سخن جاری، چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے، حسرت کی طبیعت بھی

نگاہِ یار جسے آشنائے راز کرے
وہ اپنی خوبیٔ قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

اسی کا جلوہ ہر جانب عیاں ہے
نمودِ حسن بے صورت کہاں ہے

2- ہر طالب علم کچھ شعر زبانی یاد کرے۔

جواب: مجھے یہ شعر زیادہ اچھے لگتے ہیں۔

ہے عمل میں کامیابی موت میں ہے زندگی
جا لپٹ جا لہر سے دریا کی کچھ پروا نہ کر

www.dow ... com

لاؤں وہ تنکے کہاں سے آشیانے کے لیے
بجلیاں بے تاب ہوں جن کو جلانے کے لیے

یہ دستور زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

اساتذہ کرام کے لیے

1- حسرت نے اپنی شاعری کو کئی قسموں مثلاً عاشقانہ اور فاسقانہ وغیرہ میں بانٹا ہے۔ اس کی وضاحت کی جائے۔

جواب: حسرت نے اپنی شاعری کو مختلف جہتوں میں تقسیم کیا ہے۔ حسرت معاملہ بندی کے بہترین شاعر ہیں۔ معاملہ بند اس شاعر کو کہتے ہیں کہ جو معاملاتِ عشق نظم کرے۔ مثلاً کہتے ہیں کہ "مومن، جرأت کی طرح معاملہ بند ہیں۔" حسرت نے معاملہ بندی کے مختلف پہلوؤں کو موضوعِ بحث بنایا ہے۔ لیکن حسرت کی معاملہ بندی عشق پاکباز سے عبارت ہے۔ وہ حقیقی انسانی جذبات کی بہترین ترجمانی کرتے ہیں۔ حسرت امید و رجا کے شاعر ہیں۔ وہ محبت میں ہمیشہ پُر امید رہتے ہیں۔ وہ مایوسی و نامرادی سے نا آشنا ہیں۔ ان کی جذبات نگاری میں مخصوص نشاط آمیز تازگی اور پاکیزگی پائی جاتی ہے۔ ان کے ہاں مریضانہ غم پسندی نہیں ہے۔

مختصر یہ کہ فانی بدایونی کی یاس و حسرت، اصغر گونڈوی کی پاکیزگی، مجروحی اور لطافت، جگر کی سرمستی اور سرشاری کے اجزا، حسرت نے اس طرح کلام میں سموئے ہیں کہ اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ اس انفرادیت میں موجودہ کسی شاعر سے ان کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

www. com

-2 حسرت موہانی کے زمانے کے سیاسی و سماجی حالات طلبہ کو بتائے جائیں اور اس کے پیش منظر میں اس غزل کا مطالعہ کروایا جائے۔

جواب: دیکھیے حالات زندگی

-3 طلبہ کو حسرت کی سیاسی جدوجہد، رکن پارلیمنٹ ہونے اور قید و بند کے بارے میں بتایا جائے۔

جواب: حسرت کی سیاسی دلچسپی بھی طالب علمی کے زمانے سے شروع ہو چکی تھی۔ 1908ء میں حسرت کو سیاسی معاملات میں حصہ لینے کی وجہ سے قید بامشقت کی سزا بھی ملی اور انگریزی حکومت نے انھیں باغی قرار دیا۔ اس قید و بند کے مصائب کا جستہ جستہ ذکر بھی حسرت کی غزل میں ملتا ہے۔ ان کا مشہور شعر ہے

ہے مشقِ سخن جاری، چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے، حسرت کی طبیعت بھی

وہ پہلے کانگریس اور پھر مسلم لیگ میں باقاعدہ حصہ لیتے رہے اور انگریزی سیاست کے شدید ترین مخالفوں میں شامل تھے۔

-4 حسرت موہانی کی کم از کم دو غزلیں طلبہ کو سنائی جائیں۔

جواب: حسرت موہانی کی غزلیں

ہر حال میں رہا جو تیرا آسرا مجھے
مایوس کر سکا نہ ہجوم بلا مجھے

رہتا ہوں غرق ان کے تصور میں روز و شب
مستی کا پڑ گیا ہے کچھ ایسا مزا مجھے

کافی ہے ان کے پائے حنا بستہ کا خیال
ہاتھ آئی خوب سوز جگر کی دوا مجھے

www. ... .com

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

کیا کہتے ہو کہ اور لگالوں کسی سے دل
تم سا نظر بھی آئے کوئی دوسرا مجھے

اس بے نشاں کے ملنے کی حسرتؔ ہوئی امید
آبِ بقا سے بڑھ کے ہے زہرِ فنا مجھے

ہے مشقِ سخن جاری چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے حسرتؔ کی طبیعت بھی

[illegible] ہے رندوں پہ ان کا یہ کرم یکسر
اے ساقیِ جاں پرور کچھ لطف و عنایت بھی

رکھتے ہیں مرے دل پہ کیوں تہمتِ بے تابی
یاں نالۂ مضطر کی جب مجھ میں ہو قوت بھی

ہر چند ہے دل شیدا حریتِ کامل کا
منظور دعا لیکن ہے قید و محبت بھی

ہیں شاد و صفی شاعر یا شوق و وفا حسرتؔ
پھر ضامنِ محشر ہیں اقبالؔ بھی وحشت بھی

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) راحت فضا ہو گئی ہے:

(i) دولت (ii) عزت
(iii) شہرت (iv) مصیبت

(ب) شاعر کے بقول رہنما ہو گی ہے:

(i) راستے کی مشکل (ii) آرزو

(iii) ہوا (iv) خوشبو

(ج) بادِ صرصر صبا ہو جاتی ہے:

(i) صبح کے وقت (ii) شام کے وقت

(iii) دیارِ وفا میں (iv) خوشی کے لمحات میں

(د) شاعر کے مطابق وہ درماندہ ہے۔

(i) بارگاہِ عطا کا (ii) وطن کا

(iii) ساتھیوں کا (iv) اعزہ و اقارب کا

(ہ) غزل کا آخری شعر جس میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے کہلاتا ہے:

(i) قافیہ (ii) ردیف

(iii) مطلع (iv) مقطع

(و) شاعر کے مطابق اب سفر کی انتہا بھی ہو جائے گی کیوں کہ:

(i) گاڑی ابھی مل گئی ہے (ii) سفر کی ابتدا ہو گئی ہے

(iii) ہم سفر اچھے ہیں (iv) سفر کم رہ گیا ہے

جوابات

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iv)	(ب)	(ii)	(ج)	(iii)	(د)	(i)
(ہ)	(iv)	(و)	(ii)				

www.downloadclassnotes.com

جگرؔ مراد آبادی
(1890ء تا 1958ء)

آدمی آدمی سے ملتا ہے

تدریسی مقاصد

- غزل کے محاسن سے طلبہ کو واقف کروانا۔
- طلبہ میں شعر کو سمجھنے کا شعور پیدا کرنا۔
- طلبہ کو سہل ممتنع سے آگاہ کرتے ہوئے اس کی مزید مثالیں بتانا۔
- طلبہ کو جگر مراد آبادی کی شاعری کے اسلوب سے واقفیت کروانا۔
- طلبہ کو جگر مراد آبادی کے حالاتِ زندگی سے آگاہ کرنا۔
- ردیف اور قافیے کے مابین فرق کو واضح کرنا۔

شاعر کے حالاتِ زندگی

علی سکندر نام، جگرؔ تخلص تھا۔ 1890ء میں مراد آباد میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان، شاہانِ مغلیہ کے دربار میں اثر و رسوخ رکھتا تھا۔ جگر کے والد مولوی علی نذر بھی صاحب دیوان شاعر تھے اور خواجہ وزیر لکھنوی کے شاگرد تھے۔ جگر کے دادا بھی غزل گو شاعر تھے۔ اس طرح جگر ایک طرح پیدائشی شاعر تھے۔ شاعری میں اصغر گونڈوی کے شاگرد تھے۔ یہ وہ دور تھا، جب ملک میں مرزا داغ دہلوی کی عاشقانہ غزلوں کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ جگر کا مزاج بھی عاشقانہ تھا، انھوں نے ہوش سنبھالتے ہی غزل کی صورت میں قافیہ پیمائی شروع کر دی۔

جگر کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہ ملا۔ مگر شاعری کا ذوق سلیم ترکے میں ملا تھا۔ ابتدا میں اپنے والد سے اصلاح لی۔ بعد میں داغ دہلوی اور تسلیم لکھنوی کو کلام

دکھانے لگے۔

جگر اول و آخر ایک شاعر تھے۔ انھوں نے اور سب مشاغل کے مقابلے میں اگر کوئی کام نمایاں طور پر کیا ہے تو وہ صرف شعر و شاعری ہے اور اس میں سے غزل گوئی ہے۔ جدید دور کے غزل گو شاعروں میں جگر کا نام بہت نمایاں ہے۔ جگر صرف اور صرف غزل کے شاعر تھے۔ ان کی شہرت اور مقبولیت کا دارومدار صرف ان کی غزل گوئی پر ہے۔ غزل گو شاعر کی حیثیت سے نقادوں نے مولانا حسرت موہانی کی طرح ان کو بھی رئیس المتغزلین قرار دیا ہے۔ یقیناً یہ امتیاز جگر کے قبول عام کا ایک ثبوت ہے۔

جگر اردو کے ان مقبول و ہر دلعزیز شاعروں میں شامل ہیں، جن کو پڑھا بھی گیا اور سنا بھی گیا۔ وہ مشاعروں کے شاعر تھے۔ وہ جب کسی مشاعرے میں شامل ہوتے تو اس پر چھا جاتے تھے۔ اس کا ایک سبب تو ان کے کلام کی خوبیاں ہیں، اور دوسرا وہ اپنا کلام دل آویز ترنم کے ساتھ پڑھتے تھے اور لوگ ان کے اشعار اور انداز ترنم سے مسحور ہو جاتے تھے۔

تصانیف: جگر کے جو شعری مجموعے چھپ چکے ہیں ان میں حسب ذیل خاص طور پر مشہور ہیں: شعلۂ طور، جذباتِ جگر، تخیلاتِ جگر، نغماتِ جگر، داغِ جگر اور آتشِ گل۔

ان کے سارے مجموعے مقبول عام ہوئے۔

وفات: جگر مراد آبادی نے 9 ستمبر 1960ء کو وفات پائی۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
ستم	ظلم	ہنسی	قہقہے لگانا
سادگی	سادہ دلی	سلسلہ	ربط
خوش قامتی	دراز قد، باقد	فتنۂ قیامت	قیامت کا سانحہ

www.downloadclassnotes.com

بے خودی	ہوش میں نہ رہنا لیکن یہاں جذبۂ عمل مراد ہے	ہمسائگی	ہمسایہ ہونا، قریب رہنا
ٹوٹ کر	منقطع ہو کر، الگ ہو کر	سنورنا	درست ہونا، ٹھیک ہونا

اشعار کی تشریح

شعر نمبر ۱

آدمی آدمی سے ملتا ہے
دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

حل لغت

آدمی: انسان

مفہوم

آدمی تو آدمی سے ملتا ہے مگر کسی سے دل نہیں ملتا۔

تشریح

جگر مراد آبادی کی یہ سادہ سی غزل اپنے اندر وسیع معنی سموئے ہوئے ہے۔ اس چھوٹے سے شعر میں انھوں نے انسانی نفسیات کو بیان کیا ہے۔ اس شعر میں وہ دنیا کی خود غرضی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم بظاہر تو ایک دوسرے سے ملاقات رکھتے ہیں لیکن دل سے کسی کے ساتھ ملنا نہیں چاہتے۔ ہمارے دل میں کینہ بھرا ہوا ہے۔ یہاں جگر لوگوں کے قول و فعل میں تضاد کو بیان کر رہے ہیں۔ ہم ہاتھ سے ہاتھ تو ملاتے ہیں مگر ہمارے دل دوسروں کے دل سے نہیں ملتے ہیں۔ بقول شاعر

؎ یہ چلن عام ہے اس دور کے انسانوں کا
فاصلے دل میں رکھے اور بغل گیر ہوئے

یعنی اگر ہمارا کوئی دوست ہم سے ملنے آ جائے تو ہم بظاہر اس کی بہت آؤ بھگت

www.downloadclassnote.com

کرتے ہیں لیکن دل میں یہی سوچ رہے ہوتے ہیں کہ کاش یہ جلدی ہی یہاں سے چلا جائے تاکہ ہم اپنے دوسرے کام دیکھیں۔ انسانوں میں سے خلوص ختم ہوتا جا رہا ہے اور اس کی جگہ اب ظاہرداری نے لے لی ہے۔

شعر نمبر2
بھول جاتا ہوں میں ستم اس کے
وہ کچھ اس سادگی سے ملتا ہے

حل لغت

ستم: ظلم۔ سادگی: سادہ دلی

مفہوم

میں اس کے ستم بھول جاتا ہوں جب وہ سادہ دلی سے ملتا ہے۔

تشریح

اس شعر میں شاعر اپنے محبوب کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میرا محبوب مجھ پر بہت ظلم و ستم کرتا ہے۔ محبوب کی طرف سے سب سے بڑا ستم اس کا نہ ملنا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ میں تنہائی میں بار بار ذہن میں یہ خیال لاتا ہوں کہ جب میری ملاقات اپنے محبوب سے ہوگی تو سب سے پہلے میں اس کی بے رخی کا گلہ کروں گا۔ اس کے بعد اس کی جدائی میں گزارے ہوئے پل اس کے گوش گزار کروں گا۔ اس کی جدائی میں میرا جو حال ہوا ہے اس کے بارے میں بتاؤں گا۔ جدائی میں شاعر کو محبوب کی طرف سے کیا گیا ہر ظلم و ستم یاد آتا ہے مگر جب اس کی ملاقات اپنے محبوب سے ہوتی ہے تو وہ ساری باتیں بھول جاتا ہے۔ محبوب کو سامنے پا کر ہر ظلم و ستم ذہن سے محو ہو جاتا ہے۔ بقول شاعر

سو باتیں کہنے کی ہیں مگر اُن کے روبرو
اک چپ نیچی نظر گویا ہیں شرمائے ہوئے

www.u... com

اسی مضمون کا ساغر صدیقی نے کچھ اس طرح باندھا ہے۔

ہائے آداب محبت کے تقاضے ساغرؔ
لب ہلے اور شکایات نے دم توڑ دیا

شعر نمبر3 آج کیا بات ہے کہ پھولوں کا
رنگ ، تیری ہنسی سے ملتا ہے

حل لغت

رنگ: روپ، شکل وصورت

مفہوم

آج کیا بات ہے کہ پھولوں کا رنگ و روپ تیری ہنسی جیسا ہے۔

تشریح

یہ تشبیہ کا شعر ہے۔ شاعر پھولوں کے کھلنے کو محبوب کی ہنسی سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتا ہے کہ زندگی میں بہار آ گئی ہے۔ ہر طرف پھول ہی پھول کھلے ہیں اور ان پھولوں کا رنگ و روپ میرے محبوب کی ہنسی جیسا ہے۔ جب میرا محبوب کسی بات پر خوش ہوتا ہے تو اس کے ہونٹوں پر ہنسی آ جاتی ہے۔ مجھے یہ ہنسی بہت بھاتی ہے۔ باغ میں آج ایسی کیا بات ہے کہ پھولوں کا رنگ و روپ نکھر گیا ہے۔ مجھے یوں معلوم ہو رہا ہے جیسے یہ پھول نہ کھلے ہوں بلکہ میرا محبوب مسکرایا ہو کیوں کہ پھولوں کا کھلنا میرے محبوب کی ہنسی جیسا ہے۔

شعر نمبر4 سلسلہ ، فتنۂ قیامت کا
تیری خوش قامتی سے ملتا ہے

حل لغت

سلسلہ: رابطہ۔ فتنۂ قیامت: قیامت کا سانحہ۔ خوش قامتی: دراز قد ہونا

مفہوم

قیامت کے سائے کا سلسلہ تیرے لمبے قد سے ملتا ہے۔

تشریح

شاعر اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ تیری خوش قامتی میرے دل پر غضب ڈھاتی ہے۔ مختلف شعرا نے اپنے محبوب کے مختلف اجزائے جسمانی کی تعریف میں شعر لکھے ہیں۔ کسی نے اپنے محبوب کے ہونٹوں کی تعریف کی ہے تو کوئی اپنے محبوب کی زلفوں پر نثار ہے۔ کسی نے اپنے محبوب کی آنکھوں کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملائے ہیں تو کوئی اپنے محبوب کے دانتوں کو موتی کہتا ہے۔ خواجہ حیدر علی آتش کہتے ہیں۔

ہمیشہ میں نے وصفِ دندانِ یار
قلم اپنا موتی پرویا کیا

میر تقی میر یوں کہتے ہیں۔

نازکی اُس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

احمد فراز اپنے محبوب کی آنکھوں کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

اُس کی آنکھوں کو کبھی غور سے دیکھا ہے فراز
سونے والوں کی طرح جاگنے والوں جیسی

اس طرح جگر مراد آبادی اپنے محبوب کی خوش قامتی کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرے محبوب کا دراز قد میرے دل پر قیامت ڈھاتا ہے۔ مجھے اپنے محبوب کا خوش قامت ہونا بہت بھاتا ہے۔ اسے دیکھ کر میرا دل اتھل پتھل ہو جاتا ہے۔ جب میں اپنے محبوب کو دیکھتا ہوں تو میرا اپنے دل پر قابو نہیں رہتا۔ اس پر ایک قیامت سی گزر جاتی ہے۔

شعر نمبر5 مل کے بھی جو کبھی نہیں ملتا
ٹوٹ کر دل ، اسی سے ملتا ہے

حل لغت

ملنا: میسر ہونا۔ ٹوٹ کر: مایوس ہو کر، شدت سے، سلسلہ منقطع کر کے

مفہوم

جو مل کے بھی کبھی نہیں ملتا، اسی سے دل ٹوٹ کر ملتا ہے۔

تشریح

یہ معرفت کا شعر ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جلوہ ہر طرف ہے۔ جس چیز کو بھی دیکھیں اس میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ نمایاں ہوتا ہے۔ وہ ذرّے ذرّے میں نہاں ہے پھر بھی وہ کسی کو نظر نہیں آتا۔ بقول شاعر

اپنی پہچان کی خاطر ہے بنایا سب کو
سب کی نظروں سے مگر خود کو چھپا رکھا ہے

انسان دنیا میں آ کر بے شمار کام کرتا ہے۔ وہ دوسرے لوگوں سے بہت سی امیدیں وابستہ کر لیتا ہے لیکن بسا اوقات اس کی یہ امیدیں پوری نہیں ہوتیں۔ ایسے میں وہ مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے اور پھر مایوسی کے اس عالم میں وہ اللہ تعالیٰ سے لَو لگا لیتا ہے۔ یہ شعر سہل ممتنع کی عمدہ مثال ہے۔ شاعر نے "ٹوٹ کر" کو دہرے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ ٹوٹ کر ملنا محاورہ ہے جس کا مطلب ہے کسی ایک سے قطع تعلق کر کے کسی دوسرے سے جا ملنا۔ یعنی جب انسان کا ناتا اس دُنیا سے ٹوٹ جاتا ہے اور وہ اس دنیا سے قطع تعلق کر لیتا ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ سے جا ملتا ہے۔ ٹوٹ کر ملنا کا ایک اور مطلب ہے "بڑی کوشش سے ملنا۔" اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ انسان اس دنیا میں آ کر اس کی رنگینوں میں کھو جاتا ہے۔ وہ اپنا دنیا میں آنے کا مقصد بھول جاتا ہے۔ جب

اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خیال آتا ہے تو وہ بڑی شدت اور گرم جوشی سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔

شعر نمبر6

کاروبار جہاں سنورتے ہیں
دل جب بے خودی سے ملتا ہے

حل لغت

کاروبار جہاں: دُنیا کے کام۔ سنورنا: سجنا، مناسب ہونا۔ بے خودی: اپنے آپ میں نہ رہنا یہاں مراد ہے جذبۂ عمل پیدا ہونا

مفہوم

دنیا کے کام اس وقت سنورتے ہیں جب انسان میں کام کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

تشریح

انسان دنیا میں آ کر مختلف قسم کے کام سرانجام دیتا ہے۔ کچھ کام تو پایہ تکمیل تک پہنچ جاتے ہیں اور کچھ کام ادھورے رہ جاتے ہیں۔ جو کام مکمل نہیں ہوتے ان کے پیچھے جذبے کا فقدان ہوتا ہے۔ اگرچہ انسان ہوش وحواس سے کام لے کر ہی کسی کام کی منصوبہ بندی کرتا ہے مگر جب تک انسان میں جذبۂ عمل نہ ہو کام پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا۔ دنیا کے کاموں میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے جوش وخروش کے ساتھ ساتھ جذبۂ عمل بے حد ضروری ہے۔ عمل کے بغیر کوئی بھی کام مکمل نہیں ہوتا۔ بقول شاعر

جنہیں جستجوئے سکوں رہی انہیں ساحلوں نے ڈبو دیا
انہیں کوئی بھی موج نہ چھو سکی جو تڑپ کے پار اتر گئے

انسانی زندگی کا دارومدار ہی جذبۂ عمل پر ہے۔ جو لوگ بیٹھ کر منصوبہ بندی کرتے ہیں لیکن عملی طور پر صفر ہوتے ہیں وہ زندگی کے کسی میدان میں بھی

www.downloadclassnotes.com

کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔

؎ رُکے جو لوگ تو اک آپ جُو بھی دریا تھی
اُترے تو سمندر بھی تہ کر نکلے

شعر نمبر7 روح کو بھی مزا محبت کا
دل کی ہمسائیگی سے ملتا ہے

حلِ لغت

مزا: لطف۔ محبت: الفت۔ ہمسائیگی: پڑوس، پاس کا مکان

مفہوم

روح کو بھی محبت کا مزا دل کے قریب رہنے سے ملتا ہے۔

تشریح

انسان کی اصل دو طرح سے ہے۔ ایک اس کا جسم کثیف اور دوسرا جسم لطیف۔ جسم کثیف سے مراد انسان کا مادی جسم ہے جسے فنا ہو جانا ہے۔ اس میں انسان کے اعضائے جسمانی شامل ہیں۔ جسم لطیف سے مراد انسان کی روح ہے۔ روح اور جسم کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ روح کے بغیر جسم بے کار ہے اور جسم کے بغیر روح کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ انسانی دل مختلف قسم کے خیالات کی آماجگاہ ہوتا ہے۔ اس میں اچھے اور برے ہر طرح کے خیالات پرورش پاتے ہیں لیکن روح ایک پاکیزہ جذبے کا نام ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ اگر دل میں اچھے خیالات ہوں تو انسانی روح خوش رہتی ہے۔ پھر اسے دل کے قریب رہنے میں مزا ملتا ہے۔ دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد بسی ہو تو روح مطمئن اور شاداب رہتی ہے۔

www.downloadclassnotes.com

حل مشقی سوالات

-1 مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) اس غزل کے مطلع کی نشان دہی کیجیے اور اپنی کاپی میں اسے الگ لکھیے۔

جواب۔ اس غزل کا مطلع درج ذیل ہے۔

آدمی آدمی سے ملتا ہے
دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

(ب) پھولوں کا رنگ ہنسی سے ملنے کا مفہوم واضح کیجیے۔

جواب۔ دیکھیے تشریح شعر نمبر 3

(ج) ہوش اور بے خودی کے ملنے سے دُنیا کے کاروبار کیسے سنورتے ہیں؟

جواب: انسان جب ہوش و حواس میں رہ کر اپنے اندر جذبۂ عمل پیدا کرتا ہے تو دنیا کے کام کاج سنورنے لگتے ہیں۔ جذبۂ عمل ہی کامیابی کی ضمانت ہے۔

(د) مطلع میں کس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے؟

جواب: مطلع میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ آج کے دور کا انسان خودغرض ہو گیا ہے۔ وہ بناوٹ کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے۔ وہ بظاہر تو لوگوں سے ملتا ہے لیکن دل سے نہیں ملتا۔

(ہ) پانچویں شعر میں ملِ کر دے ملنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جلوہ ہر جگہ موجود ہے۔ ہم ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ دیکھ سکتے ہیں، اس کے باوجود ہم مادی طور پر اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے، صرف اس کے مظاہر سے اسے محسوس کر سکتے ہیں۔

-2 **مندرجہ ذیل الفاظ کو جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کی تذکیر و تانیث واضح ہو جائے:**

آدمی، دل، ستم، ہنسی، قیامت، ہوش، روح، ہمسائی

الفاظ	تذکیر/تانیث	جملوں میں استعمال
آدمی	مذکر	میں پڑھ لکھ کر بڑا آدمی بنوں گا۔

www. com

دل	مذکر	تیر کو سامنے دیکھ کر میرا دل دھک سے رہ گیا۔
ستم	مذکر	محبوب کا ہر ستم گوارا ہوتا ہے۔
ہنسی	مؤنث	بچوں کے ہونٹوں پر ہنسی بہت اچھی لگتی ہے۔
قیامت	مؤنث	اس گرمی نے تو قیامت برپا کر دی ہے۔
ہوش	مذکر	مریض کو کافی دیر ہوش نہ آیا۔
روح	مؤنث	بوڑھے کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔
ہمسائی	مؤنث	اچھی ہمسائی دنیا میں جنت ہے۔

3- مندرجہ ذیل شعر کی تشریح کیجیے۔

مل کے بھی جو کبھی نہیں ملتا
ٹوٹ کر دل اسی سے ملتا ہے

جواب: دیکھیے تشریح

4- جگر مراد آبادی کی غزل کا متن ذہن میں رکھ کر درست جواب پر نشان (✓) لگائیں۔

(الف) محبوب کے سادگی سے ملنے کا شاعر پر کیا اثر ہوتا ہے؟
(i) خوشی سے پھولا نہیں سماتا (ii) محبوب کے ستم بھول جاتا ہے
(iii) نشہ سا چھا جاتا ہے (iv) [illegible] بھول جاتا ہے

(ب) پھولوں کا رنگ محبوب کی کس بات سے [illegible]
(i) ہنسی سے (ii) [illegible]
(iii) تازگی اور نزاکت سے (iv) خوشبو [illegible]

(ج) فتنۂ قیامت کا سلسلہ کس سے ملتا ہے؟
(i) محبوب کی خوش قامتی سے (ii) خوش ادائی سے
(iii) انگڑائی سے (iv) محفل آرائی سے

(د) دل ٹوٹ کر کس سے ملتا ہے؟
(i) کج ادا سے (ii) دلربا سے
(iii) خوش ادا سے (iv) مل کر بھی جو نہیں ملتا

(ہ) بے خودی سے ہوش آنے پر کیا ہوتا ہے؟

www.downloadclassnotes.com

(i) افسوس (ii) کاروبار جہاں سنور جاتے ہیں
(iii) بے خودی کو جی چاہتا ہے (iv) اداسی بڑھ جاتی ہے

(و) روح کو محبت کا مزہ کب ملتا ہے؟
(i) دل کی ہمسائیگی میں (ii) ہجر و فراق میں
(iii) وصال میں (iv) تنہائی اور یک سوئی میں

(الف)	(ii)	(ب)	(i)	(ج)	(i)	(د)	(iv)
(ہ)	(ii)	(و)	(i)				

5- قوسین میں دیے گئے الفاظ میں سے درست جواب کا انتخاب کر کے خالی جگہ پُر کیجیے۔

(الف) دلِ مگر کم کسی سے ملتا ہے (محبوب، دل، آدمی)
(ب) دوسرے شعر میں "وہ" سے مراد محبوب ہے۔ (محبوب، آدمی، دوست)
(ج) کاروبار جہاں سنورتے ہیں۔ (عاشقاں، جہاں، دُنیا)
(د) ساتواں شعر غزل کا آخری شعر ہے۔ (مطلع، مقطع، آخری شعر)

6- اس غزل میں ردیف اور قوافی کی نشان دہی کیجیے۔

جواب: اس غزل کی ردیف "سے ملتا ہے" ہے۔
اس غزل کے قوافی درج ذیل ہیں۔
آدمی، کسی، سادگی، جلی، قاتی، اُسی، بے خودی، ہمسائی

<u>سرگرمیاں</u>

1- جگر کی یہ غزل زبانی یاد کریں اور اپنی کاپی میں لکھیں۔

جواب: بچے اس غزل کو زبانی یاد کریں اور کاپی پر لکھ کر اپنے استاد صاحب کو دکھائیں۔

2- جماعت کے کمرے میں درست تلفظ کے ساتھ اس غزل کی بلند خوانی کی جائے۔

جواب: جماعت میں اگر کوئی خوش الحان بچہ ہو تو وہ جگر کی یہ غزل بلند آواز میں خوش الحانی سے پڑھے اور باقی بچے خاموشی سے سنیں۔

3- جگر مراد آبادی کے حالاتِ زندگی اپنے استاد سے پوچھ کر کاپی پر نوٹ کریں۔

جواب: دیکھیے حالاتِ زندگی

اساتذہ کرام کے لیے

-1 طلبہ کو جگر کی کوئی اور غزل لکھائی جائے اور پھر ان سے پڑھوا کر سنی جائے۔

جواب: جگر مراد آبادی کی غزل

کثرت میں بھی وحدت کا تماشا نظر آیا
جس رنگ میں دیکھا تجھے یکتا نظر آیا
جب اس رخ پر نور کا جلوہ نظر آیا
کعبہ نظر آیا نہ کلیسا نظر آیا
یہ حسن یہ شوخی، یہ کرشمہ یہ ادائیں
دنیا نظر آئی مجھے، تو کیا نظر آیا
قربان تیری شانِ عنایت کے دل و جان
جب آنکھ کھلی، قطرہ بھی دریا نظر آیا
جب دیکھ نہ سکتے تھے، تو دریا بھی تھا قطرہ
اس کم نگہی پر مجھے کیا کیا نظر آیا
آنکھوں نے دکھا دی جو ترے غم کی حقیقت
عالم مجھے سارا تہ و بالا نظر آیا
ہر جلوے کو دیکھا ترے جلووں سے منور
ہر بزم میں تو انجمن آرا نظر آیا

-2 جگر کے حالاتِ زندگی طلبہ پر واضح کیجیے

جواب: دیکھیے حالاتِ زندگی

-3 سہل ممتنع کی وضاحت کرتے ہوئے میر تقی میر کی کوئی غزل اور مومن کی غزل "تم میرے پاس ہوتے ہو گویا" طلبہ کو سنائی جائے۔

جواب: ایسا آسان شعر کہ اس سے زیادہ آسان شعر کہنا ممکن نہ ہو، سہل ممتنع کہلاتا ہے۔ عام طور پر ایسے شعر دو معنوں میں ہوتے ہیں۔

میر تقی میر کی غزل

جو اس شور سے میر روتا رہے گا
تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہے گا

میں وہ رونے والا جہاں سے چلا ہوں
جسے ابر ہر سال روتا رہے گا

مجھے کام رونے سے اکثر ہے ناصح
تو کب تک مرے منہ کو دھوتا رہے گا

بس اے گریہ آنکھیں ترے کیا نہیں ہیں
کہاں تک جہاں کو ڈبوتا رہے گا

بس اے میر مژگاں سے پونچھ آنسوؤں کو
تو کب تک یہ موتی پروتا رہے گا

مومن خاں مومن کی غزل

اثر اس کو ذرا نہیں ہوتا
رنج راحت فزا نہیں ہوتا

بے وفا کہنے کی شکایت ہے
تو بھی وعدہ وفا نہیں ہوتا

ذکرِ اغیار سے ہوا معلوم
حرفِ ناصح بُرا نہیں ہوتا

تم ہمارے کسی طرح نہ ہوئے
ورنہ دُنیا میں کیا نہیں ہوتا

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

حالِ دل یار کو لکھوں کیوں کر
ہاتھ دل سے جدا نہیں ہوتا

دامن اس کا جو ہے دراز تو ہو
دستِ عاشق رسا نہیں ہوتا

چارۂ دل سوائے صبر نہیں
سو تمھارے سوا نہیں ہوتا

کیوں سنے عرض مضطر اے مومن
صنم آخر خدا نہیں ہوتا

4- غزل اور نظم کا فرق بتایا جائے۔

جواب: **نظم اور غزل میں فرق**

غزل بنیادی طور پر تو نظم ہی ہے البتہ معروف معنوں میں نظم کے اشعار مرکزی خیال کے مطابق ایک ترتیب میں ہوتے ہیں جب کہ غزل کا ہر شعر الگ اکائی ہوتا ہے۔ غزل کے ہر شعر کا الگ مفہوم ہو سکتا ہے، جو سوز و گداز غزل کا لازمہ ہے وہ نظم کا نہیں ہے اور جو شکوہ لفظی نظم میں ممکن ہے وہ غزل میں نہیں۔ نظم کے لیے ایک عنوان ضروری ہے جب کہ غزل کا کوئی عنوان نہیں ہوتا۔ غزل کا ہر شعر اپنی الگ معنی رکھتا ہے جب کہ نظم ایک ہی مرکزی خیال کے گرد گھومتی رہتی ہے۔

5- **طلبہ کو اچھی غزل کی خوبیاں بورڈ پر لکھ کر سمجھائیں۔**

جواب۔ اچھی غزل کی خوبیاں

غزل کے لغوی معنی ہیں عشق و محبت کی باتیں کرنا یا عورتوں سے باتیں کرنا، شکار کے وقت ہرن کے منہ سے جو فریاد نکلتی ہے اس کو بھی غزل کہتے ہیں۔ مولانا حالی لکھتے ہیں کہ محبت کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ انسان کو انسان سے اپنے ملک اور قوم سے اور سب سے بڑھ کر خدا سے محبت ہو سکتی ہے۔ اس لیے اسے صرف عورت کی ذات تک محدود نہیں کرنا چاہیے۔

غزل کے اشعار بظاہر تو اپنے مجازی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں لیکن اصل میں اس سے حقیقی معنی مراد لیے جاتے ہیں۔ اچھی غزل وہ ہوتی ہے جس کے الفاظ عام فہم ہوں اور اس میں عشق حقیقی کا ذکر ہو۔

www. ...es.com

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) آرسی ملتا ہے:

(i) رشتے داروں سے　　(ii) دوستوں سے
(iii) اپنے بزرگوں سے　　(iv) دوسرے آدمیوں سے

(ب) شاعر اپنے محبوب کے ستم بھول جاتا ہے جب وہ ملتا ہے:

(i) روزانہ　　(ii) سادگی سے
(iii) دیر کے بعد　　(iv) اچانک

(ج) بقول شاعر آج پھولوں کا رنگ ملتا ہے:

(i) محبوب کی آنکھوں سے　　(ii) محبوب کے ہونٹوں سے
(iii) محبوب کی ہنسی سے　　(iv) محبوب کے چہرے سے

(د) محبوب کی خوش قامتی کا سلسلہ ملتا ہے:

(i) سرو کے درخت سے　　(ii) قیامت سے
(iii) پریوں سے　　(iv) غرور سے

(ہ) ٹوٹ کر دل اسی سے ملتا ہے جو

(i) روزانہ ملے　　(ii) کبھی کبھار ملے
(iii) مل کے بھی نہیں ملتا　　(iv) ملتا ہی رہتا ہے

(و) ہوش کے بے خودی میں ملنے سے کام سنورتے ہیں:

(i) برسوں کے اٹکے ہوئے　　(ii) دنیا کے
(iii) غیروں کے　　(iv) اپنوں کے

جوابات

(ii)	(د)	(iii)	(ج)	(ii)	(ب)	(iv)	(الف)
				(ii)	(و)	(iii)	(ہ)

www.dow　com

فراق گورکھ پوری
(1896ء تا 1982ء)

سر میں سودا بھی نہیں دل میں تمنا بھی نہیں

تدریسی مقاصد

www. office. com. pk

- طلبہ کو فراق گورکھ پوری کی شاعری کی خوبیوں سے آگاہ کرنا۔
- اردو غزل کے اوصاف کے بارے میں طلبہ کو بتانا۔
- طلبہ کو غزل کے اجزا سے روشناس کروانا۔
- طلبہ کو فراق گورکھ پوری کے حالاتِ زندگی سے واقفیت کروانا۔

شاعر کے حالاتِ زندگی

فراق گورکھ پوری کا اصل نام رگھوپتی سہائے تھا لیکن وہ ادبی دُنیا میں فراق گورکھ پوری کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کے والد کا نام گورکھ پرشاد تھا۔ وہ بھی ایک باکمال شاعر تھے۔ ان کا تخلص عبرت تھا۔ شاعری کا ذوق فراق کو ورثے میں ملا تھا۔ ابتدائی تعلیم ضلع گورکھ پور سے حاصل کی۔ تعلیم کے دوران میں ہی صرف اٹھارہ سال کی عمر میں ان کی شادی کشوری دیوی سے ہوگئی۔ شادی کے ایک سال بعد یعنی 1915ء میں فراق گورکھ پوری نے سینٹرل کالج الٰہ آباد سے ایف۔اے کا امتحان اول پوزیشن میں پاس کیا۔ تین سال بعد انھوں نے بی۔اے کا امتحان الٰہ آباد یونیورسٹی سے پاس کیا۔ ایک سال بعد ان کی تعیناتی بطور ڈپٹی کلکٹر ہوئی۔ پڑھنے لکھنے کا شوق بہت زیادہ تھا۔ دس سال بعد 1930ء میں انھوں نے پرائیویٹ طور امیدوار کے طور پر آگرہ یونیورسٹی سے ایم۔اے انگریزی کا امتحان دیا اور اول پوزیشن حاصل کی۔ [illegible] الٰہ آباد یونیورسٹی کے انگریزی شعبے میں لیکچرار تعینات ہوئے۔

فراق گورکھ پوری نے اُردو ادب میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ تنقید میں رومانوی تنقید کی ابتدا فراق گورکھ پوری سے ہوئی۔ ان کی ادبی خدمات کے صلے میں انھیں بہت سے ایوارڈز سے بھی نوازا گیا۔

تصانیف: فراق گورکھ پوری کی تصانیف میں "روحِ کائنات"، "اندازے" اور "شعلۂ ساز" شامل ہیں۔

وفات: فراق گورکھ پوری 3 مارچ 1982ء کو وفات پا گیا۔ ان کے اپنے عقیدے کے مطابق ان کے بھانجے پروفیسر اجے مان سنگھ نے ان کی چتا کو آگ لگائی۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
سودا	جنون، عشق	تمنا	آرزو، خواہش
ترکِ محبت	محبت چھوڑ دینا، محبت سے علیحدہ ہونا	بھروسا	اعتماد، یقین
مدت	عرصہ	بکھیڑے	جھگڑے
دیوانۂ عشق	عشق کا سودائی	[illegible]	منزل
غفلت	لاپروائی	سوا	زیادہ
خاطرِ بیمار شکیبا	صبر سے دکھ جھیلنے والے کے لیے تسلی	فصلِ خزاں	پت جھڑ کا زمانہ
حسن	خوب صورتی	چمن آرا	باغ کو سجانے والا، مالی، باغبان
وحشی	بدتہذیب	کنجِ زنداں	قید خانے کا کونا
وسعت	پھیلاؤ	صحرا	ریگستان

www.downloadclassnotes.com

اشعار کی تشریح

شعر نمبر: ۱ سر میں سودا بھی نہیں ، دل میں تمنا بھی نہیں
لیکن اس ترکِ محبت کا بھروسا بھی نہیں

حل لغت

سودا: عشق، جنون۔ تمنا: آرزو، خیال۔ ترک کرنا: چھوڑ دینا، منہ موڑ لینا۔
بھروسا: اعتبار، یقین

مفہوم: ذہن میں کوئی جنون بھی نہیں اور دل میں کوئی آرزو بھی نہیں لیکن اس محبت کو چھوڑ دینے کا کوئی اعتبار بھی نہیں ہے۔

تشریح: فراق گورکھ پوری نے یہ غزل متضاد کیفیات میں لکھی ہے۔ وہ خود ہی ایک بات کرتے ہیں اور بعد میں خود ہی اس بات کی نفی کر دیتے ہیں۔ فراق کہتے ہیں کہ اب میرے سر میں عشق کا جنون نہیں رہا۔ میں نے اپنے محبوب کی یاد کو اپنے ذہن سے نکال دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے دل کو بھی اپنے محبوب کی یاد سے خالی کر لیا ہے۔ اب میرے دل میں اس کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ مجھے اب اپنے محبوب سے ملنے کی کوئی تمنا نہیں ہے۔ میں نے اپنے آپ کو اس کی یاد سے آزاد کر لیا ہے، لیکن میری اس بات پر اعتماد اور بھروسا نہیں کیا جا سکتا کہ میں واقعی ایسا ہو گیا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ کل میں پھر اس کی یاد میں بے چین ہو جاؤں۔ اصل میں فراق کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان دنیا کی رنگینوں میں کھو کر اپنے رب کو بھول جاتا ہے۔ جب اس کی آنکھوں پہ بہار ہوتی ہے۔ جب وہ جوان ہوتا ہے تو جوشِ جوانی میں سب کچھ بھول جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات وہ خدا کو بھی بھول جاتا ہے مگر ایک نہ ایک دن اسے اس بات کی سمجھ آ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ ہے تو وہ دوبارہ

www. ...s.com

اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیتا ہے۔

؎ میں تجھے بھول گیا ہائے تیری سادہ دلی
کوئی طائر بھی بھلا بھولا ہے نشیمن اپنا

شعر نمبر 2:

ایک مدت سے تری یاد بھی آئی نہ ہمیں
اور ہم بھول گئے ہوں تجھے، ایسا بھی نہیں

حل لغت

مدت: عرصہ۔ یاد آنا: دل میں خیال آنا۔ بھول جانا: خیال میں نہ رہنا

مفہوم: ایک عرصے سے ہمیں تیری یاد بھی نہیں آئی اور ایسا بھی نہیں ہے کہ ہم تمھیں بھول گئے ہوں۔

تشریح: یہ شعر اپنے اندر حقیقی معنی سموئے ہوئے ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ بہت عرصے سے ہمیں اللہ تعالیٰ کی یاد نہیں آئی یعنی ہم نے اس کے بتائے ہوئے احکامات پر عمل نہیں کیا۔ اپنے ہی کاموں میں لگے رہے اور عبادت سے دور رہے۔ کاروبار جہاں ہی سنوارتے رہے اور آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ سے دور ہوتے گئے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو بالکل ہی بھول چکے ہیں۔ ہمیں جب بھی کوئی مشکل درپیش ہوتی ہے ہم اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ بقول شاعر

؎ نہیں آتی تو یاد ان کی مہینوں تک نہیں آتی
مگر جب یاد آتے ہیں تو اکثر یاد آتے ہیں

شعر نمبر 3:

یوں تو ہنگامے اٹھاتے نہیں دیوانۂ عشق
مگر اے دوست، ایسوں کا کچھ ٹھکانا بھی نہیں

حل لغت

ہنگامہ اٹھانا: جھگڑا شروع کرنا۔ دیوانۂ عشق: عشق میں پاگل ہو جانے والا۔

www.download.com

ٹھکانا: منزل، اعتبار، بھروسا

مفہوم: ویسے تو عشق کے دیوانے لوگ جھگڑا نہیں کرتے مگر ایسے لوگوں کا کچھ بھروسا بھی نہیں۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ جو لوگ کسی کے عشق میں مجنوں ہو جاتے ہیں وہ اپنے حال میں مست ہو جاتے ہیں۔ انھیں دنیا داری کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔ وہ دنیا داری کے کسی کام میں حصہ نہیں لیتے۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ ان کے علاوہ کوئی دنیا میں دوسرا بھی ہے لیکن ایسے لوگوں کا کچھ اعتماد بھی نہیں ہوتا کہ وہ کب ہنگامے پر آمادہ ہو جائیں اور ان کی خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ بن جائے۔ ایسا عام طور پر اس وقت ہوتا ہے جب انھیں اپنے عشق میں ناکامی ہو۔

شعر نمبر 4: آج غفلت بھی ہے ان آنکھوں میں پہلے سے سوا
آج ہی خاطرِ بیمار شکیبا بھی نہیں

حل لغت

غفلت: لاپروائی۔ سوا: زیادہ۔ خاطرِ بیمار: بیمار دل، پریشان دل۔ شکیبا: بردبار، تحمل مزاج

مفہوم: آج ان کی آنکھوں میں پہلے سے زیادہ لاپروائی ہے اور آج ہی بیمار دل کو صبر نہیں ہے۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ آج میرے محبوب کی آنکھوں میں میرے لیے بے رخی پہلے سے بڑھ کر ہے۔ پہلے بھی میرا محبوب مجھ پر نظرِ التفات نہیں کرتا تھا مگر آج تو اس کی بے رخی بہت بڑھی ہوئی ہے۔ آج تو میرا محبوب کچھ زیادہ ہی غصے میں دکھائی دیتا ہے اور اس پر یہ مصیبت ہے کہ آج میرا دل بھی کچھ زیادہ ہی پریشان ہے۔ آج میرے دل سے بھی صبر نہیں ہو رہا ہے۔ دل کو کسی کروٹ

www.downloadclassnotes.com

سکون ہی نہیں آ رہا۔ میرا دل محبوب کی بے رخی پر صبر کرنے کا عادی ہو چکا تھا، مگر آج تو محبوب بھی بے رخی برتنے میں بہت آگے بڑھ چکا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ میرا دل اس بات پر صبر کرتا مگر دل کو تو آج صبر و تحمل کا یارا ہی نہیں۔ آج ہی کوئی ایسی بات ہوئی ہے کہ دل کو صبر نہیں آ رہا۔

شعر نمبر 5: رنگ وہ فصلِ خزاں میں ہے کہ جس سے بڑھ کر
شانِ رنگینیٔ حسنِ چمن آرا بھی نہیں

حل لغت

فصلِ خزاں: پت جھڑ کا موسم۔ شان: عزت۔ حسن: خوب صورتی۔ چمن آرا: باغ کو سنوارنے والا، باغباں، مالی

مفہوم: پت جھڑ کے موسم میں بھی وہ رنگ و روپ ہے کہ باغ میں مالی نے بھی ایسی سجاوٹ نہ کی ہوگی۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ اس نے اپنی زندگی سے سمجھوتا کر لیا ہے۔ کہتا ہے کہ مجھے اپنی زندگی کا ہر روپ پیارا لگتا ہے کیوں کہ وہ مجھ سے منسلک ہے۔ میں مانتا ہوں کہ میری زندگی خزاں رسیدہ ہے۔ اس میں [illegible] دکھ بھرے ہوئے ہیں۔ اس میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو دل کو لبھا سکے مگر میں اس پر بھی خوش ہوں کیوں کہ یہ زندگی میری اپنی ہے۔ مالی باغ میں پھولوں کی حفاظت کرتا ہے۔ باغ کی تزئین و آرائش کا کام کرتا ہے۔ وہ چمن کو حسن بخشتا ہے۔ باغ [illegible] کو خوب صورت لگتا ہے۔ دیکھنے والے باغ کی تعریف کرتے ہیں کہ [illegible] نے باغ کی خوب سجاوٹ کی ہے مگر مالی اس باغ کو اپنا نہیں کہہ سکتا کیوں کہ باغ کا مالک کوئی اور ہوتا ہے جب کہ مجھے اپنی خزاں رسیدہ زندگی زیادہ اچھی لگتی ہے کیوں کہ یہ میری اپنی ہے۔

شعر نمبر 6: بات یہ ہے کہ سکونِ دلِ وحشی کا مقام
کنجِ زنداں بھی نہیں وسعتِ صحرا بھی نہیں

حلِ لغت

سکون: اطمینان، تسلی۔ وحشی: بدتہذیب: غیر مہذب۔ مقام: مرتبہ، رتبہ۔ کنج: کونا، ٹکڑا۔ زنداں: قید خانہ۔ وسعت: پھیلاؤ، کشادگی

مفہوم: بات یہ ہے کہ دل جیسے وحشی کے سکون کا مقام نہ تو قید خانے کے کسی کونے میں ہے اور نہ ہی ریگستان کی کشادگی میں۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ انسان کو اس دنیا میں دل کا سکون میسر نہیں آتا ہے۔ انسان ساری زندگی سکون کے لیے تگ و دو کرتا ہے۔ محنتِ شاقہ سے کام لیتا ہے مگر اسے سکون کی دولت نہیں ملتی ہے۔ نہ تو الگ تھلگ رہنے سے انسان پر سکون ہو سکتا ہے اور نہ ہی بھلے میلے میں۔ سکون صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہے۔ اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے آباد رکھا جائے تب ہی انسان سکون کی دولت سے مالا مال ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ انسان کو دنیا کے کسی گوشے میں سکون جیسی دولت میسر نہیں آ سکتی۔ شاعر کہتا ہے کہ دل ایک ایسا وحشی ہے جو تہذیب سے ناآشنا ہے۔ اس کی فطرت میں بے چینی کا عنصر غالب رہتا ہے۔ یہ ہر وقت بے چین ہوتا ہے۔ چین حاصل کرنے کے لیے ایک ہی کام ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی یاد کو اپنے دل میں بسا لے۔

شعر نمبر 7: ہم اسے منھ سے بُرا تو نہیں کہتے کہ فراقؔ
دوست تیرا ہے مگر آدمی اچھا بھی نہیں

حلِ لغت

برا کہنا: اچھا نہ سمجھنا۔ دوست: یار، حبیب، رفیق

مفہوم: اے فراقؔ ہم اسے منھ سے برا تو نہیں کہتے تیرا دوست ہے اس لیے اچھا سمجھ

ہیں مگر وہ آدمی اچھا نہیں ہے۔

تشریح: یہ بھی معرفت کا شعر ہے۔ اس مقطع میں فراقؔ گورکھ پوری اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہہ رہے ہیں کہ میں اپنے منہ سے اپنے آپ کو برا نہیں کہتا حالانکہ مجھ میں سیکڑوں برائیاں ہیں۔ بے شک میں کوئی اچھا آدمی نہیں ہوں لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے وجود پر یقین رکھتا ہوں اور اسے اپنا رب اور دوست مانتا ہوں۔ اگرچہ میرے اعمال اچھے نہیں ہیں لیکن چونکہ میں اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتا ہوں اس لیے اپنے آپ کو برا کہنے کا حوصلہ نہیں ہے۔ کوئی کیا کہے گا کہ ہوں تو میں اللہ تعالیٰ کا دوست اور برا بنوں۔ اس لیے میں اپنے آپ کو اپنے ہی منہ سے بُرا نہیں کہہ سکتا۔

حلِ مشقی سوالات

-1 مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) فراقؔ گورکھ پوری کی شاملِ نصاب غزل ان کے کس مجموعے سے لی گئی ہے؟

جواب: یہ غزل فراقؔ گورکھ پوری کے مجموعہ کلام "شبنمستان" سے لی گئی ہے۔

(ب) شاعر نے سر اور دل میں کس چیز کی کمی کا ذکر کیا ہے؟

جواب: شاعر نے کہا ہے کہ سر میں عشق کا جنون ختم ہو گیا ہے اور دل میں آرزو باقی نہیں رہی ہے۔

(ج) شاعر کو کسی کی یاد کتنے عرصے سے نہیں آئے؟

جواب: شاعر کو ایک مدت سے کسی کی یاد نہیں آئی۔

(د) شعری اصطلاحات کے حوالے سے اس غزل کی ردیف کیا ہے؟

جواب: شعری اصطلاحات کے حوالے سے اس غزل کی ردیف "بھی نہیں" ہے۔

www.do... .com

2- آپ حسرت موہانی کی غزل کی مشق میں مطلع اور مقطع کے بارے میں پڑھ چکے ہیں، اس کی روشنی میں درج ذیل سوالات میں سے درست جواب پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) درج ذیل شعر قواعد کے لحاظ سے کیا ہے؟

سر میں سودا بھی نہیں دل میں تمنا بھی نہیں
لیکن اس ترکِ محبت کا بھروسا بھی نہیں

(i) غزل کا پہلا شعر (ii) غزل کا آخری شعر
(iii) مطلع (iv) مقطع

(ب) ہم . اسے منہ سے برا تو نہیں کہتے کہ فراقؔ
دوست تیرا ہے مگر آدمی اچھا بھی نہیں

یہ شعر قواعد کی رو سے کیا ہے؟

(i) مطلع (ii) مقطع
(iii) عام شعر (iv) آخری شعر

(ج) اس غزل میں ردیف کیا ہے؟

(i) تمنا، بھروسا (ii) نہیں
(iii) بھی نہیں (iv) غیر مردّف ہے

(د) اس غزل میں تمنا، بھروسا، اچھا، ایسا قواعد کی رو سے کیا ہیں؟

(i) قافیے (ii) ردیف
(iii) فعل (iv) استعارہ

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iii)	(ب)	(ii)	(ج)	(iii)	(د)	(i)

www.downloadclassnotes.com

3۔ **فراق گورکھپوری کی اس غزل کا کون سا شعر آپ کو زیادہ پسند ہے؟ وجہ بھی لکھیں۔**

جواب: مجھے فراق گورکھپوری کی اس غزل میں سے یہ شعر سب سے زیادہ پسند آیا ہے

ایک مدت سے تری یاد بھی آئی نہ ہمیں
اور ہم بھول گئے ہوں تجھے، ایسا بھی نہیں

اس کو پسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ انسان اپنی کاموں میں کھویا رہتا ہے لیکن اس کے باوجود اس کے دل سے اللہ تعالیٰ کی یاد محو نہیں ہوتی۔ یہ معرفت کا شعر ہے اسی لیے مجھے یہ زیادہ پسند آیا ہے۔

فراق کی غزل کے متن کو ذہن میں رکھ کر درست جواب پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) سر میں سودا بھی نہیں دل میں

(i) دردِ دل بھی نہیں　(ii) چاہت بھی نہیں
(iii) تمنا بھی نہیں　(iv) اُمنگ بھی نہیں

(ب) سکونِ دلِ وحشی کا مقام کہاں نہیں؟

(i) کنجِ زنداں میں　(ii) وسعتِ صحرا میں
(iii) زمیں میں　(iv) کہیں نہیں

(ج) شاعر کو محبوب کی یاد کب سے نہیں آئی؟

(i) ایک ماہ سے　(ii) ایک سال سے
(iii) ایک مدت سے　(iv) ایک عرصے سے

(د) مقطعے میں کسے بُرا نہ کہنے کا ذکر کیا گیا ہے؟

(i) محبوب کے دوست کو　(ii) رقیب کو
(iii) اپنے دوست کو　(iv) جو بُرا لگے

(الف)	(iii)	(ب)	(iv)	(ج)	(iii)	(د)	(iii)

5۔ **مصرعے مکمل کریں:**

ایک مدت سے تری یاد بھی آئی نہ ہمیں
یوں تو ہنگامے اٹھاتے نہیں دیوانۂ عشق
آج غفلت ان آنکھوں میں ہے پہلے سے سِوا

www.downloadclassnotes.com

بات یہ ہے کہ سکونِ دلِ وحشی کا مقام
وسعت تیرا ہے، مگر آدمی اچھا بھی نہیں

-6 غزل کے پہلے اور دوسرے شعر کی تشریح کریں۔

جواب: دیکھیے تشریح

-7 درج ذیل الفاظ و تراکیب کے جملے بنائیے:

سودا، بھروسا، دیوانۂ عشق، ترکِ محبت، شکیبا، غفلت

الفاظ و تراکیب	جملوں میں استعمال
سودا	جس کے سر میں عشق کا سودا سما جائے پھر نہیں نکلتا۔
بھروسا	اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنے والا کبھی ناکام نہیں ہوتا۔
دیوانۂ عشق	مجنوں ایسا دیوانۂ عشق تھا کہ اسے لیلیٰ کے علاوہ اور کچھ نہیں سوجھتا تھا۔
ترکِ محبت	جب تیرا حکم ہوا ترکِ محبت کر دی دل اس پہ مگر وہ دھڑکا کہ قیامت کر دی
شکیبا	وہ مصائب میں گھر کر بھی ہمیشہ شکیبا ہی رہا۔
غفلت	پڑھائی سے غفلت برتنے والے طالب علم کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔

سرگرمیاں

-1 فراق کی اس غزل کو زبانی یاد کریں اور کاپی میں خوش خط لکھیں۔

جواب: طلبہ اس نظم کو زبانی یاد کریں اور اپنی کاپیوں پر لکھ کر اپنے استاد صاحب کو دکھائیں۔

-2 ہر طالب علم کسی غزل سے اپنی پسند کے دو شعر سنائے۔

جواب: میرے پسندیدہ شعر

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

www. ... .com

تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا
تیرے سامنے آسماں اور بھی ہیں

-3 طلبہ کے درمیان جماعت کے کمرے میں بیت بازی کا مقابلہ کروایا جائے۔

جواب: اساتذہ کرام بچوں کے درمیان بیت بازی کا مقابلہ کروائیں۔

اساتذہ کرام کے لیے

-1 طلبہ کے سامنے مردّف اور غیر مردّف غزل کی وضاحت کریں۔

جواب: ایسی غزل جس کے مطلع کے دونوں مصرعوں میں اور باقی اشعار کے ہر دوسرے مصرعے میں ایک یا ایک سے زیادہ لفظ بار بار آئیں تو انھیں ردیف کہا جاتا ہے جیسے فراق گورکھ پوری کی اس غزل میں "بھی نہیں" ردیف ہے۔ جس غزل میں ردیف ہوا سے مردف غزل کہتے ہیں۔ اگر کسی غزل کے آخر میں صرف قافیہ ہو اور کوئی ردیف نہ ہو تو ایسی غزل کو غیر مردف غزل کہتے ہیں جیسے یہ شعر

کوئی اپنا ہے یا کوئی پرایا
ملا ہے درد جس سے دل لگایا
ملے کانٹے محبت میں گلوں سے
عجب یہ معجزہ ہے اے خدایا

-2 طلبہ کو مقطع اور آخری شعر کا فرق سمجھائیں۔

جواب: غزل کے آخری شعر کو، جس میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے، مقطع کہتے ہیں۔ اگر تخلص موجود نہ ہو تو وہ شعر مقطع نہیں ہوگا، بلکہ آخری شعر ہوگا۔

-3 طلبہ کو بتایا جائے کہ غزل دیگر اصنافِ شعر کے مقابلے میں اپنی سادگی، سلاست، نغمگی اور ایجاز و اختصار کی وجہ سے ہر دور میں مقبول رہی ہے۔

جواب: غزل ایک ایسی صنفِ سخن ہے جس کا آغاز تو نثر کے بعد ہوا مگر اس نے بہت جلد ترقی کی منازل طے کر لیں۔ دوسری اصنافِ سخن کے مقابلے میں غزل زیادہ پسند کیا جانے لگا کیوں کہ اس کے لیے نہ تو موضوع کی کوئی قید تھی اور نہ ہی بحر وغیرہ کی کوئی پابندی تھی۔ نظم کے مقابلے میں غزل اس لیے زیادہ پسند کی

www.downloadclassnotes.com

گئی کہ پوری نظم ایک ہی مرکزی خیال کے گرد گھومتی ہے جب کہ غزل کا ہر شعر اچھوتا، نرالا اور الگ ہوتا ہے۔ ایک ہی غزل میں کئی کئی مضمون پیش کیے جا سکتے ہیں۔

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) شاعر کو بھروسا نہیں ہے:

(i) ترکِ محبت کا　　(ii) اپنے دوستوں کا

(iii) وقت کا　　(iv) زمانے کا

(ب) یوں تو ہنگامے کھیں اٹھاتے ہیں:

(i) شریف لوگ　　(ii) بزدل لوگ

(iii) دیوانۂ عشق　　(iv) بچے

(ج) آج لطافت پہلے سے سوا ہے:

(i) دوستوں میں　　(ii) کاموں میں

(iii) ہر کسی میں　　(iv) آنکھوں میں

(د) سکونِ دلِ وحشی کا مقام ہے:

(i) صحرا کی وسعت میں　　(ii) کوچہ میں

(iii) دیارِ غیر میں　　(iv) کہیں بھی نہیں

(ہ) ہم اسے برا نہیں کہتے:

(i) تنہائی میں　　(ii) منہ سے

(iii) سب کے سامنے　　(iv) دل سے

(iv)	(د)	(iv)	(ج)	(iii)	(ب)	(i)	(الف)
						(ii)	(ہ)

ادا جعفری

(1924ء)

یہ فخر تو حاصل ہے، بُرے ہیں کہ بھلے ہیں

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو ادا جعفری کی غزل گوئی اور اسلوب سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو اردو شاعری کی وسعت کے بارے میں بتانا۔
- طلبہ کو جدید اور قدیم غزل کے مابین فرق سے روشناس کروانا۔
- طلبہ کو ادا جعفری کے حالاتِ زندگی سے واقفیت کروانا۔

شاعرہ کے حالاتِ زندگی

ادا جعفری 22 اگست 1924ء کو بدایوں میں پیدا ہوئیں۔ ان کا اصل نام عزیز جہاں ہے لیکن ادبی زندگی میں قدم رکھنے کے بعد انھوں نے اپنے لیے قلمی نام "ادا" چنا۔ اپنی جائے پیدائش کے حوالے سے پہلے وہ اپنے آپ کو ادا بدایونی لکھتی تھیں۔ جب ان کی شادی نورالحسن جعفری سے ہوئی تو انھوں نے اپنے نام کے ساتھ اپنے خاوند کا نام لکھنا شروع کر دیا۔ یوں وہ ادا بدایونی سے ادا جعفری ہو گئیں۔

ادا جعفری کی عمر ابھی تین سال ہی تھی کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ان کی پرورش اپنے ننھیال میں ہوئی۔ ادا جعفری نے تیرہ سال کی عمر میں ہی شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔ ادا جعفری نے نظم گوئی سے اپنی ادبی زندگی کا آغاز کیا۔ اکیس سال کی عمر میں ان کی پہلی غزل "رومان" میں شائع ہوئی۔ اس غزل نے ادا جعفری کو پہچان دی۔ انھوں نے اولین شاعر رومان اختر شیرانی سے اپنے کلام کی اصلاح لی۔ اس کے علاوہ اثر لکھنوی سے بھی اپنی کچھ غزلوں کی اصلاح لی۔

www.downloadclassnotes.com

ادا جعفری نے ادب کے لیے کافی خدمات سرانجام دی ہیں۔ وہ مختلف قسم کی ادبی کانفرنسوں میں شریک ہوئیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے بہت سے ممالک کا سفر بھی کیا۔

تصنیفات: ادا جعفری کے بہت سے مجموعہ کلام ہیں۔ 1950ء میں ان کی کتاب "میں ساز ڈھونڈتی رہی" شائع ہوئی۔ 1968ء میں ان کو اپنے مجموعۂ کلام "شہرِ درد" پر آدم جی ادبی انعام ملا۔ 1974ء میں ان کی نظموں اور غزلوں پر مشتمل کتاب "غزالاں تم تو واقف ہو" شائع ہوئی۔ 1982ء میں ان کی ہائیکو نظمیں شائع ہوئیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے اپنی خودنوشت بھی لکھی جو "جو رہی سو بے خبری رہی" کے نام سے 1996ء میں شائع ہوئی۔ ان کی ادبی خدمات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے حکومتِ پاکستان نے انھیں 1981ء میں تمغۂ امتیاز سے نوازا۔

آج کل ادا جعفری کراچی میں رہائش پذیر ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
نخر	ناز	حاصل	ملنا
بھلے	اچھے	مقدر	قسمت
ازل	پیدائش کا پہلا دن	کنول	ایک پھول کا نام
نازک	نرم	سمن	خوب رو، گورا چٹا
جذبات	دل کا جوش	سانچا	[illegible]
سرِ شام	شام سے	ہنگامِ سحر	صبح کا ہنگامہ
خورشید	سورج	جھیل جانا	برداشت کرنا
کڑی	سخت	تیور	انداز
خنک	ٹھنڈی	گردشِ دوراں	زمانے کی گردش

www.do... .com

اشعار کی تشریح

شعر نمبر:1　یہ فخر تو حاصل ہے ، بُرے ہیں کہ بھلے ہیں
دو چار قدم ہم بھی ترے ساتھ چلے ہیں

حلِ لغت

فخر : بڑائی ۔ دو چار قدم : تھوڑی دور

مفہوم : شاعر کو اپنے محبوب کے ہم قدم ہو کر تھوڑی دور چلنے پر بھی فخر ہے۔

تشریح : عشق میں عاشق اپنے محبوب سے تھوڑی سی توجہ بھی پالے تو وہ اسے اپنی زندگی کا ماحصل سمجھتا ہے اور اس پر فخر کرتا ہے۔ عاشق اپنے کردار میں کیسا بھی ہو، نیکی اور بدی کی دونوں قوتیں اس دنیا میں موجود ہیں۔ ہر انسان نہ تو کامل طور پر اچھا ہوتا ہے اور نہ مکمل بُرا۔ شعر کہتا ہے کہ اپنے اچھے یا بُرے ہونے سے قطع نظر مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں نے اپنے محبوب کے ساتھ چند قدم ملائے ہیں۔ زندگی کی چند ساعتیں اپنے محبوب کی ہمرکابی میں گزاری ہیں۔ یہی ساعتیں میری زندگی کا سرمایا ہیں۔ ان پہ میں جتنا بھی فخر کروں کم ہے۔

شعر نمبر:2　جلنا تو چراغوں کا مقدر ہے ازل سے
یہ دل کے کنول ہیں کہ بجھے ہیں نہ جلے ہیں

حلِ لغت

مقدر : نصیب ۔ ازل : جب سے دنیا پیدا ہوئی

مفہوم : جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے چراغوں کی قسمت میں لکھ دیا گیا ہے کہ وہ جلیں۔ جلنا ان کا مقدر ہے مگر دل کا کنول نہ جلتا ہے نہ بجھتا ہے۔

تشریح : شاعرہ نے اس شعر میں کہا ہے کہ روزِ اول جب کہ ساری کائنات کو ربّ تعالیٰ

www.download.com

نے ان کے کام تفویض کیے تو چراغوں کی قسمت میں جلنا لکھا۔ چراغوں کو جلنا ہی ہے خواہ وہ خوشی کی تقریب ہو یا غم کی رات۔ ایک ہمارا دل ہے جو نہ جلتا ہے نہ بجھتا ہے۔ عشق حقیقی کا شعلہ ہے جو دل میں لپکتا ہے مگر روزگار کے غم نہ تو اسے جلاتے ہیں اور نہ ہی اسے بجھاتے ہیں۔ انسان غم روزگار میں اتنا الجھ گیا ہے کہ عشق حقیقی کا شعلہ ماند پڑ گیا ہے۔

دنیا نے تیری یاد سے بیگانہ کر دیا
تجھ سے بھی دلفریب ہیں غم روزگار کے

شعر نمبر:3 نازک تھے کہیں رنگِ گل و بوئے سمن سے
جذبات کہ آداب کے سانچے میں ڈھلے ہیں

حل لغت

نازک: نرم۔ سمن: چنبیلی جیسا سفید۔ جذبات: جوش و خروش: سانچے: قالب

مفہوم: پھول کے رنگ اور چنبیلی کی خوشبو سے بھی زیادہ نازک میرے جذبات تھے جو آداب کے قالب میں ڈھل گئے تھے۔

تشریح: شاعرہ کہتی ہیں کہ ایک محب اپنے محبوب کے لیے بڑے نازک اور لطیف جذبات رکھتا ہے۔ یہ جذبات پھولوں کے رنگ جیسے خوش نما ہوتے ہیں۔ ان میں سے یاسمین کے پھولوں جیسی خوشبو آتی ہے۔ جذبات میں سے خوشبو تو نہیں آ سکتی مگر شاعرہ کے کہنے سے مراد یہ ہے کہ میرے جذبات بہت ہی نازک تھے۔ لیکن جب اس میں آداب کا ذکر آ گیا تو وہ جذبات محدود ہو گئے۔ اب میرے جذبات آداب کے پابند ہو گئے ہیں۔ مجھے اپنی اہمیت کا احساس ہو گیا ہے۔ مجھے پتا چل گیا ہے کہ میرے جذبات کتنے ہی نرم و نازک اور اچھے کیوں نہ ہوں ان کی ایک حد ہے اور وہ حد، ادب کی حد ہے۔

www. .com

شعر نمبر4: تھے کتنے ستارے کہ سرِ شام ہی ڈوبے
ہنگامِ سحر کتنے ہی خورشید ڈھلے ہیں

حل لغت

سرِ شام: شام کے وقت۔ ہنگامِ سحر: صبح کے وقت۔ خورشید: سورج

مفہوم: ستارے شام کے وقت آسمان پر جلوہ افروز ہوتے ہیں مگر کتنے ہی ستارے ہیں جو سرِ شام ہی ڈوب گئے۔ اسی طرح کتنے ہی سورج ہیں جو دن نکلنے کے ساتھ ہی ڈھل گئے۔

تشریح: شاعرہ اس دنیا کی بے ثباتی اور موت کے بارے میں اظہارِ خیال کرتی ہے۔ موت کسی کو نہیں دیکھتی۔ موت نہایت ظالم اور بے رحم ہے۔ وقت کسی کا ساتھ نہیں دیتا۔ کتنے ستارے ایسے ہیں جنھوں نے اپنی پوری آب و تاب سے چمکنا تھا۔ اس دنیا کی خوب صورتی سے لطف اٹھانا تھا مگر اس آب و تاب سے محروم رہ گئے۔ آہ! موت کسی کی پروا نہیں کرتی۔ سورج جس سے تمام دنیا کو چمکنا تھا، صبح کے وقت ہی ڈھل گیا۔ اس شعر سے شاعرہ مراد لیتی ہے کہ وقت نے کسی کا ساتھ نہیں دیا۔ بہت سے ایسے بچے جنھوں نے دنیا کی خوب صورت اور رونق سے لطف اندوز ہونا تھا کم عمری ہی میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ بہت سے نوجوان جن کے ہاتھوں میں اس ملک کی باگ ڈور تھی جنھیں اس ملک کی حفاظت کرنا تھی مگر

مع حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

یہاں اس فانی دنیا میں جو بھی آیا ہے اُسے آخر کار اس دنیا سے کوچ کرنا ہے۔ وقت کسی کا ساتھ نہیں دیتا۔ یہ دنیا بے ثبات ہے۔ یہاں کسی کو دوام حاصل نہیں مگر افسوس اس بات پر ہے کہ وہ دنیا کی نعمتوں سے لطف نہیں اٹھا سکتے جو جلد ہی اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔

www.downloadclassnotes.com

ع دنیا عجیب مرحلہ بے ثبات ہے
ہر ایک ذی روح کو آخر ممات ہے

شعر نمبر 5: جو جھیل گئے ہنس کے کڑی دھوپ کے تیور
تاروں کی خنک چھاؤں میں وہ لوگ جلے ہیں

حل لغت

تیور: ناراضی ، غصہ ۔ جھیل گئے : برداشت کر گئے

مفہوم: جو لوگ زمانے کی سختیاں برداشت کر گئے ان کے ساتھ یہ ظلم ہوا کہ اپنوں نے انھیں تکلیفیں پہنچائی ہیں۔

تشریح: شاعرہ اس شعر میں زمانے سے گلہ اور شکوہ کرتی ہیں کہ اس دنیا نے ہمارے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا ہے۔ بہت سی سختیاں اور مشکلات ہمارے راستے میں آئیں، بہت سی تکالیف کا ہمیں سامنا کرنا پڑا مگر ہم ان تکالیف کو ہنس کر سہہ گئے۔ بہت سے مصائب آئے مگر ہم نے ان کو برداشت کر لیا مگر وہ تلخی اور بے اعتنائی جو اپنوں نے ہمیں دی ہے اسے برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتے۔
انسانی فطرت ہے کہ وہ بڑی سے بڑی تکلیف کو برداشت کرنے کا حوصلہ رکھتا ہے مگر محبوب کی بے رخی کا بوجھ اس سے نہیں اٹھایا جاتا، اس کی بے وفائی اسے مار ڈالتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ انسان کڑی دھوپ میں تو سفر کر سکتا ہے مگر خنک چھاؤں میں سفر کرنا اس کی برداشت سے باہر ہے۔ کیوں کہ غیروں کے ستم تو گوارا ہو سکتے ہیں مگر اپنوں کی بے رخی مار ڈالتی ہے۔

ع دنیا عجیب مرحلہ بے ثبات ہے
ہر ایک ذی روح کو آخر ممات ہے

شعر نمبر 6: اک شمع بجھائی تو کئی اور جلا لیں
ہم گردشِ دوراں سے بڑی چال چلے ہیں

حل لغت

گردشِ دوراں: زمانے کی گردش

مفہوم: زمانے نے تو بہت کوشش کی کہ وہ ہمیں اندھیرے میں رکھے مگر ہم نے بھی زمانے کی گردش سے چال چلی کہ اس نے ایک شمع چھین لی تو ہم نے دوسری جلا لی۔

تشریح: شاعر لوگوں کا خیال ہے کہ جتنی زیادہ تکالیف اور مصائب آتے ہیں سب زمانے کی وجہ سے ہیں۔ ان کے نزدیک سب سے زیادہ ظالم زمانہ ہوتا ہے۔ شاعرہ پر بھی زمانے نے بہت زیادہ ظلم کیا۔ اسے اندھیرے میں رکھنے کی کوشش کی ہے۔ اسے پریشانیاں دینے کی کوشش کی مگر شاعرہ کہتی ہے کہ ہم بھی ہوشیار واقع ہوئے ہیں ہم بھی زمانے کی گردش سے چال چل گئے۔ اس نے ایک شمع بجھائی تو ہم نے ایک اور جلا لی۔ اس سے شاعرہ کی مراد یہ ہے کہ اگر زمانہ ہمیں پریشانیوں اور مصائب کا شکار کرنا چاہتا ہے تو ہم بھی بڑے بیدار مغز ہیں ہم خوشی کی ہلکی سی رمق پا کر ہر غم کو بھول جاتے ہیں اور پھر سے نئے غم کو سہنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں اور اگر وہ پھر سے ہمیں کوئی غم دینا چاہتا ہے تو ان پریشانیوں سے بالکل نہیں گھبراتے ہیں۔

حل مشقی سوالات

1۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) غزل کے مطلع میں شاعرہ کس بات پر نازاں ہے؟

جواب: شاعرہ کو اپنے محبوب کے ہم قدم ہو کر تھوڑی دور چلنے پر بھی فخر ہے۔ وہ اس بات پر نازاں ہے کہ وہ اپنے محبوب کے ہمراہ تھوڑی دور چلی ہے۔

(ب) دل کے کنول اور چراغوں میں کیا بنیادی فرق بتایا گیا ہے؟

جواب: چراغوں کو جلنا ہی ہے خواہ وہ خوشی کی تقریب ہو یا غم کی رات۔ ایک ہمارا دل

ہے جو نہ جلتا ہے نہ بجھتا ہے۔ عشقِ حقیقی کا شعلہ ہے جو دل میں لپکتا ہے مگر روزگار کے غم نہ تو اسے جلاتے ہیں اور نہ ہی اسے بجھاتے ہیں۔

(ج) اک شمع بجھائی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس کا مطلب ہے کہ زمانے نے ایک دکھ دیا، یہاں شمع بجھانے سے مراد ہے دکھ ملتا ہے۔

2- دیے گئے جوابات میں سے درست جواب کا انتخاب کر کے (✓) کا نشان لگائیں:

(الف) شاعرہ کو کس بات پر فخر ہے؟

(i) اچھا شعر کہنے پر (ii) محبوب کے ہم قدم ہونے پر
(iii) آسماں کے مہربان ہونے پر (iv) محبوب کے التفات پر

(ب) اک شمع بجھائی تو:

(i) ہم گھبرائے بہت (ii) کئی اور جلا لیں
(iii) سو رہے (iv) بے سکون ہو گئے

(ج) یہ غزل کس مجموعۂ کلام سے لی گئی ہے:

(i) شہرِ درد (ii) سازِ سخن بہانہ ہے
(iii) غزالاں تم تو واقف ہو (iv) میں ساز ڈھونڈتی رہی

(د) "جو جھیل گئے ہنس کر کڑی دھوپ کے تیور" میں کڑی دھوپ سے کیا مراد ہے:

(i) سورج کی حدت (ii) زمانے کے مصائب
(iii) محبوب کی بے رخی (iv) عام دکھ اور بیماری

(ہ) پہلے شعر میں "چلے" کو کہیں گے:

(i) مطلع (ii) ردیف
(iii) قافیہ (iv) مقطع

(و) "نازک تھے کہیں رنگِ گل و بوئے سے" میں رنگ و بُو سے مراد ہیں:

(i) آداب (ii) جذبات
(iii) تصورات (iv) خیالات

(ز) غزل کا پہلا شعر ہے:

(i) مطلع (ii) مقطع

www.dow

(iii) عام شعر (iv) آخری شعر

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(ii)	(ب)	(ii)	(ج)	(iii)	(د)	(ii)
(ہ)	(iii)	(و)	(ii)	(ز)	(iv)		

-3 درج ذیل الفاظ پر اعراب لگائیں:

مقدر، جذبات، گل، سمن، خورشید، شمع، گردش

جواب: مُقَدَّر، جَذْبات، گُل، سَمَن، خُورشِید، شَمْع، گَرْدِش

-4 کالم (الف) کو کالم (ب) کے الفاظ سے ملائیں۔

کالم (الف)	کالم (ب)
چراغوں کا مقدر	سرِ شام
رنگِ گل	خورشید
ستارے	تیور
ہنگامِ سحر	بوئے سمن
کڑی دھوپ	جلنا

جواب:

کالم (الف)	کالم (ب)
چراغوں کا مقدر	جلنا
رنگِ گل	بوئے سمن
ستارے	سرِ شام
ہنگامِ سحر	خورشید
کڑی دھوپ	تیور

www.do... .com

5۔ آپ اَدا جعفری کی اس غزل کی ردیف اور قوافی کی نشان دہی کریں۔

جواب: قوافی: بھلے، چلے، جلے، ڈھلے ردیف: "ہیں" ردیف ہے۔

قافیہ

کسی شعر کے آخر میں آنے والے ہم وزن، ہم آواز الفاظ کو قافیہ کہتے ہیں۔ اگر شعر میں ردیف بھی ہو (ردیف کا ہونا لازمی نہیں) تو قافیہ ردیف سے پہلے آئے گا۔

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی
میرے دُکھ کی دوا کرے کوئی

پھرے راہ سے وہ یہاں آتے آتے
اجل مر رہی تو کہاں آتے آتے

یہاں پہلے شعر میں "ہوا" اور "دوا" جب کہ دوسرے شعر میں "یہاں" اور "کہاں" قافیے ہیں۔

ردیف

کسی شعر میں قافیے کے بعد آنے والے ایک جیسے لفظ یا ایک جیسے الفاظ ردیف کہلاتے ہیں۔ اگر غزل کے مطلع میں ردیف موجود ہو تو باقی اشعار کے دوسرے مصرعے میں بھی ردیف آتی ہے، تاہم غزل غیر مردف بھی ہوتی ہے۔ "قافیہ" کے ضمن میں دیے گئے اشعار میں "کرے کوئی" اور "آتے آتے" ردیف ہیں۔

آپ اَدا جعفری کی اس غزل کی ردیف اور قوافی کی نشان دہی کریں۔

جواب: اَدا جعفری کی اس غزل کی ردیف "ہیں" ہے۔
اَدا جعفری کی اس غزل میں درج ذیل قوافی آئے ہیں۔
بھلے، چلے، جلے، ڈھلے، چلے

سرگرمیاں

1- اس غزل کی ردیف اور قوافی اپنی کاپیوں پر خوش خط لکھیں اور اپنے استاد صاحب کو دکھا کر صحیح کروائیں۔

جواب: جواب کے لیے دیکھیے قافیہ اور ردیف

2- ادا جعفری کی کوئی اور غزل کاپیوں میں نوٹ کریں۔

جواب: ادا جعفری کی غزل

کس کس نے ساتھ چھوڑ دیا دھوپ چھاؤں میں
ذکرِ وفا نہیں ہے ، ہماری خطاؤں میں

موجِ ہوا بھی ریت کی دیوار بن گئی
ہم نے خدا تلاش کیا ، ناخداؤں میں

شاید ادھر سے قافلۂ رنگ و بو گیا
خوشبو کی سسکیاں ہیں ابھی تک ہواؤں میں

اب کے صبا کی نرم مزاجی کو کیا ہوا
بکھرے پڑے ہیں تازہ شگوفے ہواؤں میں

مقدور بھر جو راہ کا پتھر بنے رہے
وہ لوگ یاد آتے ہیں اکثر دعاؤں میں

ویرانیاں دلوں کی بھی کچھ کم نہ تھیں ادا
کیا ڈھونڈنے گئے ہیں مسافر خلاؤں میں

3- جماعت کے کمرے میں اس غزل کو درست تلفظ کے ساتھ بلند آواز سے پڑھا جائے۔

جواب: جماعت کا کوئی خوش الحان طالب علم اس غزل کو پڑھے اور باقی بچے پوری توجہ سے اسے سنیں۔

تدریسی اشارات

1- ادا جعفری کے سوانحی کوائف اور شاعری کی خصوصیات سے طلبہ کو آگاہ کیا جائے۔

جواب: دیکھیے حالات زندگی

2- طلبہ کو آگاہ کیا جائے کہ غزل کے موضوعات وقت کے ساتھ ساتھ بدلے ہیں۔ پہلے صرف حسن و عشق ہی غزل کا موضوع تھا۔ اب اس میں ہر موضوع پر غزلیں کہی جا رہی ہیں۔

جواب: جواب کے لیے دیکھیے غزل فراق گورکھ پوری اساتذہ کے لیے نمبر 3

3- اگر میسر آئے تو ادا جعفری کی خود نوشت جو رہی سو بے خبر رہی سے اقتباسات پڑھ کر طلبہ کو سنائے جائیں۔

جواب: اساتذہ کرام سکول کی لائبریری سے ادا جعفری کی خود نوشت "جو رہی سو بے خبر رہی" حاصل کریں اور طلبہ کو اس میں سے چیدہ چیدہ اقتباسات پڑھ کر سنائیں اور ان کی وضاحت بھی کریں۔

4- ادا جعفری کے مجموعہ کلام "غزالاں تم تو واقف ہو" سے کم از کم دو اور غزلیں طلبہ کو سنائی جائیں۔

جواب: دیکھیے سرگرمی نمبر 2

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِنظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) یہ فخر ہے کہ ہم ترے ساتھ چلے ہیں:
(i) دو چار قدم (ii) صبح سے شام تک
(iii) شانہ بشانہ (iv) ہر دم

(ب) جلنا تو مقدر ہے:
(i) لکڑیوں کا (ii) دل کا
(iii) چراغوں کا (iv) حاسدوں کا

(ج) آداب کے سانچے میں ڈھلے ہیں:
(i) خیالات (ii) احساسات
(iii) محسوسات (iv) جذبات

(د) ستارے ڈوبے ہیں:
(i) سرِ شام (ii) آدھی رات کو
(iii) صبح صبح (iv) مقدر کے

(ہ) جو کڑی دھوپ کے تیور جھیل گئے وہ چلے ہیں:
(i) دہکتی آگ سے (ii) تند خیالات سے
(iii) خنک چھاؤں میں (iv) بادِ گری سے

(و) بقول شاعر، ہم چال چلے ہیں:
(i) دوستوں سے (ii) زمانے سے
(iii) رقیبوں سے (iv) گردشِ دوراں سے

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(i)	(ب)	(iii)	(ج)	(iv)	(د)	(i)
(ہ)	(iii)	(و)	(iv)				

آئینہ اُردو لازمی
حصہ نظم
○ مرکزی خیال
○ سبق کا خلاصہ
○ اشعار کی تشریح
○ مشقی سوالات و جوابات

میر انیس

(1874ء-1800ء)

میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت

تدریسی مقاصد

- ◉ طلبہ کو واقعہ کربلا سے آگاہ کرنا
- ◉ طلبہ کو کربلا کے موسمی حالات سے واقفیت دلانا
- ◉ طلبہ کو مرثیہ نویسی سے متعارف کروانا
- ◉ طلبہ کو شاعری کی صنف مسدس سے آگاہ کرنا
- ◉ طلبہ کو نظم میں منظر نگاری کے عنصر سے واقفیت کروانا
- ◉ طلبہ کو میر انیس کی شاعری کے بارے میں معلومات دینا
- ◉ طلبہ کو میر انیس کے حالاتِ زندگی سے آگاہ کرنا

شاعر کے حالاتِ زندگی

میر ببر علی انیس میر خلیق کے بیٹے تھے۔فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ان کے مورث اعلیٰ میر امامی شاہجہان کے عہد میں ہرات سے آئے اور دہلی میں آباد ہو گئے۔ شاہجہان نے سہ ہزاری منصب عطا کیا۔ سلطنت مغلیہ کے دور زوال میں میر امامی کے پوتے میر غلام حسین ضاحک اپنے فرزند میر حسن کو، جن کی عمر دس بارہ سال تھی ساتھ لے کر فیض آباد پہنچے۔ جب مرکزِ حکومت لکھنؤ منتقل ہوا تو میر ضاحک اور میر حسن کی آمدورفت لکھنؤ میں شروع ہوگئی۔ میر حسن کے تین بیٹے تھے ان میں سے ایک میر خلیق تھے۔ میر انیس انہی کے فرزند تھے۔ میر انیس بیالیس سال کے تھے کہ اپنے چھوٹے بھائی انس کے ہمراہ مستقل طور پر لکھنؤ آ گئے۔

میر انیس نے اپنے والد کے سایۂ عاطفت میں تعلیم و تربیت پائی۔ ابتدائی کتابیں مولوی حیدر علی اور صدر مفتی میر عباس سے پڑھی تھیں۔ ورزش کے بہت شائق تھے اور فن سپہ گری اور شہ سواری میں بھی مہارت حاصل کی۔ یہ معلومات جنگ کے مناظر وغیرہ دکھانے میں بہت کار آمد ثابت ہوئیں۔ حسنِ تناسب کا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ اپنی خاندانی عزت پر بڑا فخر تھا اور خودداری اور عزتِ خاندانی کا ہمیشہ خیال رہتا تھا۔ بہت وضعدار تھے اور ملنے جلنے میں رکھ رکھاؤ کا بہت خیال رکھتے تھے۔ شاہوں سے بھی باوقار انداز میں ملتے تھے۔ کسی کی تعریف یا لالچ میں ایک حرف زبان سے نہیں کہا۔ البتہ مدح آل رسول ﷺ میں ہدیہ قبول کر لیتے تھے۔

میر انیس کو شاعری ورثے میں ملی تھی۔ ان کے والد میر خلیق بھی شاعر تھے۔ دادا نامور مثنوی نگار میر حسن اور پردادا مشہور ہجوگو میر ضاحک تھے۔ یوں یہ سلسلہ پانچویں پشت تک جا پہنچتا ہے۔ انیس خود فخریہ کہتے ہیں ؎

؎ عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں
پانچویں پشت ہے شبیرؑ کی مداحی میں

لکھنؤ آنے کے بعد میر انیس لکھنؤ کے شاعرانہ ماحول سے بہت متاثر ہوئے اور شعر کہنے لگے۔ شاعری کا آغاز غزل گوئی سے کیا لیکن والد کے کہنے پر وہ اپنی خاندانی صنف مرثیہ گوئی پر مائل ہو گئے۔ ان دنوں لکھنؤ میں مرزا سلامت علی دبیر کو مرثیہ گوئی کا امام تسلیم کیا جاتا تھا' ان کے ہوتے ہوئے مرثیہ گوئی میں میر انیس کا ایسے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہو جانا ان کی فطری صلاحیت اور شاعرانہ کمال کا بین ثبوت ہے۔ زوالِ لکھنؤ کے بعد عظیم آباد، پٹنہ اور حیدرآباد دکن بھی گئے اور بڑی قدر دانی ہوئی۔ 1874ء میں لکھنؤ میں وفات پائی۔

میر انیس ایک خوش الحان شاعر تھے۔ ان کا مرثیہ پڑھنے کا انداز سامعین پر ایک خاص وجد سا طاری کر دیتا تھا اور ان کے دل ودماغ پر گہرا اثر چھوڑتا تھا۔ آپ

صاحبِ مطالعہ آدمی تھے۔ عربی اور فارسی میں خاص استعداد حاصل کر چکے تھے۔ قرآن وحدیث کے مطالعے سے بھی خاص لگاؤ تھا۔ ان کی ذاتی اور شاعرانہ خوبیوں نے میر انیس کو بہت جلد بہت مقبول بنا دیا۔

مرکزی خیال

اس مرثیے میں میر ببر علی انیس نے کربلا کے میدان میں گرمی کی شدت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ آسمان سے آگ برس رہی تھی اور زمین تنور کی طرح تپی ہوئی تھی۔ انسان تو انسان جانور بھی اس گرمی سے پریشان تھے یہاں تک کہ درختوں کے پتے بھی اس گرمی میں مرجھا گئے تھے۔ غرض میر انیس نے مبالغہ آرائی کی حد تک گرمی کی شدت کا ذکر کیا ہے۔

خلاصہ

جنگ کے دن بہت زیادہ گرمی تھی۔ اس کا بیان مشکل تھا۔ ڈر تھا کہ زبان شمع کی طرح جلنے نہ لگے۔ میدانِ جنگ کا رنگ سرخ تھا اور آسمان کا زرد۔ آسمان سے آگ برس رہی تھی۔

سورج کی تپش اتنی زیادہ تھی کہ دن کا رنگ رات کی مانند لگ رہا تھا اور نہرِ علقمہ بھی خشک ہو گئی تھی۔ دریائے فرات کا پانی بھی کھولا ہوا سا لگ رہا تھا۔

گرمی کی شدت اتنی زیادہ تھی کہ مچھلیاں سمندر کی سب سے نچلی تہ سے جا لگی تھیں، ہرن سست اور چیتے سیاہ ہو گئے تھے۔ پتھر موم کی طرح پگھل رہے تھے۔ پھول اپنی رنگت کھو چکے تھے اور کنوؤں کا پانی بھی نیچے چلا گیا تھا۔

دور دور تک کہیں کسی درخت پر پھل پھول نظر نہ آتا تھا۔ ہر شاخ سوکھی ہوئی تھی۔ پتے زرد ہو چلے تھے۔

شیر اور ہرن اپنے ٹھکانے میں چھپے ہوئے تھے اتنی زیادہ گرمی تھی کہ اگر کوئی دانہ

ختم نبوت ﷺ زندہ باد　　　　عظمت صحابہ زندہ باد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

معزز ممبران: آپ کا وٹس ایپ گروپ ایڈمن "**اردو بکس**" آپ سے مخاطب ہے۔

آپ تمام ممبران سے گزارش ہے کہ:

- گروپ میں صرف PDF کتب پوسٹ کی جاتی ہیں لہذا کتب کے متعلق اپنے کمنٹس / ریویوز ضرور دیں۔ گروپ میں بغیر ایڈمن کی اجازت کے کسی بھی قسم کی (اسلامی وغیر اسلامی، اخلاقی، تحریری) پوسٹ کرنا سختی سے منع ہے۔
- گروپ میں معزز، پڑھے لکھے، سلجھے ہوئے ممبرز موجود ہیں اخلاقیات کی پابندی کریں اور گروپ رولز کو فالو کریں بصورت دیگر معزز ممبرز کی بہتری کی خاطر ریموو کر دیا جائے گا۔
- کوئی بھی ممبر کسی بھی ممبر کو انباکس میں میسیج، مس کال، کال نہیں کرے گا۔ رپورٹ پر فوری ریموو کر کے کاروائی عمل میں لائے جائے گی۔
- ہمارے کسی بھی گروپ میں سیاسی و فرقہ واریت کی بحث کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔
- اگر کسی کو بھی گروپ کے متعلق کسی قسم کی شکایت یا تجویز کی صورت میں ایڈمن سے رابطہ کیجئے۔
- سب سے اہم بات:

گروپ میں کسی بھی قادیانی، مرزائی، احمدی، گستاخِ رسول، گستاخِ امہات المؤمنین، گستاخِ صحابہ و خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین، گستاخ اہلبیت یا ایسے غیر مسلم جو اسلام اور پاکستان کے خلاف پراپیگنڈا میں مصروف ہیں یا ان کے روحانی وذہنی سپورٹرز کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے لہذا ایسے اشخاص بالکل بھی گروپ جوائن کرنے کی زحمت نہ کریں۔ معلوم ہونے پر فوراً ریموو کر دیا جائے گا۔

- تمام کتب انٹرنیٹ سے تلاش / ڈاؤنلوڈ کر کے **فری آف کاسٹ** وٹس ایپ گروپ میں شیئر کی جاتی ہیں۔ جو کتاب نہیں ملتی اس کے لئے معذرت کر لی جاتی ہے۔ جس میں محنت بھی صَرف ہوتی ہے لیکن ہمیں آپ سے صرف دعاؤں کی درخواست ہے۔
- عمران سیریز کے شوقین کیلئے علیحدہ سے عمران سیریز گروپ موجود ہے۔
- **لیڈیز کے لئے الگ گروپ کی سہولت موجود ہے جس کے لئے ویریفکیشن ضروری ہے۔**
- اردو کتب / عمران سیریز یا سٹڈی گروپ میں ایڈ ہونے کے لئے ایڈمن سے وٹس ایپ پر بذریعہ میسیج رابطہ کریں اور جواب کا انتظار فرمائیں۔ برائے مہربانی اخلاقیات کا خیال رکھتے ہوئے موبائل پر کال یا ایم ایس کرنے کی کوشش ہر گز نہ کریں۔ ورنہ گروپس سے تو ریموو کیا ہی جائے گا بلاک بھی کیا جائے گا۔

نوٹ: ہمارے کسی گروپ کی کوئی فیس نہیں ہے۔ سب فی سبیل اللہ ہے

0306-7163117	0343-7008883	0333-8033313
محمد سلمان سلیم	پاکستان زندہ باد	راؤ ایاز

پاکستان زندہ باد　　　　پاکستان پائندہ باد

اللہ تبارک تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو

زمین پر گرتا تو وہ بھن جاتا۔

ہوا کے بگولوں پر آگ کا گمان ہوتا تھا۔ پانی کے بلبلے آگ کے شعلوں کی طرح لگ رہے تھے۔ مگرمچھوں کی جان بھی لبوں پر آئی ہوئی تھی۔ اتنی گرمی تھی کہ مچھلی تک بھن جاتی تھی۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
لُو	تیز گرم ہوا	آفتاب	سورج
حدت	تپش	تاب و تب	چمک دمک
حباب	بُلبلہ	کھولنا	اُبلنا
شجر	درخت	برگ	پتّا
نخل	چھوٹا پودا	چنار	سرخ پھولوں والا ایک درخت
زیست	زندگی	مدقوق	دق کا مریض
کچھار	شیر کا مسکن	آہو	ہرن
مہر	سورج	مُکدّر	میلا، ناراض
غبار	گرد، خاک اُڑنا	گردوں	آسمان
تپ	بخار، گرمی	مُضطرب	بے چین
گرداب	بھنور، پانی کا چکر	شعلۂ جوالہ	وہ شعلہ جس کو جلا کر گول چکر کی صورت میں گھماتے ہیں
گمان	خیال	نہنگ	مگرمچھ
ماہی	مچھلی	سبزہ زار	ہرا بھرا میدان
شدت	زیادتی	کباب	کنایۃً جلا بھنا

اشعار کی تشریح

بند نمبر: 1

گرمی کا روزِ جنگ کی کیوں کر کروں بیاں
ڈر ہے کہ مثلِ شمع نہ جلنے لگے زباں
وہ لُو کہ الحذر، وہ حرارت کہ الاماں
رَن کی زمیں تو سرخ تھی اور زرد آسماں
آبِ خنک کو خلق ترستی تھی خاک پر
گویا ہوا سے آگ برستی تھی خاک پر

حلِ لغت

مثلِ شمع: شمع کی طرح۔ الحذر: خدا کی پناہ۔ الامان: خدا کی پناہ، رحم، امن۔ حرارت: گرمی۔ رَن: بڑی جنگ، میدانِ جنگ۔ آبِ خنک: ٹھنڈا پانی۔ مخلوق: لوگ

مفہوم: جنگ کے دن کی گرمی کا کیا حال بیان کروں۔ ڈر ہے کہ زبان کہیں شمع کی مانند جلنے نہ لگے۔ اتنی تیز گرم ہوا کہ خدا کی پناہ۔ میدانِ جنگ گرمی سے سرخ تھا اور آسمان کا رنگ زرد تھا۔ زمین پر لوگ ٹھنڈے پانی کو ترس رہے تھے اور ہوا سے گویا زمین پر آگ برس رہی تھی۔

تشریح: شاعر میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ایک تو یہ ملک عرب کا ریگستان تھا جس کی گرمی محتاجِ بیان نہیں اور پھر یہ جنگ کا دن تھا۔ ظاہر ہے کہ جنگ کی وجہ سے گرمی کی شدت کچھ اور بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے میں گرمی کی اس شدت کو بیان نہیں کر سکتا۔ میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں گرمی کی اس شدت کو بیان کر سکوں بس یہ سمجھ لیں کہ ایک کریلا اور دوسرا نیم چڑھا والی بات ہے۔ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ میری زبان گرمی کی

شدت اور صحیح کیفیت بیان کرتے ہوئے شمع کی مانند جلنے نہ لگے۔ میدانِ جنگ میں اس قدر لُو چل رہی تھی کہ انسان بے اختیار خدا کی پناہ طلب کرنے لگے۔ میدانِ جنگ کی زمین گرمی کی شدت سے تپ کر تانبے کی طرح سرخ ہو چکی تھی۔ گرمی اس قدر شدید تھی کہ آسمان بھی اس کی شدت سے محفوظ نہیں تھا بلکہ وہ بھی زرد پیلا دکھائی دے رہا تھا۔ زمین پر اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور لوگ ٹھنڈے پانی کو ترس رہے تھے۔ انھیں گرمی کی شدت میں اپنی پیاس بجھانے کے لیے ٹھنڈا پانی نہیں ملتا تھا جس سے وہ بہت بے تاب اور بے حال ہو رہے تھے۔ گرمی کی شدت کی یہ کیفیت تھی کہ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے ہوا سے زمین پر آگ برس رہی ہو۔

بند نمبر:2 وہ لُو ، وہ آفتاب کی حِدت ، وہ تاب و تب
کالا تھا رنگ دھوپ سے دن کا مثالِ شب
خود نہرِ علقمہ کے بھی سوکھے ہوئے تھے لب
خیمے جو تھے حبابوں کے ، تپتے تھے سب کے سب
اُڑتی تھی خاک ، خشک تھا چشمہ حیات کا
کھولا ہوا تھا دھوپ سے پانی فرات کا

حلِ لغت

لُو: تیز گرم ہوا۔ آفتاب: سورج۔ حدت: تپش۔ تاب و تب: چمک دمک۔ مثالِ شب: رات کی مانند۔ لب: ہونٹ۔ حباب: بلبلہ۔ حیات: زندگی۔ کھولا ہوا: اُبلا ہوا

مفہوم: میدانِ کربلا میں تیز لو چل رہی تھی۔ سورج تپا ہوا تھا۔ اس تپش کی وجہ سے دھوپ کا رنگ رات کی طرح سیاہ ہو چکا تھا۔ نہرِ علقمہ کے ہونٹ بھی خشک

تھے۔ پانی کے بلبلے جو خیموں کی مانند تھے وہ بھی تپے ہوئے تھے۔ ہر طرف خاک اُڑ رہی تھی۔ زندگی مفقود تھی اور دھوپ کی وجہ سے دریائے فرات کا پانی بھی اُبلا ہوا تھا۔

تشریح: میر انیس کربلا کے میدان میں گرمی کی شدت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جنگ کے دن کربلا کے میدان میں بہت تیز گرم ہوا چل رہی تھی۔ سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ سورج کی دھوپ میں بہت زیادہ تپش تھی۔ جس طرح دیر تک آگ پر رکھی ہوئی چیز جل کر سیاہ ہو جاتی ہے اسی طرح تیز دھوپ کی وجہ سے دن پر بھی رات کا گماں ہوتا تھا۔ دھوپ کا رنگ شدت تپش سے کالا پڑ گیا تھا۔ اس وقت ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے خود علقمہ نہر کو بھی پیاس لگی ہوئی ہو۔ اس کے پانی میں بننے والے بلبلے سب کے سب تپے ہوئے تھے۔ ہر طرف خاک اُڑ رہی تھی۔ ایسے میں زندگی بے جان سی ہو کر رہ گئی تھی۔ گرمی کی شدت نے زندگی سے مایوس کر دیا تھا۔ اس گرمی کی شدت سے دریائے فرات کا پانی بھی اُبلا ہوا سا لگ رہا تھا۔

بند نمبر 3:

جھیلوں سے چار پائے نہ اٹھتے تھے تا بہ شام
مسکن میں مچھلیوں کے سمندر کا تھا مقام
آہو جو کاہلے تھے تو چیتے سیاہ فام
پتھر پگھل کے رہ گئے تھے مثلِ مومِ خام
سرخی اڑی تھی پھولوں سے، سبزی گیاہ سے
پانی کنوؤں میں اترا تھا سائے کی چاہ سے

حلِ لغت

چار پائے: چار پیروں والے جانور۔ مسکن: رہنے کی جگہ۔ آہو: ہرن۔ کاہلے:

کاہل، سست۔ سیاہ فام: کالی رنگت والے۔مثل: مثال، کسی کی مانند ہونا۔ خام: کچا۔ گیاہ: گھاس پھونس۔ چاہ: چاہت، کنواں

مفہوم: چار پائے شام تک جھیلوں سے نہ اٹھتے تھے۔ مچھلیوں کے مسکن میں سمندر کا مقام تھا۔ ہرن سست تھے اور چیتے گرمی کی وجہ سے سیاہ لگ رہے تھے۔ پتھر بھی موم کی طرح پگھل گئے تھے۔ پھولوں کا سرخ رنگ اڑ گیا تھا اور گھاس سے سبزی ختم ہوگئی تھی۔ پانی بھی سایہ تلاش کرنے کنویں میں نیچے چلا گیا تھا۔

تشریح: کربلا کے میدان میں گرمی کی شدت کو بیان کرتے ہوئے میر انیس کہتے ہیں کہ جانور گرمی کی شدت سے بے حال تھے۔ جو جانور پانی میں رہ سکتے تھے، وہ پانی سے باہر ہی نہ نکلتے تھے۔ شام تک وہ پانی ہی میں رہتے۔ جب شام کے وقت سورج کی حدت ذرا کم ہوتی تک کہیں جا کر وہ پانی سے باہر آنے کا قصد کرتے۔ مچھلیاں جو سمندر میں رہتی تھیں، وہ بھی سطح آب پر آنے سے کتراتی تھیں۔ سطح کا پانی آگ کی طرح کھولا ہوا تھا۔ مچھلیاں سمندر کی تہ میں چلی گئی تھیں تاکہ وہ گرمی کی شدت سے بچ سکیں۔ اس گرمی نے کسی کو بھی نہ چھوڑا تھا۔ ہر وقت چوکڑیاں بھرتے رہنے والے ہرن سست اور ڈھال ہو چکے تھے۔ ان سے ایک قدم اٹھانا بھی محال تھا۔ گرمی نے ان کا برا حال کر دیا تھا۔ چیتے بھی اس گرمی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ان کا رنگ سیاہ پڑ گیا تھا۔ وہ بھی نیم جاں ہو گئے تھے۔ دھوپ کی تیزی کی وجہ سے ان کا رنگ و روپ بھی سیاہ پڑ گیا تھا۔ اتنی شدید گرمی تھی کہ پتھر بھی موم کی طرح پگھل رہے تھے۔ یہاں میر انیس بہت زیادہ مبالغہ آرائی سے کام لے رہے ہیں۔ درحقیقت پتھر دھوپ کی وجہ سے صرف گرم ہوئے تھے لیکن وہ کہہ رہے ہیں کہ اتنی شدید گرمی تھی کہ پتھر بھی موم کی طرح پگھل رہے تھے۔ مبالغہ آرائی کی انتہا ہے، لیکن شعر میں زور پیدا کرنے کے لیے انھوں نے اس طرح کی مبالغہ آرائی سے کام

لیا ہے۔ اصل میں یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ بہت زیادہ گرمی تھی۔ بہار کے موسم میں سرخ سرخ پھول اپنی خوشنمائی سے باغ کو رونق بخشتے ہیں۔ اس گرمی میں پھولوں کا سرخ رنگ بھی اُڑ گیا تھا۔ سورج کی تپش نے پھولوں کی چمک کو ماند کر دیا تھا۔ گھاس پھونس بھی سوکھ کر پیلی رنگت اختیار کر چکی تھی۔ اصل میں گھاس کا رنگ سبز ہوتا ہے جو آنکھوں کو بڑا بھلا معلوم ہوتا ہے مگر دھوپ نے اس کی تازگی چھین لی تھی۔ سبزی پیلاہٹ میں تبدیل ہو چکی تھی۔ کنوؤں کا پانی نیچے چلا گیا تھا۔ اس کی اصل وجہ تو یہ ہے کہ زیرِ زمین پانی کم ہو گیا تھا جس کی وجہ سے کنوؤں کا پانی نیچے چلا گیا تھا لیکن میر انیس کہتے ہیں کہ سائے کی چاہت میں پانی نیچے چلا گیا۔

بند نمبر 4:

کوسوں کسی شجر میں نہ گل تھے نہ برگ و بار
ایک ایک نخل جل رہا تھا صورتِ چنار
ہنستا تھا کوئی گل ، نہ لہکتا تھا سبزہ زار
کانٹا ہوئی تھی سوکھ کے ہر شاخ بار دار
گرمی یہ تھی کہ زیست سے دل سب کے سرد تھے
پتے بھی مثلِ چہرۂ مدقوق زرد تھے

حلِ لغت

کوسوں: میلوں (ایک کوس ڈیڑھ میل کے برابر ہوتا ہے) شجر: درخت۔ گل: پھول۔ برگ: پتا۔ نخل: چھوٹا پودا۔ چنار: سرخ پھولوں والا ایک درخت۔ بار: پھل۔ زیست: زندگی۔ مثل: مانند، طرح۔ مدقوق: دق کا مریض

مفہوم: میلوں تک کسی درخت پر پھل پھول نہ تھے۔ ہر پودا چنار کی طرح جل رہا تھا۔ کہیں کوئی پھول نہیں کھلا تھا۔ ہر پھل دار شاخ سوکھ کر کانٹا بن گئی تھی۔ ہر کوئی زندگی سے بے زار تھا۔ درختوں کے پتے بھی دق کے مریضوں کے زرد چہروں

کی طرح تھے۔

تشریح: کربلا کے میدان میں درخت تو موجود تھے مگر دور دور تک کوئی درخت ایسا دکھائی نہ دیتا تھا جو پھلوں، پھولوں یا پتوں سے ہرا بھرا ہو۔ ٹنڈ منڈ درختوں پر جب سورج کی شعاعیں پڑتیں تو دیکھنے والے کو یوں محسوس ہوتا جیسے جنگل میں آگ لگی ہوئی ہو اور ہر پودا اس آگ میں جل رہا ہو بالکل اسی طرح جیسے چنار کے درخت اپنے سرخ پھولوں کی وجہ سے یوں دکھائی دیتے ہیں جیسے ان میں آگ لگی ہوئی ہو۔ پھول پژمردہ ہو چکے تھے۔ سبزہ زار میں بھی کوئی رونق نہیں تھی۔ جو شاخیں کبھی پھلوں سے لدی پھندی نظر آتی تھیں، آج وہ گرمی کی شدت سے سوکھ کر کانٹا بن گئی تھیں۔ اس شدید گرمی میں لوگ جینے سے بے زار ہو چکے تھے۔ ان کی دلی امنگیں، جوش اور ولولے سرد پڑ چکے تھے۔ گرمی کی وجہ سے درختوں کے پتے کملا گئے تھے۔ وہ پتے جو کبھی سرسبز وشاداب تھے، ان میں پیلاہٹ آ گئی تھی اور وہ اس طرح لگ رہے تھے جیسے دق کا مارا ہوا کوئی مریض ہو۔ دق کے مریض کا چہرہ بھی خون کی کمی کی وجہ سے پیلا پڑ جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ گرمی کی شدت نے ہرے بھرے پتوں کو بھی زرد کر دیا تھا۔ ان کی تازگی ختم ہو گئی تھی۔ ان میں زندگی کی رمق [illegible] تھی۔ گرمی کی شدت سے سب کا ہی بُرا حال تھا۔

بند نمبر 5:

شیر اٹھتے تھے نہ دھوپ کے مارے کچھار سے
آہو نہ منہ نکالتے تھے سبزہ زار سے
آئینہ مہر کا تھا مکدر غبار سے
گردوں کو تپ چڑھی تھی زمیں کے بخار سے
گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر
بھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر

www.down

حل لغت

کچھار: شیر کا مسکن۔ آہو: ہرن۔ سبزہ زار: ہرا بھرا میدان۔ مہر: سورج۔ مکدر: میلا۔ گردوں: آسمان۔ تپ: بخار۔ مضطرب: بے چین، پریشان

مفہوم: دھوپ کے مارے شیر اپنی کچھار سے باہر نہ نکلتے تھے۔ سبزہ زار میں آہو بھی گرمی سے ہانپ رہے تھے۔ سورج کی دھوپ گرد سے میلی ہو رہی تھی، آسمان کو زمین کی گرمی کی وجہ سے بخار ہو گیا تھا۔ ساری دنیا گرمی سے پریشان تھی۔ اگر کوئی دانہ زمین پر گرتا تو وہ بھن جاتا۔

تشریح: گرمی کی شدت کی یہ کیفیت تھی کہ شیر جیسے درندے بھی تیز دھوپ کی وجہ سے اپنے ٹھکانوں کو نہ چھوڑتے تھے بلکہ وہ وہیں دبکے پڑے ہوئے تھے حالاں کہ شیر جیسے درندے اکثر شکار کی تلاش میں اِدھر اُدھر گھومتے رہتے ہیں۔ اسی طرح ہرن بھی ہرے بھرے میدانوں سے منھ باہر نہیں نکالتے تھے۔ گرمی کی شدت سے وہ بھی بے حال ہو رہے تھے۔ سورج جو ایک صاف شفاف اور روشن آئینے کی طرح چمکتا ہے، گرمی کی شدت اور گرد و غبار کی وجہ سے وہ بھی میلا اور گدلا ہو چکا تھا۔ گویا سورج نے اپنا منھ گرد و غبار میں چھپا لیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زمین کے گرم بخارات سے آسمان کو تیز بخار چڑھ گیا ہو۔ گویا زمین کی سخت گرمی کا اثر آسمان تک جا پہنچا تھا۔ وہ بھی اس گرمی سے محفوظ نہ تھا۔ اس طرح زمین اور آسمان دونوں گرمی سے تپ رہے تھے جس کے نتیجے میں لوگوں کا بُرا حال تھا۔ ہر کوئی زندگی سے بے زار نظر آ رہا تھا۔ زمین کا فرش تنور کی طرح گرم تھا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اناج کا جو دانہ اس تپتے ہوئے فرش پر گرتا تھا وہ جل بھن جاتا تھا۔ گویا اسے کسی بھٹی میں ڈال دیا گیا ہو۔ یہ مبالغے کی انتہا ہے۔

بند نمبر 6:

گرداب پر تھا شعلۂ جوالہ کا گماں
انگارے تھے حباب تو پانی شرر فشاں
مُنھ سے نکل پڑی تھی ہر اک موج کی زباں
تہ پر تھے سب نہنگ، مگر تھی لبوں پہ جاں
پانی تھا آگ، گرمیٔ روزِ حساب تھی
ماہی جو سیخِ موج تک آئی، کباب تھی

حل لغت

گرداب: بھنور، پانی کا چکر۔ شعلۂ جوالہ: آگ کا دائرہ۔ انگارے: آگ کے دہکتے ہوئے ٹکڑے۔ حباب: بلبلہ۔ شرر فشاں: چنگاریاں برسانے والا۔ تہ: نچلا حصہ۔ نہنگ: مگرمچھ۔ روزِ حساب: قیامت کا دن۔ ماہی: مچھلی

مفہوم: بھنور پر جلتے ہوئے شعلے کا خیال گزرتا تھا۔ بلبلے انگاروں کی طرح تھے اور پانی آگ برسا رہا تھا۔ ہر ایک موج کی زبان منھ سے نکلی ہوئی تھی۔ مگرمچھ پانی کی تہ میں تھے مگر ان کی جان بھی لبوں پر آئی ہوئی تھی۔ پانی آگ بنا ہوا تھا اور گرمی قیامت جیسی تھی۔ اگر کوئی مچھلی پانی کی سطح تک آتی تو کباب کی طرح بھن جاتی تھی۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ پانی میں جو بھنور بنتا ہے وہ ایسے لگ رہا تھا جیسے کسی نے آگ کا شعلہ جلا کر اسے چکر دے دیے ہوں اور وہ اپنی تپش چاروں طرف پھیلا رہا ہو۔ پانی میں جو بلبلے بنتے تھے وہ بھی کسی دہکتے ہوئے انگارے سے کم نہیں تھے۔ دریا کا پانی بھی آگ برسا رہا تھا۔ گویا بہت ہی زیادہ گرمی تھی۔ دریا کی موجیں بھی پریشان تھیں۔ دریا میں موجود مگرمچھ اگرچہ پانی کی تہ میں لیٹے ہوئے تھے لیکن اس کے باوجود وہ گرمی کی شدت سے متاثر تھے کیوں کہ اس گرمی کی وجہ سے پانی آگ کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے

قیامت آ گئی ہو۔ پانی میں موجود مچھلیاں بھی پریشان تھیں۔ اگر وہ پانی کی گرمی سے گھبرا کر سطحِ آب پر آتیں تو وہاں گرمی کا زور اور زیادہ ہوتا اور وہ گرمی کی شدت سے جل بھن کر کباب ہو جاتیں۔ یہاں بھی میر انیس مبالغہ آرائی سے کام لے رہے ہیں۔ ان کا مقصد گرمی کی شدت کو بیان کرنا ہے۔ گرمی کی ایسی حالت میں بھی اسلام کی سربلندی کے لیے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ کسی بھی قسم کے حالات انھیں حق کی راہ سے ہٹا نہ سکے۔ انھوں نے جان دے دی لیکن باطل کو حق کہنے پر رضامند نہ ہوئے۔

تبصرہ

میر انیس ایک مرثیہ گو شاعر ہیں۔ انھوں نے اس مرثیے میں کربلا کے میدان میں گرمی کی شدت کو بیان کیا ہے۔ ہر جان دار گرمی سے متاثر تھا۔ درخت سوکھ کر کانٹا بن گئے تھے۔ درخت پھلوں سے خالی تھے۔ جانور پانی کے قریب رہنا پسند کر رہے تھے۔ پرندے سائے کی تلاش میں چھپتے پھر رہے تھے۔ آنکھیں کھولنا محال تھا۔ شیر اپنی کچھار سے باہر آنا پسند نہیں کرتے تھے۔ مگر مچھ گرمی کی شدت سے بچنے کے لیے دریا کی تہ میں چلے گئے تھے لیکن ان سب باتوں کے باوجود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اسلام کی سربلندی کے لیے کربلا کے میدان میں جنگ لڑ رہے تھے۔

حل مشقی سوالات

1- مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) میر انیس نے پہلے بند میں زبان کو کس چیز سے تشبیہ دی ہے؟

جواب: شاعر نے کہا ہے کہ کہیں میری زبان شمع کی طرح جلنے نہ لگے کیوں کہ میں کربلا کی گرمی کی شدت کو بیان کرنے جا رہا ہوں۔ اس طرح شاعر نے زبان کو شمع

سے تشبیہ دی ہے۔

(ب) دوسرے بند میں نہر کے "لب" سے کیا مراد ہے؟

جواب: دوسرے بند میں نہر کے "لب" سے مراد نہر کے دونوں کنارے ہیں۔ جس طرح انسان کے لب ہوتے ہیں اسی طرح نہر کے دونوں کناروں کو اس نے لبوں سے تشبیہ دی ہے۔ پیاس کی شدت سے ہونٹ خشک ہو جاتے ہیں اسی طرح گرمی کی شدت سے نہر علقمہ کے کنارے خشک ہو چکے تھے۔

(ج) شاعر کے بیان کے مطابق دریائے فرات کے پانی پر دھوپ کا کیا اثر ہوا؟

جواب: شاعر گرمی کی شدت کو بیان کرتے ہوئے مبالغہ آرائی کی حدوں کو چھو رہا ہے۔ شاعر کا کہنا ہے کہ دھوپ کی وجہ سے دریائے فرات کا پانی ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اسے تیز آگ پر رکھ دیا ہو اور یہ ابلنے لگے۔ دھوپ سے دریائے فرات کا پانی ابل رہا تھا۔ یہاں میر انیس مبالغہ آرائی سے کام لے رہے ہیں۔

(د) شاعری میں میر انیس کی وجۂ شہرت کیا ہے؟

جواب: شاعری میں میر انیس کی وجہ شہرت ان کی مرثیہ گوئی ہے۔

(ہ) ہیئت کے اعتبار سے اس نظم (میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت) کو کیا کہیں گے؟

جواب: ہیئت کے اعتبار سے یہ نظم مسدس ہے، مسدس ایسی نظم کو کہتے ہیں جس کے ہر بند میں چھے مصرعے ہوں۔ مسدس کے پہلے چار مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور آخری دو مصرعے بھی ہم قافیہ ہوتے ہیں لیکن یہ قافیے پچھلے چار قافیوں سے الگ ہوتے ہیں۔

۲۔ نظم "میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت" کا متن مدِ نظر رکھ کر درست جواب پر نشان (✓) لگائیں۔

(الف) "میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت" کس شاعر کی تخلیق ہے؟

(i) مرزا دبیر (ii) میر انیس
(iii) مولوی میر حسن (iv) میر خلیق

(ii) نظم "میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت" صنفِ سخن کے لحاظ سے کیا ہے؟

(i) آزاد نظم (ii) قصیدہ
(iii) شہر آشوب (iv) مرثیہ

(ج) شاعر گرمی کی شدت کا ذکر کرتے ہوئے لرزاں ہے کہ:
(i) زبان مثل شمع نہ جل اٹھے (ii) خود اس شدت کا شکار نہ ہو جائے
(iii) بیان سے قاصر ہے (iv) مبالغہ نہ ہو جائے

(د) رن کی زمیں میں سرخ تھی اور آسماں تھا:
(i) سبز (ii) نیلا
(iii) زرد (iv) سرخ

(ہ) زمین پر خلقِ خدا کس چیز کو ترس رہی تھی؟
(i) پانی کو (ii) آبِ خنک کو
(iii) ٹھنڈی ہوا کو (iv) بادل کے سائے کو

(و) دن کے مثالِ شب سیاہ ہونے کی وجہ کیا تھی؟
(i) آفتاب کی حدت (ii) دھوپ
(iii) تپش (iv) لو

(ز) نہنگوں پر گرمی کا کیا اثر تھا؟
(i) پسینے چھوٹ رہے تھے (ii) بے ہوش تھے
(iii) جان لبوں پر تھی (iv) ہانپ رہے تھے

(iii)	(و)	(i)	(ج)	(iv)	(ب)	(ii)	(الف)
		(iii)	(ز)	(ii)	(د)	(ii)	(ہ)

3- ''میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت'' میں جن جانوروں کا ذکر آیا ہے، ان کے ناموں کی فہرست تیار کیجیے۔

جواب: اس نظم میں درج ذیل جانوروں کے نام آئے ہیں۔
مچھلی، آہو (ہرن) چیتا، شیر، نہنگ (مگرمچھ)۔

4- درج ذیل الفاظ کے مترادف لکھیے۔

آفتاب، مسکن، شجر، آہو، گرداب، ماہی

الفاظ	مترادف
آفتاب	سورج

الفاظ	مترادف
مسکن	رہائش

تھالے بھی نخل کے، سبد گل فروش تھے

وہ دشت وہ نسیم کے جھونکے، وہ سبزہ زار
پھولوں پہ جا بجا، وہ گہر ہائے آب دار
اٹھنا وہ جھوم جھوم کے شاخوں کا، بار بار
بالائے نخل ایک جو بلبل تو گل، ہزار
خواہاں تھے زیب گلشن زہرا جو آب کے
شبنم نے بھر دیے تھے کٹورے گلاب کے

وہ قمریوں کا چار طرف سرو کے، ہجوم
کو کو کا شور، نالۂ حق سرہ کی دھوم
سبحان ربنا کی صدا تھی، علی العموم
جاری تھے وہ جو ان کی عبادت کے تھے رسوم
کچھ گل فقط نہ کرتے تھے، رب علی کی مدح
ہر خار کو بھی نوک زباں تھی، خدا کی مدح

چیونٹی بھی ہاتھ اٹھا کے، یہ کہتی تھی، بار بار
اے دانہ کش ضعیفوں کے رازق، ترے نثار
یاحی یا قدیر کی تھی ہر طرف، پکار
تسبیح تھی کہیں، کہیں تہلیل کردگار
طائر ہوا میں مست، ہرن سبزہ زار میں
جنگل کے شیر گونج رہے تھے کچھار میں

دعائے خلیل علیہ السلام اور نوید مسیحا

-5 مرثیے کی وضاحت کرتے ہوئے مختصراً قصیدے کا ذکر کر کے فرق واضح کیا جائے۔

جواب: ایسی نظم جس میں کسی امیر آدمی یا حاکم وقت کی شان لکھی جائے اسے قصیدہ کہا جاتا ہے۔ قصیدے میں شخصی اوصاف بیان کیے جاتے ہیں، جن میں مبالغہ آرائی بھی ہوتی ہے۔ مرزا رفیع سودا کا نام شاعری کے میدان میں نمایاں ہے۔ ان کی غزل گوئی کو بعض لوگ ان کے قصائد کے مقابلے میں کم تر درجہ دیتے ہیں۔ اگر چہ ان کے ہاں مثنوی اور غزل ملتی ہے مگر سودا کا مزاج اور ماحول قصیدے کا تھا۔ انھوں نے بزرگانِ دین کی مدح کے علاوہ اپنے زمانے کے رئیسوں اور امیروں کی شان میں قصیدے لکھے۔ وہ اردو کے پہلے شاعر ہیں جنھوں نے قصیدہ نگاری کو باقاعدہ فن کی حیثیت سے انتہائی بلندیوں تک پہنچایا۔ انھیں قصیدہ نگاری کا امام سمجھا جاتا ہے۔

مرثیہ میں کسی کی وفات کے بعد اس کی خوبیوں کو اجاگر کیا جاتا ہے جب کہ قصیدے میں زندہ شخص کی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں۔

-6 طلبہ کو میر انیس ہی کا ایک مرثیہ "میدانِ کربلا میں صبح کا منظر" بھی پڑھ کر سنایا جائے۔

جواب: **میدانِ کربلا میں صبح کا منظر**

ٹھنڈی ہوا میں، سبزۂ صحرا کی وہ لہک
شرمائے جس سے، اطلس و زنگاریٔ فلک
وہ جھومنا درختوں کا، پھولوں کی وہ مہک
ہر برگِ گل پہ، قطرۂ شبنم کی وہ جھلک
ہیرے خجل تھے، گوہرِ یکتا نثار تھے
پتے بھی ہر شجر کے، جواہر نگار تھے

وہ نور اور وہ دشت سہانا سا وہ فضا
دراج و کبک و تیہو و طاؤس کی صدا
وہ جوشِ گل، وہ نالۂ مرغانِ خوش نوا
سردی جگر کو بخشتی تھی، صبح کی ہوا
پھولوں سے سبز سبز شجر، سرخ پوش تھے

(i) چہرہ (ii) سراپا (iii) رخصت
(iv) آمد (v) رجز (vi) جنگ
(vii) شہادت (viii) بین (ix) دعا

-2 طلبہ پر واضح کیا جائے کہ میر انیس کے ہاں مبالغہ آرائی موجود ہے۔

جواب: میر انیس ایک بلند پایہ مرثیہ نگار ہیں۔ میر انیس کی عظمت یہ ہے کہ وہ جذبات نگاری، کردار نگاری، منظر نگاری اور واقعہ نگاری میں کمال رکھتے ہیں۔ انھیں خارجی جزئیات اور داخلی واردات دونوں کی تصویر کشی پر بے نظیر قدرت حاصل ہے۔ مناظر قدرت اور رزم و بزم کا رنگ پیش کرتے ہوئے اس کی تمام جزئیات اپنی اپنی جگہ مکمل ہوتی ہیں۔ اس کے باوجود وہ مختلف جگہوں پر مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں جیسے

اڑتی تھی خاک خشک تھا چشمہ حیات کا
کھولا ہوا تھا دھوپ سے پانی فرات کا

یہاں میر انیس گرمی کی شدت کو بیان کرتے ہوئے مبالغے کی حدوں کو چھو رہے ہیں۔ یہ شعر دیکھیے۔

پانی تھا آگ، گرمی روز حساب تھی
ماہی جو سیخ موج تک آئی کباب تھی

-3 طلبہ کو بتایا جائے کہ مسدس نظم میں ہر بند چھے مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

جواب: جس نظم کے ہر بند کے چھے مصرعے ہوں اسے مسدس کہتے ہیں۔ مسدس کے ابتدائی چار مصرعے آپس میں ہم قافیہ ہوتے ہیں جب کہ آخری دو مصرعے اپنے طور پر ہم قافیہ ہوتے ہیں۔

-4 مولانا حالی کی مسدس سے ایک بند پڑھ کر طلبہ کو سنایا جائے۔

جواب: مجھے حالی کی مسدس میں سے یہ بند زیادہ پسند ہے۔

یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت
بڑھا جانب بوقبیس ابر رحمت
ادا خاک بطحا نے کی وہ ودیعت
چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت
ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا

خاص کرم نوازی ہے۔ سردی، گرمی، بہار اور خزاں، ہم ہر قسم کے موسم سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ گرمی کا موسم پاکستان کے بعض علاقوں میں بہت شدید ہوتا ہے۔ عام طور پر گرمی کا موسم مئی سے اگست تک رہتا ہے۔ اگست میں برسات شروع ہو جاتی ہے اور موسم کچھ بہتر ہو جاتا ہے۔ پاکستان کے جن علاقوں میں زیادہ گرمی ہوتی ہے ان میں جیکب آباد، سبی، لورالائی، رحیم یار خاں وغیرہ شامل ہیں۔ جون جولائی کے مہینوں میں پاکستان کے بعض علاقوں میں اتنی شدید گرمی پڑتی ہے کہ کوئی جائے پناہ نظر نہیں آتی۔ اس گرمی میں انسان تو انسان حیوان بھی باہر نکلنے سے کتراتے ہیں۔ لوگ ٹھنڈی جگہوں پر رہنا پسند کرتے ہیں۔ گرمی کے اس موسم میں لُو لگنے کا اندیشہ بھی رہتا ہے، اس لیے اگر باامر مجبوری کہیں گرمی کے موسم میں باہر نکلنا پڑے تو سر کو اچھی طرح ڈھانپ لینا چاہیے۔
گرمی کی شدت سے ہر کوئی پریشان ہوتا ہے مگر یہ موسم بھی اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے۔ اگر گرمی کا موسم نہ ہو تو فصلیں نہ پکیں اور ہمیں پینے کے لیے پانی بھی میسر نہ آئے۔

3- میر انیس نے جو تشبیہات استعمال کی ہیں، ان کی فہرست تیار کریں اور انھیں اپنے جملوں میں استعمال کریں۔

جواب: دیکھیے جواب سوال نمبر 1

<u>اساتذہ کرام کے لیے</u>

1- مرثیہ نگاری کا مختصر تعارف کراتے ہوئے طلبہ کو بتایا جائے کہ اس کی ابتدا عربوں نے کی۔

جواب: مرثیہ عربی زبان کے لفظ ''رثا'' سے نکلا ہے۔ جس کا مطلب حزن و ملال اور ماتم ہے۔ اصطلاحاً اس سے مراد ایسی صنفِ سخن ہے جس میں کسی شخص کے مرنے کے بعد اس کی تعریفیں کی جائیں اور پھر اپنے غم و الم اور جذباتِ غم کا اظہار کیا جائے۔ عام طور پر مرثیہ شہیدانِ کربلا کے لیے لکھا جاتا ہے اور مجالسِ عزا میں پڑھا جاتا ہے۔ مرثیے میں فوت شدگان کے مناقب اور مصائب کا بیان ہوتا ہے۔ علامہ اقبال ؒ نے اپنی والدہ محترمہ کی وفات پر مرثیہ لکھا۔ غالب کی وفات پر مولانا الطاف حسین حالی نے مرثیہ لکھا۔
مرثیے کے مندرجہ ذیل حصے ہوتے ہیں۔

-10　نظم کو غور سے پڑھیں اور ہر بند کے قافیے لکھیں۔

جواب:

(الف)	بیاں	زباں	الاماں	آسماں
(ب)	تب	شب	لب	سب
(ج)	شام	مقام	فام	خام
(د)	بار	چنار	زار	وار
(ہ)	گماں	فشاں	زباں	جاں

سرگرمیاں

-1　میر انیس کی نظم کی خوبیاں اپنی کاپی میں نوٹ کریں:

جواب: میر انیس کی شاعرانہ عظمت کو تمام ناقدانِ فن نے تسلیم کیا ہے۔ان کے مرثیے اعلیٰ شاعری کا نمونہ ہیں۔وہ بڑے سے بڑے واقعے نازک سے نازک خیال اور لطیف سے لطیف کیفیت کو مناسب اور موزوں الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ان کی تشبیہات، استعارے اور تمثیلیں آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہیں۔میر انیس نے جذبات فطرت [illegible] قدرت کی عمدہ تصویریں کھینچی ہیں۔ان کا کلام صنائع وبدائع اور فصاحت وبلاغت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔اخلاقی شاعری کے اعتبار سے بھی میر انیس کے مراثی کا پایا بہت بلند ہے۔

میر انیس کی عظمت یہ ہے کہ وہ جذبات نگاری، کردار نگاری، منظر نگاری اور واقعہ نگاری میں کمال رکھتے ہیں۔انھیں خارجی جزئیات اور داخلی واردات، دونوں کی تصویر کشی پر بے نظیر قدرت حاصل تھی۔مناظر قدرت اور رزم و بزم کا مرقع پیش کرتے ہیں اس کی تمام جزئیات اپنی اپنی جگہ مکمل ہوتی ہیں۔اسی طرح وہ افرادِ مرثیہ کی حیثیت، عمر، صنف اور حالت و مدِ نظر رکھتے ہوئے ان کے جذبات و کیفیات کی ہو بہو تصویر کھینچتے ہیں۔وہ اردو کے چند ممتاز ترین شاعروں میں شمار کیے گئے ہیں اور صنف مرثیہ میں تو اپنی نظیر آپ ہیں اور اپنا ثانی نہیں رکھتے۔

-2　اس نظم کی روشنی میں گرمی کی شدت پر مختصر مضمون لکھ کر استاد صاحب کو دکھائیں۔

جواب:　**گرمی کی شدت**

اللہ تعالیٰ نے ہمارے ملک کو ہر قسم کے موسم عطا کر رکھے ہیں۔یہ اللہ تعالیٰ کی

اصل میں لکڑیوں کو آگ لگانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جل اٹھتی ہیں۔ آگ بذاتِ خود نہیں جلتی بلکہ جلتی لکڑیاں ہیں جن کا نتیجہ آگ ہے۔
گویا ہم آگ (مسبب یا نتیجہ) کا لفظ بول کر اس سے مراد لکڑیاں (سبب) لیتے ہیں۔

8- اس نظم میں سے تشبیہ، استعارہ اور مجاز مرسل الگ کر کے لکھیں۔

جواب: تشبیہ: ڈر ہے کہ مثلِ شمع نہ جلنے لگے زباں

کالا تھا رنگ دھوپ سے دن کا مثال شب
خیمے جو تھے حبابوں کے، تپتے تھے سب کے سب
پتھر پگھل کے رہ گئے تھے مثل موم خام
یخ بھی مثل چہرۂ مدقوق زرد تھے

استعارہ: خود نہر علقمہ کے بھی سوکھے ہوئے تھے لب

اڑتی تھی خاک، خشک تھا چشمہ حیات کا
آئینہ مہر کا تھا مکدر غبار سے
پانی تھا آگ، گرمی روز حساب تھی

مجاز مرسل: رن کی زمیں تو سرخ تھی اور زرد آسماں

گویا ہوا سے آگ برستی تھی خاک پر
مُردوں کو تپ چڑھی تھی زمیں کے بخار سے
ماہی جو سیخ موج تک آئی کباب تھی

9- درج ذیل الفاظ کے متضاد لکھیے:

روز، آفتاب، کانٹا، حیات، سیاہ، سبزہ زار، شرر فشاں

الفاظ	متضاد	الفاظ	متضاد
روز	[illegible]	آفتاب	ماہتاب
کانٹا	پھول	حیات	موت
سیاہ	سفید	سبزہ زار	ریگ زار
شرر فشاں	ٹھنڈا		

بنایا گیا ہے۔

مجازِ مُرسل کی مزید مثالیں

جزو کہہ کر کل مراد لینا

''ہمیں ہر کام بسم اللہ پڑھ کر شروع کرنا چاہیے۔''
اس جملے میں ''بسم اللہ'' دراصل ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کا ایک جزو ہے۔
ہم نے صرف بسم اللہ کہا، لیکن اس سے ہماری مراد یہی ہے کہ پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنی چاہیے نہ کہ صرف ''بسم اللہ''۔

کل بول کر جزو مراد لینا

''میں ہر روز فجر کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہوں۔''
یہاں قرآن کریم کا لفظ کتاب اللہ کے مکمل تیس پاروں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ میں روزانہ تو پورا قرآن مجید نہیں پڑھتا بلکہ اس کا کچھ حصہ پڑھتا ہوں۔ گویا قرآن کریم (کل) بول کر اس کا مخصوص حصہ (جزو) مراد لیا گیا ہے۔

ظرف بول کر مظروف مراد لینا

''شربت بہت مزے دار تھا، میں مسلسل چار گلاس پی گیا۔''
یہاں چار گلاس (ظرف) سے شیشے کے چار گلاس مراد نہیں بلکہ اس میں ڈالا ہوا پانی (مظروف) مراد ہے۔

سبب بول کر مسبب (نتیجہ) مراد لینا

''پیاس نے مجھے نڈھال کر رکھا تھا۔''
حقیقت یہ ہے کہ پیاس کسی کو نڈھال نہیں کرتی بلکہ پیاس کی وجہ سے انسان کو جو کمزوری لاحق ہوتی ہے، وہ اسے نڈھال کرتی ہے۔
گویا پیاس (سبب) بول کر کمزوری (مسبب) یا نتیجہ مراد لیا گیا ہے

مسبب یا نتیجہ بول کر سبب (وجہ) مراد لینا

''چولھے میں آگ جل رہی ہے۔''

استعارے میں مستعارلہ حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہوتا ہے۔
آپ کسی ایک نظم سے استعارے تلاش کر کے لکھیں۔
جواب: استعارے کی مثالیں

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمھیں تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمھیں تو ہو

اس شعر میں تمنا اور دنیا حضرت محمد ﷺ کے لیے استعارہ ہے۔

پھوٹا جو سینۂ شبِ تارِ الست سے
اس نورِ اولیں کا اجالا تمھیں تو ہو

اس شعر میں اجالا حضور ﷺ کے لیے استعارہ ہے۔

گرتے ہوؤں کو تھام لیا جس کے ہاتھ نے
اے تاجدارِ یثرب و بطحا تمھیں تو ہو

اس شعر میں تاجدار حضور ﷺ کے لیے استعارہ ہے۔

دنیا میں رحمتِ دو جہاں اور کون ہے
جس کی نہیں نظیر وہ تنہا تمھیں تو ہو

مجازِ مُرسل

اگر کسی لفظ کو حقیقی کی بجائے مجازی (غیر حقیقی) معنوں میں استعمال کیا جائے اور دونوں میں تشبیہ کے علاوہ کوئی تعلق ہو تو وہ مجازِ مُرسل کہلاتا ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہیں۔

(الف) انسان کی زندگی چار دن کی ہے۔
اس میں جزو بول کر کل مراد لی گئی ہے۔

(ب) حکیم صاحب نے نبض پر ہاتھ رکھ کر مرض کی تشخیص کر دی۔
یہاں کل بول کر جزو مراد لی گئی ہے۔ (نبض پر ہاتھ نہیں تین انگلیاں رکھی جاتی ہیں)

(ج) برسے گا آج خوب دھواں دھار ابر ہے۔
یہاں سبب (ابر) بول کر مسبب (پانی) مراد لیا گیا ہے۔

(د) مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں
یہاں آلہ (زبان) بول کر وہ چیز (بولی) مراد لی گئی ہے جس کے لیے یہ آلہ

چشمۂ حیات	قحط کے دِنوں میں گدلا پانی بھی پیاسوں کے لیے چشمۂ حیات سے کم نہیں۔
برگ و بار	بہار کے موسم میں ہر برگ و بار کھل اٹھتا ہے۔
مدقوق	میں نے ریلوے اسٹیشن پر ایک مدقوق بوڑھے کو پریشان حال دیکھا۔
مضطرب	پرچہ ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے سدرہ بہت مضطرب تھی۔
شرر فشاں	شب برات کے موقع پر سلمان نے شرر فشاں آتش بازی چلائی۔
مکدر	دھند کی وجہ سے کار کا شیشہ بہت مکدر ہو رہا تھا۔
سرگرمیاں	چھٹیوں میں تمھاری کیا سرگرمیاں ہوتی ہیں؟

استعارہ:-

استعارہ کے لفظی معنی ادھار لینا کے ہیں۔ علمِ بیان کی اصطلاح میں جب ہم کسی چیز کے معنی مستعار لے کر دوسری چیز کے لیے استعمال کرتے ہیں تو اسے استعارہ کہتے ہیں جیسے:

ماں نے کہا "میرا چاند سکول سے آ گیا ہے۔"

باپ نے کہا "میرا بیٹا رستم ہے۔"

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے۔

ان جملوں میں بچے کو چاند، بیٹے کو رستم اور بہادر انسان کو شیر کہا گیا ہے۔ یعنی چاند، رستم اور شیر کے الفاظ مستعار لے کر بچے، بیٹے اور بہادر انسان کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔

ارکانِ استعارہ

1- **مستعار لہٗ:** جس کے لیے لفظ مستعار لیا جائے۔ اوپر کی مثالوں میں بچہ، بیٹا اور بہادر انسان (شاعر کا اشارہ حضرت عباسؓ بن علیؓ کی طرف ہے) مستعار لہٗ ہیں۔

2- **مستعار منہٗ:** جس سے لفظ ادھار لیا جائے۔ یہاں چاند، رستم اور شیر مستعار منہٗ ہیں۔

3- **وجہِ جامع:** مستعار لہٗ اور مستعار منہٗ کے مابین مشترک صفت کو وجہِ جامع کہا جاتا ہے۔ اوپر کی مثالوں میں خوب صورتی اور بہادری وجہِ جامع ہیں۔ مستعار لہٗ اور مستعار منہٗ میں تشبیہ کا تعلق ہوتا ہے۔

شجر	درخت	آہو	ہرن
گرداب	بگولا	ماہی	مچھلی

5- نظم کے آخری بند کی تشریح کریں۔

جواب: دیکھیے تشریح

6- قوسین میں دیے گئے الفاظ سے درست لفظ کا انتخاب کر کے خالی جگہ پُر کریں۔

(الف) پتھر پگھل کر ـــــــ ہو گئے تھے۔ (راکھ، خاک، موم)

(ب) مسدس کا ہر بند ـــــــ اشعار پر مشتمل ہوتا ہے۔ (دو، تین، چھے)

(ج) گرمی کی شدت سے پھولوں کا رنگ ہو گیا تھا۔ (زرد، سیاہ، زائل)

(د) شاعر نے درخت کے جلنے کو ـــــــ سے تشبیہ دی ہے۔ (کوئلے، لکڑی، چنار)

(ہ) ـــــــ سے سورج کا چہرہ دھندلا گیا تھا۔ (غبار، بخار، گرمی)

جواب: (الف) پتھر پگھل کر موم ہو گئے تھے۔

(ب) مسدس کا ہر بند تین اشعار پر مشتمل ہوتا ہے۔

(ج) گرمی کی شدت سے پھولوں کا رنگ زائل ہو گیا۔

(د) شاعر نے درخت کے جلنے کو چنار سے تشبیہ دی ہے۔

(ہ) غبار سے سورج کا چہرہ دھندلا گیا تھا۔

7- مندرجہ ذیل الفاظ و تراکیب کو جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے:

مثلِ شمع، الاماں، تاب و تب، چشمۂ حیات، برگ و بار، مدقوق، مضطرب، شررفشاں، شگذر، سرگرمیاں

الفاظ و تراکیب	جملوں میں استعمال
مثلِ شمع	زندگی مثلِ شمع دھیرے دھیرے پگھل رہی ہے۔
الاماں	آج کل کی مہنگائی! الامان الحفیظ! بہت ہی زیادہ ہے۔
تاب و تب	اس موتی کی تاب و تاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) ڈر ہے کہ زبان نہ جلنے لگے:

(i) مثلِ پروانہ (ii) مثلِ شمع
(iii) مثلِ کوئلہ (iv) مثلِ انگارا

(ب) حلق ترستی تھی:

(i) آبِ رواں کو (ii) آبِ حیات کو
(iii) آبِ باراں کو (iv) آبِ خنک کو

(ج) دھوپ سے دن کا رنگ تھا:

(i) کالا (ii) سفید
(iii) سرخ (iv) نارنجی

(د) گرمی سے پانی کھولا ہوا تھا:

(i) نہرِ علقمہ کا (ii) ہر ایک کنوئیں کا
(iii) دریائے فرات کا (iv) ہر تالاب کا

(ہ) ایک ایک نخل جل رہا تھا:

(i) اپنی آگ میں (ii) چنار کی صورت
(iii) تنور کی صورت (iv) بھٹی کی صورت

(و) گرمی کی وجہ سے رن کی زمین تھی:

(i) نیلی (ii) سیاہ
(iii) سرخ (iv) زرد

(ز) خاک پر آگ برستی تھی:

(i) آسمان سے (ii) فضا سے

(iii) زمین سے (iv) ہوا سے

(ح) پانی آگ تھا اور گرمی تھی:

(i) روزِ حساب کی (ii) روزِ جنگ کی

(iii) روزِ محشر کی (iv) روزِ قیامت کی

(ط) فرات کا پانی کھولا ہوا تھا:

(i) سورج سے (ii) آگ سے

(iii) گرمی سے (iv) دھوپ سے

(ی) شیر دھوپ کے مارے اٹھتے نہیں تھے:

(i) سایے سے (ii) پانی سے

(iii) کچھار سے (iv) غار سے

جواب

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(ii)	(ب)	(iv)	(ج)	(i)	(د)	(iii)
(ہ)	(ii)	(و)	(iii)	(ز)	(iv)	(ح)	(i)
(ط)	(iv)	(ی)	(iii)				

علامہ اقبالؒ
(1877ء تا 1938ء)

فاطمہ بنت عبداللہ

عرب لڑکی جو (1912ء) کی طرابلس کی جنگ میں غازیوں کو پانی پلاتی ہوئی شہید ہوئی۔

تدریسی مقاصد

1- طلبہ کو شاعرِ مشرق کی شاعری کے بارے میں بتانا۔
2- طلبہ کو مختلف تراکیب کے استعمال سے آگاہ کرنا۔
3- طلبہ میں وطن سے محبت کا جذبہ بیدار کرنا۔
4- طلبہ کو دوسروں کے کام آنے کی ترغیب دینا۔
5- طلبہ کو ایک مثالی مسلمان لڑکی کے کردار سے روشناس کروانا۔
6- طلبہ کو علامہ اقبالؒ کے حالاتِ زندگی سے متعارف کروانا۔
7- طلبہ کو علامہ اقبالؒ کی لکھی ہوئی کتابوں سے واقفیت دلانا۔

شاعر کے حالاتِ زندگی

نام محمد اقبالؒ تخلص اقبالؒ، سیالکوٹ میں ایک کشمیری خاندان میں پیدا ہوئے۔ گھر کا ماحول دینی تھا۔ والد کا نام شیخ نور محمد تھا۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم مکتب میں حاصل کی جہاں انھوں نے قرآن مجید اور ابتدائی دینی کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں مشن ہائی سکول میں داخلہ لیا اور پھر مرے کالج سے ایف۔اے کا امتحان پاس کیا۔ اسی دوران میں اپنے استاد شمس العلماء مولوی سید میر حسن سے خوب فیض اٹھایا۔ عربی اور فارسی کے علاوہ دینی ذوق بچپن سے موجود تھا۔ سیالکوٹ کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم۔اے فلسفہ کی ڈگری حاصل کی۔ یہاں پروفیسر آرنلڈ جیسا لائق اور شفیق استاد مل گیا جن کی فلسفہ دانی کا بڑا شہرہ تھا۔ پروفیسر آرنلڈ نے اقبالؒ کی ذہانت سے متاثر ہو کر ان کی تربیت اور

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

راہنمائی کی طرف خاص توجہ دی۔ اقبالؒ کچھ عرصہ گورنمنٹ کالج لاہور میں بطور پروفیسر بھی کام کرتے رہے لیکن ان کا اصل رجحان شعروسخن کی طرف تھا۔

اقبال نے تین سال تک (1905ء تا 1908ء) یورپ میں قیام کیا۔ انگلستان سے بیرسٹری اور جرمنی سے پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ سفر یورپ کے دوران میں اقبالؒ کو مغربی تہذیب کا قریب سے مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔ ایک طرف وہ مغربی افکار ونظریات سے آگاہ ہوئے اوردوسری طرف وہ مغربی تہذیب کے کھوکھلے پن سے بھی باخبر ہوئے اور اسلام کی صداقت وحقانیت پر ان کا ایمان وعقیدہ اور پختہ ہوگیا۔

وطن واپسی پر وکالت کا پیشہ اختیار کیا لیکن وہ اپنا زیادہ تر وقت قومی خدمات، شاعری اور علم و ادب میں صرف کرتے تھے۔ حکومت نے انھیں سر کا خطاب دیا۔ انھوں نے سیاست میں بھی حصہ لیا۔ تصور پاکستان پیش کیا اور قائداعظمؒ کے ساتھ مل کر کام کیا اور انھیں قیمتی مشورے دیے۔

علامہ اقبالؒ کی تصانیف میں بانگ درا، بال جبریل، ضرب کلیم، پیام مشرق، زبور عجم، جاوید نامہ، ارمغان حجاز، اسرار خودی، رموز بے خودی، پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق شامل ہیں۔

عشق رسول ﷺ، مقصدیت، شاعرانہ مصوری، ندرت، تشبیہات، اثر آفرینی، تغزل، نادر تراکیب، عشق و عقل، تصور مرد مومن، سوز و گداز، تصور خودی، منفرد لب ولہجہ علامہ اقبالؒ کے کلام کی منفرد خصوصیات ہیں۔ 1938ء میں وفات پائی۔

مرکزی خیال

اس نظم کا مرکزی خیال جذبۂ حب الوطنی ہے۔ علامہ اقبالؒ نے یہ نظم ایک عرب لڑکی کی زندگی کے بارے میں لکھی ہے جو ایک اعلیٰ کردار کی لڑکی تھی۔ لیبیا کے مسلمانوں نے اپنی آزادی کے لیے اٹلی کے خلاف جو جنگ لڑی یہ لڑکی اس جنگ میں غازیوں کو پانی پلانے کی ڈیوٹی پر مامور تھی۔ اپنے اس فرض کی انجام دہی میں اس نے شہادت کا رتبہ پایا اور تاریخ کے اوراق میں امر ہوگئی۔

خلاصہ

اے فاطمہ! تو مسلمان اُمت کی آبرو ہے۔ تیری ذات معصوم اور پاک ہے۔ اے صحرا کی حور! تو نے غازیانِ اسلام کو پانی پلانے کی سعادت حاصل کی۔ تیرا شوقِ شہادت اتنا قوی تھا کہ تو بغیر تلوار اور ڈھال کے میدانِ جنگ میں آ گئی۔ ہم سمجھتے تھے کہ مسلمان قوم اب راکھ کا ڈھیر بن چکی ہے۔ ہمیں کیا معلوم کہ اس راکھ میں ابھی تجھ جیسی چنگاری دبی ہوئی ہے۔ بتقاضائے بشریت ہمیں تیری موت کا دکھ ہے مگر خوشی بھی ہے کہ تو نے قوم کی آبرو بچا لی اور دلوں کو ایک ولولۂ تازہ عطا کیا۔ آنے والی نسلیں تیرے مجاہدانہ کردار سے سبق لیں گی۔ تیری شہادت نے مردہ قوم میں آزادی کی روح پھونک دی۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
آبرو	عزت	امت مرحوم	ایسی امت جس پر رحمت کی گئی ہو
ذرہ	کسی چیز کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ	مشتِ خاک	خاک کی مٹھی مٹھی بھر خاک
سعادت	نیک بختی، خوش نصیبی	حورِ صحرائی	صحرا میں پیدا ہونے والی پاک بی بی
غازیانِ دین	دین کی خاطر جہاد کرنے والے مجاہد	جہاد	اللہ کی راہ میں وطن یا دین کی حفاظت کے لیے لڑنا
بے	بغیر	سقائی	پانی پلانا

تیغ	تلوار	سپر	ڈھال
جسارت آفریں	جرأت پیدا کرنے والا	شوقِ شہادت	شہادت کا شوق
کلی	بغیر کھلا پھول	گلستاں	باغ
خزاں	پت جھڑ کا موسم	منظر	نظارہ
چنگاری	شرارہ، آگ کا پھول	خاکستر	راکھ
آہو	ہرن	پوشیدہ	چھپے ہوئے
خوابیدہ	سوئی ہوئی	گو	اگرچہ
شبنم افشاں	اوس ٹپکانے والی	نغمۂ عشرت	خوشی کا گیت
نالۂ ماتم	ماتمی فریاد	رقص	ناچ
خاک	مٹی	نشاط انگیز	خوشی بڑھنے والا
سوز	حرارت، گرمی	لبریز	بھرا ہوا
ہنگامہ	شور غل	تربت	قبر
آغوش	گود	قوم تازہ	نئی قوم
انجم	ستارے	ظہور	ظاہر ہونا، نمایاں ہونا
دیدۂ انساں	انسان کی آنکھ	نامحرم	ناواقف
موجِ نور	روشنی کی لہر	تابانی	چمک
کہن	پرانا	نو	نیا
کوکب	ستارہ	پرتو	عکس
تقدیر	قسمت	انداز	طریقہ

اشعار کی تشریح

شعر نمبر:1 فاطمہ! تو آبروئے اُمّتِ مرحوم ہے

ذرّہ ذرّہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے

حلِ لغت

آبرو: عزت۔ اُمّتِ مرحوم: وہ امت جس پر رحمت کی گئی ہو، بخشی ہوئی امت۔ ذرہ: نشان، کسی چیز کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ۔ مُشتِ خاک: مُٹھی بھر مٹی۔ **معصوم:** بے گناہ، بے قصور

مفہوم: اے فاطمہ! تو مسلمان اُمت کے لیے عزت اور فخر کا باعث ہے۔ تو نے اپنی جان کی قربانی دے کر اُمت کے وقار میں اضافہ کیا ہے۔ تو ایک پاک دامن بچی ہے۔ تیرے وجود کا ایک ایک ذرہ معصوم ہے۔

تشریح: علامہ محمد اقبالؒ نے جس دور میں آنکھ کھولی وہ مسلمانوں کے لیے بڑی سختی کا دور تھا۔ مسلمان جذبۂ حُریت کو بھول چکے تھے۔ اُس وقت وہ انگریزوں کے غلام تھے۔ وہ اپنے تابناک ماضی کو فراموش کر چکے تھے۔ ایسے حالات میں ضرورت اس امر کی تھی کہ ان میں جذبۂ حُریت بیدار کیا جائے۔ علامہ اقبالؒ نے اپنی شاعری کے ذریعے سے اس کام کا بیڑا اٹھایا۔ ان کی یہ نظم اسی پس منظر میں لکھی گئی ہے۔ اس نظم میں انھوں نے ایک تاریخی واقعہ کا سہارا لے کر مسلمانوں کے اندر جذبۂ حریت بیدار کرنے کی کوشش کی۔ یہ واقعہ طرابلس کی جنگ سے متعلق ہے جو لیبیا کے مسلمانوں نے اٹلی کے خلاف آزادی کے حصول کے لیے لڑی۔ اس جنگ میں فاطمہ نامی ایک معصوم بچی بھی شہید ہوئی جو میدانِ جنگ میں مجاہدین کو پانی پلاتی تھی۔ علامہ محمد اقبالؒ اس بچی سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے فاطمہ! تو مسلمان اُمت کے لیے عزت اور فخر کا

باعث ہے۔ تو نے جامِ شہادت نوش کر کے امتِ مسلمہ کی لاج رکھ لی۔ ہمیں فخر ہے کہ ہم میں فاطمہ جیسی پاک دامن اور معصوم بچیاں موجود ہیں، جن کا جذبۂ جہاد قابلِ رشک ہے۔

شعر نمبر 2: یہ سعادت حورِ صحرائی! تری قسمت میں تھی
غازیانِ دیں کی سقائی تری قسمت میں تھی

حلِ لغت

سعادت: نیک بختی، خوش نصیبی۔ حورِ صحرائی: صحرا میں پیدا ہونے والی پاکیزہ لڑکی۔ غازیانِ دین: دین کے لیے لڑنے والے مجاہد۔ سقائی: پانی پلانا

مفہوم: اے صحرا میں پیدا ہونے والی پاکیزہ لڑکی! یہ خوش نصیبی تیری قسمت میں لکھی تھی کہ تو دین کی خاطر جہاد کرنے والوں کو پانی پلائے۔

تشریح: علامہ محمد اقبالؒ، فاطمہ بنت عبداللہ کی روح سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے فاطمہ! تو ریگستان میں رہنے والی ایک پاک دامن لڑکی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے تجھے ایک بڑی اہم ذمہ داری کے لیے چُن لیا۔ تو بہت خوش قسمت ہے کہ تیرے ذمے اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو پانی پلانے کا فرض سونپا۔ کسی کو پانی پلانا ویسے ہی بڑی سعادت کی بات ہے۔ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ دس نیکیاں عطا کرتا ہے اور پھر ان مجاہدین کو پانی پلانا جو اللہ تعالیٰ کے دین اور وطن کی حفاظت کے لیے دشمنوں سے جنگ لڑ رہے ہوں، ان کو پانی پلانا تو بہت زیادہ اجر و ثواب کا موجب ہے۔ تو انتہائی خوش قسمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس اہم فریضے کی ادائیگی کے لیے تمھارا انتخاب کیا۔

شعر نمبر 3: یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر
ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر

حلِ لغت

جہاد: دین یا ملک کی خاطر لڑنا۔ بے: بغیر۔ تیغ: تلوار۔ سپر: ڈھال۔
جسارت: جرأت، بہادری، دلیری۔ جسارت آفریں: جرأت پیدا کرنے والا۔
شوقِ شہادت: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینے کا شوق

مفہوم: تو نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں بغیر تلوار اور ڈھال کے جہاد کیا۔ تمھارا شہید ہونے کا شوق کتنا زیادہ جرأت پیدا کرنے والا ہے۔

تشریح: فاطمہ بنت عبداللہ نے عملی طور پر لیبیا کی جنگِ آزادی میں حصہ لیا۔ شاعر کہتا ہے کہ اگرچہ تمھارے پاس نہ تو تلوار موجود تھی کہ تو دشمن پر وار کر سکے اور نہ ہی دشمن کا وار روکنے کے لیے اپنے پاس کوئی ڈھال رکھتی تھی لیکن اس کے باوجود تو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر مجاہدینِ اسلام کو پانی پلاتی اور ان کی پیاس بجھاتی تھی۔ تمھارا شوقِ شہادت کتنا زیادہ جرأت پیدا کرنے والا تھا۔ تمھیں دیکھ کر دوسروں میں بھی جذبۂ جہاد ابھرتا۔ تمھارے جذبات دیکھ کر دوسروں کو بھی میدانِ جنگ میں آنے کا شوق پیدا ہوتا۔ تیری شہادت دوسروں کے لیے ایک سبق ہے۔ تو نے دوسرے لوگوں کے لیے اپنی ذات میں ایک نمونہ پیش کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا ہو تو اس کے لیے نہ کسی تلوار کی ضرورت ہے اور نہ کسی ڈھال کی بلکہ انسان کو صرف جذبۂ ایمانی سے سرشار ہونے کی ضرورت ہے۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

شعر نمبر 4: یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی

حل لغت

کلی: بن کھلا پھول۔ گلستان: باغ۔ خزاں: پت جھڑ کا موسم۔ منظر: نظارہ۔ چنگاری: شرارہ، آگ کا پھول۔ خاکستر: راکھ

مفہوم: ایسی کلی بھی اس اجڑے ہوئے باغ میں تھی۔ اے اللہ! ایسا شرارہ بھی اپنی راکھ میں دبا ہوا تھا۔

تشریح: علامہ اقبالؒ اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ میں تو یہ سمجھا تھا کہ مسلمان قوم مکمل طور پر تباہی و بربادی سے دوچار ہو چکی ہے۔ جس طرح خزاں ہرے بھرے باغ کو اجاڑ کر رکھ دیتی ہے اسی طرح ملتِ مسلماں کا باغ خزاں رسیدہ ہو چکا ہے۔ اب یہاں خوش رنگ پھولوں کی بجائے نوک دار خار ہی اُگتے ہیں۔ مجھے کیا پتا تھا کہ اس اجڑے ہوئے گلشن میں ابھی فاطمہ جیسی کلیاں موجود ہیں۔ جس طرح کوئی چیز جل جائے تو راکھ ہی باقی رہ جاتی ہے اور انسان یہ سمجھتا ہے کہ اب اس راکھ سے کچھ حاصل نہیں ہو گا کہ اچانک کوئی چنگاری بھڑک کر اپنے وجود کا احساس دلاتی ہے۔ وہ ایک چنگاری امید کی کرن بن جاتی ہے کہ آگ ابھی بجھی نہیں بلکہ اس میں ابھی تپش باقی ہے۔ اسی طرح فاطمہ بھی اس اجڑے ہوئے گلستاں میں ایک کلی کی مانند ہے جو اس بات کا احساس دلاتی ہے کہ یہ گلشن ابھی اجڑا نہیں ہے۔ اس میں نئے پودے جنم لے سکتے ہیں۔ اس میں پھر سے بہار آسکتی ہے۔

شعر نمبر 5:
اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں
بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں

حل لغت

صحرا: ریگستان۔ آہو: ہرن۔ پوشیدہ: چھپا ہوا۔ خوابیدہ: سوئی ہوئی۔

مفہوم: اپنے ریگستان میں ابھی بہت سے ہرن چھپے ہوئے ہیں اور برسے ہوئے بادل

میں کئی بجلیاں سوئی ہوئی ہیں۔

تشریح: علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ اے فاطمہ! تمھاری قربانی نے ہمارے اندر امید کا دیا روشن کر دیا ہے۔ ہمیں خوش آئند مستقبل کی جھلک نظر آ رہی ہے۔ ہم تو مایوسی کی اتھاہ گہرائیوں میں گر چکے تھے تو نے ہمیں ایک نئی زندگی کی راہ دکھائی ہے۔ ہمیں اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ ابھی ہمارے اس ریگستان میں بہت سے ہرن چھپے ہوئے ہیں۔ ہرن اصل میں نخلستان میں رہتے ہیں۔ صحرا میں زندہ نہیں رہ سکتے۔ یہاں اقبالؒ کی مراد یہ ہے کہ ابھی ہمارے پاس جذبۂ عمل رکھنے والے بہت سے لوگ موجود ہیں۔ آسمان پر بادل گھرے ہوئے ہوں تو اس میں بجلی لہریں لیتی ہے لیکن جب موسلادھار بارش ہو جائے اور بادل چھٹ جائیں تو بجلی نہیں چمکتی لیکن اقبالؒ کہتے ہیں کہ اگرچہ مسلمان عروج حاصل کر کے اب اپنا اقتدار کھو چکے ہیں۔ ان کا بادل برس چکا ہے مگر اب بھی اس برسے ہوئے بادلوں میں فاطمہ جیسی بہت سی بجلیاں چھپی ہوئی ہیں جو گم کردہ مسافر کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

شعر نمبر 6:

فاطمہ! گو شبنم افشاں آنکھ تیرے غم میں ہے
نغمۂ عشرت بھی اپنے نالۂ ماتم میں ہے

حلِ لغت

گو: اگرچہ۔ شبنم: اوس۔ شبنم افشاں: اوس ٹپکانے والی۔ غم: دکھ، رنج۔ نغمہ: گیت، گانا۔ عشرت: خوشی۔ نالۂ ماتم: کسی کے مرنے پر آہ و بکا کرنا، ماتمی فریاد

مفہوم: فاطمہ! تیرے دکھ میں ہماری آنکھ سے آنسو بہہ رہے ہیں لیکن ہماری اس آہ و بکا میں خوشی کے نغمے بھی شامل ہیں۔

تشریح: شاعر فاطمہ کی شہادت پر گہرے رنج و غم کا اظہار کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ تو نے اپنا فرض ادا کرتے ہوئے اپنی جان، جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ تمھاری اس شہادت پر اگرچہ میری آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی ہیں۔ یہ وہ آنسو ہیں جو ایک معصوم لڑکی کی شہادت پر خود بخود آنکھوں سے امل آئے ہیں لیکن اس دکھ کے پیچھے ایک خوشی بھی ہے کہ تم نے اپنی جان دے کر اپنی قوم میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑا دی۔ اپنے وطن کے نوجوانوں کو ایک نئی راہ دکھا دی ہے کہ اگر وطن کی حفاظت کے لیے جان بھی قربان کرنا پڑے تو اس سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ تمھاری شہادت نے دوسرے نوجوانوں کے دل میں بھی جذبۂ جہاد پیدا کر دیا ہے۔ ان کے اندر آزادی حاصل کرنے کے جو جذبات دم توڑ رہے تھے وہ پھر سے بیدار ہو رہے ہیں۔ تیرے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ایک نہ ایک دن وہ آزادی حاصل کر ہی لیں گے۔

شعر نمبر:7 رقص تیری خاک کا کتنا نشاط انگیز ہے
ذرہ ذرہ زندگی کے سوز سے لبریز ہے

حلِ لغت

رقص: ناچ۔ خاک: مٹی۔ نشاط: خوشی۔ انگیز: بڑھانا۔ ذرہ: کسی چیز کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ۔ سوز: حرارت، گرمی، تپش۔ لبریز: بھرا ہوا

مفہوم: تیری قبر کی مٹی کے ذرے جب اڑتے ہیں تو یہ منظر کتنا پیارا لگتا ہے کہ اس مٹی کا ایک ایک ذرہ زندگی کی حرارت سے بھرا ہوا ہے۔

تشریح: شاعر فاطمہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ اے فاطمہ! تیری شہادت ہمارے لیے آزادی کا پیغام لے کر آئی ہے۔ تمھارے وجود کا ایک ایک ذرہ ہم سے اس بات کا تقاضا کر رہا ہے کہ ہم غلامی کی زنجیروں کو توڑنے کے لیے اپنی جانوں کی پروا نہ کریں۔ جب تیری قبر سے مٹی اٹھتی ہے تو اس کا ایک ایک ذرہ ہم

میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا کرتا ہے۔ تیری شہادت سے ہمیں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ آزادی سے بڑی کوئی نعمت نہیں۔ آزادی حاصل کرنے کے لیے اگر جان بھی چلی جائے تو آنے والی نسلیں اس قربانی کے ثمرات سے ضرور بہرہ ور ہوں گی۔

شعر نمبر 8:
ہے کوئی ہنگامہ تیری تربت خاموش میں
پل رہی ہے ایک قوم تازہ اس آغوش میں

حل لغت

ہنگامہ: شور غل۔ تربت: قبر۔ قوم تازہ: نئی قوم۔ آغوش: گود

مفہوم: تیری خاموش قبر میں ایک ہنگامہ چھپا ہوا ہے۔ تمھاری قبر ایک ایسی گود ہے جس میں ایک نئی قوم پرورش پا رہی ہے۔

تشریح: شاعر فاطمہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے فاطمہ! تو نے اپنی زندگی اپنی قوم کی آزادی کے لیے وقف کر دی۔ آزادی حاصل کرنے کے لیے تو نے اپنی جان دے دی۔ اپنا فرض ادا کر دیا۔ اب تو اپنی قبر میں آرام سے سوئی ہوئی ہے۔ بظاہر تیری قبر چپ چاپ ہے لیکن اس کے اندر کوئی ہنگامہ چھپا ہوا ہے۔ زندگی میں تیرا عمل اور اب تمھاری روح ہماری راہنما بن کر ہمیں آزادی کا سبق دے رہی ہے۔ تمھاری ہستی مسلمان قوم کو نئے ولولوں سے متعارف کروا رہی ہے۔

شعر نمبر 9:
تازہ انجم کا فضائے آسماں میں ہے ظہور
دیدۂ انساں سے نامحرم ہے جن کی موج نور

حل لغت

انجم: ستارہ۔ فضائے آسمان: آسمان کی وسعت۔ ظہور: ظاہر ہونا، نمایاں ہونا۔
دیدۂ انساں: انسانی آنکھ۔ نامحرم: اجنبی، ناواقف۔ موج نور: روشنی کی لہر

مفہوم: آسمان کی وسعتوں سے نئے ستارے ظاہر ہو رہے ہیں جن کی روشنی انسان آنکھ کے لیے اجنبی ہے۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ تمھاری شہادت یقیناً انقلاب کی راہ ہموار کر رہی ہے۔ آسمان پر تیری شہادت کے خوب چرچے ہیں۔ تمھاری دیکھا دیکھی قوم کے دوسرے لوگوں میں بھی آزادی حاصل کرنے کے جذبات پیدا ہو رہے ہیں۔ تمھیں دیکھ کر اور بھی بہت سے لوگ میدانِ عمل میں آ گئے ہیں۔ لوگ تمھیں نمونہ بنا کر تمھاری پیروی میں اپنی جانیں آزادی حاصل کرنے کے لیے قربان کر رہے ہیں۔ یہ لوگ جذبۂ عمل سے بھرپور ہیں۔ مسلمانوں کی ملی غیرت جاگ اٹھی ہے۔ اب وہ ہر حال میں آزادی حاصل کر کے رہیں گے۔

شعر نمبر 10: جن کی تابانی میں انداز کہن بھی، نو بھی ہے
اور تیرے کوکب تقدیر کا پرتو بھی ہے

حلِ لغت

تابانی: چمک، روشنی۔ کہن: پرانا۔ انداز: طریقہ۔ نو: نیا۔ کوکب: روشن ستارہ۔ پرتو: عکس

مفہوم: ان ستاروں کی چمک دمک میں نیا اور پرانا دونوں طرح کا انداز پایا جاتا ہے اور تیری تقدیر کے روشن ستاروں کا عکس بھی ان میں شامل ہے۔

تشریح: نظم کا یہ شعر پچھلے شعر سے جڑا ہوا ہے۔ علامہ اقبالؒ کہتے ہیں کہ فاطمہ کی شہادت کی وجہ سے لوگوں میں جذبۂ حریت بیدار ہوا۔ فاطمہ نے ان بزرگ ہستیوں کی قربانیوں کی لاج رکھی جنھوں نے مسلمانوں کو غلامی کی زنجیروں سے رہائی دلانے کے لیے اپنی جانیں قربان کیں۔ فاطمہ ان کے نقشِ قدم پر چلی اور اب اس نے ایک انقلاب کی ابتدا کی۔ اس انقلاب سے مسلمان قوم اثر لے رہی ہے۔ مسلمان نوجوانوں کے جذبۂ جہاد میں وہ روشنی بھی شامل ہے جو فاطمہ نے آزادی کی شمع روشن کر کے چاروں طرف بکھیری ہے۔

تبصرہ

علامہ محمد اقبالؒ نے اپنی اس نظم میں ایک تاریخی واقعہ بیان کیا ہے۔ لیبیا کے مسلمان اٹلی سے اپنی آزادی کے لیے جنگ لڑ رہے تھے۔ ان کا جذبۂ جہاد سرد پڑ چکا تھا کہ ایک معصوم بچی فاطمہ بنت عبداللہ نے شہادت کا رتبہ حاصل کر کے نوجوانوں کو میدانِ عمل میں اتارا اور اس بات کا درس دیا کہ آزادی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں اور غلامی سے بڑھ کر کوئی لعنت نہیں۔

علامہ اقبالؒ نے بڑے عمدہ الفاظ اور تراکیب کا استعمال کرتے ہوئے نظم کو اثر آفریں بنایا ہے۔ نظم پڑھ کر بے اختیار فاطمہ کے جذبۂ جہاد کی تعریف کرنے کو دل چاہتا ہے۔

مشق

-1 مندرجہ ذیل سوالات کے جواب لکھیے:

(الف) "برسے ہوئے بادل" سے کون مراد ہے؟

جواب: برسے ہوئے بادل سے مسلمان امت مراد ہے۔ علامہ اقبالؒ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان قوم ایک بادل کی طرح تھی جس میں ہر لحظہ بجلیاں کڑکتی رہتی تھیں۔ آج مسلمان برسے ہوئے بادل کی طرح ہیں، لیکن ان کی تہ میں وہی بجلیاں خوابیدہ ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان سوئی ہوئی بجلیوں کو جذبۂ عمل کے لیے ابھارا جائے۔

(ب) شاعر نے نظم کے پہلے شعر میں مرحومہ کو کس طرح خراجِ تحسین پیش کیا ہے؟

جواب: شاعر نے فاطمہ بنت عبداللہ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ تو مسلمان امت کی عزت اور آبرو ہے اور تیرے وجود کا ایک ایک ذرہ پاکیزہ ہے کیوں کہ تم نے اپنی جان قربان کر کے امت کے وقار میں اضافہ کیا ہے۔

(ج) فاطمہ کو "راکھ میں دبی ہوئی چنگاری" کیوں کہا گیا ہے؟

جواب: شاعر نے فاطمہ کو چنگاری سے اس لیے تشبیہ دی ہے کہ مسلمانوں کا جذبۂ حریت راکھ کا ڈھیر بن چکا تھا۔ ایسے میں فاطمہ نے اپنی جان قربان کر کے مسلمانوں کے سوئے ہوئے جذبے کو بیدار کیا۔ بالکل اسی طرح جیسے راکھ میں دبی ہوئی کوئی چنگاری دوبارہ آگ جلانے کا سبب بن جاتی ہے۔ اسی طرح فاطمہ نے مسلم اُمہ میں آزادی کی نئی روح پھونک دی۔

(د) نظم میں "تازہ انجم کے ظہور" کا مفہوم واضح کریں۔

جواب: تازہ انجم کے ظہور سے مراد یہ ہے کہ مسلمان قوم کے تازہ دم لوگ آزادی کی جنگ میں شریک ہو رہے ہیں۔

(ہ) آنکھ کی شبنم افشانی سے کیا مراد ہے؟

جواب: آنکھ کی شبنم افشانی سے مراد بہت زیادہ رونا ہے۔ شاعر نے آنسوؤں کو شبنم سے تشبیہ دی ہے۔ افشانی کا مطلب ٹپکانا ہے یوں شبنم افشانی کا مطلب ہے شبنم ٹپکانا مگر یہاں شاعر کی مراد بہت زیادہ آنسو ٹپکانے سے ہے۔

-2 نظم کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

جواب: دیکھیے خلاصہ

-3 متن کو ذہن میں رکھ کر درست جواب پر نشان (✓) لگائیے:

(الف) نظم "فاطمہ بنت عبداللہ" کس شاعر کی تخلیق ہے؟

(i) علامہ محمد اقبالؒ (ii) حفیظ جالندھری
(iii) ظفر علی خان (iv) احسان دانش

(ب) یہ نظم کس مجموعہ کلام سے لی گئی ہے؟

(i) بانگِ درا (ii) بالِ جبریل
(iii) ضربِ کلیم (iv) ارمغانِ حجاز

(ج) فاطمہ بوقتِ شہادت کس فرض کی ادائیگی میں معروف تھی؟

(i) پانی پلانے میں (ii) مرہم پٹی کرنے میں
(iii) مریضوں کی دیکھ بھال کرنے میں (iv) نماز پڑھنے میں

(د) شاعر نے فاطمہ کو حور کہا ہے:
(i) صحرائی (ii) ارضی
(iii) آسمانی (iv) جنت

(ہ) "اپنی خاکستر" سے شاعر کی کیا مراد ہے؟
(i) سرزمین طرابلس (ii) سرزمین پاک و ہند
(iii) امت مسلمہ (iv) سرزمین سیالکوٹ

جواب

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(i)	(ب)	(i)	(ج)	(i)	(د)	(i)
(ہ)	(iii)						

-4 درج ذیل الفاظ پر اعراب لگا کر تلفظ واضح کریں:
سقائی، خاکستر، نشاط، جسارت، ذرہ، تربت، سپہر
جواب: سَقّائی، خَاکِسْتَر، نَشَاط، جَسَارَت، ذَرَّہ، تُرْبَت، سِپِہر

-5 دیدۂ انساں سے شاعر کی کیا مراد ہے؟
جواب: دیدۂ انسان سے مراد انسان کی دیکھنے والی آنکھ ہے۔ یہاں مراد ہے حقیقت کی تہ تک پہنچنے والی آنکھ۔

-6 نظم کا متن ذہن میں رکھ کر مصرعے مکمل کریں:
(الف) ذرہ ذرہ تیری ______ خاک کا معصوم ہے۔
(ب) یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے ______ و پر
(ج) ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت ______!

(د) رقص تیری خاک کا کتنا ـــــــــ ہے

(ہ) دیدۂ انساں سے نامحرم ہے جن کی ـــــــــ

جواب: (الف) ذرہ ذرہ تیری مُشتِ خاک کا معصوم ہے۔

(ب) یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر

(ج) ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر!

(د) رقص تیری خاک کا کتنا نشاط انگیز ہے

(ہ) دیدۂ انساں سے نامحرم ہے جن کی موجِ نور

-7 درج ذیل مرکبات کا مختصر مفہوم لکھیں:

مُشتِ خاک، بے تیغ و سپر، شبنم افشاں، نغمۂ عشرت، نالۂ ماتم، دیدۂ انساں

مرکبات	مفہوم
مشتِ خاک	مٹھی بھر مٹی، اللہ تعالیٰ نے چونکہ انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے اس لیے اس خاک کی مٹھی کہا جاتا ہے۔
بے تیغ و سپر	بغیر تلوار اور ڈھال کے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بغیر کسی قسم کا کوئی انتظام کیے۔ اپنی حفاظت سے بے خبر ہو کر۔
شبنم افشاں	اوس کو زیادہ کرنا۔ یہاں مراد ہے بہت زیادہ رونا۔
نغمۂ عشرت	خوشی کا گیت۔
نالۂ ماتم	کسی کے مرنے پر آہ و بکا کرنا، کسی مرنے والے کے لیے رونا پیٹنا۔
دیدۂ انساں	انسان کی آنکھ مراد ہے کسی بات کی تہ تک پہنچنے والی آنکھ۔

-8 متن کو ذہن میں رکھ کر کالم (الف) کا ربط کالم (ب) کے الفاظ سے کریں۔

کالم (الف)	کالم (ب)
تیغ	خزاں
حور	خاموش
گلستاں	سپر
فضا	صحرائی
تربت	شہادت
شوق	آسماں

جواب:

کالم (الف)	کالم (ب)
تیغ	سپر
حور	صحرائی
گلستاں	خزاں
فضا	آسماں
تربت	خاموش
شوق	شہادت

سرگرمیاں

-1 بانگِ درا میں بلال کے عنوان سے دو نظمیں ہیں، ان کا مطالعہ کیا جائے۔

جواب: بانگِ درا میں شامل بلالؓ کے عنوان سے دو نظمیں درج ذیل ہیں، طلبہ انھیں یاد کریں۔

بلالؓ

چمک اٹھا جو ستارہ ترے مقدر کا حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا
ہوئی اسی سے ترے غم کدے کی آبادی تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی
وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لیے کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لیے

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

نظر تھی صورتِ سلمانؓ ادا شناس تری شرابِ دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تری
تجھے نظارے کا مثلِ کلیم سودا تھا اویسؓ طاقتِ دیدار کو ترستا تھا
مدینہ تیری نگاہوں کا نور تھا گویا ترے لیے تو یہ صحرا ہی طور تھا گویا
تری نظر کو رہی دید میں بھی حسرتِ دید خنک دلے کہ تپید و دمے نیا سائید
گری وہ برق تری جانِ ناشکیبا پر کہ خندہ زن تری ظلمت تھی دستِ موسیٰ پر

تپش ز شعلہ گرفتند و بر دلِ تو زدند
چہ برق جلوہ بخاشاک حاصلِ تو زدند

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری
اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی

خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اس کا
خوشا وہ دور کہ دیدار عام تھا اس کا

بلالؓ

لکھا ہے ایک مغربی حق شناس نے اہلِ قلم میں جس کا بہت احترام تھا
جولانگہ سکندرِ رومی تھا ایشیا! گردوں سے بھی بلند تر اس کا مقام تھا
تاریخ کہہ رہی ہے کہ رومی کے سامنے دعویٰ کیا جو پورس و دارا نے خام تھا

دُنیا کے اس شہنشہِ انجم سپاہ کو ۔۔۔ حیرت سے دیکھتا فلکِ نیل فام تھا
آج ایشیا میں اس کو کوئی جانتا نہیں
تاریخ دان بھی اسے پہچانتا نہیں
لیکن بلالؓ، وہ حبشی زادۂ حقیر ۔۔۔ فطرت تھی جس کی نورِ نبوت سے مستنیر
جس کا امیں ازل سے ہوا سینۂ بلالؓ ۔۔۔ محکوم اس صدا کے ہیں شاہنشہ و فقیر
ہوتا ہے جس سے اسود و احمر میں اختلاط ۔۔۔ کرتی ہے جو غریب کو ہم پہلوئے امیر
ہے تازہ آج تک وہ نوائے جگر گداز ۔۔۔ صدیوں سے سن رہا ہے جسے گوشِ چرخِ پیر
اقبال کس کے عشق کا یہ فیضِ عام ہے؟
رومی فنا ہوا، حبشی کو دوام ہے

2- چند طلبہ اس نظم کو مل کر خوش الحانی سے پڑھیں۔

جواب: طلبہ اپنی اپنی جماعت میں اس نظم کو خوش الحانی سے مل کر پڑھیں۔

3- نظم پڑھنے کے بعد اپنے تاثرات کا پچوں پر قلم بند کریں۔

جواب: یوں تو علامہ اقبالؒ کی ساری شاعری ہی بہت عمدہ ہے مگر انھوں نے جذباتی انداز میں جو واقعات قلم بند کیے ہیں ان کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔
میں نے نظم فاطمہ بنت عبداللہ پڑھی اور بے اختیار میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وطن سے محبت کا جذبہ جس طرح ایک معصوم سی بچی کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے، کاش ہمارے ملک کے سب نوجوانوں کے دل بھی اسی جذبے سے سرشار ہو جائیں اور ہم اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر لیں۔

اساتذہ کرام کے لیے

1- طلبہ کو علامہ محمد اقبالؒ کی طویل نظموں ''شکوہ'' اور ''جوابِ شکوہ'' کے بارے میں بتائیں۔

جواب: علامہ اقبالؒ نے برصغیر کے مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے جگانے اور ان کو ان

کے صحیح مقام سے آشنا کروانے کے لیے دو طویل نظمیں لکھیں جو انھوں نے انجمن حمایت اسلام کے جلسے میں پڑھیں۔ پہلی نظم کا نام "شکوہ" ہے۔ اس نظم میں علامہ اقبالؒ اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے اللہ! تو مسلمانوں کی طرف سے غافل ہو گیا ہے۔ مسلمانوں پر انعام و اکرام نہیں کرتا اس کی بجائے کافروں اور دوسرے لوگوں پر تیرے انعامات بہت زیادہ ہیں حالانکہ ہم تیری زیادہ عبادت کرتے ہیں۔ جب علامہ اقبالؒ نے اپنی نظم شکوہ پیش کی تو بہت سے لوگ ان کے مخالف ہو گئے۔ پھر علامہ اقبالؒ نے اپنی نظم شکوہ کے جواب میں "جواب شکوہ" لکھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کے لیے اس شکوے کا جواب تھا۔ اس میں علامہ اقبالؒ نے لکھا کہ ہم اپنی اصل کو بھول چکے ہیں۔ مذہب سے بے گانہ ہو چکے ہیں۔ فرقوں میں بٹ چکے ہیں۔ قرآنی تعلیمات کو یکسر فراموش کر چکے ہیں۔ آج بھی اگر ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنا شروع کر دیں اور نبی پاک ﷺ کی محبت کو اپنے دل میں بسا لیں تو ساری دُنیا کو سرنگوں کر سکتے ہیں۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

-2 طلبہ پر ملت اور قوم کا فرق واضح کریں۔

جواب: **قوم:** قوم سے مراد کسی علاقے یا خطے میں افراد کا وہ مخصوص گروہ ہے جو ایک ہی نسل سے متعلق ہو، جس میں تہذیبی، تاریخی اور لسانی روایات مشترک ہوں۔ اہل مغرب نے قوم کی تعریف یہ کی ہے کہ قوم سے مراد کسی آدمی کے حامی، طرف دار اور رشتے دار ہیں۔

ملت: مسلمان من حیث القوم آپس میں ایک ڈوری سے بندھے ہوئے ہیں۔ اس ڈوری کی بنیاد کلمہ طیبہ ہے۔ مسلمان کسی بھی علاقے میں رہتا ہو، کسی

بھی نسل سے تعلق رکھتا ہو یا کوئی سی بھی زبان بولتا ہو، وہ مسلم اُمہ کا ایک فرد ہے۔ اسی کو ملت کہتے ہیں۔ مسلمان ملت جغرافیائی حدود کی قید سے آزاد ہے۔

3۔ کسی خوش آواز طالب علم سے "خودی کا سرِ نہاں ـــــ" پڑھوائیں۔

جواب: جماعت کا کوئی خوش آواز بچہ یہ نظم پڑھے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

خودی کا سرِ نہاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
خودی ہے تیغ فساں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

کیا ہے تو نے متاعِ غرور کا سودا
فریبِ سود و زیاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

یہ مال و دولتِ دنیا ، یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں! لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زناری
نہ ہے زماں ، نہ مکاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

-4 طلبہ کو خلافت عثمانیہ، جنگِ طرابلس اور جنگِ بلقان کے بارے میں معلومات فراہم کریں۔

جواب: **خلافت عثمانیہ:** خلافت عثمانیہ 1299ء سے 1922ء تک قائم رہنے والی ایک مسلم سلطنت تھی جس کے حکمران ترک تھے۔ سولھویں اور سترھویں صدی عیسوی میں ان پر بھرپور عروج تھا۔ اپنے عروج کے زمانے میں ان کی سلطنت تین براعظموں میں پھیلی ہوئی تھی۔ جنوب میں مشرقی یورپ، مشرق وسطی اور شمالی افریقہ کا بیشتر حصہ اس کے زیرِ نگیں تھا۔ اس عظیم سلطنت کی سرحدیں مغرب میں آبنائے جبرالٹر، مشرق میں بحیرہ قزوین اور خلیج فارس اور شمال میں آسٹریا کی سرحدیں سلوواکیہ اور کریمیہ (موجودہ یوکرائن) سے جنوب میں سوڈان، صومالیہ اور یمن تک پھیلی ہوئی تھیں۔ مالدووا، ٹرانسلوانیا اور ولاچیا کے باج گزار علاقوں کے علاوہ اس کے 29 صوبے تھے۔

جنگِ طرابلس: جنگِ طرابلس اصل میں اٹلی اور سلطنت عثمانیہ کے درمیان جنگ تھی۔ سلطنت عثمانیہ آج کل ترکی کے نام سے مشہور ہے۔ اس جنگ میں ترکی نے شکست مان کر طرابلس اور دوسرے صوبے جنھیں آج لیبیا کہا جاتا ہے، اٹلی کے حوالے کر دیے تھے لیکن لیبیا کے باشندوں کو غلامی پسند نہ تھی۔ وہاں کے مقامی مجاہدین غیرملکی قبضے کے خلاف بھرپور جدوجہد کر رہے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کا علاقہ اٹلی کے تسلط سے آزاد ہو جائے۔ انھوں نے اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کا جذبۂ جہاد آہستہ آہستہ کمزور پڑتا جا رہا تھا کہ ایسے میں ایک چودہ سالہ معصوم عرب لڑکی فاطمہ بنت عبداللہ اس جنگ میں مجاہدین کو اپنے مشکیزے سے پانی پلاتے ہوئے شہید ہو گئی۔ اس کی شہادت نے راکھ میں دبی ہوئی چنگاری کا کام کیا اور مسلمان دوبارہ جذبۂ جہاد سے سرشار ہو گئے۔

جنگِ بلقان: ترکی کے انقلاب کے دوران میں سلطنت عثمانیہ کی داخلی صورت حال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے 1908ء میں آسٹریا ہنگری نے مقبوضہ بوسینیا اور ہرزگوینیا کا باضابطہ الحاق کر دیا۔ آسٹریا ہنگری نے 1877ء کی روس ترک جنگ اور برلن کانگریس 1878ء کے بعد اس پر قبضہ کیا تھا۔ اطالیہ ترک جنگوں کے دوران میں سربیا، ماؤنٹی نیگرو، یونان اور بلغاریہ پر مشتمل بلقان لیگ نے سلطنت عثمانیہ کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا جس کے نتیجے میں سلطنت عثمانیہ کو 1912,1913ء میں بلقان کی جنگ کا سامنا کرنا پڑا اور اسے جزیرہ نما بلقان کے کئی علاقوں سے ہاتھ دھونا پڑے۔ لیبیا اور جزیرہ نما بلقان میں جنگیں اتحاد و ترقی کا پہلا بڑا امتحان تھیں۔ اطالیہ ترک جنگوں میں سلطنت عثمانیہ کو لیبیا سے بھی ہاتھ دھونا پڑے۔ یہ پہلی جنگ تھی جس میں دنیا میں پہلی بار میدانِ جنگ میں ہوائی جہازوں کا استعمال بھی کیا گیا۔

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں:

(الف) فاطمہ بنت عبداللہ شہید ہوئی:

(i) بلقان کی جنگ میں (ii) طرابلس کی جنگ میں
(iii) جنگِ عظیم اوّل میں (iv) جنگِ عظیم دوم میں

(ب) فاطمہ نے جہاد کیا:

(i) نیزے کے ساتھ (ii) تلوار کے ساتھ
(iii) ڈھال کے ساتھ (iv) بغیر تلوار اور ڈھال کے

(ج) اپنے صحرا میں ابھی بہت سے پوشیدہ ہیں:

(i) اونٹ (ii) گھوڑے
(iii) شیر (iv) آہو

(د) برسے ہوئے بادل میں خوابیدہ ہیں:
(i) بجلیاں (ii) فضائیں
(iii) ہوائیں (iv) گھٹائیں

(ہ) اپنے نالۂ ماتم میں شامل ہے:
(i) خونِ جگر (ii) نغمۂ عشرت
(iii) حزن و ملال (iv) سوگواری

(و) کوئی ہنگامہ چھپا ہوا ہے:
(i) آسمانوں میں (ii) ستاروں میں
(iii) تربت خاموش میں (iv) زندگی کی ہلچل میں

جوابات:

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(ii)	(ب)	(iv)	(ج)	(iv)	(د)	(i)
(ہ)	(ii)	(و)	(iii)				

www.downl

جوش ملیح آبادی
(1898ء تا 1982ء)

کسان

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو کھیتی باڑی کے مقدس پیشے سے آگاہ کرنا۔
- کسان کی محنت کو خراج تحسین پیش کرنا۔
- طلبہ میں ملک کی ترقی کے لیے کام کرنے کا جذبہ پیدا کرنا۔
- طلبہ کو نظم میں منظر نگاری کی اہمیت کے بارے میں بتانا۔
- طلبہ کو ملکی معیشت میں کسان کے کردار کے بارے میں بتانا۔
- طلبہ کو جوش ملیح آبادی کے حالات زندگی سے روشناس کروانا۔
- طلبہ کو جوش ملیح آبادی کی شاعری کی خصوصیات بتانا۔

شاعر کے حالاتِ زندگی

نام شبیر حسن خان، تخلص جوش۔ ملیح آباد کے معزز خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے دادا اور پردادا بھی شاعر تھے۔ اس طرح شعر و شاعری جوش کو ورثے میں ملی تھی۔

جوش کا خاندان ایک خوشحال اور نیم جاگیردارانہ قسم کے گھرانے پر مشتمل تھا۔ اس طرح جوش کا بچپن اور لڑکپن آسودہ حالی میں گزرا لیکن پھر جائیداد نسل در نسل تقسیم ہو جانے کی وجہ سے معاشی مسائل بڑھتے گئے اور جوش کو مختلف قسم کی ملازمتیں کرنا پڑیں۔

ابتدائی تعلیم کے بعد علی گڑھ گئے لیکن تعلیم ادھوری چھوڑ دی۔ 1924ء میں حیدر آباد دکن چلے گئے اور دس سال تک وہاں دارالترجمہ میں ناظر ادب کے عہدے پر فائز رہے۔ ان دنوں ان کی پر جوش، اخلاقی اور انقلابی شاعری کا بڑا چرچا تھا۔ تقسیم کے

وقت ہندوستان میں رہ گئے تھے۔ بعد ازاں پاکستان چلے آئے اور کراچی میں مقیم رہے۔ جوش کی شاعری کے جو مجموعے چھپ چکے ہیں، ان میں "روح ادب" کے علاوہ "شعلہ و شبنم" "جنون و حکمت" "سموم و صبا" "جذبات فطرت" "سرود و خروش" "عرش و فرش" "رامش و رنگ" "شاعر کی راتیں" وغیرہ شامل ہیں۔ انھوں نے ایک اردو لغت بھی مرتب کیا۔

زندگی کے آخری ایام میں جوش کو زیادہ شہرت ان کی خود نوشت حالات زندگی "یادوں کی بارات" کے باعث حاصل ہوئی۔ اس کتاب میں انھوں نے اپنے مخصوص رنگین مزاج اور باغیانہ انداز سے اپنی زندگی اور اپنے ماحول کے حالات پر روشنی ڈالی۔

جوش اول و آخر ایک نظم گو شاعر تھے۔ غزل سے انھیں زیادہ لگاؤ نہ تھا، البتہ رباعی بھی ان کی ایک پسندیدہ صنف تھی۔ وہ ایک زمانے تک غزل کی شدید مخالفت کرتے رہے۔

انقلابی نظریات

جوش کو شاعر انقلاب بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ انھوں نے برصغیر پاک و ہند کی تحریک آزادی کے زمانے میں بہت پُر جوش اور انقلابی نظمیں لکھیں۔ ان کے کلام میں لہجے کی گھن گرج، الفاظ کا مناسب چناؤ اور جذبات و تخیلات کی بلندی کے سبب ان کا شعری مقام مسلسل بلند ہوتا گیا۔

نغمگی اور تصویر کشی

جوش دور جدید کے بلند شعرا کی صف میں شامل ہیں۔ شاعری میں انقلابی اور رومانوی رجحانات کی وجہ سے شاعر انقلاب اور شاعر شباب کہلوائے۔ جوش کو شاعری کے فن اور زبان و بیان پر پوری قدرت حاصل ہے۔ ان کا کلام نغمگی اور لفظی تصویر کشی میں یکتا ہے۔

مرکزی خیال

اس نظم کا مرکزی خیال یہ ہے کہ کسان کو ہماری معاشی، اقتصادی اور معاشرتی زندگی میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔ کسان کی محنت و مشقت ہی ملکی پیداوار اور قومی آمدنی کا بڑا ذریعہ ہے۔ یہ فصلوں کو پروان چڑھاتا اور ان کی نگہداشت کرتا ہے۔ وہ گرمی کی شدت میں بھی اپنے کام میں لگا رہتا ہے۔

خلاصہ

شام کا وقت، کھیتیاں خاموش، اس سماں میں اک مضبوط انسان یعنی کسان جو تہذیب کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے جلوے کا گواہ ہے۔ وہ سورج اور چاند کی چمک سے واقف ہے۔ اس کی نظریں رات کو آسمان پر ہوتی ہیں اور دن کو زمین پر۔ اس کے سامنے تخریب کی قوتیں جھکی رہتی ہیں اور اسی کے برتے پر کسی بھی ملک کی تہذیب پھلتی پھولتی ہے۔ کسان کے بازو کی قوت سے بادشاہ پھلتے پھولتے ہیں۔ اس کے چہرے پر محنت کے نشان ہیں، جب وہ گھر کی طرف رواں ہوتا ہے۔

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
جھٹپٹا	صبح اور شام کا وہ وقت جب سورج طلوع یا غروب ہوتا ہو	نرم رو	آہستگی سے بہنے والا
سماں	منظر، نظارا	قوی	مضبوط
ارتقا	ترقی کرنا، اوپر چڑھنا	پیشوا	امام
تہذیب	رہن سہن، ثقافت	پروردگار	پیدا کرنے والا
غروبِ آفتاب	سورج کا ڈوبنا	شفق	سورج ڈوبنے کے بعد کی سرخی

قدرت	فطرت	شاہد	گواہ
ماہ	چاند	مہر عالم تاب	دنیا کو روشن کرنے والا سورج
نورِ نگاہ	نظر کا اجالا	افلاک	فلک کی جمع، آسمان
سرنگوں	جھکا ہوا، خمیدہ	قوتیں	طاقتیں
تخریب	توڑ پھوڑ	مشقت	محنت
صلابت	مضبوطی، طاقت	نزاکت	نازک پن، نازک ہونا
مدار	دارومدار، انحصار	کس بل	دم خم، زور، طاقت
شہریار	بادشاہ	رواں	جاری

اشعار کی تشریح

شعر نمبر: 1 جھٹپٹے کا نرم رَو دریا ، شفق کا اضطراب
کھیتیاں ، میدان ، خاموشی ، غروبِ آفتاب

حلِ لغت

جھٹپٹا: صبح اور شام کا وہ وقت جب سورج طلوع یا غروب ہو رہا ہو۔ نرم رو: آہستگی سے بہتا ہوا۔ شفق: سورج غروب ہونے کے بعد شام کی سرخی۔
اضطراب: پریشانی، بے چینی۔ غروبِ آفتاب: سورج کا ڈوبنا

مفہوم: شام کا وقت ہے۔ ڈوبتے سورج کی روشنی بے تاب ہے۔ کھیتیاں اور میدان خاموش ہیں اور سورج غروب ہو رہا ہے۔

تشریح: جوش ملیح آبادی نے اس نظم میں بڑی جان دار منظر کشی کی ہے۔ انھوں نے شام کے منظر کو بڑے دل نشیں انداز میں بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ سورج غروب

ہو رہا ہے۔ دن کی روشنی آہستہ آہستہ رات کی تاریکی میں مدغم ہو رہی ہے۔ شفق کی سرخی ایسے لگ رہی ہے جیسے کوئی نرم رو دریا آہستہ آہستہ بہ رہا ہو۔ شام کے اس وقت میں سورج کی سرخی کی بے تابی دیکھنے کے قابل ہے۔ سارا دن سورج اپنی روشنی پھیلاتا رہا۔ اس کے غروب ہونے کے بعد کھیتیاں اور میدان خاموش اور ویران ہو گئے ہیں۔ ان کی رونقیں ماند پڑ گئی ہیں۔ ہر طرف ایک اداسی کا سماں پیدا ہو گیا ہے۔ یہ اس بات کی نشانی ہے کہ دن ڈھل چکا ہے اور شام ہو گئی ہے۔ لوگ اپنے اپنے کاموں سے فراغت پا کر اب گھر میں آرام کریں گے۔

شعر نمبر 2: یہ سماں اور اک قوی انسان ، یعنی کاشت کار
ارتقا کا پیشوا ، تہذیب کا پروردگار

حلِ لغت

سماں: منظر، نظارا۔ قوی: مضبوط۔ کاشت کار: کسان۔ ارتقا: ترقی، درجہ بدرجہ اوپر جانا۔ پیشوا: امام۔ تہذیب: رہن سہن، ثقافت۔ پروردگار: پالنے والا

مفہوم: ایسے منظر میں ایک مضبوط انسان یعنی کسان جو کہ ترقی کا امام اور تہذیب کا پیدا کرنے والا ہے۔

تشریح: جوش ملیح آبادی نے کسان کے بارے میں بڑی گہری نظر سے مشاہدہ کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ شام کے وقت جب ہر طرف خاموشی چھا جاتی ہے۔ سورج غروب ہو رہا ہوتا ہے۔ اس وقت کھیتیاں ویران ہوتی ہیں لیکن ایک شخص ابھی بھی کام میں مگن ہے۔ یہ کسان ہے۔ کسان کھیتوں کا بادشاہ ہے۔ کھیتی باڑی ایک مقدس پیشہ ہے۔ کسی ملک کی معیشت کا انحصار ہی اس کی زرعی پیداوار پر ہوتا ہے۔ جس ملک کا کسان محنتی اور خوش حال ہو گا وہ ملک درجہ بدرجہ ترقی کی منازل طے کرتا ہوا بامِ عروج تک پہنچ جائے گا۔ کسی ملک کی تہذیب کسان ہی

کی رہین منت ہوتی ہے۔ کسان ملکی ترقی کا امام سمجھا جاتا ہے۔ کسی ملک میں کوئی بھی صنعت ہو۔ بے شمار پیسے ہوں مگر اس میں سبزیاں اور پھل نہ ہوں، اناج نہ ہو تو وہ دولت کس کام کی۔ اس کی بجائے وافر مقدار میں اناج، پھل اور سبزیاں ہوں تو کسی بھی حال میں گزارا کیا جا سکتا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ کسان کسی بھی ملک کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔

آشنا اپنی حقیقت سے ہو تو اے دہقاں ذرا
دانہ تو ، کھیتی بھی تو ، باراں بھی تو ، حاصل بھی تو

شعر نمبر3: جلوۂ قدرت کا شاہد ، حُسنِ فطرت کا گواہ
ماہ کا دل ، مہرِ عالم تاب کا نورِ نگاہ

حلِ لغت

شاہد: گواہ۔ ماہ: چاند۔ مہرِ عالم تاب: جہان کو روشن کرنے والا سورج

مفہوم: کسان قدرت کے جلوؤں کا گواہ ہے، وہ چاند کا دل اور دنیا کو روشن کرنے والے سورج کی نگاہ کی روشنی ہے۔

تشریح: شاعر بیان کرتا ہے کہ کسان قدرت کے جلوے یا نظارے کا گواہ، مشاہدہ کرنے والا اور محبوب ہے۔ وہ دلکش و دلفریب قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ وہ حسنِ فطرت کا گواہ ہے، یعنی فطری حسن کا خوب قدر دان اور محرم ہے۔ کسان چاند کا دل یعنی چاند کا چہیتا اور پیارا ہے۔ وہ چاندنی راتوں میں اپنے کھیتوں میں محنت و مشقت کرتا ہے اور چاندنی سے خوب لطف اٹھاتا ہے۔ سورج تمام دنیا کو روشن اور منور کر دیتا ہے۔ کسان اسی سورج کا نورِ نگاہ، نگاہوں کی روشنی یعنی چہیتا، لاڈلا اور منظورِ نظر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسان فطری مناظر میں گھرا رہتا ہے اور سورج، چاند اور ستارے اس کے ہمدم، ساتھی، دوست اور آشنا ہیں۔

شعر نمبر 4 لہر کھاتا ہے رگِ خاشاک میں جس کا لہو
جس کے دل کی آنچ بن جاتی ہے سیلِ رنگ و بو

حل لغت

رگ: ریشہ۔ خاشاک: کوڑا کرکٹ، گھاس پھونس۔ آنچ: آگ۔ سیل: سیلاب

مفہوم: جس کا لہو زمین کے ریشے میں لہر کھاتا ہے، جس کے دل کی آگ رنگ و خوشبو کا سیلاب بن جاتی ہے۔

تشریح: کہتے ہیں کہ کسان اس قدر محنت و مشقت کا عادی ہوتا ہے کہ اس کا خون گھاس پھونس اور کوڑے کرکٹ کی رگوں میں لہراتا ہے۔ یعنی وہ اپنے کھیتوں میں اس قدر محنت اور مشقت کرتا ہے کہ خون پسینا ایک کر دیتا ہے۔ جب وہ محنت کرتا ہے اور اس کا پسینا بہتا ہے تو اس پسینے میں اس کا لہو بھی شامل ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ بہت زیادہ محنت کرتا ہے۔ گویا ایک کسان مولانا الطاف حسین حالی کے اس قول کی عملی تصویر پیش کرتا ہے

حلال آدمی کو ہے کھانا نہ پینا
نہ ہو ایک جب تک لہو اور پسینا

دوسرے مصرعے میں جوش ملیح آبادی بیان کرتے ہیں کہ کسان ایک ایسی ہستی ہے جس کے دل کی آنچ یعنی آگ یا حرارت رنگ و خوشبو کا سیلاب بن جاتی ہے۔ یعنی کسان کے دلی جذبہ اور سخت محنت کے نتیجے میں فصلوں، پھلوں اور پھولوں کو رنگت و خوشبو میسر آتی ہے۔ فصلیں کسان ہی کی محنت سے لہلہاتی ہیں، پھول اسی کی نگرانی اور دیکھ بھال سے کھلتے ہیں اور پھل اسی کی مشقت سے پکتے ہیں۔ جس طرح معمار کوئی عمارت بناتا ہے۔ وہ اپنا سارا ہنر اس پر صرف کرتا ہے تو عمارت میں ایک دلکشی اور جاذبیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب پھلوں میں خوشبو اور ذائقہ بنتا ہے یا پھولوں میں خوشبو اور رنگت آتی ہے تو

پتا چلتا ہے کہ کسان نے اس پر کتنی محنت کی ہوگی۔

شعر نمبر 5: دوڑتی ہے رات کو جس کی نظر افلاک پر
دن کو جس کی اُنگلیاں رہتی ہیں نبضِ خاک پر

حلِ لغت

افلاک: فلک کی جمع، آسمان

مفہوم: جس کی نظر رات کو آسمان پر دوڑتی ہے اور دن کو اس کی انگلیاں خاک کی نبض پر ہوتی ہیں۔

تشریح: کہتے ہیں کہ کسان کو رات دن اسی بات کی فکر لاحق رہتی ہے کہ اس کی فصلیں صحیح طور پر اور سازگار ماحول میں پروان چڑھیں۔ وہ لگاتار موسم اور آب و ہوا کی تبدیلیوں پر نظر رکھتا ہے۔ رات کے وقت اس کی نگاہیں آسمان کی طرف لگی رہتی ہیں کہ بارش، آندھی یا طوفان کا امکان تو نہیں۔ اگر ایسا ہے تو پھر مناسب تحفظ کرتا ہے۔ اسی طرح دن کی روشنی میں کسان کی انگلیاں زمین کی نبض پر رہتی ہیں یعنی وہ زمین کی حالت و کیفیت کا مسلسل جائزہ لیتا رہتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ زمین سیراب ہے یا خشک، کاشت کے لیے تیار ہے یا نہیں؟ وہ ان تبدیلیوں کا جائزہ لے کر مناسب اقدامات کرتا ہے۔

شعر نمبر 6: سرنگوں رہتی ہیں جس سے قوتیں تخریب کی
جس کے بوتے پر لچکتی ہے کمر تہذیب کی

حلِ لغت

سرنگوں رہنا: سر جھکائے رکھنا، مغلوب ہونا۔ تخریب: خراب کرنا، برباد کرنا۔ بوتا: طاقت، ہمت۔ تہذیب: انسانیت، شائستگی، معاشرے میں رہن سہن کا طریقہ

مفہوم: کسان کی وجہ سے تخریب کی قوتیں اپنے سر کو جھکائے رکھتی ہیں اور اسی کی ہمت پر تہذیب پھلتی پھولتی ہے۔

تشریح: کہتے ہیں کہ کسان ایک ایسی قابلِ قدر اور مفید ہستی ہے کہ اس کی بدولت منفی قسم کی شرپسند قوتیں مغلوب رہتی ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کسان کی بدولت ملکی پیداوار اور آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔ قومی خزانہ مستحکم ہوتا ہے جس کی وجہ سے ملکی انتظام اور نظم و نسق بہتر ہوتا ہے۔ جرائم اور تخریب کاری کا سدِباب ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کسان ہی ہے جس کی محنتِ شاقہ تہذیب و تمدن کو پروان چڑھاتی ہے اور اعلیٰ اخلاقی اور انسانی قدریں فروغ پاتی ہیں۔ معاشرے کی اصلاح ہوتی ہے اور قابلِ قدر روایات جنم لیتی ہیں۔

شعر نمبر7: جس کے بازو کی صلابت پر نزاکت کا مدار
جس کے کس بل پر اکڑتا ہے غرورِ شہریار

حلِ لغت

صلابت: مضبوطی، طاقت۔ نزاکت: نرم و نازک، مدار: دارومدار، انحصار۔ کس بل: طاقت۔ شہریار: بادشاہ

مفہوم: جس کے بازو کی قوت پر نازک پن کا انحصار ہے اور اسی کی طاقت پر بادشاہ کا غرور قائم ہوتا ہے۔

تشریح: کہتے ہیں کہ کسان کی قوتِ بازو پر نزاکت، بانکپن اور حسن و جمال کا دارومدار اور انحصار ہے یعنی کسان کے بازوؤں کی طاقت ملکی پیداوار اور آمدنی میں اضافہ کرتی ہے، جس کے نتیجے میں نزاکت اور بانکپن کا تحفظ ہوتا ہے۔ اس طرح کسان کے دم خم اور زور و قوت کے باعث ہی بادشاہ غرور و ناز سے اکڑتا ہے، یعنی بادشاہ کے فخر و غرور اور شان و شوکت کا انحصار بھی کسان کی قوتِ بازو پر ہے۔ اگر کسان پیداوار میں اضافہ کر کے مالیہ اور لگان ادا نہ کرے تو بادشاہ کی بادشاہت قائم نہیں رہ سکتی۔ یہ کسان ہی ہے جو لوگوں کو آرام و آسائش مہیا کرتا ہے اور بادشاہ اور حکمران کی شان بڑھاتا ہے۔

شعر نمبر 8: دھوپ کے جھلسے ہوئے رُخ پر مشقت کے نشاں
کھیت سے پھیرے ہوئے مُنھ گھر کی جانب ہے رواں

حل لغت

رخ: چہرہ۔ مشقت: سخت محنت۔ رواں: جاری، چلتا ہوا

مفہوم: کسان کے چہرے پر سخت محنت کے نشان نظر آتے ہیں جب وہ کھیت کے کام سے فارغ ہو کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوتا ہے۔

تشریح: کہتے ہیں کہ کسان گرمی کی شدت اور تیز دھوپ میں اس قدر محنت و مشقت سے کام کرتا ہے کہ اس کے چہرے پر اس سخت محنت کے واضح نشان نظر آتے ہیں۔ بے چارے کا چہرہ جھلس کر سیاہ پڑ جاتا ہے اور چہرے کی رونق و تازگی ختم ہو جاتی ہے۔ وہ سارا دن اپنے کھیتوں میں سخت محنت کرتا ہے، جس کے نتیجے میں وہ تھک کر چُور ہو جاتا ہے۔ اب وہ منھ کھیت سے موڑ کر اپنے گھر کی طرف چل پڑتا ہے۔ گھر میں وہ اپنے بیوی بچوں میں گھل مل جاتا ہے، اس طرح اس کا دل بہل جاتا ہے اور وہ اگلے روز کی محنت و مشقت کے لیے تر و تازہ ہو جاتا ہے۔

تبصرہ

جوش ملیح آبادی نے بڑے فصیح و بلیغ طریقے سے ایک کسان کی زندگی کو بیان کیا ہے۔ اس نے کسان کی محنت کا ذکر کرتے ہوئے اسے کسی بھی ملک کی ترقی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت دی ہے۔ کسان اپنے کام میں مگن رہتا ہے۔ اسے اپنے کام سے عشق ہے۔ کسان جانتا ہے کہ کب بارش ہو گی، کب ہوا چلے گی، کب اسے بیج بونا چاہیے۔ اس طرح وہ ایک اچھی فصل حاصل کر سکتا ہے۔ جوش ملیح آبادی کا مشاہدہ بہت تیز ہے۔ انھوں نے جزئیات کو مد نظر رکھتے ہوئے کسان کی زندگی کا اجمالی خاکا بیان کیا ہے۔

حلِ مشقی سوالات

1- مندرجہ ذیل سوالات کے جواب لکھیے:

(الف) نظم کے دوسرے شعر میں شاعر نے کن الفاظ میں کسان کی تحسین کی ہے؟

جواب: جوش ملیح آبادی نے کسان کے بارے میں بڑی گہری نظر سے مشاہدہ کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ شام کے وقت جب ہر طرف خاموشی چھا جاتی ہے۔ سورج غروب ہو رہا ہوتا ہے۔ اس وقت کھیتیاں ویران ہوتی ہیں لیکن ایک شخص ابھی بھی کام میں مگن ہے۔ یہ کسان ہے۔ کسان کھیتوں کا بادشاہ ہے۔ کھیتی باڑی ایک مقدس پیشہ ہے۔ کسی ملک کی معیشت کا انحصار ہی اس کی زرعی پیداوار پر ہوتا ہے۔ جس ملک کا کسان محنتی اور خوش حال ہو گا وہ ملک درجہ بدرجہ ترقی کی منازل طے کرتا ہوا بامِ عروج تک پہنچ جائے گا۔ کسی ملک کی تہذیب کسان ہی کی رہینِ منت ہوتی ہے۔ کسان ملکی ترقی کا امام سمجھا جاتا ہے۔ کسی ملک میں کوئی بھی صنعت ہو۔ بے شمار پیسے ہوں مگر اس میں سبزیاں اور پھل نہ ہوں، اناج نہ ہو تو وہ دولت کس کام کی۔ اس کی بجائے وافر مقدار میں اناج اور پھل، سبزیاں ہوں تو کسی بھی حال میں گزارا کیا جا سکتا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ کسان کسی بھی ملک کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔

(ب) "جلوۂ قدرت کا شاہد" سے کون مراد ہے؟

جواب: جلوۂ قدرت کا شاہد سے کسان مراد ہے۔

(ج) نبضِ خاک پر انگلیاں رہنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: کسان کی انگلیاں زمین کی نبض پر رہتی ہیں یعنی وہ زمین کی حالت و کیفیت کا مسلسل جائزہ لیتا رہتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ زمین سیراب ہے یا خشک، کاشت کے

کر چُور ہو جاتا ہے۔ اب وہ منھ کھیت سے موڑ کر اپنے گھر کی طرف چل پڑتا ہے۔ گھر میں وہ اپنے بیوی بچوں میں گھل مل جاتا ہے، اس طرح اس کا دل بہل جاتا ہے اور وہ اگلے روز کی محنت و مشقت کے لیے تر و تازہ ہو جاتا ہے۔

(ہ) شاعر نے کسے ارتقا کا پیشوا کہا ہے؟

جواب: شاعر نے کسان کو ارتقا کا پیشوا کہا ہے۔

(و) کون سی قوتیں کسان سے سرنگوں رہتی ہیں؟

جواب: تخریب کی قوتیں کسان سے سرنگوں رہتی ہیں۔

(ز) کھیت سے منھ پھیر کر کسان کہاں جاتا ہے؟

جواب: کھیت سے منھ پھیر کر کسان گھر کی طرف جاتا ہے۔

(ح) نظم کے آخری شعر میں شاعر نے کن پانچ چیزوں کا ذکر کیا ہے؟

جواب: نظم کے آخری شعر میں کسان نے ''دھوپ''، ''جھلسے ہوئے رخ''، ''مشقت''، ''کھیت'' اور ''گھر'' کا ذکر کیا ہے۔

-2 نظم ''کسان'' کا متن مدِ نظر رکھ کر درست جواب پر نشان (✓) لگائیں۔

(الف) نظم کا ابتدائی منظر ہے:

(i) شام کا (ii) صبح کا
(iii) جھٹ پٹے کا (iv) رات کا

(ب) کسان کی انگلیاں دن کے وقت رہتی ہیں:

(i) ہل کی ہتھی پر (ii) حقے کی نے پر
(iii) خاک کی نبض پر (iv) بانسری پر

(ج) کسان قدرت کے جلوے کا ہے:

(i) ناقص (ii) گواہ
(iii) مداح (iv) شاہد

(د) کسان کھیت سے رُخ پھیر کر کہاں جاتا ہے؟

(i) گھر میں (ii) ویرانے میں
(iii) منڈیر کی طرف (iv) گاؤں میں

(ہ) نظم "کسان" کس شاعر کی تخلیق ہے؟
(i) جوش ملیح آبادی (ii) جمیل الدین عالی
(iii) میر انیس (iv) دلاور فگار

(و) یہ نظم جوش کے کس مجموعہ کلام سے لی گئی ہے؟
(i) حرف و حکایت (ii) شعلہ و شبنم
(iii) جذبات فطرت (iv) سنبل و سلاسل

(ز) شاعر نے تہذیب کا پروردگار کسے کہا ہے؟
(i) عالم (ii) مزدور
(iii) کسان (iv) معلّم

(الف)	(i)	(ب)	(iii)	(ج)	(iv)	(د)	(i)
(ہ)	(i)	(و)	(ii)	(ز)	(iii)		

-3 نظم "کسان" کا متن ذہن میں رکھ کر، درست الفاظ کے ذریعے سے مصرے مکمل کریں۔

(الف) جلوۂ قدرت کا شاہد حسنِ فطرت کا گواہ
(ب) دن کو جس کی انگلیاں رہتی ہیں نبضِ خاک پر
(ج) جس کے بوتے پر لچکتی ہے کمر تہذیب کی
(د) جس کے کس بل پر اکڑتا ہے غرورِ شہریار
(ہ) دھوپ کے جھلسے ہوئے رُخ پر مشقت کے نشاں

-4 جوش نے کسان کی جو صفات بیان کی ہیں، ان کی فہرست بنائیے۔

جواب: دیکھیے خلاصہ

-5 درج ذیل فہرست میں سے مذکر مؤنث الگ الگ کیجیے:

نظم، شفق، میدان، سماں، فاتح، نسیم، فطرت، تہذیب، دھوپ، فلک

جواب: مذکر: میدان، سماں، فاتح، فلک
مؤنث: شفق، نظم، نسیم، فطرت، تہذیب، دھوپ

-6 مندرجہ ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کریں:

جھٹ پٹا، اضطراب، ارتقا، سرنگوں، تخریب، مشقت

الفاظ	جملوں میں استعمال
جھٹ پٹا	جھٹ پٹے کے وقت ایک ننھا سا دیا ایک بڑھیا نے سر راہ روشن کر دیا
اضطراب	ماں اضطراب کی حالت میں بار بار بچے کی راہ دیکھتی رہی۔
ارتقا	انسان نے آہستہ آہستہ ارتقا کی منازل طے کی ہیں۔
سرنگوں	جو اعلیٰ ظرف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کے ملتے ہیں صراحی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے پیمانے
تخریب	آج کل ہر جگہ تخریب کاری عام ہے۔
مشقت	مشقت کی ذلت جنھوں نے اٹھائی جہاں میں ملی ان کو آخر بڑائی

-7 درج ذیل الفاظ کے جوڑوں میں صوتی مشابہت ہے، لیکن ہر جوڑے کے لفظ الگ الگ معنی رکھتے ہیں۔ ہر لفظ کے الگ الگ معانی لکھیں۔

اَلم، عَلم، بعض، باز، پارہ، پارا، روزہ، روضہ، قاش، کاش

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
اَلم	دکھ، رنج، تکلیف	علم	جھنڈا، پرچم
بعض	کئی، چند، معدود	باز	ایک پرندہ، منع
پارہ	ٹکڑا، حصہ	پارا	ایک سیال دھات
روزہ	صوم، اسلام کا تیسرا رکن	روضہ	باغ
قاش	ٹکڑا، حصہ	کاش	افسوس کا کلمہ

سرگرمیاں

-1 جوش کی ایک اور مختصر سی نظم ڈھونڈ کر پڑھیں اور کاپی پر نوٹ کریں۔

جواب: جوش ملیح آبادی کی نظم **بدلی کا چاند**

خورشید وہ دیکھو ڈوب گیا ظلمت کا نشاں لہرانے لگا
مہتاب وہ ہلکے بادل سے چاندی کے ورق برسانے لگا

لو ڈوب گیا پھر بادل میں بادل میں وہ خط سے دوڑ گئے
لو پھر وہ گھٹائیں چاک ہوئیں ظلمت کا قدم تھرانے لگا
بادل میں چھپا تو کھول دیے بادل میں دریچے ہیرے کے
گردوں پہ جو آیا تو گردوں دریا کی طرح لہرانے لگا
سمٹی جو گھٹا تاریکی میں چاندی کے سفینے لے کے چلا
سنکی جو ہوا تو بادل کے گرداب میں غوطے کھانے لگا
غرفوں سے جو جھانکا گردوں کے امواج کی نبضیں تیز ہوئیں
حلقوں میں دوڑا بادل کے کہسار کا سر چکرانے لگا
پردہ جو اٹھایا بادل کا دریا پہ تبسم دوڑ گیا
چلمن جو گرائی بدلی کی میدان کا دل گھبرانے لگا
ابھرا تو تجلی دوڑ گئی ڈوبا تو فلک بے نور ہوا
الجھا تو سیاہی دوڑا دی سلجھا تو ضیا برسانے لگا
کیا کاوشِ نور و ظلمت ہے کیا قید ہے کیا آزادی ہے
انساں کی تڑپتی فطرت کا مفہوم سمجھ میں آنے لگا

-2 "کسان کی مشقت بھری زندگی" کے عنوان سے طلبہ میں مضمون نویسی کا مقابلہ کروایا جائے۔

جواب: **کسان کی مشقت بھری زندگی**

کسان معاشرے کا ایک سود مند فرد ہے۔ اس کی زندگی بڑی کٹھن ہے۔ اس کے باوجود وہ اپنے کام سے بہت مطمئن ہے۔ کسان منہ اندھیرے اٹھتا ہے۔ سب سے پہلے وہ بیلوں کو چارا دیتا ہے پھر انھیں لے کر کھیتوں کی طرف رواں دواں ہو جاتا ہے۔ بیلوں کو ہل میں جوتتا ہے۔ زمین میں ہل چلاتا ہے۔ اتنی دیر میں سورج کی روشنی نمودار ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ کسان بیلوں کو چھوڑ کر

وضو کرتا ہے اور فجر کی نماز ادا کرتا ہے۔ بیلوں کو پانی پلانے کے لیے کنوئیں پر لے جاتا ہے۔ اسی اثنا میں کسان کی بیوی اس کے لیے روٹی لے کر آ جاتی ہے۔ کسان کے ناشتے میں لسی، مکھن اور اچار شامل ہوتا ہے۔ کھانا کھا کر کسان پھر کھیتوں میں چلا جاتا ہے۔ اگر ڈھیلے توڑنے کی ضرورت پیش آئے تو کسان ڈھیلے توڑتا ہے اور بیلوں کی مدد سے ہل چلا کر زمین کو نرم اور ہموار کرتا ہے۔ وہ دوپہر تک کھیتوں میں کام کرتا ہے۔ قریب قریب بارہ بجے اس کی بیوی دوپہر کا کھانا لے کر آ جاتی ہے۔ دوپہر کا کھانا کھا کر کسان کچھ دیر درخت کے سائے تلے چارپائی پر لیٹ کر آرام کرتا ہے۔ وہ حقے کے کچھ کش لیتا ہے۔ ایک گھنٹا آرام کرنے کے بعد کسان دوبارہ کام کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ وہ سورج غروب ہونے تک کام کرتا رہتا ہے۔ پھر بیلوں کو کھول کر انھیں چارا دیتا ہے اور گھر کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔ گھر پہنچ کر وہ بیوی بچوں کے ساتھ رات کا کھانا کھاتا ہے۔ کسان رات کو جلدی سو جاتا ہے کیوں کہ اسے صبح جلدی اٹھنا ہوتا ہے۔

-3 طلبہ درست آہنگ میں یہ نظم پڑھیں۔

جواب: اساتذہ کرام جماعت کے کسی خوش الحان بچے سے یہ نظم ترنم کے ساتھ پڑھوائیں اور باقی بچوں سے کہیں کہ وہ اسے غور سے سنیں۔

تدریسی اشارات

-1 نظم کے حوالے سے طلبہ پر محنت کی اہمیت واضح کی جائے۔ حدیث شریف (الکاسب حبیب اللّٰہ) کا حوالہ دیا جائے۔

جواب:

محنت کی عظمت

محنت کے معنی دکھ یا تکلیف برداشت کرنے کے ہیں۔ ہر انسان کے لیے لازم ہے کہ وہ زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے محنت کرے۔ قدرت کا منشا

یہ ہے کہ انسان اپنے ہاتھ پاؤں ہلا کر خود اپنے لیے آسانیاں پیدا کرے۔ ترقی کا راز اسی بات پر ہے اور محنت ہی سے عزت ملتی ہے۔

وہی لوگ پاتے ہیں عزت زیادہ
جو کرتے ہیں دنیا میں محنت زیادہ

دنیا کے ہر میدان میں کامیابی کے لیے محنت درکار ہے اور محنت کا پھل ضرور ملتا ہے۔ ایک طالب علم جب تک محنت نہ کرے کامیابی حاصل نہیں کرسکتا۔ زمین دار اچھی فصل حاصل کرنے کے لیے بیج بوتا' ہل چلاتا' کھاد ڈالتا اور زمین کو پانی دیتا ہے۔ آخر اسے اپنی محنت کا پھل مل جاتا ہے اور وہ ڈھیروں اناج حاصل کرلیتا ہے۔

ہر انسان کو اپنی جسمانی طاقت کے مطابق محنت کرنی چاہیے۔ اپنی ہمت سے بڑھ کر محنت کرنا سخت غلطی ہے۔ اگر انسان اپنی حد سے زیادہ محنت کرے تو اس کی صحت خراب ہو جاتی ہے اور وہ پھر مزید محنت کے قابل نہیں رہتا۔ بعض لوگ سارا سارا دن محنت کرتے ہیں اور آرام کے لیے کوئی وقت نہیں نکالتے۔ یہ طرزِ عمل آخر کار ان کے نقصان کا باعث بنتا ہے۔

ہے محنت میں بہتر میانہ روی
اسی سے ملے کامیابی بڑی

دنیا میں جتنے بھی بڑے لوگ ہوئے ہیں انھوں نے محنت کی بدولت ہی کامیابی حاصل کی ہے۔ محنت کامیابی کی کنجی ہے۔ یہ دنیا کی رونق ہے۔ ہمارے اردگرد باغات' سبزہ زار' ہری بھری فصلیں' شان دار بنگلے' پکی سڑکیں اور خوب صورت عمارات محنت ہی کے کرشمے ہیں۔ اگر لوگ محنت نہ کرتے تو دنیا کی یہ رونق اور چہل پہل نہ ہوتی۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

آج کا زمانہ سائنس کا زمانہ ہے۔ انسان نے اپنی سہولت کے لیے بہت سی ایجادات کی ہیں۔ ہوائی جہاز، بحری جہاز، ٹینک، توپیں، راکٹ، ٹی وی اور کمپیوٹر وغیرہ سب محنت کا کرشمہ ہیں۔ محنتی انسان دنیا میں اپنی قوت سے سب کچھ حاصل کر لیتا ہے۔ طلبہ محنت نہ کریں تو کامیابی کیسے ملے۔ دنیا میں موجود ایجادات کرنے والوں نے محنت کی اور قدرت نے انھیں اس محنت کا پھل دے دیا۔ موجدوں کی محنت سے اب ایک دنیا فائدہ حاصل کر رہی ہے۔

طالب علموں کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ دن رات محنت کریں تاکہ وہ امتحان میں سنہری کامیابی حاصل کریں۔ محنت کرنے سے معاشرے میں مقام بڑھتا ہے۔ طلبہ کامیابی حاصل کر کے نہ صرف اپنے ادارے بلکہ والدین اور اساتذہ کرام کی عزت میں اضافہ کر سکتے ہیں۔

جو دنیا میں محنت کرے گا بشر
ملے پھر اسے ڈھیر میں سیم و زر

-2 کسان کے موضوع پر کسی اور شاعر کی نظم طلبہ کو سنائی جائے یا مزدور کے موضوع پر احسان دانش یا کسی اور شاعر کی نظم سنا کر محنت کی عظمت واضح کی جائے۔

جواب: مجھے کسان کے موضوع پر لکھی گئی حفیظ جالندھری کی یہ نظم پسند ہے۔

سویرے اندھیرے اندھیرے اٹھا
لیے بیل کھیتوں کی جانب چلا
ہے سارا زمانہ ابھی سو رہا
مگر اس کا یہ وقت ہے کام کا
اسے ہر گھڑی کام ہی کا ہے دھیان
بڑا محنتی ہے بہادر کسان
کبھی بیل کا دل بڑھاتا ہوا
کبھی موڑتا اور ہنکاتا ہوا

کبھی ہل کی ہتھی دباتا ہوا
یہ چلتا ہے جب ہل چلاتا ہوا
کوئی دیکھے تو اس گھڑی اس کی شان
بڑا محنتی ہے بہادر کسان

کڑی دھوپ چاروں طرف چھا گئی
ہوا جس کی گرمی سے تھرا گئی
یہ بیلوں کی جوڑی جو گھبرا گئی
تو اس کی جگہ دوسری آ گئی
اکیلا کھڑا ہے مگر سخت جان
بڑا محنتی ہے بہادر کسان

ہوئی ہل چلاتے ہوئے دوپہر
چھپے سائے میں جا کے سب جانور
ہوا اس کا چہرا پسینے میں تر
نہیں ہے مگر اس کے دل پہ اثر
نہ چہرے پہ ہیں ماندگی کے نشان
بڑا محنتی ہے بہادر کسان

ہے دنیا کی جنت فقط اس کے پاس
یہ محنت سے کرتا ہے سب کام راس
یہ ترکاریاں، یہ اناج اور کپاس
پھلوں کا مزا اور پھولوں کی باس
اسی سے تو لیتا ہے سارا جہان
بڑا محنتی ہے بہادر کسان

3۔ جوش کی نظم گوئی کی خوبیوں اور آہنگ سے طلبہ کو متعارف کرایا جائے۔

جواب: جوش کی نظم گوئی کی خوبیاں

انقلابی نظریات

جوش کو شاعر انقلاب بھی کہا جاتا ہے کیونکہ انھوں نے برصغیر پاک و ہند کی تحریک آزادی کے زمانے میں بہت پر جوش اور انقلابی نظمیں لکھیں۔ان کے کلام میں لہجے کی گھن گرج الفاظ کا مناسب چناؤ اور جذبات وتخیلات کی بلندی کے سبب ان کا شعری مقام مسلسل بلند ہوتا گیا۔

نغمگی اور تصویر کشی

جوش دور جدید کے بلند شعراء کی صف میں شامل ہیں۔شاعری میں انقلابی اور رومانوی رجحانات کی وجہ سے شاعر انقلاب اور شاعر شباب کہلوائے۔جوش کو شاعری کے فن اور زبان و بیان پر پوری قدرت حاصل ہے۔ان کا کلام نغمگی اور لفظی تصویر کشی میں یکتا ہے۔

حالات کی تلخی

بلاشبہ جوش اردو نظم کی ایک توانا آواز ہے۔ان کی شاعری میں انقلابی اور باغیانہ خیالات برملا بیان ہوئے ہیں۔اسی لیے انھیں شاعر انقلاب کہا گیا۔وہ اپنے عہد کے سیاسی میلانات اور نئے ادبی رجحانات سے بہت متاثر تھے۔یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں رنگینی اور لطافت کے ساتھ ساتھ حالات کی تلخی اور سنگینی کی جھلک بھی موجود ہے۔چنانچہ وہ اپنی انقلابی نظموں میں مزدوروں محنت کشوں کسانوں اور استحصال کے شکار مظلوموں کے لیے استعماری طاقتوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے ہیں۔وہ حریت وآزادی اور وطن پرستی میں بھی بہت پر جوش ہیں۔ان کا فلسفہ ''زندگی عشرت امروز'' ہے۔کبھی کبھی وہ اپنی رباعیوں میں فکر ونظر اور معرفت کے موضوعات بھی ادا کرتے ہیں۔

ذخیرۂ الفاظ

جوش اپنے انقلابی اور باغیانہ لہجے آزاد فطرت اور بے پناہ ذخیرہ الفاظ کی وجہ سے اردو شاعری میں ایک منفرد مقام کے حامل شاعر تھے اور بیسویں صدی کی شاعری میں ان کا نام صف اول کے شعرا میں شمار ہوتا ہے۔ جوش کی نظموں میں یوں تو مختلف موضوعات اور محسوسات کی عکاسی ہے لیکن خاص طور پر ان کی رومانی نظمیں زیادہ دلکش اور اثر انگیز ہیں۔

4- طلبہ پر واضح کیا جائے کہ حالات اور وقت کے ساتھ ساتھ جو معاشرتی تبدیلیاں آتی ہیں ان سے شہر اور دیہات دونوں متاثر ہوتے ہیں۔ اب مشینی کاشت کاری بڑھ گئی ہے لیکن دور دراز کے دیہات میں اب بھی ایسی تصویریں مل جاتی ہیں۔

جواب: شہر ہوں یا دیہات۔ ان دونوں کے ملنے سے کسی ملک کا معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ دیہاتی زندگی کی اپنی خصوصیات ہیں اور شہری زندگی کی اپنی خصوصیات' دونوں کے روشن پہلو بھی ہیں اور تاریک بھی۔ پاکستان کی ستر فیصد آبادی دیہات میں رہتی ہے جب کہ صرف تیس فیصد لوگ شہروں میں رہتے ہیں۔ لہلہاتے ہوئے کھیت ہرے بھرے سایہ دار درخت کھلی فضا اور تازہ ہوا گاؤں والوں کے لیے قدرت کا بہت بڑا عطیہ ہے۔ بقول احسان دانش

واہ رے دیہات کے سادہ تمدن کی بہار
سادگی میں بھی ہے کیا کیا تیرا دامن زر نگار

کھیتی باڑی گاؤں والوں کا ذریعۂ معاش ہے۔ پرانے زمانے میں ہل اور بیلوں کی مدد سے کھیتی باڑی کی جاتی تھی۔ آج کل ان کی جگہ جدید مشینوں نے لے لی ہے۔ اب کسان بیلوں کی بجائے ٹریکٹر کی مدد سے ہل چلاتا ہے۔ مشینوں ہی کی مدد سے کھیتوں میں بیج بکھیرتا ہے۔ ٹیوب ویل کے ذریعے آب

پاشی کرتا ہے۔ ہارویسٹر کے ذریعے سے فصل کاٹا ہے۔ غرض سب کام مشینوں ہی کے ذریعے سے ہوتے ہیں لیکن آج بھی دور دراز کے گاؤں میں پرانے طریقوں سے ہی کھیتی باڑی کی جاتی ہے۔ پرانے طریقوں سے کام لے کر اناج کی پیداوار تو زیادہ نہیں ہوتی لیکن چیزیں خالص ملتی ہیں۔ آج کل فصلوں کو کیڑوں سے بچانے کے لیے ان پر زہریلی ادویات کا چھڑکاؤ کیا جاتا ہے۔ یہ دوائیں انسانی صحت کے لیے بھی مضر ہیں لیکن جوں جوں آبادی میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے ہر چیز کی پیداوار میں تیزی آتی جا رہی ہے۔ جو کام پہلے ہاتھ کی مدد سے دنوں میں ہوتا تھا اب وہی کام مشینوں کی مدد سے گھنٹوں میں ہو جاتا ہے، لیکن ان مشینوں نے ہمارے اندر سے احساس کی دولت کو آہستہ آہستہ ختم کر دیا ہے۔ بقول اقبال

ہے دلوں کے لیے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

-5 طلبہ سے یہ نظم ترنم سے اور تحت اللفظ پڑھائی جائے۔

جواب: اساتذہ کرام بچوں سے یہ نظم پڑھوائیں۔

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) جھٹ پٹے کا نرم رو دریا اور اضطراب ہے:

(i) بیلوں کا (ii) کسان کا
(iii) شفق کا (iv) سورج کا

(ب) کسان پیشوا ہے:

(i) ارتقا کا (ii) ساتھیوں کا
(iii) کھیتوں کا (iv) گلشن کا

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

(ج) کسان شاہد ہے:

(i) جلوۂ قدرت کا (ii) حسنِ فطرت کا

(iii) نسیمِ صبح کا (iv) شفق کی سرخی کا

(د) کسان حسنِ فطرت کا:

(i) رکھوالا ہے (ii) چاہنے والا ہے

(iii) گواہ ہے (iv) دلدادہ ہے

(ہ) رات کو کسان کی نظر دوڑتی ہے:

(i) اپنے کھیتوں پر (ii) افلاک پر

(iii) اپنے مویشیوں پر (iv) اپنے اناج پر

(و) کسان کے بوتے پر تہذیب کیا کر:

(i) لہکتی ہے (ii) چہکتی ہے

(iii) چھلکتی ہے (iv) مہکتی ہے

(ز) کسان کے بازو کی صلابت پر مدار ہے:

(i) حفاظت کا (ii) نزاکت کا

(iii) اطاعت کا (iv) عزت کا

(ح) کسان کھیت سے منہ پھیر کر رواں ہو جاتا ہے:

(i) دوستوں کی طرف (ii) شہر کی طرف

(iii) چوپال کی طرف (iv) گھر کی طرف

جوابات

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iii)	(ب)	(i)	(ج)	(i)	(د)	(iii)
(ہ)	(ii)	(و)	(ii)	(ز)	(ii)	(ح)	(iv)

Visit www.downloadclassnotes.com for Notes, Old Papers, Home Tutors, Jobs, IT Courses & more.

جمیل الدین عالی
(1926ء)

جیوے جیوے پاکستان

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو ملی نغموں کی افادیت سے متعارف کروانا۔
- طلبہ کے دل میں وطن سے محبت کا جذبہ پیدا کرنا۔
- طلبہ کو وطن کے لیے جوش و جذبے کا اظہار کرنے کی ترغیب دینا۔
- طلبہ کو پاکستان بننے کے پس منظر سے آگاہ کرنا۔
- جمیل الدین عالی کے حالاتِ زندگی سے روشناس کروانا۔
- جمیل الدین عالی کے اسلوب کی وضاحت کرنا اور ان کے لکھے ہوئے ملی نغموں کے بارے میں بتانا۔

شاعر کے حالاتِ زندگی

جمیل الدین عالی 20 جنوری 1926ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام سرامیر الدین تھا۔ 1940ء میں انھوں نے اینگلو عربک کالج دریا گنج دہلی سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اسی کالج سے 1944ء میں معاشیات، تاریخ اور فارسی میں بی۔اے کی ڈگری حاصل کی۔ 1951ء میں سی۔ایس۔ایس کا امتحان پاس کیا اور پاکستان ٹیکسیشن سروس کے لیے نامزد ہوئے۔ 1959ء میں ان کا تقرر بطور افسر بکارِ خاص ایوانِ صدر میں ہو گیا۔ آپ انکم ٹیکس آفیسر بھی مقرر ہوئے۔ 1963ء میں وزارتِ تعلیم میں کاپی رائٹ رجسٹرار مقرر ہوئے۔ اسی دوران میں اقوامِ متحدہ کے ثقافتی ادارے یونیسکو میں فیلو منتخب

Written/Composed by: - SHAHZAD IFTIKHAR Contact # 0313-5665666
Website: www.downloadclassnotes.com , E-mail: raoshahzadiftikhar@gmail.com

ہوئے۔ اس کے بعد انھیں دوبارہ وزارتِ تعلیم میں بھیج دیا گیا لیکن فوراً گورنمنٹ نے عالی صاحب کو ڈیپوٹیشن پر نیشنل پریس ٹرسٹ بھیج دیا جہاں پر انھوں نے سیکرٹری کی حیثیت سے کام کیا۔ 1967ء میں وہ نیشنل بینک آف پاکستان سے وابستہ ہو گئے۔

جمیل الدین عالی جس طرح کئی سطحوں پر زندگی گزار رہے تھے اسی طرح انھوں نے کئی سطحوں پر شاعری کی۔ کالم نگار بھی رہے اور نثر نگار بھی۔ ان کے تین سفرنامے شائع ہو چکے ہیں جن کے نام ''دُنیا میرے آگے''، ''تماشا میرے آگے'' اور ''روزنامچۂ چین'' ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے کالموں کے بھی تین مجموعے شائع ہو چکے ہیں جن کے نام ''صدا کر چلے''، ''دُعا کر چلے'' اور ''وفا کر چلے'' ہیں۔

ان دنوں جمیل الدین عالی کراچی میں رہائش پذیر ہیں۔

مرکزی خیال

اس ملی نغمے کا مرکزی خیال یہ ہے کہ ہمارا پیارا ملک پاکستان قیامت تک زندہ و تابندہ رہے گا اور اس کے سائے تلے ہم متحد ہو کر زندگی گزاریں۔ ہمارے بزرگوں نے یہ وطن بڑی قربانیاں دے کر حاصل کیا ہے۔ اب اس کی حفاظت کرنا ہم سب کا فرض ہے۔

خلاصہ

یہ نظم پاکستان کی عظمت کو ظاہر کرتی ہے۔ ہمارا دیس پاکستان ہے۔ یہ خوب صورت وطن ہے۔ اس میں سرسبز و شاداب میدان، اونچے پہاڑ اور خوب صورت دریا ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے خوب صورت پھولوں سے سجی ہوئی پھلواری ہو۔ سب لوگ اس کی عظمت کے گیت گاتے ہیں۔ ہم نے یہ وطن ہزاروں جانوں کا نذرانہ دے کر حاصل کیا ہے۔ اس نے تمام مسلمانوں کو ایک مرکز پر اکٹھا کر دیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر انعام ہے۔ اب پاکستان قائم ہو چکا ہے جس کے لیے لاکھوں قربانیاں دی گئیں۔

ہزاروں جانیں لٹیں۔ وہ لوگ تو اپنے حصے کا دکھ درد جھیل گئے۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم اسے سنواریں۔ اس کی حفاظت کریں اور اس کو مزید خوب صورت بنانے میں محنت سے کام لیں۔ اللہ تعالیٰ میرے وطن کو سدا آباد رکھے۔ آمین

سوہنی دھرتی اللہ رکھے قدم قدم آباد تجھے
قدم قدم آباد

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
جیوے	جیے، زندہ رہے	مہکی	خوشبو سے بھری ہوئی
روشن	اجلی، چمکیلی، چمک دار	نیاری	نرالی، انوکھی، عجیب
رنگ برنگے	مختلف رنگوں کے	سجی ہوئی	آراستہ، سجاوٹ والی
پھلواری	کیاری، پھولوں کا باغ	من پنچھی	دل کا پرندہ، مراد انسانی خواہشات
پنکھ	پَر	سُر	آہنگ، گیت
دُھن	لگن، شوق	تھرانا	کانپنا، لرزنا
مرکز	عین وسط، درمیان	جھرمٹ	ستاروں کا گروہ، جھمکا
محنت کش	محنتی کرنے والے، محنتی	جھیلنا	برداشت کرنا

اشعار کی تشریح

بند نمبر 1

پاکستان پاکستان جیوے پاکستان
مہکی مہکی روشن روشن پیاری پیاری نیاری
رنگ برنگے پھولوں سے اک سجی ہوئی پھلواری
پاکستان

حلِ لغت

مہکی مہکی: خوشبو والی۔ نیاری: پیاری، خوب صورت۔ پھلواری: پھول والی۔ جیوے: آباد رہے

مفہوم: اے پاکستان! تو زندہ و پائندہ رہے۔ تیرے باغ کا ہر ایک کونا روشن اور رنگ برنگے پھولوں کی خوشبو سے مہکار ہے۔

تشریح: پاکستان ایک خوب صورت ملک ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قائم و دائم رکھے۔ اس میں سرسبز و شاداب میدان ہیں جو بہت خوب صورت اور بھلے لگتے ہیں۔ اس کی صبحیں روشن ہیں۔ اس کی شامیں رنگین ہیں۔ مجھے اپنے وطن کا ذرہ ذرہ جان سے پیارا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسے بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ میرا وطن اتنا خوب صورت ہے جیسے باغ میں رنگ برنگ کے پھول کھلے ہوتے ہیں اور ان پھولوں کے کھلنے سے باغ ایک حسین نظارہ پیش کرتا ہے۔ میرا دیس پھولوں سے سجی ہوئی پھلواری ہے۔ سدا جیے سدا آباد رہے۔

جنت سے کہیں بڑھ کے حسیں میرا وطن ہے
ہم سر ہے فلک کی جو زمیں میرا وطن ہے
ہے نور کا سیلاب یہ بہتے ہوئے دھارے
دل کش ہیں بہت اپنے گلستاں کے نظارے
یہ فرش زمیں عرش بریں میرا وطن ہے

بند نمبر2 جیوے جیوے جیوے پاکستان
من پنچھی جب پنکھ ہلائے کیا کیا نہ بکھرائے
سننے والے سنیں تو ان میں ایک ہی دھن تھرائے

پاکستان

حل لغت

پنچھی: پرندہ۔ پنکھ: پر۔ سُر: گیت

مفہوم: پاکستان ہمیشہ قائم و دائم رہے۔ دل کا پرندہ کوئی بھی آہنگ بکھیرے لیکن سننے والے جب سنیں تو انھیں ایک ہی لفظ سنائی دے اور وہ لفظ ہے پاکستان۔

تشریح: پاکستان ہمیشہ قائم دائم رہے۔ شاعر جمیل الدین عالی نے اس بند میں پاکستان کے ساتھ پیار کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہم اس کی عظمت کے گیت گاتے ہیں۔ جب بھی ہمارے من سے کوئی نغمہ نکلتا ہے تو وہ اپنے وطن کے لیے ہوتا ہے۔ سننے والے جب بھی ہمارے منہ سے کچھ سنیں تو وہ پاکستان سے ہی متعلق ہوتا ہے۔ ہم اپنے وطن کے لیے ہیں اور وطن ہمارے لیے ہے۔ ہمارے ہونٹوں پر جب بھی کسی کا ذکر آئے تو اے وطن وہ تیرے لیے ہی ہوتا ہے۔ سننے والے سنیں تو ان میں ایک ہی دھن لہرائی جائے کہ سدا پیار رہے۔ میرا پیارا وطن سدا قائم رہے۔

جگ جگ جیے میرا پیارا وطن
لب پہ دعا ہے دل میں لگن

بند نمبر3

جیوے جیوے پاکستان
بکھرے ہوؤں کو بچھڑے ہوؤں کو اک مرکز پہ لایا
کتنے ستاروں کے جھرمٹ میں سورج بن کر آیا
پاکستان

حل لغت

جھرمٹ: ستاروں کا ایک جگہ اکٹھا ہونا

مفہوم: پاکستان ہمیشہ قائم و دائم رہے۔ پاکستان نے سب کو متحد کیا اور خود کتنے

ستاروں کے جھرمٹ میں سورج بن کر چمکا ہے۔

تشریح: مسلمان آزاد ہونے سے پہلے انگریزوں کے غلام تھے۔ انگریزوں کے ساتھ ساتھ ہندو بھی ان پر قابض تھے۔ مسلمانوں کو من حیث القوم ختم کرنے کی کوششیں جاری تھیں۔ ان پر ملازمتوں کے دروازے بند کر دیے گئے تھے۔ سکولوں میں مسلمانوں کے مذہب کے خلاف تعلیم دی جاتی تھی۔ ان سے جائدادیں ہتھیا لی گئی تھیں۔ مسلمان پریشان حال تھے۔ ایسے وقت میں انھیں راہنما کی ضرورت تھی جو انھیں ایک مرکز پر اکٹھا کر دے۔ قائداعظم محمد علی جناح ؒ نے تمام مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا اور پاکستان حاصل کرنے کے لیے جدوجہد شروع کی۔ ان کی کوششیں رنگ لائیں اور پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔ شاعر کہتا ہے کہ یہ پاکستان ہی تھا جس نے بچھڑے ہوؤں کو ایک جگہ جمع کیا۔ پاکستان ایک سورج کی مانند ہے۔ اس کی کرنیں ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ پاکستان میرا پیارا دیس ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قائم دائم رکھے۔

اے وطن تو ہمیشہ ہمیشہ رہے
تو بسے، تو بڑھے، تو پھلے اے وطن

بند نمبر 4

جیوے جیوے جیوے **پاکستان**
سب محنت کش گلے ملے اور ابھرا اک **پیغام**
اس پیغام کو سمجھو یہ ہے قدرت کا انعام
پاکستان

حل لغت

محنت کش: محنت کرنے والے۔ قدرت: اللہ تعالیٰ

مفہوم: پاکستان ہمیشہ قائم دائم رہے۔ سب محنت کرنے والے آپس میں گلے ملے ہیں تو ایک پیغام سامنے آیا ہے۔ یہ پیغام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لیے

ایک نعمت ہے۔ اس نعمت کا نام پاکستان ہے۔

تشریح: پاکستان ہمیشہ قائم دائم رہے۔ پاکستان میرا دیس ہے۔ اسے ہزاروں قربانیوں کے بعد حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ایک انعام ہے۔ یہ پیارا پاکستان ہے۔ محنت کشوں کا دیس ہے اور ہر طرف یہی پیغام ہے کہ تمام دیس ہمارا ہے۔ ہم اس کے لیے جان بھی قربان کر دیں گے۔ یہ دیس قدرت کی طرف سے ایک انعام بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دیس ہمیں لاکھوں قربانیاں دینے کے بعد عطا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قائم رکھے۔ تمام لوگ اکٹھے ہو گئے ہیں۔ بھائی بھائی ہیں۔ ملک کے کسی گوشے میں کسی نسل کا بندہ ہو وہ بھائی ہے۔ سب آپس میں محبت اور اتفاق سے رہتے ہیں۔

اے وطن تو ہمیشہ ہمیشہ رہے
تیرے فرزند دھرتی کے دمساز ہیں
تیرے مزدور محنت کے ہمراز ہیں
تیرے پیر و جواں باعثِ ناز ہیں
اے وطن تو ہمیشہ ہمیشہ رہے

بند نمبر 5 جیوے جیوے جیوے پاکستان
جھیل گئے دکھ جھیلنے والے اب ہے کام ہمارا
ایک رہیں گے ایک رہیں گے ایک ہے نام ہمارا
پاکستان

حلِ لغت

دکھ: درد۔ تکلیف۔ جھیلنا: برداشت کرنا

مفہوم: پاکستان ہمیشہ قائم دائم رہے۔ دکھ برداشت کرنے والوں نے دکھ برداشت کر لیا۔ اب ہماری باری ہے۔ اب ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم اس ملک کی دل و

جان سے حفاظت کریں۔

تشریح: پاکستان ہمیشہ قائم دائم رہے۔ پاکستان حاصل کرنا کسی خواب سے کم نہ تھا۔ اس کا خواب علامہ اقبال ؒ نے دیکھا تھا، جس کی تعبیر قائداعظم ؒ نے پوری کی۔ پاکستان کا قیام ہمارے بزرگوں کی محنت کا نتیجہ ہے۔ ماؤں نے اپنے بیٹوں کو قربان کیا۔ عورتوں نے اپنا سہاگ لٹایا۔ بہنوں نے اپنے بھائیوں کو کھویا۔ ہزاروں یتیم ہوئے۔ لاکھوں بے گھر ہوئے۔ ہندوستان سے ہجرت کرتے وقت طرح طرح کی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ بیمار ہوئے۔ بھوک سے نڈھال ہو کر جان دی۔ دکھ جھیلنے والے اپنے حصے کے دکھ جھیل گئے ہیں،اب ہماری باری ہے۔ اب یہ ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اس کی حفاظت کریں۔ اس پر آنچ نہ آنے دیں۔ اس کو سنواریں۔ اپنے بزرگوں کی محنت کو ضائع نہ ہونے دیں۔ اس کا نام روشن کرنے کے لیے دن رات محنت کریں۔ اسے خوب صورت بنائیں۔ اللہ تعالیٰ میرے وطن کو قائم دائم رکھے۔

ع یہ وطن تمھارا ہے تم ہو پاسباں اس کے

تبصرہ

شاعر نے نہایت عقیدت ومحبت سے اپنے پیارے وطن پاکستان کے لیے نیک جذبات کا اظہار کیا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ میرا ملک پاکستان قیامت تک زندہ و پائندہ رہے۔ اس کے باغ پھولوں سے سجے رہیں۔ کلام میں بڑی شگفتگی، جذبہ و جوش اور فصاحت و بلاغت پائی جاتی ہے۔ اس نغمے میں ملک کے لیے دعا کی گئی ہے۔

حل مشقی سوالات

-1 درج ذیل سوالات کے جواب لکھیے۔

(الف) اس نغمے کے پہلے بند میں نیاری، پھلواری قافیے ہیں۔ اس نظم کے بقیہ قوافی قافیے ترتیب سے لکھیں۔

جواب: نیاری، پھلواری۔ بکھرائے، تھرائے۔ لایا، آیا۔ پیغام، انعام۔ کام، نام

(ب) جھیل گئے دُکھ جھیلنے والے اب ہے کام ہمارا

اس مصرعے کا مفہوم بیان کریں۔

جواب: اس مصرعے سے مراد یہ ہے کہ ہمارے بزرگ ہمارے لیے بہت دُکھ برداشت کر گئے ہیں۔ انھوں نے بہت سی قربانیاں دے کر ہمارے لیے یہ ملک حاصل کیا ہے۔ وہ تو اپنا فرض ادا کر گئے ہیں، اب یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس ملک کی دل و جان سے حفاظت کریں اور اس کی ترقی کے لیے دن رات کوشش کرتے رہیں۔

۲۔ نظم "جیوے جیوے پاکستان" کا متن مدِ نظر رکھ کر درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں:

(الف) شاعر نے پاکستان کو رنگ برنگے پھولوں سے بھی کہا ہے:

(i) ٹوکری (ii) پھلواری (iii) دلکش کھیتی (iv) نگری

(ب) پاکستان نے بچھڑے اور بکھرے ہوؤں کو:

(i) متحد کیا (ii) ایک مرکز پر لا کھڑا کیا (iii) شادکام کیا (iv) گھر دیا

(ج) پاکستان ستاروں کے جھرمٹ میں ہے:

(i) سورج (ii) چاند (iii) مرکزہ (iv) روشن ستارہ

(د) سب محنت کش:

(i) کام میں لگ گئے (ii) متحد ہو گئے (iii) گلے ملے (iv) تعمیرِ وطن پہ لگ گئے

(ہ) جھیل گئے دکھ جھیلنے والے سے مراد ہے:

(i) محنت کش (ii) مزدور (iii) کسان (iv) پاکستان بنانے والے

(و) "جیوے جیوے پاکستان" کا تخلیق کار ہے:

(i) جمیل الدین عالی (ii) جوش ملیح آبادی (iii) حفیظ جالندھری (iv) احسان دانش

(iii)	(د)	(i)	(ج)	(ii)	(ب)	(ii)	(الف)
				(i)	(و)	(iv)	(ہ)

-3 درج ذیل مرکبات کا مفہوم تفصیل سے لکھیے۔

من پنچھی، ستاروں کے جھرمٹ، اک پیغام، دکھ جھیلنے والے

مفہوم	مرکبات
دل کا پرندہ، یہاں مراد ہے دلی خواہشات	من پنچھی

ستاروں کے جھرمٹ	ستاروں کے گروہ، کہکشاں، یہاں مراد پاکستان کے باشندے
اک پیغام	اس کا مطلب ہے برصغیر کے مسلمان متحد ہوئے اور ایک پیغام نمایاں ہوا کہ اپنے لیے الگ وطن حاصل کرنا ہے اور غلامی سے نجات حاصل کرنی ہے۔
دکھ جھیلنے والے	مراد وہ لوگ جنھوں نے ملک پاکستان حاصل کرنے کے لیے بے شمار قربانیاں دیں۔

-4 مندرجہ ذیل الفاظ کو اس طرح جملوں میں استعمال کریں کہ ان کے مفہوم کی وضاحت ہو جائے:

پھلواری، پنچھی، دشمن، جھرمٹ، پیغام، قدرت، جھیلنا، مرکز

الفاظ	جملوں میں استعمال
پھلواری	میرے باغ میں کئی خوب صورت پھلواریاں ہیں۔
پنچھی	خوراک کی تلاش میں جانے والے پنچھی شام کو لوٹ آتے ہیں۔
دشمن	علی اپنی دشمن کا پکا ہے۔
جھرمٹ	رات کے وقت شمال کی جانب ستاروں کا جھرمٹ نظروں کو بہت بھاتا ہے۔
پیغام	پیغام صبا لائی ہے گلزار نبیؐ سے آیا ہے بلاوا مجھے دربار نبیؐ سے
قدرت	قدرت کسی قوم کی اجتماعی غلطی کو معاف نہیں کرتی۔
جھیلنا	بوڑھی عورت کو جوان بیٹے کی موت کا صدمہ جھیلنا پڑا۔
مرکز	میری سوچ کا محور و مرکز اعلیٰ تعلیم کا حصول ہے۔

-5 اس نظم کا خلاصہ اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

جواب: دیکھیے خلاصہ

6- مندرجہ ذیل الفاظ کے متضاد لکھیے:

روشن، پیاری، جیوے، بکھرے، بچھڑے، ابھرا، انعام

الفاظ	متضاد	الفاظ	متضاد
روشن	تاریک	پیاری	نفرین
جیوے	مرے	بکھرے	سمٹے
بچھڑے	ملے	ابھرا	دبا
انعام	سزا		

7- نظم "جیوے جیوے پاکستان" کے مطابق درست لفظ لگا کر مصرعے مکمل کریں:

(الف) مہکی مہکی روشن روشن، پیاری پیاری نیازی
(ب) من پنچھی جب پنکھ ہلائے کیا کیا سُر بکھرائے
(ج) اس پیغام کو سمجھو یہ ہے قدرت کا انعام
(د) سننے والے سنیں تو ان میں ایک ہی دھن
(ہ) ایک رہیں گے، ایک رہے گا، ایک ہے نام ہمارا

سرگرمیاں

1- طلبہ اس ملی نغمے کو زبانی یاد کریں۔

جواب: طلبہ خود کریں۔

2- چند طلبہ مل کر کورس کی شکل میں یہ ملی نغمہ گائیں۔

جواب: اساتذہ کرام بچوں کو یہ نغمہ کورس کی شکل میں پڑھنے کے لیے کہیں۔

3- جماعت میں ملی نغمے پڑھنے کا مقابلہ منعقد کروایا جائے۔

جواب: اساتذہ کرام ملی نغمے پڑھنے کے مقابلے کا اہتمام کریں۔

4- اس نظم کو ذہن میں رکھتے ہوئے "حب وطن" کے موضوع پر ایک مضمون قلم بند کیجیے۔

جواب: حب وطن

پتھر کی مورتوں میں تو سمجھا کہ خدا ہے
خاکِ وطن کا مجھ کو ہر ذرہ دیوتا ہے

جس جگہ انسان کی پیدائش ہوتی ہے، وہ جوان ہوتا ہے اور تعلیم و ہنر کے

ذریعے سے اپنی روزی کماتا ہے وہ جگہ انسان کا وطن کہلاتی ہے۔ اپنے وطن سے محبت ہر انسان کے دل میں جاگزیں ہوتی ہے۔ صرف انسان ہی پر کیا موقوف حیوان بھی اپنی جائے رہائش سے دلی محبت رکھتے ہیں۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کا فرمان ہے کہ ''وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔'' جب آپ ﷺ کو مکے سے ہجرت کر کے مدینے جانا پڑا تو آپ ﷺ کو مکہ شہر چھوڑنے کا بہت دکھ ہوا۔ ہجرت کی رات جب آپ ﷺ مکہ سے روانہ ہوئے تو آپ ﷺ نے شہر کی طرف دیکھ کر بڑے اداس لہجے میں کہا ''اے مکہ! میں تجھ سے بہت محبت کرتا ہوں، تیری جدائی مجھے گوارا نہیں لیکن تیرے لوگوں نے میرا یہاں رہنا ناممکن بنا دیا ہے۔''

اسلام میں وطن کا تصور یہ ہے کہ جس جگہ مسلمان موجود ہیں وہ جگہ ان کا ملک ہے۔ اس کے لیے ملکوں کی سرحد کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے دیکھا کہ مکہ کے لوگ اسلام قبول کرنے پر تیار نہیں ہیں جب کہ مدینے میں لوگ روز بروز مسلمان ہو رہے ہیں تو آپ ﷺ نے مکہ چھوڑ کر مدینے جانے کا فیصلہ کر لیا تاکہ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو سکے۔ وطن سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے وطن کی ہر چیز سے محبت کریں۔ اپنے ہر کام کو پیچھے چھوڑ کر اپنے وطن کی ترقی کے لیے کام کریں۔ ہمارے کام ہماری اپنی ذات کے لیے نہیں بلکہ ہمارے ملک کی ترقی اور وطن کے لوگوں کے لیے ہوں۔ ملک کی حفاظت سب پر لازم ہے۔ اگر کبھی کوئی ایسا موقع آ جائے کہ وطن کی حفاظت کے لیے ہمیں اپنی جان کی قربانی دینا پڑے تو ہمیں پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔

ہمارے نوجوان قوم کا سب سے قیمتی سرمایہ ہیں۔ مستقبل کی عظیم ذمہ داریاں انھی نوجوانوں نے سنبھالنی ہیں۔ اس سلسلے میں طلبہ پر بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ قائداعظم طلبہ کو قوم کا سب سے قیمتی سرمایہ سمجھتے تھے اور ان سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ قوم کو اچھے ڈاکٹروں، انجینئروں، حکمرانوں اور دیگر اعلیٰ تربیت یافتہ افراد کی ضرورت ہے۔ اس لیے طلبہ کو چاہیے کہ وہ پوری محنت اور لگن کے ساتھ اپنی تعلیم کی طرف توجہ دیں تاکہ ملک و قوم کا مستقبل درخشندہ

و تابناک ہو سکے اور تشکیل پاکستان کے اعلیٰ مقاصد کی تکمیل ہو سکے۔ بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

5- اپنا کوئی پسندیدہ ملی نغمہ اپنی ڈائری میں درج کریں۔

جواب: مجھے جمیل الدین عالی کا لکھا ہوا یہ نغمہ بہت پسند ہے۔

اے وطن کے سجیلے جوانو!
میرے نغمے تمھارے لیے ہیں
سرفروشی ہے ایماں تمھارا
جراُتوں کے پرستار ہو تم
جو حفاظت کرے سرحدوں کی
وہ فلک بوس دیوار ہو تم
اے شجاعت کے زندہ نشانو!
میرے نغمے تمھارے لیے ہیں
بیویوں ، ماؤں ، بہنوں کی نظریں
تم کو دیکھیں تو یوں جگمگائیں
جیسے خاموشیوں کی زباں سے
دے رہی ہوں وہ تم کو دعائیں
قوم کے اے جری پاسبانو!
میرے نغمے تمھارے لیے ہیں
تم پہ جو کچھ لکھا شاعروں نے
اس میں شامل ہے آواز میری
اڑ کے پہنچو گے تم جس افق پر
ساتھ جائے گی پرواز میری

چاند تاروں کے اے رازدانو!
میرے نغمے تمھارے لیے ہیں

اساتذہ کرام کے لیے

1- طلبہ پر قومی اور ملی نغموں کی اہمیت واضح کریں۔

جواب: ملی نغمے کسی بھی زندہ قوم کی پہچان ہیں۔ یہ نغمے میدانِ جنگ میں غازیوں اور سپاہیوں کا دل بڑھانے کے لیے گائے جاتے ہیں۔ اصل میں فوجی جوان اپنے گھر والوں سے دور سرحدوں پر ملک کی حفاظت پر مامور ہوتے ہیں۔ ان کے شب و روز اسی کام میں گزرتے ہیں۔ انھیں جب اپنے گھر والوں کی یاد ستاتی ہے تو وہ اداس ہو جاتے ہیں لیکن اپنے فرض کی ادائیگی کے سلسلے میں وہ کسی بات کی پروا نہیں کرتے۔ ایسے میں ان کا حوصلہ بڑھانے کے لیے ملی نغمے گائے جاتے ہیں۔ ان نغموں کو سن کر ان میں جوش اور ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ملک کو ان کی بہت ضرورت ہے۔ وہ اپنا کام زیادہ تندہی سے سرانجام دیتے ہیں۔

2- جمیل الدین عالی کی ادبی خدمات سے طلبہ کو آگاہ کیا جائے۔

جواب: دیکھیے حالاتِ زندگی

3- طلبہ کو بتایا جائے کہ قومی اور ملی نغمے اس لیے لکھے جاتے ہیں کہ کڑے وقت میں ان کے ذریعے دفاع کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ ان کا مورال بڑھایا جائے۔ اس سے وطن سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔

جواب: دیکھیے اساتذہ کرام کے لیے نمبر 1

4- طلبہ کو 1965ء کی جنگ میں ریڈیو سے نشر ہونے والے ملی اور قومی نغموں کے اثرات سے آگاہ کریں۔

جواب: 6 ستمبر 1965ء کو ہمارے بزدل دشمن ملک بھارت نے رات کی تاریکی میں ہمارے ملک پر حملہ بول دیا۔ دشمن سمجھ رہا تھا کہ مسلمان خواب خرگوش میں مست ہوں گے لیکن وہ اس بات سے ناآشنا تھا کہ مسلمان شیر کی طرح ایک آنکھ سے سوتا ہے۔ دشمن نے واہگہ بارڈر کے راستے حملہ کیا تو ہمارے بہادر فوجی ان کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے۔ انھوں نے دشمن کو ناکوں چنے چبوا دیے۔ ایسے میں فوجی جوانوں کا حوصلہ بڑھانے کے لیے ہر طرف ملی نغمے گونج رہے تھے، ان نغموں کے ذریعے سے فوجی جوانوں کا حوصلہ بڑھایا جا رہا تھا۔ ان نغموں میں درج ذیل نغمے زیادہ مشہور تھے۔

اے وطن کے سجیلے جوانو
میرے نغمے تمھارے لیے ہیں

ان نغموں نے ہمارے فوجی جوانوں کے حوصلے کو بلند کیا۔ ان میں جوش اور امنگ بھری۔ یہاں تک کہ چھٹے دن بعد دشمن بھاگ کھڑا ہوا اور اقوامِ متحدہ سے جنگ بندی کے لیے منتیں کرنے لگا۔

5- چند اور نغمے مثلاً ـــــ میں بھی پاکستان ہوں ـــــ وغیرہ جماعت کے کمرے میں طلبہ سے کورس کی شکل میں سنے جائیں اور طلبہ کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

جواب: میں بھی پاکستان ہوں

میں بھی پاکستان ہوں، تو بھی پاکستان ہے
تو تو میری جان ہے تو میرا ایمان ہے
میں بھی پاکستان ہوں، تو بھی پاکستان ہے

کہتی ہے یہ راہِ عمل آؤ ہم سب ساتھ چلیں
مشکل ہو یا آسانی ہاتھ میں ڈالیں ہاتھ چلیں
سورج ہے سرحد کی زمیں، چاند بلوچستان ہے
میں بھی پاکستان ہوں، تو بھی پاکستان ہے

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) رنگ برنگے پھولوں سے بنی ہوئی:

(i) کیاری (ii) روش
(iii) پھلواری (iv) ٹوکری

(ب) من پنچھی جب ہلاتا ہے:

(i) دم (ii) پَر
(iii) سر (iv) ٹانگیں

(ج) کتنے ستاروں کے جھرمٹ میں آیا:

(i) سورج بن کر (ii) چاند بن کر
(iii) کہکشاں بن کر (iv) اجالا بن کر

(د) محنت کشوں سے ملنے والا پیغام انعام ہے:

(i) مزدوروں کے لیے (ii) قدرت کی طرف سے

(iii) بڑا بھاری (iv) راہنماؤں کا

(ہ) دکھ جھیلنے والے دکھ جھیل گئے ہیں اب کام ہے:

(i) سیاست دانوں کا (ii) امیروں کا

(iii) پڑھے لکھے لوگوں کا (iv) ہمارا

(و) قومی اور ملی نغمے لکھے جاتے ہیں:

(i) بچوں کو خوش کرنے کے لیے (ii) سکول میں پڑھانے کے لیے

(iii) فوجیوں کو حوصلہ دینے کے لیے (iv) تقریبات پر پڑھنے کے لیے

(ز) "جیوے جیوے پاکستان" نغمے کے خالق ہیں:

(i) حفیظ جالندھری (ii) جمیل الدین عالی

(iii) صوفی غلام مصطفےٰ تبسم (iv) احسان دانش

جواب

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iii)	(ب)	(ii)	(ج)	(i)	(د)	(ii)
(ہ)	(iv)	(و)	(iii)	(ز)	(ii)		

دلاور فگار

(1929ء تا 1998ء)

اونٹ کی شادی

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو مزاح سے روشناس کروانا۔
- کسی موضوع سے مزاح کے پہلو نکالنے کے بارے میں آگاہ کرنا۔
- مختلف قسم کے محاورات کو شعروں میں سمونا۔
- تمثیلی انداز سے طلبہ کو متعارف کروانا۔
- دلاور فگار کے فن کے بارے میں آگاہ کرنا۔
- دلاور فگار کے حالاتِ زندگی سے آگاہ کرنا۔

شاعر کے حالاتِ زندگی

دلاور فگار 8 جولائی 1929ء کو بدایوں میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد نے ان کا نام دلاور حسین تجویز کیا۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم بدایوں میں حاصل کی۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے آگرہ یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا۔ 1969ء میں پاکستان آ گئے۔ 1975ء میں ان کی تعیناتی بطور صدر شعبہ اُردو ہارون کالج کراچی میں ہو گئی۔ دلاور حسین نے غزل گوئی سے اپنی ادبی زندگی کا آغاز کیا۔ ابتدا میں انھوں نے دلاور حسین شباب کے قلمی نام سے لکھنا شروع کیا لیکن بعد میں انھوں نے اپنے لیے دلاور فگار کا نام زیادہ موزوں خیال کیا۔ غزل گوئی سے جلد ہی اُکتا گئے۔ یہ اکتاہٹ انھیں طنز و مزاح کی طرف لے آئی اور پھر ساری زندگی طنزیہ مزاحیہ نظمیں ہی لکھتے رہے۔ ان کی غزلوں کا پہلا مجموعہ "حادثات" 1954ء میں شائع ہوا جسے شائقینِ ادب نے بہت پسند کیا۔ ان کا دوسرا

شعری مجموعہ جو مزاحیہ گیتوں، نظموں اور رباعیوں پر مشتمل تھا ''ستم ظریفاں'' کے نام سے 1963ء میں شائع ہوا۔ ملازمت کے دوران میں بھی شاعری کا سلسلہ جاری رہا۔ اسی دوران میں ان کی ایک نظم ''شاعرِ اعظم'' منظرِ عام پر آئی۔ درحقیقت یہ نظم ان کے حق میں اسم بامسمّی ثابت ہوئی اور یہی نظم ان کی شہرت کا اولین سنگِ میل بھی کہی جا سکتی ہے۔

تصانیف: ، دلاور فگار کی تصانیف میں ''آداب عرض''، ''انگلیاں فگار اپنی''، ''شامت اعمال''، ''مطلع عرض ہے''، ''خدا جھوٹ نہ بلوائے'' اور ''سنچری'' شامل ہیں۔

وفات: دلاور فگار نے 1998ء میں وفات پائی۔ انھیں کراچی میں سپردِ خاک کیا گیا۔

نوٹ: دلاور فگار کی کتاب ''مطلع عرض ہے'' کے مطابق دلاور فگار کی تاریخ پیدائش 8 جولائی 1928ء ہے۔

مرکزی خیال

شاعر نے بڑے مزاحیہ انداز میں ایک اونٹ کی شادی کا نقشہ کھینچا ہے۔ یہ ایک انہونی بات ہے مگر دلاور فگار نے اسے تمثیلی انداز میں پیش کیا ہے۔ دلاور فگار نے اونٹ سے متعلقہ محاورے شامل کر کے اپنی نظم کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ اس نظم کا مقصد محض مزاح پیدا کرنا ہی نہیں بلکہ بچوں کو محاورات سے آگاہ کرنا بھی ہے۔

خلاصہ

آج کے اخبار میں ایک انہونی خبر ہے کہ ایک اونٹ کی شادی ہو رہی ہے یعنی اب اونٹ کے گھر میں بھی بہار آئے گی، لیکن اس سے اونٹ پر ذمہ داریوں کا بوجھ بڑھ جائے گا۔ شادی کرنے سے اونٹ کی آزادی ختم ہو جائے گی۔ مجھے اس بات سے خوشی ہے کہ اب اصل میں اونٹ پہاڑ کے نیچے آیا ہے۔ مجھے جلدی سے اس بیاہ کی تصویر بھیج

دیں تاکہ میں دیکھ سکوں کہ اس شادی کا کیا انجام ہوا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
گل کھلانا	خلافِ معمول بات کرنا، فساد کرنا، آفت لانا، الزام دینا	پرچہ	کاغذ، یہاں مراد ہے اخبار
بلبلانا	اونٹ کا خوشی میں مست ہو کر بولنا	سہرا	موتیوں یا پھولوں کی لڑی جو دولہا کے ماتھے پر باندھتے ہیں
شتر	اونٹ	بے مہار	آوارہ، قابو سے باہر
پیامِ بہار	بہار کا پیغام	بنّا	دولھا
خوش گوار	خوشبوؤں سے بھری	گھڑی	وقت، ساعت
نکیل	اونٹ کی مہار، اونٹ کے ناک کی رسّی	قیدِ آزادی	آزادی کا ختم ہونا
اونٹ پہاڑ تلے آنا	اپنے سے زیادہ زبردست سے پالا پڑنا	جھٹ پٹ	فوراً
اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے	دیکھیے معاملے کا کیا انجام ہوتا ہے	بیاہ	شادی

اشعار کی تشریح

شعر نمبر 1: نیا یہ آج کے پرچے نے گُل کھلایا ہے

کہ سہرا باندھ کے اک اونٹ بلبلایا ہے

حلِ لغت

پرچہ: اخبار۔ گُل کھلانا: انہونی بات کرنا، فساد والی بات کرنا۔ سہرا: موتیوں یا ہار کی وہ لڑی جو دولھا کے ماتھے پر باندھی جاتی ہے۔ بلبلانا: اونٹ کا خوش ہو کر آوازیں نکالنا

مفہوم: آج کے اخبار میں ایک انہونی خبر ہے کہ اونٹ سہرا باندھ کے خوش ہو رہا ہے۔

تشریح: دلاور فگار بہت بڑے مزاح نگار ہیں۔ وہ لفظی اور واقعاتی دونوں قسم کے مزاح پر پوری گرفت رکھتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے واقعات کو ایسے مزاحیہ انداز سے پیش کرتے ہیں کہ پڑھنے والا مسکرائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس نظم میں انھوں نے ایک اونٹ کی شادی کا نقشہ کھینچا ہے۔ اس نظم میں لفظی اور واقعاتی دونوں قسم کا مزاح موجود ہے۔ وہ ایک اونٹ کی شادی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آج کے اخبار میں میں نے ایک انہونی خبر پڑھی ہے۔ یہ خبر ایک اونٹ کی شادی سے متعلق ہے۔ اخبار میں لکھا ہے کہ ایک اونٹ کی شادی ہو رہی ہے۔ اونٹ باقاعدہ سہرا باندھ کر نہایت جوش و خروش کے ساتھ اپنی شادی کی تیاریوں میں مصروف ہے۔

شعر نمبر 2:

شتر کے گھر میں پیامِ بہار ہے سہرا
کبھی کبھی تو بڑا بے مہار ہے سہرا

حلِ لغت

شتر: اونٹ۔ پیامِ بہار: بہار کا پیغام۔ بے مہار: آوارہ، قابو سے باہر

مفہوم: اونٹ کے گھر میں بہار کا پیغام آیا ہے لیکن اونٹ کبھی کبھی قابو سے باہر بھی ہو جاتا ہے۔

تشریح: اونٹ اپنی شادی سے بہت خوش ہے۔ یہ شادی اس کے لیے خوشیوں کا پیغام لے کر آئی ہے۔ ہر طرف خوشی کے شادیانے بج رہے ہیں۔ بہار ہی بہار ہے لیکن کہتے ہیں کہ اونٹ کی کوئی کل سیدھی نہیں ہوتی۔ کبھی کبھی یہ اونٹ قابو سے باہر بھی ہو جاتا ہے۔ یہاں دلاور فگار نے لفظ ''مہار'' کو بڑی خوب صورتی سے بیان کیا ہے۔ مہار اس رسی کو کہتے ہیں جسے اونٹ کی ناک میں ڈال کر اسے قابو میں کیا جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ کبھی کبھی اونٹ اس رسی کو تڑوا لیتا ہے۔

شعر نمبر:3 میرے بنّے کو مبارک یہ خوشگوار گھڑی
مگر سر کا درد بڑھا ناک میں نکیل پڑی

حلِ لغت

بنّا: دولھا۔ خوش گوار: خوشی سے بھرپور۔ گھڑی: ساعت، وقت۔ نکیل: اونٹ کے ناک میں ڈالنے والی رسی جس سے اسے قابو میں کیا جاتا ہے۔

مفہوم: میرے دولھے کو یہ خوشیوں بھری گھڑی مبارک ہو کہ اس کے ناک میں نکیل پڑ گئی ہے لیکن اس سے دردِ سر میں اضافہ ہو گیا ہے۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ میرے دولھے یعنی اونٹ کو اس کی شادی مبارک ہو۔ اس کی آوارگی کے دن ختم ہو گئے ہیں۔ اس کو قابو میں کر لیا گیا ہے۔ ان باتوں سے اس کے سر کے درد میں اضافہ ہو گیا ہے۔ آہستہ آہستہ یہ درد پہلے سے کئی گنا بڑھ جائے گا۔ اب اونٹ اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کر سکتا۔ اصل میں یہ پوری نظم ہی ایک تمثیلی نظم ہے۔ دلاور فگار اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ شادی سے انسان قابو میں آ جاتا ہے۔ اس کی اپنی مرضی کے ساتھ دوسروں کی مرضی بھی شامل ہو جاتی۔ یہاں ناک میں نکیل ڈالنے سے مراد اونٹ کا قابو میں آ جانا ہے۔

شعر نمبر:4 سمجھ لیا تھا جسے جانور سواری کا
وہ اونٹ بوجھ اٹھائے گا ذمہ داری کا

حل لغت

بوجھ: وزن۔ ذمہ داری: کسی کام کو اپنے ذمے لے کر صحیح طریقے سے پورا کرنا۔

مفہوم: جس جانور کو ہم سواری کا جانور سمجھ رہے تھے وہ اونٹ اب ذمہ داری کا بوجھ اٹھائے گا۔

تشریح: اونٹ سواری کا جانور ہے۔ اس کے علاوہ یہ بوجھ اٹھانے کے کام آتا ہے۔ شاعر بڑے طنزیہ انداز میں کہتا ہے کہ میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ اونٹ صرف اپنے جسم پر بوجھ لاد کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتا ہے مگر اس اخباری خبر سے پتا چلتا ہے کہ اب اونٹ گھر داری کا بوجھ بھی اٹھائے گا۔ اس پر پورے گھر کی ذمہ داری کا بوجھ ہوگا۔ پرانے وقتوں میں اگر کوئی بچہ نالائق ہوتا تھا تو اس کے گھر والے کہتے تھے کہ اس کی شادی کر دو تاکہ اسے ذمہ داریوں کا احساس ہو کہ ایک گھر کی ذمہ داری کیا ہوتی ہے۔ اسی بات کو بنیاد بنا کر دلاور فگار کہتے ہیں کہ اب اونٹ ان ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھائے گا۔

شعر نمبر:5 میاں شتر کو مبارک یہ رشتۂ شادی
اسی کو کہتے ہیں اُردو میں قیدِ آزادی

حل لغت

مبارک: باعثِ برکت۔ رشتۂ شادی: شادی کا بندھن۔ قیدِ آزادی: آزادی کا ختم ہونا

مفہوم: میاں اونٹ کو یہ شادی کا رشتہ مبارک ہو۔ اس کو ہی اردو میں آزادی کی قید کہتے ہیں۔

تشریح: دلاور فگار نے بڑے مزاحیہ انداز میں اونٹ کو مثال بنا کر کہا ہے کہ تمھیں یہ شادی کا رشتہ مبارک ہو۔ اصل میں اب تمھاری آزادی کے دن ختم ہو گئے ہیں۔ تمھیں اس رشتے کے بندھن میں باندھ دیا گیا ہے۔ اصل میں وہ کہنا

چاہتے ہیں کہ جب ایک آدمی شادی کرتا ہے تو اس کی آزادی کے دن ختم ہو جاتے ہیں۔ دوست احباب سے ملنا جلنا کم ہو جاتا ہے۔ اسے ہر وقت اپنے گھر کا فکر رہتا ہے۔ وہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتا۔ شادی سے پہلے اسے جو آزادی حاصل ہوتی ہے اس پر پہرے لگ جاتے ہیں۔

شعر نمبر 6: میاں شُتر نئی گاڑی لیے سفر کو چلے
مجھے خوشی ہے کہ تم آ گئے پہاڑ تلے

حل لغت

اونٹ پہاڑ تلے آنا: اپنے سے زیادہ زبردست سے پالا پڑنا۔

مفہوم: میاں اونٹ نئی گاڑی میں سفر کو چلے ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ آج اونٹ پہاڑ تلے آ گیا ہے۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ اونٹ شادی کروانے جا رہا ہے۔ فی الحال تو اونٹ بہت خوش ہے۔ وہ نئی گاڑی میں بیٹھ کر اپنی دُلھن بیاہنے جا رہا ہے۔ درحقیقت اس کا واسطہ اپنے سے زیادہ زورآور سے پڑنے جا رہا ہے۔ یہاں بھی دلاور فگار نے اونٹ کو بنیاد بنا کر نوجوانوں کو مخاطب کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آج کل بیوی شوہر سے زیادہ طاقت ور ہوتی ہے۔ وہ اپنی بات منوا ہی لیتی ہے۔ شادی کے بعد مرد کو اپنی من مانی کا موقع نہیں ملتا۔ اصل میں تو شادی دو خاندانوں کا ملاپ ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کی بات ماننے سے ہی یہ بندھن مضبوطی سے بندھا رہتا ہے۔ وہ تمثیلی انداز میں کہتے ہیں کہ اونٹ پہلے اپنی من مانی کرتا تھا مگر اب اسے بیوی کا پابند ہونا پڑے گا۔ اب اسے پتا چلے گا کہ کوئی مجھ سے بھی زیادہ زبردست ہے۔

شعر نمبر 7: مجھے پیاہ کی تصویر بھیج دیں جھٹ پٹ
یہ دیکھنا ہے کہ بیٹھے ہیں آپ کس کروٹ

حل لغت

بیاہ: شادی۔ جھٹ پٹ: فوراً، اسی وقت۔ دیکھیے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے: دیکھیے اس معاملے کا کیا انجام ہوتا ہے۔

مفہوم: مجھے اس شادی کی تصویر جلد از جلد بھیج دیں تا کہ میں دیکھوں کہ اس شادی کا کیا انجام ہوا ہے۔

تشریح: آخر میں دلاور فگار کہتے ہیں کہ آج سے پہلے کبھی ایسی انہونی بات نہیں ہوئی کہ کسی اونٹ کی شادی ہوئی ہو، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ مجھے اس شادی سے پوری طرح واقفیت ہو۔ مجھے اس شادی کے موقع پر لی گئی اونٹ کی تصویر بھیج دی جائے تا کہ میں دیکھوں کہ اونٹ کی شادی کس انجام سے دو چار ہوئی ہے۔ یہاں دلاور فگار نے محاورے کو بڑی خوب صورتی سے استعمال کیا ہے۔ محاورہ ہے ''دیکھیے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔'' اس محاورے کا مفہوم یہ ہے کہ اب پتا چلے گا کہ اس معاملے کا کیا انجام ہوتا ہے۔ ایسا معاملہ جس کے انجام کا پتا نہ ہو بلکہ اس کے بارے میں صرف قیاس ہی کیا جا سکتا ہو۔ شاعر کہتا ہے کہ چونکہ پہلے کبھی کسی اونٹ کی شادی نہیں ہوئی اس لیے میں اس معاملے کے انجام کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے مجھے اونٹ کی شادی کی تصویر بھیج دیں۔

تبصرہ

دلاور فگار ایک قادر الکلام شاعر ہیں۔ انھیں موضوع پر پوری گرفت حاصل ہے۔ انھوں نے تمثیلی انداز میں اونٹ کی شادی کا ذکر کر کے ہمارے معاشرے پر گہرا طنز کیا ہے۔ مثالیں بھی خوب ہیں۔ محاورات کا استعمال بھی برموقع ہے جس نے نظم میں بڑی موزونیت پیدا کر دی ہے۔ آسان الفاظ میں بڑی گہری باتیں کی ہیں جنھیں پڑھ کر ہنسی بھی آتی ہے اور ان میں چھپا ہوا طنز نشتر کا کام بھی کرتا ہے۔

حل مشقی سوالات

۱۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب لکھیے:

(الف) نظم میں شاعر نے "نیا گل کھلانے" کا ذکر کر کے کس طرف اشارہ کیا ہے؟

جواب: شاعر نے اخبار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اخبار نے ایک انہونی اور عجیب و غریب خبر شائع کی ہے کہ ایک اونٹ کی شادی ہے۔

(ب) نکیل پڑنے سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

جواب: نکیل پڑنے سے شاعر کی مراد یہ ہے کہ اب اونٹ قابو میں آ گیا ہے۔

(ج) شاعر نے سر کا درد بڑھنے کی وجہ کیا بتائی ہے؟

جواب: شاعر کہتا ہے کہ اونٹ کو نکیل پڑنے سے اس کے سر کا درد بڑھ گیا ہے۔

(د) نظم کے آخر میں شاعر نے کس ضرب المثل کی طرف اشارہ کیا ہے؟

جواب: نظم کے آخر میں شاعر نے اس ضرب المثل کی طرف اشارہ کیا ہے کہ "دیکھیے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے" یعنی اس انہونی شادی کا کیا انجام ہوتا ہے۔

۲۔ نظم "اونٹ کی شادی" کا متن مدِنظر رکھ کر درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں:

(الف) نظم "اونٹ کی شادی" شاعر نے لکھی ہے:

(i) سید ضمیر جعفری (ii) سید محمد جعفری
(iii) دلاور فگار (iv) محمود سرحدی

(ب) نظم کے پہلے مصرعے میں آج کے پرچے سے مراد ہے:

(i) آج کا اخبار (ii) رسالہ
(iii) امتحانی پرچہ (iv) پولیس کا پرچہ (FIR)

(ج) کھلانا کا مطلب ہے:

(i) پھول کھلانا (ii) عجیب و غریب کام کرنا
(iii) نئی بات کہنا (iv) انکشاف کرنا

(د) شتر کے گھر میں کیا آیا ہے؟

(i) ہوا کا جھونکا (ii) خوش کن پیغام

(iii) پیامِ بہار (iv) ایک اور اونٹ

(ہ) اُردو میں قیدِ آزادی کسے کہتے ہیں:

(i) قید بامشقت کو (ii) شادی خانہ آبادی کو

(iii) جرم کی سزا کو (iv) آزادی کے خاتمے کو

(الف)	(iii)	(ب)	(i)	(ج)	(iv)	(د)	(iii)	(ہ)	(ii)

3- نظم کا متن ذہن میں رکھ کے حسب ذیل مصرعے مکمل کریں:

(الف) کہ سہرا باندھ کے ایک اونٹ بلبلایا ہے

(ب) کہ سر کا درد بڑھا ناک میں نکیل پڑی

(ج) اسی کو کہتے ہیں اُردو میں قیدِ آزادی

(د) مجھے خوشی ہے کہ تم آ گئے پہاڑ تلے

(ہ) مجھے بیاہ کی تصویر بھیج دیں جھٹ پٹ

4- درج ذیل الفاظ پر اعراب لگا کر تلفظ کریں:

بلبلانا، خوش گوار، نکیل، شتر، کروٹ۔

جواب: بلبلانا، خوش گوار، نکیل، شتر، کروٹ۔

5- نظم کے قوافی ترتیب سے لکھیں۔

کھلایا، بلبلایا، پیغامِ بہار، بے مہار، گھڑی، پڑی، سواری، ذمہ داری، رشتۂ شادی، قید آزادی، چلے، تلے، جھٹ پٹ کروٹ

6- درج ذیل کا مفہوم واضح کیجیے:

گل کھلانا، بے مہار، نکیل پڑنا، قیدِ آزادی، کسی کروٹ بیٹھنا

الفاظ	مفہوم
گل کھلانا	کوئی نئی بات ہونا، خلافِ معمول کوئی عمل ہونا۔ آفت لانا، عجیب وغریب کام کرنا، فساد کھڑا کرنا، الزام دینا

بے مہار	آوارہ ہونا، قابو میں نہ رہنا
نکیل پڑنا	قابو میں آنا، بے بس ہونا، آزادی ختم ہو جانا
قیدِ آزادی	آزادی کی قید، مراد آزاد ہوتے ہوئے بھی کسی دوسرے کا پابند ہونا
کسی کروٹ بیٹھنا	معاملے کو سلجھانا، معاملے کو انجام تک پہنچانا

-4 نظم کا خلاصہ تحریر کریں۔

جواب: دیکھیے خلاصہ

سرگرمیاں

-1 لائبریری سے دلاور فگار کی کوئی ایک کتاب (ستم ظریفاں، شامتِ اعمال، مطلع عرض ہے یا کلیاتِ دلاور فگار) لے کر مطالعہ کریں اور اپنی پسند کے اشعار اپنی کاپی میں درج کریں۔

جواب: مجھے دلاور فگار کی یہ مزاحیہ نظم زیادہ پسند آئی ہے جو ان کی کتاب مطلع عرض ہے سے لی گئی ہے۔

دلاور فگار کی نظم **''گھروں کے نام''**

اس کراچی میں جہاں طاقت ہے مال و زر کا نام
ایک صاحب نے قفس رکھا ہے اپنے گھر کا نام
یہ نہیں معلوم اس پنجرے میں کون آباد ہے
اس کے بلبل کیسے ہیں، کس قسم کا صیاد ہے
اس قفس کے پنچھیوں کے پر بندھے ہیں یا کھلے
اس میں کتنی بلبلیں ہیں اور کتنے بلبلے
اس مکاں کے شاعرانہ نام سے قطع نظر
نام ہو گھر کا تو ایسا ہو جو کر لے دل میں گھر
متفق ہیں گھر کے ایسے نام پر اہلِ زباں
خانۂ زنجیر، چڑیا گھر، کرایے کا مکاں

نام گھر کے یہ بھی رکھ سکتے ہیں ارباب نشاط
مقبرہ، مرقد، عدم آباد، مرگھٹ، پل صراط
نام گھر کے سیکڑوں جیسے چراغ رہگزر
خانۂ ویراں، حریم ناز، خالہ جی کا گھر

Q-2 ہر طالب علم اپنی مرضی سے کوئی مزاحیہ تحریر یا اشعار لکھے اور ساتھیوں کو سنائے۔

جواب: مجھے پروفیسر ایاز اصغر شاہین کی نظم ''میں بھی اور بکرا بھی'' بہت زیادہ پسند ہے۔ اسے میں اپنی ڈائری میں لکھ رہا ہوں اور آئندہ جمعے کو اپنے ٹیوٹوریل گروپ میں اپنے دوستوں کو بھی سناؤں گا۔ یہ نظم ٹی وی پر بھی سنائی جا چکی ہے۔

میں بھی اور بکرا بھی

ہیں دونوں صاحب ایمان ' میں بھی اور بکرا بھی
کہ ہوں گے عید پر قربان ' میں بھی اور بکرا بھی
مجھے کمبخت نے رسی چھڑا کر خوب دوڑایا
ہوئے ہیں بے طرح ہلکان ' میں بھی اور بکرا بھی
تھی ضد بیگم کی لے آؤ ' فریزر تم بھی قسطوں پر
بنیں گے قید کا سامان ' میں بھی اور بکرا بھی
ہوئی ہے جیب کی ساری رقم صرف خریداری
کھڑے ہیں برسر میدان ' میں بھی اور بکرا بھی
وہ چاٹے مغز ''مَیں مَیں'' سے ' تو میں اس شعر گوئی سے
ہوئے ہیں صاحب دیوان ' میں بھی اور بکرا بھی
سنا ہے آئیں گے وہ بھی یقیناً عید قرباں پر
کریں گے پیش پھر دل ' جان ' میں بھی اور بکرا بھی
ذبیح عشق ہے وہ ' اور میں کشتہ محبت کا
ہیں رکھتے ایک سی ہم شان ' میں بھی اور بکرا بھی
اڑائی ران اک ' قصاب ' نے پائے ' بھی چھیچھڑے ' بھی
بنے ہیں جبر کی پہچان ' میں بھی اور بکرا بھی

چلو کچھ دیر تو شاہین باہم گفتگو ہو گی
ہے میری نظم کا عنوان ' میں بھی اور بکرا بھی

اساتذہ کرام کے لیے

1- طلبہ پر طنز اور مزاح کا فرق واضح کریں

جواب: **طنز و مزاح**

طنز و مزاح سنجیدگی کے ساتھ ساتھ زندگی کا اہم پہلو ہے۔ زندگی کو توازن میں رکھنے میں اس کا بڑا حصہ ہے۔ اگر ہنسی مزاح میں سلیقہ مندی، شائستگی، مہذبانہ انداز، غور و فکر اور ذکاوت کا عنصر موجود نہ ہو تو وہ شستہ مزاح کی بجائے پھکڑ پن اور فضول بن جاتا ہے۔ ایک اچھے مزاح نگار کی یہ خوبی ہے کہ اس کی تحریروں میں شائستگی کا عنصر کارفرما ہو۔ مزاح میں زندگی کی ناہمواریوں پر ہمدردانہ نظر ڈالی جاتی ہے۔ مزاح نگار مزاح پیدا کرنے کے لیے مختلف حربے استعمال کرتا ہے۔ دوسری طرف طنز میں نفرت کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ طنز معاشرتی یا اجتماعی فائدے کے لیے ہو تو گوارا ہوتا ہے لیکن شخصی ہو جائے تو مذموم اور نامقبول ٹھہرے گا۔ مزاح نگاری کے میدان میں غالب کے خطوط کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ انھوں نے اپنے خطوط کے ذریعے سے ہلکا پھلکا مزاح پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ طنز و مزاح میں پطرس بخاری اور فرحت اللہ بیگ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ طنز و مزاح میں نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں:

1-سلیقہ مندی 2-ذکاوت 3-غور و فکر 4-مہذبانہ انداز 5-شائستگی

اردو کے چند مزاح نگار درج ذیل ہیں

1-	احمد شاہ پطرس بخاری	مضامین پطرس
2-	فرحت اللہ بیگ	مضامین فرحت
3-	شفیق الرحمان	مزید حماقتیں
4-	مشتاق احمد یوسفی	چراغ تلے
5-	ابن انشا	کیا واقعی دنیا گول ہے؟
6-	کرنل محمد خاں	بجنگ آمد

-2 دلاور فگار کے مزاح کی فنی خوبیاں طلبہ کو بتائیں۔

جواب: دلاور فگار ایک منفرد مزاح نگار ہیں۔ وہ واقعاتی مزاح پیش کر کے ایک ایسا نقشہ کھینچتے ہیں کہ پڑھنے والا بے اختیار مسکرا اٹھتا ہے۔ وہ طنز کے تیز تیر کو مزاح کی چاشنی میں ڈبو کر استعمال کرتے ہیں کہ مزاح ہی مزاح میں معاشرے کے ڈھکے چھپے ناسور کی جراحی ہو جاتی ہے۔ سمجھنے والا لطف اٹھانے کے ساتھ ساتھ اس میں موجود طنز کی گہرائی تک بھی پہنچ جاتا ہے۔ یہی چیز انھیں صفِ اول کے مزاح نگار کے دوش بدوش کھڑا کر دیتی ہے۔

دلاور فگار نے زیادہ تر کراچی کے حالات پر قلم اٹھایا ہے لیکن ایسا لگتا ہے جیسے ان کی آواز پورے پاکستان کی آواز ہو۔ دوسرے مزاح لکھنے والوں کی طرح دلاور فگار نے مختلف واقعات کو منظوم کر کے ان میں ادبی چاشنی بھر دی ہے۔

-3 طلبہ پر واضح کیا جائے کہ فطرت اور معمول سے ہٹی ہوئی صورت حال ہماری ہنسی کو تحریک دیتی ہے۔ یہ صورت حال مزاحیہ کہلاتی ہے۔

جواب: دیکھیے برائے اساتذہ نمبر 1

-4 طلبہ کو بتایا جائے کہ مزاح نگار کیسے (صورت واقعہ اور الفاظ وغیرہ سے) مزاح پیدا کرتا ہے۔

جواب: دیکھیے برائے اساتذہ نمبر 1

-5 طلبہ کو بتایا جائے کہ مزاح نگاری الگ سے صنفِ ادب نہیں بلکہ کسی بھی صنف میں مزاح لکھا جا سکتا ہے۔

جواب: مزاح نگار اپنے الفاظ سے عبارت یا نظم میں مزاح پیدا کرتا ہے۔ مزاح کسی بھی صنفِ سخن میں لکھا جا سکتا ہے۔ نظم ہو یا غزل، یا پھر نثر کسی بھی صنف میں مزاح نگار اپنے مشاہدات کی مدد سے مزاح پیش کر سکتا ہے۔ شاعری میں مزاح کے لیے نہ تو خاص بحر کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی خاص صنف کی۔ بہت سے مزاح نگاروں نے نظم، غزل، رباعی وغیرہ میں مزاح پیش کیا ہے۔

جن کو انگریز کا قانون ہو ازبر ان سے
اور سب پوچھ مگر شرع کے احکام نہ پوچھ
ریڈیو میں بھی جو قرآں کی تلاوت نہ سنیں
ان مسلمانوں کی اولاد کا اسلام نہ پوچھ

☆☆☆

سید ضمیر جعفری

اکہ میں لت بیٹھا سا جا، کود جا، بھر جا
قومی تسبیح میں لکھا جا چکا ہے تیرا درجا
نہ گنجائش کو دیکھ اس میں نہ تو مردم شماری کر
لنگوٹی کس، خدا کا نام لے، گھس جا سواری کر
عبث گننے کی یہ کوشش کہ ہیں کتنے نفوس اس میں
کہ نکلے گا بہر عنوان تیرا بھی جلوس اس میں
وہ کھڑکی سے کسی نے مورچہ بندوں کو للکارا
پھر اپنے سر کا گٹھر دوسروں کے سر پہ دے مارا
کسی نے دوسری کھڑکی سے جب دیکھا یہ نظارا
زمین پر آ رہا "دھم" سے کوئی تاج سردارا
یہ سارے کھیت کے گنے کٹا لایا ہے ڈبے میں
وہ گھر کی چارپائی تک اٹھا لایا ہے ڈبے میں
گھڑے حقے مع مینار آتش دان تو دیکھو
یہ قوم بے سر و سامان کا سامان تو دیکھو
صراحی سے گھڑا، روٹی سے دستر خوان لڑتا
مسافر خود نہیں لڑتا مگر سامان لڑتا ہے

www.down

6- طلبہ کو چند دیگر مزاح نگار شعرا (سید محمد جعفری، محمود سرحدی، سید ضمیر جعفری، انور مسعود، نیاز سواتی وغیرہ) کا کلام سنایا جائے۔

مزاح نگاروں کا کلام

جواب:

سید محمد جعفری

ایبسٹریکٹ آرٹ کی دیکھی تھی نمائش میں نے
کی تھی از راہِ مروت بھی ستائش میں نے
آج تک دونوں گناہوں کی سزا پاتا ہوں
لوگ کہتے ہیں کہ کیا دیکھا تو شرماتا ہوں
ایک تصویر کو دیکھا جو کمالِ فن تھی
بھینس کے جسم پہ اک اونٹ کی سی گردن تھی
ٹانگ کھینچی تھی کہ مسواک جسے کہتے ہیں
ناک وہ ناک کہ خطرناک جسے کہتے ہیں
ایک تصویر کو دیکھا کہ یہ کیا رکھا ہے
ورقِ صاف پہ رنگوں کو گرا رکھا ہے
اس نمائش میں جو اطفال چلے آتے تھے
ڈر کے ماؤں کے کلیجے سے لپٹ جاتے تھے
میں نے یہ کام کیا، مفت [illegible] پانے کا
یہ نمائش نہ تھی اک خواب تھا دہلانے کا

محمود سرحدی

نوکری کے لیے اخبار کے اعلان نہ پڑھ
جان پہچان کی باتیں ہیں، کہا مان، نہ پڑھ
جن کو ملنی ہو، انھیں پہلے ہی مل جاتی ہے
بس دکھاوے ہی کے ہوتے ہیں یہ فرمان نہ پڑھ

☆☆☆

انور مسعود

کتاب سے ہے عزیزوں کا رابطہ قائم
وہ اس سے اب بھی بہت فائدہ اٹھاتے ہیں
کبھی کلاس میں آتے تھے ساتھ لے کے اسے
اب امتحان کے کمرے میں لے کے جاتے ہیں

☆☆☆

جو چوٹ بھی لگی ہے وہ پہلے سے بڑھ کے تھی
ہر ضرب کربناک پہ میں تلملا اٹھا
پانی کا سوئی گیس کا بجلی کا فون کا
بل اتنے بڑھ گئے ہیں کہ میں بلبلا اٹھا

☆☆☆

آپ بے جرم یقیناً ہیں مگر یہ فدوی
آج اس کام پہ مامور بھی مجبور بھی ہے
عید کا روز ہے کچھ آپ کو دینا ہو گا
رسم دنیا بھی ہے موقع بھی ہے دستور بھی ہے

نیاز سواتی

کھانے کو مل رہا ہے جو کھانا خراب ہے
اس واسطے تو حال تمہارا خراب ہے
ہر اہلیہ کی خُو ہے کہ شوہر سے یہ کہے
بازار سے جو لائے ہو سودا خراب ہے
کہتے ہیں جب گوالے سے "پتلا ہے دودھ کیوں"
کہتا ہے ہم سے بھینس کا چارہ خراب ہے

www.downloadclassnotes.com

وہ کھا گیا ہے میرے بھی حصے کی سب غذا
اور یہ بھی کہہ رہا ہے کہ معدہ خراب ہے

کرنے لگا علاج مرا جب سے ڈاکٹر
پہلے سے میرا حال زیادہ خراب ہے

ہر چند حال ہی میں بنایا گیا ہے وہ
پھر بھی ہمارے گاؤں کا رستہ خراب ہے

ایسا کوئی نہیں جو کہے میں ہوں خود خراب
ہر شخص کہہ رہا ہے زمانہ خراب ہے

دو ایک ہی مشین کے پرزے نہیں خراب
اب تو نیاز آوے کا آوا خراب ہے

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِنظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) آج سہرا باندھ کر آیا ہے:

(i) گھوڑا (ii) گدھا
(iii) اونٹ (iv) شیر

(ب) کبھی کبھی بڑا بے مہار ہے:

(i) اونٹ (ii) سہرا
(iii) ہار (iv) مالک

(ج) سر کا درد بڑھا اور ناک میں:

(i) خون آیا (ii) زخم آیا
(iii) درد ہوا (iv) نکیل پڑی

(د) اونٹ اب بوجھ اٹھائے گا:

(i) بہت کم (ii) ذمہ داری کا
(iii) غیروں کا (iv) بہت زیادہ

(ہ) اب اصل میں اونٹ آیا ہے:

(i) گلی میں (ii) سایے میں
(iii) جنگل میں (iv) پہاڑ تلے

(و) مجھے جھٹ پٹ بھیج دیں:

(i) اونٹ کا نکاح نامہ (ii) دعوت نامہ
(iii) بیاہ کی تصویر (iv) اونٹ کی تصویر

(ز) دیکھیے اونٹ بیٹھتا ہے:

(i) کس کروٹ (ii) کس دن
(iii) کس کے گھر (iv) کس وقت

(ح) ''اونٹ کی شادی'' نظم لکھی ہے:

(i) مرزا محمود سرحدی نے (ii) دلاور فگار نے
(iii) سید ضمیر جعفری نے (iv) انور مسعود نے

جواب

جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر
(ii)	(د)	(iv)	(ج)	(ii)	(ب)	(iii)	(الف)
(ii)	(ح)	(i)	(ز)	(iii)	(و)	(iv)	(ہ)

مرزا محمود سرحدی

(1913ء تا 1967)

مال گودام روڈ

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو طنزیہ اور مزاحیہ شاعری سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو طنز اور مزاح کے مابین موجود فرق سمجھانا۔
- طلبہ کو واقعاتی مزاح کے بارے میں معلومات دینا۔
- طلبہ کو مزاحیہ انداز میں معاشرتی خامیوں سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو مرزا محمود سرحدی کے فنِ شاعری سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو مرزا محمود سرحدی کے حالاتِ زندگی سے روشناس کروانا۔

شاعر کے حالاتِ زندگی

مرزا محمود سرحدی کا اصل نام عبداللطیف تھا۔ شاعری میں محمود تخلص کرتے تھے۔ پاکستان کے سرحدی صوبے سے تعلق تھا، اس لیے مرزا محمود سرحدی کے نام سے منسوب ہے۔

مرزا محمود سرحدی یکم جنوری 1913ء کو مردان میں پیدا ہوئے۔ مرزا صاحب بڑی باغ و بہار قسم کی شخصیت تھے۔ نہایت ہنس مکھ تھے۔ لطیفے ہر وقت ان کے نوکِ زبان رہتے۔ وہ جس محفل میں بھی بیٹھتے اسے کشتِ زعفران بنا دیتے۔ انھوں نے طالب علمی کے زمانے سے ہی شعر کہنا شروع کر دیے تھے۔ آغاز سنجیدہ غزل سے کیا لیکن بعد میں ان کا رجحان مزاحیہ نظمیں اور قطعات لکھنے کی طرف ہو گیا۔ میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد مرزا صاحب فوج میں بھرتی ہو گئے لیکن یہاں ان کا دل نہ لگا۔ جلد ہی انھوں نے فوج کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ 1948ء میں ان کا کلام پشاور سے شائع

ہونے والے ایک ادبی مجلے ''سنگِ میل'' میں شائع ہوا تو مرزا صاحب کی ادبی شناخت پورے ملک میں پھیل گئی۔

مرزا صاحب نے مالی طور پر کوئی زیادہ آسودہ حال زندگی نہ گزاری۔ فیلڈ مارشل ایوب خاں کے دور میں حکومت نے مرزا صاحب کے لیے 250روپے ماہوار کا وظیفہ منظور کیا تھا لیکن اتنی کم رقم میں گزارہ مشکل تھا۔ مرزا صاحب نے تجرد زندگی ہی گزاری۔ انھوں نے شادی نہیں کی تھی۔

مرزا صاحب کی شاعری کا پہلا مجموعہ ''سنگینے'' تھا، جو 1956ء میں شائع ہوا۔ ان کا دوسرا مجموعۂ کلام ''اندیشۂ شہر'' کے نام سے شائع ہوا۔ دوسرا مجموعہ کلام ان کی وفات کے بعد 1970ء میں فارغ بخاری نے مرتب کیا تھا۔

وفات: مرزا صاحب کو دمے کی بیماری تھی۔ چونکہ کھانے پینے میں پرہیز کے زیادہ قائل نہیں تھے اس لیے ہمیشہ کھانستے رہتے تھے جس سے ان کی سانس اُکھڑ جاتی تھی۔ مرزا صاحب نے 1967ء میں صرف چون سال کی عمر میں وفات پائی۔

مرکزی خیال

مرزا محمود سرحدی نے پشاور کی مال روڈ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ سڑک نہایت خراب ہے۔ اس پر سفر کرنا اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ معلوم نہیں کب حکومت اس سڑک کی بدحالی کو دور کرنے کی طرف توجہ دے۔

خلاصہ

ویسے تو میرے شہر میں بے شمار سڑکیں ہیں لیکن ان میں مال گودام روڈ ایک بے مثال سڑک ہے۔ اس سڑک پر کئی تانگے اُلٹ چکے ہیں اور کئی گھوڑوں کا انتقال ہو چکا ہے۔ اس سڑک کے آس پاس رہنے والے لوگ بھی پریشان ہیں۔ شام کو اس سڑک پر گیدڑوں کی وجہ سے رونق ہو جاتی ہے۔ اس سڑک پر انسانوں کی بجائے گاڑیوں کی

www.down

تعداد زیادہ ہے۔ ایسی ایسی کھائیاں ہیں کہ مرنے کے بعد انسان ان میں دفن بھی ہو سکتا ہے۔ مختلف قسم کی سواریاں اس سڑک سے متاثر ہوتی ہیں۔ اگر بارش آ جائے تو اس سڑک پر کشتیاں بھی چل سکتی ہیں۔ ڈھلوانیں ہیں جو حادثے کا سبب بن سکتی ہیں۔ اگر کسی کو اس سڑک پر سفر کرنے کا اتفاق ہو تو اس کے واپس آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں سوچتا ہوں کہ میرے وظیفے کی طرح حکومت کو کب اس سڑک کی بدحالی کا خیال آئے گا۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
لازوال	ہمیشہ رہنے والی	مثال	مانند، طرح
چھاتی	سینہ	انتقال	مرجانا، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا
آس پاس	اردگرد	ویران	بے آباد
خستہ حال	بُری حالت	شغال	گیدڑ
لاری	بس	خال خال	کوئی کوئی
کھائی	گڑھا	وصال	ملنا یہاں مراد مرنے سے ہے
ڈگمگانا	لڑکھڑانا	سلامت	باقی رہنا
مجال	ہمت	اکثر	عام طور پر
احتمال	اندیشہ	ڈھلوان	اترائی
لرزنا	کانپنا	باکمال	اپنے کام میں ماہر
اتفاق سے	کسی موقع پر، اچانک، غیر متوقع طور پر	وظیفہ	حکومتی امداد

اشعار کی تشریح

شعر نمبر:1,2 یوں تو میرے شہر میں سڑکیں کئی ہیں لازوال
لیکن ایک ایسی سڑک بھی ہے نہیں جس کی مثال
اس کی چھاتی پر کئی تانگے اُلٹ کر رہ گئے
سیکڑوں گھوڑوں کا اس پر ہو چکا ہے انتقال

حلِ لغت

لازوال: ہمیشہ باقی رہنے والا۔ مثال: نظیر۔ چھاتی: سینہ۔ الٹ کر رہ جانا: اوندھا ہونا۔ انتقال: مر جانا، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا

مفہوم: ویسے تو میرے شہر کی کئی سڑکیں ہمیشہ خراب رہنے والی ہیں لیکن ایک ایسی سڑک بھی ہے جس کی کوئی مثال نہیں۔ اس کے سینے پر کئی تانگے اوندھے ہوئے ہیں اور سیکڑوں گھوڑوں کا اس سڑک پر انتقال ہو چکا ہے۔

تشریح: مرزا محمود سرحدی طنز و مزاح میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنے اردگرد کی مضحکہ خیز باتوں پر بڑی گہری نظر رکھی اور اسے اپنی شاعری کا حصہ بنایا ہے۔ پشاور کی مال گودام روڈ کی ابتر حالت کو دیکھتے ہوئے انھوں نے یہ نظم لکھی ہے جو واقعاتی مزاح کی عمدہ مثال ہے۔ لکھتے ہیں کہ میرے شہر کی کئی سڑکیں ایسی ہیں جو عرصہ دراز سے خراب پڑی ہیں۔ یہ سڑکیں ٹوٹی پھوٹی ہیں۔ ان سڑکوں کا کوئی بھی پُرسانِ حال نہیں۔ نہ ہی کسی نے ان سڑکوں کی حالت کو بہتر بنانے کے لیے ان کی طرف کبھی توجہ دی ہے۔ یہ ہمیشہ سے بُری حالت میں ہیں اور شاید ہمیشہ بری حالت میں رہیں۔ ان سڑکوں میں سے سب سے برا حال مال گودام روڈ کا ہے۔ یہ سڑک اتنی زیادہ خراب ہے کہ اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ اس سڑک کی خرابی کی وجہ سے کئی تانگے الٹ چکے ہیں اور ان

کے الٹنے کی وجہ سے تانگوں میں جتے ہوئے گھوڑے مر چکے ہیں۔ اس کے باوجود سڑک کی بہتری اور مرمت کی طرف کسی نے توجہ نہیں دی ہے۔

شعر نمبر 3,4: آس پاس اس کے جو بستے ہیں نہ ان کی پوچھیے
جس قدر ویراں ہے یہ، ہیں اس قدر وہ خستہ حال
رونقیں ہی رونقیں ہیں جس طرف بھی دیکھیے
چیخنے لگتے ہیں اس پر شام ہوتے ہی شغال

حل لغت

آس پاس: ارد گرد۔ بستے ہیں: مقیم ہیں، رہتے ہیں۔ ویران: بے آباد، بنجر۔ خستہ حال: بُری حالت، پتلی حالت۔ رونق: چہل پہل، گہما گہمی۔ شغال: گیدڑ

مفہوم: اس سڑک کے آس پاس جو لوگ رہتے ہیں ان کی حالت بھی اس ویران سڑک کی طرح پتلی ہے۔ جس طرف بھی دیکھیے رونق ہی رونق نظر آتی ہے اور شام ہوتے ہی اس پر گیدڑوں کی چیخ و پکار شروع ہو جاتی ہے۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ اس سڑک کے ارد گرد جو مکین ہیں ان کی زندگی بھی عجیب ہے۔ جس قدر اس سڑک کی حالت بری ہے ویسی ہی بری حالت یہاں رہنے والے لوگوں کی بھی ہے کیوں کہ انھیں روزانہ اسی ٹوٹی پھوٹی سڑک سے گزر کر اپنے گھر جانا ہوتا ہے۔ یہاں ویران سے مراد خستہ حال سڑک ہے چونکہ ان لوگوں کے گھر یہاں ہیں اس لیے اس سڑک پر سفر کرنا ان لوگوں کی مجبوری ہے۔ اس کے بعد شاعر کہتا ہے کہ صبح کے وقت تو اس سڑک پر کافی رونق رہتی ہے۔ چہل پہل اور گہما گہمی ہوتی ہے لیکن شام کے وقت اس سڑک پر گیدڑوں کا قبضہ ہو جاتا ہے۔ وہ اس سڑک پر آ کر چیخنے چلانے لگتے ہیں۔ گیدڑوں کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ ویران جگہ پر آ کر چیخیں مارتے ہیں۔ شاعر نے اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ شام کو یہ سڑک ویران ہو جاتی ہے۔

شعر نمبر 5: لاریاں پٹرول کی دیکھو گے اس پر صبح و شام
ورنہ انساں تو نظر آتا ہے اس پر خال خال

حل لغت

لاری: بس۔ خال خال: کوئی کوئی

مفہوم: پٹرول والی بسیں تو اس سڑک پر صبح و شام نظر آتی ہیں ورنہ انسان تو کوئی کوئی ہی نظر آتا ہے۔

تشریح: شاعر اس سڑک کی افادیت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس سڑک سے صبح و شام بہت سی گاڑیاں گزرتی ہیں۔ لوگ ان گاڑیوں میں سفر کر کے اپنے اپنے کاموں پر جاتے ہیں۔ یہ ایک مصروف شاہراہ ہے۔ یہاں انسانوں سے زیادہ گاڑیاں چلتی ہیں۔ اس کے باوجود اس سڑک کی طرف دھیان نہیں دیا جاتا۔ اس کی مرمت کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔ لوگ پریشانی کا شکار ہیں مگر سڑک بنانے والوں کو اس کا خیال نہیں آتا۔ یہاں مرزا صاحب حکومتی اداروں پر گہرا طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عوام کی سہولت کے کاموں کی طرف حکومت کوئی توجہ نہیں دیتی۔

شعر نمبر 6,7: اس میں ایسی کھائیاں ہیں ایسے ایسے غار ہیں
دفن ہو سکتا ہے جن میں آدمی بعد از وصال
ڈگمگا جاتے ہیں رِیڑھے لڑکھڑا جاتی ہے جیپ
واپس آ جائے سلامت سائیکل کی کیا مجال

www.do

حل لغت

کھائی: گڑھا۔ وصال: لفظی مطلب ملنا لیکن یہاں مراد مرنے سے ہے یعنی مرنے کے بعد انسان اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے۔ ڈگمگانا: لڑکھڑانا۔ سلامت: باقی رہنا۔ مجال: ہمت

مفہوم: اس سڑک پر ایسی ایسی کھائیاں اور غار ہیں کہ مرنے کے بعد آدمی ان میں دفن بھی ہو سکتا ہے۔ اس سڑک سے گزرنے والے ریڑھے اور جیپیں لڑکھڑا جاتی ہیں اور سائیکل سوار کی سائیکل سلامت نہیں رہتی۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ سڑک بُری طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ جگہ جگہ گڑھے پڑے ہیں۔ کچھ گڑھے تو اتنے بڑے ہیں کہ مرنے کے بعد آدمی ان گڑھوں میں دفن بھی کیے جا سکتے ہیں۔ ان کے لیے قبر کھودنے کی بھی ضرورت نہیں۔ یہ گڑھے غاروں کا منظر پیش کرتے ہیں۔ شاعر کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ سڑک بری طرح ٹوٹ چکی ہے۔ سڑک کی حالت اتنی بُری ہے کہ اس پر چلنے والی سائیکل ٹوٹ جاتی ہے۔ اس کا حال بُرا ہو جاتا ہے۔ اس کا کوئی پرزہ سلامت نہیں رہتا۔ سائیکل سوار پریشان ہوتا ہے کہ سائیکل کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا ہے۔ پھر اسے پتا چلتا ہے کہ اس کی سائیکل کی یہ خراب حالت ٹوٹی پھوٹی سڑک کی مرہونِ منت ہے۔

شعر نمبر 8: مینہ برس جائے تو چل سکتی ہیں اس پر کشتیاں
ڈوب جانے کا بھی ہو جاتا اکثر احتمال

حلِ لغت

مینہ: بارش۔ اکثر: عام طور پر۔ احتمال: اندیشہ، ڈر، خطرہ

مفہوم: بارش ہو جائے تو اس سڑک پر کشتیاں بھی چل سکتی ہیں۔ اکثر اوقات ان کشتیوں کے ڈوب جانے کا خطرہ بھی رہتا ہے۔

تشریح: ایک تو سڑک کی حالت ویسے ہی بہت خراب ہے۔ ایسے میں اگر بارش ہو جائے تو حالت مزید خراب ہو جاتی ہے۔ نکاسیٔ آب کا مناسب انتظام نہ ہونے کی وجہ سے سڑک پر پانی کھڑا ہو جاتا ہے اور یہ پانی اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ اس

پانی میں کشتیاں بھی چلائی جا سکتی ہیں بلکہ یہ پانی اتنا گہرا ہوتا ہے کہ اس میں چلنے والی کشتیاں ڈوب بھی سکتی ہیں۔ یہاں مرزا صاحب مبالغہ آرائی سے کام لے رہے ہیں۔ بارش کے پانی میں کشتیاں نہیں چلائی جا سکتیں۔ ان کا مقصد صرف سڑک کی بدحالی کو بیان کرنا ہے۔

شعر نمبر:9,10 اس کی ڈھلوانوں پہ موٹر کا دھڑک جاتا ہے دل
اس کے موڑوں پر لرز جاتے ہیں اکثر باکمال
اس پہ جانے کا کبھی ہوتا ہے جس کو اتفاق
اس کے لوٹ آنے کا پیدا ہی نہیں ہوتا سوال

حل لغت

ڈھلوان: ڈھلان، اترائی۔ لرزنا: کانپنا۔ باکمال: اپنے کام میں ماہر۔ اتفاق سے: اچانک سے، غیر متوقع طور پر۔ لوٹ آنا: واپس مڑنا

مفہوم: اس سڑک کی اترائی پر موٹر کا دل دھڑک جاتا ہے۔ اس سڑک پر جو موڑ آتے ہیں، ان سے اکثر باکمال لوگ بھی کانپ جاتے ہیں۔ جو کوئی اچانک اس سڑک پر سفر کرتا ہے وہ واپس لوٹ کر اس سڑک پر نہیں آتا۔

تشریح: شاعر مال گودام روڈ کی حالت زار کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ سڑک بالکل سیدھی نہیں ہے بلکہ اس سڑک پر جگہ جگہ اترائیاں ہیں۔ ایسی اترائیاں ہیں جن پر چلتے ہوئے گاڑی بھی گھبرا جاتی ہے۔ اس کے دل میں خطرہ پیدا ہو جاتا ہے کہ کہیں میں الٹ نہ جاؤں۔ وہ ڈرائیور جو فنِ ڈرائیوری میں ماہر ہیں یعنی جن کی ڈرائیونگ بہت عمدہ ہے وہ بھی اس سڑک کے موڑوں سے گھبرا جاتے ہیں کیوں کہ یہ موڑ بہت خطرناک ہیں۔ پتا ہی نہیں چلتا کہ مخالف سمت سے کوئی گاڑی آ رہی ہے۔ یہ خطرناک موڑ بھی حادثے کا سبب بنتے ہیں۔

اکثر لوگ انجانے میں اس سڑک پر سفر کرتے ہیں لیکن وہ بھول کر بھی دوبارہ اس سڑک پر سفر کرنے کا نہیں سوچتے بلکہ اگر انھیں اسی راستے سے واپس بھی آنا پڑے تو وہ اس کی بجائے کوئی اور راستہ اپنا لیتے ہیں خواہ وہ راستہ اس راستے سے طویل ہی کیوں نہ ہو۔ سڑک کی خستہ حالی انھیں دوبارہ اس سڑک پر سفر کرنے سے روکتی ہے۔

شعر نمبر 11: سوچتا رہتا ہوں کب میرے وظیفے کی طرح
اس کی بدحالی کا آتا ہے حکومت کو خیال

حل لغت

وظیفہ: حکومتی امداد۔ بدحالی: بُری حالت

مفہوم: میں سوچتا ہوں کہ میرے وظیفے کی طرح حکومت کو کب اس سڑک کی بُری حالت کا خیال آتا ہے۔

تشریح: مرزا محمود سرحدی پشاور ہائی سکول میں ہیڈ ماسٹر تھے۔ اس سے پہلے وہ فوج میں ملازمت کرتے تھے۔ صدر ایوب کے دورِ حکومت میں انھیں حکومت کی طرف سے گزر بسر کے لیے وظیفہ ملتا تھا۔ وظیفے کی رقم 250 روپے تھی۔ وہ دمے کے مریض تھے۔ انھوں نے شادی نہیں کی۔ ایک دفعہ انھیں کافی دنوں تک حکومت کی طرف سے ملنے والا وظیفہ نہ ملا۔ انھوں نے اپنا اور مال گودام روڈ کا موازنہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ جس طرح عدم توجہی کی بنا پر یہ سڑک بدحالی اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکی ہے، اسی طرح حکومتی امداد نہ ملنے کی وجہ سے میری زندگی بھی مشکلات کا شکار ہے۔ نہ حکومت کو اس سڑک کی مرمت سے کوئی دلچسپی ہے اور نہ ہی میرے وظیفے کا کچھ خیال ہے۔ معلوم نہیں کب حکومت کو میری حالتِ زار پر رحم آئے گا اور میرے وظیفے کی رقم کا اجرا کیا جائے گا اور پتا نہیں کب اس سڑک کی مرمت کی طرف دھیان دیا جائے گا۔

تبصرہ

یہ ایک طنزیہ نظم ہے۔ مرزا محمود سرحدی نے پشاور کی ایک سڑک کی حالت زار بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سڑک عدم توجہی کا شکار ہے۔ انھوں نے حکومت پر گہرا طنز کرتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت ایک مصروف ترین سڑک کی مرمت پر توجہ نہیں دے رہی۔ آسان الفاظ میں انھوں نے ایک اہم مسئلے کی طرف توجہ دلائی ہے اور حقیقت کی نقاب کشائی کی ہے۔

حل مشقی سوالات

1- مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) شاعر کس سڑک کو بے مثال کہہ رہا ہے؟

جواب: شاعر پشاور کی مال گودام روڈ کو بے مثال کہہ رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جس طرح یہ سڑک ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے، اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔

(ب) مذکور سڑک پر گھوڑوں پر کیا بیتی؟

جواب: اس سڑک پر جو تانگے چلتے ہیں وہ الٹ جاتے ہیں اور ان میں جُتے ہوئے گھوڑے انتقال کر جاتے ہیں۔

(ج) سڑک پر چلنے والی کن سواریوں کا حلیہ بگڑتا ہے؟

جواب: سڑک پر چلنے والی سواریوں میں سے ریڑھے اور جیپوں کا حلیہ بگڑ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سائیکل بھی صحیح سلامت نہیں رہتی۔ وہ بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتی ہے۔

(د) سڑک پر جسے جانا پڑے، اس کا انجام کیا ہوتا ہے؟

جواب: اس سڑک پر جسے بھی جانے کا اتفاق ہو، اس کے واپس آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(ہ) شاعر نے نظم کے آخری شعر میں کسے توجہ دلائی ہے؟

جواب: شاعر نے نظم کے آخری شعر میں حکومت کو اپنے وظیفے اور سڑک کی بدحالی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ حکومت کو نہ تو میرے مقرر کردہ وظیفے کا خیال ہے اور نہ ہی اس سڑک کی بدحالی کے بارے میں کچھ سوچتی ہے۔

-2 نظم میں مثال، انتقال، حال، شغال، اور وصال ہم آواز الفاظ استعمال ہوئے ہیں، ایسے الفاظ کیا کہلاتے ہیں؟

جواب: ایسے الفاظ جو صوتی اعتبار سے ایک جیسے ہوں انھیں ہم قافیہ الفاظ کہا جاتا ہے۔

-3 متن کی روشنی میں درست جواب پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) شاعر کے پیشِ نظر یہ نظم لکھنے کا مقصد ہے:

(i) تنقید برائے تنقید (ii) مزاح

(iii) طنز برائے اصلاح (iv) مبالغہ آرائی

(ب) نظم "مال گودام روڈ" لکھی ہے؟

(i) جمیل الدین عالی نے (ii) دلاور فگار نے

(iii) محمود سرحدی نے (iv) ضمیر جعفری نے

(ج) جو شخص اس سڑک پر گیا پھر:

(i) تھک کر چُور ہوا (ii) زخمی ہو کر آ گیا

(iii) کبھی لوٹ کر نہ آیا (iv) پھسل پڑا

(د) یہ نظم کس مجموعے سے لی گئی ہے؟

(i) اندیشۂ شہر (ii) مطلع عرض ہے

(iii) سنگینے (iv) فی سبیل اللہ

(ہ) شاعر نے کس سڑک کا مضحکہ اڑایا ہے؟

(i) مال روڈ (ii) مال گودام روڈ

(iii) مجاتی روڈ　　(iv) بند روڈ

(و) اس سڑک پر تانگے الٹ جانے سے گھوڑوں پر کیا بیتتی ہے؟

(i) بھاگ جاتے ہیں　　(ii) بے ہوش ہو جاتے ہیں

(iii) مرجاتے ہیں　　(iv) بیٹھ جاتے ہیں

(ز) سڑک پر شغال کے چیخنے سے واضح ہوتا ہے:

(i) ویرانی　　(ii) آمدورفت بند

(iii) رونق زیادہ　　(iv) جنگل

جوابات

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(iii)	(ب)	(iii)	(ج)	(iii)	(د)	(i)
(ہ)	(ii)	(و)	(iii)	(ز)	(i)		

4- نظم کو ذہن میں تازہ کریں اور درج ذیل مصرعوں کو مکمل کریں:

(الف) جس قدر ویراں ہے یہ، ہیں اس قدر وہ ــــــــــ

(ب) دفن ہو سکتا ہے جن میں ــــــــــ بعد از وصال

(ج) ــــــــــ جاتے ہیں ریڑھے، لڑکھڑا جاتی ہے جیپ

(د) اس پہ جانے کا کبھی ہوتا ہے جس کو ــــــــــ

(ہ) سوچتا رہتا ہوں کب میرے ــــــــــ کی طرح

جواب: (الف) جس قدر ویراں ہے یہ، ہیں اس قدر وہ خستہ حال

(ب) دفن ہو سکتا ہے جن میں آدمی بعد از وصال

(ج) ڈگمگا جاتے ہیں ریڑھے، لڑکھڑا جاتی ہے جیپ

(د) اس پہ جانے کا کبھی ہوتا ہے جس کو اتفاق

(ہ) سوچتا رہتا ہوں کب میرے وظیفے کی طرح

5- نظم کا خلاصہ تحریر کریں۔

جواب: دیکھیے خلاصہ

6- نظم کا مرکزی خیال دو تین جملوں میں لکھیے۔

جواب: دیکھیے مرکزی خیال

سرگرمیاں

1- کسی اور مزاحیہ شاعر کی ایک نظم جماعت میں سنائی جائے۔

جواب: مجھے سید ضمیر جعفری کی یہ نظم بہت پسند ہے۔

کھڑا ڈنر

"نئی" دعوت ' پہ بلوایا گیا ہوں
پلیٹیں دے کے بہلایا گیا ہوں
کبھی باتوں میں اُلجھایا گیا ہوں
کہیں کرسی سے ٹکرایا گیا ہوں
نہ آئی پر نہ آئی میری باری
پلاؤ تک بہت آیا گیا ہوں
کبابوں کی رکابی ڈھونڈنے کو
کئی میلوں میں دوڑایا گیا ہوں
برائے قتل قلعہ ہائے ماہی
چھُری کانٹے سے لڑوایا گیا ہوں
مٹر کے واسطے جب کی مٹر گشت
تو " آلو گوشت" میں پایا گیا ہوں

ضیافت کے بہانے درحقیقت
مشقت کے لیے لایا گیا ہوں

-2 یہ نظم اپنی کاپیوں پر لکھیں۔

جواب: طلبہ اپنی اپنی کاپی پر یہ نظم لکھیں اور استاد صاحب کو دکھائیں۔

-3 شاعر نے اس نظم میں سڑک کا مزاحیہ انداز میں ذکر کیا ہے۔ پطرس بخاری نے جی ٹی روڈ کا جو حلیہ اپنے مضمون "لاہور کا جغرافیہ" میں بیان کیا ہے، استاد صاحب کی مدد سے وہ تلاش کر کے جماعت میں سنایا جائے۔

جواب: **لاہور کا جغرافیہ** از پطرس بخاری

جو سیاح لاہور تشریف لانے کا ارادہ رکھتے ہیں ان کو یہاں کے آمدورفت کے ذرائع کے متعلق چند ضروری باتیں ذہن نشین کر لینی چاہیے، تاکہ وہ یہاں کی سیاحت سے کماحقہٗ اثر پذیر ہو سکیں، جو سڑک بل کھاتی ہوئی لاہور کے بازاروں میں سے گزرتی ہے، تاریخی اعتبار سے بہت اہم ہے۔ یہ وہی سڑک ہے جو شیر شاہ سوری نے بنوائی تھی۔ یہ آثارِ قدیمہ میں شمار ہوتی ہے اور بے حد احترام کی نظروں سے دیکھی جاتی ہے، چنانچہ اس میں کسی قسم کا ردوبدل گوارہ نہیں کیا جاتا۔ وہ قدیم تاریخی گڑھے اور خندقیں جوں کی توں موجود ہیں جنھوں نے کئی سلطنتوں کے تختے الٹ دیے تھے۔ آج کل بھی کئی لوگوں کے تختے یہاں الٹتے ہیں اور عظمتِ رفتہ کی یاد دلا کر انسان کو عبرت سکھاتے ہیں۔
بعض لوگ زیادہ عبرت پکڑنے کے لیے ان تختوں کے نیچے کہیں کہیں دو ایک پہیے لگا لیتے ہیں اور سامنے دو بُک لگا کر ایک گھوڑا ٹانگ دیتے ہیں۔ اصطلاح میں اس کو تانگہ کہتے ہیں، شوقین لوگ اس پر موم جامہ منڈھ لیتے ہیں، تاکہ پھسلنے میں سہولت ہو اور بہت زیادہ عبرت پکڑی جا سکے۔
اصلی اور خالص گھوڑے لاہور میں خوراک کے کام آتے ہیں، قصابوں کی

دکانوں پر انھی کا گوشت بکتا ہے اور زین کس کر کھایا جاتا ہے، تانگوں میں ان کی بجائے بناسپتی گھوڑے استعمال کیے جاتے ہیں۔ بناسپتی گھوڑے شکل و صورت میں دم دار ستارے سے ملتے ہیں کیوں کہ ان گھوڑوں کی ساخت میں دم زیادہ اور گھوڑا کم پایا جاتا ہے۔ حرکت کے وقت اپنی دم کو دبا لیتا ہے اور اس ضبطِ نفس سے اپنی رفتار میں ایک سنجیدہ اعتدال پیدا کرتا ہے تاکہ سڑک کا ہر تاریخی گڑھا اور تانگے کا ہر ہچکولا اپنے نقش آپ پر ثبت کرتا جائے، اور آپ ہر ایک مقام لطف اندوز ہو سکے۔

اساتذہ کرام کے لیے

-1 طلبہ کو بتایا جائے کہ مزاح نگار صورتِ واقعہ سے کس طرح مزاح پیدا کرتا ہے؟

جواب: جواب کے لیے دیکھیے نظم "اونٹ کی شادی" برائے اساتذہ نمبر 4

-2 طلبہ کو بتائیں کہ بات پر لطف انداز میں کیسے کی جا سکتی ہے۔

جواب: کسی بات کو فطرت اور معمول سے ہٹ کر بیان کیا جائے اور پڑھنے والا یا سننے والا اس کے انجام سے بے خبر ہو یا انجام اس کی توقع کے خلاف ہو اور فطرت سے بھی ہٹ کر ہو تو بات میں مزاح پیدا کیا جا سکتا ہے۔ مزاح میں زندگی کی ناہمواریوں پر ہمدردانہ نظر ڈالی جاتی ہے۔ مزاح نگار مزاح پیدا کرنے کے لیے مختلف حربے استعمال کرتا ہے جیسے آپ کوئی لطیفہ سنیں اور آخری جملہ آپ کی توقع کے خلاف ہو اور فطرت کے بھی خلاف ہو تو یقیناً آپ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ جائے گی۔

مزاح دو طرح کا ہوتا ہے۔ لفظی مزاح اور واقعاتی مزاح
واقعاتی مزاح میں اپنے کسی مشاہدے کو دلچسپ انداز میں بیان کرنا ہوتا ہے یا لفظوں کے ہیر پھیر اور دوہرے مفہوم کو اس طرح بیان کرنا کہ اس میں مزاح

کا رنگ غالب ہو۔

3- طلبہ کو بتائیں کہ عام نظم اور مزاحیہ نظم میں کیا فرق ہوتا ہے۔

جواب: عام نظم کسی ایک مرکزی خیال کے گرد گھومتی ہے اس میں زندگی کے مسائل یا کوئی واقعہ بالکل سیدھے سادے انداز میں پیش کیا جاتا ہے جب کہ مزاحیہ نظم میں تمثیلی انداز اختیار کیا جاتا ہے اور مذاق ہی مذاق میں کسی سنجیدہ واقعہ کی نشان دہی کی جاتی ہے۔

4- طلبہ سے دریافت کریں کہ انھوں نے اور کوئی مزاحیہ نظم پڑھی ہے تو وہ رسالہ، کتاب وغیرہ جماعت میں لا کر دوسروں کو سنائیں۔

جواب: دیکھیے سرگرمیاں نمبر 1

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدنظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) مال گودام روڈ پر الٹ کر رہ گئے:

(i) کئی سائیکل سوار (ii) کئی تانگے
(iii) کئی ریڑھے (iv) کئی ٹرک

(ب) اس سڑک پر انتقال ہو چکا ہے:

(i) کئی راہگیروں کا (ii) ہزاروں اونٹوں کا
(iii) بے شمار گدھوں کا (iv) سیکڑوں گھوڑوں کا

(ج) "شغال" کا مطلب ہے:

(i) گیدڑ (ii) مشغول
(iii) مشغلہ اپنانا (iv) مصروف رہنا

(د) اس سڑک پر خال خال نظر آتے ہیں:

(i) گھوڑے (ii) ٹرک

(iii) تانگے (iv) انسان

(ہ) اس سڑک سے سلامت واپس نہیں آتی:

(i) کار (ii) جیپ

(iii) بس (iv) سائیکل

(و) حکومت کو اس سڑک کی بدحالی کا خیال نہیں آتا:

(i) دوسری سڑکوں کی طرح (ii) میرے وظیفے کی طرح

(iii) عوام کی بدحالی کی طرح (iv) میری صحت کی طرح

جوابات

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(ii)	(ب)	(iv)	(ج)	(i)	(د)	(iv)
(ہ)	(iv)	(و)	(ii)				